بسم اللہ الرحمن الرحیم

علمی و تحقیقی رسائل

جلد پانزدھم

15

1 حقوق النبی صلی اللہ علیہ وسلم

2 سابِّ رسول کی سزا، و توبہ

مصنف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران

راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد15

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...حقوق النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(2)...سابِّ رسول کی سزا، وتوبہ

مصنّف

مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

نام کتاب: علمی وتحقیقی رسائل (جلد15)

مصنّف: مفتی محمد رضوان خان

طباعتِ اوّل: جمادی الاولیٰ 1442ھ - جنوری 2021ء

صفحات: 800

ملنے کے پتے

رسائل کی اجمالی فہرست

تفصیلی فہرست رسالہ اول
(حقوقُ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم)

(فصل نمبر1)

نبی کی اطاعت کے ثمرات اور مخالفت کے نقصانات — 51

تفصیلی فہرست رسالہ دوم
(سابِّ رسول کی سزا، وتوبہ)

مضامین	صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیشِ لفظ

''مجلسِ فقہی'' ادارہ غفران، راولپنڈی

مولانا مفتی محمد رضوان خان صاحب حفظہ اللہ (مدیر: ادارہ غفران، راولپنڈی) کے علمی وتحقیقی رسائل کی پندرہویں جلد کے مضامین ورسائل، بحمداللہ تعالیٰ، تدوین، تحقیق اور مراجعت وغیرہ کے جملہ متعلقہ مراحل سے گزر کر اشاعت کے مرحلہ میں داخل ہورہے ہیں۔

اس جلد میں درجِ ذیل دو تحقیقی وعلمی اور تفصیلی رسائل وموضوعات شامل ہیں:

(1)...حقوق النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(2)...سابِّ رسول کی سزا وتوبہ

مزید کئی جلدوں کے رسائل ومضامین پر بھی بحمداللہ تعالیٰ مختلف جہات سے کام جاری ہے، اور بحمداللہ تعالیٰ کئی رسائل ومضامین کی کتابت ومراجعت وغیرہ کا کام مکمل ہوچکا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے بعافیت واستقامت اس سلسلہ کو حسبِ مراد انجام دینے کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین۔

ادارہ غفران کی ''مجلسِ فقہی'' کے اراکین نے اس جلد کے رسائل ومقالات کا مطالعہ کیا، اور مفید مشورے اور قابلِ اصلاح امور کی نشاندہی کی، جن میں سے بعض امور سے مؤلف نے کلی، یا جزوی اتفاق کیا، اور بعض پر مؤلف کو شرح صدر نہ ہوا، اس لیے اس میں حسبِ منشاء ترمیم، یا اس کی توضیح کی، اور اس طرح کی جزوی چیزوں میں نیک نیتی کے ساتھ، حسبِ ذوق وحسبِ استعداد، اختلاف، شرعی وفقہی اعتبار سے مذموم نہیں۔

بہرحال اراکینِ مجلس نے مفتی محمد رضوان صاحب حفظہ اللہ کے ان رسائل کو حسبِ سابق تعصب سے بالاتر ہوکر معتدل تحقیق پر مبنی اور وقت کے اہم موضوع سے متعلق محسوس کیا۔

خاص طور پر ''سابِّ رسول کی سزا وتوبہ'' میں تفصیل کے ساتھ مذکورہ گستاخی کی حیثیت، اور

گستاخی کے مرتکب، کے مسلم، یا غیر مسلم ہونے کے اعتبار سے فرق کو واضح کیا گیا ہے، اور اس پر متقدمین کے اقوال کی روشنی میں بحث کی گئی ہے، جس کو تعصّب سے بالاتر ہوکر ملاحظہ کرنے کے بعد کافروں کی طرف سے مسلمانوں میں شورِش پیدا کرنے کے لیے، بہت سی سازشوں سے خود کو محفوظ کیا جاسکتا ہے، اور ایسے کسی بھی ردِعمل کا سدِ باب کیا جاسکتا ہے، جو خود مسلمانوں کے لیے مستقبل میں کسی بڑے فتنہ کا سبب بنے۔

دعاء ہے کہ یہ مجموعہ، اللہ کی بارگاہ میں قبول ومنظور ہو، اور علمی وفقہی دنیا میں امتِ مسلمہ کی دنیا وآخرت کی صلاح وفلاح اور افراط وتفریط سے حفاظت اور اعتدال کے قائم ہونے کا باعث بنے، اور غلط فہمی، لاعلمی یا تعصب کی بناء پر جو مسلمانوں میں باہمی اختلافات اور دوریاں موجود ہیں، اللہ تعالیٰ اس کاوِش کے ذریعے ان دوریوں کا خاتمہ فرمائے، اور جملہ اراکینِ مجلسِ فقہی کے لیے مغفرت اور ترقی درجات کا ذریعہ بنے۔ آمین۔

اسمائے گرامی: اراکینِ مجلسِ فقہی، ادارہ غفران

(1)...... مفتی محمد رضوان صاحب (صدر مجلس)

(2)...... مفتی محمد یونس صاحب (نائب صدر)

(3)...... مولانا طلحہ مدثر صاحب (ناظم)

(4)...... مولانا محمد ناصر صاحب (رکن)

(5)...... مولانا طارق محمود صاحب (رکن)

(6)...... مولانا عبدالسلام صاحب (رکن)

(7)...... مولانا غلام بلال صاحب (رکن)

(8)...... مولانا محمد ریحان صاحب (رکن)

(9)...... مولانا شعیب احمد صاحب (رکن)

یکم/صفرالمظفر/1442ھ 19/ستمبر/2020ء بروز ہفتہ۔
ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی و تحقیقی سلسلہ

حقوق النبی

صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امت پر بنیادی حقوق اور ان کی تفصیل

اطاعتِ رسول و اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

درود و سلام علی النبی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی پہچان اور معیار

مؤلف

مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

فہرست

صفحہ نمبر	مضامین
37	تمہید (من جانبِ مؤلف)
38	حقوق النبی صلی اللہ علیہ وسلم
//	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امت پر بنیادی حقوق
40	(باب نمبر 1) اطاعتِ رسول واتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
//	قرآن مجید میں اللہ کے ساتھ رسول کی اطاعت کا حکم
42	ہر رسول کی اطاعت واتباع کا قرآنی حکم
45	نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق اپنی جانوں سے بھی زیادہ
46	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کی اطاعت اور نہی سے اجتناب کا حکم
48	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام وحی میں داخل اور ضلالت سے پاک
50	اس باب کا خلاصہ

(فصل نمبر1)

نبی کی اطاعت کے ثمرات اور مخالفت کے نقصانات

(خاتمہ)

''صحابۂ کرام'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی پہچان وادائیگی کا معیار 192

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(من جانبِ مولف)

اللہ کا ہر نبی، اپنی امت کے لیے ایک روحانی وایمانی باپ کی حیثیت رکھتا ہے، جس کے ذریعے، امت کو اس کے خالق ومالک کا پیغام پہنچتا ہے، اور امت کو اپنے خالق ومالک اور ربِ کائنات کی رضا اور ناراضگی والے کاموں کا پتہ چلتا ہے، اس لیے اللہ کا قاصد اور پیغام رساں ہونے کی حیثیت سے، نبی درحقیقت، گناہوں سے معصوم ہوتا ہے، اور اس کا ادب واحترام اور محبت وعقیدت کے ساتھ ساتھ، اس کی اطاعت واتباع کا امت کو حکم ہوتا ہے۔

نبیِ آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت، چونکہ عام اور تام ہے، اور آپ کا مخلوقات میں سب سے عظیم وبلند مقام ومرتبہ ہے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق بھی امت پر تمام نبیوں سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں، جن کا علم ہونا اور ان کو سمجھ کر، ان پر عمل کرنا، امت کے لیے نہایت ضروری ہے، جن کو مختصر الفاظ میں ''حقوق النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے عنوان سے موسوم کیا جاتا ہے۔

''حقوق النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے عنوان سے بندہ نے اپنی ایک مفصل کتاب ''ماہِ ربیع الاول کے فضائل واحکام'' کے جدید ایڈیشن میں کچھ تفصیلی کلام کیا تھا، اور اس کو مذکورہ کتاب کا ایک حصہ بنادیا گیا تھا، موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر مناسب معلوم ہوا کہ نظرِ ثانی اور مناسب اضافہ کے بعد اس مضمون کو الگ سے رسالہ کی شکل میں طبع کیا جائے۔

اس لیے اس مضمون کو نظرِ ثانی کے بعد الگ رسالے کی شکل میں شائع کیا جارہا ہے۔

محمد رضوان خان

20/ ربیع الاول/ 1441ہجری۔ بمطابق 18/ نومبر/ 2019ء بروز پیر

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقوق النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یہ بات معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور مرضیات ونامرضیات کی پہچان، ہمیں خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ہوئی ہے۔

اس لئے مخلوقات میں سب سے بڑا حق ہم پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیمُ الشان امت ہونے کا شرف بھی ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ذریعہ سے حاصل ہوا۔

اس لیے ضروری ہوا کہ خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کا علم حاصل کر کے ان پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے۔

رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امت پر بنیادی حقوق

امت کو اپنے رسول سے مختلف قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔

ایک یہ کہ رسول، امیر وحاکم ہیں اور امت محکوم ورعیت۔

دوسرے یہ کہ رسول، محبوب ہیں اور پوری امت ان کی محبّ۔

تیسرے یہ کہ رسول، اپنے علمی وعملی اور اخلاقی کمالات کی بناء پر صاحبِ عظمت ہیں اور ساری امت ان کے مقابلہ میں (اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بعد) پست اور چھوٹی۔

ہمارے رسولِ کریم خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ سب شانیں کامل درجہ میں پائی جاتی ہیں، اس لئے امت کے تمام عاقل بالغ افراد پر لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر شان کا حق ادا کریں۔

پس بحیثیتِ رسول کے ان پر ایمان لائیں۔

بحیثیت رسول امیر وحاکم کے ان کے احکام کی پیروی کریں۔

بحیثیت محبوب ہونے کے ان کے ساتھ گہری محبت رکھیں۔

اور بحیثیت کمالاتِ نبوت کے ان کی تعظیم وتکریم بجالائیں (تفسیر معارف القرآن عثمانی، ج۴ص ۸۷ بتغیر)

پس حاصل اور خلاصہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کا چند اقسام ہوئے۔ [1]

اور وہ درجِ ذیل ہیں:

(1)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعتقاد رکھنے کے ساتھ ساتھ آپ کی اطاعت واتباع کرنا۔

(2)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دل میں ہونا۔

(3)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، ادب واحترام کا بجالانا۔

(4)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھنا۔

آگے خاتم الرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ان حقوق کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اتباعِ حق کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

---

[1] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

سرورِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان سب سے زائد ہم پر ہے، اس لئے آپ کا حق بھی سب سے زائد ہے، وہ چند حقوق یہ ہیں (1) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعتقاد رکھے (2) تمام احکام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے (3) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور محبت کو دل میں جگہ دے (4) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھا کرے (رسالہ ''حقوق الاسلام'' صفحہ۴)

ایک جگہ حضرت موصوف فرماتے ہیں کہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تین حق ہیں: ایک حق ہے محبت، دوسرا حق ہے عظمت، تیسرا حق ہے متابعت۔اب لوگوں نے کیا کیا ہے کہ تجزیہ کیا ہے، ان حقوق میں۔بعضوں نے تو محض محبت لے لی، عظمت اور متابعت کو نظر انداز کر دیا۔بعضوں نے ظاہری عظمت کو کافی سمجھا، محبت اور متابعت سے کوئی سروکار نہ رکھا۔بعضوں نے محض متابعت پر قناعت کر لی، محبت اور عظمت کی تحصیل کے درپے نہ ہوئے، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تینوں حقوق کا ادا کرنا یکساں طور پر ضروری ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حق کا ادا کرنا واجب ہے، محبت کا بھی، عظمت کا بھی، اور متابعت یعنی اتباع کا بھی (مواعظ میلاد النبی ص۱۰۶، وعظ ''نقد اللبیب فی عقد الحبیب)

اطاعت واتباعِ رسول کے عام مفہوم میں درود شریف پڑھنا بھی داخل ہے، درود شریف نماز میں بھی پڑھا جاتا ہے، اس لیے بعض اوقات درود شریف کے حق کو الگ سے ذکر نہیں کیا جاتا اور بعض اوقات، اہمیت بتلانے کے لئے الگ سے ذکر کر دیا جاتا ہے، دونوں صورتوں کا استعمال حسبِ موقع ہوتا ہے۔محمد رضوان۔

(باب نمبر 1)

اطاعتِ رسول واتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امت پر سب سے پہلا حق اطاعت واتباع ہے۔

اتباع کے معنٰی ہیں، پیروی کرنا، اوراطاعت کے معنٰی ہیں، بات ماننا۔

اتباع کا تعلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال واعمال سے ہے اوراطاعت کا تعلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات اورارشادات سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع واطاعت کا حکم دے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اورافعال دونوں کوحتمی حجت اورواجبُ العمل قرار دیا ہے۔

جس کی کچھ تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

قرآن مجید میں اللہ کے ساتھ رسول کی اطاعت کا حکم

سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ (سورة الانفال ، رقم الآیة ۱)

ترجمہ: اوراطاعت کروتم اللہ کی اوراس کے رسول کی ،اگر ہوتم ایمان والے (سورہ انفال)

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوۡکَ فِیۡمَا شَجَرَ بَیۡنَہُمۡ ثُمَّ لَا یَجِدُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیۡتَ وَیُسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا (سورة النسآء، رقم الآیة ٦٥)

ترجمہ: پس ہرگز نہیں، آپ کے رب کی قسم ہے کہ یہ لوگ (جو صرف زبانی ایمان ظاہر کرتے پھرتے ہیں، وہ اللہ کے نزدیک) ایمان نہیں لائیں گے، یہاں تک کہ یہ لوگ آپ کو حاکم نہ بنالیں، ان چیزوں میں، جن میں اختلاف ہے، ان کے درمیان، پھر نہ پائیں وہ، اپنے نفسوں میں تنگی کو، اس کی طرف سے جو فیصلہ کیا آپ نے اور تسلیم کرلیں (اس فیصلہ کو) پوری طرح سے تسلیم (سورہ نساء)

مذکورہ آیات سے واضح ہوگیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بغیر قرآن کے نزدیک ایمان ہی نہیں۔

سورہ نور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَکَ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (سورة النور، رقم الآية ٦٢)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو اجازت طلب کرتے ہیں آپ سے، یہی لوگ ہیں، جو ایمان لاتے ہیں، اللہ پر اور اس کے رسول پر (سورہ نور)

معلوم ہوا کہ ایمان کی حدود میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لینے جیسی معمولی اطاعتیں بھی درج ہیں، بلکہ تمام رسولوں کی اطاعت کرنا، قرآن کی نظر میں، حقِ رسالت ہے اور ایک ایسا عام قانون ہے، جس سے کبھی کوئی رسول مستثنیٰ نہیں رہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تمام باتوں پر ایمان لائے اور یہ اطاعتِ رسول کا بنیادی اور ابتدائی درجہ ہے۔

اور قرآن مجید میں اس بات کی بھی وضاحت ہے کہ ''رسول کی اطاعت'' یا ''فرمانبرداری'' نہ تو اللہ کا کوئی نیا قانون ہے اور نہ اس کا حکم صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک محدود ہے، بلکہ آپ سے پہلے بھیجے جانے والے تمام انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے لئے بھی یہی اصول کارفرما، اور جاری رہا ہے۔

ہر رسول کی اطاعت واتباع کا قرآنی حکم

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ (سورۃ النسآء، رقم الآیۃ ۶۴)

ترجمہ: اور نہیں بھیجا، ہم نے کوئی رسول بھی، مگر اس لیے کہ اطاعت کی جائے اس کی، اللہ کے حکم سے (سورہ نساء)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جس رسول اور جس نبی کو اپنے بندوں کی طرف بھیجتا ہے، تو اسی غرض کے لئے بھیجتا ہے کہ اللہ کے حکم کے موافق بندے اس کا کہا مانیں اور عمل کریں۔

سورہ یٰسٓ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ (سورۃ یٰسٓ، رقم الآیۃ ۲۰)

ترجمہ: اتباع کرو تم، رسولوں کی (سورہ یٰسٓ)

حضرت ہارون علیہ الصلاۃ والسلام کے اپنی قوم سے خطاب میں بھی اتباع اور اطاعت دونوں کا ذکر موجود ہے۔

چنانچہ سورہ طٰہٰ میں ارشاد ہے کہ:

فَاتَّبِعُوْنِیْ وَ اَطِیْعُوْٓا اَمْرِیْ (سورۃ طٰہٰ، رقم الآیۃ ۹۰)

ترجمہ: پس اتباع کرو تم میری، اور اطاعت کرو تم میرے حکم کی (سورہ طٰہٰ)

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں جا بجا انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے اپنی اطاعت کرنے کا حکم مذکور ہے۔

چنانچہ حضرت نوح علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ:

”اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاتَّقُوْہُ وَاَطِیْعُوْنِ ○ یَغْفِرْ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ (سورۃ نوح رقم الآیات ۳، ۴)

ترجمہ: عبادت کرو تم اللہ کی، اور ڈرو تم اس سے، اور اطاعت کرو تم میری، مغفرت فرمادے گا وہ، تمہارے لیے تمہارے گناہوں کی (سورہ نوح)

اور فرمایا کہ:

" فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ "(سورة الشعرآء ،رقم الآية ١٠٨)

ترجمہ: ڈرو تم اللہ سے، اور اطاعت کرو تم میری (سورہ شعراء)

حضرت ہود علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا کہ:

" فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ "(سورة الشعرآء ،رقم الآيات ١٢٦،و ١٣١)

حضرت صالح علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا کہ:

" فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ "(سورة الشعرآء ،رقم الآيات ١٤٤،و ١٥٠)

حضرت لوط علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا کہ:

" فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ " (سورة الشعراء،رقم الآية ١٦٣)

حضرت شعیب علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا کہ:

" فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ " (سورة الشعراء،رقم الآية ١٧٩)

حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا کہ:

" فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ " (سورة الزخرف،رقم الآية ٦٣)

ان تمام آیات میں نبی کی اطاعت اور اللہ سے ڈرنے کا حکم ایک ساتھ ذکر کر کے اس طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ نبی کی اطاعت، اللہ کے خوف اور ڈر کے بغیر حاصل ہونا مشکل ہے اور یہ دولت اُسی کو حاصل ہو سکتی ہے، جس کے دل میں اللہ کا ڈر اور خوف ہو۔

پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے، جس سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ اللہ کی اطاعت دراصل رسول کی اطاعت اور اتباع کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت

دراصل اللہ ہی کی اطاعت میں داخل ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (سورة النسآء ، رقم الآیة ۸۰)

ترجمہ: اور جس نے اطاعت کی رسول کی، تو یقیناً اس نے اطاعت کی اللہ کی (سورہ نساء)

نیز اللہ تعالیٰ کا ایک مقام پر ارشاد ہے کہ:

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ (سورة آل عمران ، رقم الآیة ۳۲)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ اطاعت کرو تم، اللہ کی اور رسول کی (سورہ آلِ عمران)

اس کے علاوہ متعدد آیات میں اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم ایک ساتھ مذکور ہے، مثلاً:

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ (سورة آل عمران، رقم الآیة ۱۳۲)

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (سورة النسآء ، رقم الآیة ۵۹)

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (سورة الانفال ، رقم الآیة ۲۰)

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (سورة الانفال ، رقم الآیة ۴۶)

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (سورة النور، رقم الآیة ۵۴)

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (سورة محمد ، رقم الآیة ۳۳)

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (سورة المجادلة ، رقم الآیة ۱۳)

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (سورة التغابن ، رقم الآیة ۱۲)

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ جب کبھی قرآن مجید میں ''اللہ کی اطاعت'' کا ذکر آیا ہے، تو اسی کے فوراً بعد ''رسول کی اطاعت'' کا حکم بھی آیا ہے جس کا پورے قرآن مجید میں التزام واہتمام پایا جاتا ہے۔

قرآن مجید کی اس قسم کی آیات سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا

حکم اور اس کی اہمیت بالکل واضح ہے، اور اس سلسلہ میں احادیثِ مبارکہ تو اتنی زیادہ ہیں کہ جن کو شمار کرنا بھی آسان نہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق اپنی جانوں سے بھی زیادہ

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر یہ فیصلہ فرمادیا کہ:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ (سورۃ الاحزاب، رقم الآیۃ ٦)

ترجمہ: نبی، مؤمنین کے ساتھ ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں (سورہ احزاب)

مطلب یہ ہے کہ مومنوں کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حقِ اطاعت، تمام انسانوں میں سب سے زیادہ ہے۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا أَوْلَی النَّاسِ بِہٖ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ، اِقْرَءُ وْا إِنْ شِئْتُمْ: اَلنَّبِیُّ أَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ أَنْفُسِہِمْ (بخاری، رقم الحدیث ٤٧٨١، ج٦ ص ١١٦، کتاب تفسیر القرآن، باب النبی أولی بالمؤمنین من أنفسهم)

ترجمہ: کوئی مومن ایسا نہیں ہے کہ میں سب لوگوں میں دنیا و آخرت کے اعتبار سے اس سے زیادہ تعلق نہ رکھتا ہوں، تم اگر چاہو تو (سورہ احزاب کی) یہ آیت پڑھ لو:

اَلنَّبِیُّ أَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ أَنْفُسِہِمْ (بخاری)

---

[1] قوله عز وجل: (النبی أولی بالمؤمنين من أنفسهم) يعنی من بعضهم ببعض فی نفوذ حكمه عليهم ووجوب طاعته عليهم. وقال ابن عباس وعطاء: يعنی إذا دعاهم النبی صلی الله عليه وسلم ودعتهم أنفسهم إلی شیء كانت طاعة النبی صلی الله عليه وسلم أولی بهم من طاعتهم أنفسهم. وقال ابن زيد: النبی أولی بالمؤمنين من أنفسهم فيما قضی فيهم، كما أنت أولی بعبدك فيما قضيت عليه. وقيل: هو أولی بهم فی الحمل علی الجهاد وبذل النفس دونه (تفسير البغوی، ج٣ ص ٦٠٨، تحت رقم الآية ٦ من سورة الاحزاب)

نبی ﷺ کے امر کی اطاعت اور نہی سے اجتناب کا حکم

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ایک مقام پر ارشاد ہے کہ:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ .إِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (سورة الحشر، رقم الآية ٧)

ترجمہ: اور وہ چیز جو دے تمہیں رسول، تو لے لو تم اُس کو، اور وہ چیز جس سے روکے وہ تم کو، تو رک جاؤ تم، اور ڈرو تم اللہ سے، بے شک اللہ شدید سزا (دینے) والا ہے (سورہ حشر)

اس سے معلوم ہوا کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا و بیان کردہ احکام پر عمل ضروری ہے، اور اس کا قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے۔

احادیث میں بھی اس آیت کے یہی معنیٰ بیان کیے گئے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

دَعُوْنِيْ مَا تَرَكْتُكُمْ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِسُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى أَنْبِيَائِهِمْ فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوْهُ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ (بخاری، رقم الحديث ٧٢٨٨، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله صلى الله عليه وسلم، دار طوق النجاة، بيروت)

ترجمہ: میں جب تک تمہیں کسی چیز سے چھوڑے رکھوں (یعنی کسی چیز کا حکم نہ دوں) تو تم بھی مجھے چھوڑے رکھو (یعنی بلاوجہ اس کے متعلق مجھ سے سوال نہ کرو) بس تمہارے سے پہلے لوگ ان کے بلاوجہ کے سوال اور اپنے نبی پر اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو چکے ہیں، اور جب میں تمہیں خود سے کسی چیز سے منع کروں، تو تم اس سے رک جاؤ، اور جب میں تمہیں کسی کام کا حکم کروں، تو اپنی حسبِ قدرت اس پر عمل کرو (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

لَعَنَ اللّٰہُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُوْتَشِمَاتِ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ، لِلْحُسْنِ اَلْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ فَبَلَغَ ذٰلِکَ اِمْرَأَةً مِنْ بَنِيْ أَسَدٍ يُقَالُ لَهَا أُمُّ يَعْقُوْبَ، فَجَاءَ تْ فَقَالَتْ: إِنَّهٗ بَلَغَنِيْ عَنْکَ أَنَّکَ لَعَنْتَ کَيْتَ وَکَيْتَ، فَقَالَ: وَمَا لِيْ أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ هُوَ فِيْ کِتَابِ اللّٰهِ، فَقَالَتْ: لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ، فَمَا وَجَدْتُ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ، قَالَ: لَئِنْ کُنْتِ قَرَأْتِيْهِ لَقَدْ وَجَدْتِيْهِ، أَمَا قَرَأْتِ: وَمَا آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا؟ قَالَتْ: بَلٰى، قَالَ: فَإِنَّهٗ قَدْ نَهٰى عَنْهُ، قَالَتْ: فَإِنِّيْ أَرٰى أَهْلَکَ يَفْعَلُوْنَهٗ، قَالَ: فَاذْهَبِيْ فَانْظُرِيْ، فَذَهَبَتْ فَنَظَرَتْ، فَلَمْ تَرَ مِنْ حَاجَتِهَا شَيْئًا، فَقَالَ: لَوْ کَانَتْ کَذٰلِکَ مَا جَامَعْتُهَا (بخاری، رقم الحديث ۴۸۸۶، کتاب تفسير القرآن، باب وما آتاکم الرسول فخذوه)

ترجمہ: اللہ ان عورتوں پر لعنت فرماتا ہے، جو بدن کو گودتی ہیں (یعنی جسم کی کھال میں رنگ بھروا کر لکھائی کرتی ہیں) اور جو عورتیں جسم گودواتی ہیں اور چہرے کے بال اکھڑواتی ہیں، حسن کے لئے دانتوں کو کشادہ کراتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بدلنے والی ہیں۔

بنی اسد کی ایک عورت کو، جس کا نام امِ یعقوب تھا، یہ خبر ملی تو وہ (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس) آئی اور کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے اس طرح (فلاں فلاں عمل کرنے والی عورتوں پر) لعنت کی ہے، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں کیوں اس پر لعنت نہ کروں، جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور جو کتاب اللہ میں بھی ہے، اس عورت نے کہا کہ میں نے قرآن کو پڑھ لیا ہے، جو دولوحوں کے درمیان ہے (یعنی میں نے پورا

قرآن پڑھا ہے) لیکن جو تم کہتے ہو، وہ میں نے اس قرآن میں نہیں پایا، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تُو (صحیح معنیٰ میں قرآن کو) پڑھتی، تو ضرور اس میں (اس لعنت کا ذکر) پاتی، کیا تُو نے (سورہ حشر کی) یہ آیت نہیں پڑھی کہ رسول جو کچھ تمہیں دے، اس کو لے لو اور جس سے روکے اس سے باز آ جاؤ، اس نے کہا کہ جی ہاں! (یہ آیت تو میں نے پڑھی ہے) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں سے منع فرمایا ہے (جن کا میں نے ذکر کیا) اس عورت نے کہا کہ تمہاری بیوی بھی ایسا کرتی ہے، (اس کو بھی منع کرو) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جا کر دیکھ آ، چنانچہ وہ گئی اور دیکھا تو (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی میں ایسا) کچھ نہ پایا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر وہ ایسا کرتی، تو میں اس سے ازدواجی تعلق قائم نہ کرتا (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کردہ حکم بھی، اللہ کے حکم میں داخل ہے، جو لوگ قرآن کی باتوں کو تو مانتے ہیں، لیکن معتبر حدیثوں کی باتوں کو نہیں مانتے، وہ مذکورہ واقعہ سے اپنی غلطی کی اصلاح کر کے اپنے آپ کو اللہ کی ناراضگی سے بچا سکتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام وحی میں داخل اور ضلالت سے پاک

سورہ نجم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى. مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى. وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى. إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (سورة النجم، رقم الآيات ١ الیٰ ٤)

ترجمہ: قسم ہے ستارے کی جب وہ ڈوبنے لگے۔ نہ گمراہ ہوا ہے، تمہارا رفیق (وساتھی) اور نہ ہی وہ بہکا۔ اور نہ بات کرتا ہے، وہ اپنی خواہش سے۔ وہ تو صرف وحی ہے، جو اتاری جاتی ہے (سورہ نجم)

احادیث میں بھی اس مضمون کی وضاحت آئی ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنْتُ أَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ أَسْمَعُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيْدُ حِفْظَهُ، فَنَهَتْنِيْ قُرَيْشٌ، فَقَالُوْا: إِنَّكَ تَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ تَسْمَعُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا، فَأَمْسَكْتُ عَنِ الْكِتَابِ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: اُكْتُبْ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا خَرَجَ مِنِّيْ إِلَّا حَقٌّ (مسند احمد، رقم الحديث ٦٥١٠) [1]

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جو چیزیں سن لیتا، ان کو میں لکھ لیتا، تا کہ یاد کرسکوں، مجھے قریش کے لوگوں نے اس سے منع کیا اور کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ بھی سنتے ہو، سب لکھ لیتے ہو، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک انسان ہیں، بعض اوقات غصہ میں بات کرتے ہیں اور بعض اوقات خوشی میں (اور ایسی باتوں کو لکھنے کی کیا ضرورت ہے) ان لوگوں کے کہنے کے بعد میں نے لکھنا چھوڑ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ذکر کردی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لکھ لیا کرو، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میری زبان سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ: إِنِّيْ لَا أَقُوْلُ إِلَّا حَقًّا،

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

قَالَ بَعْضُ أَصْحَابِهٖ: فَإِنَّکَ تُدَاعِبُنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَالَ: إِنِّیْ لَا أَقُوْلُ إِلَّا حَقًّا (مسنداحمد، رقم الحديث ۸۴۸۱) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو ہمیشہ حق بات ہی کہتا ہوں، کسی صحابی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ تو ہمارے ساتھ مزاح بھی کرتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو مزاح میں بھی ہمیشہ حق بات ہی کہتا ہوں (مسنداحمد)

اس طرح کی آیات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، مزاح اور غصہ میں بھی حق بات ہی فرمایا کرتے تھے، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بھی ''حجت'' ہیں۔ [2]

اس باب کا خلاصہ

اس باب کا خلاصہ یہ نکلا کہ امت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بنیادی حق یہ ہے کہ آپ کی اطاعت واتباع کی جائے، اور آپ کے بیان کردہ احکامات کو اللہ کی مرضی کے مطابق سمجھا جائے، خواہ کوئی بات انسان کی طبیعت کے موافق ہو، یا خلاف ہو، ہر حال میں اپنی خواہش اور چاہت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تابع رکھ کر عمل کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده قوی من أجل محمد (حاشية مسند احمد)

[2] حدثنی الحسن بن جابر، قال: سمعت المقدام بن معدی كرب، يقول: حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم خيبر أشياء، ثم قال: " يوشک أحدكم أن يكذبنی وهو متکء علی أريكته يحدث بحديثی، فيقول: بيننا وبينكم كتاب الله، فما وجدنا فيه من حلال استحللناه، وما وجدنا فيه من حرام حرمناه، ألا وإن ما حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل ما حرم الله " (مسند احمد، رقم الحديث ۱۷۱۹۴)

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

(فصل نمبر 1)

نبی کی اطاعت کے ثمرات اور مخالفت کے نقصانات

قرآن وسنت میں جابجا ''رسول کی اطاعت واتباع'' کے فوائد ومنافع اور ثمرات اور اس کے مقابلہ میں مخالفت کے نتائج وعواقب اور نقصانات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔
جس کی کچھ تفصیل ذیل میں ذکر کی جاتی ہے۔

اللہ اور رسول کی اطاعت سے انعام یافتہ ہستیوں کی معیت

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (سورة النسآء ، رقم الآية ٦٩)

ترجمہ: اور جو اطاعت کرے گا اللہ کی اور رسول کی، تو یہی لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے کہ انعام فرمایا اللہ نے ان پر، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین میں سے اور کیا ہی اچھے ہیں، یہ لوگ رفیق ہونے کے اعتبار سے (سورہ نساء)

فائدہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مکمل اطاعت کرنے والے ان حضرات کے ساتھ ہوں گے، جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز اور مقبول ہیں، جن کے مذکورہ آیت میں چار درجے بتلائے گئے ہیں، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء، اور صالحین۔

اور ان ہی معزز ہستیوں کا قرآن مجید میں دوسروں کو پیروی کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔
چنانچہ قرآن مجید کی ابتدائی سورہ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (سورة الفاتحة)

ترجمہ: ہدایت عطا فرما دیجیے ہم کو سیدھے راستہ کی، ان لوگوں کے راستے کی کہ انعام فرمایا آپ نے ان پر (سورہ فاتحہ)

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر لازم کیا ہے کہ وہ ہر نماز میں ان لوگوں کے راستے پر چلنے کی دعا کیا کریں، جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا، اور وہ لوگ جن پر اللہ نے انعام فرمایا، گذشتہ آیت میں ان کا ذکر ہے ۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ نعمت بھی اللہ اور اس کے رسول کی مکمل اطاعت کرنے سے ہی حاصل ہوسکتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسوۂ حسنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ایسی ہے کہ جس کی اتباع کر کے اور اس کو اپنا نمونہ بنا کر کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ (سورة الاحزاب، رقم الآية ۲۱)

ترجمہ: بلاشبہ یقیناً ہے تمہارے لئے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ، اس شخص کے لئے جو امید رکھتا ہو، اللہ کی اور یومِ آخرت کی (سورہ احزاب)

اللہ اور رسول کی رضا کا حق زیادہ ہے

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ (سورة التوبة، رقم الآية ۶۲)

ترجمہ: اور اللہ اور اس کا رسول، زیادہ حق دار ہے، اس کا کہ راضی کریں وہ

(لوگ) اس کو، اگر ہوں وہ مومن (سورہ توبہ)

نبی کی اتباع کرنے والوں کا نبی سے تعلق

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (سورۃ الانفال، رقم الآیۃ ۶۴)

ترجمہ: اے نبی کافی ہے آپ کو اللہ اور اس کو جو اتباع کرے، آپ کی مومنوں میں سے (سورہ انفال)

قرآن مجید میں اور مواقع پر بھی اللہ اور رسول کی اطاعت واتباع کے کئی فضائل وفوائد بیان کئے گئے ہیں۔

چنانچہ سورہ آلِ عمران میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر ''اللہ کی محبت حاصل ہونے کا'' ذکر کیا گیا ہے۔ [1]

اور سورہ نساء اور سورہ فتح میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر ''اللہ کی طرف سے جنت میں داخل فرمانے کا وعدہ'' فرمایا گیا ہے۔ [2]

اور سورہ اعراف میں اللہ کے رسول کی اتباع سے ''ہدایت حاصل ہونے'' کا ذکر کیا گیا ہے۔ [3]

---

[1] قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ، قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ (سورۃ آلِ عمران، رقم الآیات ۳۱، ۳۲)

[2] وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ. (سورۃ النسآء، رقم الآیۃ: ۱۳)

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ (سورۃ الفتح، رقم الآیۃ ۱۷)

[3] قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (سورۃ الاعراف، رقم الآیۃ ۱۵۸)

اور سورہ توبہ میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والوں سے ''اللہ نے رحم کرنے کا وعدہ'' فرمایا ہے۔ [۱]

اور سورہ نور میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر ''کامیاب ہونے اور ہدایت پانے کی فضیلت'' بتلائی گئی ہے۔ [۲]

اور سورہ احزاب میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر ''عظیم کامیابی پالینے کا'' ذکر کیا گیا ہے۔ [۳]

اور سورہ حجرات میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر ''اعمال کا بدلہ ملنے میں کمی نہ کرنے کا وعدہ'' کیا گیا ہے۔ [۴]

اللہ اور رسول کی نافرمانی پر وعیدیں

جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری، عظیم الشان عمل ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اپنی اطاعت کے ساتھ فرمایا ہے، اور اس پر مختلف قسم کے اجر وانعام کا وعدہ فرمایا ہے، اسی طرح اس کے مقابلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی بھی انتہائی سخت گناہ اور نقصان کی چیز ہے، اور اس کا ذکر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی نافرمانی کے ساتھ فرمایا ہے۔

---

[۱] وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (سورة التوبة، رقم الآية ۷۱)

[۲] وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ .وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ أَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ قُلْ لَا تُقْسِمُوا طَاعَةٌ مَعْرُوفَةٌ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ .قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (سورة النور، رقم الآيات ۵۲ الی ۵۴)

[۳] وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا (سورة الأحزاب ، رقم الآية ۷۱)

[۴] قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (سورة الحجرات، رقم الآية ۱۴)

چنانچہ قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا، وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (سورة النساء، رقم الآية ١٤)

ترجمہ: اور جو نافرمانی کرے گا، اللہ کی اور اس کے رسول کی اور آگے بڑھے گا اس کی حدوں سے، تو داخل کر دے گا، وہ (یعنی اللہ) اس کو آگ میں، ہمیشہ رہے گا وہ اس (آگ) میں اور اس کے لیے اہانت والا عذاب ہے (سورہ نساء)

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَإِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (سورة الانفال، رقم الآية ١٣)

ترجمہ: اور جو مخالفت کرے گا، اللہ کی اور اس کے رسول کی، تو بے شک اللہ سخت عذب دینے والا ہے (سورہ انفال)

قرآن مجید میں ہی ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (سورة الاحزاب، رقم الآية ٣٦)

ترجمہ: اور نہیں ہے کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کے لیے اجازت، جب فیصلہ کر دے اللہ اور اس کا رسول کسی حکم کا، اس بات کی کہ ہو اُن کے لیے اختیار اپنے معاملہ کا اور جو نافرمانی کرے گا اللہ کی اور اس کے رسول کی، تو یقیناً ہو گیا وہ گمراہ واضح طور پر گمراہ (سورہ احزاب)

نیز ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ

اَبَدًا(سورة الجن ، رقم الآية ٢٣)

ترجمہ: اور جو کوئی نافرمانی کرے گا اللہ کی اور اس کے رسول کی، تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، ہمیشہ رہیں گے وہ اس میں تا ابد (سورہ جن)

اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے والے قیامت کے روز حسرت سے یہ کہیں گے کہ:

يَالَيْتَنَا اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا (سورة الاحزاب ، رقم الآية ٦٦)

ترجمہ: کاش کہ اطاعت کر لیتے ہم اللہ کی اور اطاعت کر لیتے ہم رسول کی (سورہ احزاب)

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی سخت گناہ اور عذاب کا باعث ہے۔

قرآن مجید کے علاوہ احادیث میں بھی تفصیل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت واتباع اور سنت کی اہمیت وفضیلت اور اس کے برخلاف چلنے والوں کے لئے سخت تنبیہات آئی ہیں، جن میں سے چند ایک احادیث کا ذکر کیا جاتا ہے۔

نبی کی اطاعت اور نافرمانی کرنے والوں کی مثال

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّمَا مَثَلِيْ وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ، كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتٰى قَوْمًا فَقَالَ: يَا قَوْمِ، إِنِّيْ رَأَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنَيَّ، وَإِنِّيْ أَنَا النَّذِيْرُ الْعُرْيَانُ، فَالنَّجَاءَ، فَأَطَاعَهٗ طَائِفَةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ، فَأَدْلَجُوْا، فَانْطَلَقُوْا عَلٰى مَهَلِهِمْ فَنَجَوْا، وَكَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ، فَأَصْبَحُوْا مَكَانَهُمْ، فَصَبَّحَهُمُ الْجَيْشُ فَأَهْلَكَهُمْ وَاجْتَاحَهُمْ، فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ أَطَاعَنِيْ فَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِهٖ، وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِيْ وَكَذَّبَ بِمَا جِئْتُ بِهٖ

مِنَ الْحَقِّ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۷۲۸۳، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة. باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور اس کی مثال جو اللہ نے مجھ کو دے کر بھیجا ہے، اس شخص کی طرح ہے، جو ایک قوم کے پاس آئے اور کہے کہ اے میری قوم! میں نے اپنی آنکھ سے فوج کو دیکھا ہے، اور میں تمہیں واضح ڈرانے والا ہوں، اس لئے نجات کی جگہ تلاش کرو، پھر اس کی قوم کے کچھ لوگوں نے اس کی بات کو تسلیم کیا، اور راتوں رات نکل گئے، اور اپنی پناہ وحفاظت کی جگہ چلے گئے اور انہوں نے نجات پائی، اور ایک گروہ نے اسے جھوٹ سمجھا اور اپنی جگہ پر ہی رہے، صبح کو لشکر نے ان پر حملہ کر دیا اور انہیں ہلاک کر دیا اور قتل وغارت اور لوٹ مار کیا، یہ اس (پہلے گروہ) کی مثال ہے، جس نے میری اطاعت کی اور جو میں لے کر آیا ہوں، اس کی پیروی کی، اور اس (دوسرے گروہ) کی مثال ہے، جس نے میری نافرمانی کی اور جو میں لے کر آیا ہوں، اس کو جھٹلایا (بخاری)

اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ مَثَلَ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْهُدٰى، وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَصَابَ أَرْضًا، فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ، قَبِلَتِ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ، وَكَانَ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ، فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ، فَشَرِبُوْا مِنْهَا وَسَقَوْا وَرَعَوْا، وَأَصَابَ طَائِفَةً مِنْهَا أُخْرٰى، إِنَّمَا هِيَ قِيْعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً، وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً، فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ، وَنَفَعَهُ بِمَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهِ، فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَأْسًا، وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِيْ أُرْسِلْتُ بِهِ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۲۸۲ ''۵ ۱'' کتاب الفضائل، باب بیان مثل ما بعث به النبی صلی الله علیه وسلم من الهدی والعلم)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے مجھے جو علم اور ہدایت دے کر بھیجا، اس کی مثال ایسی ہے، جیسا کہ زمین پر بارش برسی، اس زمین میں سے کچھ حصہ ایسا زرخیز تھا کہ جس نے پانی اپنے اندر جذب کرلیا، اور بہت کثرت سے چارہ اور سبزہ اگایا، اور زمین کا کچھ حصہ سخت تھا، اس نے پانی کو روک لیا، جس سے اللہ لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے، لوگ اس میں سے پیتے ہیں اور اپنے جانوروں کو پلاتے ہیں، اور چارہ کھلاتے ہیں، اور زمین کا کچھ حصہ چٹیل میدان ہے کہ اس نے پانی کو نہیں روکا اور نہ ہی اس میں گھاس پیدا ہوئی، تو یہی مثال اس کی ہے کہ جس نے اللہ کے دین کو سمجھا اور جو دین اللہ نے مجھے دے کر بھیجا، اللہ نے اس کے ذریعے لوگوں کو فائدہ پہنچایا، چنانچہ اس نے خود بھی دین سیکھا اور دوسروں کو بھی سکھایا، اور مثال اس کی ہے، جس نے اس طرف سر بھی نہیں اٹھایا اور اللہ کی اس ہدایت (یعنی دین) کو جسے مجھے دے کر بھیجا گیا ہے، اس کو قبول نہیں کیا (مسلم)

نبی پر ایمان لانے سے جان و مال کی حفاظت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أُقَاتِلُ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَيُؤْمِنُوْا بِيْ، وَبِمَا جِئْتُ بِهٖ، فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ، عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَ هُمْ، وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ۲۱ "۳۴" كتاب الايمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا: لا إله إلا الله محمد رسول الله)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لوگوں سے قتال کا حکم اس وقت تک ہے کہ وہ " لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ " کی گواہی دینے لگیں، اور مجھ پر اور

میرے ان تمام احکام پر ایمان لے آئیں، جو میں (اللہ کی طرف سے) لایا ہوں، اگر وہ ایسا کرلیں، تو مجھ سے اپنی جان ومال محفوظ کرلیں گے، ہاں حق پر ان کی جان ومال سے تعرض کیا جائے گا (یعنی اگرانہوں نے کسی کا جانی یا مالی نقصان کیا تو اس کا بدلہ لیا جائے گا) باقی ان کا حساب (آخرت میں) اللہ کے ذمہ ہے (مسلم)

نبی کو سننے والے پر ایمان لانا ضروری ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، لَا يَسْمَعُ بِیْ أَحَدٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُوْدِیٌّ، وَلَا نَصْرَانِیٌّ، ثُمَّ يَمُوْتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِیْ أُرْسِلْتُ بِهٖ، إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ۱۵۳ "۲۴۰" كتاب الايمان، باب وجوب إيمان أهل الكتاب برسالة الإسلام)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ جو کوئی بھی میرے متعلق اس امت میں سے سنے، خواہ یہودی (یعنی اسرائیلی) ہو، یا نصرانی (یعنی عیسائی) اور پھر وہ مرجائے، اور اس پر ایمان نہ لائے، جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے، تو وہ آگ (یعنی جہنم) والوں میں سے ہی ہوگا (مسلم)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ أَحَدٍ يَسْمَعُ بِیْ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، وَلَا يَهُوْدِیٌّ وَلَا نَصْرَانِیٌّ، وَلَا يُؤْمِنُ بِیْ إِلَّا دَخَلَ النَّارَ، فَجَعَلْتُ أَقُوْلُ: أَيْنَ تَصْدِيْقُهَا فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ؟ حَتّٰى وَجَدْتُ هٰذِهِ الْآيَةَ

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْأَحْزَابِ، فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ، قَالَ: اَلْأَحْزَابُ الْمِلَلُ كُلُّهَا (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۳۰۹، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ ھود) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی بھی اس امت میں سے مجھے سن لے، اور جو کوئی یہودی اور نصرانی بھی مجھے سن لے، اور وہ مجھ پر ایمان نہ لائے، تو وہ جہنم میں داخل ہوگا (ابنِ عباس کہتے ہیں کہ) پھر میں نے اس کی کتابُ اللہ سے تصدیق چاہی، تو میں نے سورہ ھود کی اس آیت کو پایا ''وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ '' یعنی ''جو شخص بھی احزاب میں سے نبی کا انکار کرے، تو آگ اس کا ٹھکانا ہے'' اور ''احزاب'' تمام اقوام ہیں (حاکم)

مفسرین سے بھی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے مذکورہ قول کی تائید ہوتی ہے۔ [2]

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ سَمِعَ بِيْ مِنْ أُمَّتِيْ أَوْ يَهُوْدِيٌّ أَوْ نَصْرَانِيٌّ فَلَمْ يُؤْمِنْ بِيْ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١٩٥٣٦) [3]

---

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه .
وقال الذهبي في التلخيص: على شرط البخاري ومسلم.

[2] ومن يكفر به اى محمد صلى الله عليه وسلم او بالقران من الأحزاب من اهل الملل كلها فالنار موعده (التفسير المظهرى، ج۵ص۷۷، سورة هود)
ومن يكفر به يعنى بمحمد صلى الله عليه وسلم من الأحزاب يعنى من جميع الكفار وأصحاب الأديان المختلفة فتدخل فيه اليهود والنصارى والمجوس وعبدة الأوثان وغيرهم والأحزاب الفرق الذين تحزبوا وتجمعوا على مخالفة الأنبياء فالنار موعده يعنى فى الآخرة (تفسير الخازن، ج۲ص۴۷۸، سورة هود)

[3] قال شعيب الارنؤوط:
صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف لانقطاعه، سعيد بن جبير لم يسمع أبا موسى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میری امت میں سے مجھے سنا، یا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأشعری، فقد وُلد سعید سنة 46هـ، وتُوفی أبو موسی نحو الخمسین علی أحد الأقوال، وقد أشار إلی إرسال روایة سعید عن أبی موسی البزارُ، والحافظُ فی "التقریب ."وبقیة رجاله ثقات رجال الشیخین.

وأخرجه الطیالسی (509) ، والبزار فی "مسنده "(16)" زوائد"، والنسائی فی "الکبری "(11241) - وهو فی "التفسیر "(261) - والطبریُ فی "تفسیره" (18079) ، وأبو نُعیم فی "الحلیة 4/308 "من طرق عن شعبة، بهذا الإسناد.

قال البزار :لا نعلم أحدا رواه عن النبی صلی الله علیه وسلم إلا أبو موسی، بهذا الإسناد، ولا أحسب سمع سعیدٌ من أبی موسی .قال الهیثمی :هو فی الصحیح عن أبی هریرة .قلنا :سلف فی "المسند "من حدیث أبی هریرة برقم (8203) ، وإسناده صحیح علی شرط الشیخین.

وأخرجه ابن حبان (4880) من طریق أبی الولید، عن شعبة، به، بلفظ" :من سمعَ یهودیاً أو نصرانیاً دخل النار ."وقد بوَّب علیه ابن حبان بقوله :إیجاب دخول النار لمن أَسْمَعَ أهل الکتاب ما یکرهونه .فتعقَّبه الحافظُ فی "إتحاف المهرة 25-10/24 "، فقال :وهذا فیه نظر کبیر، وهو غلطٌ نشأ عن تصحیف، ...وکأنَ الروایة التی وقعت لابن حبان مختصرة" :من سَمِعَ بی فلم یُؤمن دخل النار یهودیاً أو نصرانیاً "فتحرف علیه، وبوَّب هو علی ما تحرَف، فوقع فی خطأ کبیر .قلنا :وقد فاتنا أن نُنبه علی ذلک فی صحیح ابن حبان، فیُستدرک من هنا.

وأخرجه مطولاً سعید بن منصور فی "سننه "(التفسیر) (1084) عن أبی عوانة، عن أبی بشیر، به .

وأخرجه مطولاً عبدُ الرزاق فی "تفسیره2/303 "، والطبری فی "تفسیره" (18073) و (18075) و (18076) من طریق أیوب، عن سعید بن جبیر، به.

وأورده الهیثمی فی "المجمع8/261 "، وقال :رواه الطبرانی واللفظ له، وأحمد بنحوه، ورجالُ أحمد رجالُ الصحیح، والبزارُ أیضاً باختصار.

وسیرد برقم (19562).

قال السندی :قوله :من أمتی، أی :من غیر أهل الکتاب من الأمیین، ولکونه صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ من الأمیین أضافهم إلیه.

أو یهودی :بالجر عطف علی أمتی، أی :أو مِن أهل الکتاب، والمرادُ أنَّ کل من بلغته دعوتُه صلی الله علیه وسلم، وثبتت عنده رسالتُه، یجب علیه الإیمانُ به، أمیاً کان، أو کتابیاً، فإن لم یؤمن به لم یدخل الجنة، وعُلم منه عمومُ رسالته صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إلی الکُل، والله تعالی أعلم(حاشیة مسند احمد)

کسی یہودی (یعنی اسرائیلی) یا نصرانی (یعنی عیسائی) نے سنا، اور پھر وہ مجھ پر ایمان نہیں لایا، تو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا (مسند احمد)

مذکورہ احادیث کا مطلب یہ ہے کہ جس کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پہنچ جائے، اور اس کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ثابت ہوجائے، تو اس پر واجب ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لائے، خواہ وہ کوئی بھی ہو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، قیامت تک سب لوگوں کے لیے عام ہے اور نبی کی رسالت پر ایمان میں ''کل ما جاء به النبی صلی الله علیه وسلم'' پر ایمان لانا بھی داخل ہے، خواہ اجمالی طور پر، جب تک تفصیل معلوم نہ ہو، اور خواہ تفصیلی طور پر، جب اور جس چیز کی تفصیل معلوم ہوجائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد آپ کو سن کر آپ پر ایمان لانے کے واجب ہونے کی تائید ان احادیث سے بھی ہوتی ہے، جن میں قبر میں دفن ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال ہونے اور مومن کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے اقرار کا ذکر ہے، اور کافر کے متعلق یہ مضمون آیا ہے کہ:

''لَا أَدْرِیْ سَمِعْتُ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ شَیْئًا، فَیَقُوْلُ: لَا دَرَیْتَ، وَلَا تَلَیْتَ، وَلَا اِهْتَدَیْتَ''

''میں نہیں جانتا، میں نے لوگوں سے ان (نبی) کے متعلق کچھ کہتے ہوئے سنا تھا، تو فرشتہ (اس کافر سے) کہتا ہے کہ نہ تُو نے سمجھا، اور نہ اتباع کی، اور نہ ہدایت پائی'' [1]

---

[1] عن أبی سعید الخدری، قال: شهدت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم جنازة، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: " أیها الناس إن هذه الأمة تبتلی فی قبورها، فإذا الإنسان دفن فتفرق عنه أصحابه، جائه ملک فی یده مطراق فأقعده، قال: ما تقول فی هذا الرجل؟ فإن كان مؤمنا قال: أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا عبده ورسوله، فیقول: صدقت ثم یفتح له باب إلی النار، فیقول: هذا كان منزلک لو كفرت بربک، فأما إذ آمنت فهذا منزلک، فیفتح له باب إلی الجنة، فیرید أن ینهض إلیه فیقول له:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعض محدثین نے مذکورہ احادیث میں ''یسمع'' کا ''خبر'' کے معنیٰ میں ہونا زیادہ مناسب قرار دیا ہے، یعنی ''جس کو میری رسالت کی خبر پہنچی'' تاکہ یہ حکم سماع کے علاوہ دوسرے ذرائع، مثلاً پڑھنے اور سمجھنے کو بھی شامل ہوجائے۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اسكن ويفسح له فى قبره، وإن كان كافرا أو منافقا يقول له: ما تقول فى هذا الرجل؟ فيقول: لا أدرى سمعت الناس يقولون شيئا، فيقول: لا دريت، ولا تليت، ولا اهتديت، ثم يفتح له باب إلى الجنة فيقول: هذا منزلك لو آمنت بربك، فأما إذ كفرت به فإن الله عز وجل أبدلك به هذا، ويفتح له باب إلى النار، ثم يقمعه قمعة بالمطراق يسمعها خلق الله كلهم غير الثقلين "فقال بعض القوم: يا رسول الله، ما أحد يقوم عليه ملك فى يده مطراق إلا هيل عند ذلك، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت "(مسند احمد، رقم الحديث ١١٠٠٠، عن ابى سعيد)

قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح، ولهذا إسناد حسن، رجاله ثقات رجال الصحيح غير عباد بن راشد(حاشية مسند احمد)

[1] والأظهر أن يضمن (يسمع) معنى أخبرنا فتعدى بالباء ، كقوله (تعالى :((ما سمعنا بهذا فى آبائنا الأولين) أى ما أخبرنا سماعا، وهو آكد؛ لأن الإخبار أعم من أن يكون سماعا أو غير سماع، فالمعنى ما أخبر برسالتى أو يعشى أحد ولم يؤمن إلا كان من أصحاب النار(شرح الطيبى على مشكاة المصابيح، ج٢،ص٢٢٨، كتاب الإيمان)

ثم قيل :الباء زائدة، أو بمعنى "من "، والأظهر أنها لتأكيد التعدية كما فى قوله تعالى :(ما سمعنا بهذا) أو ضمن معنى الإخبار أى :ما يسمع مخبرا ببعثى، وحاصل المعنى لا يعلم رسالتى ((أحد)) أى :ممن هو موجود أو سيوجد "((من هذه الأمة)) أى :أمة الدعوة، و "من "تبعيضية، وقيل : بيانية ((يهودى ولا نصرانى)) : صفتان لـ "أحد - "وحكم المعطلة وعبدة الأوثان يعلم بالطريق الأولى -أو بدلان عنه، بدل البعض من الكل، وخصا لأن كفرهما أقبح، وعلى كل لا زائدة لتأكيد الحكم ((ثم يموت)) : فيه إشارة إلى أنه ولو تراخى إيمانه ووقع قبل الغرغرة نفعه ((ولم يؤمن بالذى أرسلت به)) أى :من الدين المرضى، والجملة حال أو عطف ((إلا كان)) أى :فى علم الله، أو بمعنى يكون، وتعبيره بالمضى لتحقق وقوعه، وهو استثناء مفرغ من أعم الأحوال ((من أصحاب النار)) أى ملازميها بالخلود فيها، وأما الذى سمع وآمن فحكمه على العكس، وأما الذى لم يسمع ولم يؤمن فهو خارج عن هذا الوعيد، ثم اعلم أن "لا "فى " :لا يسمع "بمعنى "ليس "، و "ثم يموت "عطف على "يسمع "المثبت، "ولم يؤمن "عطف على يموت، أو حال من فاعله وليس لنفى هذا المجموع، وتقديره :ليس أحد يسمع به ثم يموت ولم يؤمن، أو غير مؤمن كائنا من أصحاب شىء إلا من أصحاب النار(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج١،ص٧٧، كتاب الإيمان)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سننے، یا خبر دیے جانے سے مراد، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت یا نبوت ورسالت کی خبر کا معلوم ہونا ہے، اور نبی کی نبوت پر ایمان کے ضمن میں وہ تمام احکام بھی شامل ہیں، جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں، اسی لیے بعض روایات میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ ''وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِیْ أُرْسِلْتُ بِهٖ'' کہ وہ ان چیزوں پر ایمان نہیں لایا، جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔ [1]

مذکورہ آیات واحادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول کی اطاعت واتباع کے بغیر عذاب سے نجات کا حاصل ہونا ممکن نہیں۔

پس جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی توحید کو اختیار کر لے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بعد کسی پہلے رسول کے لائے ہوئے دین کے مطابق عمل کر لے، تو اس کو بھی آخرت میں نجات حاصل ہو جائے گی، تو یہ بات درست نہیں، کیونکہ خاتم النبیین کی آمد کے بعد نجات

---

[1] "لا يسمع بى"؛ أى :بمبعثى أو بنبوتى "أحد من هذه الأمة "المراد به أمة الدعوة، فاللام للاستغراق أو للجنس.

"يهودى ولا نصرانى "صفتان لـ (أحد)، أو بدلان عنه بدل البعض عن الكل.

"ثم يموت ولم يؤمن"؛ أى :يموت غير مؤمن "بالذى أرسلت به "وهو القرآن، أو الدين الحنيفى.

"إلا كان من أصحاب النار "فيه إشارة إلى أن الإيمان بجميع أحكام الإسلام واجب(شرح مصابيح السنة للإمام البغوى، ج ا ،ص ۳۳، كتاب الإيمان)

فإن قيل :ينبغى أن لا يكون كافرا من لم يدرك زمن النبى عليه السلام ولم يسمع كلامه بترك الإيمان به؛ لأن النبى -عليه السلام -قال" :لا يسمع بى"، وهذا الرجل لم يسمع منه.

قلنا :ليس المراد من قوله " :يسمع بى "أن يسمع هو منه، بل المراد :وصول كلامه إليه ولو كان بواسطة كتاب أو شخص، ألا ترى أن من خالف كتاب سلطان أو رسوله يستوجب عقوبة ذلك السلطان؟

وتعظيم الرسول تعظيم الله تعالى وعصيانه عصيان الله تعالى، فكذلك تعظيم ألفاظ رسول الله عليه السلام، وتعظيم العلماء الذين هم نوابه وورثته تعظيم الله، وعصيانهم عصيان الله؛ لأنهم يدعون الخلق إلى الله تعالى، كما أن الرسول يدعو الخلق إلى الله تعالى لا إلى نفسه، ألا ترى أنه - عليه السلام -قال" :ثم يموت ولم يؤمن بالذى أرسلت به"، ولم يقل :ثم يموت ولم يؤمن بى، وحيث ذكر الإيمان بالرسول فالمراد منه :الإيمان بما جاء به الرسول، ولكنه لا يحصل الإيمان بما جاء به الرسول إلا بتصديق الرسول عليه السلام(مرقاة المفاتيح فى شرح المصابيح، ج ا، ص ۷۴، كتاب الإيمان)

کا واحد راستہ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین اور اس کی اتباع و پیروی ہے۔

اطاعتِ رسول اور عصیانِ رسول، اللہ کے حکم و نافرمانی میں داخل

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ فرشتوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب میں آ کر ذکر کیا کہ:

فَالدَّارُ اَلْجَنَّةُ وَالدَّاعِيُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصٰى مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ (بخاری، رقم الحديث ۷۲۸۱، کتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله صلى الله عليه وسلم، دار طوق النجاة، بيروت)

ترجمہ: اصل گھر، جنت ہے، اور اس کی دعوت دینے والے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پس جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ أُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبٰى قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنْ يَّأْبٰى قَالَ مَنْ أَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ أَبٰى (بخاری، رقم الحديث ۷۲۸۰، کتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله صلى الله عليه وسلم، دار طوق النجاة، بيروت، مسند احمد رقم الحديث ۸۷۲۸)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری تمام امت جنت میں جائے گی، مگر جو انکار کرے، صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ کون ہے جو

آپ کا انکار کرتا ہے، آپ نے جواب میں فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی، وہ جنت میں داخل ہوا، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے میرا انکار کیا (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَطَاعَنِيْ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمَنْ أَطَاعَ أَمِيْرِيْ فَقَدْ أَطَاعَنِيْ وَمَنْ عَصٰى أَمِيْرِيْ فَقَدْ عَصَانِيْ (بخاری، رقم الحدیث ۷۱۳۷، کتاب الاحکام، باب قول الله تعالى وأطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر منكم، دارطوق النجاة، بيروت)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی، اس نے میری اطاعت کی، اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی، اس نے میری نافرمانی کی (بخاری)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ، لَتَدْخُلُنَّ الْجَنَّةَ كُلُّكُمْ، إِلَّا مَنْ أَبٰى وَشَرَدَ عَلَى اللّٰه كَشِرَادِ الْبَعِيْرِ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَنْ يَّأْبٰى أَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ؟ فَقَالَ: مَنْ أَطَاعَنِيْ، دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِيْ، فَقَدْ أَبٰى (موارد الظمآن الىٰ زوائد ابنِ حبان، رقم الحديث ۲۳۰۶، كتاب المناقب، باب فضل أمة نبينا محمد –صلى الله عليه وسلم–) [1]

---

[1] قال حسين سليم اسد الدارانی:
إسناده صحيح، فقد أخرج مسلم فی الطهارة (250) باب: تبلغ الحلية حيث يبلغ الوضوء رواية قتيبة بن سعيد، عن خلف بن خليفة .
وهو فی صحيح ابن حبان برقم (17) بتحقيقنا، نشر دار الرسالة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم سب ضرور بالضرور جنت میں داخل ہوجاؤ گے، سوائے اس کے جو انکار کرے، اور اللہ سے اس طرح علیٰحدگی اختیار کرلے، جس طرح سے اونٹ، زمین میں بھٹک کر (اپنے قافلہ سے) الگ ہوجاتا ہے، لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ کون ہوگا جو جنت میں داخلہ سے انکار کرے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی، وہ تو جنت میں داخل ہوگا، اور جس نے میری نافرمانی کی، تو اس نے انکار کیا (اس لیے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا) (موارد)

نبی کی اطاعت کرنے والوں کی کثرت

احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے اور آپ پر ایمان لانے والوں کی تعداد، دوسرے نبیوں کی تصدیق کرنے اور ان پر ایمان لانے والوں کے مقابلہ میں زیادہ ہوگی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأخرجه الطبرانی فی الأوسط 1/ 449 – 450 برقم (812) من طريق أحمد بن يحيى الحلوانی، حدثنا سعيد بن سليمان، حدثنا خلف بن خليفة، بهذا الإسناد.

وذكره الهيثمی فی "مجمع الزوائد 10/ 70 "باب: منه فی فضائل الأمة، وقال:" رواه الطبرانی فی الأوسط، ورجاله رجال الصحيح."

ويشهد له حديث أبی هريرة عند أحمد 2/ 361، والبخاری فی الاعتصام (7280) باب: الاقتداء بسنة رسول الله –صلی الله عليه وسلم –؛ والحاكم 1/ 55، و 4/247.

كما يشهد له حديث أبی أمامة الباهلی عند أحمد 5/ 258، والحاكم 1/ 55، و 4/ 247، ومجمع الزوائد 10/ 70 – 71.

وعند الهيثمی أيضاً شواهد أخرى فانظرها إذا طمعت بالمزيد (حاشية موارد الظمآن)

الْقِيَامَةِ، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يَّقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ١٩٦ " ٣٣١ "كتاب الايمان، باب فی قول النبی صلی الله علیه وسلم: أنا أول الناس يشفع فی الجنة وأنا أكثر الأنبياء تبعا)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری اتباع کرنے والے، تمام نبیوں سے زیادہ افراد ہوں گے، اور میں سب سے پہلے جنت کے دروازہ پر دستک دوں گا (مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا صُدِّقَ نَبِيٌّ مَا صُدِّقْتُ، إِنَّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ مَنْ لَّمْ يُصَدِّقْهُ مِنْ أُمَّتِهِ إِلَّا رَجُلٌ وَّاحِدٌ (صحیح ابنِ حبان، رقم الحديث ٦٢٤٣، كتاب التاريخ، باب بدء الخالق) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنی تصدیق میری کی گئی، اتنی کسی نبی کی تصدیق نہیں کی گئی، بے شک بعض انبیاء ایسے بھی ہیں کہ جن کی امت میں سے صرف ایک آدمی نے ہی ان کی تصدیق کی (ابنِ حبان)

نبی پر دیکھے بغیر ایمان لانے کی فضیلت

بعض احادیث میں ان لوگوں کی بھی تعریف کی گئی ہے، جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا، اس کے باوجود وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، اور انہوں نے آپ کی تصدیق و اطاعت کی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: طُوْبٰى لِمَنْ رَآنِيْ وَآمَنَ بِيْ

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الصحيح (حاشية ابنِ حبان)

وَطُوبٰی سَبْعَ مَرَّاتٍ لِمَنْ آمَنَ بِیْ وَلَمْ یَرَنِیْ (صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۷۲۳۲، کتاب إخباره صلی الله علیه وسلم عن مناقب الصحابة رضی الله عنهم أجمعین، باب فضل الامة) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوشخبری ہے، اس شخص کے لیے، جس نے مجھے دیکھا، اور مجھ پر ایمان لایا (اور ایمان کی حالت میں ہی اس نے وفات پائی) اور سات مرتبہ خوشخبری ہے، اس شخص کے لیے، جو مجھ پر ایمان لایا، لیکن اس نے مجھے نہیں دیکھا (ابنِ حبان)

اس طرح کی حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [2]

اور اس طرح کی احادیث حضرت ابوامامہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما کی سندوں سے بھی مروی ہیں۔ [3]

اس قسم کی احادیث سے ان لوگوں کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے، جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا، اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، کیونکہ ان کا ایمان، ایمان بالغیب کہلاتا ہے، جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آیات ومعجزات وغیرہ کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ نہیں

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسناده حسن فی الشواهد (حاشیة صحیح ابنِ حبان)

[2] عن أبی سعید الخدری عن رسول الله صلی الله علیه وسلم أن رجلا قال له: یا رسول الله، طوبی لمن رآک وآمن بک، قال: " طوبی لمن رآنی وآمن بی وطوبی ثم طوبی لمن آمن بی ولم یرنی " (صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۷۲۳۰)

قال شعیب الارنؤوط: حدیث حسن لغیره (حاشیة صحیح ابنِ حبان)

[3] عن أبی أمامة أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: " طوبی لمن رآنی ثم آمن بی وطوبی سبع مرات لمن آمن بی ولم یرنی " (صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۷۲۳۳)

قال شعیب الارنؤوط: إسناده حسن فی الشواهد کالذی قبله (حاشیة صحیح ابنِ حبان)

عن أنس بن مالک قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: " طوبی لمن آمن بی ورآنی " مرة، " وطوبی لمن آمن بی ولم یرنی " سبع مرار (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۲۵۷۸)

قال شعیب الارنؤوط: حسن لغیره، وهذا إسناد ضعیف (حاشیة مسند احمد)

کیا اوراس کے باوجود آپ کی نبوت ورسالت پر ایمان لائے، اورآپ کی لائی ہوئی شریعت کی تصدیق کی۔ [1]

بعض دوسری احادیث میں بھی اس طرح کے لوگوں کی تعریف کی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: وَدِدْتُ أَنِّیْ لَقِیْتُ إِخْوَانِیْ، قَالَ: فَقَالَ أَصْحَابُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أَوَلَیْسَ نَحْنُ إِخْوَانَکَ؟ قَالَ: أَنْتُمْ أَصْحَابِیْ، وَلٰکِنْ إِخْوَانِیَ الَّذِیْنَ آمَنُوْا بِیْ وَلَمْ یَرَوْنِیْ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۲۵۷۹) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اپنے بھائیوں سے ملاقات کروں، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرے صحابہ ہو، لیکن میرے بھائی وہ ہیں، جو مجھ پر ایمان لائے، اورانہوں نے مجھے نہیں دیکھا (مسند احمد)

حضرت ابو جمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

تَغَدَّیْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَمَعَنَا أَبُوْ عُبَیْدَةَ بْنُ

---

[1] (طوبی لمن رآنی وآمن بی مرة وطوبی لمن لم یرنی وآمن بی سبع مرات) وذلک لأن اللہ مدحهم بإیمانهم بالغیب وکان إیمان الصدر الأول غیبا وشهودا فإنهم آمنوا باللہ والیوم الآخر غیبا وآمنوا بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم شهودا لما أنهم رأوا الآیات وشاهدوا المعجزات وآخر هذه الأمة آمنوا غیبا بما آمن به أولها شهودا فلذا أثنی علیهم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وأخذ ابن عبد البر من هذا الحدیث ونحوه أنه یوجد فیمن یأتی بعد الصحابة من هو أفضل من بعض الصحابة وأیده بعضهم بخبر ابن عمر مرفوعا: أتدرون أی الخلق أفضل إیمانا؟ قالوا: الملائکة قال: وحق لهم بل غیرهم قالوا: الأنبیاء قال: وحق لهم بل غیرهم ثم قال: أفضل الخلق إیمانا قوم فی أصلاب الرجال یؤمنون بی ولم یرونی فهم أفضل الخلق إیمانا انتهی (فیض القدیر للمناوی، تحت رقم الحدیث ۵۳۰۱)

[2] قال شعیب الارنوؤط: حسن لغیره، وهذا إسناد ضعیف کسابقه (حاشیة مسند احمد)

الْجَرَّاحِ، قَالَ: فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلْ أَحَدٌ خَيْرٌ مِّنَّا؟ أَسْلَمْنَا مَعَكَ وَجَاهَدْنَا مَعَكَ، قَالَ: نَعَمْ، قَوْمٌ يَكُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِكُمْ يُؤْمِنُوْنَ بِيْ وَلَمْ يَرَوْنِيْ (مسند احمد، رقم الحديث ١٦٩٧٦) [1]

ترجمہ: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کا کھانا کھایا، اور ہمارے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بن جراح بھی تھے، ابو جمعہ کہتے ہیں کہ ابوعبیدہ بن جراح نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا کوئی ہم سے بھی بہتر ہے؟ ہم آپ کے ساتھ اسلام لائے، اور آپ کے ساتھ جہاد کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک! وہ لوگ ہیں، جو تمہارے بعد ہوں گے، وہ مجھ پر ایمان لائیں گے، اور انہوں نے مجھے نہیں دیکھا ہوگا (مسند احمد)

اس طرح کا مضمون اور بھی کئی احادیث وروایات میں آیا ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حديث صحيح، صالح بن جبير روى عنه جمع، ووثقه ابن معين، وذكره ابن حبان في "الثقات"، وقال أبو حاتم: مجهول، وقال الحافظ في "التقريب :"صدوق .قلنا: وقد روى له البخاري في "خلق أفعال العباد"، وهو متابع في الرواية الآتية، وباقي رجال الإسناد ثقات رجال الشيخين غير أسِيد بن عبد الرحمن– وهو الخثعمي– فمن رجال أبي داود، وهو ثقة، وغير صحابيه فقد أخرج له البخاري في "خلق أفعال العباد"(حاشية مسند احمد)

[2] قال ابوحذيفة نبيل بن منصور البصارة الكويتي:
حديث عمر رفعه "أفضل الخلق إيمانا قوم في أصلاب الرجال يؤمنون بي ولم يروني"
قال الحافظ: أخرجه الطيالسي وغيره لكن إسناده ضعيف فلا حجة فيه"
أخرجه إسحاق في "مسنده "(مختصر إتحاف السادة 77 /1– المطالب 1 /2939) والبزار (288)وأبو يعلى (160)والحاكم (86 - 85 /4)والخطيب في "شرف أصحاب الحديث (57) "وابن عبد البر في "التمهيد (248 /20) "وبيبى الهرثمية في "جزئها (104) "وابن مردويه في "تفسيره) "تفسير ابن كثير 42 /1) والهروى في "ذم الكلام) "ق /133أ) والحافظ في "الأمالي المطلقة (37 /2) "من طرق عن مُحَمَّدُ بن أبي حميد المدني عن زيد بن أسلم عن أبيه عن عمر قال: كنت مع رسول الله – صلى الله عليه وسلم – جالسا فقال "أنبئوني بأفضل أهل الإيمان إيمانا "قالوا: يا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مطلب یہ ہے کہ صحابیت کی وجہ سے جو شرف اور مقام و مرتبہ، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رسول الله، الملائكة .قال "هم كذلك، ويحق لهم ذلك، وما يمنعهم وقد أنزلهم الله المنزلة التى أنزلهم بها، بل غيرهم "قالوا: يا رسول الله، الأنبياء الذين كرمهم الله برسالته والنبوة، قال "هم كذلك، ويحق لهم، وما يمنعهم وقد أنزلهم الله المنزلة التى أنزلهم بها، بل غيرهم "قالوا: يا رسول الله، الشهداء الذين استشهدوا مع الأعداء، قال "هم كذلك، ويحق لهم، وما يمنعهم وقد كرمهم الله بالشهادة مع الأنبياء، بل غيرهم "قالوا: فمن يا رسول الله؟ قال "أقوام فى أصلاب الرجال يأتون من بعدى، يؤمنون بى، ولم يرونى، ويصدقون بى ولم يرونى، يجدون الورق المعلق فيعملون بما فيه، فهؤلاء أفضل أهل الإيمان إيمانا"

وأخرجه ابن عبد البر فى "التمهيد (248 /20) "من طريق الطيالسى عن مُحَمَّدُ بن أبى حميد به.

قال الحاكم: صحيح الإسناد"وتعقبه الذهبى فقال: قلت: بل مُحَمَّدُ ضعفوه"وقال الحافظ: وغلط – أى الحاكم – لأجل مُحَمَّدُ بن أبى حميد"

وقال أيضا: هذا حديث غريب، ومحمد بن أبى حميد ضعيف عند الجمهور إلا أنّ أحمد بن صالح قواه .وقال ابن عدى: الضعف على رواياته بين، ومع ضعفه يكتب حديثه "

وقال البوصيرى: مدار إسناد الحديث على مُحَمَّدُ بن أبى حميد وهو ضعيف "مختصر إتحاف السادة 77 /1

قلت: ولم ينفرد به بل تابعه يحيى بن أبى كثير عن زيد بن أسلم عن أبيه عن عمر قال: فذكر نحوه.

أخرجه البزار (289)والعقيلى (238 /4)من طريق المنهال بن بحر القشيرى ثنا هشام الدستوائى عن يحيى بن أبى كثير به.

وقال البزار: وهذا الحديث لا نعلمه يُروى عن عمر إلا من هذا الوجه، وحديث المنهال بن بحر عن هشام الدستوائى عن يحيى بن أبى كثير عن زيد بن أسلم عن أبيه عن عمر، إنما يرويه الحفاظ الثقات عن هشام عن يحيى عن زيد بن أسلم عن عمر مرسلا.

وإنما يعرف هذا الحديث من حديث مُحَمَّدُ بن أبى حميد، ومحمد رجل من أهل المدينة ليس بقوى، قد حدث عنه جماعة ثقات واحتملوا حديثه"

وقال العقيلى: وهذا الحديث إنما يعرف بمحمد بن أبى حميد عن زيد بن أسلم وليس بمحفوظ من حديث يحيى بن أبى كثير، ولا يتابع منهال عليه أحد"

قلت: منهال بن بحر وثقه أبو حاتم وابن حبان، وكذا من فوقه كلهم ثقات، إلا أنّ يحيى بن أبى كثير مدلس ولم يذكر سماعا من زيد بن أسلم.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہوا، وہ شرف اور مقام ومرتبہ تو بعد والوں کو حاصل نہ ہوگا، لیکن ایمان بالغیب وغیرہ کی حیثیت

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وللحديث شاهد من حديث ابن عمرو ومن حديث أبي هريرة ومن حديث أنس ومن حديث ابن عباس ومن حديث أبي جمعة.

فأما حديث ابن عمرو فأخرجه الحسن بن عرفة (19)عن إسماعيل بن عياش عن المغيرة بن قيس التميمى عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: قال رسول الله – صلى الله عليه وسلم – "أىّ الخلق أعجب إليكم إيمانا؟ "قالوا: الملائكة، قال "وما لهم لا يؤمنون، وهم عند ربهم عز وجل "قالوا: فالنبيون، قال "وما لهم لا يؤمنون، والوحى ينزل عليهم "قالوا: فنحن، قال "وما لكم لا تؤمنون وأنا بين أظهركم، ألا إنّ أعجب الخلق إلىّ إيمانا لقوم يكونون من بعدكم، يجدون صحفا فيها كتب، يؤمنون بما فيها"

ومن طريقه أخرجه اللالكائى فى "السنة 1670) "و 1671) والبيهقى فى "الدلائل" (538 /6)والخطيب فى "شرف أصحاب الحديث (56) "وأبو القاسم الأصبهانى فى "الترغيب (48) "ومحمد بن عبد الباقى الأنصارى فى "المشيخة الكبرى (511)" والحافظ فى "الأمالى المطلقة(39 - 38 /2) "

وقال: هذا حديث غريب، ومغيرة بن قيس بصرى قال أبو حاتم: منكر الحديث. وإسماعيل بن عياش روايته عن غير الشاميين ضعيفة، وهذا منها, لكنّه يعتضد بالذى قبله"

وأما حديث أبى هريرة فأخرجه الإسماعيلى فى "معجمه (532 - 531 /2) " والسهمى فى "تاريخ جرجان "(ص 404) وأبو نعيم فى "أخبار أصبهان "(- 308 /1 309) واللالكائى (1669) من طريق خالد بن يزيد العمرى ثنا سفيان الثورى عن مالك بن مِغْول عن طلحة بن مصرّف عن أبى صالح عن أبى هريرة رفعه "أىّ شىء أعجب إيمانا؟ "قيل: الملائكة، قال "كيف وهم فى السماء يرون من الله ما لا ترورن" قيل: فالأنبياء، قال "كيف وهم يأتيهم الوحى "قالوا: فنحن، قال "(وكيف تكفرون وأنتم تتلى عليكم آيات الله وفيكم رسوله)الآية .ولكن قوم يأتون من بعدى يؤمنون بى ولم يرونى، أولئك أعجب إيمانا، وأولئك هم إخوانى وأنتم أصحابى"

خالد بن يزيد العمرى كذبه ابن معين وأبو حاتم، وقال ابن حبان: يروى الموضوعات عن الأثبات.والصحيح مرسل.

قال أحمد بن عبد الجبار العطاردى: ثنا يونس بن بكير عن مالك بن مغول عن طلحة عن أبى صالح أنّ رسول الله – صلى الله عليه وسلم – قال، مرسل .

أخرجه البيهقى فى "الدلائل (538 /6) "عن الحاكم ثنا أبو العباس مُحَمَّدُ بن يعقوب ثنا أحمد بن عبد الجبار به.وقال: هذا مرسل"

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سے ان کی دوسری حیثیت سے جزوی فضیلت زیادہ ہے، جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا، اور پھر بھی آپ پر ایمان لائے۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

قلت: وأحمد بن عبد الجبار ويونس بن بكير مختلف فيهما، والباقون كلهم ثقات.
وأما حديث أنس فأخرجه البزار (كشف 2840) عن الفضل بن يعقوب الرُّخَامى ثنا زيد بن يحيى بن عبيد الدمشقى ثنا سعيد بن بشير عن قتادة عن أنس رفعه "أىّ الخلق أعجب إيمانا؟ "قالوا: الملائكة، قال "الملائكة كيف لا يؤمنون "قالوا: النبيون، قال "النبيون يوحى إليهم، فكيف لا يؤمنون "قالوا: الصحابة، قال "الصحابة مع الأنبياء فكيف لا يؤمنون، ولكن أعجب الناس إيمانا، قوم يجيئون من بعدكم، فيجدون كتابا من الوحى، فيؤمنون به ويتبعونه، فهم أعجب الناس إيمانا، أو الخلق إيمانا"
وقال: غريب من حديث أنس"
وقال الهيثمى: فيه سعيد بن بشير وقد اختلف فيه، فوثقه قوم وضعفه آخرون، وبقية رجاله ثقات "المجمع 65 /10
قلت: وقتادة مدلس ولم يذكر سماعا من أنس.
وأما حديث ابن عباس فأخرجه الطبرانى فى "الكبير (12560) "عن مُحَمَّدُ بن خالد الراسبى ثنا مُحَمَّدُ بن معاوية بن مَالَج ثنا خلف بن خليفة عن عطاء بن السائب عن الشعبى عن ابن عباس رفعه "يا أيها الناس من أعجب الخلق إيمانا؟ "قالوا: الملائكة، قال:" وكيف لا يؤمن الملائكة وهم يعاينون الأمر "قالوا: فالنبيون يا رسول الله، قال "وكيف لا يؤمن النبيون والوحى ينزل عليهم من السماء "قالوا: فأصحابك يا رسول الله، قال "وكيف لا يؤمن أصحابى وهم يرون ما يرون ولكن أعجب الناس إيمانا قوم يجيئون من بعدى يؤمنون بى ولم يرونى، ويصدقونى ولم يرونى، أولئک إخوانى"
مُحَمَّدُ بن خالد لم أقف له على ترجمة، ومحمد بن معاوية قال النسائى وغيره: لا بأس به، وخلف بن خليفة وعطاء بن السائب صدوقان اختلطا بأخرة.
واختلف فيه على خلف بن خليفة، فرواه سنيد بن داود عن خلف فلم يذكر الشعبى.
ذكره ابن عبد البر فى "التمهيد(249 - 248 /20) "
وأما حديث أبى جمعة فسيأتى الكلام عليه فى حرف القاف فانظر حديث "قوم يكونون من بعدكم يؤمنون بى ولم يرونى "(انيس السارى تخريج احاديث فتح البارى، ج ا ص۶۹۷ الیٰ ۷۰۰، تحت رقم الحديث ۴۸۲، حرف الهمزة)

[1] (طوبى لمن رآنى وآمن بى وطوبى لمن آمن بى ولم يرنى ثلاث مرات) ولهذا قال ابن مسعود للحرث بن قيس عند الله يحتسب إيمانكم بمحمد ولم تروه وقد اعتضد بهذه الأحاديث ونحوها من ذهب إلى أن المراد بالأفضلية فى حديث خير الناس قرنى أفضلية المجموع لا الأفراد قالوا:

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

نبی کے متبعین میں اہلِ خیر کی یکے بعد دیگرے آمد کا سلسلہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ مَثَلَ أُمَّتِيْ مَثَلُ الْمَطَرِ، لَا يُدْرٰى أَوَّلُهٗ خَيْرٌ أَوْ آخِرُهٗ (مسند احمد، رقم الحديث ١٢٣٢٧) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے، کیا خبر کہ اس بارش کا اول حصہ بہتر ہے، یا اس بارش کا آخری حصہ بہتر ہے (مسند احمد)

اس طرح کی حدیث حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [2]

مطلب یہ ہے کہ اس امت میں ایک سے بڑھ کر ایک خصوصیات وصفات والے افراد اور مجددین یکے بعد دیگرے آتے رہیں گے، جس کی بناء پر یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوجائے گا کہ ان میں سے کون بہتر ہے؟ جیسا کہ بارش کا حال ہوتا ہے، برخلاف اممِ سابقہ کے کہ ان میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والسبب فى كون القرن الأول أفضل أنهم كانوا غرباء فى زمانهم لكثرة الكفار وصبرهم على أذاهم وقبضهم على دينهم وكذا غيرهم إذا أقاموا الدين وتمسكوا به وصبروا على الطاعة حين ظهور المعاصى والفتن كانوا عند ذلك أيضا غرباء وقد زكت أعمالهم فى ذلك الزمان كما زكت أعمال أولئك وما تقدم عن ابن عبد البر نوزع فيه بأن قضية كلامه أن يكون فيمن يجىء بعد الصحابة من يكون أفضل من بعضهم وبه صرح القرطبى قال ابن حجر: لكن كلام ابن عبد البر ليس على إطلاقه فى جميع الصحابة فإنه صرح باستثناء أهل بدر والحديبية نعم الجمهور على أن فضل الصحابة لا يعدله شىء لمشاهدة المصطفى صلى الله عليه وسلم وأما من سبق إليه بالهجرة أو النصر وضبط الشرع وتبليغه لمن بعده فلا يعدله أحد ممن بعده ومحل النزاع فيمن لم يحصل له إلا مجرد المشاهدة وبه يجمع بين الأحاديث (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٥٣٠٢)

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث قوى بطرقه وشواهده، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

[2] عن عمار بن ياسر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " مثل أمتى مثل المطر لا يدرى أوله خير أم آخره " (مسند احمد، رقم الحديث ١٨٨٨١)

قال شعيب الارنؤوط: حديث قوى بطرقه وشواهده (حاشية مسند احمد)

جب بگاڑ ایک دفعہ آ گیا، تو وہ نسل در نسل بڑھتا ہی گیا اور خیر و بھلائی سمٹتی، سکڑتی اور مٹتی ہی گئی ، حتیٰ کہ وہ شریعت و ہدایت قلبِ ماہیت ہو کر پوری طرح مسخ ہی ہوگئی اور وہ امت شر و گمراہی اور کفر پر جمع و متفق ہوگئی ، اب خیر و ہدایت ان کے لیے نامانوس و نامقبول ہو گیا ، اور شر و کفر مانوس و مرغوب و مطلوب ہو گیا ، اور ان کا گمان یہی رہا کہ ہم آسمانی ہدایت کے متبع ہیں۔ [1]

اپنی خواہشات، حکمِ نبی کے تابع کرنے کا حکم

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبِعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ (شرح السنة للبغوى، ج ا ص ۲۱۳، كتاب الايمان، باب رد البدع والأهواء، المكتب الإسلامى -دمشق، بيروت، الابانة الكبرىٰ لابنِ بطة، رقم الحديث ۲۹۱، السنة لابنِ ابى عاصم رقم الحديث ۱۴)

ترجمہ: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اس کی خواہشات، میرے لائے ہوئے احکام کے تابع نہ ہو جائیں (شرح السنۃ)

---

[1] "مثل أمتى مثل المطر: لا يدرى أوله خير، أم آخره.(حم ت) عن أنس، (ح) (حم) عن عمار، (ع) عن على، (طب) عن ابن عمر وابن عمرو."

(مثل أمتى) أهل الإجابة) .مثل المطر) ووجه الشبه (لا يدرى أوله خير، أم آخره) قال البيضاوى: نفى تعلق العلم بتفاوت طبقات الأمة فى الخيرية وأراد به نفى التفاوت لاختصاص كل منهم بخاصية توجب خيريتها كما أن كل نوبة من نوب المطر لها فائدة فى النماء لا يمكن إنكارها والحكم بعدم نفعها، فإن الأولين آمنوا لما شاهدوا من المعجزات وتلقوا دعوة الرسول – صلى الله عليه وسلم – بالإجابة والإيمان , والآخرون آمنوا بالغيب بما تواتر عندهم من الآيات واتبعوا من قبلهم بإحسان، وكما اجتهد الأولون فى التأسيس والتمهيد اجتهد المتأخرون فى التجريد والتلخيص وصرفوا عمرهم فى التأكيد والتقرير فكل ذنبه مغفور وسعيه مشكور انتهى وتقدم البحث فى الجمع بين هذا وبين حديث: " خير القرون قرنى "فى حرف الخاء(التنوير شرح الجامع الصغير للصنعانى، تحت رقم الحديث ۸۱۴۲، حرف الميم)

فائدہ: مذکورہ حدیث کو علامہ ابنِ حجر اور امام نووی صاحبان نے صحیح قرار دیا ہے۔ [1]
لیکن بعض دیگر حضرات نے اس حدیث کو سند کے لحاظ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] قال ابن حجر:
ویجمع ذلک کله حدیث أبی هریرة لا یؤمن أحدکم حتی یکون هواه تبعا لما جئت به أخرجه الحسن بن سفیان وغیره ورجاله ثقات وقد صححه النووی فی آخر الأربعین(فتح الباری لابنِ حجر، ج۱۳ ص ۲۸۹، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة،قوله باب ما یذکر من ذم الرأی)

وقال النووی:
حدیث حسن صحیح، رویناه فی کتاب الحجة بإسناد صحیح(الاربعون النوویة،۱۱۳، الحدیث الحادی والأربعون)

[2] قال أبو حذیفة، نبیل بن منصور بن یعقوب بن سلطان البصارة الکویتی:
حدیث أبی هریرة: لا یؤمن أحدکم حتی یکون هواه تبعًا لما جئت به"
قال الحافظ: أخرجه الحسن بن سفیان وغیره، ورجاله ثقات، وقد صححه النووی فی آخر الأربعین"ضعیف
یرویه نعیم بن حماد المروزی واختلف عنه:
فقال غیر واحد: ثنا نعیم بن حماد ثنا عبد الوهاب بن عبد المجید الثقفی عن هشام بن حسان عن محمد بن سیرین عن عقبة بن أوس عن ابن عمرو به مرفوعا.
منهم:
1 ـ :محمد بن الحسن الأعین.
أخرجه الحسن بن سفیان فی "الأربعین (9) "والخطیب فی "التاریخ (4/369) " والهروی فی "ذم الکلام "(ق /35أ) والبغوی فی "شرح السنة (104) "وفی "الشمائل (1234) "والسلفی فی "معجم السفر (1265) "وفی "الأربعین البلدانیة" (45)
2 ـ :أبو زید عبد الرحمن بن حاتم المرادی .أخرجه أبو نعیم فی "الأربعین "کما فی "جامع العلوم "(ص 393)
3 ـ :جعفر بن محمد بن فضیل.أخرجه البیهقی فی "المدخل(209) "
وقال غیر واحد: ثنا نعیم بن حماد ثنا عبد الوهاب الثقفی ثنا بعض مشیختنا هشام أو غیره عن ابن سیرین عن عقبة بن أوس عن ابن عمرو.
منهم:
1 ـ :محمد بن مسلم بن واره.
أخرجه ابن أبی عاصم فی "السنة (15) "وابن بطة فی "الابانة (279) "وأبو القاسم الأصبهانی فی "الحجة(1/ 251) "

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نبی کی سنت سے اعراض پر وعید

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

2– أبو الأحوص محمد بن الهيثم بن حماد الثقفى.
أخرجه ابن بطة (279)
3– أحمد بن مهدى.
أخرجه أبو القاسم (1)الأصبهانى فى "الترغيب(30) "
– وقال أبو حاتم الرازى وعثمان بن سعيد الدارمي: ثنا نعيم بن حماد ثنا عبد الوهاب الثقفى: سمعت بعض أشياخنا يقول: ثنا هشام بن حسان أو غيره عن ابن سيرين عن عقبة بن أوس أنّ ابن عمر قال: قال رسول الله –صلى الله عليه وسلم– فذكره.
أخرجه الهروى (ق 35– 36)
قال البيهقى: تفرد به نعيم بن حماد"
وقال النووى: حديث حسن صحيح، رويناه فى كتاب "الحجة "بإسناد صحيح" الأربعون النووية
وقال ابن رجب: قلت: تصحيح هذا الحديث بعيد جدًا من وجوه، منها:
1– أنّه حديث يتفرد به نعيم بن حماد، وهو وإن كان وثقه جماعة من الأئمة، وخرّج له البخارى فإنّ أئمة الحديث كانوا يحسنون به الظن، لصلابته فى السنة، وتشدده فى الرد على أهل الأهواء، وكانوا ينسبونه إلى أنّه يَهِم، ويُشَبَّه عليه فى بعض الأحاديث، فلما كثر عثورهم على مناكيره، حكموا عليه بالضعف.
ثم ذكر تضعيفه عن ابن معين وصالح جزرة والنسائى وأبى عروبة وغيرهم.
وقال: وأين كان أصحاب عبد الوهاب الثقفى، وأصحاب هشام بن حسان، وأصحاب ابن سيرين عن هذا الحديث حتى يتفرد به نعيم.
2– ومنها أنّه قد اختلف على نعيم فى إسناده، فروى عنه عن الثقفى عن هشام، وروى عنه عن الثقفى ثنا بعض مشيختنا هشام أو غيره، وعلى هذه الرواية فيكون شيخ الثقفى غير معروف عينه، وروى عنه عن الثقفى ثنا بعض مشيختنا ثنا هشام أو غيره، فعلى هذه الرواية فالثقفى رواه عن شيخ مجهول، وشيخه رواه عن غير معين، فتزداد الجهالة فى إسناده.
3– ومنها أنّ فى إسناده عقبة بن أوس السدوسى البصرى وثقه العجلى وابن سعد وابن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي (بخاری، رقم الحدیث ۵۰۶۳، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، دارطوق النجاۃ، بیروت، مسلم رقم الحدیث ۳۴۶۹)

ترجمہ: پس جس نے میری سنت سے اعراض کیا، تو وہ مجھ میں سے نہیں (بخاری)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ مِنْ سُنَّتِي أَنْ أُصَلِّيَ، وَأَنَامَ، وَأَصُومَ، وَأَطْعَمَ، وَأَنْكِحَ، وَأُطَلِّقَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي، فَلَيْسَ مِنِّي، يَا عُثْمَانُ، إِنَّ لِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا (سنن الدارمی، رقم الحدیث ۲۲۱۵، کتاب النکاح، باب فی النھی عن التبتل) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری سنت یہ ہے کہ میں نماز پڑھتا ہوں، اور سوتا بھی ہوں، اور روزہ رکھتا ہوں، اور کھاتا بھی ہوں، اور نکاح بھی کرتا ہوں، اور (ضرورت کے وقت) طلاق بھی دیتا ہوں، پس جس نے میری سنت سے اعراض کیا، تو وہ مجھ میں سے نہیں، اے عثمان! آپ کے گھر والوں کا بھی آپ پر حق ہے، اور آپ کی جان کا بھی آپ پر حق ہے (دارمی)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِكُلِّ عَمَلٍ شِرَّةٌ، وَلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةٌ، فَمَنْ كَانَتْ فَتْرَتُهُ إِلٰى سُنَّتِي، فَقَدْ أَفْلَحَ، وَمَنْ كَانَتْ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حبان، وقال ابن عبد البر: هو مجهول.

وقال الغلابی فی "تاریخه": "یزعمون أنّه لم یسمع من ابن عمرو، وإنّما یقول: قال ابن عمرو، فعلی هذا تکون روایاته عن ابن عمرو منقطعة "جامع العلوم ص 394– 395 (أنِیسُ السَّاری فی تخریج احادیث فَتح البَاری، ج۳ص ۲۵۴۱ الیٰ ۲۵۴۳، تحت رقم الحدیث ۴۵۸۴، حرف اللام الالف)

[1] قال حسین سلیم اسد الدارانی: إسناده صحیح والحدیث متفق علیه (حاشیة سنن الدرامی)

إِلٰـى غَيُـرِ ذٰلِکَ فَقَدُ هَلَکَ (مسـنـد احـمـد، رقم الحديث ٦٩٥٨، مؤسسة الرسالة، بيروت) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر عمل کے اندر (شروع میں) رغبت (یعنی حرص وتازگی) ہوتی ہے، اور ہر رغبت میں (بالآخر) سکون ہوتا ہے، پس جس کا سکون میری سنت کی طرف ہوا، تو وہ کامیاب ہوگیا، اور جس کا سکون میری سنت کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف ہوا، تو وہ ہلاک ہوگیا (مسند احمد)

ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

فَـمَنُ اِقُتَدٰى بِیُ فَهُوَ مِنِّیُ، وَمَنُ رَغِبَ عَنُ سُنَّتِیُ فَلَيُسَ مِنِّیُ، إِنَّ لِكُلِّ عَمَلٍ شِرَّةً ثُـمَّ فَتُـرَـةً، فَـمَنُ كَانَتُ فَتُرَتُـهُ إِلٰى بِدُعَةٍ فَقَدُ ضَلَّ، وَمَنُ كَانَتُ فَتُرَتُـهُ إِلٰى سُنَّةٍ فَقَدُ اِهُتَدٰى (مسند احمد، رقم الحديث ٢٣٤٧٤) [2]

ترجمہ: پس جو شخص میری اقتداء و پیروی کرے، تو وہ مجھ میں سے ہے، اور جو میری سنت سے اعراض کرے، تو وہ مجھ میں سے نہیں ہے، بے شک ہر عمل کے اندر (شروع میں) رغبت (یعنی حرص وتازگی) ہوتی ہے، پھر (بالآخر) سکون ہوتا ہے، پس جس کا سکون بدعت کی طرف ہوا، تو وہ گمراہ ہوگیا، اور جس کا سکون میری سنت کی طرف ہوا، تو وہ کامیاب ہوگیا (مسند احمد)

اس طرح کا مضمون اور بھی کئی احادیث میں آیا ہے۔ [3]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الانؤوط: إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

[3] عـن سعيد بن المسيب: أن نـفـرا مـن أصـحاب النبى صلى الله عليه وسلم فيهم على بن أبى طالب، وعبد الله بن عمرو لما تبتلوا وجلسوا فى البيوت، واعتزلوا النساء، وهـمـوا بـالـخصاء، وأجمعوا لقيام الليل، وصيام النهار، بلغ ذلک النبى صلى الله عليه وسـلـم فدعاهم، فقال: أمـا أنـا فـأنـا أصـلـى وأنام، وأصوم وأفطر، وأتزوج النساء، فمن رغب عن سنتى فليس منى (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ١٠٣٧٤)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مطلب یہ ہے کہ جب بھی کوئی عمل شروع کیا جاتا ہے، تو اس کی ابتداء میں انتہائی رغبت اور جوش وخروش ہوتا ہے، لیکن بعد میں وہ جوش وخروش ٹھنڈا ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے عمل کرنے والا کبھی افراط اور کبھی تفریط کا شکار ہوجاتا ہے۔

اس سے بچنے کا راستہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع ہے۔

پس جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اختیار کیا، تو وہ کامیاب ہوگیا، خواہ اس میں جوش وخروش بھی نہ ہو۔

اور جس نے اس کے خلاف اور کوئی طریقہ (بدعت وغیرہ کا) اختیار کیا، تو وہ ہلاک ہوگیا، خواہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن الحسن، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :عمل قليل فى سنة، خير من عمل كثير فى بدعة، ومن استن بى فهو منى، ومن رغب عن سنتى فليس منى(جامع معمر بن راشد، رقم الحديث ٢٠٥٦٨)

عن مجاهد، قال :دخلت أنا ويحيى بن جعدة على رجل من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم، قال :قيل :يا رسول الله :إن مولاة لموالى بنى عبد المطلب ثم ذكر مثله وزاد " :ومن رغب عن سنتى فليس منى (شرح مشكل الآثار، رقم الحديث ١٢٤٠)

عن ابن عباس، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :إن لكل عمل شرة، ثم تكون شرته إلى فترة ، فإن كانت فترته إلى سنتى فقد هدى ,ومن كانت فترته إلى غير ذلك فقد ضل، إنى لأقوم وأنام، وأصوم وأفطر، فمن رغب عن سنتى فليس منى (شرح مشكل الآثار، رقم الحديث ١٢٤١)

عن عبد الله بن عمرو، قال :قال لى رسول الله صلى الله عليه وسلم " :أتصوم النهار ؟ "قال :قلت :نعم "وتقوم الليل ؟ "قال :قلت :نعم .قال " :لكنى أصوم وأفطر، وأنام وأمس النساء ، فمن رغب عن سنتى فليس منى (شرح مشكل الآثار، رقم الحديث ١٣٤١)

عن عبد الله بن عمر، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :من رغب عن سنتى فليس منى (ابن حزيمة، رقم الحديث ٢٠٢٤)

قال الأعظمى :إسناده صحيح(حاشية صحيح ابنِ خزيمة)

عن أبى أيوب، قال :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يلبس الصوف، ويخصف النعل، ويرقع القميص، ويركب الحمار، ويقول :من رغب عن سنتى فليس منى (اخلاق النبى للاصبهانى، رقم الحديث ٣٢٦)

اس میں جوش وخروش ہی کیوں نہ ہو۔ [1]

نبی کا طریقہ، سب سے بہترین طریقہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ، فَيَخْطُبُ، فَيَحْمَدُ اللّٰهَ، وَيُثْنِيْ عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، وَيَقُوْلُ: مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، إِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ، وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۴۹۸۴، مسلم، رقم الحديث ۸۶۷"۴۳") [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے، پھر اللہ کی شایانِ شان حمد وثنا بیان کیا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ جس کو اللہ ہدایت دے، اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، اور جس کو اللہ گمراہ کرے، اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں، بلاشبہ سب سے اچھا کلام، کتابُ اللہ (یعنی قرآن مجید) ہے، اور سب سے بہترین طریقہ (وسیرت) محمد کا طریقہ (وسیرت) ہے، اور تمام کاموں میں شریرترین کام، نوایجاد کام ہیں، اور ہر نوایجاد کام بدعت ہے (مسند احمد، مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ وسیرت، سب سے بہترین طریقہ

---

[1] (إن لكل شيء) كذا هو في خط المصنف وفي رواية عمل وفي أخرى عابد (شرة) بكسر الشين والتشديد بضبط المصنف حدة وحرصا ونشاطا ورغبة قال القاضي الشرة الحرص على الشيء والنشاط فيه وصاحبها فاعل فعل دل عليه ما بعده وقوله تعالى *(وإن أحد من المشركين استجارك)* (ولكل شرة فترة) أي وهنا وضعفا وسكونا يعني أن العابد يبالغ في العبادة أو لا وكل مبالغ تسكن حدته وتفتر مبالغته بعد حين وقال القاضي المعنى أن من اقتصد في الأمور سلك الطريق المستقيم واجتنب جانبي الإفراط الشرة والتفريط الفترة فارجوه ولا تلتفتوا إلى شهرته فيما بين الناس واعتقادهم فيه (فيض القدير للمناوي، تحت رقم الحديث ۲۴۲۲)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

وسیرت ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ اورسیرت کا علم احادیث اورسنت سے ہوتا ہے، اس لئے احادیث اورسنت بھی قابلِ حجت ہوئیں۔ [1]

---

[1] وعن جابر -رضی الله عنه -قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم -(أما بعد :المفهوم من قوله :أما بعد أنه عليه الصلاة والسلام قال ذلک فی أثناء خطبته أو معظته، لأنه فصل الخطاب وأكثر استعماله بعد تقدم قصة أو حمد الله سبحانه والصلاة على النبی -صلى الله عليه وسلم -فقوله :بعد مبنی على الضم بحذف المضاف إليه مع نية معناه، أی :بعد ما تقدم من الحمد والصلاة (فإن خير الحديث) ، أی :ما يتحدث به ويتكلم فالفاء لما فی إما من معنى الشرط، أی :مهما يكن من شیء بعدما ذكر فإن خير الحديث أی الكلام (كتاب الله) : لاشتماله على ما تميز به من دقائق علوم الفصاحة، والبلاغة، واشتمل عليه من بيان كل شیء تصريحا أو تلويحا.
قال تعالى :(ونزلنا عليک الكتاب تبيانا لكل شیء)أی :مما يحتاج إليه من أمر الدين والدنيا والعقبى، كالعلوم الاعتقادية، والأعمال الشرعية، والأخلاق البهية، والأحوال السنية وغيرها .وقد ورد فضل كلام الله على سائر الكلام كفضل الله على خلقه، وفيه إشارة واضحة إلى أن كلام الله تعالى غير مخلوق (وخير الهدى) : بالنصب عطفا على اسم إن، وروى بالرفع عطفا على محل إن واسمها (هدى محمد) : والهدى بفتح الهاء وسكون الدال :السيرة، ويقال :هدى هديه إذا سار سيرته، ولا تكاد تطلق إلا على طريقة حسنة، ولذا حسن إضافة الخير إليه والشر إلى الأمور .وقال ابن حجر :ويصح ضم الهاء وفتح الدال اهـ.
واللام فی الهدى للاستغراق لأن اسم التفضيل يضاف إلى ما هو بعض منه، وأيضا المقصود تفضيل دينه على سائر الأديان وهذا توطئة لقوله (وشر الأمور) : بالنصب وقيل بالرفع (محدثاتها) : بفتح الدال يعنی البدع الاعتقادية والقولية والفعلية (وكل بدعة) : بالرفع وقيل بالنصب (ضلالة) : قال فی "الأزهار "، أی :كل بدعة سيئة ضلالة لقوله عليه الصلاة والسلام " :من سن فی الإسلام سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها ."وجمع أبو بكر وعمر القرآن، وكتبه زيد فی المصحف، وجدد فی عهد عثمان رضی الله عنهم .قال النووی :البدعة كل شیء عمل على غير مثال سبق، وفی الشرع إحداث ما لم يكن فی عهد رسول الله -صلى الله عليه وسلم -وقوله " :كل بدعة ضلالة "عام مخصوص .قال الشيخ عز الدين بن عبد السلام فی آخر كتاب "القواعد :"البدعة إما واجبة كتعلم النحو لفهم كلام الله ورسوله وكتدوين أصول الفقه والكلام فی الجرح والتعديل، وإما محرمة كمذهب الجبرية والقدرية والمرجئة والمجسمة، والرد على هؤلاء من البدع الواجبة لأن حفظ الشريعة من هذه البدع فرض كفاية، وإما مندوبة كإحداث الربط والمدارس، وكل إحسان لم يعهد فی الصدر الأول، وكالتراويح أی بالجماعة العامة والكلام فی دقائق الصوفية، وإما مكروهة كزخرفة المساجد وتزويق المصاحف يعنی عند الشافعية وأما عند الحنفية فمباح، إما مباحة كالمصافحة عقيب الصبح والعصر أی عند الشافعية أيضا، وإلا فعند الحنفية مكروه، والتوسع فی لذائذ المآكل والمشارب، والمساكن، وتوسيع الأكمام، وقد اختلف فی كراهة بعض

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کتابُ اللہ اور سنتِ رسولُ اللہ، گمراہی سے حفاظت کا ذریعہ

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ فَلَنْ تَضِلُّوْا أَبَدًا كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّ كُلَّ مُسْلِمٍ أَخُ مُسْلِمٍ، الْمُسْلِمُوْنَ إِخْوَةٌ، وَلَا يَحِلُّ لِإِمْرِءٍ مِنْ مَالِ أَخِيْهِ إِلَّا مَا أَعْطَاهُ عَنْ طِيْبِ نَفْسٍ، وَلَا تَظْلِمُوْا، وَلَا تَرْجِعُوْا مِنْ بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ (مستدرک حاکم،رقم الحديث ۳۱۸، ج ا ص ۱۷۱، کتاب العلم، دار الكتب العلمية، بيروت ،دلائل النبوة للبيهقی ، ج۵ ص ۴۴۹،باب ما جاء فی نعی النبی صلی الله عليه وسلم نفسه إلى الناس فی حجة الوداع، سنن البيهقی رقم الحديث ۱۱۵۲۴) لے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ذلک أی كما قدمنا .قال الشافعی رحمه الله :ما أحدث مما يخالف الكتاب أو السنة أو الأثر أو الإجماع فهو ضلالة، وما أحدث من الخير مما لا يخالف شيئا من ذلک فليس بمذموم، وقال عمر -رضی الله عنه -فی قيام رمضان :نعمت البدعة .هذا هو آخر كلام الشيخ فی "تهذيب الأسماء " واللغات .وروى عن ابن مسعود :ما رأوه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن .وفی حديث مرفوع " :لا تجتمع أمتی على الضلالة "(مرقاة المفاتيح، ج ا ص ۲۲۳، ۲۲۴، كتاب الايمان،باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

لے قال الحاكم:وقد احتج البخاری بأحاديث عكرمة واحتج مسلم بأبی أويس، وسائر رواته متفق عليهم، وهذا الحديث لخطبة النبی صلى الله عليه وسلم متفق على إخراجه فی الصحيح: يا أيها الناس إنی قد تركت فيكم ما لن تضلوا بعده إن اعتصمتم به كتاب الله، وأنتم مسئولون عنی فما أنتم قائلون؟ وذكر الاعتصام بالسنة فی هذه الخطبة غريب ويحتاج إليها ."وقد وجدت له شاهدا من حديث أبی هريرة.

قلت: ذكر الاعتصام بالسنة فی هذه الخطبة لهٗ شاهد من حديث عروة.رواه البيهقی.

عن عروة بن الزبير ، فذكر قصة حجة الوداع ، قال :ثم ركب رسول الله صلى الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: اے لوگو! میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑ کر رکھو گے، تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے، ایک کتابُ اللہ اور دوسرے سنتِ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بلا شبہ ہر مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، تمام مسلمان آپس میں بھائی ہیں، اور کسی آدمی کے لئے اس کے (مسلمان) بھائی کا مال حلال نہیں، جب تک کہ وہ اپنی خوش دلی سے نہ دے، اور تم میرے بعد کافروں (اور زمانۂ جاہلیت) کے طریقے پر نہ لوٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردنوں کو مارو (یعنی ایک دوسرے کو قتل کرو) (حاکم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ شَيْئَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُمَا: كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّتِيْ، وَلَنْ يَّتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۱۹، ج ۱ ص ۱۷۲، کتاب العلم، دارالکتب العلمیة، بیروت، سنن الدارقطنی رقم الحدیث ۴۶۰۶، سنن البیہقی رقم الحدیث ۱۰۸۹۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں، جن (پر عمل کرنے) کے بعد تم ہرگز گمراہ نہیں ہو گے، ایک اللہ کی کتاب، اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عليه وسلم على الراحلة، وجمع الناس وقد أراهم مناسكهم، فقال: يا أيها الناس اسمعوا ما أقول لكم، فإني لا أدري لعلي لا ألقاكم بعد عامي هذا في هذا الموقف، ثم ذكر خطبته، وقال في آخرها: اسمعوا أيها الناس قولي؛ فإني قد تركت فيكم ما إن اعتصمتم به لن تضلوا أبدا أمرين بينين: كتاب الله وسنة نبيكم وكذلك ذكره أيضا موسى بن عقبة بمعناه أخبرنا أبو الحسين بن الفضل، أنبأنا أبو بكر بن عتاب، حدثنا القاسم الجوهري، حدثنا ابن أبي أويس، حدثنا إسماعيل بن إبراهيم بن عقبة، عن عمه موسى بن عقبة، فذكره إلا أنه قال: لن تضلوا بعده أبدا أمرا بينا: كتاب الله، وسنة نبيه (دلائل النبوة للبيهقي، ج۵ ص۴۴۸، باب ما جاء في نعي النبي صلى الله عليه وسلم نفسه إلى الناس في حجة الوداع)

دوسرے میری سنت، اور یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے ہرگز بھی جدا نہیں ہوں گی، یہاں تک کہ قیامت کے دن میرے اوپر حوضِ کوثر پر آئیں گی (حاکم)

اس سے واضح ہوا کہ قرآن مجید کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے طریقہ کی اتباع بھی گمراہی سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

لہٰذا سنت کو چھوڑ کر صرف قرآن مجید پر اکتفاء کا دعویٰ کرنا ہدایت کے لئے کافی نہیں ہے۔[1]

امام مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَرَكْتُ فِيْكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ نَبِيِّهٖ (مؤطا امام مالک، رقم الحديث ٣، كتاب القدر، باب النهى عن القول بالقدر) [2]

ترجمہ: انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں، جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑ کر رکھو گے، تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے، ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے اس کے نبی کی سنت (مؤطا امام مالک)

اس طرح کی حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔ [3]

---

[1] (تركت فيكم شيئين لن تضلوا بعدهما كتاب الله) القرآن (وسنتى) أى طريقتى وكتاب بدل مما قبله أو خبر لمحذوف أى وهما إلخ (ولن يتفرقا حتى يردا على الحوض) قد مر بيانه موضحا بما منه أنهما الأصلان اللذان لا عدول عنهما ولا هدى إلا منهما والعصمة والنجاة لمن تمسك بهما واعتصم بحبلهما وهما الفرقان الواضح والبرهان اللائح بين المحق إذا اقتفاهما والمبطل إذا خالفهما فوجوب الرجوع إلى الكتاب والسنة متعين معلوم من الدين بالضرورة لكن القرآن يحصل به العلم القطعى يقينا وفى السنة تفصيل معروف والمحصول مبسوط فى الأصول(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٣٢٨٢)

[2] قال الالبانى: رواه مالك بلاغا والحاكم موصلا بإسناد حسن (منزلة السنة، ص ١٨، عدم كفاية اللغة لفهم القرآن)

[3] وحدثنا عبد الرحمن بن يحيى قال حدثنا أحمد بن سعيد قال حدثنا محمد بن إبراهيم الديبلى قال حدثنا على بن زيد الفرائضى قال حدثنا الحنينى عن كثير بن عبد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

گزشتہ تفصیل سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع کے فوائد، اس کی اہمیت اور آپ کی مخالفت ونافرمانی کے نقصانات کا علم ہوا۔

اس فصل کا خلاصہ

اس فصل کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن وسنت میں خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آپ کی سنت پر عمل کرنے کے مختلف فوائد وثمرات کا ذکر آیا ہے، جو انسان کو دنیا میں بھی حاصل ہوتے ہیں، اور آخرت میں بھی حاصل ہوتے ہیں، اور اس کے برعکس خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ونافرمانی اور آپ کے طریقہ کو چھوڑ کر دوسرے طریقوں کو اختیار کرنے اور بطورِ خاص دین میں نئی نئی باتیں پیدا کرنے کے مختلف نقصانات اور عذابات کا ذکر آیا ہے، اس لیے ہر مسلمان کو خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آپ کی سنت کی پیروی کرنی چاہئے، اور دوسرے طریقوں اور خاص طور پر دین میں نئی ایجادات وبدعات سے بچنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الله بن عمرو بن عوف عن أبيه عن جده قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تركت فيكم أمرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما كتاب الله وسنة نبيه صلى الله عليه وسلم(التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد لابن عبدالبر، ج۲۴ ص ۳۳۱، باب بلاغات مالك ومرسلاته، الحديث الثاني والثلاثون)

(فصل نمبر 2)

صحابۂ کرام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ اتباع واطاعت کرنے والے ہیں، اور صحابۂ کرام ہی دراصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع کا سب سے اولین مصداق اور نمونہ ہیں۔

اس سلسلہ میں چند واقعات وآثار ملاحظہ ہوں۔

عبداللہ بن عمرو کے چادر جلانے کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

هَبَطْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثَنِيَّةٍ فَالْتَفَتَ إِلَيَّ وَعَلَيَّ رَيْطَةٌ مُضَرَّجَةٌ بِالْعُصْفُرِ فَقَالَ مَا هٰذِهِ الرَّيْطَةُ عَلَيْکَ: فَعَرَفْتُ مَا كَرِهَ فَأَتَيْتُ أَهْلِيْ وَهُمْ يَسْجُرُوْنَ تَنُّورًا لَهُمْ فَقَذَفْتُهَا فِيْهِ ثُمَّ أَتَيْتُهُ مِنَ الْغَدِ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ مَا فُعِلَتِ الرَّيْطَةُ . فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ أَلَا كَسَوْتَهَا بَعْضَ أَهْلِکَ فَإِنَّهُ لَا بَأْسَ بِهٖ لِلنِّسَاءِ (ابوداؤد، رقم الحديث ۴۰۶۶، کتاب اللباس، باب فی الحمرة، المکتبة العصرية، صيدا -بيروت، سنن ابنِ ماجه رقم الحديث ۳۶۰۳، مسند احمد رقم الحديث ۶۸۵۲) [1]

ترجمہ: ایک مرتبہ سفر میں ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میرے اوپر ایک چادر تھی، جو

[1] قال شعيب الارنؤوط: اسنادهٔ حسن (حاشية سنن ابی داؤدو مسند احمد وحاشية سنن ابنِ ماجه)

کسم کے (خاص قسم کے رنگ) میں ہلکی سی رنگی ہوئی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا ''یہ کیا اوڑھ رکھا ہے''؟ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سوال سے محسوس ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ناگواری کے اثرات ہیں، میں گھر والوں کے پاس واپس گیا، تو گھر میں چولہا جلا ہوا تھا، میں نے وہ چادر اس چولہے میں ڈال دی، دوسرے دن، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری ہوئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبداللہ! ''اس چادر کا کیا ہوا''؟ میں نے قصہ سنا دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں میں سے کسی کو کیوں نہ پہنا دی، عورتوں کو پہننے میں تو حرج نہ تھا (ابوداؤد)

اگرچہ چادر کے جلا دینے کی کوئی خاص ضرورت نہ تھی، مگر جس کے دل میں کسی کی ناگواری اور ناراضگی کی چوٹ لگ گئی ہو، وہ دوسری سوچ کا متحمل ہی نہیں ہوتا، اور یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ہی شان تھی۔

ایک صحابی کے اپنا قبہ منہدم کرنے کا واقعہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فَرَأَى قُبَّةً مُشْرِفَةً فَقَالَ مَا هٰذِهِ، قَالَ لَهُ أَصْحَابُهُ هٰذِهِ لِفُلَانٍ رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ قَالَ فَسَكَتَ وَحَمَلَهَا فِيْ نَفْسِهِ حَتّٰى إِذَا جَاءَ صَاحِبُهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ فِي النَّاسِ أَعْرَضَ عَنْهُ صَنَعَ ذٰلِكَ مِرَارًا حَتّٰى عَرَفَ الرَّجُلُ الْغَضَبَ فِيْهِ وَالْإِعْرَاضَ عَنْهُ فَشَكَا ذٰلِكَ إِلٰى أَصْحَابِهِ فَقَالَ وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأُنْكِرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوْا خَرَجَ فَرَأَى قُبَّتَكَ، قَالَ فَرَجَعَ الرَّجُلُ إِلٰى قُبَّتِهِ فَهَدَمَهَا حَتّٰى سَوَّاهَا

بِالْأَرْضِ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمْ يَرَهَا قَالَ مَا فُعِلَتِ الْقُبَّةُ ؟ قَالُوا شَكَا إِلَيْنَا صَاحِبُهَا إِعْرَاضَكَ عَنْهُ فَأَخْبَرْنَاهُ فَهَدَمَهَا فَقَالَ أَمَا إِنَّ كُلَّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلٰى صَاحِبِهٖ إِلَّا مَا لَا إِلَّا مَا لَا ،يَعْنِيْ مَا لَا بُدَّ مِنْهُ (ابوداؤد،رقم الحدیث ۵۲۳۷،کتاب الادب، باب ماجاء فی البناء،مسند ابی یعلیٰ الموصلی رقم الحدیث ۴۳۴۷) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ گھر سے باہر تشریف لے جارہے تھے،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے میں ایک قُبّہ (گنبدوالا حجرہ) دیکھا،

---

[1] قال حسین سلیم أسد الدارانی:
إسناده حسن(حاشیة مسند ابی یعلیٰ)

وقال الالبانی:
أخرجه أبو داود (۳۴۷/۲،۳۴۸ تازیة) و الطحاوی فی "مشكل الآثار "(۴۱۶/۱)و أبو يعلى فی "مسنده "(۳۰۸/۷/ ۱۵۹۲) و البيهقی فی "شعب الإيمان " (۳۹۰/۷/ ۱۰۷۰۴) من طريق إبراهيم بن محمد بن حاطب القرشی عن أبی طلحة ـ قلت :و هذا إسناد جيد كما قال الحافظ العراقی فی "تخريج الإحياء "(۲۳۶/۴ المعرفة -لبنان) و كنت خالفته فی ذلک فی "الضعيفة "(رقم ۱۷۶) اعتمادا منی على أن الحافظ قال فی ترجمة أبی طلحة الأسدی من "التقريب " : "مقبول . "يعنی عند المتابعة ، و إلا فلين الحديث ، يضاف إلى ذلک أنه لم يحک فی "التهذيب " توثيقه عن أحد .ثم إن أحد إخواننا المشتغلين بهذا العلم جزاه الله خيرا لفت نظری (سلسلة الاحاديث الصحيحة ، تحت رقم الحديث ۲۸۳۰)

وقال شعیب الارنؤوط:
أبو طلحة الأسَدی وإبراهيم بن محمَّد بن حاطب القرشی، روى عنهما جمعٌ وذكرهما ابن حبان فی "ثقاته"، وباقی رجاله ثقات .وقال الحافظ العراقی فی تخريج "الإحياء 4/ 236": إسناده جيد.
وأخرجه الطحاوی فی "شرح مشكل الآثار "(956) عن أحمد بن عبد الله بن يونس، بهذا الإسناد.
وأخرجه أحمد فی "مسنده "(13301) من طريق شريک بن عبد الله النخعی، عن عبد الملک بن عمير، عن أبی طلحة الأسدی، به .وشريک سيیء الحفظ.
وأخرجه ابن ماجه بنحوه (4161) من طريق الوليد بن مسلم، عن عيسى بن عبد الأعلى بن أبی فروة، عن إسحاق بن أبی طلحة، عن أنس .وعيسى بن عبد الأعلى مجهول(حاشية سنن أبی داود)

جو اونچا بنا ہوا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ فلاں انصاری نے قبہ بنایا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن کر خاموش ہو گئے، کسی دوسرے وقت وہ انصاری صحابی، خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور سلام کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض فرمایا اور سلام کا جواب مرحمت نہیں فرمایا، ان انصاری صحابی نے اس خیال سے کہ شاید آپ کی توجہ نہ ہوئی ہو، دوبارہ سلام کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی اعراض فرمایا اور جواب نہیں دیا (وہ صحابی پریشان ہو گئے اور وہ اس بات کا کیسے تحمل کر سکتے تھے) مجلس میں موجود صحابہ سے دریافت کیا کہ آج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں کو پھرا ہوا پاتا ہوں، خیر تو ہے؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے تھے، راستہ میں تمہارا قبہ دیکھا تھا اور دریافت فرمایا تھا کہ یہ کس کا ہے؟ (اور بس) یہ سن کر وہ انصاری فوراً واپس گئے اور اس قبہ کو توڑ کر ایسا زمین کے برابر کر دیا کہ نام ونشان بھی نہ رہا (اور پھر آ کر آپ سے اس واقعہ کا ذکر بھی نہیں کیا، اتفاقاً) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا اس جگہ ایک دن گزر ہوا، تو دیکھا کہ وہ قبہ وہاں نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ وہ قبہ کہاں گیا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ انصاری نے آپ کے اعراض کے بارے میں معلوم کیا تھا، ہم نے ان کو بتلا دیا تھا کہ تمہارا قبہ دیکھا ہے، انھوں نے آ کر اس کو توڑ دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر تعمیر آدمی پر وبال ہے، مگر وہ تعمیر جو ضرورت کی ہو، جو ضرورت کی ہو (ابوداؤد)

یہ حدیث تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ مسند احمد میں بھی ہے۔ [1]

---

[1] عن أنس قال: مررت مع النبى صلى الله عليه وسلم فى طريق من طرق المدينة، فرأى قبة من لبن، فقال: " لمن هذه؟ "فقلت لفلان: فقال: " أما إن كل بناء هد على

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

صحابۂ کرام کو اس کا تحمل ہی نہیں تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو رنجیدہ دیکھیں، یا کوئی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

صاحبه يوم القيامة، إلا ما كان فى مسجد – أو فى بناء مسجد، شك أسود – أو، أو، أو "ثم مر فلم يرها، فقال: " ما فعلت القبة؟ "قلت: بلغ صاحبها ما قلت: فهدمها .قال: فقال: " رحمه الله "(مسند احمد، رقم الحديث ١٣٣٠١)

قال شعيب الارنؤوط:

حديث محتمل للتحسين لطرقه وشواهده، وهذا إسناد ضعيف، شريك – وهو ابن عبد الله النخعي– سيء الحفظ، وأبو طلحة الأسدى روى عنه جمع وذكره ابن حبان فى "الثقات ."

وأخرجه ابن أبى الدنيا فى "قصر الأمل (244) "، والبيهقى فى "الشعب (10705)" من طريق أسود بن عامر، بهذا الإسناد.

وأخرجه بنحوه أبو داود (5237)، والطحاوى فى "شرح المشكل (956) "، والبيهقى (10704)، والمزى فى ترجمة أبى طلحة من "تهذيبه 33/439-440 "من طريق إبراهيم بن محمد بن حاطب، عن أبى طلحة، عن أنس .وإسناده قابل للتحسين، إبراهيم بن محمد وأبو طلحة روى عنهما جمع

وذكرهما ابن حبان فى "الثقات "، وباقى رجاله ثقات، وجوَد هذا الإسناد الحافظ العراقى فى "تخريج الإحياء.4/236 "

وأخرجه ابن ماجه (4161)من طريق عيسى بن عبد الأعلى بن أبى فروة، عن إسحاق بن أبى طلحة، عن أنس .وعيسى بن عبد الأعلى مجهول.

وأخرج الترمذى (2482)عن محمد بن حميد الرازى، عن زافر بن سليمان، عن إسرائيل، عن شبيب بن بشر، عن أنس قال: قال رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "النفقة كلها فى سبيل الله إلا البناء فلا خير فيه ."وإسناده ضعيف جداً.

وأخرجه البيهقى بنحوه فى "الشعب (10707) "من طريق قيس بن الربيع،عن أبى حمزة، عن أنس .وقيس بن الربيع ضعيف.

وأخرج البيهقى (10710)من طريق بقية بن الوليد، عن الضحاك بن حُمْرَة، عن ميمون، عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " من بنى بناءَ أكثر مما يحتاج إليه كان عليه وبالا يوم القيامة ."وإسناده ضعيف جداً مسلسل بالضعفاء.

وفى الباب بنحوه عن خباب بن الأرت موقوفاً عند البخارى (5672)، وعند ابن ماجه (4163)، والترمذى . (2483)

وعن واثلة بن الأسقع مرفوعاً عند الطبرانى فى "الكبير. (131) /22 "وإسناده ضعيف جداً (حاشية مسند احمد)

شخص اپنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گرانی کو محسوس کرے۔ ان صحابی نے قبہ کو گرایا اور پھر یہ بھی نہیں کہ گرانے کے بعد جتانے کے طور پر آ کر کہتے کہ آپ کی خوشی کے واسطے گرادیا، بلکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خود ہی اتفاق سے اُدھر کو تشریف لے جانا ہوا، تو ملاحظہ فرمایا۔ [1]

---

[1] (وعنه) أى: عن أنس (أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم خرج يوما) أى: وقتا (ونحن معه) : جملة حالية (فرأى قبة مشرفة) أى: بناء عاليا (فقال: " ما هذا؟ : ("استفهام إنكار أى: ما هذه العمارة المنكرة ومن بانيها؟ (قال أصحابه: هذه لفلان، رجل) : بالجر، وفى نسخة بالرفع (من الأنصار، فسكت وحملها) أى: أضمر تلك الفعلة (فى نفسه) : غضبا على فاعلها فى فعلها، ففى أساس البلاغة حملت الحقد عليه إذا أضمرته .قال الشاعر:

ولا أحمل الحقد القديم عليهم ...وليس رئيس القوم من يحمل الحقدا

(حتى لما جاء صاحبها، فسلم) أى: صاحبها (عليه) أى: على النبى عليه الصلاة والسلام (فى الناس) أى: فى محضر منهم، أو فيما بينهم (فأعرض عنه) أى: فلم يرد عليه السلام، أو رد وأعرض عن الالتفات، كما هو دأبه من الملاطفة لديه صلى الله تعالى عليه وسلم تأديبا له وتنبيها لغيره (صنع ذلك مرارا) : لا يبعد أن يكون جواب لما، ويحتمل أن يكون مدخول حتى، ولما الحينية ظرف معترض بين العامل والمعمول مسامحة، وكان الطيبى رحمه الله جعل قوله صنع استئناف بيان حيث قال قوله: فأعرض يجوز أن يكون جواب لما مع الفاء وهو قليل، ويجوز أن يقدر جواب لما أى كرهه فأعرض عنه وقوله: (حتى عرف الرجل الغضب فيه) أى: عرف أن الغضب كان لأجله (والإعراض عنه)أى: بسببه (فشكا ذلك) أى: ما رآه من أثر الغضب والإعراض (إلى أصحابه) أى: أصحابه الخلص، أو إلى أصحاب نبيه صلى الله تعالى عليه وسلم (وقال) : تفسير لما قبله (والله إنى لأنكر رسول الله صلى الله عليه وسلم) أى: أرى منه ما لم أعهده من الغضب والكراهة، ولا أعرف له سببا، وفى نسخة إلى رسول الله ولا يظهر لها وجه، (قالوا: خرج فرأى قبتك .فرجع الرجل إلى قبته فهدمها حتى سواها بالأرض) : اختيارا لرضا الله تعالى على نفسه وما تهواه، (فخرج رسول الله – صلى الله عليه وسلم – ذات يوم فلم يرها) أى: القبة (قال) : استئناف بيان ("ما فعلت القبة؟ : ("بصيغة الفاعل، وفى نسخة على بناء المجهول (قالوا: شكا إلينا صاحبها إعراضك) أى: سببه (فأخبرناه) أى: بأنه لأجل بنائك القبة (فهدمها .قال: " أما : ("بتخفيف الميم للتنبيه ("إن كل بناء : ("بكسر الموحدة، وهو إما مصدر أو أريد به المبنى ("وبال على صاحبه إلا ما لا، إلا ما لا) : كرره للتأكيد (يعنى: إلا ما لا بد منه) أى: لا فراق عنه، قيل: معنى الحديث أن كل بناء بناه صاحبه فهو وبال أى: عذاب فى الآخرة، والوبال فى الأصل الثقل، والمكروه أراد ما بناه للتفاخر والتنعم فوق الحاجة لا أبنية الخير من المساجد والمدارس والرباطات، فإنها من الآخرة، وكذا ما لا بد منه للرجل من القوت والملبس والمسكن(مرقاة المفاتيح، ج۸ص ۳۲۴۴، ۳۲۴۵، كتاب الرقاق)

وائل بن حجر اور خریم اسدی کا سر کے بال کاٹنے کا واقعہ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيَ شَعْرٌ طَوِيْلٌ فَلَمَّا رَآنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذُبَابٌ ذُبَابٌ،قَالَ فَرَجَعْتُ فَجَزَزْتُهٗ ثُمَّ أَتَيْتُهٗ مِنَ الْغَدِ فَقَالَ إِنِّيْ لَمْ أَعْنِكَ وَهٰذَا أَحْسَنُ (ابوداؤد،رقم الحديث ۴۱۹۰، كتاب الترجل، باب فى تطويل الجمة،المكتبة العصرية، صيدا - بيروت، سنن ابنِ ماجه رقم الحديث ۳۶۳۶) [1]

---

[1] قال الصنعانی:

والحديث ليس فى إسناده إلا عمرو بن شعيب وقد حسن حديثه جماعة من الأئمة(فتح الغفار الجامع لأحكام سنة نبينا المختار للصنعانی، تحت رقم الحديث ۶۷۰،ج ۱ ص ۲۴۶، كتاب اللباس)

وقال شعيب الارنؤوط:

إسناده قوى من أجل عاصم بن كليب -وهو ابن شهاب -وأبيه، فهما لا بأس بهما.
وأخرجه ابن ماجه (3636)، والنسائى فى "الكبرى (9258) و (9281) من طريق سفيان الثورى، بهذا الإسناد.
قال الخطابى :أخبرنى أبو عمر، عن أبى العباس أحمد بن يحيى قال :الذباب :الشؤم.
وقال فى "النهاية :"الذباب :الشؤم، أى :هذا شؤم، وقيل :الذباب :الشر الدائم، يقال: أصابك ذباب من هذا الأمر(حاشية سنن أبى داود)

وقال ايضاً:

إسناده حسن .سفيان :هو الثورى.
وأخرجه أبو داود (4195)، والنسائى 131 /8و 135من طريق سفيان الثورى، بهذا الإسناد.
قوله " :ذباب "قال ابن الأثير فى "النهاية :"الذُّباب :الشؤم، أى :هذا شؤم، وقيل : الذباب :الشر الدائم(حاشية سنن ابن ماجه)

وقال ابوحذيفة نبيل بن منصور البصارة الكويتى:

عن وائل بن حُجر قال :أتيت النبى -صلى الله عليه وسلم -ولى شعر طويل فقال "ذباب ذباب "فرجعت فجززته .ثم أتيت من الغد فقال "إنى لم أعنك، وهذا أحسن"

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میرے سر کے بال لمبے تھے، جب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کہ ''ذُبَابٌ ذُبَاب'' (میں یہ سمجھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بالوں کے متعلق ارشاد فرمایا) میں واپس گیا اور ان کو کٹوا دیا، پھر جب میں اگلے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں نہیں کہا تھا، لیکن یہ بہت اچھا کیا

(ابوداؤد)

''ذباب'' کے معنیٰ منحوس کے بھی ہیں اور بُری چیز کے بھی، یہ اشاروں پر مر مٹنے کی بات ہے کہ منشا سمجھنے کے بعد، خواہ وہ غلط ہی سمجھا ہو، اس کی تعمیل میں دیر نہ ہوتی تھی۔

یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد بھی فرما دیا کہ تم (یا تمہارے بال) مراد نہ تھے، مگر یہ کیونکہ اپنے متعلق سمجھے، اس لئے کیا مجال تھی کہ دیر ہوتی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الحافظ :وقد أخرج أبو داود والنسائي وابن ماجه وصححه من رواية عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل بن حجر قال :فذكره(3) "

صحيح أخرجه ابن سعد (27 - 26 /6) وابن أبى شيبة (455 /8) وأبو داود (4190) واللفظ له وابن ماجه (3636) والنسائى (113 /8و 117) وفى "الكبرى "(9332) والطحاوى فى "المشكل "(322 /4) والطبرانى فى "الكبير "ط40 /22) والخطابى فى "الغريب "(493 /1) والبيهقى فى "الشعب"(6055و 6056) وأبو سعد السمعانى فى "أدب الإملاء "(ص 29) من طرق عن سفيان الثورى ثنا عاصم بن كليب الجَرْمى عن أبيه عن وائل بن حجر به.

وإسناده صحيح رواته ثقات(أَنِيسُ السَّارى فى تخريج وَتحقيق الأحاديث التى ذكرها الحَافظ ابن حَجر العسقلانى فى فَتح البَارى، ج۴،ص۳۱۱۷،حرف الذال، رقم الحديث ۲۰۹۶)

[1] (عن وائل بن حجر) رضى الله تعالى عنه، أنه (قال أتيت النبى –صلى الله عليه وسلم–، ولى شعر) أى طويل، ففى رواية أبى داود: " أتيت النبى –صلى الله عليه وسلم–، ولى شعر طويل " (فقال) –صلى الله عليه وسلم– (ذباب) وفى رواية أبى داود: " فلما رآنى رسول الله –صلى الله عليه وسلم–، قال: " ذباب ذباب ."بذال معجمة، مضمومة، وموحدتين: قال الخطابى: الذباب الشؤم .وقيل فى "المجمع :"الشر الدائم: أى هذا شؤم، أو شر دائم .انتهى .وفى "النهاية :"

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ایک لمبی روایت میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَيْمٌ الْأَسَدِيُّ لَوْلَا طُوْلُ جُمَّتِهٖ وَإِسْبَالُ إِزَارِهٖ،فَبَلَغَ ذٰلِكَ خُرَيْمًا فَعَجَّلَ فَأَخَذَ شَفْرَةً فَقَطَعَ بِهَا جُمَّتَهٗ إِلٰى أُذُنَيْهِ وَرَفَعَ إِزَارَهٗ إِلٰى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ(ابوداؤد،رقم الحدیث ۴۰۸۹،کتاب اللباس، باب ماجاء فی اسبال الازار،المکتبة العصریة، صیدا -بیروت، مسند احمد رقم الحدیث ۱۷۶۲۲) ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الذباب هو الشؤم، أی هذا مشؤم، وقيل: هو الشر الدائم، يقال: أصابک ذباب من هذا الأمر .انتهى (فظننت أنه يعنينی) أی يقصدنی بهذا الكلام (فأخذت من شعری) أی بعضه، فـ"من "تبعيضية .وفی رواية أبی داود:" فرجعت، فجززته "(ثم أتيته) –صلى الله عليه وسلم– زاد فی رواية أبی داود: " من الغد "(فقال لی: " لم أعنک) أی لم أقصدک بقولی: " ذباب"، وإنما قصدت أمرا آخر (وهذا أحسن) أی هذا الذی فعلته، من أخذ ما طال شعرک أحسن من تركه طويلا، يعنی أنه أخطأ فی الفهم، وأصاب فی الفعل(شرح سنن النسائی المسمى ذخيرة العقبى فی شرح المجتبى، لمحمد بن علی بن آدم بن موسى الإثيوبی الوَلَّوِی، ج۳۸ص ۱۹، كتاب الزينة، باب الاخذ من الشعر)

؎ قال شعيب الارنؤوط:

إسناده محتمل للتحسين .بشر والد قيس -واسمه بِشْر بن قيس التغلبی -تابعی كبير، كان جليساً لأبی الدرداء ، وذكره ابن حبان فی "الثقات ."وابنه قيس قال فيه هشام بن سعد :كان رجل صدق، وقال أبو حاتم :ما أرى بحديثه بأساً.

وأما هشام بن سعْد فحسن الحديث فی المتابعات والشواهد، وقد جاء للمرفوع من حديثه شواهد تعضده .ولهذا قال الحافظ ابن حجر فی "الأمالی المطلقة "ص :36 هذا حديث حسن.

وابن الحنظلية :هو سهل بن الربيع بن عمرو، ويقال :سهل بن عمرو، أنصاری حارثی، سكن الشام، والحنظلية :هی أم جده، وهی من بنی حنظلة بن تميم .قاله المنذری فی "تهذيب السنن."

وأخرجه أحمد (17622)، والطبرانی فی "الكبير "(5616) و (5617)، والبيهقی فی "شعب الإيمان "(6204)، وفی "الآداب "(594)، والمزی فی ترجمة بشر بن قيس التغلبی من "تهذيب الكمال 144 - 143 /4 "، وابن حجر فی "الأمالی المطلقة "ص 36 - 35، من طريق هشام بن سعد، بهذا الإسناد.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: خریم اسدی کیا ہی اچھے آدمی ہیں، اگر ان کے بال لمبے نہ ہوتے، اور لنگی کو نیچے نہ لٹکاتے، یہ بات جب حضرت خریم اسدی نے سنی، تو فوراً قینچی لے کر بال، کانوں تک کاٹ دیئے اور لنگی آدھی پنڈلیوں تک اوپر اٹھالی (ابوداؤد)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک سننے کے بعد فوراً لمبے بال بھی کٹوادیئے، اور لنگی بھی ٹخنوں سے اوپر کرلی، یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی شان تھی۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأخرج القطعة الأولى منه ابن أبي شيبة 506 /12، وابن أبي عاصم في "الجهاد" 244))، والطبراني 5618))، وابن عساكر في "تاريخ دمشق 251 - 250 /10 "من طريق هشام بن سعد، به.

وأخرج القطعة الثانية منه الحاكم 92 - 91 /2من طريق هشام بن سعد، به.

وأخرج القطعة الثالثة منه البخاري في "التاريخ الكبير 225 /3 "، وابن أبي عاصم في "الآحاد والمثاني "(1045)، وابن قانع في "معجم الصحابة 268 /1 "، والبيهقي في "الآداب "(702) وابن عساكر في "تاريخ دمشق 352 /16 "من طريق هشام بن سعد، به .

وأخرج القطعة الرابعة منه ابن المبارك في "مسنده "(33)، وفي "الزهد "(853)، وابن أبي شيبة 345 /5، والبيهقي في الشُّعب"(6205)، والحاكم 183 /4، وابن عساكر 250 /10من طريق هشام بن سعد، به.

ويشهد للقطعة الأولى منه حديث أبي ذر عند مسلم (2642) قال :قيل :يا رسول الله، أرأيت الرجل يعمل العمل من الخير ويحمده الناسُ عليه؟ قال " :تلك عاجل بشرى المؤمن."

ويشهد للقطعة الثانية، وهي قصة الخيل حديث أبي كبشة عند أبي عوانة (7294)، والطحاوي في "شرح معاني الآثار 274 /3 "، وابن حبان (4674)، والطبراني في "الكبير /22 "(849) وفي "مسند الشاميين "(2064)، والحاكم .91 /2وإسناده صحح.

وحديث أبي هريرة عند أبي عوانة (7276)، وابن حبان .(4675)وإسناده صحيح.

ويشهد للقطعة الثالثة منه حديث خريم نفسه عند عبد الرزاق (19986)، وابن سعد في "الطبقات38 /6 "، وأحمد (18899)، وغيرهم، وهو حسن بطرقه كما بيناه في "مسند أحمد."

وروى عن أخيه سمرة بن فاتك الأسدي أن النبي -صلَّى الله عليه وسلم -قال ذلك له .أخرجه ابن المبارك في "الجهاد "(109)، وأحمد (17788)، والبخاري في

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس طرح کے اور واقعات بھی احادیث میں آئے ہیں۔ [1]

حکمِ نبی پر صحابی کے مسجد سے باہر بیٹھنے کا واقعہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لَمَّا اِسْتَوٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ قَالَ اِجْلِسُوْا،فَسَمِعَ ذٰلِکَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَجَلَسَ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ فَرَآہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَعَالَ یَا عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ مَسْعُوْدٍ (سنن أبی داؤد،رقم الحدیث ۱۰۹۱،کتاب الصلاۃ،باب الامام یکلم الرجل فی خطبتہ،مستدرک حاکم رقم الحدیث ۱۰۰۷) [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾"التاریخ "الکبیر 177 /4 "، وابن قانع فی "معجم الصحابة" 305 /1، وغیرهم .وإسناده حسن إن شاء الله.

ویشهد لقوله " :إن الله لا یُحب الفُحش ولا التفحُّش "حدیث عائشة عند مسلم (2165).

ومن حدیث عبد الله بن عمرو بن العاص عند أحمد (6487)، وابن حبان (5176) وغیرهما .وإسناده صحیح.

ومن حدیث أبی هریرة عند أحمد (9569) وإسناده صحیح.

واللمة :بكسر اللام وتشدید المیم وفتحها :الشعر یجاوز شحمة الأذنین، وقیل :هی أكثر من الوفرة، والوفرة:الشعر إلى شحمة الأذن ثم الجمة، ثم اللمة(حاشیة سنن أبی داود)

[1] عن عمرو بن الشرید، عن أبیه، أو عن یعقوب بن عاصم، أنه سمع الشرید یقول: أبصر رسول الله صلى الله علیه وسلم رجلا یجر إزاره، فأسرع إلیه، أو هرول، فقال: " ارفع إزارک واتق الله "قال: إنی أحنف تصطک رکبتای، فقال: " ارفع إزارک، فإن كل خلق الله عز وجل حسن "فما رئی ذلک الرجل بعد إلا إزاره یصیب أنصاف ساقیه أو إلى أنصاف ساقیه (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۹۴۷۵)

قال شعیب الارنؤوط:إسناده صحیح على شرط مسلم(حاشیة مسند احمد)

[2] قال الحاکم:هذا حدیث صحیح على شرط الشیخین، ولم یخرجاه(مستدرک حاکم)

وقال الذهبی فی التلخیص :على شرطهما.

وقال شعیب الارنؤوط:

إسناده صحیح .عطاء :هو ابن أبی رباح، وابن جریج :هو عبد الملک بن عبد العزیز .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف لے گئے، تو فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، اس ارشاد کو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے مسجد کے دروازے پر سنا، اور وہ وہیں بیٹھ گئے، پھر جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں بیٹھے ہوئے دیکھا، تو فرمایا کہ اے عبداللہ بن مسعود! اندر تشریف لے آیئے (ابوداؤد)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کا واقعہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وهو وإن لم يصرح بسماعه من عطاء ، فروايته عنه محمولة على الاتصال كما صرح هو نفسه بذلك فيما أسنده ابن أبى خيثمة فى"تاريخه "(858) عن يحيى القطان، عنه.
وأخرجه الحاكم 286 /1، والبيهقى 206 /3، وابن عساكر فى "تاريخ دمشق /33" 128، وابن الجوزى فى"التحقيق "(806) من طريق مخلد بن يزيد، بهذا الإسناد.
وأخرجه البيهقى 3 /218من طريق معاذ بن معاذ، عن ابن جريج، به .وهذه متابعة قوية لمخلد بن يزيد .وإسناده صحيح.
وأخرجه ابن خزيمة (1780)، والحاكم 283 /1، والبيهقى205 /3من طريق هشام بن عمار، عن الوليد بن مسلم، حدثنا ابن جريج، عن عطاه، عن ابن عباس، وهذه متابعة جيدة أيضاً، والاختلاف فى تعيين الصحابى غير ضارّ، لأنهم جميعاً عدولٌ.
وأخرجه عبد الرزاق (5368)، وأخرجه كذلك الحارث بن أبى أسامة (-1015 زوائد الهيثمى) عن روح بن عبادة، كلاهما (عبد الرزاق وروح) عن ابن جريج، عن عطاء بن أبى رباح مرسلاً.
وأخرجه البيهقى 218 /3من طريق عمرو بن دينار، عن عطاء مرسلاً كذلك.
وقد ثبت فى غير حديث جواز كلام الإمام فى الخطبة مع أحد الحاضرين، منها حديث جابر بن عبد الله قال :جاء رجل والنبى -صلَّى الله عليه وسلم -يخطب الناس يوم الجمعة، فقال" :أصليت يا فلان "قال :لا، قال" :قم فاركع ركعتين ."أخرجه البخارى (930)، ومسلم (875)، وسيأتى عند المصنف برقم (1115) و .(1116)
ونحوه من حديث أبى سعيد الخدرى عند ابن ماجه (1113)، والنسائى فى "الكبرى" (1731) وإسناده قوى.
ومنها حديث أبى رفاعة العدوى قال :انتهيت إلى النبى -صلَّى الله عليه وسلم -وهو يخطب، قال :فقلت :يا رسول الله، رجل غريب جاء يسأل عن دينه لا يدرى ما دينه، قال :فأقبل علىَّ رسولُ الله -صلَّى الله عليه وسلم -وترك خطبته حتى انتهى إلىّ، فأُتى بكرسى، حسبت قوائمه حديداً، قال :فقعد عليه رسول الله -صلَّى الله عليه وسلم -وجعل يعلمنى مما علمه الله، ثم أتى خطبته فأتم آخرها .أخرجه مسلم .(876)(حاشية سنن أبى داود)

بارے میں مروی ہے۔ [1]

نیز یہی واقعہ حضرت عطاء سے بھی مرسلاً مروی ہے۔ [2]

اور اسی قسم کا واقعہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی مروی ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ عَلَى الْمِنبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ: اِجْلِسُوْا فَسَمِعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْلِسُوْا فَجَلَسَ فِيْ بَنِيْ غُنْمٍ (دلائل النبوة للبيهقى، ج٦ص ٢٥٦،٢٥٧،باب ما جاء فى إسماعه صلى الله عليه وسلم خطبته العوائق فى خدورهن وهو فى موضعه من المسجد،دارالكتب العلمية، بيروت، المعجم الاوسط للطبرانى رقم الحديث ٩١٢٨) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف لے گئے، اور فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد، حضرت عبداللہ بن رواحہ نے سنا کہ آپ بیٹھنے کا حکم فرما رہے ہیں، تو آپ بنی غنم میں (جہاں یہ ارشاد سنا، وہیں فوراً) بیٹھ گئے (بیہقی)

---

[1] عن ابن عباس قال :لما استوى النبى صلى الله عليه وسلم على المنبر قال للناس : اجلسوا ، فسمعه ابن مسعود وهو على باب المسجد فجلس ، فقال له النبى صلى الله عليه وسلم : تعال يا ابن مسعود(صحيح ابن خزيمة، رقم الحديث ١٧٨٠)

[2] عن عطاء ، قال : كان النبى صلى الله عليه وسلم يخطب ، فقال للناس : اجلسوا ، فسمعه عبد الله بن مسعود وهو على الباب فجلس ، فقال له : يا عبد الله ، ادخل(مُصنف ابن أبى شيبة،رقم الحديث ٥٢٥٦)

[3] قال الهيثمى:

رواه الطبرانى فى الاوسط وفيه ابراهيم بن اسماعيل بن مجمع وهو ضعيف(مجمع الزوائد، ج٩ص ٣١٦، تحت رقم الحديث ١٥٧٥١ ،باب فى عبدالله بن رواحة رضى الله عنه)

قلت: قال البيهقى: .وروى مرسلا من وجه آخر كما سيأتى.

اور بعض روایات میں یہ قصہ اس طرح آیا ہے کہ:

أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ رَوَاحَةَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُوَ يَخْطُبُ فَسَمِعَهُ وَهُوَ يَقُوْلُ: اِجْلِسُوْا فَجَلَسَ مَكَانَهُ خَارِجًا مِنَ الْمَسْجِدِ حَتّٰى فَرَغَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُطْبَتِهٖ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا عَلٰى طَوَاعِيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَطَوَاعِيَةِ رَسُوْلِهٖ (دلائل النبوة للبيهقي، ج٦ ص٢٥٧، باب ما جاء في إسماعه صلى الله عليه وسلم خطبته العوائق في خدورهن وهو في موضعه من المسجد، دار الكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن رواحہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ رہے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خطبہ دے رہے تھے، حضرت عبداللہ بن رواحہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا کہ آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، تو عبداللہ بن رواحہ مسجد سے باہر اسی جگہ بیٹھ گئے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ سے فارغ ہوئے، اور آپ کو عبداللہ بن رواحہ کے اس قصہ کا پتہ چلا، تو فرمایا کہ اللہ آپ کی، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر حرص ورغبت کو اور زیادہ کرے (بیہقی)

یہ واقعہ اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

---

[1] عن بن جريج قال أخبرني ربيعة بن أبي عبد الرحمن أن النبي صلى الله عليه و سلم لما علا المنبر يوم الجمعة قال اجلسوا فسمع رجل من الانصار قول النبي صلى الله عليه و سلم ذلك وهو بالطريق لم يدخل المسجد فجلس في بني غنم قال فلما أقيمت الصلاة دخل الرجل فقال له النبي صلى الله عليه و سلم الا رحت فأخبره الخبر فقال له النبي صلى الله عليه و سلم خيرا زعموا أن ذلك الرجل عبد الله بن رواحة (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ٥٣٦٦)

عن أيوب قال بلغني أن بن رواحة سمع النبي صلى الله عليه و سلم وهو بالطريق يقول اجلسوا فجلس في الطريق فمر به النبي صلى الله عليه و سلم فقال له ما شأنك قال سمعتك تقول اجلسوا فجلست فقال له النبي صلى الله عليه و سلم زادك الله طاعة (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ٥٣٦٧)

یہ بات نہیں تھی کہ یہ حضرات اس بات کو جانتے نہیں تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاص مجھے اسی جگہ بیٹھنے کا حکم نہیں دے رہے تھے، بلکہ اصل بات یہ تھی کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کان میں پڑ گیا کہ ''بیٹھ جاؤ'' تو اب صرف احتمال ہونے پر قدم نہیں اٹھ سکتا، صحابۂ کرام کی اتباع کا یہ حال تھا، آج محبت کے دعوے دار تو بہت ہیں، لیکن صحیح معنوں میں محبت واطاعت سے بہت دور ہیں، اوراس کے باوجود عشق ومحبت کا شور وشغب ہے۔ [1]

صحابیہ کا حکمِ نبی پر موت تک گھر میں نماز پڑھنے کا واقعہ

حضرت اُمِّ حُمید رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اورعرض کیا کہ:

یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّیْ أُحِبُّ الصَّلَاةَ مَعَکَ، قَالَ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّکِ تُحِبِّیْنَ الصَّلَاةَ مَعِیَ، وَصَلَاتُکِ فِیْ بَیْتِکِ خَیْرٌ لَّکِ مِنْ صَلَاتِکِ فِیْ حُجْرَتِکِ، وَصَلَاتُکِ فِیْ حُجْرَتِکِ خَیْرٌ مِنْ صَلَاتِکِ فِیْ دَارِکِ، وَصَلَاتُکِ فِیْ دَارِکِ خَیْرٌ لَّکِ مِنْ صَلَاتِکِ فِیْ مَسْجِدِ قَوْمِکِ، وَصَلَاتُکِ فِیْ مَسْجِدِ قَوْمِکِ خَیْرٌ لَّکِ مِنْ صَلَاتِکِ فِیْ مَسْجِدِیْ ، قَالَ :فَأَمَرَتْ فَبُنِیَ لَهَا مَسْجِدٌ فِیْ أَقْصٰی

---

[1] فلما سمع ذلک جلس فی مکانه، أی :مبادرةً إلی امتثال أمر الرسول صلی الله علیه وسلم، فرآه رسول الله فقال :(تعال یا ابن مسعود وهذا مخاطبة منه لعبد الله بن مسعود حیث طلب منه أن یأتی .وهذا الصنیع من عبد الله بن مسعود یدل علی فضله ونبله، وعلی مبادرته لامتثال أمر الرسول صلی الله علیه وسلم، ویدلنا علی ما کان علیه أصحاب الرسول علیه الصلاة والسلام ورضی الله تعالی عنهم وأرضاهم من المبادرة إلی الاستسلام والانقیاد لما جاء عن الرسول الکریم صلوات الله وسلامه وبرکاته علیه(شرح سنن أبی داود ـ لعبد المحسن العباد، ج۶ ص ۳۳۶، کتاب الصلاة،باب الامام یکلم الرجل فی خطبته،شرح حدیث جلوس ابن مسعود علی باب المسجد)
والحدیث یدل علی أنه -علیه السلام -تکلم لابن مسعود قبل شروعه فی الخطبة، فلم یطابق التبویب علیه(شرح سنن أبی داود،لبدر الدین العینی، ج۴ص ۴۲۹، کتاب الصلاة،باب الإمام یکلم الرجل فی خطبته)

شَیْءٍ مِنْ بَیْتِهَا وَأَظْلَمِهِ، فَكَانَتْ تُصَلِّیْ فِیْهِ حَتّٰی لَقِیَتِ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ

(مسند احمد،رقم الحديث ۲۷۰۹۰، مؤسسة الرسالة، بيروت، صحيح ابنِ حبان رقم الحديث ۲۲۱۷) [1]

ترجمہ: اے اللہ کے رسول! مجھے آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کا شوق ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنے کا شوق رکھتی ہو، مگر تمہاری وہ نماز، جو اندرونی کوٹھری میں ہو، اس نماز سے بہتر ہے، جو کمرہ میں ہو اور تمہاری وہ نماز، جو کمرہ میں ہو، اس نماز سے بہتر ہے، جو گھر کے احاطہ میں ہو اور تمہاری وہ نماز، جو گھر کے احاطہ میں ہو، اُس نماز سے بہتر ہے، جو محلّہ کی مسجد میں ہو، اور تمہاری وہ نماز، جو محلّہ کی مسجد میں ہو، اُس نماز سے بہتر ہے، جو میری مسجد (یعنی میری اقتداء میں مسجدِ نبوی) میں ہو، چنانچہ (حضرت اُمِّ حمید رضی اللہ عنہا نے) گھر والوں کو کہہ کر اپنے کمرے کے کونے میں، جہاں سب سے زیادہ اندھیرا رہتا تھا، نماز پڑھنے کی جگہ بنوائی، وہیں نماز پڑھا کرتی تھیں، یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے ملاقات کرلی (یعنی ان کا انتقال ہوگیا) (مسند احمد)

جثامہ کا سونے کی کرسی سے اعراض کا واقعہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت جثامہ بن مساحق رضی اللہ عنہ کو ہرقل بادشاہ روم کے پاس ایلچی بنا کر بھیجا، وہ ہرقل کے دربار میں پہنچے، تو ان کے اکرام کے لئے ہرقل نے انہیں سونے کی ایک کرسی پر بٹھایا۔

حضرت جثامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

---

[1] قال شعيب الأرنؤوط :
حديث حسن(حاشية مسند احمد)
وقال ايضاً:
حديث قوی(حاشية صحيح ابنِ حبان)

جَلَسْتُ فَلَمْ أَدْرِ مَا تَحْتِيْ، فَإِذَا تَحْتِيْ كُرْسِيٌّ مِنْ ذَهَبٍ، فَلَمَّا رَأَيْتُهُ نَزَلْتُ عَنْهُ فَضَحِكَ، فَقَالَ لِيْ: لِمَ نَزَلْتَ عَنْ هٰذَا الَّذِيْ أَكْرَمْنَاكَ بِهٖ ؟ فَقُلْتُ: إِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْ مِثْلِ هٰذَا (معرفة الصحابة لابی نعيم الأصبهانی، قم الحديث ١٧٢٩، تحت ترجمة جثامة بن مساحق بن الربيعِ بن قيس الكنانی، دار الوطن للنشر -الرياض)

ترجمہ: میں شروع میں بے خیالی کے عالم میں اس کرسی پر بیٹھ گیا، لیکن جب احساس ہوا کہ یہ سونے کی کرسی ہے، تو اس سے فوراً اتر کر کھڑا ہو گیا۔ ہرقل نے میرے اس عمل پر ہنس کر پوچھا کہ ہم نے تو اس کرسی کے ذریعہ تمہارا اکرام کیا تھا، تم اتر کیوں گئے؟ میں نے جواب میں کہا کہ:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ آپ نے اس جیسی (یعنی سونے کی چیز) پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے'' (معرفۃ الصحابة)

مذکورہ روایت کی سند میں اگرچہ کچھ ضعف پایا جاتا ہے۔ [1]

لیکن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اس طرح کے واقعات کثرت سے پائے جاتے ہیں، جن سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، کس قدر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اطاعت کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

اس فصل کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع میں آپ کے جان نثار

---

[1] مندرجہ بالا حدیث کی سند درج ذیل ہے:

حدثناه، عن محمد بن أبی عمرو، ثنا عمر بن محمد البحيری، ثنا أحمد بن عبد الواحد التميمی، ثنا محمد بن مخلد الرعينی أبو أسلم، عن عبد الخالق الحمصی، عن يحيی بن أيوب، عن الكنانی (معرفة الصحابة)

جس میں بعض راوی مجہول معلوم ہوئے۔ محمد رضوان۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب سے زیادہ آگے تھے، اور اس سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایسے ایمان افروز واقعات پائے جاتے ہیں کہ جن کی قیامت تک نظیر ملنا مشکل ہے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات ملاحظہ کر کے ان کو اپنی زندگی کا نمونہ بنانا چاہیے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کو چھوڑ کر دوسرے نت نئے طریقوں سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگوں کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت، اور آپ کی ناموس پر مَر مٹنے اور کٹ مَر جانے کے خوب دعوے اور نعرے ہیں، لیکن نہ ان کا طرزِ عمل سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے، اور نہ ہی ان کی زندگی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرزِ عمل سے میل کھاتی ہے۔

ظاہر ہے کہ اس کے طرح کے کھوکھلے دعوے اور نعرے آخرت میں، بارگاہِ الٰہی میں کام نہ آئیں گے، جب تک عملی طور پر اس کا ثبوت نہ ہو، کیونکہ دلیل کے بغیر، دعوے کا اعتبار نہیں ہوا کرتا۔

اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور پکی محبت نصیب فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

(باب نمبر 2)

محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اس امت پر خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا حق یہ ہے کہ آپ سے محبت رکھی جائے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کا ایسا اتباع مقصود نہیں، جیسے عام دنیا کے حُکّام و حکمرانوں کا اتباع جبرًا قہرًا کرنا پڑتا ہے، بلکہ وہ اتباع مقصود ہے، جو عظمت ومحبت کا نتیجہ ہو، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ومحبت دل میں اتنی ہو کہ اس کی وجہ سے آپ کے احکام کی اتباع پر دل مجبور ہو، اوراس کی لذت محسوس ہو۔
اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی آپ کے حقوق میں داخل ہوگئی۔
جس کی کچھ تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

قرآن مجید میں اللہ کے رسول کی محبت کا ذکر

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (سورۃ التوبۃ، رقم الآیۃ ۲۴)

ترجمہ: (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (ان لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، اور وہ تجارت کہ ڈرتے ہو تم اس کی نکاسی نہ ہونے

سے، اور وہ گھر جن کو پسند کرتے ہو تم (اگر یہ چیزیں) زیادہ محبوب ہوں تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے، اور جہاد کرنے سے اس کے راستہ میں، تو صبر کرو تم، یہاں تک کہ لے آئے اللہ اپنا حکم (یعنی سزا) (سورہ توبہ)

اس سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت، دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ ہونی چاہئے۔

انس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ أَحَدُکُمْ حَتّٰی أَکُوْنَ أَحَبَّ إِلَیْہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِیْنَ(بخاری، رقم الحدیث ۱۵، کتاب الایمان، باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الإیمان، دار طوق النجاۃ، بیروت، مسلم رقم الحدیث ۴۴"۷۰")

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کوئی شخص (پورا) ایماندار نہیں ہوسکتا، جب تک کہ میرے ساتھ اپنے والد سے اور اپنی اولاد سے اور سب آدمیوں سے زیادہ محبت نہ رکھے (بخاری، مسلم)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا، جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، دنیا کے سب انسانوں سے زیادہ نہ ہو جائے۔

انس رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

ثَلَاثٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ وَجَدَ حَلَاوَۃَ الْإِیْمَانِ أَنْ یَّکُوْنَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ أَحَبَّ إِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا وَأَنْ یُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا یُحِبُّہٗ إِلَّا لِلّٰہِ وَأَنْ یَّکْرَہَ أَنْ یَّعُوْدَ

فِی الْکُفْرِ کَمَا یَکْرَہُ أَنْ یُّقْذَفَ فِی النَّارِ (بخاری،رقم الحدیث ۱۶،کتاب الایمان،باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الإیمان،دار طوق النجاۃ، بیروت)

ترجمہ: تین چیزیں ایسی ہیں کہ وہ جس شخص میں ہوں گی، اس کو (ان کی وجہ سے) ایمان کی حلاوت ومٹھاس نصیب ہوگی، ایک وہ شخص جس کے نزدیک اللہ اوراس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) دوسری سب چیزوں سے زیادہ محبوب ہوں (یعنی جتنی محبت اس کو اللہ اور رسول سے ہو، اتنی کسی دوسری چیز سے نہ ہو) اورایک وہ شخص جس کو کسی بندہ سے محبت ہو، صرف اللہ کے لئے محبت ہو (یعنی کسی دنیوی غرض سے نہ ہو، صرف اس وجہ سے محبت ہو کہ وہ شخص اللہ والا ہے) اورایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے کفر سے بچالیا ہو (خواہ پہلے ہی سے بچائے رکھا ہو، خواہ بعد میں کفر سے توبہ کر لی اور بچ گیا ہو) اوراس (بچالینے) کے بعد وہ کفر کی طرف آنے کو اس قدر ناپسند کرتا ہو، جیسے آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے (بخاری)

انس رضی اللہ عنہ کی تیسری حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَتَی السَّاعَۃُ؟ قَالَ وَمَا أَعْدَدْتَ لِلسَّاعَۃِ؟قَالَ حُبُّ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ،قَالَ فَإِنَّکَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ،قَالَ أَنَسٌ فَمَا فَرِحْنَا بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَرَحًا أَشَدَّ مِنْ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَإِنَّکَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ،قَالَ أَنَسٌ فَأَنَا أُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَأَبَا بَکْرٍ وَعُمَرَ فَأَرْجُوْ أَنْ أَکُوْنَ مَعَھُمْ وَإِنْ لَّمْ أَعْمَلْ بِأَعْمَالِھِمْ (صحیح مسلم،رقم الحدیث ۲۶۳۹ ''۱۶۳'' کتاب البر والصلۃ والآداب، باب المرء مع من احب،دار إحیاء التراث العربی -بیروت)

ترجمہ: ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! قیامت کب واقع ہوگی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت، اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اسی کے ساتھ ہوں گے، جس سے آپ محبت رکھتے ہوں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام کے بعد ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے زیادہ خوشی اور کسی چیز سے نہیں ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ آپ اس کے ساتھ ہوں گے، جس سے آپ محبت رکھیں گے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے اور ابوبکر اور عمر سے محبت رکھتا ہوں، اور مجھے امید ہے کہ میں انہی کے ساتھ (محشور) ہوں گا، اگرچہ میرا عمل ان کے اعمال جیسا نہیں ہے (مسلم)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ أَشَدِّ أُمَّتِیْ لِیْ حُبًّا نَاسٌ يَكُوْنُوْنَ بَعْدِیْ يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ رَآنِیْ بِأَهْلِهِ وَمَالِهِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٨٣٢ "١٢" كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب فيمن يود رؤية النبى صلى الله عليه وسلم بأهله وماله، دار إحياء التراث العربى -بيروت)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے مضبوط ترین لوگ وہ ہیں، جو میرے بعد مجھ سے محبت رکھتے ہوں گے، جو کہ یہ چاہیں گے کہ کاش کہ وہ مجھے اپنے گھر اور مال کے بدلے (اور ان کے عوض میں) دیکھ لیتے (مسلم)

مذکورہ آیات اور احادیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی اہمیت اور اس کی فضیلت واضح ہوئی۔

اس باب کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ امت پر خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا حق یہ ہے کہ آپ سے سچی محبت رکھی جائے، اور ایسی محبت رکھی جائے کہ ایسی محبت مخلوق میں سے کسی کے ساتھ نہ ہو، اور یہ محبت صرف اللہ کے لیے خالص ہو۔

اور اس محبت کا صحیح اور سچا معیار اور نمونہ، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت اور اس جماعت کا طرزِ عمل ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور حقیقی محبت نصیب فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

(فصل نمبر1)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حقوق کو سب سے پہلے ادا کرنے والی جماعت، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ہے، انہی کے قول وفعل کو دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت کو پہچانا جاسکتا ہے، اس لئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کا کچھ حال ذکر کیا جاتا ہے۔

البتہ محبت کی پوری حقیقت کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں، بلکہ وہ ایک کیفیت ہے، جو الفاظ وعبارات سے بالاتر ہے، اس کا اندازہ طرزِ عمل سے لگایا جاسکتا ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کا یہ عالم تھا کہ آپ کی وجہ سے صحابہ کو نہ جان کی پرواہ تھی، نہ زندگی کی تمنا، نہ مال کا خیال تھا، نہ تکلیف کا خوف، نہ موت سے ڈر۔

اس طرح کے چند واقعات اور روایات ملاحظہ فرمائیں۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا ارشاد

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ:

وَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلاَ أَجَلَّ فِيْ عَيْنِيْ مِنْهُ وَمَا كُنْتُ أُطِيْقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنَيَّ مِنْهُ إِجْلَالًا لَهٗ وَلَوْ سُئِلْتُ أَنْ أَصِفَهٗ مَا أَطَقْتُ لِأَنِّيْ لَمْ أَكُنْ أَمْلَأُ عَيْنَيَّ مِنْهُ وَلَوْ مُتُّ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ لَرَجَوْتُ أَنْ أَكُوْنَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ (مسلم، رقم الحديث ۱۲۱ "۱۹۲" كتاب الايمان، باب كون الإسلام يهدم ما قبله وكذا الهجرة والحج، دار إحياء التراث العربى -بيروت)

ترجمہ: اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا، اور نہ کوئی میری نظر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قابلِ عظمت تھا، اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی وجہ سے آپ کو آنکھ بھر کر دیکھنے کی طاقت نہیں تھی، اور اگر مجھ سے سوال کیا جائے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (سراپا) صفت بیان کروں، تو مجھے اس کی طاقت نہیں ہے، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھا، اور اگر میں اسی حال میں (جبکہ میرا دل آپ کی عظمت ومحبت سے لبریز ہے) فوت ہوجاؤں، تو مجھے امید ہے کہ میں جنتیوں میں سے ہوں گا (مسلم)

زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ کسی کام سے بھیجا تھا، مگر ان کو قریشِ مکہ نے قید کرلیا، اور ان کو حرم کی حدود سے باہر لے جا کر قتل کرنا چاہا، اس موقع پر ابوسفیان بن حرب بھی موجود تھے (جو ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے) ابوسفیان نے ان کو قتل سے پہلے کہا کہ:

نَشَدْتُکَ بِاللّٰہِ یَا زَیْدُ، أَتُحِبُّ أَنَّ مُحَمَّدًا عِنْدَنَا الْآنَ بِمَکَانِکَ یُضْرَبُ عُنُقُهُ، وَأَنَّکَ فِیْ أَهْلِکَ ؟ قَالَ: وَاللّٰهِ مَا أُحِبُّ أَنَّ مُحَمَّدًا الْآنَ فِیْ مَکَانِهِ الَّذِیْ هُوَ فِیْهِ تُصِیْبُهُ شَوْکَةٌ تُؤْذِیْهِ وَإِنِّیْ جَالِسٌ فِیْ أَهْلِیْ، فَقَالَ أَبُوْ سُفْیَانَ: مَا رَأَیْتُ مِنَ النَّاسِ أَحَدًا یُحِبُّ أَحَدًا کَحُبِّ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُحَمَّدًا، ثُمَّ قَتَلَهُ نِسْطَاسٌ

(معرفة الصحابة لأبی نعیم الأصبهانی، رقم الحدیث ۲۹۹۹، تحت ترجمة زید بن الدثنة الأنصاری من بنی بیاضة بن عامر، دار الوطن للنشر -الریاض)

ترجمہ: اے زید! میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ ہمارے پاس اس وقت آپ کی جگہ محمد ہوتے، جن کو قتل کیا جاتا، اور آپ اپنے گھر میں ہوتے؟ حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں تو اس بات کو بھی پسند نہیں کرتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس وقت جس جگہ ہیں، وہاں ان کو کسی کانٹے کی بھی تکلیف پہنچے، اور میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا ہوں، جس پر ابوسفیان نے کہا کہ میں نے لوگوں میں سے کسی کو، کسی سے ایسی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا، جیسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم ''محمد'' سے محبت کرتے ہیں، اس کے بعد حضرت زید بن دثنہ (رضی اللہ عنہ) کو نسطاس (نامی شخص) نے قتل کر دیا (معرفۃ الصحابۃ)

فائدہ: اس حدیث کی سند قابلِ تحقیق ہے، جس کا فی الوقت مجھے تحقیق کرنے کا موقع حاصل نہ ہوسکا۔ [1]

ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت شعبی سے مرسلاً روایت ہے کہ:

---

[1] اس روایت کی سند درجِ ذیل ہے:

حدثنا حبيب بن الحسن، ثنا محمد بن يحيى، ثنا أحمد بن محمد، ثنا إبراهيم بن سعد، عن محمد بن إسحاق، قال: حدثني عاصم بن عمر، قال: بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم نفرا من أصحابه منهم زيد بن الدثنة أخو بني بياضة بن عامر، فأما زيد بن الدثنة فأسر، فقدم به مكة، فبعث به صفوان بن أمية مع مولى له يقال له نسطاس إلى التنعيم، فأخرجوه من الحرم ليقتله، فاجتمع إليه رهط من قريش فيهم أبو سفيان بن حرب، فقال له أبو سفيان حين قدم ليقتل: نشدتک بالله يا زيد......الخ (معرفة الصحابة للأصبهاني، رقم الحديث ۲۹۹۹)

اور ایک روایت میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی اسی طرح کے الفاظ ہیں:

وزاد عروة وموسى جميعا أنهم لما رفعوا خبيبا على الخشبة نادوه يناشدوه أتحب أن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ وَوَلَدِيْ وَأَهْلِيْ وَمَالِيْ، وَلَوْلَا أَنِّيْ آتِيْكَ فَأَرَاكَ لَظَنَنْتُ أَنِّيْ سَأَمُوْتُ، وَبَكَى الْأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَبْكَاكَ؟ قَالَ: ذَكَرْتُ أَنَّكَ سَتَمُوْتُ وَنَمُوْتُ فَتُرْفَعُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ، وَنَحْنُ إِنْ دَخَلْنَا الْجَنَّةَ كُنَّا دُوْنَكَ، فَلَمْ يُخْبِرْهُ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰی رَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ" إِلٰی قَوْلِهٖ "عَلِيْمًا (النساء ۶۹، ۷۰)" فَقَالَ لَهُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

محمدا مكانك؟ قال: لا والله العظيم ما أحب أن يفديني بشوكة يشاكها في قدميه فضحكوا منه وزاد أبياتا قالها ونحن نذكرها في رواية ابن إسحاق إن شاء الله (دلائل النبوة للبيهقي، ج۳ص ۳۲۶، ۳۲۷، باب غزوة الرجيع وما ظهر في قصة عاصم بن ثابت ابن أبي الأقلح، وخبيب بن عدي من الآثار والأعلام)

أخبرنا عبدالوهاب الحافظ قال أخبرنا حمد بن أحمد قال أخبرنا أبو نعيم الحافظ قال حدثنا محمد بن عبدالله قال حدثنا الحسن بن علي الطوسي قال حدثنا محمد بن عبدالكريم قال حدثنا الهيثم بن عدي قال حدثنا ثور بن يزيد قال حدثنا خالد بن معدان قال قال سعيد بن عامر بن جذيم ، شهدت مصرع خبيب وقد بضعت قريش لحمه ثم حملوه على جذعة فقالوا أتحب أن محمدا مكانك فقال والله ما أحب أني في أهلي وولدي وأن محمدا شيك بشوكة ثم نادى يا محمد (الثبات عند الممات لابن الجوزي، ص ۱۲۴، تحت ترجمة " خبيب بن عدي رضي الله عنه ")

وفي رواية الطبراني:

وقتل خبيب بن عدي أبناء المشركين الذين قتلوا يوم بدر، فلما وضعوا فيه السلاح وهو مصلوب نادوه وناشدوه: أتحب محمدا مكانك؟ فقال: لا والله العظيم ما أحب أن يفديني بشوكة يشاكها في قدمه، فضحكوا (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۵۲۸۴، ج۵ص ۲۵۹)

قال الهيثمي:

رواه الطبراني، وفيه ابن لهيعة وحديثه حسن وفيه ضعف(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۰۳۳۹)

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَبْشِرُ (شعب الإیمان للبیهقی، رقم الحدیث ۱۳۱۷، باب حب النبی ﷺ، مکتبة الرشد للنشر والتوزیع بالریاض)

ترجمہ: انصاری صحابۂ کرام کے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ آپ مجھے میری جان اور میری اولاد اور میرے گھر اور میرے مال سب سے زیادہ محبوب ہیں، اور اگر میں آپ کے پاس نہ آتا، اور آپ کو نہ دیکھتا، تو شاید میری موت واقع ہو جاتی، اور یہ کہہ کر وہ انصاری رونے لگے، اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ ان انصاری صحابی نے عرض کیا کہ آپ کے اور ہمارے فوت ہونے کے بعد آپ تو نبیوں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے، اور ہم اگر جنت میں داخل بھی ہو گئے، تو آپ سے نیچے (درجہ میں) ہوں گے، اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہیں فرمایا، یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے (سورہ نساء کی) یہ آیات نازل فرمائیں:

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ سے عَلِیْمًا تک، جس کا ترجمہ یہ ہے:

''اور جو بھی اللہ کی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا، جن پر اللہ نے انعام کیا، جیسے نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ، یہ بہترین رفیق ہیں، یہ فضل (اور عنایت) ہے، اللہ کی طرف سے، اور کافی ہے اللہ، خوب جاننے والا''

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لئے خوشخبری ہو (بیہقی)

اس طرح کی روایات اور سندوں سے بھی مروی ہیں۔ [1]

---

[1] حدثنا معاویة بن عمرو، قال: حدثنا زائدة بن قدامة، عن منصور، عن مسلم، قال: قال أصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم – أو من شاء الله منهم –: یا رسول الله ما نولنا أن نفارقک فی الدنیا فإنک لو مت رفعت فوقنا فلم نرک، فأنزل الله: (ومن یطع الله والرسول فأولئک مع الذین أنعم الله علیهم من النبیین والصدیقین

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور مذکورہ روایات مجموعی طور پر سند کے اعتبار سے معتبر معلوم ہوتی ہیں۔ ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والشهداء والصالحين وحسن أولئك رفيقا)(مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحديث ٣٢٤٣٤)

عن عائشة، قالت: جاء رجل إلى النبی صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله، والله إنک لأحب إلى من نفسی، وإنک لأحب إلى من أهلی، وأحب إلى من ولدی، وإنی لأكون فی البيت، فأذكرک فما أصبر حتى آتيک، فأنظر إليک، وإذا ذكرت موتی وموتک عرفت أنک إذا دخلت الجنة رفعت مع النبيين، وإنی إذا دخلت الجنة خشيت أن لا أراک .فلم يرد عليه النبی صلى الله عليه وسلم حتى نزل جبريل بهذه الآية:(ومن يطع الله والرسول فأولئک مع الذين أنعم الله عليهم من النبيين والصديقين)الآية(المعجم الأوسط للطبرانی، رقم الحديث ٤٧٧)

قال الهيثمی:رواه الطبرانی فی الصغير والأوسط، ورجاله رجال الصحيح غير عبد الله بن عمران العابدی، وهو ثقة(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٠٩٣٧)

عن عطاء بن السائب، عن الشعبی، عن ابن عباس أن رجلا أتى النبی صلى الله عليه وسلم، فقال: يا رسول الله , إنی لأحبک حتى إنی لأذكرک، فلولا أنی أجیء فأنظر إليک ظننت أن نفسی تخرج، فأذكر أنی إن دخلت الجنة صرت دونک فی المنزلة فشق ذلک علی، وأحب أن أكون معک فی الدرجة، "فلم يرد رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا، فأنزل الله عز وجل: (ومن يطع الله والرسول فأولئک مع الذين أنعم الله عليهم)الآية، فدعاه رسول الله صلى الله عليه وسلم، فتلاها عليه (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ١٢٥٥٩)

قال الهيثمی:رواه الطبرانی، وفيه عطاء بن السائب، وقد اختلط(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٠٩٣٦، قوله تعالى:ومن يطع الله والرسول)

؎ قال ابن كثير:

ذكر سبب نزول هذه الآية الكريمة:

قال ابن جرير: حدثنا ابن حميد، حدثنا يعقوب القمی عن جعفر بن أبی المغيرة، عن سعيد بن جبير، قال: جاء رجل من الأنصار إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو محزون، فقال له النبی صلى الله عليه وسلم: يا فلان ما لی أراک محزونا؟ فقال: يا نبی الله شیء فكرت فيه، فقال: ما هو؟قال: نحن نغدو عليک ونروح ننظر إلى وجهک ونجالسک وغدا ترفع مع النبيين فلا نصل إليک، فلم يرد النبی صلى الله عليه وسلم شيئا، فأتاه جبريل بهذه الآية ومن يطع الله والرسول فأولئک مع الذين أنعم الله عليهم من النبيين الآية، فبعث النبی صلى الله عليه وسلم فبشره.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وقد روى هذا الأثر مرسلا عن مسروق، وعن عكرمة، وعامر الشعبي وقتادة، وعن الربيع بن أنس وهو من أحسنها سندا(تفسير ابنِ كثير، ج۲ص ۳۱۰، ۳۱۱، سورة النساء)

وقال الالباني:

ومن يطع الله والرسول فأولئک مع الذين أنعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن أولئک رفيقا) ." *

أخرجه الطبراني في "المعجم الأوسط (2 - 1 / 29 / 1) "، و "الصغير "(ص 12– هندية) : حدثنا أحمد بن عمرو الخلال المكي أبو عبد الله: حدثنا عبد الله بن عمران العابدي: حدثنا فضيل بن عياض عن منصور عن إبراهيم عن الأسود عن عائشة قالت: جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! إنک لأحب إلي من نفسي، وإنک لأحب إلي من أهلي، وأحب إلي من ولدي، وإني لأكون في البيت فأذكرک فما أصبر حتى آتيک، فأنظر إليک، وإذا ذكرت موتي وموتک عرفت أنک إذا دخلت الجنة رفعت مع النبيين، وإني إذا دخلت الجنة خشيت أن لا أراک؟ فلم يرد عليه النبي صلى الله عليه وسلم شيئا حتى نزل جبريل عليه السلام بهذه الآية. فذكرها .وقال: " لم يروه عن منصور عن إبراهيم عن الأسود عن عائشة إلا فضيل، تفرد به عبد الله ابن عمران ." قلت: وهو صدوق كما قال أبو حاتم،وذكره ابن حبان في "الثقات (363 / 8) "وقال: " يخطىء ويخالف ."قلت:فهو حسن الحديث إن شاء الله تعالى، وإلى هذا يشير الحافظ المقدسي بقوله عقبه في "صفة الجنة - "وقد رواه من طريق الطبراني –: " لا أرى بإسناده بأسا ."كما في "تفسير ابن كثير / 1) " . (523وفيه أنه رواه ابن مردويه من طريق أخرى عن عبد الله بن عمران به .وقال الهيثمي في "المجمع " : (7 / 7) "رواه الطبراني في "الصغير "و "الأوسط "، ورجاله رجال (الصحيح) غير عبد الله بن عمران العابدي، وهو ثقة ."قلت: ويقويه أن له شواهد مرسلة في "تفسير ابن جرير (104 / 5) "عن جماعة منهم قتادة، وإسناده صحيح .وآخر من رواية عطاء بن السائب عن الشعبي عن ابن عباس أن رجلا أتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: فذكره .أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير "(12/ 86 (12559 /من طريق ثابت بن عباس أبي بكر الأحدب: حدثنا خالد بن عبد الله عن عطاء بن السائب ..وعطاء كان اختلط، وبه أعله الهيثمي .لكن ثابت بن عباس هذا لم أجدله ترجمة فيما عندي من المصادر، ولا ذكره أصحاب "الكنى "(سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۹۳۳)

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَّفْسِكَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ فَإِنَّهُ الْآنَ وَاللّٰهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْآنَ يَا عُمَرُ (بخاری، رقم الحديث ٦٦٣٢، كتاب الايمان والنذور، باب : كيف كانت يمين النبى صلى الله عليه وسلم، دار طوق النجاة، بيروت)

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اور اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک مجھ کو آپ کے ساتھ سب چیزوں سے زیادہ محبت ہے، سوائے اپنی جان کے (یعنی اپنی جان کے برابر آپ کی محبت معلوم نہیں ہوتی) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے، اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم اس وقت تک مومن نہ ہوگے، جب تک میرے ساتھ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت نہ رکھو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اب تو (آپ کا ارشاد سننے کے بعد) آپ کے ساتھ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت معلوم ہوتی ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب ٹھیک ہے، اے عمر (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ سے اپنی جان سے بھی زیادہ محبت ہوگئی، یا پہلے سے جو اتنی محبت تھی، غور کرتے ہی اس کا استحضار اور احساس ہوگیا۔

کبشہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

حضرت کبشہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا قِرْبَةٌ مُعَلَّقَةٌ فَشَرِبَ مِنْهَا وَهُوَ قَائِمٌ فَقَطَعَتْ فَمَ الْقِرْبَةِ تَبْتَغِيْ بَرَكَةَ مَوْضِعِ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ابنِ ماجه، رقم الحديث ٣٤٢٣، كتاب الاشربة، باب الشرب قائمام، دار إحياء الكتب العربية، المعجم الكبير للطبرانى رقم الحديث ٢٠٥٣١) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے، وہاں ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا، جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ لگا کر کھڑے کھڑے پانی پیا، تو حضرت کبشہ انصاریہ رضی اللہ عنہا نے اس مشکیزے کا منہ کاٹ لیا (اور یہ حصہ تبرک کے طور پر محفوظ رکھ لیا) تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منہ مبارک لگی ہوئی جگہ سے برکت حاصل کریں (ابنِ ماجہ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کے بارے میں بھی اسی طرح کا قصہ منقول ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح .
وأخرجه الترمذى (2001) من طريق سفيان بن عيينة، بهذا الإسناد.
وهو فى "مسند أحمد "(27448)، و"صحح ابن حبان(5318)(حاشية سنن ابن ماجه)

[2] عن أنس بن مالك، "أن النبى صلى الله عليه وسلم، دخل على أم سليم وفى البيت قربة معلقة، فشرب من فيها وهو قائم "قال: فقطعت أم سليم فم القربة فهو عندنا (مسند أحمد، رقم الحديث ١٢١٨٨)

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده ضعيف لجهالة ابن بنت أنس -واسمه البراء بن زيد -فإنه لم يرو عنه غير عبد الكريم الجزرى، والصحيح أن هذه القصة وقعت لكبشة بنت ثابت الأنصارية كما سيأتى فى مسندها ٦/٤٣٤ بإسناد صحيح(حاشية مسند احمد)

وقال الهيثمى:

رواه أحمد والطبرانى وفيه البراء بن زيد ولم يضعفه أحد ، وبقية رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائدج٥ص ٧٩،باب الشرب قائما، مكتبة القدسى، قاهرة)

ہجرت کے وقت کا ایک واقعہ

بعض روایات میں یہ قصہ مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی نوجوانی کی عمر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اپنی زندگی کو قربانی کے لئے ایسے وقت میں پیش کر دیا تھا، جب مشرکینِ مکہ نے آپ کے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا اور قتل کرنے کی سازش بنا رکھی تھی۔

ایسی حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے لئے روانہ ہو گئے اور آپ کے بستر پر اس خطرے کی حالت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، نہایت سکون واطمینان کے ساتھ رات بھر لیٹے رہے، صبح ہوتے ہی جب مشرکینِ قریش اپنے ناپاک ارادہ کی تکمیل کے لئے اندر آئے، تو یہاں یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے آپ کا ایک جان نثار، اپنے آقا پر قربان ہونے کے لئے سر بکف سو رہا ہے۔ [1]

---

[1] عن ابن إسحاق قال :وأقام رسول الله صلى الله عليه وسلم ينتظر أمر الله حتى إذا اجتمعت قريش فمكرت به وأرادوا به ما أرادوا أتاه جبريل عليه السلام ، فأمره أن لا يبيت فى مكانه الذى كان يبيت فيه ، دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم على بن أبى طالب ، فأمره أن يبيت على فراشه ، ويتسجى ببرد له أخضر ، ففعل ، ثم خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم على القوم وهم على بابه وخرج معه بحفنة من تراب فجعل يذرها على رء وسهم ، وأخذ الله عز وجل بأبصارهم عن نبيه وهو يقرأ :يس والقرآن الحكيم إلى قوله :فأغشيناهم فهم لا يبصرون وروى عن عكرمة ما يؤكد هذا(دلائل النبوة للبيهقي، ج٢ص ٤٦٩، ٤٧٠، باب مكر المشركين برسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وعصمة الله رسوله وإخباره إياه بذلك،الخ)

حدثنا عبد الرزاق، حدثنا معمر، قال: وأخبرني عثمان الجزري، أن مقسما، مولى ابن عباس أخبره عن ابن عباس: في قوله (وإذ يمكر بك الذين كفروا ليثبتوك)قال: " تشاورت قريش ليلة بمكة، فقال بعضهم: إذا أصبح، فأثبتوه بالوثاق، يريدون النبي صلى الله عليه وسلم، وقال بعضهم: بل اقتلوه، وقال بعضهم: بل أخرجوه، فأطلع الله عز وجل نبيه على ذلك، فبات على على فراش النبي صلى الله عليه وسلم تلك الليلة، وخرج النبي صلى الله عليه وسلم حتى لحق بالغار، وبات المشركون يحرسون

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہ روایت مسند احمد وغیرہ میں مروی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

علیا، یحسبونه النبی صلی الله علیه وسلم، فلما أصبحوا ثاروا إلیه، فلما رأوا علیا، رد الله مکرهم، فقالوا: أین صاحبک هذا؟ قال: لا أدری، فاقتصوا أثره، فلما بلغوا الجبل خلط علیهم، فصعدوا فی الجبل، فمروا بالغار، فرأوا علی بابه نسج العنکبوت، فقالوا: لو دخل هاهنا، لم یکن نسج العنکبوت علی بابه، فمکث فیه ثلاث لیال (مسند احمد، رقم الحدیث ۳۲۵۱، المعجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث ۱۱۹۸۷، شرح مشکل الآثار للطحاوی، رقم الحدیث ۵۸۰۶)

قال شعیب الارنؤوط: إسناده ضعیف (حاشیة مسند احمد)

وأخبرنا أبو الحسین بن الفضل القطان، قال: أخبرنا أبو بکر محمد بن عبد الله بن عتاب العبدی، قال: حدثنا القاسم بن عبد الله بن المغیرة، قال:

أخبرنا إسماعیل بن أبی أویس، قال: حدثنا إسماعیل بن إبراهیم بن عقبة عن عمه موسی بن عقبة.

(ح) ، وأخبرنا أبو عبد الله الحافظ قال :أخبرنی إسماعیل بن محمد بن الفضل الشعرانی قال :حدثنا جدی قال :حدثنا إبراهیم بن المنذر قال :حدثنا محمد بن فلیح، عن موسی بن عقبة ، عن ابن شهاب الزهری وهذا لفظ حدیث إسماعیل قال : ومکث رسول الله صلی الله علیه وسلم بعد الحج بقیة ذی الحجة ، والمحرم ، وصفر ، ثم إن مشرکی قریش اجتمعوا أن یقتلوه أو یخرجوه حین ظنوا أنه خارج ، وعلموا أن الله عز وجل قد جعل له مأوی ومنعة ولأصحابه ، وبلغهم إسلام من أسلم ، ورأوا من یخرج إلیهم من المهاجرین ، فأجمعوا أن یقتلوا رسول الله صلی الله علیه وسلم أو یثبتوه ، فقال الله عز وجل : وإذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک أو یقتلوک أو یخرجوک ویمکرون ویمکر الله والله خیر الماکرین،وبلغه صلی الله علیه وسلم فی ذلک الیوم الذی أتی فیه أبا بکر أنهم مبیتوه إذا أمسی علی فراشه ، فخرج رسول الله صلی الله علیه وسلم وأبو بکر فی جوف اللیل قبل الغار غار ثور ، وهو الغار الذی ذکر الله عز وجل فی الکتاب ، وعمد علی بن أبی طالب فرقد علی فراش رسول الله صلی الله علیه وسلم یواری عنه ، وباتت قریش یختلفون ویأتمرون أیهم یجثم علی صاحب الفراش فیوثقه ، فکان ذلک أمرهم حتی أصبحوا ، فإذا هم بعلی بن أبی طالب رضی الله عنه ، فسألوه عن النبی صلی الله علیه وسلم فأخبرهم أنه لا علم له به ، فعلموا عند ذلک أنه قد خرج فارا منهم ، فرکبوا فی کل وجه یطلبونه (دلائل النبوة للبیهقی، ج۲ص ۴۶۶، باب مکر المشرکین برسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وعصمة الله رسوله وإخباره إیاه بذلک،الخ)

مگر اس واقعہ سے متعلق روایت، سند کے اعتبار سے کچھ کمزور معلوم ہوتی ہے۔ [1]

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

احادیث میں یہ قصہ آتا ہے کہ غزوۂ احد کے موقع پر جبکہ دشمنوں کی طرف سے تیروں کی

---

[1] قال أبو حذيفة، نبيل بن منصور بن يعقوب بن سلطان البصارة الكويتي:
أخرجه أحمد (348 /1) عن عبد الرزاق ثنا مَعْمَر أنى عثمان الجزرى أنّ مِقْسَما مولى ابن عباس أخبره عن ابن عباس فى قوله (وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ) (الأنفال30 :) قال :فذكره.
قال ابن كثير :وهذا إسناد حسن وهو من أجود ما روى فى قصة نسج العنكبوت على فم الغار (3) " البداية والنهاية 181 /3
قلت :ولم ينفرد أحمد به بل تابعه:
- 1إسحاق بن راهوية.
أخرجه الطبرى فى "تفسيره(228 /9) "
- 2على بن المدينى.
أخرجه الطبرانى فى "الكبير(12155) "
- 3محفوظ بن الفضل بن أبى توبة.
أخرجه الخطيب فى "التاريخ(192 - 191 /13) "
- 4محمد بن يحيى بن أبى عمر فى "مسنده "(إتحاف الخيرة 7686)
واختلف فيه على عبد الرزاق، فرواه إسحاق بن إبراهيم الدَّبَرى عن عبد الرزاق (المصنف 389 /5) فلم يذكر ابن عباس.
وتابعه سلمة بن شبيب النيسابورى عن عبد الرزاق (التفسير 258 /2) به.
وإسناده ضعيف، عثمان الجزرى ترجمه البخارى فى "الكبير "(258 /2 /3) ولم يذكر فيه جرحا ولا تعديلا.
وقال ابن أبى حاتم :عثمان الجزرى ويقال له :عثمان المشاهد روى عن مقسم، وروى عنه معمر والنعمان بن راشد، سئل عنه أحمد فقال :روى أحاديث مناكير، زعموا أنّه ذهب كتابه، وسألت أبى عنه فقال :لا أعلم روى عنه غير معمر والنعمان "الجرح والتعديل 174 /1 /3
ولم يذكره الحسينى فى " :الإكمال"، ولا الحافظ فى "التعجيل "مع أنّه من شرطهما .
واختلف فى هذا الحديث على معمر، فرواه محمد بن ثور الصنعانى عن معمر فلم يذكر عثمان الجزرى ولا ابن عباس .أخرجه الطبرى (228 /9) عن محمد بن عبد الأعلى الصنعانى ثنا محمد بن ثور به(أنِيسُ السَّارى فى تخريج وَتحقيق الأحاديث التى ذكرها الحَافظ ابن حَجر العسقلانى فى فَتح البَارى، ج۴،ص ۹۵۲۶،حرف التاء ، تحت رقم الحديث ۱۸۲۸)

بوچھاڑ ہورہی تھی، اس وقت حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ڈھال بنے ہوئے تھے، اور اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کررہے تھے۔ [1]

اُحد کی لڑائی میں مسلمانوں کو جب شکست ہورہی تھی، تو کسی نے یہ خبر اڑادی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوگئے اس وحشت ناک خبر سے جواثر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر ہونا چاہئے تھا، وہ ظاہر ہے۔

اس طرح کے اثرات کا بعض روایات میں ذکر آیا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کو جب غزوۂ احد کے موقع پر یہ خبر پہنچی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

[1] عن أنس رضى الله عنه، قال: لما كان يوم أحد انهزم الناس عن النبى صلى الله عليه وسلم، وأبو طلحة بين يدى النبى صلى الله عليه وسلم مجوب عليه بحجفة له، وكان أبو طلحة رجلا راميا شديد النزع، كسر يومئذ قوسين أو ثلاثا، وكان الرجل يمر معه بجعبة من النبل، فيقول: انثرها لأبى طلحة قال: ويشرف النبى صلى الله عليه وسلم ينظر إلى القوم، فيقول أبو طلحة: بأبى أنت وأمى، لا تشرف، يصيبك سهم من سهام القوم، نحرى دون نحرك، ولقد رأيت عائشة بنت أبى بكر وأم سليم، وإنهما لمشمرتان، أرى خدم سوقهما تنقزان القرب على متونهما تفرغانه فى أفواه القوم، ثم ترجعان فتملآنها، ثم تجيئان فتفرغانه فى أفواه القوم، ولقد وقع السيف من يدى أبى طلحة إما مرتين وإما ثلاثا(بخارى، رقم الحديث ۳۸۱۱)

عن أنس، "أن أبا طلحة كان يرمى بين يدى النبى صلى الله عليه وسلم يوم أحد، والنبى صلى الله عليه وسلم خلفه يتترس به، وكان راميا، وكان إذا رمى رفع رسول الله صلى الله عليه وسلم شخصه ينظر أين يقع سهمه، ويرفع أبو طلحة صدره، ويقول: هكذا بأبى أنت وأمى يا رسول الله، لا يصيبك سهم، نحرى دون نحرك، وكان أبو طلحة يشور نفسه بين يدى رسول الله صلى الله عليه وسلم، ويقول: إنى جلد يا رسول الله، فوجهنى فى حوائجك، ومرنى بما شئت " (مسند أحمد ،رقم الحديث ۱۴۰۵۸)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

شہید ہو گئے، تو حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ:

مَا تَصۡنَعُوۡنَ بِالۡحَيَاةِ بَعۡدَهٗ فَقُومُوۡا فَمُوۡتُوۡا عَلٰى مَا مَاتَ عَلَيۡهِ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ اسۡتَقۡبَلَ الۡقَوۡمَ فَقَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ (دلائل النبوة للبيهقي، ج٣ص ٢٤٥، باب تحريض النبى صلى الله عليه وسلم أصحابه على القتال يوم أحد وثبوت من عصمه الله -عز وجل-، دارالكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تم زندہ رہ کر کیا کرو گے، تم بھی کھڑے ہو، اور اس حکم (یعنی اعلاء کلمۃ الحق) پر شہید ہو جاؤ، جس پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے، چنانچہ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کفار کے مقابلہ میں پہنچ گئے، اور قتال کرتے کرتے شہید ہو گئے (بیہقی)

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ انہوں نے اپنے شہید ہونے سے پہلے جنت کی خوشبو محسوس کر لی تھی۔ [1]

ایک انصاری صحابیہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

اُحد کی لڑائی میں مسلمانوں کو تکلیف بھی بہت پہنچی تھی اور شہید بھی بہت ہو گئے تھے، مدینہ طیبہ میں یہ وحشت ناک خبر پہنچی، ایک انصاری عورت کے شوہر اور بھائی بھی اس میں شہید ہو گئے تھے، جب ان خاتون کو اپنے گھر والوں کی خبر پہنچی، تو انہوں نے گھبرا کر کہا کہ:

مَا فُعِلَ رَسُوۡلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ؟ قَالُوۡا: خَيۡرًا يَا أُمَّ فُلَانٍ،

---

[1] ومر أنس بن النضر بقوم من المسلمين قد ألقوا بأيديهم، فقال ما تنتظرون؟ فقالوا: قتل رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: ما تصنعون في الحياة بعده؟ قوموا فموتوا على ما مات عليه، ثم استقبل الناس، ولقى سعد بن معاذ فقال: يا سعد إني لأجد ريح الجنة من دون أحد، فقاتل حتى قتل، ووجد به سبعون ضربة، وجرح يومئذ عبد الرحمن بن عوف نحوا من عشرين جراحة (زاد المعاد فى هدى خير العباد لابن القيم، ج٣ص١٧٧، ١٧٨، فصل فى سياق مغازيه وبعوثه على وجه الاختصار، فصل فى غزوة أحد، أحداث غزوة أحد)

فَقَالَتْ: أَرُونِيهِ حَتّٰى أَنْظُرَ إِلَيْهِ، فَأَشَارُوا لَهَا إِلَيْهِ حَتّٰى إِذَا رَأَتْهُ قَالَتْ: كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ (دلائل النبوۃ للبیھقی، ج۳ص ۳۰۲، باب ما جری بعد انقضاء الحرب وذهاب المشركين فى أمر القتلى والجرحى الخ ، دارالكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ خیریت سے ہیں، پھران خاتون نے کہا کہ مجھے دکھلاؤ، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا چاہتی ہوں، لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا کہ وہ ہیں، جب ان خاتون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا (اور آپ کی خیریت کا یقین ہوگیا، تو) انہوں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (سلامت رہنے کے) بعد ہر مصیبت ہلکی ہے (بیہقی)

غزوۂ احد کے موقع پر اس طرح کے اور بھی واقعات پیش آئے کہ بہت سی صحابیات اپنے بیٹوں، والدوں، شوہروں اور بھائیوں کے شہید ہونے کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے زیادہ فکرمند تھیں۔ [۱]

علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَقَدْ سُئِلَ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: كَيْفَ كَانَ حُبُّكُمْ

---

[۱] عن أنس بن مالك قال لما كان يوم أحد حاص أهل المدينة حيصة قالوا قتل محمد حتى كثرت الصوارخ فى ناحية المدينة فخرجت امرأة من الأنصار متحزمة فاستقبلت بابنها وأبيها وزوجها وأخيها لا أدرى أيهم استقبلت به أول فلما مرت على آخرهم قالت من هذا قالوا أبوك أخوك زوجك ابنك تقول ما فعل رسول الله صلى الله عليه و سلم يقولون أمامك حتى دفعت إلى رسول الله صلى الله عليه و سلم فأخذت بناحية ثوبه ثم قالت بأبى أنت وأمي يا رسول الله لا أبالى إذ سلمت من عطب (المعجم الأوسط للطبرانى ،رقم الحديث ۷۴۹۹)

قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الاوسط عن شيخه محمد بن شعيب ولم أعرفه ، وبقية رجاله ثقات(مجمع الزوائد، ج٦ص ۱۱۵، تحت رقم الحديث۱۰۰۸۷)

لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؟قَالَ کَانَ وَاللّٰہِ أَحَبَّ إِلَیْنَا مِنْ أَمْوَالِنَا وَأَوْلَادِنَا وَآبَائِنَا وَأُمَّھَاتِنَا وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ عَلَی الظَّمَأِ (الشفا بتعریف حقوق المصطفی، ج۲ ص ۲۲ ،القسم الثانی فیما یجب علی الأنام من حقوقه صلی الله علیه وسلم،الباب الثانی: فی لزوم محبته صلی الله علیه وسلم،فصل فیما روی عن السلف والأئمة من محبتهم للنبی صلی الله علیه وسلم وشوقهم له)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا گیا کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبت تھی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ہم لوگوں کے نزدیک اپنے مالوں سے اور اپنی اولادوں سے اور اپنی ماؤں سے اور سخت پیاس کی حالت میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب تھے (الشفا)

مذکورہ واقعہ کی سند ہمیں تلاش کرنے کے باوجود دستیاب نہیں ہوئی۔

اس قسم کے واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس درجہ کی محبت تھی؟

اس فصل کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد درجہ محبت تھی، اور آپ کی خاطر وہ ہر کچھ کرنے کے لیے تیار تھے، جس کا اندازہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات سے لگایا جاسکتا ہے۔

اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت سیکھنے اور اپنے اندر پیدا کرنے کے لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نقشِ قدم پر چلنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

(فصل نمبر 2)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا معیار اور پہچان

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کی کچھ علامات ہیں۔

مثلاً یہ کہ جو شخص کسی چیز کو محبوب رکھتا ہے، اس کو ماسویٰ پر ترجیح دیتا ہے۔ یہی معنیٰ محبت کے ہیں، ورنہ محبت نہیں، صرف محبت کا دعویٰ ہے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کی علامات میں سب سے مہتم بالشان یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو اختیار کرے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کی پیروی کرے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی بجا آوری کرے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں سے روک دیا ہے، ان سے پرہیز کرے، خوشی میں، رنج میں، تنگی میں، وسعت میں، ہر حال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلے۔ [1]

---

[1] ثم قال لی (یا بنی وذلک من سنتی، ومن أحیا سنتی فقد أحبنی ومن أحبنی کان معی فی الجنة) فمن اتصف بهذه الصفة فهو کامل المحبة لله ورسوله ومن خالفها فی بعض هذه الأمور فهو ناقص المحبة ولا یخرج عن اسمها(الشفا بتعریف حقوق المصطفی، لقاضی عیاض، ج ۲ ص ۲۵ ،القسم الثانی فیما یجب علی الأنام من حقوقه صلی الله علیه وسلم،الباب الثانی: فی لزوم محبته صلی الله علیه وسلم،فصل فی علامة محبته صلی الله علیه وسلم)

والصحیحة لرسوله التصدیق بنبوته وبذل الطاعة له فیما أمر به ونهی عنه قاله أبو سلیمان، وقال أبو بکر :وموازرته ونصرته وحمایته حیا ومیتا، وإحیاء سنته بالطلب والذب عنها ونشرها، والتخلق بأخلاقه الکریمة وآدابه الجملیة، وقال أبو إبراهیم إسحاق التجیبی :نصیحة رسول الله صلی الله علیه وسلم التصدیق بما جاء به والاعتصام بسنته ونشرها والحض علیها والدعوة إلی الله وإلی کتابه وإلی رسوله وإلیها إلی العمل بها، وقال أحمد بن محمد من مفروضات القلوب اعتقاد النصیحة لرسول الله صلی الله علیه وسلم، وقال أبو بکر الآجری وغیره النصح له یقتضی نصحین نصحا فی حیاته ونصحا بعد مماته ففی حیاته نصح أصحابه له بالنصر والمحاماة عنه ومعاداة من عاداه والسمع والطاعة له وبذل النفوس وأموال دونه کما قال الله تعالی (رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه) الآیة، وقال (وینصرون الله ورسوله) الآیة، وأما نصیحة المسلمین له بعد وفاته فالتزام

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

قرآن کی رُو سے اتباعِ رسول، اللہ کی محبت کی دلیل

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ج فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ ○ (سورة آلِ عمران ، رقم الآيات ۳۱، ۳۲)

ترجمہ: کہہ دیجیے آپ (اے محمد لوگوں سے) کہ اگر ہو تم محبت رکھنے والے اللہ سے، تو اتباع کرو تم میری، محبت فرمائے گا تم سے اللہ، اور مغفرت فرمائے گا تمہارے لیے تمہارے گناہوں کی، اور اللہ غفور الرحیم ہے۔

کہہ دیجیے آپ کہ اطاعت کرو تم اللہ کی اور رسول کی، پھر اگر پیٹھ پھیرو گے تم، تو بے شک اللہ نہیں محبت کرتا، کافروں سے (سورہ آلِ عمران)

ان دو آیات میں سے پہلی آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا حکم دیا گیا اور دوسری آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔

معلوم ہوا کہ اصل محبت کی علامت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور آپ کی سنت کی اتباع ہے، جو حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن ان کے افعال واعمال، سنتوں کے خلاف ہوں، ان کی محبت کا دعویٰ سچا نہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا معیار بتلا دیا گیا کہ اگر کسی کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

التوقير والإجلال وشدة المحبة له والمثابرة على تعلم سنته والنفقة فى شريعته ومحبة آل بيته وأصحابه ومجانبة من رغب عن سنته وانحرف عنها وبغضه والتحذير منه والشفقة على أمته والبحث عن تعرف أخلاقه وسيره وآدابه والصبر على ذلك :فعلى ما ذكره تكون النصيحة إحدى ثمرات المحبة وعلامة من علاماتها كما قدمناه (الشفا بتعريف حقوق المصطفى، لقاضى عياض، ج۲ ص۳۳،القسم الثانى فيما يجب على الأنام من حقوقه صلى الله عليه وسلم،الباب الثانى: فى لزوم محبته صلى الله عليه وسلم،فصل فى وجوب مناصفته صلى الله عليه وسلم)

دعویٰ ہو، تو ضروری ہے کہ اس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھ لے، سب کھرا کھوٹا معلوم ہو جائے گا، جو شخص جس قدر حبیبُ اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر چلتا ہے اور آپ کی لائی ہوئی روشنی کو مشعلِ راہ بناتا ہے، اسی قدر سمجھنا چاہئے کہ وہ اللہ کی محبت کے دعوے میں سچا اور کھرا ہے اور جتنا اس دعوے میں سچا ہوگا، اتنا ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں مضبوط ہوگا، جس کا پھل یہ ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرمانے لگے گا، اور اللہ کی محبت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی برکت سے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے اور آئندہ اللہ کی طرف سے طرح طرح کی ظاہری و باطنی نعمتیں حاصل ہوں گی۔

یہود و نصاریٰ کہتے تھے ''نَحْنُ اَبْنَآءُ اللّٰہِ وَاَحِبَّآءُ ہٗ'' (ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں) یہاں بتلا دیا گیا کہ کافر کبھی اللہ کا محبوب نہیں ہو سکتا، اگر واقعی محبوب بننا چاہتے ہو، تو اس کے احکام کی تعمیل کرو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کہا مانو اور اللہ کے سب سے عظیم نبی کے نقشِ قدم پر چلے آؤ۔

محبت کا معیار، محبوب کی اطاعت

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ محبت کا بڑا معیار، محبوب کی اطاعت ہے، اسی کو عربی شاعر نے اپنے انداز میں اس طرح بیان کیا ہے کہ:

تَعْصِی الرَّسُوْلَ وَاَنْتَ تُظْھِرُ حُبَّہٗ ہٰذَا لَعُمْرِیْ فِی الْفِعَالِ بَدِیْعٗ

لَوْکَانَ حُبُّکَ صَادِقًا لَاَطَعْتَہٗ لِاَنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٗ

ترجمہ: ''تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے اور ان کی محبت کو ظاہر کرتا ہے۔ میری عمر کی قسم! یہ بات عجیب چیزوں میں سے ہے، اگر تیری محبت سچی ہوتی تو ضرور تُو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا۔ اس لئے کہ محبّ (یعنی محبت کرنے والا) محبوب کا فرمانبردار ہوا کرتا ہے''۔

ایک فارسی زبان کے شاعر کا واقعہ ہے کہ وہ آزاد منش تھا (جیسا کہ آج کل بہت سے شاعر آزاد منش ہوتے ہیں) لیکن اس شاعر کا دل نرم تھا اور اس کے کلام میں سوز و گداز تھا۔

ایک شخص اس شاعر کا فارسی کلام اور اشعار دیکھ کر بہت متاثر ہوا، اور ان کو اللہ والا اور صوفی سمجھ کر دور دراز سے ملاقات کے لئے روانہ ہوا، شاعر کے پاس پہنچا، تو دیکھا کہ ایک نائی (یعنی ہیئر ڈریسر) اس شاعر کی اُسترے سے ڈاڑھی صاف کررہا ہے۔

اس آنے والے شخص نے جھلّا کر تعجب سے کہا کہ:

''آغا ریش می تراشی''

کہ جناب عالی! آپ ڈاڑھی تر شوار ہے ہیں؟

اس شاعر نے جواب میں کہا کہ:

''بلے ریش می تراشم، مگر دلِ کسے نمی خراشم''

یعنی میں ڈاڑھی ہی تو ترشوار ہا ہوں، کسی کا دل تو نہیں دُکھا رہا۔

مطلب یہ تھا کہ میں کسی کا دل نہیں دکھا رہا، کیونکہ بڑا گناہ تو دل دکھانا ہے۔

اس آنے والے مسافر نے بے ساختہ جواب دیا کہ:

''ارے! دلِ رسول اللہ می خراشی''

یعنی تُو تَو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دُکھا رہا ہے۔

مطلب یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اپنے امتی کے بارے میں اس حکم کی خلاف ورزی کا علم ہوگا، تو آپ کو اس سے ایذا پہنچے گی۔

یہ سن کر شاعر کی آنکھیں کھل گئیں، کیونکہ وہ پہلے سے نرم دل تھا اور یہ بات اس کے دل کو لگ گئی۔

اور اس نے زبانِ حال سے فارسی کا یہ شعر پڑھا کہ:

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی مُرا با جانِ جاں ہمراز کردی

یعنی ''تم کو اللہ جزائے خیر دے، میں تو اندھا تھا، تم نے میری آنکھوں سے پردہ اُٹھا دیا، اور مجھے محبوب کا راز دار بنا دیا''۔

جناب فاضل احمد رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

دعویٰ محبت تو بہت آسان ہے، مگر اس کو ثابت کرنا، بڑا مشکل کام ہے، اس کا سب سے بڑا ثبوت اطاعتِ محبوب ہے۔ ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

مَنْ اَحْيَا سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیْ فِی الْجَنَّةِ (ترمذی) [1]

جس نے میری سنت کو زندہ کیا، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی، وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا (مجموعہ رسائل ص ۱۶و۱۷، حصہ اول، مرتب: مفتی سید شجاعت علی قادری)

اس فصل کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی پہچان اور معیار یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ سلم کی اطاعت واتباع کی جائے، اس کا نہ صرف یہ فائدہ حاصل ہوگا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے محبت ہو جائے گی، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ، اللہ بھی اس سے محبت فرمائے گا، اور اس کے نتیجہ میں دنیا وآخرت کی کامیابی وکامرانی حاصل ہوگی۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

---

[1] عن سعيد بن المسيب، قال: قال أنس بن مالک، قال لی رسول الله صلی الله عليه وسلم: يا بنی، إن قدرت أن تصبح وتمسی ليس فی قلبک غش لأحد فافعل ثم قال لی: يا بنی وذلک من سنتی، ومن أحيا سنتی فقد أحبنی، ومن أحبنی کان معی فی الجنة وفی الحديث قصة طويلة :"هذا حديث حسن غريب من هذا الوجه، ومحمد بن عبد الله الأنصاری ثقة، وأبوه ثقة، وعلی بن زيد صدوق إلا أنه ربما يرفع الشیء الذی يوقفه غيره، وسمعت محمد بن بشار، يقول: قال أبو الوليد: قال شعبة: حدثنا علی بن زيد وکان رفاعا ولا نعرف لسعيد بن المسيب عن أنس رواية إلا هذا الحديث بطوله وقد روی عباد بن ميسرة المنقری، هذا الحديث عن علی بن زيد، عن أنس، ولم يذکر فيه عن سعيد بن المسيب: وذاکرت به محمد بن إسماعيل فلم يعرفه، ولم يعرف لسعيد بن المسيب، عن أنس هذا الحديث ولا غيره، ومات أنس بن مالک سنة ثلاث وتسعين، ومات سعيد بن المسيب بعده بسنتين، مات سنة خمس وتسعين (سنن الترمذی، رقم الحديث ۲۶۷۸)

(باب نمبر 3)

عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حق آپ کی عظمت واحترام کو بجالانا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع تو امت پر فرض ہونا ہی چاہئے تھا، کیونکہ انبیاء کے بھیجنے کا مقصد ہی اس کے بغیر پورا نہیں ہوتا، لیکن حق تعالیٰ نے خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صرف اسی پر اکتفاء نہیں فرمایا، بلکہ امت پر آپ کی تعظیم وتوقیر اوراحترام وادب کو بھی لازم قرار دیا ہے اور قرآنِ کریم میں جابجا اس کے آداب سکھائے گئے ہیں۔

ذیل میں اس کی کچھ تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

رسول سے پیش قدمی کرنے کی ممانعت

قرآن مجید کی سورہ حجرات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ . اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (سورة الحجرات، رقم الآية ١)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے! نہ پیش قدمی کرو تم، اللہ کے سامنے اور اس کے رسول کے سامنے، اور ڈرو تم اللہ سے، بے شک اللہ سمیع ہے، علیم ہے (سورہ حجرات)

مذکورہ آیت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گفتگو اور مجالست کے آداب بیان کیے گئے ہیں کہ جس مجلس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوں اور کوئی معاملہ پیش آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی نہ بولے، اور جب آپ کلام کریں، تو سب خاموش ہو کر

سنیں، ہاں آپ ہی کسی کو جواب کے لئے حکم فرمادیں، تو الگ بات ہے، اسی طرح اگر آپ چل رہے ہیں، تو کوئی آپ سے آگے نہ بڑھے، کھانے کی مجلس ہے، تو آپ سے پہلے کھانا شروع نہ کرے، ہاں اگر آپ کے کہنے، یا اشارے سے ثابت ہو جائے کہ آپ خود ہی کسی کو آگے بھیجنا چاہتے ہیں، جیسے سفر اور جنگ کے موقع پر ایسا ہوتا تھا، تو علیحدہ بات ہے۔

نبی کی آواز سے اونچی آواز کرنے کی ممانعت

سورہ حجرات میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (سورة الحجرات ، رقم الآية ۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! بلند نہ کرو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے، اور نہ جہر کرو ان کے لیے بات کرتے ہوئے، جیسے تم میں سے بعض کا بعض کے لیے جہر کرنا، کہیں ضائع ہو جائیں، تمہارے اعمال، اور تم کو شعور بھی نہ ہو (سورہ حجرات)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، باوجودیکہ ہر وقت، ہر حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شریکِ کار رہتے تھے اور ایسی حالت میں احترام و تعظیم کے آداب ملحوظ رکھنا مشکل ہوتا ہے ،لیکن صحابۂ کرام خود بھی ادب و احترام کا لحاظ کرتے تھے، پھر اس آیت کے نازل ہونے سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اور زیادہ ادب و احترام کا اہتمام شروع کر دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ مذکورہ آیت نازل ہونے کے بعد یہ قصہ پیش آیا کہ:

قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا أُكَلِّمُكَ إِلَّا كَأَخِي السِّرَارِ حَتّٰى أَلْقَى اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ (شعب الایمان للبیهقی، رقم الحدیث ۱۴۳۱، باب فی تعظیم النبی صلی الله علیه وسلم وإجلاله وتوقیره صلی الله علیه وسلم، مکتبة الرشد للنشر

والتوزيع بالرياض، مستدرک حاکم ،رقم الحديث ٣٦٧٩،مصنف ابنِ ابی شيبة ، رقم الحديث ٣٥٥٧٦،بخاری، تحت رقم الحديث ٧٣٠٢) [1]

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ عرض کیا کہ اب میں مرتے دم تک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس طرح بولوں گا، جیسے کوئی کسی سے سرگوشی کرتا ہو (بیہقی)

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ:

فَمَا كَانَ عُمَرُ يُسْمِعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ هٰذِهِ الْاٰيَةِ حَتّٰى يَسْتَفْهِمَهٗ (بخاری،رقم الحديث ٤٨٤٥،كتاب تفسير القرآن، باب لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النبی الآية، دارطوق النجاة، بيروت)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر آہستہ بولنے لگے کہ بعض اوقات دوبارہ پوچھنا پڑتا تھا (بخاری)

بعض روایات میں ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ طبعی طور پر بہت بلند آواز تھے، یہ آیت سن کر وہ بہت ڈرے اور اپنے گھر میں سر جھکا کر بیٹھ گئے کہ کہیں ان کے اعمال ضائع نہ ہو جائیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تسلی اور جنت کی بشارت دینے پر آپ کو سکون ملا، اور باہر تشریف لائے، جس کے بعد انہوں نے اپنی آواز کو پست کرلیا۔ [2]

---

[1] قال الحاكم: حديث صحيح علىٰ شرط مسلم، ولم يخرجاه.
وقال الذهبی فی التلخيص: علىٰ شرط مسلم.

[2] عن أنس بن مالك رضی الله عنه، أن النبی صلى الله عليه وسلم، افتقد ثابت بن قيس، فقال رجل: يا رسول الله، أنا أعلم لک علمه، فأتاه فوجده جالسا فی بيته، منكسا رأسه، فقال: ما شأنک؟ فقال: شر، كان يرفع صوته فوق صوت النبی صلى الله عليه وسلم، فقد حبط عمله، وهو من أهل النار، فأتى الرجل فأخبره أنه قال كذا وكذا، فقال موسى بن أنس: فرجع المرة الآخرة ببشارة عظيمة، فقال: " اذهب إليه، فقل له: إنک لست من أهل النار، ولكن من أهل الجنة "(بخاری، رقم الحديث ٣٦١٣،كتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام)

وقوله: (يا أيها الذين آمنوا لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النبی)نزلت فی ثابت بن قيس بن شماس الأنصاری كان إذا جالس النبی صلى الله عليه وسلم يرفع صوته إذا تكلم، فلما نزلت هذه الآية انطلق مهموما حزينا، فمكث فی بيته أياما مخافة أن يكون

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عمر رضی اللہ عنہ کا مسجدِ نبوی میں بلند آواز سے منع فرمانا

حضرت سائب بن یزید کہتے ہیں کہ دو آدمی مسجدِ نبوی میں اونچی آواز سے بات کررہے تھے، جن کو بلا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ انہوں نے کہا کہ طائف کے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا، تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری، ج ۱ ص ۱۰۱، رقم الحدیث ۴۷۰، کتاب الصلاۃ، باب رفع الصوت فی المساجد، دارطوق النجاۃ، بیروت)

ترجمہ: اگر تم شہر (مدینہ) والوں میں سے ہوتے، تو میں تمہیں سزا دیتا، تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اپنی آوازوں کو بلند کرتے ہو (بخاری)

یہ لوگ طائف کے علاقے کے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لئے درگزر فرمادیا کہ وہاں کے لوگوں کو شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے قریب اور مسجدِ نبوی کی حرمت وعظمت اور آداب کا پوری طرح علم نہ ہو۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

قد حبط عمله، وكان سعد بن عبادة جاره، فانطلق حتى أتى النبى صلى الله عليه وسلم، فأخبره بذلك، فقال له النبى صلى الله عليه وسلم: " اذهب فأخبر ثابت بن قيس أنك لم تعن بهذه الآية، ولست من أهل النار بل أنت من أهل الجنة "فاخرج إلينا فتعاهدنا، ففرح ثابت بذلك، ثم أتى النبى صلى الله عليه وسلم، فلما أبصره النبى صلى الله عليه وسلم قال: " مرحبا برجل يزعم أنه من أهل النار، بل غيرك من أهل النار، وأنت من أهل الجنة "فكان بعد ذلك إذا جلس إلى النبى صلى الله عليه وسلم يخفض صوته حتى ما يكاد أن يسمع الذى يليه، فنزلت فيه: (إن الذين يغضون أصواتهم عند رسول الله أولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى، لهم مغفرة وأجر عظيم) فقتل يوم اليمامة (شعب الايمان للبيهقى، تحت رقم الحديث ۱۴۳۰، باب فى تعظيم النبى صلى الله عليه وسلم وإجلاله وتوقيره صلى الله عليه وسلم)

[1] انما فرق عمر بين أهل المدينة وغيرها فى هذا؛ لأن أهل المدينة لا يخفى عليهم حرمة مسجد

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے سامنے بھی زیادہ بلند آواز سے سلام وکلام کرنا ادب کے موافق نہیں، اسی طرح جس مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پڑھی یا بیان کی جارہی ہوں، اس میں بھی شوروشغب کرنا آداب کے خلاف ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام، جس وقت آپ کی زبان مبارک سے ادا ہورہا ہو، اس وقت سب کے لئے خاموش ہوکر اس کے سننے اور ادب کرنے کا حکم تھا، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصالِ مبارک کے بعد، جس مجلس میں آپ کا کلام سنایا جاتا ہو، وہاں شوروشغب کرنا بھی آداب کے خلاف ہے۔

رسول کو ایک دوسرے کی طرح بلانے کی ممانعت

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَیۡنَکُمۡ کَدُعَآءِ بَعۡضِکُمۡ بَعۡضًا (سورة النور ، رقم الآية ٦٣)

ترجمہ: نہ کروتم رسول کے بلانے کو آپس میں اس طرح، جیسا بلاتے ہوتم آپس میں ایک دوسرے کو (سورہ نور)

مطلب یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ادب، عاجزی وتواضع سے مخاطب کریں، اور آپ کی تعظیم وتوقیر ملحوظِ خاطر رکھیں۔

نبی کی تعظیم ونصرت کرنے والے کامیاب ہیں

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

رسول الله -صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ -وتعظيمه، بخلاف من لم يكن من أهلها؛ فإنه قد يخفى عليه مثل هـذا القـدر مـن احتـرام الـمسجد، فعفى عنه بجهله(فتح البارى لابنِ رجب ،ج٣ص٣٩٥، كتاب الصلاة، باب رفع الصوت فى المساجد،مكتب تحقيق دار الحرمين -القاهرة)

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ(سورة الاعراف، رقم الآية ۱۵۷)

ترجمہ: پس جولوگ ایمان لائے اس (نبی) پر اور تعظیم کی اس (نبی) کی، اور مدد کی اس (نبی) کی، اور اتباع کی اس نور (یعنی قرآن) کی، جو نازل کیا گیا ہے، اس (نبی) پر، یہ لوگ ہی ہیں فلاح پانے والے (سورہ اعراف)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کرنے کا حکم

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ(سورة الفتح، رقم الآيات ۸تا ۹)

ترجمہ: بلاشبہ ہم نے بھیجا آپ کو گواہی دینے والا، اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر، تاکہ ایمان لاؤ تم اللہ پر، اور اس کے رسول پر، اور تعظیم کرو اس کی، اور ادب کرو اس کا (سورہ فتح)

ان آیات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور ادب واحترام کا حکم معلوم ہوتا ہے۔

اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچانے کی وعید

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا(سورة الاحزاب، رقم الآية ۵۷)

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایذاء پہنچاتے ہیں، اللہ کو اور اس کے رسول کو، لعنت فرماتا ہے، اللہ ان پر، دنیا میں، اور آخرت میں، اور تیار کر رکھا ہے اس نے، ان کے لیے رسوا کن عذاب کو (سورہ احزاب)

یہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت واحترام سے متعلق چند آیات تھیں، جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت واحترام سے متعلق احادیث، بہت کثرت سے آئی ہیں۔

اوراسی وجہ سے اگرنعوذ باللہ تعالیٰ کوئی مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی وتوہین کردے، تو وہ دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہوجاتا ہے، اوراسلامی حکومت میں شرعی اصولوں کے مطابق گستاخی ثابت ہونے پراورتوبہ نہ کرنے کی صورت میں اس کی قانوناً سزاقتل ہے، جس کی تفصیل ہم نے اپنی دوسری مفصل ومدلل تالیف ''سابِّ رسول کی سزاوتوبہ'' میں بیان کردی ہے۔ [1]

[1] من سب رسول الله الله صلى الله عليه وسلم فانه مرتد وحكمه حكم المرتد ويفعل به ما يفعل بالمرتد(النتف فى الفتاوىٰ، ج۲ ص ۶۹۴، كتاب المرتد واهل البغى)

(قوله وقد صرح فى النتف إلخ) أقول :ورأيت فى كتاب الخراج لأبى يوسف ما نصه :وأيما رجل مسلم سب رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أو كذبه أو عابه أو تنقصه فقد كفر بالله تعالى وبانت منه امرأته، فإن تاب وإلا قتل، وكذلك المرأة إلا أن أبا حنيفة قال لا تقتل المرأة وتجبر على الإسلام اهـ وهكذا نقل الخير الرملى فى حاشية البحر أن المسطور فى كتب المذهب أنها ردة، وحكمها حكمها، ثم نقل عبارة النتف ومعين الحكام :والعجب منه أنه أفتى بخلافه فى الفتاوى الخيرية .رأيت بخط شيخ مشايخنا السائحانى فى هذا المحل والعجب كل العجب حيث سمع المصنف كلام شيخ الإسلام يعنى ابن عبد العال، ورأى هذه النقول كيف لا يشطب متنه عن ذلك. وقد أسمعنى بعض مشايخى رسالة حاصلها أنه لا يقتل بعد الإسلام وأن هذا هو المذهب اهـ وكذلك كتب شيخ مشايخنا الرحمتى هنا على نسخته أن مقتضى كلام الشفاء وابن أبى جمرة فى شرح مختصر البخارى فى حديث إن فريضة الحج أدركت أبى إلخ "أن مذهب أبى حنيفة والشافعى حكمه حكم المرتد، وقد علم أن المرتد تقبل توبته كما نقله هنا عن النتف وغيره، فإذا كان هذا فى ساب الرسول -صلى الله عليه وسلم -ففى ساب الشيخين أو أحدهما بالأولى، فقد تحرر أن المذهب كمذهب الشافعى قبول توبته كما هو رواية ضعيفة عن مالك وأن تحتم قتله مذهب مالك(ردالمحتار، ج۴ ص ۲۳۴، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب توبة اليأس مقبولة دون إيمان اليأس، دارالفكر، بيروت)

(قوله وهو الذى ينبغى التعويل عليه) قلت :الذى ينبغى التعويل عليه ما نص عليه أهل المذهب فإن اتباعنا له واجب ط (قوله رعاية لجانب حضرة المصطفى -صلى الله عليه وسلم -) أقول :رعاية جانبه فى اتباع ما ثبت عنه عند المجتهد(ردالمحتار، ج۴ ص ۲۳۶، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب توبة اليأس مقبولة دون إيمان اليأس، دارالفكر، بيروت)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس باب کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور آپ کا ادب واحترام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق میں داخل ہے، جس کی قرآن وسنت میں بڑی اہمیت وتاکید آئی ہے، اس لیے ہر مسلمان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اورادب واحترام کا بھی اہتمام کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔آمین

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نعم نفس المؤمن تميل إلى قول المخالف فى مسألة السب لكن اتباعنا للمذهب واجب وفى الحاوى القدسى ويؤدب الذمى ويعاقب على سبه دين الإسلام أو النبى أو القرآن اهـ(البحرالرائق ج۵ص ۱۲۵ ، كتاب السير،فصل فى الجزية، دارالكتاب الاسلامى، بيروت)

(فصل نمبر 1)

صحابۂ کرام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ براہِ راست، جن لوگوں کو واسطہ پیش آیا، وہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت تھی۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جس طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام کرتے تھے، اس کا اظہار سینکڑوں طرح سے ہوتا تھا۔

جس کی کچھ تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک ہاتھوں میں لینے کا واقعہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَقَدُ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَلَّاقُ يَحْلِقُهُ وَأَطَافَ بِهٖ أَصْحَابُهُ فَمَا يُرِيْدُوْنَ أَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ إِلَّا فِيْ يَدِ رَجُلٍ (مسلم، رقم الحديث ۲۳۲۵ "۷۵" كتاب الفضائل، باب قرب النبى عليه السلام من الناس وتبركهم به، دار إحياء التراث العربى -بيروت)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نائی آپ کے بال مونڈتا تھا، اور آپ کے صحابہ ارد گرد جمع رہتے تھے، ان صحابۂ کرام میں سے ہر آدمی بال (زمین پر گرنے سے پہلے) اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا تھا (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا ادب واحترام کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک بھی زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے، بلکہ زمین پر

گرنے سے پہلے اپنے ہاتھوں میں لیتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرہ برابر انحراف نہ کرنے کا واقعہ

حضرت ابوجری جابر بن سلیم نے جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا، اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تشریف لائے تھے، وہ اس وقت کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ رَجُلًا يَصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَأْيِهِ لَا يَقُوْلُ شَيْئًا إِلَّا صَدَرُوْا عَنْهُ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (سنن أبی داوٗد، رقم الحدیث ۴۰۸۴، کتاب اللباس، باب ما جاء فی إسبال الإزار، المکتبة العصریة، صیدا -بیروت) [1]

ترجمہ: میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ اس کی رائے سے ذرہ برابر انحراف نہیں کرتے، جو کچھ وہ کہتے ہیں، فوراً اس کی تعمیل کرتے ہیں، میں نے کہا کہ یہ کون شخص ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (ابوداؤد)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کی وجہ سے نظر نہ اٹھانے کا واقعہ

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد پہلے گزر چکا ہے کہ:

وَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا أَجَلَّ فِيْ عَيْنِيْ مِنْهُ وَمَا كُنْتُ أُطِيْقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنَيَّ مِنْهُ إِجْلَالًا لَّهُ (مسلم، رقم الحدیث ۱۲۱ "۱۹۲" کتاب الایمان، باب کون الإسلام یهدم ما قبله وکذا الهجرة والحج، دار إحیاء التراث العربی -بیروت)

ترجمہ: اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا، اور نہ کوئی

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح، وهذا إسناد قوی من أجل أبی غفار (حاشیة سنن ابی داود)

میری نظر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قابلِ عظمت تھا، اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی وجہ سے آپ کو آنکھ بھر کر دیکھنے کی طاقت نہیں تھی (مسلم)

اور امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ عَلٰى أَصْحَابِهٖ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ وَهُمْ جُلُوْسٌ فِيْهِمْ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ فَلَا يَرْفَعُ إِلَيْهِ أَحَدٌ مِنْهُمْ بَصَرَهٗ إِلَّا أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ فَإِنَّهُمَا كَانَا يَنْظُرَانِ إِلَيْهِ وَيَنْظُرُ إِلَيْهِمَا وَيَتَبَسَّمَانِ إِلَيْهِ وَيَتَبَسَّمُ إِلَيْهِمَا (ترمذی، رقم الحديث ٣٦٦٨، كتاب المناقب، باب فی مناقب أبی بكر وعمر رضی الله عنهما كليهما، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر) [1]

---

[1] قال الترمذی:
هذا حديث غريب، لانعرفه الا من حديث الحكم بن عطية، وقد تكلم بعضهم فی الحكم بن عطية.
قلت :الحكم بن عطية مختلف فيه.
قال المزی :
الحكم بن عطية العيشی البصری ....
قال أبو طالب، عن أحمد بن حنبل : لا بأس به إلا أن أبا داود روى عنه أحاديث منكرة.
وقال عباس الدوری، وعبد الله بن أحمد الدورقی عن يحيى بن معين :ثقة
وقال البخاری كان الوليد يضعفه.
وقال أبو حاتم : سمعت سليمان بن حرب يقول :عمدت إلى حديث الشمايخ فغسلته، فقيل :مثل من؟ قال :مثل الحكم بن عطية.
وقال الترمذی : قد تكلم فيه بعضهم.
وقال النسائی : ليس بالقوی، وقال فی موضع آخر :ضعيف.
وقال أبو العباس الأصم، عن عباس الدوری، عن يحيى بن معين :الحكم بن عطية هو أبو عزة الدباغ قدم الكوفة يروى عنه التبوذكی، وأبو الوليد الطيالسی، وأبو عطية الذی يروى عن الحسن، وابن سيرين ليس بهما جميعا بأس.
قال الحاكم أبو أحمد :لست أرى ذكر عطية والد الحكم، ونسبه إليه لأبی عزة الدباغ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابۂ کرام کے پاس تشریف لاتے تھے، تو سب مہاجرین وانصار صحابہ بیٹھے ہوئے ہوتے تھے، جن میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی ہوتے تھے، کوئی بھی ان میں سے اپنی نظر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں اٹھاتا تھا، سوائے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے، کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ کر تبسم فرماتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دیکھ کر تبسم فرماتے تھے (ترمذی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ادب سے بیٹھنے کا واقعہ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا إِذَا قَعَدْنَا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ نَرْفَعْ رُءُ وْسَنَا إِلَيْهِ إِعْظَامًا لَّهُ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۴۱۵، کتاب العلم، فصل فی توقير العالم، دار الکتب العلمية -بيروت، المدخل الی السنن الکبریٰ للبيهقی، رقم الحديث ۶۵۸) [1]

ترجمہ: جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھتے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنے سر نہیں اٹھاتے تھے، آپ کی تعظیم کی وجہ سے (حاکم)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إلا وهما، ولست أرى ذلك من يحيى بن معين أو ممن هو دونه، والحكم بن عطية هو العيشي البصري ضعيف الحديث، وأبو عزة الدباغ اسمه الحكم بن طهمان.

وقال عبد الرحمن بن أبي حاتم : سألت أبي عن الحكم بن عطية، فقال :يكتب حديثه، وليس بمنكر الحديث وكان أبو داود يذكره بجميل، قلت :يحتج به؟ قال :لا، من ألف شيخ يحتج بواحد، ليس هو بالمتين هو مثل الحكم بن سنان(تهذيب الكمال فی أسماء الرجال، ج۷، ص ۱۲۰ الیٰ ۱۲۳، تحت رقم الترجمة ۱۴۳۹)

[1] قال الحاكم:هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولا أحفظ له علة ولم يخرجاه . وقال الذهبي في التلخيص :على شرطهما ولا أحفظ له علة.

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ عِنْدَهُ كَأَنَّمَا عَلٰى رُءُ وْسِهِمُ الطَّيْرُ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۴۱۶، کتاب العلم، فصل فی توقیر العالم، دار الکتب العلمیة -بیروت) [1]

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور (میں نے دیکھا کہ) آپ کے صحابہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ حالت تھی کہ گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں (حاکم)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ مَغَازِيْهِ فَانْتَهَيْتُ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَلَمْ أَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَكَانِهِ وَإِذَا أَصْحَابُهُ كَأَنَّ عَلٰى رُؤُوْسِهِمُ الطَّيْرَ (صحیح ابن حبان، ج۱۶ ص ۱۸۵، رقم الحدیث ۷۲۰۷، کتاب إخباره صلی الله علیه وسلم عن مناقب الصحابة رضی الله عنهم أجمعین، مناقب الصحابة رضی الله عنهم أجمعین، مؤسسة الرسالة، بیروت) [2]

ترجمہ: ہم بعض غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، میں ایک رات آیا، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی جگہ نہیں دیکھا، مگر آپ کے صحابہ (اس وقت بھی) اس حال میں تھے کہ گویا کہ ان کے سروں پر پرندے ہیں (ابنِ حبان)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيْ جِنَازَةِ رَجُلٍ مِّنَ

---

[1] قال الحاکم: هذا حدیث صحیح.
وقال الذهبی فی التلخیص: صحیح.

[2] قال شعیب الأرنؤوط: إسناده صحیح علی شرط مسلم (حاشیة ابنِ حبان)

الْأَنْصَارِ، فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ، وَلَمَّا يُلْحَدْ ، فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ، كَأَنَّ عَلٰى رُءُ وْسِنَا الطَّيْرَ (مسند أحمد ، رقم الحديث ١٨٥٣٤ ، مؤسسة الرسالة، بيروت) [1]

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری شخص کے جنازے میں گئے، اور ہم قبر کی جگہ پہنچے، اور ابھی تک میت کو قبر میں نہیں اتارا گیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے، اور ہم بھی آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے، گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں (مسند احمد)

خلاصہ یہ کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اتنے مؤدب ہو کر بیٹھتے تھے کہ اپنے سروں کو بھی حرکت نہیں دیتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب واحترام کے چند نمونے

حضرت عروہ بن مسعود صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار کی طرف سے قاصد کی حیثیت سے آئے تھے، صحابہ کی حالت کو بڑے غور سے دیکھا اور کہا کہ:

فَوَاللّٰهِ مَا تَنَخَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ وَإِذَا أَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوْا أَمْرَهٗ وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوئِهٖ وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهٗ وَمَا يُحِدُّوْنَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَهٗ فَرَجَعَ عُرْوَةُ إِلٰى أَصْحَابِهٖ فَقَالَ أَيْ قَوْمِ وَاللّٰهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوْكِ وَوَفَدْتُ عَلٰى قَيْصَرَ وَكِسْرٰى وَالنَّجَاشِيِّ وَاللّٰهِ إِنْ رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهٗ أَصْحَابُهٗ مَا يُعَظِّمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَمَّدًا

---

[1] قال شعيب الأرنؤوط :إسناده صحيح، رجاله رجال الصحيح(حاشية مسند احمد)

وَاللّٰہِ إِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَۃً إِلَّا وَقَعَتْ فِیْ کَفِّ رَجُلٍ مِّنْھُمْ فَدَلَکَ بِھَا وَجْھَہٗ وَجِلْدَہٗ وَإِذَا أَمَرَھُمُ ابْتَدَرُوْا أَمْرَہٗ وَإِذَا تَوَضَّأَ کَادُوْا یَقْتَتِلُوْنَ عَلٰی وَضُوْئِہٖ وَإِذَا تَکَلَّمَ خَفَضُوْا أَصْوَاتَھُمْ عِنْدَہٗ وَمَا یُحِدُّوْنَ إِلَیْہِ النَّظَرَ تَعْظِیْمًا لَّہٗ (بخاری، رقم الحدیث ۲۷۳۱، ج۳ص۱۹۳، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجھاد والمصالحۃ مع أھل الحرب وکتابۃ الشروط، دارطوق النجاۃ،بیروت)

ترجمہ: اللہ کی قسم! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھوکتے ہیں، تو تھوک، صحابہ میں سے کسی کے ہاتھ میں گرتا ہے، اور وہ اس کو اپنے چہرے اور جسم پر مَل لیتا ہے، اور جب وہ ان کو کسی چیز کا حکم فرماتے ہیں، تو آپ کے حکم کی تعمیل کے لئے سب آگے بڑھ جاتے ہیں، اور جب وہ وضو کرتے ہیں، تو وضو کے استعمال شدہ پانی کو لینے کے لئے لڑنے کے قریب ہوجاتے ہیں، اور جب وہ کلام کرتے ہیں، تو سب کی آوازیں، ان کی آواز کے سامنے خاموش ہوجاتی ہیں، اور وہ ان کی طرف تعظیم کی وجہ سے نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے، پھر جب حضرت عروہ اپنے قریشی ساتھیوں کی طرف لوٹے، تو انہوں نے کہا کہ قریش کے لوگو! میں بڑے بڑے بادشاہوں کے یہاں وفد میں گیا ہوں، قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے یہاں بھی گیا ہوں، اور اللہ کی قسم میں نے کسی بادشاہ کے یہاں یہ بات نہیں دیکھی کہ اس کے دربار میں اس قدر (غیر رسمی) تعظیم ہوتی ہو، جتنی تعظیم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جماعت ان کی کرتی ہے، کبھی ان کا تھوک زمین پر نہیں گرنے دیتی، وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر پڑتا ہے اور وہ اس کو منہ اور بدن پر مَل لیتا ہے، جب وہ کوئی حکم کرتے ہیں، تو ہر شخص دوڑتا ہے کہ تعمیل کرے، جب وہ وضو کرتے ہیں، تو وضو کے پانی پر (زمین پر گرنے سے پہلے خود لینے کے لئے) لڑنے کے قریب ہوجاتے ہیں، اور جب

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کلام کرتے ہیں، تو ان کے سامنے ان کی آوازیں دب جاتی ہیں، اوران کی طرف تعظیم کی وجہ سے نظر اٹھا کرنہیں دیکھتے (بخاری)

نبی ﷺ کے برابر میں نماز نہ پڑھنے کا واقعہ

حضرت ابوکریب سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ:أَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یُصَلِّیْ مِنْ آخِرِ اللَّیْلِ فَقُمْتُ وَرَاءَ ہٗ، فَأَخَذَنِیْ فَأَقَامَنِیْ حِذَاءَ ہٗ، فَلَمَّا أَقْبَلَ عَلٰی صَلَاتِہٖ اِنْخَنَسْتُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: مَا لَکَ؟ أَجْعَلُکَ حِذَائِیْ فَتَخْنِسُ قُلْتُ: مَا یَنْبَغِیْ لِأَحَدٍ أَنْ یُصَلِّیْ حِذَاءَ کَ وَأَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ، فَأَعْجَبَہٗ فَدَعَا اللّٰہَ أَنْ یَّزِیْدَنِیْ فَھْمًا وَعِلْمًا (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۶۲۷۹، کتاب معرفۃ الصحابۃ) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم، رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھنے لگے، تو میں نے بھی آپ کے پیچھے کھڑے ہوکر نماز پڑھنی شروع کی، تو مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پکڑ کر اپنے برابر میں نماز پڑھنے کے لئے کھڑا کیا، پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے میں مشغول ہوگئے، تو میں پیچھے ہٹ گیا، پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر فارغ ہوئے، تو فرمایا کہ آپ کو کیا ہوگیا تھا، میں نے آپ کو اپنے برابر میں کیا تھا، اورآپ پیچھے ہٹ گئے، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ کسی کے لئے یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ آپ کے برابر میں (کھڑے ہوکر) نماز پڑھے، جبکہ آپ، اللہ کے رسول

---

[1] قال الحاکم: ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین، ولم یخرجاہ بھذہ السیاقۃ.
وقال الذھبی فی التلخیص: علی شرط البخاری ومسلم.

ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پسند آئی، جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرے حق میں) یہ دعا دی کہ اللہ میرے فہم اور علم کو زیادہ کرے (حاکم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر ناخنوں سے دستک دینے کا واقعہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَنَّ أَبْوَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ تُقْرَعُ بِالْأَظَافِيْرِ (شعب الإيمان للبيهقي، رقم الحديث ۱۴۳۷، الخامس عشر من شعب الايمان وهو باب في تعظم النبي صلى الله عليه وسلم واجلاله وتوقيره صلى الله عليه وسلم، مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض، اخبارِ اصبهان، ج۲ ص۷۳، الادب المفرد للبخاري، رقم الحديث ۱۰۸۰)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازوں پر ناخنوں سے دستک دی جایا کرتی تھی (بیہقی)

ایسا کرنا، ادب کے طور پر تھا، تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے، اگر آرام کر رہے ہوں، تو آنکھ نہ کھلے، اور عبادت، یا کام میں مشغولی ہو، تو خلل نہ آئے۔

اس طرح کی روایات مختلف سندوں سے مروی ہیں، جن کی اسناد الگ الگ ضعیف ہیں۔ [1]

---

[1] قال أبو الفيض الغُمَارِي الحسني:
كان بابه يقرع بالأظافير ."الحاكم في الكنى عن أنس قال في الكبير :ورواه أيضًا البخاري في التاريخ، ورواه أبو نعيم عن المطلب ابن يزيد عن عمير بن سويد عن أنس، قال في الميزان عن ابن حبان :لا يجوز أن يحتج به، وقال في موضوع آخر :رواه أبو نعيم عن حميد بن الربيع وهو ذو مناكير اهـ .ورواه أيضًا البزار قال الهيثمي :وفيه ضِرَار بن صرد وهو ضعيف.
قلت :في هذا عدة أوهام، الأول :عزوه إلى البخاري في التاريخ قصور على طريقة الشارح، فإنه خرجه أيضًا في الأدب المفرد وهو أولى بالعزو إليه؛ قال البخاري في الأدب:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوران کی اسناد پر محدثین نے کلام کیا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حدثنا مالک بن إسماعيل ثنا المطلب بن زياد قال :حدثنا أبو بكر بن عبد الله الأصبهانى عن محمد بن مالک بن المنتصر عن أنس" :أن أبواب النبى -صلى الله عليه وسلم -كانت تقرع بالأظافير."

الثانى :قوله :ورواه أبو نعيم عن المطلب -يفيد أنه أبو نعيم الأصبهانى صاحب المصنفات المشهور وليس كذلک، إنما هو راو قديم كما ستعرفه

الثالث :قوله :المطلب بن يزيد بـ "الياء "وهو تحريف والصواب :ابن زياد بدون ياء فى أوله، وبزيادة الألف بعد الياء فى وسطه.

الرابع :قوله عن الذهبى :وقال فى موضع آخر هو كذب وتلبيس، بل قال جميع ما نقل عنه فى موضع واحد من الميزان فى ترجمة عمير بن سويد كما سأذكره.

الخامس :قوله :ورواه أبو نعيم عن حميد بن الربيع هو قلب للحقائق وكذب على الذهبى، فإن أبا نعيم هو شيخ حميد بن الربيع فيه، وكذلک قال الذهبى ونصه :عمير بن سويد عن أنس قال ابن حبان :لا يجوز أن يحتج به، قال أبو نعيم :حدثنا المطلب بن زياد عن عمير عن أنس" :كان باب النبى -صلى الله عليه وسلم -يقرع بالأظافير."
رواه عن أبى نعيم حميد بن الربيع وهو ذو مناكير اهـ.

فأخَّر الشارح كلمة "عن "بعد أبى نعيم، وجعل التلميذ شيخًا والشيخ تلميذًا، يوضح لک ذلک كلام ابن حبان وسنده؛ فإنه قال فى الضعفاء :عمير بن سويد شيخ يروى عن أنس بن مالک ما ليس من حديث الثقات عنه، لا يجوز الاحتجاج به؛ لمخالفته الأثبات فى الروايات على قلة ما يأتى منها، روى عن أنس بن مالک قال" :كان باب النبى -صلى الله عليه وسلم -يقرع بالأظافير"، حدثناه محمد بن المسيب :ثنا حميد بن الربيع الخراز ثنا أبو نعيم ثنا المطلب به.

السادس :قوله :ورواه البزار :قال الهيثمى :وفيه ضرار بن صرد، يوهم أن البزار رواه بسند غير السابق، والواقع أن ضرار بن صرد هو أبو نعيم الطحان المذكور فى السند قبله، وإن كان صنيع الذهبى وسكوته عليه يوهم أنه أبو نعيم الفضل بن دكين، وكلاهما روى عنه البخارى، إلّا أن ضرار بن صرد لم يرو عنه فى الصحيح لضعفه.

السابع :أن الحديث له طريق أشهر من هذا وهو مذكور فى كتب الاصطلاح كمقدمة ابن الصلاح وسائر مختصراتها، وفى نفس ألفية العراقى وشروحها، وهو ما رواه الحاكم فى علوم الحديث فى النوع الخامس منه، والبيهقى فى المدخل، والسلفى فى الوجيز كلاهما من طريقه قال :حدثنا الزبير بن عبد الواحد الحافظ بأسدباذ ثنا محمد بن أحمد الزبيقى ثنا زكريا بن يحيى المنقرى ثنا الأصمعى ثنا كيسان مولى هشام بن حسان عن محمد بن حسان عن محمد بن سيرين عن المغيرة بن شعبة قال" :كان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن یہ سب ساتھ مل کر ''حسن'' درجہ میں داخل ہونے کا احتمال رکھتی ہیں۔ [1]
ملاحظہ فرمائیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب، احترام اور تعظیم اس درجے کیا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أصحاب رسول اللّٰه -صلى اللّٰه عليه وسلم -يقرعون بابه بالأظافير."
ورواه أبو نعيم فى المستخرج على علوم الحديث ببعض اختلاف فى الإسناد.
والمؤلف إنما لم يذكره؛ لكون بعضه لا يدخل فى المتن.
أما الشارح فمن دأبه الاستدراک من غير مراعاة اللفظ، فأين كان عن هذا الذى هو فى (كتب) المصطلح متداول مشهور يمثلون به فى الموقوف(المداوى لعلل الجامع الصغير وشرحى المناوى، ج۵،ص ۱۸۲،حرف الكاف)

[1] قال الالبانى:
"كان بابه يقرع بالأظافير ."
أخرجه البخارى فى "الأدب المفرد (1080) "وفى "التاريخ (228 / 1 / 1) " وأبو نعيم فى "أخبار أصفهان "(110 / 2و 365) عن أبى بكر بن عبد الله الأصفهانى عن محمد بن مالک بن المنتصر عن أنس بن مالک مرفوعا .
قلت: وهذا إسناد ضعيف، ابن المنتصر وأبو بكر الأصفهانى مجهولان .وله شاهد من حديث كيسان مولى هشام بن حسن عن محمد بن سيرين عن المغيرة بن شعبة قال: فذكره.
أخرجه الحاكم فى "معرفة علوم الحديث "(ص 19) عن محمد بن أحمد الزيبقى حدثنا زكريا بن يحيى المنقرى حدثنا الأصمعى حدثنا كيسان ...وكيسان هذا قال ابن أبى حاتم " : (166 / 2 / 3)روى عن محمد بن سيرين .روى عنه أبو نعيم ومسلم بن إبراهيم ."قلت: وعنه الأصمعى أيضا كما فى هذه الرواية، فهو مجهول الحال، فهو على شرط ابن حبان .فلعله أورده فى "ثقاته "ثم رأيته فيه . (358 / 7) وأما الزبيقى، فأورده السمعانى فى هذه النسبة، وقال: " حدث عن يحيى بن أبى طالب روى عنه القاضى أبو عمر بن أثيافا البصرى ."ثم وجدت له طريقا أخرى عن أنس يرويه ضرار بن صرد: حدثنا المطلب بن زياد عن عمرو بن سويد عن أنس .أخرجه البزار (- 2008 كشف الأستار) : حدثنا حميد بن الربيع حدثنا ضرار بن صرد به.
قلت: وضرار، قال الحافظ: " صدوق له أوهام وخطأ ." وبه أعله الهيثمى فى " المجمع (43 / 8) "، وقلده الأعظمى! وإعلاله بحميد بن الربيع أولى، فإنه مختلف فيه، وقد أتهمه بعضهم، فراجع "اللسان "إن شئت .وعمرو بن سويد لم أعرفه .ثم تبينت أنه محرف، وأن الصواب عمير بن سويد، أورده ابن حبان فى " الضعفاء "(/2 198) وضعفه، وساق له هذا الحديث من طريق حميد أيضا، وقال الذهبى عقبه: " وحميد ذو مناكير "(سلسلة الاحاديث الضعيفة ، تحت رقم الحديث ۲۰۹۲)

کرتے تھے کہ اگر کسی صحابی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ دولت پر آپ کو بلانے کی ضرورت پڑتی تو باہر سے آواز دے کر آپ کو بلانا بے ادبی سمجھا جاتا تھا اور کسی کو دستک کی بھی ضرورت پڑا کرتی، تو وہ اپنے ناخنوں کے ساتھ دروازہ کو کھٹکھٹایا کرتا تھا تاکہ زیادہ شور نہ ہو (اور آپ کا حجرہ مبارک چھوٹا ہونے کی وجہ سے ناخنوں کی آواز سے ضرورت پوری ہو جاتی تھی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی صحابہ وتابعین کا معمول یہ تھا کہ مسجدِ نبوی میں غیر ضروری بلند آواز سے بات کرنا تو درکنار، کوئی وعظ وتقریر بھی زیادہ بلند آواز سے پسند نہ کرتے تھے۔

اسی تعظیم وتوقیر کی برکت تھی کہ ان حضرات کو کمالاتِ نبوت سے خاص حصہ ملا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی قرآن مجید میں مختلف انداز میں تعریف وتوصیف فرمائی۔

اس فصل کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب واحترام کا بہت اہتمام کرتے تھے، جس کی وجہ سے ان کو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے وافر حصہ عطا فرمایا، اور ان کا مقام بلند کیا، قرآن مجید میں ان کی تعریف وتوصیف فرمائی۔

اس طرح سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب واحترام کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کو معیار بنانا چاہئے، اور ان کے نقشِ قدم پر چلنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

(باب نمبر 4)

درود و سلام علی النبی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حق یہ ہے کہ آپ پر درود و سلام پڑھا جائے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چوتھا حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا ہے اور اس عمل کی بھی بڑی فضیلت و اہمیت ہے،، جس کی کچھ تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

قرآن میں نبی پر درود اور سلام کا حکم

سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ. یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا(سورة الاحزاب ،رقم الآية ٥٦)

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں، نبی پر، اے ایمان والو! تم بھی درود بھیجو ان پر اور سلام بھیجو، اچھی طرح سلام (سورہ احزاب)

اس آیتِ شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجا کریں، مگر اس کی تعبیر اس طرح فرمائی کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے خود اپنا اور اپنے فرشتوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا ذکر فرمایا، اس کے بعد عام مؤمنین کو اس کا حکم دیا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف اور عظمت کو بلند فرما دیا کہ جس کام کا حکم مسلمانوں کو دیا جاتا ہے، وہ کام ایسا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بھی وہ کام کرتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ بھیجنے سے مراد رحمت بھیجنا ہے اور فرشتوں اور

مومنوں کی صلوٰۃ بھیجنے سے مراد اللہ تعالیٰ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں رحمت کی دعا کرنا ہے۔ [1]

لہٰذا مؤمنین جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات بے شمار ہیں، ان کو اس عمل کا بڑا اہتمام کرنا چاہئے، اور ایک فائدہ اس تعبیر میں یہ بھی ہے کہ اس سے درود وسلام بھیجنے والے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی فضیلت یہ ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کام میں شریک فرمالیا، جو کام اللہ تعالیٰ خود بھی کرتا ہے اور اس کے فرشتے بھی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو حکم دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا کریں۔

سورہ احزاب کی مذکورہ آیت کی روشنی میں ہر مسلمان پر زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض ہے، خواہ نماز میں پڑھ لیا جائے، یا غیر نماز میں، اُس سے اِس آیت کا فریضہ ادا ہوجاتا ہے، وہ الگ بات ہے کہ دوسرے مواقع پر بھی درود شریف پڑھنا سنت ومستحب اور انتہائی فضیلت کا ذریعہ ہے۔

اور احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اور ذکرِ مبارک آئے، تو کلام کرنے اور سننے والے پر اس وقت درود پڑھنا واجب ہوجاتا ہے۔ [2]

---

[1] واولی الأقوال ما تقدم عن أبی العالیة ان معنی صلاة الله علی نبیه ثناؤه علیه وتعظیمه وصلاة الملائكة وغیرهم علیه طلب ذلک له من الله تعالی (فتح الباری لابن حجر، ج ۱۱ ص ۱۵۶، کتاب الدعوات، باب الصلاة علی النبی صلی الله علیه و سلم)

[2] اور یہ جو مشہور ہے کہ سورہ احزاب کی مذکورہ آیت جب بھی تلاوت کی جائے، تو تلاوت کرنے اور سننے والے پر درود شریف پڑھنا واجب ہوجاتا ہے، اس کی کوئی دلیل نہیں ملی۔

البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کے زبان سے کرنے اور کان سے سننے پر درود پڑھنا بہت سے حضرات کے نزدیک واجب ہوجاتا ہے، بشرطیکہ کوئی مانع (مثلاً نماز اور تلاوت کی قرأت وسماعت میں مشغولی) نہ ہو۔

قلت وظنی ان الاصح فی الاستدلال بالآیة ما ذهب الیه الکرخی حیث لاتوقیت فی الآیة ولا اشارة فیها الی الذکر والسماع بل الامر مطلق ، وهو لایقتضی التکرار ، وهو الذی رجحه ابوبکر الجصاص فی الاحکام حیث قال:قوله :(یا أیها الذین آمنوا صلوا علیه) قد تضمن الأمر بالصلاة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ اگر ایک مجلس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ایک سے زیادہ مرتبہ آئے، تو بہت سے اہلِ علم حضرات کے نزدیک صرف ایک مرتبہ درود پڑھنے سے واجب ادا ہو جاتا ہے، لیکن پھر بھی بعض حضرات کے نزدیک مستحب وافضل یہ ہے کہ جتنی مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک کرے، یا سنے، ہر مرتبہ درود شریف پڑھے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

على النبى صلى الله عليه وسلم وظاهره يقتضى الوجوب ، وهو فرض عندنا فمتى فعلها الإنسان مرة واحدة فى صلاة أو غير صلاة فقد أدى فرضه ، وهو مثل كلمة التوحيد والتصديق بالنبى صلى الله عليه وسلم متى فعله الإنسان مرة واحدة فى عمره فقد أدى فرضه، انتهىٰ.

نعم صح ماذهب اليه الطحاوى ايضابالسنة والحديث الصحيح ، والذى رواه الترمذى، فالواجب بالكتاب هو الصلاة مرة فى العمر، وبالسنة فى مواضع آخر ايضا (احكام القرآن للفقيه المفسر العلامة محمد شفيع رحمه الله تعالىٰ ج٣ ص ٤٨٨، سورة الاحزاب)

قال ابن دقيق العيد قد اتفقوا على وجوب الصلاة على النبى -صلى الله عليه وسلم -فقيل يجب فى العمر مرة وهو الأكثر وقيل :يجب فى كل صلاة فى التشهد الأخير وهو مذهب الشافعى وقيل : يجب كلما ذكر واختاره الطحاوى من الحنفية والحليمى من الشافعية(التنوير شرح الجامع الصغير للصنعانى، تحت رقم الحديث ٥٠١٤)

ولا صلاة لمن لا يصلى على النبى صلى الله عليه وسلم لعل المراد منه الصلاة عليه صلى الله عليه وسلم فى العمر مرة وهى فرض على من آمن بالله ورسوله امتثالا لقول الله جل ذكره يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما والمراد منه الصلاة عند ذكره صلى الله عليه وسلم وهو أيضا واجب وهل تكرر الوجوب عند تجدد الذكر ويكفى فى مجلس الذكر مرة ففيه اختلاف مشهور بين الطحاوى والكرخى(إنجاح الحاجة لمحمد عبد الغنى المجددى الحنفى ، مشمولة شرح سنن ابن ماجه للسيوطى، ج ١ ص ٣٣، تحت رقم الحديث ٤٠٠، كتاب الطهارة، باب الاستبراء بعد البول)

[1] ومن الواجب عند الاكثرين عند ذكره او سماع اسمه عليه الصلاة والسلام ، كما ذهب اليه الطحاوى، واختاره فى التحفة، للاحاديث المذكورة آنفا، ولو تكرره ذكره الشريف فى المجلس ففى شرح المنية عن الكافى:لم يلزمه الا مرة واحده فى الصحيح ، لان تكراراسمه واجب لحفظ سنته التى بها قوام الشريعة، فلو وجبت الصلاة فى كل مرة لافضى الى الحرج ، غير انه ندب تكرارها، انتهىٰ.

وسنة اصحاب الحديث الذين هم اكثر الناس تكرارا لذكره الشريف ، هو تكرار الصلاة عند تكرارالذكر قراءة وكتابة، وهو الاولىٰ والاحرىٰ (احكام القرآن للفقيه المفسر العلامة محمد شفيع رحمه الله تعالىٰ ،ج٣ ص ٤٨٩، سورة الاحزاب)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

درود وسلام پر عظیم اجروثواب کی احادیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا بہت بڑی فضیلت والا عمل ہے۔

اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاتَّبَعْتُهُ حَتّٰى دَخَلَ نَخْلًا فَسَجَدَ، فَأَطَالَ السُّجُوْدَ حَتّٰى خِفْتُ ،أَوْ خَشِيْتُ ،أَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ قَدْ تَوَفَّاهُ،أَوْ قَبَضَهُ،قَالَ:فَجِئْتُ أَنْظُرُ فَرَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَالَ:مَا لَكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ؟قَالَ:فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ، قَالَ:فَقَالَ:إِنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والحديث يدل على وجوب الصلاة عليه كلما جرى ذكره وإليه صار جمع من المذاهب الأربعة وقيل يجب ذلك في العمر مرة فقط(فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوى، تحت رقم الحديث ٨٦٧٨)

الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم مع اتحاد المجلس:

للفقهاء آراء عديدة فى حكم الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم كلما ذكر فى غير الصلاة، ويتعلق بالمجلس منها ثلاثة آراء :

الأول :أنها تجب كلما ذكر اسمه صلى الله عليه وسلم ولو اتحد المجلس، وبه قال جمع، منهم الطحاوى من الحنفية، والطرطوشى، وابن العربى، والفاكهانى من المالكية، وأبو عبد الله الحليمى وأبو حامد الإسفراييني من الشافعية، وابن بطة من الحنابلة . لحديث من ذكرت عنده فلم يصل على فدخل النار فأبعده الله .

الثانى :وجوب الصلاة مرة فى كل مجلس، وهو ما صححه النسفى فى الكافى حيث قال فى باب التلاوة :وهو كمن سمع اسمه مرارا، لم تلزمه الصلاة إلا مرة فى الصحيح؛ لأن تكرار اسمه صلى الله عليه وسلم لحفظ سنته التى بها قوام الشريعة، فلو وجبت الصلاة بكل مرة لأفضى إلى الحرج.

وهو قول أبى عبد الله الحليمى إن كان السامع غافلا فيكفيه مرة فى آخر المجلس .

الثالث :ندب التكرار فى المجلس الواحد، ذكره ابن عابدين فى تحصيله لآراء فقهاء الحنفية.

وبقية الفقهاء لا ينظرون إلى اتحاد المجلس، فمنهم من يقول :إنها واجبة فى العمر مرة، ومنهم من يقول بالندب مطلقا، اتحد المجلس أم اختلف (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ا ، ص ٢٠٤ و ٢٠٥، مادة "اتحاد المجلس")

السَّلامُ قَالَ لِیْ: أَلا أُبَشِّرُکَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ یَقُوْلُ لَکَ: مَنْ صَلّٰی عَلَیْکَ صَلَّیْتُ عَلَیْهِ، وَمَنْ سَلَّمَ عَلَیْکَ سَلَّمْتُ عَلَیْهِ (مسند احمد رقم الحدیث ۱۶۶۲) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، اور میں آپ کے پیچھے چلا، یہاں تک کہ آپ کھجور کے باغ میں داخل ہو گئے، پھر آپ نے سجدہ کیا، اور بہت لمبا سجدہ کیا، یہاں تک کہ مجھے خوف ہوا کہ اللہ نے آپ کو وفات دے دی، یا آپ کی روح قبض فرما لی، پھر میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب) آیا، تاکہ میں (قریب سے) دیکھوں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک اٹھایا، اور فرمایا کہ اے عبدالرحمٰن! آپ کو کیا ہو گیا؟ تو میں نے یہ (اپنے دل کی) بات آپ سے ذکر کی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک جبریل علیہ السلام نے مجھے فرمایا کہ کیا میں آپ کو یہ خوشخبری نہ سنادوں کہ بے شک اللہ عزوجل آپ کے لئے یہ فرماتا ہے کہ جو آپ پر درود بھیجے گا، میں اس پر رحمت نازل کروں گا، اور جو آپ پر سلام بھیجے گا،

---

[1] قال الهيثمي: رواه أحمد ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ج۲ص۲۸۷، باب سجود الشکر)
وقال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره، وهذا إسناد ضعيف، أبو الحويرث -واسمه عبد الرحمن بن معاوية بن الحويرث -فيه ضعف من قبل حفظه، وباقي رجاله ثقات رجال الشيخين إلا أن محمد بن جبير بن مطعم لا يصح سماعه من عبد الرحمن بن عوف .ليث :هو ابن سعد.
وأخرجه الحاكم(۱/۲۲۲-۲۲۳)من طريق يحيى بن عبد الله بن بكير، والبيهقي(۲/۳۷۰-۳۷۱) من طريق عبد الله بن الحكم وشعيب بن الليث، ثلاثتهم عن الليث، بهذا الإسناد .وصححه الحاكم على شرطهما ووافقه الذهبي !فوهما، وله طرق أخرى يأتي تخريجها تحت رقم(۱۶۶۴)(حاشية مسند احمد)
وقال الالبانی: اسناده صحيح لغيره(تحقيق فضل الصلاة على النبی صلی الله علیه وسلم، رقم الحديث ۷)
وقال ایضاً: فالحديث بالطريقين حسن(ارواء الغليل فی تخريج احاديث منار السبيل، تحت رقم الحديث ۴۷۴)

میں اس پر سلامتی نازل کروں گا (مسند احمد)

اور مسند احمد کی ایک روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَقَالَ: إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، أَتَانِيْ فَبَشَّرَنِيْ، فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ: مَنْ صَلّٰى عَلَيْكَ صَلَّيْتُ عَلَيْهِ، وَمَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَسَجَدْتُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ شُكْرًا (مسند احمد، رقم الحديث ١٦٦٤) [1]

ترجمہ: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے، اور مجھے یہ خوشخبری سنائی، کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ جو آپ پر درود بھیجے گا، میں اس پر رحمت نازل کروں گا، اور جو آپ پر سلام بھیجے گا، میں اس پر سلامتی نازل کروں گا، تو اس (نعمت وانعام کے حاصل ہونے) پر میں نے اللہ عزوجل کے لئے سجدۂ شکر کیا (مسند احمد)

اور مسند ابی یعلیٰ کی روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره، عبد الواحد بن محمد بن عبد الرحمن لم يوثقه غير ابن حبان، ولا نخالُه سمع من جده عبد الرحمن بن عوف، وباقي رجاله ثقات رجال الصحيح .أبو سعيد مولى بني هاشم :هو عبد الرحمن بن عبد الله بن عبيد البصرى.

وأخرجه عبد بن حميد(١٥٧) والحاكم (١/٥٥٠)وعنه البيهقى(٢/٣٧١)من طريق سليمان بن بلال، عن عمرو بن أبى عمرو، عن عاصم بن عمر بن قتادة، عن عبد الواحد بن محمد، به.

وأخرجه مختصراً إسماعيل القاضى فى "فضل الصلاة على النبى "(7) من طريق عبد العزيز بن محمد، عن عمرو بن أبى عمرو، عن عبد الواحد بن محمد، به.

وقد تقدم برقم(١٦٦٢)من طريق آخر.

وله طريق ثالث عند أبى يعلى(٨٤٧)والبيهقى فى "شعب الإيمان(١٥٥٥)"من طريق ابن أبى سندر الأسلمى، عن مولى لعبد الرحمن بن عوف، عن عبد الرحمن بن عوف، بنحوه.

ورابع عند ابنِ أبى شيبة ١١/٥٠٦، وإسماعيل القاضى(١٠)والبزار(١٠٠٦)وأبى يعلى (٨٥٨) من طريق سعد بن إبراهيم، عن أبيه، عن جده عبد الرحمن بن عوف، به ولفظه " :سجدت شكراً فيما أبلانى من أمتى، من صلى على من أمتى صلاة كتبت له عشر حسنات وحط عنه عشر سيئات " وهذا لفظ ابن أبى شيبة، وهو مختصر(حاشيه مسند احمد)

فَقَالَ: إِنِّیُ لَمَّا رَأَیُتَنِیُ دَخَلُتُ النَّخُلَ لَقِیُتُ جِبُرِیُلَ فَقَالَ: إِنِّیُ أُبَشِّرُکَ أَنَّ اللّٰہَ یَقُولُ: مَنُ سَلَّمَ عَلَیُکَ سَلَّمُتُ عَلَیُہِ، وَمَنُ صَلّٰی عَلَیُکَ صَلَّیُتُ عَلَیُہِ (مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث ۸۶۹، ج۲ ص ۱۷۳، مسند عبدالرحمن بن عوف) [1]

ترجمہ: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک جب آپ نے مجھے دیکھا کہ میں کھجور کے باغ میں داخل ہوا، تو مجھ سے جبریل نے ملاقات کی، اور فرمایا کہ بے شک میں آپ کو یہ خوشخبری سناتا ہوں کہ بلاشبہ اللہ فرماتا ہے کہ جو آپ پر سلام بھیجے گا، میں اس پر سلام بھیجوں گا، اور جو آپ پر درود بھیجے گا، میں اس پر رحمت نازل کروں گا (ابویعلیٰ)

مذکورہ احادیث وروایات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھنے والے کے لئے یہ فضیلت معلوم ہوئی کہ اس پر اللہ تعالیٰ رحمت وسلامتی نازل فرماتا ہے۔ [2]

---

[1] قال حسين سليم أسد الداراني: إسناده حسن (حاشية مسند ابی یعلیٰ)

[2] (وعن عبد الرحمن بن عوف قال :خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى دخل نخلا) ، أي :بستان نخل، وفي رواية :فتوجه نحو صدقته فدخل فاستقبل القبلة فخر ساجدا ، وفي رواية : فوجدته قد دخل حائطا من الأسواق ، وهو بالفاء ، موضع بالمدينة، خوضا ثم صلى ركعتين (فسجد) : أي :سجدة كما في رواية (فأطال السجود حتى خشيت أن يكون الله تعالى قد توفاه) ، أي :قبض نفسه فيها كما في رواية، قال، أي :عبد الرحمن (فجئت أنظر) : هل هو حي أو ميت؟ وفي رواية :فأطال السجدة حتى ظننت أن الله قبض نفسه فيها، فدنوت منه (فرفع رأسه فقال) صلى الله عليه وسلم :("ما لك؟ ") ، أي :أي شيء عرض لك حتى ظهرت أمارة الحزن والفزع عليك؟ وفي رواية قال " :من هذا "قلت :عبد الرحمن، قال " :ما شأنك؟ (فذكرت ذلك) ، أي :الخوف المرادف للخشية التي مستفادة من خشيت (له) : عليه السلام، وفي رواية قال :قلت: يا رسول الله، سجدت سجدة حتى ظننت أن يكون الله قبض نفسك فيها، (قال :فقال " :إن جبريل عليه السلام قال لي :ألا أبشرك أن الله عز وجل) : بفتح أن، وقيل :بكسرها ;لأن في البشارة معنى القول ")يقول لك ") : وفي (لك) ، إيماء لك ")من صلى عليك ") ، أي: صلاة كما في نسخة ")صليت عليه، ومن سلم عليك سلمت عليه "، رواه أحمد) : قال ميرك: ورواه الحاكم، وقال :صحيح الإسناد، ورواه أبو علي، وابن أبي الدنيا نحوه، وزاد أحمد في بعض

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ایک مرتبہ درود بھیجنے پر دس رحمتوں کا نزول

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرًا (مسلم ،رقم الحديث ۴۰۸ "۷۰" كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبى -صلى الله عليه وسلم -بعد التشهد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا، اللہ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے (مسلم)

دس نیکیوں کے حصول اور دس گناہوں کی معافی کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مَرَّةً وَاحِدَةً، كُتِبَ لَهُ بِهَا عَشْرُ حَسَنَاتٍ (صحيح ابنِ حبان رقم الحديث ۹۰۵، كتاب الرقائق، باب الادعية) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ دورد پڑھا، تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں (ابنِ حبان)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رواياته " :لسجدت شكرا لله "انتهى، قال السخاوى :ونقل البيهقى فى الخلافيات عن الحاكم وقال :هذا حديث صحيح، ولا أعلم فى سجدة الشكر أصح من هذا الحديث .انتهى، وله طرق متعددة ذكرها السخاوى فى القول البديع(مرقاة المفاتيح ،ج۲ص ۷۵۰، كتاب الصلاة،باب الصلاة على النبى وفضلها)

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية صحيح ابنِ حبان)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلَاۃً وَاحِدَۃً، صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ، وَحَطَّ عَنْہُ عَشْرَ خَطِیْئَاتٍ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۱۹۹۸) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا، اللہ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے، اور اس کی دس خطاؤں کو معاف فرما دیتا ہے (مسند احمد)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

إِنَّ جِبْرِیْلَ أَتَانِیْ، فَقَالَ: مَنْ صَلّٰی عَلَیْکَ مِنْ أُمَّتِکَ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا، وَرَفَعَہٗ بِھَا عَشَرَ دَرَجَاتٍ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۶۲۰۲، المعجم الصغیر للطبرانی، رقم الحدیث ۱۰۱۶) [2]

ترجمہ: بے شک میرے پاس جبریل آئے، اور انہوں نے فرمایا کہ آپ کی امت

---

[1] صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۹۰۴، مصنف ابنِ ابی شیبۃ، رقم الحدیث ۸۷۹۵، کتاب الصلاۃ، باب فی ثواب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الخراج لابی یوسف رقم الحدیث ۴.

قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح، وھذا إسناد حسن من اجل یونس بن أبی إسحاق، وھو من رجال مسلم، وباقی رجالہ ثقات (حاشیۃ مسند احمد)

وقال ایضاً: اسنادہ صحیح (حاشیۃ صحیح ابنِ حبان)

وقال محمد عوامۃ: واسنادہ حسن، لکن شواھدہ کثیرۃ، تجعلھا صحیحا (تحقیق محمد عوامۃ فی حاشیۃ مصنف ابنِ ابی شیبۃ، ج۶ ص ۴۵)

[2] قال ابن کثیر: قال الطبرانی تفرد بہ یحیی بن ایوب ولم یروہ عنہ الا عمرو بن الربیع وقد اختارہ الضیاء من ھذا الوجہ قلت ولہ شواھد عن غیر واحد من الصحابۃ مرفوعۃ واللہ اعلم (مسند الفاروق، ج ۱ ص ۱۷۷، کتاب الصلاۃ)

قال الطبرانی لم یروہ عن عبید اللہ بن عمر إلا یحیی بن أیوب تفرد بہ عمرو بن الربیع (إسنادہ حسن) (الاحادیث المختارۃ لابی عبداللہ المقدسی، ج ۱ ص ۱۸۷، دراسۃ وتحقیق: معالی الأستاذ الدکتور عبد الملک بن عبد اللہ بن دھیش)

میں سے جو آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا، اللہ اس پر، دس رحمتیں نازل فرمائے گا، اور اس کے دس درجات بلند فرمائے گا (طبرانی)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَجَدْتُ شُكْرًا فِيْمَا أَبْلَانِيْ مِنْ أُمَّتِيْ: مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَاةً كُتِبَتْ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ، وَحُطَّ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ (مصنف ابنِ ابی شیبة ،رقم الحدیث ۸۷۹۹، کتاب الصلاۃ ،باب فی ثواب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس نعمت پر سجدۂ شکر کیا، جو (اللہ تعالیٰ) نے میری امت کی طرف سے مجھ کو عطا فرمائی ہے کہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا، تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی دس خطائیں معاف کی جائیں گی (ابنِ ابی شیبہ)

اس حدیث کو بعض حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن اس کی تائید دیگر روایات سے ہوتی ہے، کیونکہ بعض دیگر صحیح روایات میں ایک مرتبہ درود پڑھنے پر دس نیکیوں کے لکھے جانے کا، اور بعض روایات میں دس خطائیں معاف کئے جانے کا ذکر ملتا ہے، اس لئے ان روایات کے ہوتے ہوئے اس روایت کو حسن اور معتبر قرار دیا جاسکتا ہے۔ [1]

---

[1] حدثنا أبو بکر بن أبی شیبة، حدثنا زید بن الحباب، حدثنا موسی بن عبیدة، حدثنی قیس بن عبد الرحمن بن أبی صعصعة، عن سعد بن إبراهیم، عن أبیه، عن جده عبد الرحمن قال: کان لا یفارق رسول الله صلی الله علیه وسلم منا خمسة أو أربعة من أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم لما ینوبه من حوائجه باللیل والنهار، قال: فجئته وقد خرج، فاتبعته فدخل حائطا من حیطان الأسواف، فصلی فسجد فأطال السجود، وقلت: قبض الله روحه، قال: فرفع رأسه فدعانی، فقال: ما لک؟، فقلت: یا رسول الله، أطلت السجود قلت: قبض الله روح رسوله لا أراه أبدا، قال: سجدت شکرا لربی فیما أبلانی فی أمتی، من صلی علی صلاة من أمتی کتب له عشر حسنات ومحی عنه عشر سیئات (مسند ابی یعلی، رقم الحدیث ۸۵۸)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلَاۃً وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحُطَّتْ عَنْہُ عَشْرُ خَطِیْئَاتٍ وَرُفِعَتْ لَہٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ (سنن النسائی ،رقم الحدیث ۱۲۹۷، کتاب السھور، باب الفضل فی الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث ۱۲۲۱، ورقم الحدیث ۱۰۱۲۲، شعب الایمان للبیھقی رقم الحدیث ۱۴۵۵، باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وإجلالہ وتوقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم، الاحادیث المختارۃ لابی عبداللہ المقدسی ، رقم الحدیث ۱۵۶۸) ؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا، تو اللہ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجے گا، اور اس کی دس خطائیں معاف کی جائیں گی، اور اس کے دس درجات بھی بلند کئے جائیں گے (نسائی، بیہقی)

کثرتِ درود کی وجہ سے بروزِ قیامت نبی کی قربت

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ أَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

قال حسین سلیم أسدالدارانی:إسنادہ ضعیف(حاشیۃ ابی یعلیٰ)

وقال محمد عوامۃ:وعلیٰ کل حال فالحدیث بطرقہ المختلفۃ ثابت(تحقیق محمد عوامۃ فی حاشیۃ مصنف ابنِ ابی شیبۃ، ج۵ص۴۶۵)

؎ قال الالبانی:

صحیح(صحیح وضعیف سنن النسائی، تحت رقم الحدیث ۱۲۹۷)

وقال عبد الملک بن عبد اللہ بن دھیش:

إسنادہ صحیح .والحدیث فی ”عمل الیوم واللیلۃ ص:۲۹۷، حدیث :۳۶۳(حاشیۃ الاحادیث المختارۃ لابی عبداللہ المقدسی: ،تحت رقم الحدیث ۱۵۶۸،ج۴ص۳۹۷، مطبوعۃ: دارخضر ،بیروت، الطبعۃ الاولیٰ 2001ء)

أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً (سنن الترمذی ، رقم الحدیث ۴۸۴،ابواب الوتر،باب ما جاء فی فضل الصلاة علی النبی صلی الله علیه وسلم، موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، رقم الحدیث ۲۳۸۹) [1]

---

[1] قال الترمذی: هذا حدیث حسن غریب(سنن الترمذی)

و قال ابن حجر:

هذا حدیث حسن . أخرجه البخاری فی تاریخ عن محمد بن المثنی علی الموافقة.
وأخرجه الترمذی عن محمد بن بشار، عن محمد بن خالد بن عثمة . وقال :حسن غریب (نتائج الافکار، ج۳، ص ۲۹۵،کتاب :الصلاة علی رسول الله صلی الله علیه وسلم، المجلس: ۲۸۹)

و قال محمد بن إسماعیل الکحلانی الصنعانی، المعروف كأسلافه بالأمیر:

وعن ابن مسعود -رضی الله عنه -قال :قَالَ رَسُولَ الله -صلی الله علیه وسلم :- "أولی الناس بی یوم القیامة أکثرهم علی صلاة ."أخرجه الترمذی (حسن لغیره) (التحبیر لإیضاح معانی التیسیر، رقم الحدیث ۳ ،ج ۴،ص۳۱۳)

و قال حسین سلیم أسد الدّارانی:

إسناده حسن، عبد الله بن کیسان الزهری ترجمه البخاری فی الکبیر۵/۱۷۷ ولم یورد فیه جرحاً ولا تعدیلاً، وتبعه علی ذلک ابن أبی حاتم فی "الجرح والتعدیل۵/۱۴۳ "وذکره ابن حبان فی الثقات۷/۴۹، وقال ابن القطان" :لا یعرف حاله."

وقال الذهبی فی کاشفه" :وثق ."وقال ابن حجر فی تقریبه" :مقبول"، فهو عندنا حسن الحدیث.

وموسی بن یعقوب بینا أنه حسن الحدیث فی مسند الموصلی عند الحدیث(۵۰۱۱)
والحدیث فی الإحسان ۱۳۳/۲ برقم(۹۰۸)وقال الحافظ ابن حبان " :فی هذا الخبر دلیل علی أن أولی الناس برسول الله -صلی الله علیه وسلم -فی القیامة یکون أصحاب الحدیث، إذ لیس من هذه الأمة قوم أکثر صلاة علیه -صلی الله علیه وسلم-منهم."
وأخرجه البخاری فی الکبیر۵/۱۷۷، والمزی فی "تهذیب الکمال۱۵ /۴۸۲ "من طریق ابن أبی شیبة، بهذا الإسناد.
وأخرجه البخاری فی الکبیر۵/۱۷۷، والبغوی فی "شرح السنة۳/۱۹۶ــ ۱۹۷ "برقم(۶۸۲)من طریق محمد بن خالد بن عثمة، حدثنی موسی بن یعقوب الزمعی، به .ولیس عندهما "عن أبیه "بعد "عبد الله بن شداد."

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن، لوگوں میں سب سے زیادہ میرے قریب وہ (مومن) ہوگا، جو مجھ پر زیادہ درود بھیجتا ہوگا (ترمذی، ابنِ حبان)

امام ابنِ حبان رحمہ اللہ اس حدیث کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:

فِيْ هٰـذَا الْخَبَرِ دَلِيْلٌ عَلٰى أَنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّمَ فِي الْقِيَامَةِ يَكُوْنُ أَصْحَابَ الْحَدِيْثِ ، إِذْ لَيْسَ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ قَوْمٌ أَكْثَرَ صَلاةٍ عَلَيْهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ (صحيح ابنِ حبان، تحت رقم الحديث ١١ ٩، كتاب الرقائق، باب الادعية)

ترجمہ: اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب لوگوں میں حدیث کے اصحاب ہوں گے، اس لئے کہ اس امت میں سے کوئی گروہ، اِن سے زیادہ درود پڑھنے والا نہیں ہے (ابنِ حبان)

مطلب یہ ہے کہ احادیث کو روایت اور نقل کرنے اور پڑھنے والے محدثین کے درود شریف پڑھنے و لکھنے کی تعداد، دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی ہے، وہ ہر ہر حدیث کے وقت ''قَـالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ '' کا وِرد کرتے ہیں، اس لئے وہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب ہوں گے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأخرجه ابن عدى فى كامله ٢/٢٣٤٢ من طريق عمرو بن معمر العمرى، حدثنا خالد بن مخلد، به .وقد استوفينا تخريجه فى مسند الموصلى٨/٤٢٧برقم (٥٠١١)وأطلنا فى الحديث عنه فعد إليه إن شئت، وانظر "تحفة الأشراف٧/٦٩" برقم(٩٣٤٠)وجامع الأصول٤/٤٠٥-٤٠٦ ، والترغيب والترهيب ٢/٥٠٠برقم (١٨)وفتح البارى ١١/١٦٧، وجلاء الأفهام ص-٥٨، ٥٩ (حاشية موارد الظمآن)

ذکرِ نبی ﷺ پر درود نہ پڑھنے پر وعید

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَخِيْلُ الَّذِىْ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ (سنن الترمذی، رقم الحديث ٣٥٤٦، ابواب الدعوات، باب فی فضل التوبة والاستغفار وما ذكر من رحمة الله بعباده، مستدرک حاکم رقم الحديث ٢٠١٥، مسنداحمد، رقم الحديث ١٧٣٦، مسند ابی یعلیٰ، رقم الحديث ٦٧٧٦) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخیل ہے وہ شخص، جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے، پھر وہ مجھ پر درود نہ پڑھے (ترمذی، حاکم، مسنداحمد، ابویعلیٰ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح غريب.

وقال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه .وله شاهد عن أبى هريرة.

وقال شعيب الارنووط:

إسناده قوى، رجاله ثقات رجال الصحيح غيرَ عبد الله بن على بن حسين، فمن رجال الترمذى والنسائى، روى عنه جمع، ووثقه ابنُ حبان وابن خلفون والذهبى (حاشية مسند احمد)

و قال حسين سليم أسد:

إسناده صحيح (حاشية مسند ابی یعلیٰ)

وقال الالبانی:

قلت :ورجاله ثقات معرفون ,غير عبد الله بن على حفيد الحسين رضى الله عنه ,وقد وثقه ابن حبان وحده ,وروى عنه جماعة ,وقد اختلف عليه فى إسناده على وجوه , خرجها إسماعيل القاضى.

لكن الحديث صحيح .فإن له شاهدين :أحدهما عن أبى ذر ,والآخر عن الحسن البصرى مرسلا بسند صحيح عنه ,أخرجهما القاضى.

وله شاهد ثالث أورده الفيروز آبادى فى "الرد على المعترضين على ابن عربى " (ق ١/٣٩)من رواية النسائى عن أنس ,ثم قال " :وهذا حديث صحيح (إرواء الغليل فى تخريج أحاديث منار السبيل، تحت رقم الحديث ٥)

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ أَبْخَلَ النَّاسِ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (فضل الصلاة على النبى لاسماعيل بن اسحاق رقم الحديث ۳۵، مسند الحارث، رقم الحديث ۱۰۶۴) ؎1

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں بخیل ترین شخص وہ ہے کہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے، پھر وہ مجھ پر درود نہ پڑھے، صلی اللہ علیہ وسلم (فضل الصلاۃ، مسند حارث)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ يُّغْفَرَلَهُ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَكَ عِنْدَهُ اَبَوَاهُ الْكِبَرَ فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ قَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ وَاَظُنُّهُ قَالَ اَوْاَحَدَهُمَا (سنن الترمذى، رقم الحديث ۳۴۶۸،ابواب الدعوات، باب قول رسول الله صلى الله عليه وسلم رغم أنف رجل، ومسند احمد، رقم الحديث ۷۴۵۱، وابن حبان، رقم الحديث ۹۰۸) ؎2

ترجمہ: ذلیل وخوار ہو وہ شخص، جس کے سامنے میرا نام لیا گیا اور پھر اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا اور ذلیل وخوار ہو وہ شخص، جس کو رمضان کے مہینہ کی نعمت حاصل

؎1 قال الالبانی: صحيح لغيره (صحيح الترغيب و الترهيب، تحت رقم الحديث ۱۶۸۴)

؎2 قال الترمذى: وفى الباب عن جابر، وأنس :هذا حديث حسن غريب من هذا الوجه وربعى بن إبراهيم هو :أخو إسماعيل بن إبراهيم، وهو ثقة، وهو :ابن علية ويروى عن بعض أهل العلم قال: إذا صلى الرجل على النبى صلى الله عليه وسلم مرة فى المجلس أجزأ عنه ما كان فى ذلك المجلس (سنن الترمذى)

وقال شعيب الارنؤوط: صحيح، وهذا إسناد حسن، عبد الرحمن بن إسحاق -وهو المدنى -حسن الحديث، روى له البخارى فى "الأدب المفرد"، ومسلم متابعة، وأصحاب السنن، وباقى رجاله ثقات (حاشية مسند احمد)

وقال ايضاً : إسناده صحيح، رجاله رجال الصحيح، عبد الرحمن بن إسحاق :هو ابن عبد الله بن الحارث بن كنانة المدنى (حاشية صحيح ابن حبان)

ہوئی اور رمضان گزر بھی گیا، مگر اس نے اپنی مغفرت کا سامان نہیں کیا اور ذلیل وخوار ہو وہ شخص جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے کی حالت میں پایا، لیکن وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں، عبدالرحمٰن (اس حدیث کے راوی) فرماتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (والدین) میں سے ایک (کے بارے میں بھی یہی) فرمایا (ترمذی، مسند احمد، ابن حبان)

بعض روایات میں کچھ تفصیل کے ساتھ یہ مضمون آیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بددعاء جبریل علیہ السلام نے کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہا تھا۔

سلام پہنچانے کے لیے فرشتوں کا روئے زمین پر گشت کرنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِلّٰهِ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ، يُبَلِّغُوْنِيْ مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ (مسند احمد، رقم الحديث ٣٦٦٦، سنن النسائی، کتاب الصلاة، باب السلام على النبي صلى الله عليه وسلم، مستدرک حاکم رقم الحديث ١٥٧٦)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ، اللہ کے فرشتے زمین میں گشت کرتے ہیں، جو کہ میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں (مسند احمد، نسائی، حاکم)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير عبد الله بن السائب -وهو الكندي الكوفي-، وغير زاذان -وهو أبو عمر الكندي-، فهما من رجال مسلم.
ابن نمير: هو عبد الله، وسفيان: هو الثوري (حاشية مسند احمد)
وقال الحاكم: صحيح الاسناد ولم يخرجاه (مستدرک حاکم)
وقال الذهبي في التلخيص: صحيح (مستدرک حاکم)
وقال ابن القيم: وهذا إسناد صحيح (جلاء الافهام، تحت رقم الحديث ٣٣)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے جانے والے سلام کے لئے روئے زمین پر فرشتے مقرر ہیں، اور وہ روئے زمین کے چپے چپے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے جانے والے سلام کو پہنچانے کی خدمت سرانجام دیتے ہیں۔ [1]

یہ چند ایک فضائل ہیں جو ذکر کیے گئے ہیں، ورنہ درود وسلام کے فضائل اور فوائد اتنے زیادہ ہیں کہ ان کو مختصر مضمون میں جمع نہیں کیا جاسکتا۔

(تفصیل کے لئے ہماری دوسری تالیف ''درود وسلام کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں)

بعض لوگ درود شریف کے سلسلے میں کچھ غلطیوں میں مبتلا ہیں، انہوں نے اپنی طرف سے درود شریف کے مختلف صیغے اور درود شریف پڑھنے کے طور، طریقے اور اوقات متعین کر لئے ہیں، اور جب ان کو اس قسم کی غلطیوں پر متنبہ کیا جاتا ہے، تو وہ فوراً جواب میں کہتے ہیں کہ تم درود شریف کے منکر ہو۔

حالانکہ درود شریف اور اس کی فضیلت کا کون مسلمان انکار کرسکتا ہے، اگر انکار کیا جاتا ہے، تو غلطیوں اور خرابیوں کا انکار کیا جاتا ہے، اور یہ ایسا ہی ہے، جیسا کہ کوئی شخص سورج کے طلوع یا غروب ہوتے وقت، یا زوال کے وقت نماز پڑھے، یا عیدین کے دنوں میں روزہ رکھے اور اس کو اس عمل سے منع کیا جائے، تو یہ بذاتِ خود نماز یا روزہ سے منع کرنا نہیں کہلائے گا، بلکہ اس عمل کے اصولوں کی خلاف ورزیوں سے روکنا اور منع کرنا کہلائے گا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام سے کون انکار کرسکتا ہے، جبکہ نماز کے اندر ہر قعدہ میں ''اَلسَّلَامُ

---

[1] (إن لله تعالى ملائكة) جمع ملك ونكره على معنى بعض صفته كذلك (سياحين) بسين مهملة من السياحة وهى السير يقال ساح فى الأرض يسيح سياحة إذا ذهب فيها أصله من السيح وهو الماء الجارى المنبسط (فى الأرض) فى مصالح بنى آدم وفى رواية بدله فى الهواء (يبلغونى من) وفى رواية عن (أمتى) أمة الإجابة (السلام) ممن يسلم على منهم وإن بعد قطره وتناء ت داره أى فيرد عليهم سماعه منهم كما بين فى خبر آخر وهذا التعظيم للمصطفى صلى الله عليه وسلم وإجلالا لمنزلته حيث سخر الملائكة الكرام لذلك(فيض القدير شرح الجامع الصغير،تحت رقم الحديث ٣٢٥٥)

عَلَیْکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ ‘‘ موجود ہے۔ اور نماز کے ہر آخری قعدہ میں درود شریف بھی موجود ہے۔ اگر اس کا حساب لگایا جائے، تو ہر روز صرف فرضوں کی نماز میں 9 مرتبہ ہر نماز پڑھنے والا مسلمان، آپ پر سلام بھیجتا ہے (فجر میں 1 مرتبہ، ظہر میں 2 مرتبہ، عصر میں 2 مرتبہ، مغرب میں 2 مرتبہ، عشاء میں 2 مرتبہ۔ 9=2+2+2+2+1) اور اگر وتر کی ایک سلام کے ساتھ تین رکعات کو بھی ملائیں تو 2 کا مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

اور پانچ فرض نمازوں میں کل پانچ قعدۂ اخیرہ ہوتے ہیں، جن میں 5 مرتبہ ہر نماز پڑھنے والا مسلمان آپ پر درود بھیجتا ہے، اور وتروں کی ایک سلام کے ساتھ تین رکعات کو بھی ملائیں، تو ایک قعدۂ اخیرہ کا اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

اس طرح ہر روز پانچ نمازوں میں بار بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھنے کی ہر مسلمان کو سعادت حاصل ہوتی ہے، اور اگر سنتوں اور نفلوں کو بھی شمار کیا جائے، تو تعداد بہت زیادہ بن جاتی ہے۔

پھر ہر فرض نماز کے بعد اور بعض دوسرے مخصوص اوقات میں دعا کی قبولیت کا وقت ہوتا ہے اور دعا کے آداب میں سے ہے کہ اس کی ابتداء اور انتہاء درود شریف سے کی جائے۔

اس طرح دعا کے وقت میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔

اور جو احادیث کے پڑھنے والے طالبِ علم ہیں، وہ تو ہر حدیث کے ساتھ ’’قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ‘‘ پڑھتے ہیں اور اپنے دن رات کے بیشتر اوقات کو درود شریف پڑھنے میں صرف کرتے ہیں۔

لہٰذا اس طرح درود وسلام پڑھنے والے مسلمانوں پر درود وسلام کے منکر ہونے کا الزام لگانا، درست طرزِ عمل نہیں، اس الزام کی آخرت میں جواب دہی اور مؤاخذہ سے ڈرنا چاہیے۔

اس باب کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حق یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے۔

اور جتنا ممکن ہو اتنی کثرت کے ساتھ یہ عمل کیا جائے، جس کے بہت عظیم الشان فضائل وفوائد ہیں۔

لیکن اس سلسلہ میں بعض لوگوں نے جو مختلف قسم کی خرابیاں پیدا کر لی ہیں، ان سے اپنے آپ کو بچایا جائے۔ جس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جس طرح سے درود وسلام پڑھا، اس طرح سے عمل کیا جائے، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

(فصل نمبر 1)

صحابۂ کرام اور درود شریف

پہلے معلوم ہو چکا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا گہری عقیدت، و اطاعت اور محبت والا تعلق تھا، اور امت میں سب سے پہلی جماعت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ہے، جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکمل حقوق ادا کیے۔

اس لیے یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کس طرح درود پڑھا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَحْسِنُوْا الصَّلَاةَ عَلَيْهِ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٩٠٦، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيه، باب الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم) [1]

ترجمہ: جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو، تو اچھے طریقہ سے درود بھیجو (ابن ماجہ)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر انتہائی عمدہ طریقہ پر کثرت سے

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، عبد الملك بن عبد العزيز الماجشون متابَع، وباقى رجاله ثقات .وهو فى "موطأ مالك 165 /1 "، ومن طريقه أخرجه البخارى (3369) و (6360)، ومسلم (407)، وأبو داود (979)، والنسائى .49 /3وهو فى "مسند أحمد "(23600) من طريق مالك أيضًا(حاشية سنن ابنِ ماجه)

درود اور سلام پڑھنا احادیث و روایات میں موجود ہے، جن میں سے کچھ کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ الصَّلَاۃُ عَلَیْکُمْ أَہْلَ الْبَیْتِ فَإِنَّ اللّٰہَ قَدْ عَلَّمَنَا کَیْفَ نُسَلِّمُ عَلَیْکُمْ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ .اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ. إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ(بخاری ، رقم الحدیث ۳۳۷۰،کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالی واتخذ اللہ إبراھیم خلیلا)

ترجمہ: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کے اہلِ بیت پر کس طرح سے درود پڑھا جائے؟ یہ تو اللہ نے ہمیں بتلا دیا کہ آپ پر سلام کس طرح بھیجیں (مگر درود پڑھنے کا طریقہ ہمیں پتہ نہیں چلا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس طرح درود پڑھا کرو کہ:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ . إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

اے اللہ! رحمتِ خاص نازل فرما محمد پر اوران کی آل پر، جیسا کہ آپ نے رحمت نازل فرمائی، حضرت ابراہیم پر اوران کی آل پر، بے شک آپ تعریف کے لائق اور بزرگ وبَرتر ہیں، اے اللہ! برکت نازل فرما، محمد پر اوران کی آل پر، جیسا کہ آپ نے برکت نازل فرمائی ابراہیم پر اوران کی آل پر، بے شک آپ تعریف کے لائق اور بزرگ وبَرتر ہیں (بخاری)

ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُمْ قَالُوا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ؟ قَالَ: قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَّعَلٰى أَزْوَاجِهٖ، وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى أَزْوَاجِهٖ، وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (مسلم، رقم الحديث ٤٠٧ "٦٩" كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم بعد التشهد، بخارى، رقم الحديث ٣٣٦٩)

ترجمہ: صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟ تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح بھیجو کہ:

" اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَّعَلٰى أَزْوَاجِهٖ، وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى أَزْوَاجِهٖ، وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ "

اے اللہ! رحمتِ خاص نازل فرما حضرت محمد پر اوران کی ازواج پر، اوران کی اولاد پر، جیسا کہ آپ نے رحمت نازل فرمائی حضرت ابراہیم کی آل پر، اور برکت

نازل فرما حضرت محمد پر اور ان کی ازواج پر اور ان کی اولاد پر، جیسا کہ آپ نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیم کی آل پر، بے شک آپ تعریف کے لائق اور بزرگ و برتر ہیں (مسلم)

طلحہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا أَتٰی نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: کَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ؟ قَالَ: قُوْلُوْا: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (سنن النسائی، رقم الحدیث ۱۲۹۱، کتاب السھو، باب کیف الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: ایک آدمی، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! ہم آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟ تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح بھیجو کہ:

”اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ“

اے اللہ! رحمتِ خاص نازل فرما حضرت محمد پر اور ان کی آل پر، جیسا کہ آپ نے رحمت نازل فرمائی حضرت ابراہیم پر، بے شک آپ تعریف کے لائق اور بزرگ و برتر ہیں، اور برکت نازل فرما حضرت محمد پر اور ان کی آل پر، جیسا کہ آپ نے

برکت نازل فرمائی، حضرت ابراہیم پر، بے شک آپ تعریف کے لائق اور بزرگ وبرتر ہیں (نسائی)

ابو مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قِيْلَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ؟ فَقَالَ: قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ فِى الْعَالَمِيْنَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

(مسند احمد، رقم الحديث ١٧٠٦٧) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح بھیجو کہ:

”اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ فِى الْعَالَمِيْنَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ “

اے اللہ! رحمتِ خاص نازل فرما حضرت محمد پر اور ان کی آل پر، اور برکت نازل فرما حضرت محمد پر اور ان کی آل پر، جیسا کہ آپ نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیم پر عالمین میں، بے شک (اے اللہ!) آپ تعریف کے لائق اور بزرگ وبرتر ہیں (مسند احمد)

حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين، غير محمد بن عبد الله :وهو ابن زيد بن عبد ربه الأنصارى، فإنه من رجال مسلم، وأخرج له البخارى فى "خلق أفعال العباد"، وهو ثقة(حاشية مسند احمد)

أَقْبَلَ رَجُلٌ حَتّٰى جَلَسَ بَيْنَ يَدَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ عِنْدَهُ، فَقَالَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ، فَقَدْ عَرَفْنَاهُ، فَكَيْفَ نُصَلِّىْ عَلَيْكَ إِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا فِىْ صَلَاتِنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ؟ قَالَ :فَصَمَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى أَحْبَبْنَا أَنَّ الرَّجُلَ لَمْ يَسْأَلْهُ .فَقَالَ: إِذَا أَنْتُمْ صَلَّيْتُمْ عَلَىَّ فَقُوْلُوْا : اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَآلِ إِبْرَاهِيْمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ(مسندأحمد، رقم الحديث ١٧٠٧٢)[1]

ترجمہ: ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا، اور ہم بھی آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام کا طریقہ تو ہم جان چکے ہیں، تو ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں، جب ہم اپنی نماز میں درود پڑھیں، اللہ آپ پر درود (یعنی رحمت) بھیجے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، یہاں تک کہ ہم اس کو پسند کرنے لگے کہ اس سوال کرنے والے آدمی نے یہ سوال نہ کیا ہوتا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مجھ پر درود بھیجو، تو اس طرح پڑھو کہ:

’’اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَآلِ إِبْرَاهِيْمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ، كَمَا

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح، محمد بن إسحاق -وإن كان مدلسا -صرح بالتحديث هنا فانتفت شبهة تدليسه، وقد توبع .وباقى رجال الإسناد ثقات رجال الشيخين، غير محمد بن عبد اللـه بن زيد بن عبد ربه الأنصارى فإنه من رجال مسلم، وأخرج له البخارى فى "أفعال العباد "وهو ثقة(حاشية مسند احمد)

بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاهِیْمَ، إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ“

”اے اللہ! رحمتِ خاص نازل فرما حضرت محمد پر جو کہ نبی اور اُمّی ہیں اور حضرت محمد کی آل پر، جیسا کہ آپ نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم پر اور ابراہیم کی آل پر، اور برکت نازل فرما حضرت محمد پر جو کہ نبی اور اُمّی ہیں، جیسا کہ آپ نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیم پر اور حضرت ابراہیم کی آل پر، بے شک (اے اللہ!) آپ تعریف کے لائق اور بزرگ وبَرتر ہیں“ (مسند احمد)

حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَتٰی رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی جَلَسَ بَیْنَ یَدَیْهِ فَقَالَ :یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، أَمَّا السَّلَامُ عَلَیْکَ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ، وَأَمَّا الصَّلَاةُ عَلَیْکَ فَأَخْبِرْنَا بِهَا، کَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ؟ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی وَدِدْنَا أَنَّ الرَّجُلَ الَّذِیْ سَأَلَهُ لَمْ یَکُنْ سَأَلَهُ، فَقَالَ: إِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَیَّ فَقُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْأُمِّیِّ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاهِیْمَ وَآلِ إِبْرَاهِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ٦٩٨)[1]

ترجمہ: ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا، اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام کا طریقہ تو ہم جان چکے ہیں، لیکن ہمیں اس کی خبر دیجئے کہ ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ ہوگئے، یہاں تک کہ ہم چاہنے لگے کہ اس سوال کرنے والے آدمی نے یہ سوال نہ کیا ہوتا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] قال ابن حجر: هذا حدیث حسن من هذا الوجه (نتائج الافکار، ج۲ ص ۲۰۲، باب: الصلاة علی النبی صلی الله علیه وسلم بعد التشهد، المجلس: ۱۶۱)

نے فرمایا کہ جب تم مجھ پر درود بھیجو، تو اس طرح پڑھو کہ:

”اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَآلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ“

”اے اللہ! رحمتِ خاص نازل فرما حضرت محمد پر جو کہ نبی اور اُمّی ہیں اور حضرت محمد کی آل پر، جیسا کہ آپ نے رحمت نازل فرمائی حضرت ابراہیم پر اور حضرت ابراہیم کی آل پر، بے شک آپ تعریف کے لائق اور بزرگ و برتر ہیں“ (طبرانی)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُمْ سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ؟ قَالَ :قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَآلِ إِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عُلِّمْتُمْ (كشف الاستار عن زوائد البزار، رقم الحديث ٥٦٥) [1]

ترجمہ: صحابۂ کرام نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟ تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح بھیجو کہ:

” اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَآلِ إِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ“

---

[1] قال الهيثمي:رواه البزار ورجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٢٨٧٠)
وقال ابن حجر:هذا حديث صحيح، أخرجه البزار(نتائج الافكار، ج٢ص٢٠٨، باب :الدعاء بعد التشهد الأخير، المجلس:١٦٢)

''اے اللہ! رحمتِ خاص نازل فرما حضرت محمد پر، اور برکت نازل فرما حضرت محمد پر، جیسا کہ آپ نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر تمام جہانوں میں، بے شک آپ تعریف کے لائق اور بزرگ و بَرتَر ہیں''
اور سلام اسی طرح ہے، جس طرح تم کو سِکھلایا گیا ہے (بزار)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ درود اور سلام کا طریقہ، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا ہے، لہٰذا امت کے دیگر افراد کو بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سیکھے ہوئے طریقوں کے مطابق درود وسلام پڑھنا چاہیئے، کیونکہ ایک تو یہ سنت ہے، دوسرے زیادہ برکت وفضیلت اور زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے۔

اور احادیث میں یہ بھی وضاحت ہے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو اللہ تعالیٰ سے دعاء ودرخواست کے ساتھ درود پڑھنے کا طریقہ بتلایا، پس درود شریف کا مسنون اور افضل وبہتر طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعاء کے صیغہ کے ساتھ درود شریف پڑھا جائے، مثلاً ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ'' کہا جائے۔

جس کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ درود یعنی رحمتِ خاص بندہ اپنی طرف سے بھیجنے کے بجائے، اللہ سے اس کی درخواست ہی کرسکتا ہے، بندہ رحمت کا مالک نہیں اور نہ ہی اس کے پاس اس کا اختیار ہے، بلکہ اس کا کلی اختیار، اللہ کے پاس ہے، وہی اس کا مالک ہے۔ [1]

---

[1] معارفُ القرآن عثمانی میں ہے کہ:
جو طریقہ صلاۃ وسلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہوا، اس کا حاصل یہ ہے کہ ہم سب مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ سے رحمت وسلامتی کی دعاء کریں، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مقصود آیت کا تو یہ تھا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کا حق خود ادا کریں، مگر طریقہ یہ بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے دعاء کریں، اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حقِ تعظیم واطاعت پورا ادا کرنا ہمارے کسی کے بس میں نہیں، اس لئے ہم پر یہ لازم کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے دعاء کریں (معارف القرآن، ج۷ص۲۲۴، سورہ احزاب، مطبوعہ: مکتبہ معارفُ القرآن، سنِ طباعت: اپریل۲۰۰۸ء)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور احادیث وروایات میں جتنے بھی درود شریف کے صیغے آئے ہیں، ان میں عام طور پر ''اَللّٰھُمَّ '' وغیرہ کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی درخواست کی

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

فان معنى الحديث ان المراد بالتعظيم المامور به فى الآية هو التعظيم المخصوص الذى يكون بهذااللفظ ونحوه ممايدل على طلب التعظيم لشأنه عليه الصلاة والسلام من الله عزوجل لقصور وسع المومنين عن اداء حقه عليه الصلاة والسلام ، ففى الحديث ارشاد الى كيفية التعظيم المامور به وصفته لا انه تفسير للفظ "صلوا" (احكام القرآن للفقيه المفسر العلامة محمد شفيع رحمه الله تعالىٰ ج۳ ص۴۸۵، سورة الاحزاب)

فقال صلى الله عليه وسلم : قولوا اللهم صل على محمد إلى آخر ما فى بعض الروايات الصحيحة ، وفيه إيماء إلى أنكم عاجزون عن التعظيم اللائق بى فأطلبوه من الله عزوجل لى ومن هنا يعلم أن الآتى بما أمر به من طلب الصلاة له صلى الله تعالى عليه وسلم عزوجل آت بأعظم أنواع التعظيم لتضمنه الإقرار بالعجز عن التعظيم اللائق(روح المعانى ،ج ۱۱ ص ۲۵۴ ،تحت رقم الآية ۵۶، من سورة الاحزاب)

التنبيه الثانى :سئل شيخنا عن إضافة الصلاة إلى الله تعالى وملائكته دون السلام وأمر المؤمنين بها وبالسلام فأجاب بأنه يحتمل أن يقال السلام له معنيان التحية والإنقياد فأمر به المؤمنون لصحتها منهم والله وملائكته لا يجوز منهم الإنقياد فلم يضف إليهم دفعاً للإيهام والله أعلم(القول البديع للسخاوى،ص ۴۲،ما الحكمة فى إضافة الصلاة إلى الله تعالى وملائكته دون السلام)

مهمة :قرأت فى شرح مقدمة أبى الليث للأمير المصطفى التركمانى من الحنفية مانصه، فإن قيل: ما الحكمة فى أن الله تعالى أمرنا أن نصلى ونحن نقول اللهم صل على محمد وعلى آل محمد فنسأل الله تعالى أن يصلى عليه ولا نصلى عليه نحن بأنفينا يعنى بأن يقول العبد فى الصلاة أصلى على محمد قلنا لأنه -صلى الله عليه وسلم -طاهر لا عيب فيه ونحن فينا المعائب والنقائص فكيف يثنى من فيه معائب على طاهر؟ فنسأل الله تعالى أن يصلى عليه لتكون الصلاة عن رب طاهر على نبى طاهر كذا فى المرغينانى انتهى، ونحو ذلك منقول عن النيسابورى فى كتابه اللطائف والحكم فإنه قال لا يكفى للعبد أن يقول فى الصلاة صليت على محمد لأن مرتبة العبد تقصر عن ذلك بل يسأل ربه أن يصلى عليه لتكون الصلاة على لسان غيره وحينئذ فالمصلى فى الحقيقة هو الله ونسبة الصلاة إلى العبد مجازية بمعنى السؤال انتهى.

وقد أشار ابن أبى حجلة إلى شىء عن ذلك فقال الحكمة فى تعليمه الأمة صيغة اللهم صل على محمد أنا لما أمرنا بالصلاة عليه ولم يبلغ قدر الواجب من ذلك أحلناه عليه لأنه أعلم بما يليق به، وهو كقوله لا أحصى ثناء عليك وسبق له أبو اليمن بن عساكر والله أعلم، إذا عرفت ذلك كله فلتكن صلاتك عليه كما أمرك بالصلاة عليه فبذلك تعظم حظوتك لديه وعليك بالأكثار منها والمواظبة عليها (القول البديع للسخاوى،ص ۷۲ و ۷۳، الباب الاول،ما الحكمة فى أن الله تعالى أمرنا أن نصلى عليه ونحن نقول اللهم صل)

گئی ہے، براہِ راست اپنی طرف سے درود بھیجنے کا احادیث وروایات میں ذکر نہیں ملتا۔ [1]

---

[1] یہاں تک کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت جو مختصر دعاء آتی ہے، اس میں بھی ''اللّٰھم صل علی محمد'' کے الفاظ ہیں۔

اور ہمیں باوجود تلاش کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے معتبر سند کے ساتھ درود کا کوئی صیغہ بھی ایسا نہیں ملا، جس میں اللہ تعالیٰ سے دعاء ودرخواست کے بغیر درود کا ذکر ہو۔

اور اس صورت میں ظاہر ہے کہ حقیقی مصلی اللہ ہوگا، اور بندے کا مصلی ہونا مجازی ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ بہت سے اہلِ علم حضرات نے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کئے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ کے استعمال سے منع کیا ہے، البتہ دیگر حضرات نے بنیتِ دعاء اجازت دی ہے۔

اگر ماضی کے صیغہ سے اس طرح درود پڑھا جائے کہ ''صلی اللّٰہ علی محمد'' تو بھی جائز ہے، کیونکہ یہ خبر بمعنیٰ انشاء ہے، لیکن صیغۂ امر وطلب کے ساتھ درود پڑھنا صیغۂ خبر کے مقابلہ میں افضل ہے، اور محدثینِ کرام کا جو احادیث کے ضمن میں اس افضل کو چھوڑ کر صیغۂ خبر کے ساتھ درود کا معمول رہا ہے، اس کی وجہ بعض اہلِ علم حضرات نے یہ بیان کی ہے کہ ان کا یہ معمول احادیث وروایات کے ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی آجانے کی وجہ سے ہے، اور اصل مقصود احادیث وروایات کے مضامین واخبار کو بیان کرنا ہے، اور درود ضمنی طور پر شامل ہے، اگر ان مواقع پر صیغۂ طلب وامر کے ساتھ درود شریف کا معمول بنایا جاتا، تو احادیث وروایات کے مضامین کا تسلسل متأثر ہونے اور زیادہ فصل واقع ہونے کی وجہ سے مضامین کی افہام وتفہیم میں دشواری پیدا ہوتی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ومقتضى ظاهر إرشاده صلى الله تعالى عليه وسلم إياهم إلى طلب الصلاة عليه من الله تعالى شأنه أنه لا يحصل إمتثال الأمر إلا بما فيه طلب ذلک منه عزوجل ويكفى اللهم صلى على محمد لأنه الذى اتفقت عليه الروايات فى بيان الكيفية ، وكأن خصوصية الإنشاء لفظاً ومعنى غير لازمة ، ولذا قال بعض من أوجبها فى الصلاة وستعلمه إن شاء الله تعالى :إنه كما يكفى اللهم صلى على محمد ، ولا يتعين اللفظ الوارد خلافاً لبعضهم يكفى صلى الله على محمد على الأصح بخلاف الصلاة على رسول الله فإنه لا يجزى اتفاقاً لأنه ليس فيه إسناد الصلاة إلى الله تعالى فليس فى معنى الوارد .وفى تحفة ابن حجر يكفى الصلاة على محمد إن نوى بها الدعاء فيما يظهر.

وقال النيسابورى :لا يكفى صليت على محمد لأن مرتبة العبد تقصر عن ذلک بل يسأل ربه سبحانه أن يصلى عليه عليه الصلاة والسلام وحينئذ فالمصلى عليه حقيقة هو الله تعالى ، وتسمية العبد مصلياً عليه مجاز عن سؤاله الصلاة من الله تعالى عليه الصلاة والسلام فتأمله .

وذكروا أن الإتيان بصيغة الطلب أفضل من الإتيان بصيغة الخبر .وأجيب عن إطباق المحدثين على الإتيان بها بأنه مما أمرنا به من تحديث الناس بما يعرفون إذ كتب الحديث يجتمع عند قراء تها أكثر العوام فخيف أن يفهموا من صيغة الطلب أن الصلاة عليه صلى الله عليه وسلم لم توجد من الله عز وجل بعد وإلا لما طلبنا حصولها له عليه صلاة الله تعالى وسلامه فأتى بصيغة يتبادر إلى أفهامهم منها الحصول وهى مع إبعادها إياهم من هذه الورطة متضمنة للطلب الذى أمرنا به انتهى ، ولا يخفى ضعفه.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور یہی وجہ ہے کہ اکثر مفسرین نے بھی سورہ احزاب کی آیت میں درود شریف پڑھنے کے حکم کی تفسیر کے ضمن میں یہی بات بیان فرمائی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ سے رحمت کی دعاء کی جائے، اور ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ الخ'' پڑھا جائے۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

فالأولى أن يقال :إن ذلك لأن تصليتهم فى الأغلب فى أثناء الكلام الخبرى نحو قال النبى صلى الله عليه وسلم كذا وفعل صلى الله عليه وسلم كذا فأحبوا أن لا يكثر الفصل وأن لا يكون الكلام على أسلوبين لما فى ذلك من الخروج عن الجادة المعروفة إذ قلما تجد فى الفصيح توسط جملة دعائية إلا وهى خبرية لفظاً مع احتمال تشوش ذهن السامع وبطء فهمه وحسن الإفهام مما تحصل مراعاته فتدبر(روح المعانى، ج ١١ ص ٢٥٤، ٢٥٥،تحت رقم الآية ٥٦ من سورة الاحزاب)

[1] (يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه)أى ادعوا له بالرحمة، (وسلموا تسليما)أى حيوه بتحية الإسلام .وقال أبو العالية :صلاة الله :ثناؤه عليه عند الملائكة، وصلاة الملائكة الدعاء (معالم التنزيل للبغوى، ج٥ص ١٧٦، تحت رقم الآية ٥٦ من سورة الاحزاب)

تأويل قوله تعالى :(إن الله وملائكته يصلون على النبى يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما)

يقول تعالى ذكره :إن الله وملائكته يبركون على النبى محمد صلى الله عليه وسلم.

كما حدثنى على، قال :ثنا أبو صالح، قال :ثنى معاوية، عن على، عن ابن عباس، قوله(إن الله وملائكته يصلون على النبى ياأيها الذين آمنوا صلوا عليه) يقول :يباركون على النبى .وقد يحتمل أن يقال :إن معنى ذلك :أن الله يرحم النبى، وتدعو له ملائكته ويستغفرون، وذلك أن الصلاة فى كلام العرب من غير الله إنما هو دعاء .وقد بينا ذلك فيما مضى من كتابنا هذا بشواهده، فأغنى ذلك عن إعادته.

(يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه) يقول تعالى ذكره :يا أيها الذين آمنوا ادعوا لنبى الله محمد صلى الله عليه وسلم(وسلموا تسليما) يقول :وحيوه تحية الإسلام .

وبنحو الذى قلنا فى ذلك جاء ت الآثار عن رسول الله صلى الله عليه وسلم(تفسير الطبرى، ج٢٠ص ٣٢٠، تحت رقم الآية ٥٦ من سورة الاحزاب)

إن الله وملائكته يصلون على النبى يعتنون بإظهار شرفه وتعظيم شأنه .يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه اعتنوا أنتم أيضا فإنكم أولى بذلك وقولوا اللهم صلى على محمد .وسلموا تسليما وقولوا السلام عليك أيها النبى (تفسير البيضاوى ،ج٤ص٢٣٨، تحت رقم الآية ٥٦ من سورة الاحزاب)

إن الله وملائكته يصلون على النبى ياأيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما.قولوا اللهم صل على محمد أو صلى الله على محمد (وسلموا تسليما) أى قولوا اللهم سلم على محمد أو انقادوا لأمره وحكمه انقيادا(مدارك التنزيل وحقائق التأويل ،لابى البركات النسفى ،ج٣ص ٤٤، تحت رقم الآية ٥٦ من سورة الاحزاب)

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

خلاصہ یہ ہے کہ درود شریف کا مسنون، افضل و بہتر طریقہ یہ ہے کہ مسنون صیغوں کی رعایت کی جائے، اور درود شریف، اللہ تعالیٰ سے دعاء کی درخواست کے ساتھ پیش کیا جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ دنیوی میں اور آپ کے نزدیک رہ کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جو درود پڑھا کرتے تھے، وہ بھی اس طرح ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ'' کے صیغہ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ [1]

اور مسنون درود شریف کا ادنیٰ درجہ ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ'' ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه) اعتنوا أنتم أيضا بذلک فإنكم أولى به (وسلموا تسليما) قائلين اللهم صل على محمد وسلم أو نحو ذلک(تفسير ابى السعود ، ج۷ص ۱۱۴ ، تحت رقم الآية ۵۶ من سورة الاحزاب)

(يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه) أى ادعوا له بالرحمة (وسلموا تسليماً) أى حيوه بتحية الإسلام(تفسير الخازن، ج۳ص ۴۳۴، ۴۳۵، تحت رقم الآية ۵۶ من سورة الاحزاب)

(يأيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما) أى قولوا اللهم صل على سيدنا محمد وسلم(تفسير الجلالين ، ج ا ص ۵۵۹، تحت رقم الآية ۵۶ من سورة الاحزاب)

[1] اس تفصیل کی روشنی میں یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ درود شریف خواہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک کے قریب کھڑے ہو کر پڑھا جائے، یا کسی دوسرے مقام پر رہ کر پڑھا جائے، بہر صورت سنت وافضلیت کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے درخواست ودعاء کے ساتھ پڑھا جائے، یعنی ''اللھم صل'' کا صیغہ اختیار کیا جائے، اور جب احادیث میں مذکور مسنون صیغوں کے ساتھ درود پڑھا جائے گا، تو اس سے یہ مقصد خود ہی حاصل ہو جائے گا۔

یہ حکم تو درود شریف کے بارے میں تھا، جہاں تک سلام پیش کرنے کا معاملہ ہے، تو اگر کسی کو قبرِ مبارک کے قریب کھڑے ہونے کی نعمت میسر آئے، تو ایسے شخص کو خطاب کے ساتھ سلام پیش کرنے میں کوئی مانع نہیں۔

تاہم اگر اس صورت میں بھی احادیث میں مذکور مسنون و ماثور خطاب والے صیغوں (مثلاً ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ آخر تک'') کے ساتھ سلام پیش کیا جائے؛ تو اس کی فضیلت زیادہ ہے۔

[2] عن أنس بن مالک، رضى الله عنه قال :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا دخل المسجد قال :بسم الله، اللهم صل على محمد .وإذا خرج قال :بسم الله، اللهم صل على محمد(عمل اليوم والليلة لابن السنى، رقم الحديث۸۸،باب مايقول اذا دخل المسجد)

قال الالبانى: أخرجه ابن السنى فى (عمل اليوم والليلة) (ص ۱۳۱رقم ۸۶) قال :ثنى الحسن بن موسى الرسعنى :ثنا إبراهيم بن الهيثم البلدى :ثنا إبراهيم بن محمد بن البحترى -شيخ صالح

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی وجہ سے شریعت نے اس ''سلام'' کے لئے مستحسن اور پسندیدہ طریقہ یہ قرار دیا ہے کہ اس کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ہونی چاہیے۔ [1]

نماز کے قعدہ میں جو ''تحیۃ'' پڑھا جاتا ہے، اس کے شروع میں بھی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء موجود ہے۔

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا تشہد وسلام

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم پہلے نماز میں جب التحیات پڑھتے تھے، تو ہم ایک دوسرے کا نام لے کر اس کو سلام کیا کرتے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

بغدادی :-ثنا عیسی بن یونس عن معمر عن الزهری عنه.وهذا سند حسن أو محتمل للتحسين(الثمر المستطاب فی فقه السنة والكتاب، ج۲، ص۶۰۴، كتاب الصلاة، احكام المساجد)

ألفاظ الصلاة على النبی صلى الله عليه وسلم:

روى عن النبی صلى الله عليه وسلم -فی الصلاة عليه -صيغ مختلفة فی بعض ألفاظها .

قال صاحب المهذب :إن أفضل صيغ الصلاة على النبی صلى الله عليه وسلم :أن يقول المصلی عليه :(اللهم صل على محمد، وعلى آل محمد، كما باركت على إبراهيم، وعلى آل إبراهيم إنک حميد مجيد)

ومنها :ما رواه البخاری ومسلم عن كعب بن عجرة -رضی الله عنه -قال :خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلنا :قد علمنا -أو عرفنا -كيف نسلم عليک، فكيف نصلی عليک؟ قال :قولوا :اللهم صل على محمد، وعلى آل محمد، كما صليت على آل إبراهيم .إنک حميد مجيد.

اللهم بارک على محمد وعلى آل محمد، كما باركت على إبراهيم .إنک حميد مجيد. وفی لفظ للبخاری ومسلم :قولوا :اللهم صل على محمد، وعلى أزواجه، وذريته، كما صليت على آل إبراهيم .وبارک على محمد، وعلى أزواجه، وذريته، كما باركت على آل إبراهيم .إنک حميد مجيد وهناک صيغ أخرى .وأقل ما يجزء هو : اللهم صل على محمد (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص۲۳۷ و ۲۳۸، مادة"الصلاة على النبی صلى الله عليه وسلم")

[1] علاوہ ازیں یہ سلام درحقیقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک دعاء ہے، اور دعاء کے آداب میں حمد وثناء سے آغاز کرنا بھی داخل ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ محمد رضوان۔

نے یہ سنا تو فرمایا کہ تم اس طرح سلام پڑھا کرو، اس کے نتیجہ میں آسمان اور زمین میں جتنے بھی اللہ کے نیک بندے ہیں، ان سب پر تمہاری طرف سے سلام ہو جائے گا۔

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ.

ترجمہ: ساری قولی اور بدنی اور مالی عبادات اللہ کے لئے ہیں، سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں (آپ پر نازل ہوں) سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد، اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں (بخاری) [1]

فائدہ: سلام کا یہ طریقہ زیادہ جامع اور افضل ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی سلام کے صیغے احادیث وروایات میں آئے ہیں۔

اور اس سلام میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مقام سے پیش کئے جانے والے سلام کو براہِ راست سماعت فرماتے ہیں، کیونکہ اس بارے میں صحیح احادیث کی روشنی میں یہ بات گزر چکی ہے کہ روئے زمین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سلام پہنچانے کے لئے فرشتے گشت کرتے ہیں، جو اسی لمحہ، فوراً نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پیش فرما دیتے ہیں۔

اس کی وجہ بعض اہلِ علم حضرات نے یہ بیان فرمائی ہے کہ معراج میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پیش کیا گیا تھا، اور ہم اسی کی نقل میں اپنی طرف

---

[1] رقم الحديث ١٢٠٢، كتاب الجمعة، باب من سمى قوما أو سلم فى الصلاة على غيره مواجهة وهو لا يعلم.

سے بھی سلام پیش کرتے ہیں، یا پھر یہ سلام درحقیقت اللہ کی طرف سے ہے۔
لہٰذا اس سے بعض کم علم لوگوں کا یہ سمجھنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ سے اپنے اوپر پیش کیے جانے والے سلام یا سلام کے علاوہ آواز کو بھی براہِ راست سنتے ہیں، درست نہیں۔ [1]

---

[1] وأما قوله :السلام عليك أيها النبى ورحمة الله وبركاته حكاية سلام الله تعالى على نبيه -عليه الصلاة والسلام -فهى ثلاثة بمقابلة الثلاث التى أثنى بها النبى -صلى الله عليه وسلم -على ربه ليلة الإسراء (البحرالرائق، ج ١ ص ٣٤٣ ، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

ويقصد بألفاظ التشهد معانيها مرادة له على وجه الإنشاء كأنه يحيى اللّٰه تعالى ويسلم على نبيه وعلى نفسه وأوليائه(اللباب فى فى شرح الكتاب، ج ١ ص ٧٣، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

ومعنى قولنا السلام عليك الدعاء أى سلمت من المكاره وقيل معناه اسم السلام عليك كأنه تبرك عليه باسم الله تعالى فإن قيل كيف شرع هذا اللفظ وهو خطاب بشر مع كونه منهيا عنه فى الصلاة.

فالجواب أن ذلك من خصائصه صلى الله عليه و سلم فإن قيل ما الحكمة فى العدول عن الغيبة إلى الخطاب فى قوله عليك أيها النبى مع أن لفظ الغيبة هو الذى يقتضيه السياق كأن يقول السلام على النبى فينتقل من تحية الله إلى تحية النبى ثم إلى تحية النفس ثم إلى الصالحين أجاب الطيبى بما محصله نحن نتبع لفظ الرسول بعينه الذى كان علمه الصحابة ويحتمل أن يقال على طريق أهل العرفان إن المصلين لما استفتحوا باب الملكوت بالتحيات أذن لهم بالدخول فى حريم الحى الذى لا يموت فقرت أعينهم بالمناجاة فنبهوا على أن ذلك بواسطة نبى الرحمة وبركة متابعته فالتفتوا فإذا الحبيب فى حرم الحبيب حاضر فأقبلوا عليه قائلين السلام عليك أيها النبى ورحمة الله وبركاته أه (فتح البارى لابنِ حجر، ج ٢ ص ٣١٤، كتاب الصلاة،باب التشهد فى الآخرة)

فعلم بهذاان للمشائخ فى توجيه الخطاب ثلاثة اقوال مجرد الاتباع وكون الحبيب فى حريم الحبيب وحكاية مافى المعراج على طريق الانشاء ولعلك دريت بهذا كله انه لايصح الاستدلال بصيغة التشهد على حضوره صلى الله عليه وسلم فى كل محل او علىٰ عموم ندائه صلى الله عليه وسلم عن كل موضع كما توهمه بعض المبتدعة فى هذاالزمان (اوجز المسالک الىٰ مؤطا مالک ج ١ ص ٢٦٥، كتاب الصلاة، باب التشهد فى الصلاة)

واعلم أن الأحاديث المرفوعة كلها متفقة على قوله فى التشهد "السلام عليك أيها النبى "أى على لفظ الخطاب وحرف النداء ، نعم ترك بعض الصحابة كابن مسعود

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پھر نماز میں پڑھے جانے والے سلام کے سلسلہ میں بہت سی روایات میں خطاب کے صیغہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وغيره الخطاب بعد وفاته -صلى الله عليه وسلم -، ففرقوا بين حياته -عليه السلام - ووفاته، وقالوا "السلام على النبى "كما عند البخارى فى الإستيذان، وأبى عوانة فى صحيحه، والسراج والجوزقى وأبى نعيم الأصبهانى والبيهقى وعبد الرزاق، لكن جمهور الصحابة والتابعين وغيرهم من المحدثين والفقهاء مطبقون على التشهد المرفوع المروى بصيغة الخطاب والنداء ، أى على عدم المغايرة بين زمانه -صلى الله عليه وسلم -وما بعده، وعلى هذا فلا بد من بيان توجيه الخطاب؛ لأنه يرد عليه أنه كيف شرع هذا اللفظ وهو خطاب بشر مع كونه منهياً عنه فى الصلاة؟ والجواب أن ذلک من خصائصه -عليه السلام -، فإن قيل :ما الحكمة فى العدول عن الغيبة إلى الخطاب مع أن لفظ الغيبة هو الذى يقتضيه السياق؟ كأن يقول "السلام على النبى" فينتقل من تحية الله إلى تحية النبى، ثم إلى تحية النفس، ثم إلى تحية الصالحين .أجاب الطيبى مما محصله :نحن نتبع لفظ الرسول بعينه الذى كان علمه الصحابة .وقال ابن الملک :روى أنه -صلى الله عليه وسلم -لما عرج به أثنى على الله تعالى بهذه الكلمات، فقال الله تعالى :السلام عليک أيها النبى ورحمة الله وبركاته، فقال عليه السلام :السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين، فقال جبريل :أشهد أن لا إله إلا الله، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله-انتهى .قال القارى :وبه يظهر وجه الخطاب، وأنه على حكاية معراجه -عليه السلام -فى آخر الصلاة التى هى معراج المؤمنين -انتهى .وقال فى "مسک الختام "فى شرح "بلوغ المرام "بالفارسية ما معربه :ووجه الخطاب إبقاء هذا الكلام على ما كان فى الأصل، فإن ليلة المعراج قد خاطب الله تعالى رسوله بالسلام، فأبقاه النبى -صلى الله عليه وسلم -وقت تعليم الأمة على ذلک الأصل، ليكون ذک مذكراً لتلک الحال-انتهى .وتمام بيان القصة مع شرح ألفاظ التشهد فى الإمداد كذا فى رد المحتار .وهذا المروى لم أقف على سنده، فإن كان ثابتاً فنعم التوجيه هذا، لكن يقصد على هذا التوجيه بألفاظ التشهد معانيها مرادة له على وجه الإنشاء كأنه يحيى الله تعالى ويسلم على نبيه -صلى الله عليه وسلم -، وعلى نفسه، وأولياء ه، ولا يقصد مجرد الإخبار والحكاية عما وقع فى المعراج عنه -صلى الله عليه وسلم -.وقد ظهر بما ذكرنا عدم صحة استدلال القبوريين بصورة النداء والخطاب فى التشهد على حضوره -صلى الله عليه وسلم -فى كل موضع، وعلى جواز ندائه فى غير التشهد، وهذا لأن كون النداء فيه نداء حقيقياً ممنوع، فإنه ليس فيه طلب شء، بل هو نداء مجازى يطلب به استحضار المنادى فى القلب فيخاطب المشهود بالقلب .قال الإمام ابن تيمية فى اقتضاء الصراط المستقيم :وقوله :يا محمد !يا نبى الله !هذا وأمثاله نداء يطلب به استحضار المنادى فى القلب فيخاطب المشهود بالقلب كما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کے ساتھ ہی سلام کا ذکر آیا ہے، اور متعدد فقہائے کرام نے بھی نماز میں اسی صیغہ کے ساتھ سلام پڑھنے کو اختیار فرمایا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يقول المصلى :السلام عليك أيها النبى ورحمة الله وبركاته، والإنسان يفعل مثل هذا كثيراً يخاطب من يتصوره فى نفسه وإن لم يكن فى الخارج من يسمع الخطاب-انتهى. وعلى هذا فليس هذا النداء مما يدعيه هؤلاء القبوريون .وقال بعض شيوخ مشائخنا ما حاصله :أن تشهده -صلى الله عليه وسلم -كان مثل ما علم الأمة، فكان -عليه السلام -يقول فى التشهد "السلام عليك أيها النبى "كما أمر به الأمة، كما هو مصرح فى حديث عبد الله بن الزبير عند الطحاوى، والبزار، والطبرانى، وفى حديث ابن مسعود عند أحمد والطبرانى .قال الزرقانى فى شرح المواهب نقلاً عن النووى بعد ذكر ألفاظ التشهد ما نصه :وفى هذا فائدة حسنة، وهى أن تشهده -عليه السلام -بلفظ تشهدنا -انتهى .ومن المعلوم أن التشهد المروى فى الأحاديث عام للحاضرين من الصحابة، وللغائبين والموجودين فى زمنه -صلى الله عليه وسلم -، ولمن جاء بعده، إذا الخطاب فى قوله" :إذا صلى أحدكم "وقوله" :ولكن قولوا "يشمل الحاضرين والغائبين، والموجودين، والمعدومين الكائنين إلى يوم القيامة مثل سائر الخطابات الواردة فى الوضوء ، والصلاة، والصيام، والزكاة، والحج، وغير ذلك، وليس هناك حديث يدل على أن للغائبين والمعدومين تشهداً آخر غير هذا التشهد، وأيضاً علمهم النبى -صلى الله عليه وسلم -التشهد هكذا بلفظ الخطاب والنداء بدون التفريق بين الحاضرين منهم والغائبين عنه مع أن الصحابة كانوا يغيبون عنه -صلى الله عليه وسلم -فى الغزوات، والسرايا، وغير ذلك من الأسفار، ولا يغايرون بين الحضور عنده والغيبة عنه، ولم يثبت ما تقدم من حكاية المعراج، فهذا كله يدل على أن ذلك مما لم نؤت علمه فينبغى لنا أن لا نبحث فيه، ونكل أمره إلى الله، قال الله تعالى :(ولا تقف ما ليس لك به علم)وإذا يكون هذا الخطاب معدولاً عن العقل والقياس، فيكون مقصوراً على مورده، فلا يقتضى هذا الخطاب جواز خطابه -صلى الله عليه وسلم -ونداء ه فى غير تشهد الصلاة -انتهى(مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، للمباركفورى، ج٣ص ٢٣٣، ٢٣٤، كتاب الصلاة، باب التشهد)

[1] النبى صلى الله عليه وسلم علم التشهد تعليما عاما ، وقد كان فى زمنه صلى الله عليه وسلم من يصلى حاضرا معه ومنهم من يصلى غائبا عنه ولم يفرق النبى صلى الله عليه وسلم بينهما فى ذلك ولاتفاوت بين من صلى فى زمنه صلى الله عليه وسلم غائبا عنه ، وبين من صلى بعد وفاته صلى الله عليه وسلم(اعلاء السنن ج٣ص ١٢٣، باب التشهد ووجوبه)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن بعض روایات میں یہ مضمون بھی آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بعض صحابۂ کرام نے نماز میں خطاب کے صیغہ کے ساتھ سلام چھوڑ دیا تھا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثم لایخفی علیک ان الفاظ التشهد هکذا وردت بصیغة الخطاب فی اکثر الروایات الا ما ورد عن بعض الصحابة کابنِ مسعود وغیره رضی اللہ تعالیٰ عنهم ، کما سیجیئ .انهم قالوا بعد وفاته صلی الله علیه وسلم بلفظ الغائب فقالوا السلام علی النبی لکن جمهور الصحابة وسائر الفقهاء متظافرون علی التشهد بصیغة الخطاب ولم یفرقوا فی حیاته ووفاته صلی الله علیه وسلم لما انه ثبت عنه صلی الله علیه وسلم بهذا اللفظ وعلمهم النبی صلی الله علیه وسلم هکذا بدون التفریق بین الحاضر منهم والغائب مع ان الصحابة کانوا یغیبون عنه صلی الله علیه وسلم فی السرایا والاسفار ولایفرقون بین الحضور والغیبة (اوجز المسالک الیٰ مؤطا مالک ج ۱ ص ۲۶۴، ۲۶۵، کتاب الصلاة، باب التشهد فی الصلاة)

[1] حدثنی عبد الله بن سخبرة أبو معمر قال :سمعت ابن مسعود، یقول :علمنی رسول الله صلی الله علیه وسلم، وکفی بین کفیه، التشهد، کما یعلمنی السورة من القرآن :التحیات لله، والصلوات والطیبات، السلام علیک أیها النبی ورحمة الله وبرکاته، السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین، أشهد أن لا إله إلا الله، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله وهو بین ظهرانینا، فلما قبض قلنا :السلام -یعنی -علی النبی صلی الله علیه وسلم(بخاری ،رقم الحدیث ۶۲۶۵ ،کتاب الاستئذان،باب الأخذ بالیدین)

حدثنی عبد الله بن سخبرة أبو معمر، قال :سمعت ابن مسعود، یقول :علمنی رسول الله صلی الله علیه وسلم التشهد -کفی بین کفیه -کما یعلمنی السورة من القرآن، قال " :التحیات لله، والصلوات والطیبات، السلام علیک أیها النبی ورحمة الله وبرکاته، السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین، أشهد أن لا إله إلا الله، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله "وهو بین ظهرانینا، فلما قبض قلنا :السلام علی النبی (مسند احمد رقم الحدیث ۳۹۳۵)

قال شعیب الارنؤوط:إسناده صحیح علی شرط الشیخین(حاشیة مسند احمد)

عن عطاء أن أصحاب النبی صلی الله علیه و سلم کانوا یسلمون والنبی صلی الله علیه و سلم حی السلام علیک أیها النبی ورحمة الله وبرکاته فلما مات قالوا السلام علی النبی ورحمة الله وبرکاته (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث ۳۰۷۵، باب التشهد)

عن نافع أن عبد الله بن عمر کان یتشهد فیقول بسم الله التحیات لله الصلوات لله الزاکیات لله السلام علی النبی ورحمة الله وبرکاته السلام علینا وعلی عباد الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض صحابۂ کرام نے خطاب کے صیغہ کو کیوں چھوڑ دیا تھا؟ اس کی اہلِ علم حضرات نے مختلف وجوہات بیان فرمائی ہیں، جن میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ ان صحابۂ کرام کا مقصد عام اور کم علم لوگوں کو شرک کا شبہ ہونے سے بچانا تھا، تاکہ نماز میں پڑھے جانے والے سلام کے خطاب والے صیغہ سے وہ اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ سے خطاب کو فرشتوں کے واسطہ وغیرہ کے بغیر براہِ راست سنتے ہیں، حالانکہ یہ خطاب معراج کی رات کے سلام کی نقل کر کے بندے اپنی طرف سے پیش کرتے ہیں، یا پھر یہ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الصالحين شهدت أن لا إله إلا الله شهدت أن محمدا رسول الله يقول هذا فى الركعتين الأوليين ويدعو إذا قضى تشهده بما بدا له فإذا جلس فى آخر صلاته تشهد كذلك أيضا إلا أنه يقدم التشهد ثم يدعو بما بدا له فإذا قضى تشهده وأراد أن يسلم قال السلام على النبى ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين السلام عليكم عن يمينه ثم يرد على الإمام فإن سلم عليه أحد عن يساره رد عليه(مؤطاامام مالک ،رقم الحديث ١٩٠ ، باب التشهد فى الصلاة)

عن القاسم بن محمد ، قال :رأيت عائشة تعد بيدها تقول :التحيات الطيبات ، الصلوات الزاكيات لله ، السلام على النبى ورحمة الله ، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين ، أشهد أن لا إله إلا الله ، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله ، قال :ثم يدعو لنفسه بما بدا له(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ٣٠١٠، كتاب الصلاة، باب التشهد فى الصلاة)

أخبرنى يحيى بن سعيد قال :سمعت القاسم بن محمد يقول :كانت عائشة تعلمنا التشهد وتشير بيدها تقول " :التحيات الطيبات الصلوات الزاكيات لله، السلام على النبى ورحمة الله وبركاته، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين، أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله، ثم يدعو الإنسان لنفسه بعد(السنن الكبرىٰ للبيهقى ، رقم الحديث ٢٨٣٢، كتاب الصلاة،باب من قدم كلمتى الشهادة على كلمتى التسليم)

قال السبكى فى شرح المنهاج بعد أن ذكر هذه الرواية من عند أبى عوانة وحده إن صح هذا عن الصحابة دل على أن الخطاب فى السلام بعد النبى صلى الله عليه و سلم غير واجب فيقال السلام على النبى قلت قد صح بلا ريب وقد وجدت له متابعا قويا قال عبد الرزاق أخبرنا ابن جريج أخبرنى عطاء أن الصحابة كانوا يقولون والنبى صلى الله عليه و سلم حى السلام عليك أيها النبى فلما مات قالوا السلام على النبى وهذا إسناد صحيح (فتح البارى لابنِ حجر، ج٢ ص٣١٣،باب التشهد فى الآخرة)

خطاب اللہ کی طرف سے ہے، واللہ اعلم۔ [1]

(تفصیل کے لئے ہماری کتاب ''درود وسلام کے فضائل واحکام'' کا ''خاتمہ'' ملاحظہ فرمائیں)

اس فصل کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے براہِ راست حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درود وسلام پڑھنے کا طریقہ معلوم کیا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو درود وسلام پڑھنے کا مسنون طریقہ بتلایا، اس کے مطابق ہر مسلمان کو درود وسلام پڑھ کر فضیلت حاصل کرنی چاہیے اور اس میں اپنی طرف سے نئی نئی اختراعات وبدعات اور ایجادات وخرافات سے بچنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

---

[1] وقال الشیخ اطال اللہ بقائہ: ویمکن ان یکون ھذا التغییر من بعضھم بقصد اسماع بعض الاعراب والعوام صدا لھم عن شائبۃ الشرک التی عسی ان یقعوا فیھا توھما من ظاھر الخطاب، کما قال عمر رضی اللہ عنہ للحجر الاسود لما اراد تقبیلہ بمحضر من العوام: "انی لاعلم ان حجر لاتضر ولاتنفع، ولولا انی رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقبلک ما قبلتک"، رواہ البخاری (اعلاء السنن ج۳ص ۱۲۳، ۱۲۴، باب التشھد ووجوبہ)

(خاتمہ)

''صحابۂ کرام'' نبی ﷺ کے حقوق کی پہچان وادائیگی کا معیار

گزشتہ تفصیل سے خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے امت پر حقوق کی وضاحت ہو چکی ہے۔

ان تمام تفصیلات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حقوق کی اس طرح ادائیگی کی ہے جو کہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے نمونہ ہے۔

اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے حالات کو سامنے رکھ کر ہی صحیح معنٰی میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی پر عمل ہوسکتا ہے۔

اور مذکورہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو چکا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی کے لئے آج کل کی طرح شور وشغب اور ہنگامہ آرائی والی محفلیں اور مجلسیں نہیں سجائی جاتی تھیں۔ اور نہ ہی آج کل کی طرح، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت وغیرہ کے حوالے سے مروَّجہ رسوم کا کوئی نام ونشان تھا، بلکہ ان کی پوری زندگی عملی طور پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی سے عبارت تھی۔

جس کی کچھ تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

صَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا، فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً، ذَرَفَتْ لَهَا الْأَعْيُنُ، وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ،

قُلْنَا أَوْ قَالُوْا :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَأَنَّ هٰذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ، فَأَوْصِنَا .قَالَ أُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا،فَإِنَّهُ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ يَرٰى بَعْدِيْ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

(مسند احمد ، رقم الحديث ١٧١٤٤ ، مؤسسة الرسالة، بيروت) [1]

ترجمہ: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی، پھر ہماری طرف متوجہ ہوکر انتہائی مؤثر وعظ فرمایا، جس سے آنکھیں نمدار ہوگئیں، اور دل ڈر گئے، ہم نے یا صحابۂ کرام نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! گویا کہ یہ تو رخصت ہونے والے کا وعظ ہے، لہٰذا آپ ہمیں وصیت فرمائیے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور (امیر کی بات) سننے اور فرمانبرداری کرنے کی نصیحت کرتا ہوں، اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، پس بلاشبہ جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا، تو وہ بہت اختلافات دیکھے گا، پس تم پر (ایسے وقت) میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔ جو ہدایت یافتہ ہیں، اس سنت کو تم مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور اس کو اپنی ڈاڑھوں کے نیچے خوب دبا لینا، اور تم (دین میں) نئی نئی باتوں (کے پیدا کرنے) سے بچنا کیونکہ (دین میں) جو بھی نئی چیز نکالی جائے، وہ بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وطریقہ کے ساتھ صحابۂ کرام اور بالخصوص خلفائے راشدین کا عمل بھی گمراہی سے بچنے اور ہدایت کو پانے کا ذریعہ ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، سلف الكلام عليه برقم (١٧١٤٢) ورجاله ثقات (حاشية مسند احمد)

[2] وقوله:" فعليكم بسنتي "السنة الطريقة القويمة التى تجرى على السنن وهو السبيل الواضح "وسنة الخلفاء الراشدين المهديين "يعنى الذين شملهم الهدى وهم الأربعة بالإجماع: أبو بكر وعمر وعثمان وعلى رضى الله عنهما أجمعين.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى أُمَّتِيْ مَا أَتٰى عَلٰى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتّٰى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتٰى أُمَّهٗ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ أُمَّتِيْ مَنْ يَّصْنَعُ ذٰلِكَ، وَإِنَّ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا وَمَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ (سنن الترمذی، رقم الحديث ٢٦٤١، ابواب الايمان، ما جاء فی افتراق هذه الأمة) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت پر ضرور وہ حالات پیش

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأمر صلى الله عليه وسلم بالثبات على سنة الخلفاء الراشدين لأمرين: أحدهما: التقليد لمن عجز عن النظر .

والثاني: الترجيح لما ذهبوا إليه عند اختلاف الصحابة(شرح الاربعين النووية لابن دقيق العيد، ص٩٧، ٩٨، باب وجوب لزوم السنة)

الأصل أن المسلمين يكونون جماعة واحدة على منهج الكتاب والسنة، وعلى ما كان عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم وأصحابه، فهذا هو الأصل، لكن وجد التفرق كما أخبر به النبى صلى الله عليه وسلم :(وأنه من يعش فسيرى اختلافاً كثيراً)، وقال :(ستفترق هذه الأمة على ثلاث وسبعين فرقة كلها فى النار إلا واحدة، قالوا :من هى؟ قال :الجماعة)، وفى لفظ :(من كان على ما أنا عليه وأصحابى)، فالذين هم على هذا المنهج لا يقال :إنهم على حلف، وإنما هم ملتزمون بما جاء فى الكتاب والسنة عملاً ودعوة، وإذا وجدت جماعات خرجت عن هذا المسلك وعن هذا المنهج الذى كان عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم وأصحابه، فتلك جماعات مختلفة، وهى ممن يتحالف ويتآزر ويتعاون على الشىء الذى التزموه، وذلك الذى التزموه ليس على منهج صحيح، وإذا كانوا على منهج صحيح فليكونوا على ما كان عليه سلف هذه الأمة من الصحابة، وهو الالتزام بالكتاب والسنة(شرح سنن ابى داوٗد لعبدالمحسن العباد، ج١٦ ص٢٢، الجماعات الاسلامية)

[1] قال الترمذی:هذا حديث مفسر غريب لا نعرفه مثل هذا إلا من هذا الوجه.

آئیں گے، جو بنی اسرائیل پر پیش آئے تھے (احوال میں مطابقت، مشابہت و مماثلت سابق کے ساتھ اس امت کی ہو بہو ہوگی) جیسے جوتوں کے ایک جوڑے میں ایک جوتے کی دوسرے جوتے کے ساتھ مماثلت ہوتی ہے، یہاں تک کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں سے کھلے عام بدکاری کی ہوگی، تو میری امت میں بھی کوئی شخص یہ حرکت کرے گا، اور بنی اسرائیل کے بہتّر (72) فرقے ہوگئے تھے، اور میری امت کے تہتّر (73) فرقے ہوجائیں گے، جو تمام جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک فرقے کے، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ ایک فرقہ کون سا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ ہیں (ترمذی)

اس حدیث کو تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ اور محدثین نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] عن عبد الله بن عمرو بن العاص , عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: ليأتين على أمتي ما أتى على بني إسرائيل مثل بمثل , حذو النعل بالنعل , حتى لو أن فيهم من أتى أمه علانية كان فى أمتي من يصنع ذلك , وإن بنى إسرائيل تفرقوا على ثنتين وسبعين ملة , وستفترق أمتي على ثلاث وسبعين فرقة , كلها فى النار إلا ملة واحدة , قالوا: وأى ملة تنفلت من النار؟ قال: ما أنا عليه وأصحابى(البدع لابن الوضاح، رقم الحديث ٢٥٠)

عن عبد الله بن عمرو رضى الله عنهما أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: " ليأتين على أمتي ما أتى على بني إسرائيل: تفرق بنو إسرائيل على اثنتين وسبعين ملة وستفترق أمتي على ثلاث وسبعين، تزيد عليهم، كلها فى النار إلا ملة واحدة، فقالوا: من هذه الملة الواحدة؟ قال: ما أنا عليها وأصحابى "(الشريعة للآجرى، رقم الحديث ٢٣)

عن عبد الله بن عمرو، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: سيأتى على أمتي ما أتى على بني إسرائيل مثلا بمثل حذو النعل بالنعل، وإنهم تفرقوا على ثنتين وسبعين ملة وستفترق أمتي على ثلاث وسبعين ملة كلهم فى النار غير واحدة ، قالوا: يا رسول الله وما تلك الواحدة؟ قال:هو ما أنا عليه اليوم وأصحابى(السنة للمروزى،رقم الحديث ٥٩)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: تَفْتَرِقُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃُ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّسَبْعِیْنَ فِرْقَۃً، کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا وَاحِدَۃً، قَالُوْا: وَمَا تِلْکَ الْفِرْقَۃُ؟ قَالَ: مَا اَنَا عَلَیْہِ الْیَوْمَ وَاَصْحَابِیْ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۴۸۸۶، ورقم الحدیث ۷۸۴۰، المعجم الصغیر للطبرانی، رقم الحدیث ۷۲۴) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ امت تہتّر (73) فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی، سب فرقے جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک فرقہ کے، صحابہ نے عرض کیا کہ وہ ایک فرقہ کون سا ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جس طریقہ پر آج کے دن میں اور میرے صحابہ ہیں (طبرانی)

اس طرح کی حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے، جس کی سند پر محدثین نے کلام کیا ہے۔ [۲]
لیکن گزشتہ سندوں سے یہ حدیث معتبر ہے۔ [۳]

---

[۱] قال الھیثمی: رواہ الطبرانی فی الصغیر، وفیہ عبد اللہ بن سفیان، قال العقیلی: لا یتابع علی حدیثہ ھذا، وقد ذکرہ ابن حبان فی الثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۸۹۹)

[۲] عن عبد اللہ بن یزید بن آدم الدمشقی، قال، حدثنی أبو الدرداء، وأبو أمامة، وواثلة بن الأسقع، وأنس بن مالک قالوا: خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما، ونحن نتماری فی شیء من أمر الدین، فغضب غضبا شدیدا لم یغضب مثلہ، ثم انتھرنا، فقال: ....ذروا المراء، فإن بنی إسرائیل افترقوا علی إحدی وسبعین فرقة، والنصاری علی ثنتین وسبعین فرقة کلھم علی الضلالة إلا السواد الأعظم. قالوا: یا رسول اللہ، ومن السواد الأعظم؟ قال: من کان علی ما أنا علیہ، وأصحابی من لم یمار فی دین اللہ، ومن لم یکفر أحدا من أھل التوحید بذنب غفر لہ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۷۶۵۹، الشریعة للآجری، رقم الحدیث ۱۱۱، الابانة الکبریٰ لابن بطة، رقم الحدیث ۵۳۲)

قال الھیثمی: رواہ الطبرانی فی الکبیر، وفیہ کثیر بن مروان، وھو ضعیف جدا (مجمع الزوائد، رقم الحدیث ۷۰۴، باب ما جاء فی المراء)

[۳] قال الفتنی: افترقت الیھود علی اثنین وسبعین فرقة والنصاری کذلک وتفترق أمتی علی ثلاث سبعین فرقة کلھا فی النار إلا واحدة قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما أنا علیہ وأصحابی حسن صحیح روی عن أبی ھریرة وسعد ابن عمر وأنس جابر وغیرھم (تذکرة الموضوعات للفتنی، ج ۱ ص ۱۵، باب افتراق الامة علی ثلاث وسبعین فرقة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک اور حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِنَّ بَنِیْ إِسْرَائِیْلَ اِفْتَرَقَتْ عَلٰی إِحْدَی وَسَبْعِینَ فِرْقَةً، وَإِنَّ أُمَّتِیْ سَتَفْتَرِقُ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِینَ فِرْقَةً،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الالبانی: والحديث أورده الحافظ ابن كثير فی تفسيره (1/390) من رواية أحمد، ولم يتكلم على سنده بشیء ، ولكنه أشار إلى تقويته بقوله ":وقد ورد هذا الحديث من طرق ." ولهذا قال شيخ الإسلام ابن تيمية فی "المسائل "(2/83). "هو حديث صحيح مشهور ." وصححه أيضا الشاطبی فی "الاعتصام "(3/38). ومن طرق الحديث التی أشار إليها ابن كثير، وفيها الزيادة، ما ذكره الحافظ العراقی فی "تخريج الإحياء "(3/199) قال: "رواه الترمذی من حديث عبد الله بن عمرو وحسنه، وأبو داود من حديث معاوية، وابن ماجه من حديث أنس وعوف بن مالک، وأسانيدها جياد ." قلت :ولحديث أنس طرق كثيرة جدا تجمع عندی منها سبعة، وفيها كلها الزيادة المشار إليها، مع زيادة أخرى يأتی التنبيه عليها، وهذه هی: الطريق الأولى: عن قتادة عنه . أخرجه ابن ماجة (2/480) ، وقال البوصيری فی "الزوائد :" "إسناده صحيح، رجاله ثقات ." قلت :وفی تصحيحه نظر عندی لا ضرورة لذكره الآن، فإنه لا بأس به فی الشواهد.الثانية :عن العميری عنه..................

السابعة :عن عبد الله بن سفيان المدنی عن يحيى بن سعيد الأنصاری عنه . وفيه الزيادة بلفظ ": قال :ما أنا عليه وأصحابی ." أخرجه العقيلی فی "الضعفاء "(ص 208 - 207) والطبرانی فی " الصغير " (150) وقال ":لم يروه عن يحيى إلا عبد الله بن سفيان ."وقال العقيلی " :لا يتابع على حديثه ."قلت :وهو على كل حال خير من الأبرد بن أشرس فإنه روى هذا الحديث أيضا عن يحيى بن سعيد به، فإنه قلب متنه، وجعله بلفظ ":تفترق أمتی على سبعين أو إحدى وسبعين فرقة كلهم فی الجنة إلا فرقة واحدة،قالوا :يا رسول الله من هم؟ قال :الزنادقة وهم القدرية ."

أورده العقيلی أيضا وقال ":ليس له أصل من حديث يحيى بن سعيد "وقال الذهبی فی "الميزان ":"أبرد بن أشرس قال ابن خزيمة :كذاب وضاع ."قلت :وقد حاول بعض ذوی الأهواء من المعاصرين تمشية حال هذا الحديث بهذا اللفظ الباطل، وتضعيف هذا الحديث الصحيح، وقد بينت وضع ذاک فی "سلسلة الأحاديث الضعيفة "رقم (1035) ، والغرض الآن إتمام الكلام على هذا اللفظ الصحيح،فقد تبين بوضوح أن الحديث ثابت لا شک فيه، ولذلک تتابع العلماء خلفا عن سلف على الاحتجاج به حتى قال الحاكم فی أول كتابه "المستدرک " :"إنه حديث كبير فی الأصول (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۰۴)

كُلُّهَا فِي النَّارِ، إِلَّا وَاحِدَةً وَهِيَ: الْجَمَاعَةُ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۳۹۹۳، ابواب الفتن، باب افتراق الأمم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے اکہتر (71) فرقے ہوئے اور میری امت کے بہتر (72) فرقے ہوں گے، سب کے سب آگ میں ہوں گے، سوائے ایک کے اور وہ ایک فرقہ ''الْجَمَاعَةُ'' ہے (ابن ماجہ)

جماعت سے مراد اہلِ سنت ہیں، جس کی سب سے پہلی مصداق صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حديث صحيح .هشام بن عمار متابع.
وأخرجه ابن أبي عاصم في "السنة "(64) ومن طريقه الضياء المقدسي في "المختارة" (2500) عن هشام بن عمار، بهذا الإسناد.
وأخرجه الضياء المقدسي (2499) من طريق أبي عامر موسى بن عامر بن خريم، عن الوليد بن مسلم، بهذا الإسناد .وهذا إسناد حسن.
وأخرجه أحمد (12208) من طريق زياد بن عبد الله النميري، عن أنس .والنميري ضعيف.
وانظر تمام تخريجه وبيان طرقه عند أحمد.
ويشهد له حديث عوف بن مالك السالف قبله، وانظر تمام شواهده عنده(حاشية سنن ابن ماجه)
وقال البوصيري:
هذا إسناد صحيح رجاله ثقات (مصباح الزجاجة، تحت رقم الحديث ۱۴۰۴)

[2] (ستفترق هذه الأمة على ثلاث وسبعين فرقة كلها في النار إلا واحدة قيل :من يا رسول الله؟ قال :الجماعة) وفي لفظ :(من كان على ما أنا عليه وأصحابي) .فقوله :(من كان على ما أنا عليه وأصحابي) يدل على اتباع السنة، واتباع ما كان عليه الرسول صلى الله عليه وسلم، ووصفهم بأنهم جماعة ثم كونه يقول :إنهم أهل سنة وإنهم ليسوا جماعة هذا كلام غير صحيح؛ لأن أهل السنة هم الجماعة، والجماعة وأهل السنة والطائفة المنصورة والفرقة الناجية؛ كل هذه الصفات لفرقة واحدة، وهم من هم على ما كان عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم وأصحابه، وكونه يصير هناك شيء من الاختلاف والتنافر لأمور دنيوية أو لأمور أخرى هذا لا يؤثر على الاتفاق في العقيدة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوعامر عبداللہ بن لحی سے روایت ہے کہ:

حَجَجْنَا مَعَ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِيْ سُفْيَانَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَامَ حِيْنَ صَلّٰى صَلَاةَ الظُّهْرِ، فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابَيْنِ اِفْتَرَقُوْا فِيْ دِيْنِهِمْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً، وَإِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً يَعْنِيْ: اَلْأَهْوَاءَ، كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً، وَهِيَ الْجَمَاعَةُ، وَإِنَّهُ سَيَخْرُجُ فِيْ أُمَّتِيْ أَقْوَامٌ تَجَارٰى بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ بِصَاحِبِهٖ، لَا يَبْقٰى مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصِلٌ إِلَّا دَخَلَهُ ،وَاللّٰهِ يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ لَئِنْ لَّمْ تَقُوْمُوْا بِمَا جَاءَ بِهٖ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَغَيْرُكُمْ مِنَ النَّاسِ أَحْرٰى أَنْ لَّا يَقُوْمَ بِهٖ

(مسند احمد، رقم الحدیث ۱۶۹۳۷، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۴۴۳، ابوداؤد، رقم الحدیث ۴۵۹۷) [1]

ترجمہ: ہم نے حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا، جب ہم

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وعلى ما كان عليه سلف الأمة، فإذا وجد شيء من ذلك لا يقال :إن هذا يقتضى أن يفرق بين السنة والجماعة، وأن السنة شيء والجماعة شيء ، بل أهل السنة هم الجماعة، والجماعة هم أهل السنة، وعقائد أهل السنة فيها ذكر السنة والجماعة معاً فلا يقال :إن هذا شيء وهذا شيء آخر .معنى المنهج وضابطه الصحيح(شرح سنن ابى داؤد لعبدالمحسن العباد، ج۱۳ ص ۲۸۲، حكم من يقول السلفيون فى هذا الزمان أهل سنة وليسوا أهل جماعة)

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن، وحديثُ افتراق الأمة منه صحيح بشواهده(حاشية مسند احمد)

وقال الحاكم: هذه أسانيد تقام بها الحجة فى تصحيح هذا الحديث، وقد روى هذا الحديث عن عبد الله بن عمرو بن العاص وعمرو بن عوف المزنى بإسنادين تفرد بأحدهما عبد الرحمن بن زياد الأفريقى، والآخر كثير بن عبد الله المزنى، ولا تقوم بهما الحجة.

وقال الذهبى فى التلخيص: هذه أسانيد تقوم بها الحجة.

مکہ مکرمہ پہنچے، تو وہ ظہر کی نماز پڑھ کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ اپنے دین میں بہتر (72) فرقوں میں تقسیم ہو گئے، جبکہ یہ امت تہتر (73) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، وہ سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے اور وہ ایک فرقہ جماعت کے نقش پر ہوگا اور میری امت میں کچھ ایسی اقوام بھی آئیں گی جن میں یہ فرقہ پرستی (اور تعصّبات و خواہشات) اس طرح سرایت و نفوذ کر جائے گی، جیسے کتے کا زہر کسی میں سرایت کر جاتا ہے اور اس شخص کی کوئی رگ اور کوئی جوڑ ایسا نہیں رہتا، جس میں زہر سرایت نہ کر جائے، اللہ کی قسم! اے گروہِ عرب! اگر تم اپنے نبی کی لائی ہوئی شریعت پر قائم نہ رہے، تو دوسرے لوگ تو زیادہ ہی اس پر قائم نہ رہیں گے (مسند احمد، حاکم)

کئی احادیث میں حق پرست جماعت کے تا قیامت باقی رہنے کا بھی ذکر آیا ہے۔ [1]
اور اس سے مراد، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت، اور پھر قیامت تک اس جماعت کے نقشِ قدم پر چلتے رہنے والی جماعت مراد ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] عن المغيرة بن شعبة، عن النبى صلى الله عليه وسلم، قال: لا يزال طائفة من أمتى ظاهرين، حتى يأتيهم أمر الله وهم ظاهرون(بخارى، رقم الحديث ٧٣١١)

عن ثوبان، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تزال طائفة من أمتى ظاهرين على الحق، لا يضرهم من خذلهم، حتى يأتى أمر الله وهم كذلك(مسلم،رقم الحديث ١٩٢٠ "١٧٠")

عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر، أن عمير بن هانء، حدثه، قال: سمعت معاوية، على المنبر يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا تزال طائفة من أمتى قائمة بأمر الله، لا يضرهم من خذلهم أو خالفهم، حتى يأتى أمر الله وهم ظاهرون على الناس(مسلم، رقم الحديث ١٠٣٧ "١٧٤")

إِنَّ اللّٰـهَ نَـظَـرَ فِـيْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ، فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّـمَ خَيْـرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ، فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهٖ، فَابْـتَـعَـثَـهٗ بِرِسَالَتِهٖ، ثُمَّ نَـظَـرَ فِيْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ، فَوَجَدَ قُلُوْبَ أَصْحَابِهٖ خَيْرَ قُـلُـوْبِ الْـعِبَـادِ، فَـجَـعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّهٖ، يُقَاتِلُوْنَ عَلٰى دِيْنِهٖ، فَمَا رَأَى الْـمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا، فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ، وَمَا رَأَوْا سَيِّئًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ سَيِّءٌ (مسند احمد، رقم الحديث ٣٦٠٠) [1]

ترجمہ: بے شک اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں پر نظر فرمائی، تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو سب بندوں کے دلوں میں سب سے بہتر پایا، تو اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لئے منتخب فرما لیا، اور انہیں اپنی مخصوص رسالت کے لئے مبعوث فرما دیا، پھر اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کے بعد دوسرے بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کے دلوں کو دوسرے بندوں کے دلوں میں سب سے بہتر پایا، تو اللہ نے ان کو اپنے نبی کے وزیر بنا دیا، جو اس کے دین کے لئے قتال کرتے ہیں، پس مسلمان (یعنی صحابۂ کرام، پھر ان کے بعد ان کی اتباع کرنے والے ہر زمانے کے مسلمان) جس چیز کو اچھا سمجھیں، وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے، اور جس چیز کو وہ برا سمجھیں، تو وہ اللہ کے نزدیک بھی بری ہے (مسند احمد)

اس طرح کا مضمون ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

[2] عن زر، عن عبد الله قال: ما رأى المسلمون حسنا فهو عند الله حسن، وما رآه المسلمون سيئا فهو عند الله سيء، وقد رأى الصحابة جميعا أن يستخلفوا أبا بكر رضي الله عنه (مستدرك حاكم، رقم الحديث ٤٤٦٥)

قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه، وله شاهد أصح منه إلا أن فيه إرسالا.

وقال الذهبي في التلخيص: صحيح.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُتَأَسِّيًا فَلْيَتَأَسَّ بِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ فَإِنَّهُمْ كَانُوْا أَبَرَّ هٰذِهِ الْأُمَّةِ قُلُوْبًا وَأَعْمَقَهَا عِلْمًا وَأَقَلَّهَا تَكَلُّفًا وَأَقْوَمَهَا هَدْيًا وَأَحْسَنَهَا حَالًا، قَوْمًا اخْتَارَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاعْرِفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوْهُمْ فِيْ آثَارِهِمْ؛ فَإِنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيْمِ (جامع بیان العلم وفضله لا بن عبد البر، رقم الحديث ١٨١٠، باب ما تكره فيه المناظرة والجدال والمراء)

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی، اقتداء (وپیروی) کرنا چاہے، تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی اقتداء (وپیروی) کرے، کیونکہ وہ دل کے اعتبار سے اس امت کے سب سے نیک اور بھلے حضرات ہیں، اور علم کے اعتبار سے زیادہ گہرائی رکھنے والے، اور تکلف وتصنع سے بچنے والے، اور ہدایت کے اعتبار سے سب سے مضبوط ہیں، اور حالت کے اعتبار سے سب سے اچھے ہیں، جو ایسے حضرات ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے لئے منتخب فرمالیا، تو تم ان کی فضیلت کی پہچان حاصل کرو، اور ان کے نقشِ قدم پر چلو، کیونکہ بے شک وہ ہدایتِ مستقیم پر فائز ہیں (جامع بیان العلم وفضلہ)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن عاصم، عن زر، عن عبد الله قال: إن الله عز وجل نظر فى قلوب العباد بعد قلب محمد صلى الله عليه وسلم فوجد قلوب أصحابه خير قلوب العباد، فجعلهم وزرائه، يقاتلون على دينه، فما رأى المسلمون حسنا، فهو عند الله حسن، وما رأى المسلمون سيئا فهو عند الله سيء، وقد رأى أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم جميعا أن يستخلفوا أبا بكر "(فضائل الصحابة، لأحمد بن محمد بن حنبل، رقم الحديث ٥٤١)

مذکورہ احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اوران کے بعدان کی اتباع کرنے والے مسلمانوں کے طرزِعمل کی پیروی کرنی چاہیے، اور جوعمل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے خلاف ہو، اس سے بچنا چاہیے۔

لہٰذا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اوران کے متبعین کی زندگی اور طرزِعمل کو سامنے رکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہئے۔

اس مضمون کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امت پر کئی حقوق ہیں۔ان سب کوادا کرنے کا ہر مومن کواہتمام کرنا چاہیے۔

اورحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی کا عمدہ ترین نمونہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے، ان کے طرزِعمل وطرزِ زندگی کو سامنے رکھ کرحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی کرنی چاہیے اوراس سلسلہ میں اپنی طرف سے نئی نئی چیزیں پیدا کرنے سے بچنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

محمد رضوان خان

20 / ربیع الاول/ 1441 ہجری۔ بمطابق 18 / نومبر/ 2019ء بروز پیر

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی وتحقیقی سلسلہ

سابِّ رسول کی

سزا وتوبہ

خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی شان میں
سب وشتم کرنے والے اور گستاخی کے مرتکب، مسلمان، ذمی اور حربی کی سزا وتوبہ کا حکم
اس سلسلے میں حنفیہ، شافعیہ، حنابلہ اور مالکیہ کی تصریحات
اوران کے شرعی وفقہی دلائل کا علمی وتحقیقی جائزہ
افراط وتفریط سے بچ کر معتدل رائے کی نشان دہی
اوراس سلسلے میں پائی جانے والی بعض علمی وعوامی غلط فہمیوں کا ازالہ

مؤلف
مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

نام کتاب: سابِّ رسول کی سزا، وتوبہ

مصنف: مفتی محمد رضوان خان

طباعتِ اوّل: ربیع الاول 1442ھ - اکتوبر 2020ء

صفحات: 596

ملنے کا پتہ

کتب خانہ ادارہ غفران: چاہ سلطان، گلی نمبر 17، راولپنڈی، پاکستان

فون 051-5507270 فیکس 051-5702840

www.idaraghufran.org

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(من جانبِ مؤلف)

واقعہ یہ ہے کہ اس بات میں کسی سچے مسلمان کی رائے مختلف ہونے کی گنجائش نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں جو شرف و مقام نبی آخر الزمان، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے، وہ کسی اور مخلوق کو عطا نہیں فرمایا، اور تمام انسانوں میں جو عظمت وفضیلت انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی پاکیزہ جماعت کو عطا فرمائی، وہ کسی اور جماعت کو عطا نہیں فرمائی۔

اسی لیے محققینِ سلف وخلف اہل السنۃ والجماعۃ، کے نزدیک انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام، گناہوں اور معصیتوں سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں، اور ان کی طرف جو بعض خطاؤں کی نسبت قرآن وسنت میں مذکور ہے، وہ درحقیقت معصیت وگناہ کے زمرے میں نہیں آتیں، بلکہ وہ محض نسیان وخطاء کے درجہ کی چیزیں ہیں، اور وہ عنداللہ معصیت وگناہ نہیں، جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب کا باعث ہوتی ہیں۔ [1]

---

[1] واختلف العلماء فى هذا الباب هل وقع من الأنبياء- صلوات الله عليهم أجمعين- صغائر من الذنوب يؤاخذون بها ويعاتبون عليها أم لا- بعد اتفاقهم على أنهم معصومون من الكبائر ومن كل رذيلة فيها شين ونقص إجماعا عند القاضى أبى بكر، وعند الأستاذ أبى إسحاق أن ذلک مقتضى دليل المعجزة، وعند المعتزلة أن ذلک مقتضى دليل العقل على أصولهم-، فقال الطبرى وغيره من الفقهاء والمتكلمين والمحدثين: تقع الصغائر منهم .خلافا للرافضة حيث قالوا: إنهم معصومون من جميع ذلک، واحتجوا بما وقع من ذلک فى التنزيل وثبت من تنصلهم من ذلک فى الحديث، وهذا ظاهر لا خفاء فيه .وقال جمهور من الفقهاء من أصحاب مالک وأبى حنيفة والشافعى: إنهم معصومون من الصغائر كلها كعصمتهم من الكبائر أجمعها، لأنا أمرنا باتباعهم فى أفعالهم وآثارهم وسيرهم أمرا مطلقا من غير التزام قرينة، فلو جوزنا عليهم الصغائر لم يمكن الاقتداء بهم، إذ ليس كل فعل من أفعالهم يتميز مقصده من القربة والإباحة أو الحظر أو المعصية، ولا يصح أن يؤمر المرء بامتثال أمر لعله معصية، لا سيما على من يرى تقديم الفعل على القول إذا تعارضا من الأصوليين .قال الأستاذ أبو إسحاق الاسفرايني: واختلفوا فى الصغائر، والذى عليه الأكثر أن ذلک غير جائز عليهم، وصار بعضهم إلى تجويزها، ولا أصل لهذه المقالة .وقال بعض

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراسی لیے ایمان واسلام کی دولت ونعمت حاصل ہونے اوراس کوقائم رکھنے کے لیے انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کاادب واحترام، لازم وضروری ہے۔

پس اس بناء پر جن ہستیوں کے متعلق، اللہ تعالیٰ کا نبی ہونا قطعی ویقینی اوراجماعی ہے، ان کی، اوربطورِخاص خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیر وتوہین اوران پر سب وشتم کرنے سے بالاجماع، کفرلازم آجاتا ہے، یعنی اگرکوئی مسلم نعوذ باللہ تعالیٰ اس ناپاک وسفاک اورقبیح وغلیظ فعل کا قصداً وعمداً باہوش وحواس ارتکاب کربیٹھے، جس میں کسی مناسب تاویل کی بھی گنجائش نہ ہو، تواس کی وجہ سے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاتا ہےاوراس کے نتیجہ میں قتل کا مستحق ہوجاتا ہے۔

لیکن اگروہ توبہ وتجدیدِ ایمان کرلے، تو عنداللہ اورآخرت کے اعتبار سے تواس کی توبہ تقریباً تمام فقہائے کرام کے نزدیک قبول ہوجاتی ہے، اور وہ آخرت کے کفر وشرک والے دائمی وابدی عذاب سے حفاظت ونجات پانے کا مستحق ہوجاتا ہے، لیکن کیا دنیا کے احکام کے اعتبار سے بھی اس کی توبہ قبول کی جائے گی یانہیں؟ اوراس کے نتیجے میں اس کی قتل والی سزا ساقط ہوگی یانہیں؟ اس بارے میں ائمہ مجتہدین اورفقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المتأخرين ممن ذهب إلى القول الأول: الذى ينبغى أن يقال إن الله تعالى قد أخبر بوقوع ذنوب من بعضهم ونسبها إليهم وعاتبهم عليها، وأخبروا بها عن نفوسهم وتنصلوا منها وأشفقوا منها وتابوا، وكل ذلك ورد فى مواضع كثيرة لا يقبل التأويل جملتها وإن قبل ذلك آحادها، وكل ذلك مما لا يزرى بمناصبهم، وإنما تلك الأمور التى وقعت منهم على جهة الندور وعلى جهة الخطأ والنسيان، أو تأويل دعا إلى ذلك فهى بالنسبة إلى غيرهم حسنات وفى حقهم سيئات، [بالنسبة] إلى مناصبهم وعلو أقدارهم، إذ قد يؤاخذ الوزير بما يثاب عليه السائس، فأشفقوا من ذلك فى موقف القيامة مع علمهم بالأمن والأمان والسلامة .قال: وهذا هو الحق .ولقد أحسن الجنيد حيث قال: حسنات الأبرار سيئات المقربين .فهم– صلوات الله وسلامه عليهم– وإن كان قد شهدت النصوص بوقوع ذنوب منهم فلم يخل ذلك بمناصبهم ولا قدح فى رتبهم، بل قد تلافاهم واجتباهم وهداهم ومدحهم وزكاهم واختارهم واصطفاهم، صلوات الله عليهم وسلامه (تفسير القرطبى، ج ۱، ص ۳۰۸ و ۳۰۹، سورة البقرة، تحت رقم الآية ۳۵)

مالکیہ اور حنابلہ کا مشہور قول یہ ہے کہ اس کی دنیاوی احکام کے اعتبار سے توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور اگر وہ اسلام قبول کر لے، تب بھی اس کو ''حَدِّ قذف'' یا ''زندقہ'' کی وجہ سے قتل کیا جائے گا۔

مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اصل مذہب اور امام ثوری، امام اوزاعی واہلِ کوفہ کا بھی قول یہ ہے کہ اس کی دنیا کے اعتبار سے بھی توبہ قبول کر لی جائے گی اور اس کے قتل کا حکم ختم ہو جائے گا، شافعیہ کا مشہور اور راجح قول، نیز مالکیہ وحنابلہ کی ایک روایت بھی اس کے مطابق ہے، جس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ وہ مرتد ہے، اور مرتد کی توبہ قبول کی جاتی ہے۔

اسی کے ساتھ خاص حنفیہ کے نزدیک اگر اس فعل کا ارتکاب، مسلم عورت کی طرف سے ہو، تو عام حالات میں اس کو مرتدہ ہونے کی وجہ سے قتل نہیں کیا جاتا، البتہ اسلام لانے تک قید وحبس میں رکھا جاتا ہے، اِلَّا یہ کہ امامُ المسلمین، یا اس کا نائب کسی خاص سرکش عورت کے قتل ہی کرنے میں مصلحت سمجھے، تو الگ بات ہے۔

اسی طرح حنفیہ کے اصل مذہب کے مطابق اگر ذمی ومعاہد اس فعل کا ارتکاب کرے، تو اس کی وجہ سے اصولی طور پر اس کا ذمہ وعہد نہیں ٹوٹتا، اور وہ اس ذمہ وعہد نہ ٹوٹنے کی بناء پر واجبُ القتل نہیں ہو جاتا، اگرچہ تعزیر کا مستحق ہوتا ہے، بالخصوص جبکہ وہ علانیہ، یا بار بار اس فعل کا ارتکاب کرے، تو اس کو امامُ المسلمین کی طرف سے حسبِ مصلحت وحکمت سیاسۃً قتل کرنے کی حد تک بھی تعزیر کی گنجائش ہوتی ہے، خواہ عورت ہی کیوں نہ ہو، جس کی تائید متعدد احادیث و آثار سے ہوتی ہے۔

ذمی کے متعلق محققینِ شافعیہ کا اصح قول بھی یہی ہے، اور ان کی طرف بہر حال ذمہ وعہد ٹوٹنے اور واجبُ القتل ہونے کی نسبت کی شہرت، واقعہ کے خلاف ہے۔

البتہ حنفیہ وشافعیہ کے علاوہ بعض فقہائے کرام، ذمی کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے کی بناء پر ''ذمہ وعہد'' ٹوٹنے اور اسی وجہ سے واجبُ القتل ہونے کے قائل ہیں، اور

بعض فقہاء ذمی ومعاہد کے اسی صورت میں ''ذمہ وعہد'' ٹوٹنے کے قائل ہیں، جبکہ پہلے سے اہلِ ذمہ کے ساتھ یہ شرط طے ہوئی ہو، پھر بعض فقہاء، مثلاً شافعیہ وحنابلہ ''ذمہ وعہد'' ٹوٹنے کے بعد اس کے متعلق متعین طور پر قتل کے بجائے امام المسلمین کو، قتل، استرقاق، فداء، اور مــن میں اختیار حاصل ہونے کے قائل ہیں، اور حنفیہ کے اصولوں سے بھی عہد ٹوٹنے کی صورت میں یہی اختیار حاصل ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

اور اگر غیر مسلم، سب وشتم کرنے کے بعد اسلام قبول کرلے، تو حنفیہ کے علاوہ دیگر اکثر فقہائے کرام بھی اس کے قتل وغیرہ کے ساقط ہونے کے قائل ہیں، اگرچہ بعض کا اس میں بھی اختلاف ہے۔

لیکن ایک زمانے سے حنفیہ کی بعض کتب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے والے کو ''قاذف'' یا ''زندیق'' قرار دے کر، اس کے ایمان اور توبہ قبول نہ کیے جانے اور یہاں تک کہ ایسے شخص کی عنداللہ اور آخرت کے اعتبار سے بھی کسی حال میں توبہ قبول نہ کیے جانے کے قول کو نقل کیا جاتا رہا، جس کی وجہ سے حنفیہ وغیر حنفیہ کے ایک بڑے حلقہ میں بھی اس بات نے شہرت اختیار کرلی کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سمیت جمہور فقہائے کرام کے نزدیک ایسے شخص کے ایمان اور اس کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ بہرحال واجبُ القتل ہوگا، خواہ مرد ہو یا عورت ہو۔

اور پھر اس مسئلہ کو بعض مخلص اور بعض جذباتی حضرات وافراد کی طرف سے اس زور وشور کے ساتھ چلایا گیا کہ آج بہت سے لوگوں کی طرف سے اس بات کو قبول اور تسلیم کرنا بھی دشوار معلوم ہونے لگا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور حنفیہ کے اصل مذہب کے مطابق اور بعض دوسرے جلیل القدر فقہائے کرام کے نزدیک مذکورہ شخص کے ایمان اور اس کی توبہ کا قبول کرنا اور اس کے قتل کا حکم ساقط ہونا درست ہے۔

اور اسی پر بس نہیں کیا گیا، بلکہ بعض جذباتی حضرات وافراد نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور حنفیہ

وشافعیہ وغیرہ کے اصل مذہب کو نقل کرنے والوں پر بھی طعن وتشنیع شروع کر دی اور بعض نے ان پر یہاں تک الزام لگانے سے بھی گریز نہیں کیا کہ نعوذ باللہ تعالیٰ یہ لوگ پھُس پھُسے ایمان والے، یا بزدل وڈرپوک، یا اس سے بڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ اور بے ادب ہیں اور یہ لوگ اس طرح کی باتیں، دشمنانِ اسلام کے کہنے، یا ان کے اشاروں پر کرتے ہیں، وغیرہ وغیرہ، **لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔**

حالانکہ یہ طرزِ عمل اگرچہ بظاہر کتنا ہی مزین وخوش کن کیوں نہ معلوم ہوتا ہو، لیکن تحقیق اور شریعت وفقہِ اسلامی کی کسوٹی پر پرکھنے سے زیادہ وزنی اور حقائق کے مطابق معلوم نہیں ہوگا۔

کیونکہ حنفیہ کے چوٹی کے مستند اصحابِ علم اور مستند ومعتبر ترجمان حضرات سے اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور حنفیہ کا اصل مذہب، توبہ قبول کیے جانے کا ہی ثابت ہے، حنفیہ کے علاوہ شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ وغیرہ کے مستند ومعتبر ترجمان، یہاں تک کہ علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ بھی شروع سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور حنفیہ کا بغیر کسی تعلیق وتفصیل کے یہی مذہب نقل کرتے آئے ہیں، اور بعد کے جن بعض حضرات نے حنفیہ کا اصل مذہب، ''قاذف'' یا ''زندیق'' وغیرہ ہونے کی بناء پر کسی بھی حال میں توبہ قبول نہ کیے جانے کا نقل کیا، ان کی خطاء وتسامح کا بھی محققین نے ناقابلِ تردید دلائل سے تعاقب کیا، بطورِ خاص علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے اپنی تالیفات میں اس موضوع پر محققانہ ومنفردانہ کلام فرمایا، اور اس موضوع پر ایک مستقل کتاب بھی ''**تنبیهُ الولاة والحكام علیٰ احكام شاتم خیر الأنام أو أحد أصحابه الكرام علیه وعلیهم الصلاة والسلام** '' کے نام سے تالیف فرمائی، جو ''رسائلِ ابنِ عابدین '' کا حصہ ہوکر شائع ہوئی۔

جس سے یہ بات آشکارا ہوجاتی ہے کہ حنفیہ کا اصل مذہب ''قبولِ توبہ'' کا ہے، محققینِ شافعیہ کا قول بھی یہی ہے، اور امام احمد رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت اسی کے مطابق مروی ہے، جس کو بعض حنابلہ نے اختیار بھی کیا ہے، اور خود امام مالک رحمہ اللہ کی ایک غیر مشہور روایت

بھی اسی کے موافق ہے۔

نیز اہلِ کوفہ، امام اوزاعی اور امام ثوری کا بھی محققین نے یہی مذہب وقول نقل کیا ہے، جس کی بناء پر یہ بات محقق ہوتی ہے کہ جمہور کا قول، عدمِ قبولِ توبہ کے بجائے، قبولِ توبہ کا ہے، اور توبہ وایمان کے بعد بھی کسی مسلمان کے قتل کے درپے ہونا اور اس کے لیے زور لگانا اور جدوجہد کرنا، حتیٰ کہ قبولِ توبہ والے قول کے ناقلین پر بھی طعن وتشنیع کی جرأت کرنا، کوئی کارِ خیر نہیں، بلکہ قرآن وسنت اور فقہ کے دلائل سے مرتد کے مسلمان ہونے کے بعد اس کے قتل کا ساقط ہونا راجح ہے، اور ایسی صورت میں مسلمان کا قتل ساقط ہونے کی جدوجہد کرنا ہی گناہ ہونے کے بجائے، کارِ خیر ہے۔

فقہائے کرام نے خون کی حفاظت کے لیے نہایت احتیاط پر مبنی قواعد بیان فرمائے ہیں، بلکہ ممکنہ حد تک مسلمان پر کفر کا حکم لگانے میں بھی سخت احتیاط برتی ہے، اور مختلف کفر کے احتمالات ہوتے ہوئے، ایمان کے ایک احتمال کو بھی کفرِ حقیقی وشرکِ اکبر کا حکم نہ لگانے میں مؤثر ومعتبر سمجھا ہے۔

اور اگر بعض جذباتی افراد وحضرات کے بقول ''قبولِ توبہ'' کا قول، نعوذ باللہ تعالیٰ، پھُس پھُسے ایمان والا، یا ڈرپوک وغیرہ ہونے کی نشانی، یا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی میں بے ادبی وگستاخی وغیرہ میں داخل ہو، تو اس فعل کے مرتکب پہلے خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور کئی جلیلُ القدر متقدمین ومتاخرین مجتہدینِ عظام اور فقہائے کرام ہوئے ہیں، تو کیا ان جلیلُ القدر مجتہدینِ عظام اور فقہائے کرام کو بھی پھُس پھُسے ایمان والے، یا بزدل و ڈرپوک ہونے، یا گستاخِ رسول ہونے اور دشمنانِ اسلام کے کہنے اور ان کے اشارہ پر کام کرنے والا قرار دینے کی جرأت کی جاسکتی ہے؟ ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں، پھر ان حضراتِ فقہاء ومجتہدین کے مذہب اور قول کو نقل کرنے یا اختیار کرنے والے سنجیدہ محققین واصحابِ علم حضرات پر اس طرح کے الزامات عائد کرنے کا کیا مطلب؟

یہی وجہ ہے کہ جو فقہائے کرام، مثلاً مالکیہ اور مشہور قول کے مطابق، حنابلہ، دنیا کے اعتبار اور قتل کا حکم ساقط نہ ہونے کے لحاظ سے، سابِّ رسول اور گستاخِ رسول کی توبہ قبول نہ کیے جانے کے قائل ہیں، یہاں تک کہ وہ سابِّ رسول کو ''قاذف'' یا ''زندیق'' کا حکم دیتے ہیں، انہوں نے خود بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام ثوری، امام اوزاعی واہلِ کوفہ اور شافعیہ وغیرہ کے توبہ قبول کیے جانے کے مذہب اور خود حنابلہ و مالکیہ کے قبولِ توبہ کے ایک قول کو نقل کرتے وقت اس طرح کے الزامات عائد نہیں کیے، کیونکہ وہ اس حقیقت سے پوری طرح باخبر اور اس چیز کے معترف تھے کہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام ثوری اور امام اوزاعی رحمہم اللہ، نیز دیگر حضراتِ فقہاء واہلِ علم حضرات نے اس سلسلہ میں جو کچھ فرمایا، وہ خالص نیک نیتی کے ساتھ اور اپنے سامنے آنے والے شرعی وفقہی دلائل کے پیشِ نظر فرمایا، جس کے وہ اللہ اور اپنے درمیان مکلّف اور اسی بنیاد پر اللہ کی طرف سے اجر وثواب حاصل کرنے کے مستحق تھے۔

پھر زیادہ سے زیادہ ترقی کر کے اگر کسی صاحبِ علم کی طرف سے اپنے سامنے آنے والے شرعی وفقہی دلائل کے پیشِ نظر، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور دیگر مذکورہ فقہائے کرام ومجتہدینِ عظام کے قول کو مرجوح بھی قرار دیا جائے، تب بھی مجتہد، اپنی خطاء پر اور اس کا مقلد، عنداللہ، گناہ کے بجائے، ایک اجر وثواب کا مستحق ہوتا ہے، ایسی صورت میں اس مجتہد، یا اس کے مقلد پر نکیر کرنے کی کیونکر گنجائش ہوسکتی ہے۔

فلہٰذا اس قسم کے اجتہادی واختلافی مسائل کو محض جذبات کی نذر کر کے اپنے پسندیدہ، یا ترجیح شدہ قول کے مخالف پر اس طرح کے الزامات عائد کرنا، درست طرزِ عمل نہیں، اور اس سلسلہ میں سنجیدہ تحقیق اور غور وفکر کر کے اعتدال کے راستہ کو اختیار کرنا ضروری ہے۔

اور اگر کسی کو دلائلِ شرعیہ وفقہیہ کے پیشِ نظر توبہ قبول نہ کیے جانے کا قول ہی راجح معلوم ہوتا ہے، تو اسے اپنے طور پر اس قول کو اختیار کرنے کا حق حاصل ہے، لیکن اسی کے ساتھ اس بات کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ اپنے رجحان ومیلان کی نسبت کسی ایسے مذہب ومسلک کی

طرف کرنا، یا اس کو کسی ایسے شخص کا قول قرار دینا، پھر بھی درست نہیں، جس کا یہ قول ہی نہ ہو، یا جو اس قول کو شرعی وفقہی دلائل کی رو سے مرجوح سمجھتا ہو۔

چنانچہ فقہائے کرام کا سینکڑوں فقہی واجتہادی مسائل میں اختلاف ہوا، لیکن انہوں نے حتی الامکان دوسرے حضرات وافراد کے اقوال کو بیان ونقل کرنے میں پوری امانت ودیانت داری سے کام لیا اور جہاں کہیں کسی کا قول بیان ونقل کرنے میں کسی سے تسامح، یا خطاء سرزد ہوئی، اس کی بے ادبی وگستاخی کے طرزِ عمل سے اجتناب کرتے ہوئے نشاندہی بھی کی اور مؤثر دلائل سے اس پر استدراک بھی کیا، جیسا کہ خود اسی مسئلہ میں بھی، جس کے نتیجہ میں دین وشریعت اور اجتہاد وفقہ کا اصل چہرہ نکھر کر سامنے آیا اور اختلافِ رائے کے باوجود احترامِ رائے کے پہلو کو بھی ملحوظ رکھا گیا، اور اس طرح یہ اختلافِ امت ''رحمتِ امت'' اور اس شعر کا مصداق بن کر رونما ہوا کہ ؎

گلہائے رنگا رنگ سے ہے، زینتِ چمن
اے ذوقؔ اس جہاں کو زیب ہے، اختلاف سے

لیکن قربِ قیامت اور انحطاطِ زمانہ کی نیرنگی کی بناء پر، دین وشریعت کی ترجمانی کی باگ ڈور بعض ایسے لوگوں نے بھی اپنے ہاتھ میں لینا شروع کر دی، جن کا مزاج، شریعتِ مطہرہ و سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل مزاج میں اور سلفِ صالحین وکاملین کے طریقہ پر پوری طرح ڈھلا ہوا نہیں تھا اور تحقیق کا صحیح ذوق بھی ان کو حاصل نہ تھا، جس کی وجہ سے انہوں نے اس اختلاف کو ذاتی یا عصبی اختلاف اور اونچ نیچ کا مسئلہ بنا لیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی، جس کا ہم اپنی آنکھوں سے آج، دن رات مختلف شکلوں میں مشاہدہ کر رہے ہیں۔

چنانچہ بعض ایسے واقعات سننے میں آئے کہ کسی مسلمان کے متعلق یہ الزام عائد کر دیا، یا یہ حکم لگا دیا گیا کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ہے، اور خود ہی مدعی لوگوں نے ملزم کو توبہ یا وضاحت کا موقع دیے بغیر موقع پر قتل بھی کر دیا، پھر بعد میں اس خبر کا، تبیّن اور

تحقیق ہوتی رہی کہ مقتول نے ارتداد لازم آنے والی، گستاخی کی بھی تھی یا نہیں؟ اور کی تھی، تو اس کا ثبوت کیا تھا؟ اور کیا گستاخی کرنے والے کو توبہ، یا وضاحت کرنے کا موقع فراہم کرنا چاہیے تھا، یا نہیں؟ اور فراہم کیا گیا، یا نہیں؟ اور عورت ہونے کی صورت میں کیا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بہرحال قتل کا حکم ہوتا بھی ہے، یا نہیں؟ نیز کیا اس طرح بغیر شرعی ثبوت اور قضاء کے اگر ہر شخص کو مفتی وقاضی بن کر خود سے گستاخ ومرتد وغیرہ ہونے کا فتویٰ وفیصلہ صادر کرنے اور حدود وقصاص وغیرہ نافذ کرنے اور قانون، ہاتھ میں لینے کی اجازت دی جائے گی، تو اس کے کیا نتائج برآمد ہوں گے؟ اس کو اہلِ عقل واہلِ علم اور اہلِ فہم حضرات بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

چنانچہ مشاہدہ ہے کہ موجودہ دور میں خود سے اس طرح کا ردِّعمل اختیار کرنے کے بعد، دو افراد، یا دو خاندانوں، یا دو جماعتوں، یا مسلکوں یا عوام اور حکمرانوں وغیرہ کے مابین اختلاف کی ذاتی، یا قانونی، جنگ، چھڑ جاتی ہے، یا بعض اوقات، اس طرزِ عمل کے مرتکبین اپنی خفیہ کارروائی کر کے راہِ فرار اختیار کر لیتے ہیں، یا کہیں چھپ کر بیٹھ جاتے ہیں اور غیر متعلقہ پچاسوں لوگ، گرفتار ہو کر، یا ملزم ٹھہر کر، اور قانون کے شکنجے میں پھنس کر، مدتِ دراز تک طرح طرح کی تکالیف اور اذیتوں کا شکار، یا پابندِ سلاسل ہوتے رہتے ہیں، اور ان کے بیوی بچے، اور زیرِ کفالت ومتعلقہ افراد الگ پریشانی اٹھاتے ہیں۔

اور بعض اوقات ایسے واقعات بھی رونما ہوئے کہ کسی کی طرف گستاخِ رسول کی نسبت کر دی گئی اور اس کو ذرائعِ ابلاغ پر نشر بھی کر دیا گیا، اور متاثرہ شخص نے اپنے موقف کے متعلق وضاحت بھی کر دی، یا توبہ بھی کر لی، یا حاکم کی طرف سے حسبِ مصلحت اس کو مناسب تعزیر کر دی گئی، یا پھر اس شخص کا اسلام اور مسلمانوں کے مذہب وملک سے تعلق ہی نہ تھا، اور اس کی تعزیر، مسلم حکمران کے دائرہ اختیار سے باہر تھی، یا ذمی کے عہد نہ ٹوٹنے کے حنفیہ اور شافعیہ کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے، اس کو قتل کے علاوہ کوئی دوسری حسبِ مصلحت تعزیر کر دی گئی،

یا ''مـن و فـدا ''وغیرہ پر عمل کیا گیا، لیکن اس شخص کے قتل کیے جانے اور پھانسی دیے جانے کی تحریک شروع ہوگئی، اور اس کے نتیجہ میں مسلمان حکمرانوں کے خلاف خروج کا راستہ اختیار کیا گیا اور اپنے ہی ملک اور مسلمان بھائیوں کی اجتماعی وانفرادی املاک کی توڑ پھوڑ، جلاؤ گھیراؤ اور لوٹ مار کے سینکڑوں واقعات وحادثات رونما ہوئے، راستوں اور گزرگاہوں کو بھی بالکلیہ بند اور بلاک کر کے عوام الناس اور ہزاروں نہیں، لاکھوں مسلمانوں، مریضوں اور ضرورت مندوں وغیرہ کی ایذاء رسانی اور ضرورتوں میں رکاوٹ کا سبب بنا گیا، غریب مسلمان عوام کو اپنی کاروباری سرگرمیاں انجام دینے سے زور زبردستی کر کے روکا گیا، اور بھی نہ جانے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعظمت اور عقیدت واحترام کے عنوان سے، خود، اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے کتنے پاکیزہ ومقدس احکامات وارشادات کو پامال کیا گیا، اور بعض اوقات اس قسم کی باتوں کو بنیاد بنا کر، اور عوام الناس کے جذبات بھڑکا کر درِ پردہ اپنے ذاتی ونفسانی اور دنیاوی وفانی مفادات ومقاصد کو حاصل کیا گیا، اور اس قسم کے واقعات کے پسِ منظر میں بعض اوقات، ذاتی اختلافات کو ہوا دے کر مخالف کو دبایا اور اس کو زیر وذلیل کیا گیا، اوپر سے اس طرزِ عمل کو اختیار کرنے سے منع کرنے والے سنجیدہ محققین پر بھی طرح طرح کے الزامات عائد کرنا شروع کر دیے گئے، جس پر ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے'' والی کہاوت ہی صادق آئی۔

اور بعض واقعات کا گہرائی کے ساتھ جائزہ لینے سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو وقتاً فوقتاً اشتعال دلانے اور ان کی صلاحیتوں کو اپنوں کے خلاف ہی استعمال کرانے کے لیے، اسلام دشمن طاقتوں کی طرف سے اس طرح کے واقعات کو ہوا دی جاتی ہے، تاکہ مسلمان کسی تعمیری کام کے بجائے، اسی قسم کی تخریبی کارروائیوں میں لگے رہیں اور اس طرح دن بدن اپنے ہی ہاتھوں اجتماعی وانفرادی اور حکومتی وعوامی سطح پر کمزور ہوتے اور اپنے مسلم بھائیوں کو کمزور کرتے رہیں۔

دوسری طرف اس طرح کے بے ہنگم اور غیر سنجیدہ طرزِ عمل اور فتنہ وفسادات پر مبنی واقعات و حادثات سے متنفر ہوکر اور تنگ آ کر بعض کم علم و کم فہم، یا کمزور ایمان، مسلمانوں، یا اسلام دشمن عناصر نے انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی شانِ عالی میں گستاخی و بے ادبی کرنے کے فعلِ قبیح و شنیع کو ہی نظر انداز کرنا شروع کر دیا، اور اس کو دوسرے شخص کا ایک ذاتی ونجی فعل قرار دینے اور اس میں کسی بھی طرح کی دخل اندازی نہ کرنے کی تجویز پیش کی۔

اور خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت کا جو حقیقی تقاضا تھا، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع، اور سنتِ رسول اللہ کی پیروی کرنا، جو اللہ کی محبت کی بھی دلیل ہے، جس کا قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ صاف طور پر حکم آیا ہے کہ:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ج فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ ○ (سورة آلِ عمران ، رقم الآیات ۳۱، ۳۲)

ترجمہ: کہہ دیجیے آپ (اے محمد لوگوں سے) کہ اگر ہو تم محبت رکھنے والے اللہ سے، تو اتباع کرو تم میری، محبت فرمائے گا تم سے اللہ، اور مغفرت فرمائے گا تمہارے لیے تمہارے گناہوں کی، اور اللہ غفور الرحیم ہے۔

کہہ دیجیے آپ کہ اطاعت کرو تم اللہ کی اور رسول کی، پھر اگر پیٹھ پھیرو گے تم، تو بے شک اللہ نہیں محبت کرتا کافروں سے (سورہ آلِ عمران)

اس طرزِ عمل کا اپنی عملی حالت کے تناظر میں جائزہ لینے کی کسی کو توفیق نہ ہوئی، جس کے پیشِ نظر محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کو بھی سچا قرار دیا جانا مشکل ہے۔

فاضل دارُ العلوم دیو بند، مولانا سید مناظر احسن گیلانی صاحب (المتوفیٰ: 1375ھ) ''احاطۂ دارُ العلوم میں بیتے ہوئے دن'' نامی اپنی تالیف میں، شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن قدس سرہٗ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ:

بخاری شریف کا سبق ہو رہا تھا، مشہور حدیث گزری کہ ’’تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اس کے مال اور بال بچے اور سارے انسانوں سے زیادہ میں (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے لیے محبوب نہ ہوجاؤں‘‘ ’’**لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ ،وولدہ والناس اجمعین ، او کما قال**‘‘ کا جو حاصل اور ترجمہ ہے۔

حدیث مشہور ہے، اور جانی پہچانی جاتی ہے۔

فقیر ہی نے عرض کیا کہ بحمد اللہ عام مسلمان بھی سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق محبت کی اس دولت سے سرفراز ہیں، جس کی دلیل یہ ہے کہ ماں باپ کی توہین کو تو ایک حد تک مسلمان برداشت کرلیتا ہے، زیادہ سے زیادہ گالیوں کے جواب میں وہ بھی گالیوں پر اتر آتا ہے، لیکن رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہلکی سی سُبکی بھی مسلمانوں کو اس حد تک مشتعل کردیتی ہے کہ ہوش وحواس کھو بیٹھتے ہیں۔ آئے دن اس کا مشاہدہ ہے کہ جان پر لوگ کھیل گئے۔

سن کر حضرت (شیخ الہند) نے فرمایا کہ ہوتا بے شک یہی ہے، جو تم نے کہا۔

لیکن ایسا کیوں ہوتا ہے؟ تہہ (یعنی گہرائی) تک تمہاری نظر نہیں پہنچی۔

محبت کا اقتضاء یہ ہے کہ محبوب کی مرضی کے آگے ہر چیز قربان کی جائے۔

لیکن عام مسلمانوں کا جو برتاؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی مبارک کے ساتھ ہے، وہ بھی ہمارے، تمہارے سامنے ہے۔

پیغمبر نے ہم سے کیا چاہا تھا، اور ہم کیا کر رہے ہیں، اس سے کون ناواقف ہے۔

پھر سُبکی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جو مسلمانوں کے لیے ناقابلِ برداشت بن جاتی ہے، اس کی وجہ محبت تو نہیں ہوسکتی۔

خاکسار نے عرض کیا تو آپ ہی فرمائیں، اس کی وجہ کیا ہے؟

نفسیاتِ انسانی کے اس مبصر حاذق (یعنی شیخ الہند) نے فرمایا کہ:

سوچو گے تو در حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُبکی میں اپنی سُبکی کا غیر شعوری احساس پوشیدہ ہوتا ہے، مسلمانوں کی خودی اور انانیت مجروح ہوتی ہے کہ ہم جسے اپنا پیغمبر اور رسول مانتے ہیں، تم اس کی اہانت نہیں کر سکتے، چوٹ دراصل اپنی اس ''ہم'' پر پڑتی ہے۔

لیکن مغالطہ ہوتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے ان کو انتقام پر آمادہ کیا ہے۔

نفس کا یہ دھوکا ہے۔

اپنی جگہ ٹھنڈے دل سے جو غور کرے گا، اپنے طرزِ عمل کے تناقض کے اس نتیجے تک پہنچ سکتا ہے۔

بہر حال محبوب کی مرضی کی جسے پروا نہ ہو، اذان ہو رہی ہے، اور لایعنی اور لاحاصل، گپوں سے بھی جو اپنے آپ کو جدا کر کے، مؤذن کی پکار پر نہیں دوڑتا، اسے انصاف سے کام لینا چاہیے کہ محبت کا دعویٰ اس کے منہ پر کس حد تک پھبتا ہے''۔

حضرت والا کی تقریر کا یہی خلاصہ تھا۔

ظاہر ہے ندامت اور شرمندگی کے ساتھ، سر جھکا لینے کے سوا، ان کی اس نفسیاتی تنبیہ کے بعد، میرے لیے کچھ اور پوچھنے کی گنجائش ہی کیا باقی رہی تھی (احاطۂ دارالعلوم میں بیتے ہوئے دن، صفحہ ۱۲۷، ۱۲۸، باب نمبر ۱۰، بعنوان ''محبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نفسانیت'' مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: محرم ۱۴۲۵ھ)

پھر موجودہ جو حالات ہیں، ان میں بہت سے مسلمان، اپنے ہی ہاتھوں، بے ادبی اور گستاخی کی تفصیل اور اس کے مناظر کو نشر کرنے کا باعث بنتے ہیں، جو واقعہ کسی ایک جگہ پیش

آ گیا، اوراس کی کسی کو خبر تک نہ تھی، اس کی خود ہی اتنی تشہیر کر دیتے ہیں کہ دشمنانِ اسلام کو بھی اتنی ضرورت نہیں ہوتی۔

اسی تناظر میں آل انڈیا علماء و مشائخ بورڈ نے 26 ستمبر 2018ء کو ''ایک ضروری اصلاح'' کے عنوان سے درج ذیل اعلان نشر کیا:

''کفارِ قریش نے بہت سے گالیوں بھرے اشعار لکھے، جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توہین کرنے کی کوشش کی گئی تھی، مگر وہ اشعار ہم تک نہیں پہنچے۔

کیوں؟

کیونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے وہ اشعار نہ ہی یاد کیے، اور نہ ہی آپس میں شیئر کیے، اس طرح سے وہ سارے اشعار فنا ہو گئے۔

آج کل یہ دیکھنے میں آ رہا ہے کہ گستاخانہ مواد کو دنیا میں کفار سے زیادہ مسلمان پھیلا رہے ہیں۔

اور وہ یوں کہ:

کفار ایک گستاخانہ خاکہ، یا تصویر بناتے ہیں، پھر اس کے اوپر لکھ دیتے ہیں کہ ''لکھنے، یا بنانے والے پر لعنت بھیج کر آگے شیئر کریں'' اب کفار کا کام ختم اور مسلمانوں کا شروع ہو جاتا ہے، اس کے بعد مسلمان لعنت بھیجنے کے چکر میں ایسے شروع ہوتے ہیں کہ پوری دنیا تک یہ گستاخانہ مواد پہنچ جاتا ہے۔

حل:

کوئی بھی گستاخانہ خاکہ یا تصویر، یا فلم کا ٹکڑا، یا کوئی ایسی چیز آپ تک پہنچے، تو آپ خود اپنے ایمان کی حفاظت کرتے ہوئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نقشِ قدم پر چلیں، بغیر دیکھے، بغیر کسی کو شیئر کیے، فوراً اسے ڈیلیٹ کر دیں۔

لعنتی تو لعنتی ہے، اس کو لعنت بھیجنے سے کیا فرق پڑے گا، البتہ ہماری بے وقوفی کی

وجہ سے گستاخانہ مواد کی دنیا بھر میں تشہیر ہوجاتی ہے، اور کفار کا مقصد پورا ہوجاتا ہے۔

ہمیں چاہئے کہ ہم ایسا مواد آگے مزید SHARE کرنے کے بجائے اسے HIDEیا DELETE کردیں، اوراس آئی ڈی کو رپورٹ کردیا کریں۔

ہم امید کرتے ہیں کہ آپ اس پر غور کریں گے، اوراس نہایت غیر ذمہ دارانہ رویہ سے توبہ کرتے ہوئے آئندہ ایسا نہیں کریں گے، جس میں جہاں ایک طرف ہمارے ایمان کا تحفظ ہے، تو دوسری جانب امن کا پیغام۔

شکریہ''۔

(''آل انڈیا علماء ومشائخ بورڈ'' صدر دفتر 20- جوہری فارم، دوسری منزل، گلی نمبر 1، جامعہ نگر، اوکلا، نئی دہلی-25)

آل انڈیا علماء ومشائخ بورڈ کا یہ اعلان، دراصل دین کے ایک بہت بڑے باب کا ترجمان ہے، جس پر عمل اس دور میں دینی طبقہ کی طرف سے بھی اب صرف یہ کہ ناپید ہوتا جارہا ہے، بلکہ اس کی خلاف ورزی کو ہی دین اور خدمتِ دین کا عظیم باب سمجھا جانے لگا ہے۔

چنانچہ دنیا کے کسی کونے میں اسلام اوراحکامِ اسلام کے خلاف ہونے والی گستاخی وبے ادبی کو مسلمان جس طرح سے نشر واشاعت کرتے ہیں، بلکہ کسی ایک خفیہ واقعہ کو جس طرح اپنا موضوعِ بحث بنالیتے ہیں، اور ایک عرصہ تک اس کی تبلیغ وتشہیر کرتے ہیں، یہ اب ہر خاص و عام کو معلوم ہے۔

اس قسم کے افراط وتفریط پر مبنی حالات میں ضرورت تھی کہ اس مسئلہ کی کسی لومۃ لائم کے بغیر دیانت دارانہ اور غیر جانبدارانہ تحقیق کی جائے اور بطورِ خاص اس سلسلہ میں حنفیہ وجمہور کے اصل موقف کی نشاندہی کی جائے، اوراس کے متعلق پائی جانے والی علمی وعوامی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جائے، اور افراط وتفریط کے پہلوؤں کی نشاندہی کی جائے۔

اسی مقصد کے لیے بندہ نے ایک سوال کے جواب میں اس مسئلہ پر اوراس سے متعلقہ بعض

دوسرے مسائل پر کچھ تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے، جس کے ضمن میں ''ذمی'' ومعاہد کے گستاخی وسب وشتم کرنے اور حربی کے گستاخی وسب وشتم کرنے اور غیر حاکم یعنی رعایا کی طرف سے حدود وتعزیر وغیرہ کے نظام کو ہاتھ میں لینے وغیرہ کی صورتوں پر بھی قدرے تفصیلی کلام کیا گیا ہے، اور فقہائے کرام، بالخصوص حنفیہ کا جو اس سلسلہ میں اصل موقف ہے، اس کے بعض شرعی وفقہی دلائل کی بھی رونمائی کی گئی ہے، تاکہ ان حضرات کے موقف کے متعلق ایک عرصہ سے جو بعض علمی یا عوامی دنیا میں غلط فہمی یا احساسِ کمتری کا عنصر پایا جارہا ہے، اس کا کسی درجہ میں ازالہ اور سدِ باب ہوسکے، اب اس مضمون کو ''سابِّ رسول کی سزا وتوبہ'' کے عنوان سے آئندہ اوراق میں پیش کیا جارہا ہے۔

یہاں یہ امر ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ اگر مستند ومعتبر اور محقق اصحابِ علم سے مشاورت کے بعد اس سلسلہ میں اہلُ السنۃ والجماعۃ، فقہائے کرام میں سے کسی کے قول ومذہب کے مطابق حالات وواقعات کی روشنی میں کوئی ملکی وحکومتی قانون بنادیا جائے، یا اس میں کوئی مناسب ترمیم کردی جائے، اگرچہ وہ فقہ حنفی کے علاوہ کسی دوسرے معتبر ومستند فقہی قول ومذہب کے مطابق ہو، تو اس کی اپنی جگہ گنجائش ہونے میں کلام نہیں، کیونکہ حکمِ حاکم رافعِ اختلاف ہوتا ہے، لیکن اسی کے ساتھ علمی، فقہی وتحقیقی میدان میں مختلف مجتہدینِ عظام اور فقہائے کرام کے اقوال ومسالک کی تحقیق، تنقیح وتصحیح کی اپنی جگہ ضرورت باقی رہتی ہے اور یہ کام ہر دور میں انبیائے کرام کے وارثین، محققین ومجددین کی طرف سے حسبِ حیثیت وضرورت جاری رہا ہے، اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک جاری رہے گا۔

لہٰذا اس قسم کی تحقیق پر کسی کے یہ اعتراض یا شبہ کرنے کی گنجائش نہیں کہ جب کسی ملک میں اس کے متعلق کوئی قانون کسی بھی اسلامی فقہ کے مطابق موجود ہو، تو مختلف مجتہدینِ عظام اور فقہائے کرام کے اقوال ومسالک کو نقل وبیان کرکے پرانے مردے اکھاڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

اور ہم سمجھتے ہیں کہ فقہاء ومجتہدین کے اصل اقوال ومذاہب اور کسی مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کا علم اور کسی مسئلہ کے مجتہد فیہا ہونے کا علم نہ ہونا، اور اس سے بڑھ کر مجتہد فیہا مسائل کو غیر مجتہد فیہا اور اختلافی مسائل کو اجماعی مسائل سمجھنا، یا کسی فقہی مذہب کی ترجمانی میں غلطی یا خطا وتسامح کا ہونا، کئی قسم کی افراط وتفریط پر مشتمل بے اعتدالیوں اور فتنہ وفساد برپا ہونے کا سبب ہے، لہٰذا اس قسم کے مسائل کی دیانت دارانہ، غیر جانبدارانہ اور معتدلانہ علمی وفقہی تحقیق کی اس جیسی وجوہات کی بناء پر بھی ضرورت ہے۔

رہا اعتراض برائے اعتراض کا معاملہ، تو اس کو روکنا تو کسی کے اختیار میں نہیں، یہ سلسلہ تو انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے خلاف بھی بھرپور طریقہ پر جاری رہا ہے، پھر کسی دوسرے کی کیا حیثیت ہے؟

اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کو اعتدال اختیار کرنے اور جذبات کے بے جا و بے ہنگم استعمال سے محفوظ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

محمد رضوان خان

09/ ذوالقعدہ/ 1440ھ 13/ جولائی/ 2019ء بروز ہفتہ

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

سابِّ رسول کی سزا وتوبہ

سوال:

آپ سے گستاخِ رسول کے بارے میں چند باتیں معلوم کرنی تھیں، امید ہے کہ فقہ حنفی کے ساتھ ساتھ دوسرے فقہاء کی عبارات کی روشنی میں باحوالہ جواب سے مستفید فرمائیں گے۔

(1)...... جو شخص مسلمان ہو، اور وہ نعوذ باللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور سب وشتم کر بیٹھے، تو کیا اس کی وجہ سے اس کا ایمان محفوظ رہتا ہے، یا ضائع ہو جاتا ہے؟ اگر ضائع ہو جاتا ہے، تو کیا وہ واجبُ القتل ہو جاتا ہے؟

(2)...... اگر کوئی مسلمان نعوذ باللہ تعالیٰ نبی کی شان میں گستاخی اور سب وشتم کر بیٹھے، لیکن بعد میں توبہ کر لے، تو کیا اس کے قتل وغیرہ کی سزا معاف ہو جاتی ہے، یا برقرار رہتی ہے؟

(3)...... اگر کوئی شخص مسلمان تو نہ ہو، لیکن مسلمانوں کے ملک میں رہتا ہو، اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں خدانخواستہ گستاخی اور سب وشتم کر بیٹھے، تو اس کی کیا سزا ہے؟

اور اگر کوئی، کافروں کے ملک میں رہتے ہوئے خدانخواستہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے، تو اس کی اسلام میں کیا سزا ہے؟

پھر جو شخص، نعوذ باللہ تعالیٰ نبی کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوا، اس کی سزا کا حق کس کو حاصل ہے، اور اگر کوئی مسلمان خود سے ایسے شخص کو قتل کر دے، تو کیا حکم ہے؟ اور کیا عدالت وقاضی کے علاوہ کسی کو یہ حق حاصل ہے؟

گستاخِ رسول کے قتل کی جو احادیث وروایات آتی ہیں، ساتھ ہی ان پر بھی روشنی ڈال دی جائے، تو اچھا ہے۔

بینوا بالتفصیل، توجروا بالأجر الجزیل.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب:

آپ کے سوالوں کے جوابات کچھ تفصیل طلب ہیں، اوران مسائل کے متعلق ایک عرصہ سے بحث ومباحثہ جاری ہے، اور پوری تفصیل اور متعلقہ پہلو سامنے نہ ہونے کی وجہ سے کئی قسم کی علمی وعوامی غلط فہمیاں جاری ہیں، اور پھران کے نتیجہ میں مختلف طرح کی بے اعتدالیاں اختیار کی جاتی ہیں اوروقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتی جاتی ہیں۔

اس لیے آپ کے سوالوں کے جوابات مختلف ابواب اور فصلوں میں بالترتیب تحریر کیے جارہے ہیں، جن میں فقہ حنفی کے علاوہ دوسرے فقہائے کرام کی عبارات وحوالہ جات بھی ان شاءاللہ تعالیٰ ساتھ ساتھ پیش کیے جائیں گے، اورکوشش کی جائے گی کہ ان مسائل میں دیانت دارانہ معتدل رائے ذکر کی جائے۔

ہمیں امید ہے کہ اگر نیک نیتی اوراخلاص کے ساتھ تعصب وغیرہ سے بچ کران جوابات کو ملاحظہ کیا جائے گا، توحقیقتِ حال کو سمجھنے میں دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے گا، بصورتِ دیگر تعصب وغیرہ کی وجہ سے حق کو قبول کرنا مشکل ہوگا، اور ہر بات میں بلاوجہ کے شکوک و شبہات، بلکہ وساوس کا شکار ہوکر حقیقت کو قبول کرنا متعذر اور دشوار ہو جائے گا۔

مومن کی نشانی یہ ہے کہ اسے جب اور زندگی کے جس مرحلہ میں بھی جہاں سے حق بات ملے، اس کو قبول کرلے اوراپنی غلطی وخطا واضح ہونے کے بعد اس کوترک کردے۔

اللہ تعالیٰ حق کہنے، سمجھنے اور قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(باب نمبر 1)

سابِّ رسول کافر ہے

ایمان واسلام کی نعمت ودولت حاصل ہونے اور اس کے باقی رکھنے کے لیے جہاں اور چیزوں کا پایا جانا ضروری ہے، انہی کے ساتھ اس چیز کا پایا جانا بھی ضروری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت واحترام کو بجالائے، کیونکہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے ہوا ہے۔

سورہ اعراف کا حوالہ

قرآن مجید کی سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ(سورة الاعراف، رقم الآیة ۱۵۷)

ترجمہ: پس جو لوگ ایمان لائے اس (نبی) پر اور تعظیم کی اس (نبی) کی، اور مدد کی اس (نبی) کی، اور اتباع کی اس نور کی، جو نازل کیا گیا ہے اس (نبی) پر یہ لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں (سورہ اعراف)

مذکورہ آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنے والوں کو کامیاب قرار دیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کی خلاف ورزی اور گستاخی وسب وشتم کرنے والے کامیاب نہیں ہیں، بلکہ ناکام ہیں۔

سورہ نور کا حوالہ

سورہ نور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (سورة النور ، رقم الآية ٦٣)

ترجمہ: نہ کرو تم رسول کے پکارنے کو آپس میں اس طرح، جیسا پکارتے ہو تم، آپس میں ایک دوسرے کو (سورہ نور)

مذکورہ آیت میں خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نرمی، عاجزی و تواضع سے مخاطب کرنے، اور آپ کی تعظیم و توقیر ملحوظِ خاطر رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، اور جو شخص آپ کو سب و شتم کرے گا، وہ اس حکمِ الٰہی کی سراسر خلاف ورزی کا مرتکب شمار ہوگا۔

سورہ حجرات کا حوالہ

سورہ حجرات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَىِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ . يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (سورة الحجرات، رقم الآيات ١، ٢)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے! نہ پیش قدمی کرو تم اللہ کے سامنے اور اس کے رسول کے سامنے، اور ڈرو تم اللہ سے، بے شک اللہ خوب سننے والا ہے، خوب جاننے والا ہے۔

اے ایمان والو! نہ بلند کرو تم اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر، اور نہ جہر کرو ان کے لیے بات کرتے ہوئے، جیسے تم میں سے بعض کا بعض کے لیے جہر کرنا، کہیں حبط ہو جائیں تمہارے اعمال، اور تم کو شعور بھی نہ ہو (سورہ حجرات)

مذکورہ آیات میں خاتم النبیین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام اور آپ کے ادب و تعظیم

کی مختلف صورتوں کا حکم دیا گیا ہے، اوراس کی خلاف ورزی پر اعمال کے حبط وضائع ہونے پر تنبیہ کی گئی ہے، اور یہ صورتِ حال، کفرلازم آنے سے پیش آتی ہے۔

سورہ احزاب کا حوالہ

سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ الَّـذِيۡـنَ يُـؤۡذُوۡنَ الـلّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمۡ عَذَابًا مُّهِيۡنًا (سورة الاحزاب ، رقم الآية ۵۷)

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایذاء پہنچاتے ہیں، اللہ کو اور اس کے رسول کو، لعنت فرماتا ہے اللہ، ان پر، دنیا میں، اور آخرت میں، اور تیار کر رکھا ہے، اس نے ان کے لیے رسوا کن عذاب کو (سورہ احزاب)

مذکورہ آیت میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے والوں کے لیے دنیا وآخرت میں اللہ کی لعنت ہونے اور ان کے لیے اہانت ورسوائی والا عذاب تیار ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، اور اللہ تعالیٰ، یا اس کے رسول کو سب وشتم کرنا، ایذا رسانی میں داخل ہو کر لعنت اور اہانت والے عذاب کا باعث ہے۔

سورہ فتح کا حوالہ

سورہ فتح میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّـآ اَرۡسَـلۡـنٰـــكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا ○ لِّتُـؤۡمِـنُـوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ (سورة الفتح ، رقم الآيات ۸ تا ۹)

ترجمہ: بلاشبہ ہم نے بھیجا آپ کو گواہی دینے والا، اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر، تاکہ ایمان لاؤ تم اللہ پر، اور اس کے رسول پر، اور تعظیم کرو تم، اس کی، اور ادب کرو تم اس کا (سورہ فتح)

ان آیات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم، عظمت، ادب واحترام کا حکم معلوم ہوتا ہے۔
لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام نہ کرنا اور نعوذ باللہ تعالیٰ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی اور سب وشتم کرنا ایسا فعل ہے کہ جس کی وجہ سے انسان دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے، اگر پہلے مسلمان تھا، تو اس فعل کے نتیجہ میں وہ مرتد شمار ہوتا ہے، اور اگر شادی شدہ ہے، تو اس کا نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔
اور گستاخِ رسول کے کفر پر امتِ مسلمہ کا اجماع ہے۔
جہاں تک ایسے شخص کی سزا کا تعلق ہے، تو حنفیہ، شافعیہ اور بعض دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک اسلامی قانون میں اس کی سزا وہی ہے، جو مرتد کی سزا ہے، جبکہ وہ پہلے مسلمان تھا، بعد میں اس فعل کا ارتکاب کیا ہو۔
پس گستاخِ رسول کو مرتد ہونے کی وجہ سے قتل کیا جائے گا، مگر عورت کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عام حالات میں قتل کے بجائے، تائب ہونے تک قید وحبس میں رکھا جاتا ہے۔
بشرطیکہ واقعی درجہ میں گستاخی کی ہو، اور گستاخی شرعی اُصولوں کے مطابق ثابت ہو۔
یہ نہیں کہ جس بات کو بھی کوئی کم علم شخص گستاخی سمجھے، یا اس سے بڑھ کر گستاخی کی آڑ میں کسی مخالف کو مورَدِ الزام ٹھہرائے، اس کا اعتبار نہ ہوگا، اور اس سلسلہ میں پوری تحقیق ضروری ہو گی، کیونکہ کسی مسلمان پر کفر وارتداد کا حکم لگانا بڑا نازک کام ہے، اور اس میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔
آگے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی اور سب وشتم کرنے والے کے متعلق، احادیث وروایات اور اہلِ علم حضرات کے چند حوالہ جات ذکر کیے جاتے ہیں۔

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے واقعہ کا حوالہ

ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر اپنے والد محمد بن عمار سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَخَذَ الْمُشْرِكُونَ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ فَلَمْ يَتْرُكُوهُ حَتّٰى سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذَكَرَ آلِهَتَهُمْ بِخَيْرٍ ثُمَّ تَرَكُوهُ، فَلَمَّا أَتٰى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا وَرَائَكَ؟ قَالَ: شَرٌّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا تُرِكْتُ حَتّٰى نِلْتُ مِنْكَ، وَذَكَرْتُ آلِهَتَهُمْ بِخَيْرٍ قَالَ: كَيْفَ تَجِدُ قَلْبَكَ؟ قَالَ: مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيْمَانِ قَالَ: إِنْ عَادُوا فَعُدْ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۳۳۶۲ كتاب التفسير، تفسير سورة النحل) [1]

ترجمہ: مشرکین نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا، اور انہوں نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو اس وقت تک نہیں چھوڑا، جب تک عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم نہ کر دیا، اور ان مشرکین کے معبودوں کو اچھا نہ کہہ دیا، پھر جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کیا کہ آپ کے ساتھ کیا ہوا؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ اے اللہ کے رسول! شر والی بات پیش آئی، مجھے اس وقت تک نہیں چھوڑا گیا، جب تک میں نے آپ کی شان میں نازیبا الفاظ نہیں کہہ دیے، اور جب تک میں نے ان کے معبودوں کو اچھا نہیں کہہ دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے اپنے دل کو کیسا پایا؟ انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ ایمان کے ساتھ مطمئن پایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ دوبارہ ایسا کریں، تو آپ بھی دوبارہ ایسا ہی کریں (مستدرک حاکم)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں سورہ نحل کی وہ آیت، جس میں ''جبر واکراہ''

---

[1] قال الحاكم:
هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه.
وقال الذهبي في التلخيص:
على شرط البخاري ومسلم.

کی حالت میں کفر لازم نہ آنے کا حکم لگایا گیا ہے، یہ آیت حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ واقعہ کے متعلق ہی نازل ہوئی تھی۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی پر جبر واکراہ کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرایا جائے،

---

[1] مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (سورة النحل، رقم الآية ١٠٦)

وذكر أن هذه الآية نزلت فى عمار بن ياسر وقوم كانوا أسلموا ففتنهم المشركون عن دينهم، فثبت على الإسلام بعضهم ، وافتتن بعض.

ذكر من قال ذلک:

حدثنی محمد بن سعد، قال: ثنی أبی، قال: ثنی عمی، قال: ثنی أبی، عن أبيه، عن ابن عباس، قوله(من كفر بالله من بعد إيمانه إلا من أكره وقلبه مطمئن بالإيمان) ...إلى آخر الآية ، وذلک أن المشركين أصابوا عمار بن ياسر فعذبوه، ثم تركوه، فرجع إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فحدثه بالذى لقى من قريش ، والذى قال: فأنزل الله تعالى ذكره عذره(من كفر بالله من بعد إيمانه) ...إلى قوله(ولهم عذاب عظيم) .

حدثنا بشر، قال: ثنا يزيد، قال: ثنا سعيد، عن قتادة(من كفر بالله من بعد إيمانه إلا من أكره وقلبه مطمئن بالإيمان) قال: ذكر لنا أنها نزلت فى عمار بن ياسر، أخذه بنو المغيرة فغطوه فى بئر ميمون وقالوا: اكفر بمحمد ، فتابعهم على ذلک وقلبه كاره، فأنزل لله تعالى ذكره(إلا من أكره وقلبه مطمئن بالإيمان ولكن من شرح بالكفر صدرا) : أى من أتى الكفر على اختيار واستحباب،(فعليهم غضب من الله ولهم عذاب عظيم) .

حدثنا ابن عبد الأعلى، قال: ثنا محمد بن ثور، عن معمر، عن عبد الكريم الجزرى ، عن أبى عبيدة بن محمد بن عمار بن ياسر، قال: أخذ المشركون عمار بن ياسر، فعذبوه حتى باراهم فى بعض ما أرادوا فشكا ذلک إلى النبى صلى الله عليه وسلم، فقال النبى صلى الله عليه وسلم: كيف تجد قلبک؟ قال: مطمئنا بالإيمان .قال النبى صلى الله عليه وسلم: فإن عادوا فعد."

حدثنی يعقوب بن إبراهيم، قال: ثنا هشيم، عن حصين، عن أبى مالک، فى قوله(إلا من أكره وقلبه مطمئن بالإيمان) قال: نزلت فى عمار بن ياسر(تفسير الطبرى، ج١٧ ص٣٠٤، سورة النحل)

حدثنا هشيم , عن حصين , عن أبى مالک : (إلا من أكره وقلبه مطمئن بالإيمان) قال : نزلت فى عمار.

حدثنا وكيع , عن إسرائيل , عن جابر , عن الحكم : (إلا من أكره وقلبه مطمئن بالإيمان) قال : نزلت فى عمار(مصنف ابنِ ابی شيبة ، رقم الحديث ٣٢٩٢٠، ٣٢٩٢٢، كتاب الفضائل، باب ما ذكر فى عمار بن ياسر رضى الله عنه)

ثم استثنى فقال: إلا من أكره أى: أكره على الكفر، وتكلم بالكفر مكرها وقلبه مطمئن بالإيمان يقول: قلبه معتقد عليه، وهو عمار بن ياسر، وأصحابه(تفسير السمرقندى، ج٢ص٢٩٣، سورة النحل)

لیکن اس کا دل اندر سے مطمئن ہو، تو اس سے کفر و گناہ لازم نہیں آتا۔
اور اگر دل مطمئن ہو، یعنی جبر و اکراہ کے بغیر کوئی اس فعل کا ارتکاب کرے گا تو اس کا حکم مختلف ہوگا۔

امام ابوجعفر طحاوی کا حوالہ

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَغْلَظَ رَجُلٌ لِأَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ، فَقُلْتُ :أَقْتُلُهُ، فَانْتَهَرَنِيْ وَقَالَ :لَيْسَ هٰذَا لِأَحَدٍ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (سنن النسائی، رقم الحدیث ۴۰۷۱، کتاب تحریم الدم، باب الحکم فیمن سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: ایک آدمی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کچھ غلیظ باتیں کہیں، تو میں نے عرض کیا کہ کیا میں اس آدمی کو قتل کردوں؟ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ کو منع کردیا، اور فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد، کسی کے لیے جائز نہیں (نسائی)

مذکورہ روایت کی تشریح وتوضیح کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے، امام ابوجعفر طحاوی حنفی رحمہ اللہ (المتوفی: 321ہجری) فرماتے ہیں کہ:

وبان بذلک أن معنى قول أبی بكر رضی الله عنه أنها لم تكن لأحد بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه أراد بذلک أنه لم يكن لأحد أن يأمر بقتل أحد لسب سبه من سواه مما ينطلق به له مثل ذلک فيمن سب رسول الله صلى الله عليه وسلم ومن سواه فی ذلک لأن من سب رسول الله صلى الله عليه وسلم كان كافرا

واجبا علی أمته قتله أمروا بذلک أو لم یؤمروا بذلک ومن سب من سواه من ولاة الأمور بعده فالذی یستحقه علی ذلک الأدب علیه أدب مثله فأما ما سوی ذلک مما یوجبه علیه خروجه عن الإسلام إلی الکفر فلا والله نسأله التوفیق (شرح مشکل الآثار، ج۱۲، ص ۴۱۲، باب بیان مشکل ما روی عن أبی بکر الصدیق رضی الله عنه من قوله لأبی برزة لما استأذنه فی قتل الرجل الذی استأذنه فی قتله إنها لم تکن لأحد بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم وفی ذلک الشیء ما هو)

ترجمہ: اس تقریر سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا مطلب کہ ’’یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد، کسی کے لیے جائز نہیں‘‘ آپ کی اس سے مراد یہ تھی کہ کسی کے لیے بھی جائز نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے کے علاوہ، کسی اور کو سب وشتم کرنے پر قتل کا حکم دے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے کو سب وشتم کرنے والے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل قرار دے، کیونکہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، تو وہ کافر شمار ہوگا، امت پر اس کا قتل واجب ہوگا، اسی کا ان کو حکم دیا گیا ہے، اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ آپ کے بعد ولاۃُ الامور میں سے کسی کو سب وشتم کرے، تو وہ اس بات پر تعزیر وتادیب کا مستحق ہوگا، لیکن اس کے علاوہ وہ اسلام سے کفر کی طرف خارج نہیں ہوگا، **واللّٰہ نسأله التوفیق** (شرح مشکل الآثار)

امام طحاوی رحمہ اللہ مذکورہ باب میں ہی فرماتے ہیں:

من سب رسول الله صلی الله علیه وسلم کان کافرا حلال الدم ولیس من سب غیره (شرح مشکل الآثار، ج۱۲، ص ۴۱۱، باب بیان مشکل ما

روی عن أبی بکر الصدیق رضی الله عنه من قوله لأبی برزة لما استأذنه فی قتل الرجل الذی استأذنه فی قتله إنها لم تکن لأحد بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم)

ترجمہ: جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، تو وہ ''کافر'' اور ''حلالُ الدم'' ہوجائے گا، اور یہ (سب وشتم کرنے کا فعل) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو سب وشتم کرنے والے کی طرح نہیں ہے (شرح مشکل الآثار)

مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنا کفر ہے، لیکن اللہ کے نبی کے علاوہ کسی اور انسان کو سب وشتم کرنا گناہ اور کبیرہ گناہ وغیرہ تو ہوسکتا ہے، لیکن کفر نہیں ہوتا۔

امام ابوبکر جصاص کا حوالہ

امام ابوبکر جصاص حنفی رحمہ اللہ (المتوفی: 370ہجری) فرماتے ہیں کہ:

ولا خلاف بین المسلمین أن من قصد النبی صلی الله علیه وسلم بذلک فهو ممن ینتحل الإسلام أنه مرتد یستحق القتل (أحکام القرآن للجصاص، ج۴ص ۲۷۶، سورة التوبة، مطلب :فی حکم من شتم النبی صلی الله علیه وسلم)

ترجمہ: اور مسلمانوں کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قصداً سب وشتم کیا، تو وہ ان لوگوں میں شمار ہوگا، جس نے اسلام کو ترک کردیا، بے شک وہ مرتد ہوگا، قتل کا مستحق ہوگا (احکام القرآن)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنا کفر وارتداد ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسے شخص کا حکم ''مرتد'' والا ہے، اور حنفیہ کے نزدیک جو حکم مرتد کا ہے، وہی حکم ایسے شخص کا بھی ہے، اسی وجہ سے اگر ایسا شخص توبہ کرلے، تو اس کے قتل کا حکم ختم ہوجاتا ہے، جیسا کہ آگے، خود امام طحاوی اور ابوبکر جصاص رحمہما اللہ کے حوالے سے صراحتاً بھی آتا ہے۔

امام ابنِ منذر کا حوالہ

امام ابنِ منذر رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 319 ہجری) فرماتے ہیں کہ:

وأجمعوا على أن من سب النبى صلى الله عليه وسلم أن له القتل (الإجماع، لمحمد بن إبراهيم بن المنذر النيسابورى، ص ۱۲۸، تحت رقم المسئلة ۷۲۰، كتاب المرتد)

ترجمہ: اور علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، اس کا قتل جائز ہو جاتا ہے (الاجماع)

مذکورہ عبارت میں صرف اتنا مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے کا قتل مباح ہو جاتا ہے، لیکن اس قتل کی حیثیت متعین نہیں کی گئی، کیونکہ اس میں اختلاف ہے، بعض حضراتِ فقہاء، مثلاً حنفیہ وشافعیہ اس کو ''ارتداد'' کی سزا قرار دیتے ہیں، اور بعض خود اس کو مستقل ایک ''حد'' کا درجہ دیتے ہیں، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

علامہ خطابی کا حوالہ

علامہ ابوسلیمان احمد بن محمد خطابی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 388 ہجری) ''سنن ابی داوٗد'' کی شرح ''معالمُ السنن'' میں فرماتے ہیں کہ:

ساب النبى صلى الله عليه وسلم مقتول وذلک أن السب منها لرسول الله صلى الله عليه وسلم ارتداد عن الدين ولا أعلم أحدا من المسلمين اختلف فى وجوب قتله ولكن إذا كان الساب ذميا فقد اختلفوا فيه فقال مالک بن أنس من شتم النبى صلى الله عليه وسلم من اليهود والنصارى قتل إلا أن يسلم وكذلک قال أحمد بن حنبل، وقال الشافعى يقتل الذمى إذا سب النبى صلى الله عليه

وسلم وتبرأ منه الذمة.

واحتج في ذلك بخبر كعب بن الأشرف وقد ذكرناه في كتاب الجهاد.

وحكى، عن أبي حنيفة أنه قاله لا يقتل الذمي بشتم النبي صلى الله عليه وسلم ما هم عليه من الشرك أعظم (معالم السنن، وهو شرح سنن أبي داود، ج۳، ص۲۹۶، كتاب الحدود، باب من سب النبي صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے کو قتل کیا جائے گا، جس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنا، دراصل دین سے مرتد ہوجانا اور دین سے پھر جانا ہے، اور ہمارے علم کے مطابق مسلمانوں میں سے کسی کا اس کے وجوبِ قتل میں اختلاف نہیں، لیکن جب سب وشتم کرنے والا ذمی (یعنی مسلمانوں کے زیرِ حکومت غیر مسلم) ہو، تو اس کے متعلق اختلاف ہے، مالک بن انس رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہود ونصاریٰ میں سے اگر کوئی شخص، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، تو اسے قتل کیا جائے گا، الَّا یہ کہ وہ اسلام لے آئے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح فرمایا، اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب ذمی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، تو اس کو قتل کیا جائے گا، اور اس سے ذمہ ختم ہوجائے گا، اور امام شافعی نے اس سلسلے میں کعب بن اشرف کے واقعے سے دلیل پکڑی ہے، جس کا ہم نے کتابُ الجہاد میں ذکر کردیا ہے۔

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ذمی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب شتم کرنے کی وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا، کیونکہ وہ جس مذہب پر ہے، وہ خود بڑا شرک (وکفر) ہے (معالم السنن)

''ذمی'' کے سب وشتم کرنے کا حکم توان شاءاللہ تعالیٰ تیسرے باب کی الگ فصل میں آئے گا،

جس سے یہ بھی واضح ہوگا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا اصح قول، ذمہ ختم نہ ہونے کا ہے، الا یہ کہ اس کی وجہ سے ذمہ ختم ہونے کی شرط لگائی گئی ہو، بہرحال مذکورہ عبارت سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے پر کفر لازم آنے کا حکم معلوم ہوا۔

علامہ ابنِ تیمیہ کا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 728ہجری) اپنی مشہور ومعروف کتاب ''الصارمُ المسلول'' میں فرماتے ہیں کہ:

وتحرير القول فيه :أن الساب إن كان مسلما فإنه يكفر ويقتل بغير خلاف وهو مذهب الأئمة الأربعة وغيرهم(الصارم المسلول على شاتم الرسول،ص ۴، المسألة الأولى: أن من سب النبی صلى الله عليه وسلم من مسلم أو كافر فإنه يجب قتله)

ترجمہ: اور اس سلسلے میں خلاصۂ کلام یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والا اگر مسلمان ہو، تو وہ ''کافر'' ہوجائے گا، اور اس کو قتل کیا جائے گا، بغیر اختلاف کے، ائمۂ اربعہ وغیرہ کا یہی مذہب ہے(الصارم المسلول)

مطلب یہ ہے کہ اگر ''سابِّ رسول'' مسلم ہو، تو اس کے کافر ہونے اور قتل کیے جانے میں کوئی اختلاف نہیں۔

لیکن اس کا قتل ارتداد کی وجہ سے ہے، یا کسی اور وجہ سے، جس پر اس کی توبہ قبول کیے جانے، نہ کیے جانے کا مسئلہ متفرع ہوتا ہے، یہ اختلافی مسئلہ ہے، جس کی تفصیل الگ مقام پر آتی ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ کا ایک اور حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ مذکورہ کتاب ہی میں، ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ:

فهـذا البـاب كـلـه مما عده العلماء سبا وتنقصا يجب قتل قائله لم يختلف في ذلك متقدمهم ومتأخرهم وإن اختلفوا في حكم قتله. وكـذلك قـال أبـو حـنيـفة وأصـحـابـه فيمن تنقصه أو برء منه أو كذبه " :إنـه مرتد "وكـذلك قـال أصحاب الشافعي " :كل من تـعـرض لـرسـول الـلـه صـلـى الله عليه وسلم بما فيه استهانة فهو كالسب الصريح "فـإن الاستهانة بالنبي كفر وهل يتحتم فيه قتله أو يسـقـط بـالتـوبة؟ عـلـى الـوجهيـن وقد نص الشافعي على هذا المعنى.

فقد اتفقت نصوص العلماء من جميع الطوائف على أن التنقص به كـفـر مبيـح للدم وهم في استتابته على ما تقدم من الخلاف(الصارم المسلول على شاتم الرسول، ص۵۲۷، المسألة الرابعة: في بيان السب المذكور والفرق بينه وبين مجرد الكفر)

ترجمہ: یہ پوراباب، اس چیز کے بیان میں ہے، جس کوعلماء نے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر) سب وشتم اورتنقیص میں شمار کیا ہے کہ سب وشتم اورتنقیص کرنے والے کو قتل کیا جائے گا، اوراس میں متقدمین اورمتاخرین میں سے کسی کا اختلاف نہیں، اگرچہ اس کے قتل کے حکم میں اختلاف ہے (کہ اس کا قتل کیا حیثیت رکھتا ہے)

اوراسی طرح امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے اس شخص کے بارے میں فرمایا ہے، جو (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی) تنقیص کرے، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے برائت اختیار کرے، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرے کہ وہ مرتد ہے، اور اسی طرح امام شافعی کے اصحاب نے بھی فرمایا ہے کہ جوشخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اشارتاً کوئی ایسی بات کرے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین

کا سبب ہو، تو یہ صراحتاً سب وشتم کرنے کی طرح ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کفر ہے، لیکن کیا اس میں بھی قتل متعین ہوگا، یا یہ توبہ سے ساقط ہو جائے گا؟ اس میں دونوں قول ہیں، امام شافعی نے اس معنیٰ کی تصریح کی ہے۔

پس تمام جماعتوں کے علماء کی نصوص اس بات پر متفق ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کفر ہے، دَم کو مباح کرنے والی ہے، لیکن اس کی توبہ کے قبول کیے جانے میں اختلاف ہے، جیسا کہ پہلے گزرا (الصارم المسلول)

توبہ قبول کیے جانے، یا نہ کیے جانے کا حکم اگلے باب میں آتا ہے۔

”ردُّ المحتار“ کا حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 1252 ہجری) ”ردُّ المحتاز“ میں فرماتے ہیں:

والحاصل أنه لا شك ولا شبهة فى كفر شاتم النبى -صلى الله عليه وسلم- وفى استباحة قتله، وهو المنقول عن الأئمة الأربعة، وإنما الخلاف فى قبول توبته إذا أسلم. فعندنا وهو المشهور عند الشافعية القبول. وعند المالكية والحنابلة عدمه بناء على أن قتله حدا أو لا (رد المحتار على الدر المختار، ج۴، ص۲۳۸، كتاب الجهاد، باب المرتد)

ترجمہ: اور خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے کے کفر اور اس کے قتل کے مباح ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں، اور ائمہ اربعہ سے یہی منقول ہے، البتہ اختلاف اس کے اسلام لانے کے بعد اس کی توبہ کے قبول ہونے میں ہے، پس ہمارے (یعنی حنفیہ) کے نزدیک اور شافعیہ کے مشہور قول کے مطابق اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے، اور مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس کی توبہ قبول نہیں کی جاتی، یہ اختلاف اس بات پر مبنی ہے کہ اس

کا قتل ''حد'' ہے، یا نہیں (رد المحتار)

''رسائل ابنِ عابدین'' کا حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ کے ''رسائل'' میں ایک رسالہ مستقل اسی موضوع پر ہے، جس کا نام ''کتاب تنبیہ الولاۃ والحکام علیٰ احکام شاتم خیر الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام'' ہے، اس میں علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقال ابوسليمان الخطابى لااعلم احدا من المسلمين اختلف فى وجوب قتله اذا كان مسلما. وعن اسحاق بن راهويه احد الائمة الاعلام قال اجمع المسلمون ان من سب الله تعالىٰ او سب رسوله صلى الله عليه وسلم او دفع شيئا مماانزل الله تعالىٰ او قتل نبيا من انبياء الله عزوجل انه كافر بذلك وان كان مقرا بكل ماانزل الله تعالىٰ.

وهذه نقول معتضدة بدليلها وهو الاجماع. ولاعبرة بمااشاره اليه ابن حزم الظاهرى من الخلاف فى تكفير المستخف به ،فانه شىء لايعرف لاحد من العلماء ومن استقرأ سير الصحابة تحقق اجماعهم على ذلك فانه نقل عنهم فى قضايا مختلفة منتشرة يستفيض نقلها ولم ينكره احد (رسائل ابنِ عابدین، جلد ا، صفحہ ۳۱۶، الرسالة الخامسة عشر)

ترجمہ: اور ابوسلیمان خطابی نے فرمایا کہ ہمارے علم کے مطابق مسلمانوں میں سے کسی کا بھی اس (شاتمِ رسول) کے قتل کے واجب ہونے میں اختلاف نہیں، جبکہ

وہ مسلمان ہو، اور اسحاق بن راہویہ جو کہ مشہور ائمہ میں سے ایک ہیں، ان سے مروی ہے کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کو سب وشتم کرے، یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، یا اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کسی چیز کا انکار کرے، یا اللہ عزوجل کے نبیوں میں سے کسی نبی کو قتل کرے، تو وہ اس کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے، اگرچہ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی باقی تمام چیزوں کا اقرار کرتا ہو۔

اور اسی کے ہم قائل ہیں، جو اپنی دلیل کے ساتھ اجماع سے بھی مؤید ہے، اور اس کا کوئی اعتبار نہیں، جس کی طرف ابنِ حزم ظاہری نے اشارہ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنے کی تکفیر کے مسئلہ میں اختلاف ہے، کیونکہ یہ ایسی بات ہے کہ علماء میں سے کسی سے معروف نہیں، اور جس نے صحابۂ کرام کی سیرت کو ملاحظہ کیا ہو، تو اس کے سامنے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ صحابۂ کرام کا اس بات پر اجماع ہے، کیونکہ صحابۂ کرام سے مختلف اور منتشر فیصلوں میں یہ بات منقول ہے، جس کا منقول ہونا مستفیض (اور مشہور) ہے، اور اس پر کسی نے نکیر نہیں کی

(رسائل ابنِ عابدین)

مذکورہ اور اس جیسی بہت سی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین وتنقیص، گستاخی اور سب وشتم کرے، وہ اس کی وجہ سے دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، اور اس کے نتیجے میں وہ مباحُ الدم ہو جاتا ہے، اور اسلامی قانون میں اس کی سزا قتل ہے۔

لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عام حالات میں، مرتدہ عورت کو قتل کے بجائے، توبہ کرنے تک قید وحبس میں رکھا جاتا ہے، اور اس فعل کے مرتکب کی توبہ قبول ہونے نہ ہونے، نیز غیر مسلم کے اس فعلِ بد کا ارتکاب کرنے کا حکم اگلے ابواب میں آتا ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم.

(باب نمبر 2)

سابِّ رسول کی توبہ کا حکم

جو مسلمان نعوذ باللہ تعالیٰ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور سب وشتم کر بیٹھے، اور سزا پانے سے پہلے توبہ کرلے، یعنی تجدیدِ ایمان کرلے، تو فقہ حنفی کے مطابق راجح یہ ہے کہ اس کی دنیاوی سزا معاف ہوجاتی ہے، خواہ سب وشتم محض گالی و گستاخی کی شکل میں ہو، یا قذف، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نعوذ باللہ زنا کی نسبت کے طور پر ہو۔

شافعیہ کا راجح مذہب بھی یہی توبہ قبول کیے جانے کا ہے، اور امام ثوری، امام اوزاعی اور اہلِ کوفہ کا بھی یہی مذہب ہے، اور حنابلہ ومالکیہ کی ایک غیر مشہور روایت بھی اس کے مطابق ہے، اور بعض شافعیہ، صریح تہمت وقذف کی صورت میں سزا کے قائل ہیں۔

البتہ بعض فقہاء، مثلاً مالکیہ اور مشہور قول کے مطابق حنابلہ کے نزدیک توبہ وتجدیدِ ایمان سے اس کی دنیوی سزا معاف نہیں ہوتی۔

یہ دنیاوی سزا کا حکم ہے، جہاں تک آخرت کی سزا کا تعلق ہے، تو وہ بالاتفاق عنداللہ سچی توبہ کرنے اور تجدیدِ ایمان سے معاف ہوجاتی ہے۔

مگر توبہ قبول ہونے کے لیے ضروری ہے کہ توبہ، اپنی شرائط کے مطابق بجالائے۔

چنانچہ تجدیدِ ایمان کے ساتھ گزشتہ فعل پر ندامت ہو، توبہ کے وقت اس قبیح گناہ سے علیٰحدگی اختیار کرے، اور آئندہ کے لیے اس گناہ سے بچنے کا عزم کرے۔

اور اگر علانیہ گستاخی کی ہے، تو اس کی توبہ بھی علانیہ کرے، اور اگر خفیہ گستاخی کی تھی، تو خفیہ توبہ کافی ہے۔

غرضیکہ گستاخی کا گناہ جس نوعیت سے کیا ہو، اسی نوعیت سے توبہ کو بروئے کار لانے کی

ضرورت ہوگی۔

اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہوگا کہ اپنے نکاح کی بھی تجدید کرے، جبکہ وہ گستاخی کا مرتکب، پہلے سے شادی شدہ ہو، اور نکاح میں کوئی عورت موجود ہو۔

اور یہ جو مشہور ہے کہ اگر کوئی مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی میں گستاخی اور سب و شتم کر بیٹھے، تو اس کی کسی حال میں بھی توبہ قبول اور سزاء معاف نہیں ہوتی، اور اس کو قتل کرنا ضروری ہوتا ہے، یہ بات فقہ حنفی وشافعی کے مطابق اور امام ثوری، امام اوزاعی اور اہلِ کوفہ کے نزدیک راجح نہیں، البتہ بعض دیگر فقہاء ضرور اس کے قائل ہیں۔

''الموسوعةُ الفقهيةُ الكويتية'' میں ایک مقام پر ہے:

أما ساب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقد ذهب الحنفية، والحنابلة إلى قبول توبته .

وقال الشافعية :تقبل توبة قاذفه صلى الله عليه وسلم على الأصح، وقال أبو بكر الفارسي :يقتل حدا ولا يسقط بالتوبة، وقال الصيدلانى :يجلد ثمانين جلدة؛ لأن الردة ارتفعت بإسلامه وبقي جلده .

وفى قول عند الحنابلة :لا تقبل توبته .

وقال المالكية :من شتم نبيا مجمعا على نبوته بقرآن أو نحوه فإنه يقتل ولا تقبل توبته؛ لأن كفره يشبه كفر الزنديق، ويقتل حدا لا كفرا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۲، ص۱۹۳، مادة "ردة")

ترجمہ: جہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے کا تعلق ہے، تو حنفیہ اور حنابلہ اس کی توبہ قبول ہونے کی طرف گئے ہیں۔ [1]

---

[1] حنفیہ کا اصل مذہب اور شافعیہ کا مشہور قول تو یہی ہے، اور حنابلہ کی ایک روایت بھی اس کے مطابق ہے، لیکن حنابلہ کی دوسری مشہور روایت اس کے خلاف ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ محمد رضوان۔

اور شافعیہ نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تہمت لگانے والے کی توبہ، اصحّ قول کے مطابق قبول کی جائے گی، اور ابو بکر فارسی نے فرمایا کہ اس کو حَد کے طور پر قتل کیا جائے گا، اور یہ ''حَد'' توبہ سے ساقط نہیں ہوگی، اور صیدلانی نے فرمایا کہ اس کو اسّی کوڑے لگائے جائیں گے، کیونکہ ارتداد، اس کے اسلام لانے سے ختم ہوگیا، اور کوڑے لگانے کی سزا باقی رہ گئی۔

اور حنابلہ کے ایک قول کے مطابق اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی (حنابلہ کا مشہور قول یہی ہے، جس کو علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے)

اور مالکیہ نے فرمایا کہ جو شخص ایسے نبی کو سب وشتم کرے، جس کی نبوت پر قرآن وغیرہ کی وجہ سے اجماع منعقد ہو چکا ہے، تو اس کو قتل کیا جائے گا، اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، کیونکہ اس کا کفر، زندیق کے کفر کے مشابہ ہے، جس کو حَد کے طور پر قتل کیا جاتا ہے، کفر کے طور پر قتل نہیں کیا جاتا (الموسوعة الفقهية)

مذکورہ عبارت میں حنفیہ کا جو قول بیان کیا گیا ہے، وہی حنفیہ کا اصل اور صحیح مذہب ہے، حنابلہ کا ایک قول بھی اس کے مطابق ہے اور دوسرا قول جو کہ حنابلہ کا مشہور قول ہے، اس کے برخلاف توبہ قبول نہ ہونے کا ہے، اور شافعیہ کا مشہور قول بھی حنفیہ کے مطابق ہے، البتہ اگر ''سب وشتم'' صریح قذف کے ساتھ ہو، تو شافعیہ کی مختلف روایات ہیں، لیکن محققینِ شافعیہ اس صورت میں بھی قبولِ توبہ کا رجحان رکھتے ہیں، امام ثوری، امام اوزاعی اور اہلِ کوفہ بھی قبولِ توبہ کے قائل ہیں، جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جمہور کے نزدیک، توبہ قبول کی جاتی ہے۔

اس کی مزید تفصیل اہلِ علم کی عبارات کے ضمن میں آگے آتی ہے۔

پہلے ہم اس سلسلہ میں مختلف فصلوں میں الگ الگ طور پر فقہائے کرام کی عبارات وحوالہ جات ذکر کرتے ہیں، جن سے ان شاء اللہ تعالیٰ اس سلسلہ میں فقہائے کرام کے اقوال اور مذاہب کو سمجھنے میں مدد حاصل ہوگی اور ساتھ ہی کئی مفید پہلو بھی معلوم ہوں گے۔

(فصل نمبر 1)

مالکیہ کی عبارات وحوالہ جات

’’سابِّ رسول‘‘ کی دنیا کے اعتبار سے توبہ قبول نہ کیے جانے میں، مالکیہ کا موقف دوسرے فقہائے کرام کے مقابلہ میں زیادہ سخت ہے کہ ان کے نزدیک ’’سابِّ رسول‘‘ کی دنیا میں توبہ قبول نہیں کی جاتی، اور وہ ’’سابِّ رسول‘‘ کو ’’زندیق‘‘ کا درجہ دیتے ہیں، اور ان کے نزدیک ’’زندیق‘‘ کی دنیا میں توبہ قبول نہیں کی جاتی، مالکیہ کا مشہور مذہب یہی ہے۔

تاہم امام مالک کی ایک روایت توبہ قبول کیے جانے کی بھی ہے۔

اس سلسلے میں مالکیہ کی چند عبارات وحوالہ جات ذیل میں ذکر کیے جاتے ہیں۔

’’المنتقٰی شرحُ الموطأ‘‘ کا حوالہ

ابوالولید سلیمان بن خلف قرطبی باجی مالکی (المتوفٰی: 474ہجری) ’’**موطأ امام مالک**‘‘ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

فمن فعل شيئا فحده عندنا القتل ولا عفو فيه لأحد كالزنديق الذى لا تقبل توبته إذا لم ينتقل من ظاهر إلى ظاهر.

والكتابى الذى كان على الكفر لما انتقل إلى الإسلام بعد أن سب النبى – صلى الله عليه وسلم – غفر له ما قد سلف فلم يقتل قال الله عز وجل (قل للذين كفروا إن ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف) كسائر الحدود التى لله عز وجل إذا ثبت فى حق المسلم لم يسقط عنه، وإذا ثبت فى حق الذمى سقط عنه بالإسلام (المنتقى شرح الموطأ، ج۷ص۲۱۰، كتاب الجامع، باب ماجاء فى حسن الخلق)

ترجمہ: پس جس (مسلم) نے ایسا کوئی فعل کیا (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کیا) تو ہمارے (یعنی مالکیہ کے) نزدیک اس کی ''حد'' قتل ہے، جس میں کسی کے لیے معافی نہیں ہے، جیسا کہ وہ ''زندیق'' جس کی توبہ کو قبول نہیں کیا جاتا، جب وہ ظاہر سے ظاہر کی طرف منتقل نہ ہو۔

اور جو اہلِ کتاب، کفر پر تھا، جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے کے بعد اسلام کی طرف منتقل ہو جائے، تو اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، لہٰذا اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ اللہ عزوجل کا (سورہ انفال میں) ارشاد ہے کہ ''قُلْ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا إِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ '' اور جیسا کہ اللہ عزوجل کی اُن تمام ''حدود'' کا معاملہ ہے کہ جب وہ مسلم کے حق میں ثابت ہو جائیں، تو ساقط نہیں ہوتیں، لیکن جب ذمی کے حق میں ثابت ہو جائیں، تو وہ اسلام لانے سے ساقط ہو جاتی ہیں (المنتقٰی شرح الموطأ)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ مالکیہ کے نزدیک سابِ رسول، اگر مسلمان تھا، تو اس کی دنیا میں توبہ قبول نہیں کی جاتی، البتہ غیر مسلم، اگر بعد میں اسلام قبول کر لے، تو اس کی دنیاوی سزا ختم ہو جاتی ہے، لیکن مالکیہ کا دوسرا قول اس کے خلاف ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

''ابنِ عبدالبر قرطبی'' کا حوالہ

علامہ ابنِ عبدالبر قرطبی مالکی (المتوفی: 463ہجری) فرماتے ہیں کہ:

ومن شتم الله تبارك وتعالى أو شتم رسوله صلى الله عليه وسلم أو شتم نبيا من أنبياء الله صلوات الله عليهم قتل إذا كان مظهرا للإسلام بلا استتابة ومنهم من يجعلها ردة يستتاب منها فإن تاب والا قتل والأول تحصيل المذهب .

واما الذمی فیقتل إن سب الله أو سب رسوله إلا أن یسلم.
وقد قیل کل من سب النبی صلی الله علیه وسلم قتل مسلما کان أو ذمیا علی کل حال وکلا القولین عن مالک ذکرهما ابن عبد الحکم وغیره (الکافی فی فقه أهل المدینة، ج۲ص ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، کتاب الحدود، باب حکم المرتد ظاهرا وحکم من أسر الکفر)

ترجمہ: اور جس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کو سب وشتم کیا، یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کیا، یا انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام میں سے کسی نبی کو سب وشتم کیا، تو اگر وہ اسلام کو ظاہر کرنے والا (یعنی مسلمان) ہو، تو اس کو بغیر توبہ طلب کیے ہوئے قتل کیا جائے گا، البتہ بعض حضرات (مثلاً حنفیہ وغیرہ) اس کو ''ارتداد'' قرار دیتے ہیں، جس سے توبہ کو طلب کیا جائے گا، اگر وہ توبہ کرلے، تو فبہا، ورنہ اسے قتل کیا جائے گا، مالکیہ کا اصل مذہب پہلا (یعنی توبہ طلب نہ کیے جانے کا) ہے۔

جہاں تک ذمی کا تعلق ہے، تو اگر وہ اللہ کو سب وشتم کرے، یا اس کے رسول کو سب وشتم کرے، تو (مالکیہ کے نزدیک) اس کو قتل کیا جائے گا، الّا یہ کہ وہ اسلام لے آئے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ جو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے گا، تو اس کو ہر حال میں قتل کیا جائے گا، خواہ وہ مسلمان ہو، یا ذمی ہو، اور یہ دونوں قول امام مالک سے مروی ہیں، جن کو ابنِ عبدالحکم وغیرہ نے ذکر کیا ہے (الکافی فی فقه أهل المدینة)

اس سے معلوم ہوا کہ امام مالک کا مشہور قول یہی ہے کہ ''سابِ رسول'' اگر پہلے مسلمان تھا، تو اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، لیکن ان کی ایک روایت، حنفیہ، شافعیہ وغیرہ کی طرح توبہ

قبول ہونے کی بھی ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

’’الإشراف علیٰ نکت مسائل الخلاف‘‘ کا حوالہ

قاضی ابو محمد عبد الوہاب بن علی بغدادی مالکی (المتوفی: 422ہجری) فرماتے ہیں کہ:

مسألة :المسلم إذا سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قتل ولم تقبل توبته، وفی الکافر إذا قال أنا مسلم روایتان، وقال أبو حنیفة والشافعی :تقبل توبته(الإشراف علی نکت مسائل الخلاف، ج۲، ص۸۷۷، رقم المسئلة ۱۷۲۹، کتاب القذف)

ترجمہ: مسئلہ: جو مسلمان، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرے، تو اس کو قتل کیا جائے گا، اور اس کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا، اور کافر جب یہ کہہ دے کہ میں مسلمان ہوں (یعنی وہ سب وشتم کے بعد اسلام کو قبول کر لے) تو اس میں (مالکیہ کی) دو روایتیں ہیں، اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ نے فرمایا کہ مسلمان کی توبہ کو قبول کیا جائے گا (الإشراف)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مالکیہ تو ’’سابِّ رسول‘‘ کی توبہ قبول کرنے کے قائل نہیں، جبکہ وہ مسلمان ہو، اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ، مسلمان کی توبہ قبول کیے جانے کے قائل ہیں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ اس سلسلہ میں شافعیہ وحنفیہ کا موقف بالکل واضح ہے، اور اسلام کی ابتدائی صدیوں میں ہی اس قول سے اہلِ علم حضرات واقف تھے، بعد کے زمانے میں کوئی کسی غلط فہمی کی وجہ سے حنفیہ، یا شافعیہ کے موقف کو توبہ قبول نہ ہونے کا قرار دے، تو اس کا اعتبار نہ ہوگا، اور اس کی وجہ سے (حنفیہ وشافعیہ وغیرہ کے) اصل مذہب کو تبدیل نہ کیا جائے گا۔

''شرح صحیح البخاری لابنِ بطال'' کا حوالہ

علامہ ابنِ بطال مالکی (المتوفی: 449ہجری) ''صحیح بخاری'' کی شرح میں فرماتے ہیں:

ومن سبه قتل بغير استتابة إن كان مسلما، وإن كان ذميا قتل قبل أن يسلم .وقال الكوفيون :من سب النبى فقد ارتد، وإن كان ذميا عزر ولم يقتل (شرح صحيح البخارى، ج۵،ص ۱۹۲ ، كتاب الجهاد والسير، باب :الفتک فی الحرب)

ترجمہ: اور جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کیا، اگر وہ مسلمان ہو، تو اس سے توبہ طلب کیے بغیر قتل کردیا جائے گا، اور اگر ذمی ہو، تو اسلام لانے سے پہلے قتل کردیا جائے گا، اور اہلِ کوفہ (جن میں امام ابوحنیفہ اور امام ثوری وغیرہ بھی داخل ہیں، انہوں) نے فرمایا کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کیا، تو وہ مرتد شمار ہوگا، اور اگر ذمی ہو، تو اس کی تعزیر جائے گی، اور اس کو قتل نہیں کیا جائے گا (شرح صحیح بخاری ابن بطال)

علامہ ابنِ بطال ''صحیح بخاری'' کی شرح میں ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

اختلف العلماء فيمن سب النبى (صلى الله عليه وسلم) فروى ابن القاسم عن مالک أنه من سبه (صلى الله عليه وسلم) من اليهود والنصارى قتل إلا أن يسلم، فأما المسلم فيقتل بغير استتابة، وهو قول :الليث والشافعى وأحمد وإسحاق، عن ابن المنذر .وروى الوليد بن مسلم، عن الأوزاعى ومالک فيمن سب النبى (صلى الله عليه وسلم) قالا :هى ردة يستتاب منها فإن تاب نكل، وإن لم يتب قتل .وقال الكوفيون :من سب النبى (صلى الله عليه وسلم)

أو عابه فإن كان ذميا عزر ولم يقتل .وهو قول الثورى وأبى حنيفة وإن كان مسلما صار مرتدا يقتل (شرح صحيح البخارى، ج۸،ص ۵۸۰، ۵۸۱، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم،باب إذا عرض الذمى وغيره بسب النبى صلى الله عليه وسلم، ولم يصرح نحو قوله السام عليكم)

ترجمہ: علماء کا اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، ابنِ قاسم نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ جو یہود ونصاریٰ میں سے کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرے، تو اس کو قتل کیا جائے گا، الاّ یہ کہ وہ اسلام لے آئے، اور مسلمان ہو، تو بغیر توبہ طلب کیے ہوئے قتل کیا جائے گا، لیث اور شافعی اور احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے، جو ابنِ منذر سے مروی ہے۔

اور ولید بن مسلم نے امام اوزاعی اور امام مالک سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ان دونوں حضرات نے اس کو ارتداد قرار دیا ہے، جس سے توبہ کو طلب کیا جائے گا، اگر وہ توبہ کرے، تو قتل نہیں کیا جائے گا، اور اگر توبہ نہ کرے، تو قتل کر دیا جائے گا، اور اہلِ کوفہ کا قول یہ ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، یا آپ کو عیب لگائے، تو اگر وہ ذمی ہو، تو اس کی تعزیر کی جائے گی، اور قتل نہیں کیا جائے گا، امام ثوری اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کا بھی یہی قول ہے، اور اگر وہ مسلمان ہو، تو وہ مرتد ہو جائے گا، اور اس کو قتل کیا جائے گا (شرح صحیح بخاری ابن بطال)

علامہ ابن بطّال کی مذکورہ عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ اہلِ کوفہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک، کسی مسلمان کا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنا باعثِ کفر وارتداد ہے، جس کی وجہ سے وہ مرتد ہو جاتا ہے، اور مرتد ہونے کی وجہ سے قتل کیا جاتا ہے، لیکن قتل سے پہلے توبہ کو

طلب اور قبول کیا جاتا ہے، اہلِ کوفہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ، امام ثوری، امام اوزاعی اور امام مالک کی ایک روایت بھی اس کے مطابق ہے۔

علامہ ابنِ بطال نے حضرت لیث اور امام احمد وغیرہ کے قول کو تو پہلے ذکر کیا ہے، جس کی طرف ''**فيقتل بغير استتابة**'' کے حکم کو منسوب کیا ہے۔

اور پھر بعد میں'' **هي ردة يستتاب** '' کا قول ذکر کیا ہے، جس کو امام اوزاعی اور امام مالک کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن اہلِ کوفہ، امام ثوری اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کا چونکہ ذمی کے قتل میں اختلاف ہے، اس لیے اس کو آخر میں الگ سے ذکر کیا اور ساتھ ہی یہ صراحت فرمادی کہ ''**صار مرتدا يقتل**''جس سے واضح ہے کہ امام ابوحنیفہ، امام ثوری اور اہلِ کوفہ وغیرہ کے نزدیک مسلم تو مرتد ہو جاتا ہے اور ان کے نزدیک مرتد کے جو احکام ہیں، وہ اس کے حق میں ثابت ہو جاتے ہیں، جس میں تائب ہونے کی صورت میں قتل نہ کرنا اور حنفیہ کے نزدیک عورت مرتدہ کو تائب نہ ہونے کی صورت میں قتل کے بجائے محبوس کرنا بھی داخل ہے، جس کی تفصیل آگے حنفیہ کی عبارات میں آتی ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ ابنِ بطال نے جو شافعیہ کا قول ذکر کیا ہے، یہ ایک روایت کے مطابق ہے، جبکہ ان کا مشہور اور راجح قول، حنفیہ کی طرح مسلم کی توبہ قبول کیے جانے کا ہے، اور حنابلہ، بلکہ خود مالکیہ کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے۔

قاضی عیاض مالکی کا حوالہ

ابوالفضل علامہ قاضی عیاض بن موسیٰ سبتی (المتوفیٰ: 544ہجری) صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں:

وأجمع العلماء أن من سب النبى كفر .واختلفوا هل حكمه حكم المرتد يستتاب؟ أو حكم الزنديق يقتل لا يستتاب،ولا تقبل

توبتـه؟ وهـو مشهـور مـذهـب مـالک، وقـول الليث والشافعی وأحـمـد وإسحاق ورأوا أن قتله وإن تاب للحد، وأن حد من سب الـنبـی صـلـی الـلـه عـليه وسلم القتل لايدفعه التوبة، كما لا يدفع التـوبة حـد قـذف غيره من المسلمين، وسواء كانت توبته عندهم بـعد القدرة عليه، أو جاء معترفا تائبا من قبل نفسه .لكن هذا تنفعه تـوبتـه عـنـد الـله، ولا يسقط حد القتل عنه .كـذا بيـنه شيوخنا - رحمهم الله.

وقـال أبو حنيفة والثوری :هـی كـفر وردة ويقبل بتوبته إذا تاب، وهـی رواية الـوليد بن مسلم عن مالک (شـرح صـحيـح مسـلم للقاضی عيـاض الـمسـمـی إكـمـال الـمعلم بفوائد مسلم، ج۷، ص ۲۰۳، كتاب الفضائل، باب مباعـدتـه صـلـی الـلـه عـليـه وسـلم للآثام، واختياره من المباح أسهله وانتقامه لله عند انتهاک حرماته)

ترجمہ: اور علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنا، کفر ہے، لیکن اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا اس کا حکم، مرتد کا حکم ہے، جس سے توبہ کو طلب کیا جائے گا، یا اس کا حکم زندیق کا ہے، جسے قتل کیا جائے گا، توبہ کو طلب نہیں کیا جائے گا، اور اس کی توبہ کو قبول بھی نہیں کیا جائے گا؟

امام مالک کا مشہور مذہب اور لیث اور شافعی اور احمد اور اسحاق بن راہویہ کا قول یہی ہے، جن کی رائے میں اس کو قتل کیا جائے گا، اگرچہ وہ توبہ کرلے ''حدّ کی وجہ سے''۔ [1]

---

[1] لیکن پہلے عرض کیا جاچکا کہ امام شافعی کا راجح قول توبہ کے قبول کیے جانے کا ہے، جیسا کہ خود شافعیہ کی عبارات میں تصریح آتی ہے، اور امام اوزاعی، امام ثوری اور اہلِ کوفہ کا بھی یہی قول ہے، حنابلہ ومالکیہ کی ایک روایت بھی اس کے مطابق ہے، پس قبولِ توبہ کے قائلین کی تعداد بھی کم نہیں۔ محمد رضوان۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے پر قتل کی حَد عائد کردی گئی، تو اس کو توبہ دور نہیں کرسکتی، جیسا کہ توبہ، دوسرے مسلمانوں کی حدِّ قذف کو دور نہیں کرسکتی، اوران کے نزدیک حکم برابر ہے، خواہ توبہ، اس پر قدرت حاصل کرنے کے بعد کی ہو، یا خود بخود توبہ کا اعتراف کرکے آیا ہو، البتہ اس کی یہ توبہ، اللہ کے نزدیک نفع بخش ہوگی، لیکن قتل کی حَد اس سے ساقط نہیں ہوگی، اسی طرح سے ہمارے (یعنی مالکیہ کے) شیوخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے۔

اورامام ابوحنیفہ اورامام ثوری رحمہما اللہ نے فرمایا کہ یہ فعل، باعثِ کفراور باعثِ ارتداد ہے، اور جب وہ توبہ کرے، تو اس کی توبہ کو قبول کیا جائے گا، ولید بن مسلم کی امام مالک سے ایک روایت بھی یہی ہے (شرح صحیح مسلم قاضی عیاض)

مذکورہ عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ اورامام ثوری رحمہما اللہ کے نزدیک کسی مسلمان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنا، باعثِ کفر وارتداد ہے، اور جس طرح مرتد کی توبہ قبول کی جاتی ہے، اسی طرح اس کی بھی توبہ قبول کی جائے گی۔

اس سے ان حضرات کی خطاء معلوم ہوگئی، جنہوں نے قاضی عیاض رحمہ اللہ کی طرف اس مسئلہ میں غلط نسبت کردی، اورامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک توبہ قبول نہ ہونے کے حکم کو سمجھ بیٹھے۔

حالانکہ آپ اوپر کی عبارت میں قاضی عیاض رحمہ اللہ کی یہ تصریح ملاحظہ فرماچکے کہ:

”وقال أبو حنيفة والثورى : هى كفر وردة ويقبل بتوبته إذا تاب“

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ما نقلهٔ عن الامام أحمد هو المشهور من مذهبه و أما ما نقلهٔ عن الشافعى فهو خلاف المشهور من مذهبه، نعم هو موافق لما قالهٔ أبوبكر الفارسى من الشافعية (كتاب تنبيه الولاة والحكام علىٰ احكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام، صفحه ۴۷، الباب الاول، الفصل الثانى، المسئلة الثالثة ، مطبوعة: دارالآثار، القاهرة، المصر، الطبعة الاولىٰ: 2007ء)

علامہ ابنِ تیمیہ اور علامہ تقی الدین سبکی رحمہما اللہ وغیرہ بھی قاضی عیاض رحمہ اللہ کے حوالہ سے اس بات کا ذکر کرتے آئے ہیں، لیکن بعد کے حضرات کی عبارات میں کچھ ابہام واجمال کی وجہ سے کچھ لوگ غلط فہمی کا شکار ہوئے، جیسا کہ حنفیہ کی عبارات میں علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ کے حوالے سے آتا ہے۔

اس سلسلے میں علامہ ابنِ تیمیہ حنبلی اور علامہ سبکی شافعی رحمہما اللہ کی عبارات آگے آتی ہیں۔

قاضی عیاض مالکی کا دوسرا حوالہ

ابوالفضل علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 544ہجری) اپنی مشہور تالیف ''الشفا'' میں فرماتے ہیں:

قال أبو بكر بن المنذر أجمع عوام أهل العلم على أن من سب النبى صلى الله عليه وسلم يقتل وممن قال ذلک مالک بن أنس والليث وأحمد وإسحاق وهو مذهب الشافعى قال القاضى أبو الفضل وهو مقتضى قول أبى بكر الصديق رضى الله عنه.

ولا تقبل توبته عند هؤلاء.

وبمثله قال أبو حنيفة وأصحابه والثورى وأهل الكوفة والأوزاعى فى المسلمين، لكنهم قالوا :هى ردة، وروى مثله الوليد بن مسلم عن مالک وحكى الطبرى مثله عن أبى حنيفة وأصحابه فيمن تنقصه صلى الله عليه وسلم أو برء منه أو كذبه.

وقال سحنون فيمن سبه :ذلک ردة كالزندقة.

وعلى هذا وقع الخلاف فى استتابته وتكفيره وهل قتله حد أو كفر كما سنبينه فى الباب الثانى أن شاء الله تعالى.

ولا نعلم خلافا فی استباحه دمه بین علماء الأمصار وسلف الأمة وقد ذکر غیر واحد الإجماع علی قتله وتکفیره (الشفا بتعریف حقوق المصطفی، ج۲، ص۲۱۵، القسم الرابع فی تصرف وجوه الأحکام فیمن تنقصه أو سبه علیه الصلاة والسلام، الباب الأول فی بیان ما هو فی حقه صلی الله علیه وسلم سب أو نقص من تعریض أو نص)

ترجمہ: ابوبکر ابنِ منذر نے فرمایا کہ عام اہلِ علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، تو اس کو قتل کیا جائے گا، اور جن حضرات نے یہ بات فرمائی، ان میں مالک بن انس، اور لیث اور احمد اور اسحاق شامل ہیں، اور امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے، قاضی ابوالفضل نے فرمایا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول کا مقتضیٰ بھی یہی ہے۔

اور ان حضرات کے نزدیک اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی (لیکن امام شافعی رحمہ اللہ کی مشہور روایت اس کے برخلاف ہے)

اور اسی کے مثل امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب اور امام ثوری اور اہلِ کوفہ اور امام اوزاعی (اور مشہور قول کے مطابق امام شافعی) نے مسلمانوں کے متعلق فرمایا، لیکن ان حضرات نے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ یہ ارتداد ہے (لہٰذا اس پر ان حضرات کے نزدیک مرتد والے احکام جاری ہوں گے، جس میں توبہ کا قبول ہونا بھی داخل ہے) اور اسی کے مثل ولید بن مسلم نے امام مالک سے روایت کیا ہے، اور اسی کے مثل طبری نے امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب سے، اس شخص کے بارے میں روایت کیا ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرے، یا آپ کی برائت ظاہر کرے، یا آپ کی تکذیب کرے (کہ وہ مرتد ہے)

اور سحنون نے فرمایا کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، تو وہ

زندقہ کی طرح کا ارتداد ہے۔ [1]

اور پھر اسی بناء پر اس کی توبہ قبول کیے جانے، اور اس کے کافر قرار دیے جانے اور اس کے قتل کے حَد، یا کفر ہونے میں اختلاف واقع ہو گیا، جیسا کہ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ دوسرے باب میں بیان کریں گے۔

اور ہمارے علم کے مطابق علمائے امصار اور سلفِ امت کے درمیان اس کے مباحُ الدم ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، اور ایک سے زیادہ حضرات نے اس کے قتل اور اس کی تکفیر پر اجماع کا ذکر کیا ہے (الشفا)

قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب اور اہلِ کوفہ اور امام ثوری کے نزدیک ''سابِ رسول'' مرتد ہے اور اس کا قتل مرتد ہونے کی وجہ سے ہے، اسی وجہ سے حنفیہ کے نزدیک اس کی توبہ کو قبول کیا جاتا ہے۔

پس قاضی عیاض رحمہ اللہ کی طرف، اس بات کی نسبت کرنا کہ وہ حنفیہ کے نزدیک توبہ قبول ہونے کے قائل نہیں، یہ بات غلط فہمی اور خطا وتسامح پر مبنی ہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ مذکورہ کتاب میں ہی اگلے باب میں چل کر فرماتے ہیں:

فاعلم أن مشهور مذهب مالک وأصحابه وقول السلف وجمهور العلماء قتله حدا لا كفرا إن أظهر التوبة منه ولهذا لا تقبل عندهم توبته ولا تنفعه استقالته ولا فيأته كما قدمناه قبل وحكمه حكم الزنديق ومسر الكفر فى هذا القول وسواء كانت توبته على هذا بعد القدرة عليه والشهادة على قوله أو جاء تائبا من قبل نفسه لأنه حد وجب لا تسقطه التوبة كسائر الحدود (الشفا بتعريف حقوق

---

[1] سحنون کا یہی قول، مالکیہ میں شہرت رکھتا ہے، اور مالکیہ، زندیق کی کسی طرح توبہ کے قائل نہیں، لیکن بعد کے جذباتی حضرات نے، اس قول کو اور بھی کئی فقہائے کرام کی طرف منسوب کر دیا، جو کہ درست نہیں، بلکہ خود اس کو زندقہ کی طرح کا ارتداد قرار دینا بھی محلِ نظر ہے، جس کی تفصیل الگ مقام پر ذکر کر دی گئی ہے۔ محمد رضوان

المصطفى، ج۲، ص ۲۵۴، القسم الرابع فی تصرف وجوه الأحکام فیمن تنقصه أو سبه علیه الصلاة والسلام، الباب الثانی فی حکم سابه وشانئه ومتنقصه مؤذبه وعقوبته وذکر استتباته ووراثته)

ترجمہ: یہ بات جان لیجیے کہ امام مالک اور آپ کے اصحاب کا مشہور مذہب اور سلف اور جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ اس کا قتل ''حَد'' کے طور پر ہے، نہ کہ کفر کے طور پر، اگر وہ توبہ کو ظاہر کرے، اور اسی وجہ سے ان کے نزدیک اس کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا، اور اس کا اپنی بات کو واپس لینا اور اس کا کفارہ وغیرہ اس کو نفع نہیں دے گا، جیسا کہ اس سے پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں، اور اس کا حکم زندیق کا حکم ہے، جو اس سلسلہ میں کفر کو چھپانے والا ہے، اور خواہ اس فعل پر اس کی توبہ، اس پر قدرت حاصل کرنے اور اس کی بات پر گواہی کے بعد سامنے آئی ہو، یا وہ خود بخود تائب ہو کر حاضر ہوا ہو، کیونکہ یہ حَد ہے، جس کو توبہ ساقط نہیں کرتی، جیسا کہ تمام حدود کا معاملہ ہے (الشفا)

قاضی عیاض رحمہ اللہ مذکورہ کتاب اور باب میں ہی آگے چل کر مزید فرماتے ہیں:

وأما علی روایة الولید ابن مسلم عن مالک ومن وافقه علی ذلک ممن ذکرناه وقال به من أهل العلم فقد صرحوا أنه ردة قالوا ویستتاب منها فإن تاب نکل وإن أبی قتل فحکم له بحکم المرتد مطلقا فی هذا الوجه.

والوجه الأول أشهر وأظهر (الشفا بتعریف حقوق المصطفى، ج۲، ص۲۵۷، القسم الرابع فی تصرف وجوه الأحکام فیمن تنقصه أو سبه علیه الصلاة والسلام، الباب الثانی فی حکم سابه وشانئه ومتنقصه مؤذبه وعقوبته وذکر استتباته ووراثته)

ترجمہ: اور ولید بن مسلم کی امام مالک سے روایت کے مطابق، اور جن حضرات نے اس پر ان کی موافقت کی ہے، جن کا ہم نے ذکر کیا (یعنی امام ابوحنیفہ، آپ کے اصحاب، امام ثوری، اوزاعی اور اہلِ کوفہ، اور بلکہ مشہور روایت کے مطابق، شافعیہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل) اور اہلِ علم میں سے بعض حضرات کا یہی قول ہے، انہوں نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ یہ ارتداد ہے، لہٰذا انہوں نے فرمایا کہ اس سے توبہ کو طلب کیا جائے گا، اگر وہ توبہ کرلے، تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا، اور اگر توبہ سے انکار کرے، تو قتل کر دیا جائے گا، لہٰذا اس باب میں (مذکورہ حضرات کے نزدیک) اس کا حکم مطلق مرتد کا حکم ہے۔

لیکن پہلا قول (توبہ قبول نہ ہونے اور قتل ساقط نہ ہونے کا مالکیہ کا) زیادہ مشہور اور زیادہ راجح ہے (الشفا)

مطلب یہ ہے کہ مالکیہ کا زیادہ مشہور قول ''سابِ رسول'' کی توبہ قبول نہ ہونے کا ہے۔

البتہ ولید بن مسلم کی امام مالک سے روایت اور بعض دیگر فقہاء، مثلاً حنفیہ، شافعیہ، امام ثوری، امام اوزاعی اور اہلِ کوفہ کا قول توبہ قبول ہونے کا ہے، اور بعید نہیں کہ اس کو ہی جمہور کا قول قرار دیا جائے، اگرچہ قاضی عیاض نے مالکیہ کے قول کو جمہور کا قول قرار دیا ہے اور بعد کے متعدد اہلِ علم حضرات، قاضی عیاض رحمہ اللہ کی اتباع میں اس کو نقل کرتے آئے ہیں، جس کی وجہ سے مالکیہ کا قول، جمہور کا قول مشہور ہوگیا، لیکن ہمیں ان جمہور کے نام اور ان کی سند کسی عبارت میں صراحت اور وضاحت کے ساتھ دستیاب نہ ہوئی، اور جب حنفیہ وشافعیہ اور امام ثوری، امام اوزاعی اور اہلِ کوفہ کے ساتھ حنابلہ و مالکیہ کی غیر مشہور روایات کو بھی جمع کر لیا جائے، تو جمہور کا قول ''قبولِ توبہ'' کا ہی زیادہ راجح ہونا ظاہر ہوتا ہے، جس کا ثبوت اور سند سب کچھ موجود ہے، اور اس قول کے دلائل بھی زیادہ مضبوط ہیں۔ کما سیجییٔ۔

”روضۃُ المستبین“ کا حوالہ

ابو محمد عبدالعزیز بن ابراہیم قرشی مالکی (المتوفیٰ:673ہجری) فرماتے ہیں کہ:

فرع :إذا وجب قتل من سب النبی -صلى الله عليه وسلم -فهل يستتاب أم لا؟ سمعت أشياخنا يحكون فيه قولين :المشهور أنه لا يستتاب، وإذا كانت توبة القاذف لغيره لا يسقط عنه حد القذف ففی قذفه -صلى الله عليه وسلم -أولى، والشاذ أنها تقبل، لأنها ردة، والمرتد يستتاب (روضة المستبين فی شرح كتاب التلقين، ج۲، ص ۱۳۱۱، كتاب الحدود)

ترجمہ: فرع: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے کی وجہ سے کسی کا قتل واجب ہوجائے، تو کیا اس سے توبہ کو طلب کیا جائے گا، یا نہیں؟ تو میں نے اپنے مشائخ سے اس کے بارے میں (مالکیہ کے) دو قول سنے ہیں، مشہور یہ ہے کہ اس سے توبہ کو طلب نہیں کیا جائے گا، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو تہمت لگانے والے کی توبہ سے، حدِ قذف ساقط نہیں ہوتی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تہمت لگانے والے کی حدِ قذف بدرجہ اولیٰ ساقط نہیں ہوگی، البتہ مشہور قول کے خلاف (مالکیہ کا) شاذ قول یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے گی، کیونکہ یہ فعل باعثِ ارتداد ہے، اور مرتد کی توبہ قبول کی جاتی ہے (روضۃُ المستبین)

اس سے معلوم ہوا کہ مالکیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ ”سابِّ رسول“ کی توبہ قبول نہیں کی جاتی، کیونکہ وہ اس کو حدِ قذف کا درجہ دیتے ہیں، البتہ مالکیہ کا ایک قول یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے گی، اور اس قول کی بنیاد، اس فعل کے باعثِ ارتداد ہونے پر ہے، مگر یہ قول، مالکیہ کا غیر مشہور اور شاذ قول ہے، یہی قبولِ توبہ کا قول امام ابوحنیفہ، امام ثوری امام اوزاعی، اہلِ کوفہ

اور امام شافعی رحمہما اللہ کا بھی مشہور قول ہے، جیسا کہ گزرا اور آگے ان شاء اللہ تعالیٰ مزید تصریح وتفصیل کے ساتھ آتا ہے۔

''التاج والاکلیل'' کا حوالہ

محمد بن یوسف عبدری مالکی (المتوفیٰ: 897ہجری) فرماتے ہیں:

من سب الله سبحانه أو سب النبي صلى الله عليه وسلم من مسلم أو كافر قتل ولم يستتب.

وقال المخزومي وابن أبي حازم لا يقتل المسلم بالسب حتى يستتاب وكذلك اليهود والنصارى (التاج والإكليل لمختصر خليل، ج٦، ص٢٨٨، باب في الردة، حقيقة الردة وأحكامها)

ترجمہ: جو شخص اللہ سبحانہٗ کو سب وشتم کرے، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، مسلمان ہو، یا کافر، اس کو قتل کیا جائے، اور اس کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

اور لیکن مخزومی اور ابنِ ابی حازم نے فرمایا کہ مسلمان کو اس وقت تک قتل نہیں کیا جائے گا، جب تک کہ اس سے توبہ طلب نہ کرلی جائے، اور اسی طریقہ سے یہود ونصاریٰ کو بھی (التاج والاکلیل)

امام اوزاعی اور امام مالک سے جو روایت ''سابُّ النبی'' صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتد ہونے اور اس کی توبہ کے قبول کیے جانے کی مروی ہے، اس کو ابنِ ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔ [1]

خلاصہ یہ کہ امام مالک کی ایک روایت یہ ہے کہ ''سابِ رسول'' مرتد ہے اور جس طرح مرتد کی

---

[1] حدثنا عمرو بن عثمان ، حدثنا الوليد ، عن مالك ، والأوزاعي في من سب النبي صلى الله عليه وسلم من المسلمين قالا : هي ردة يستتاب ، فإن تاب وإلا قتل(الديات ،لابن أبي عاصم ،ص٧٣،باب إذا قتل ساب النبي صلى الله عليه وسلم فلا دية ولا قود)

توبہ قبول کی جاتی ہے، اسی طرح ’’سابِ رسول‘‘ کی توبہ بھی قبول کی جائے گی، یعنی جب وہ تائب ہوکر اسلام قبول کرلے۔

لیکن مالکیہ کا مشہور قول اس کی توبہ قبول نہ کیے جانے اور حدِ قذف کے طور پر قتل واجب ہونے اور اس شخص کے زندیق کی طرح واجبُ القتل ہونے کا ہے، جس میں وہ مرد اور عورت کے حکم میں کوئی تفریق وتقسیم نہیں کرتے۔

یہ تو مالکیہ کا راجح مذہب ہے، لیکن شافعیہ وحنفیہ، اور ایک روایت کے مطابق حنابلہ اور اہلِ کوفہ اور امام ثوری وامام اوزاعی اس سے اتفاق نہیں کرتے، بلکہ خود امام مالک بھی ایک روایت کے مطابق اس سے اتفاق نہیں کرتے، جس کی وجہ سے نہ تو یہ قول جمہور کے خلاف کہلائے جانے کا مستحق ہے، اور نہ ہی فی نفسہٖ شاذ کہلائے جانے کے قابل ہے، اگرچہ مالکیہ کے نزدیک ایسا ہو، اور نہ ہی اس کے دلائل کمزور ہیں، بلکہ اس کے دلائل مضبوط اور نہایت مضبوط ہیں، جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آگے تفصیلاً آتا ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم.

(فصل نمبر 2)

حنابلہ کی عبارات وحوالہ جات

’’سابِّ رسول‘‘ اگر مسلمان تھا، تو اس کے متعلق حنابلہ کی مشہور روایت، توبہ قبول نہ کیے جانے کی ہے، لیکن ان کی ایک روایت توبہ قبول کیے جانے کی بھی ہے، جس کو بعض حنابلہ نے راجح قرار دیا ہے، اگرچہ علامہ ابنِ تیمیہ حنبلی رحمہ اللہ نے پہلی روایت کو اختیار کیا ہے اور انہوں نے اسی روایت پر مختلف طریقوں سے زور دیا ہے۔

اس سلسلے میں حنابلہ اور علامہ ابنِ تیمیہ کی چند عبارات وحوالہ جات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

امام احمد اور اسحاق بن راہویہ کا حوالہ

امام احمد بن حنبل کے بیٹے، عبداللہ بن احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ:

سمعت ابی یقول فیمن سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال تضرب عنقہ (مسائل أحمد بن حنبل روایة ابنه عبد الله، ص ۴۳۱، رقم المسئلة ۱۵۵۷، کتاب الحدود، سئل عمن شتم الرب عز وجل ومن شتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: میں نے اپنے والد (امام احمد بن حنبل) سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے کے متعلق یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس کو قتل کیا جائے گا (مسائل أحمد بن حنبل)

اسحاق بن راہویہ سے بھی امام احمد رحمہ اللہ کا یہی قول مروی ہے، مگر اُس روایت میں ’’سابِّ رسول‘‘ کی توبہ، قبول کیے جانے کی نفی، یا اثبات کا ذکر نہیں۔ [1]

---

[1] قلت: یقتل أحد بشتم أحد؟

قال: إن شتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنعم، وأما غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلا.

قال إسحاق: کما قال. (مسائل الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهویه، ج۷ص ۳۳۹۵ الیٰ ۳۳۹۸، تحت رقم السؤال ۲۴۴۴)

اوراسحاق بن راہویہ سے مروی ہے کہ:

قلت :يستتاب من شتم النبى صلى الله عليه وسلم؟

قال :لا (يستتاب)(مسائل الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهويه، ج۷ص۳۴۷۳، تحت رقم السؤال ۲۵۰۰)

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ جوشخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوسب وشتم کرے، اس سے توبہ طلب کی جائے گی؟

امام احمد نے فرمایا کہ نہیں! اس سے توبہ طلب نہیں کی جائے گی (مسائل الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهويه)

اس روایت میں توبہ، طلب نہ کیے جانے کا ذکر ہے، لیکن اس روایت میں مسلم، یا غیر مسلم کا کوئی ذکر نہیں۔

’’الكافى فى فقه الإمام أحمد‘‘ کا حوالہ

علامہ ابنِ قدامہ حنبلی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:620ہجری) فرماتے ہیں کہ:

وقال أحمد :لا تقبل توبة من سب النبى -صلى الله عليه وسلم .

وقال الخرقى :ومن قذف أم النبى -صلى الله عليه وسلم -قتل، مسلما كان أو كافرا.

وقال أبو الخطاب :هل تقبل توبة من سب الله تعالى ورسوله؟ على روايتين:

إحداهما :لا تقبل؛ لأن قتله موجب السب والقذف، فلا يسقط بالتوبة، كحد القذف.

والثانية :تقبل لأنه لا يزيد على اتخاذ الصاحبة والولد لله سبحانه

وتعالى، وقد سماه الله تعالى شتما، فقال النبى -صلى الله عليه وسلم -فيما يخبر عن ربه تعالى أنه قال :شتمنى ابن آدم وما ينبغى له أن يشتمنى، أما شتمه إياى فقوله :إن لى صاحبة وولدا. والتوبة من هذا مقبولة بالاتفاق (الكافى فى فقه الإمام أحمد، ج۴،ص، ۶۱، ۶۲ ،كتاب قتل أهل البغى، باب احكام المرتد)

ترجمہ: امام احمد نے فرمایا کہ جو شخص، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، تو اس کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا، اور خرقی نے فرمایا کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ پر ''زنا'' کی تہمت لگائے، تو اس کو قتل کیا جائے گا، خواہ کافر ہو یا مسلمان ہو۔

اور ابوالخطاب (حنبلی) نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو سب وشتم کرنے والے کی توبہ کو قبول کیا جائے گا، یا نہیں؟ اس میں دو روایتیں ہیں۔

(حنابلہ کی) ایک روایت یہ ہے کہ اس کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اس کا قتل، سب وشتم اور قذف کے طور پر ہے، جو توبہ سے ساقط نہیں ہوگا، جیسا کہ حدِ قذف، توبہ سے ساقط نہیں ہوتی۔

اور (حنابلہ کی) دوسری روایت یہ ہے کہ اس کی توبہ کو قبول کیا جائے گا، کیونکہ اس قسم کی بات، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے لیے ''اتخاذِ صاحبة'' اور ''ولد'' بنانے کے قول سے زیادہ نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کا نام ''شتم'' رکھا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے، رب تعالیٰ کی طرف سے خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ ''ابنِ آدم مجھ کو سب وشتم کرتا ہے، جبکہ اس کا مجھ کو سب وشتم کرنا کسی طرح روا نہیں، اس کا مجھ کو سب وشتم کرنا یہ ہے کہ وہ مجھے یہ کہتا ہے کہ میری صاحبہ ہے، اور اولاد ہے''

اور اس (طرح کی سب وشتم کرنے والے) کی توبہ بالاتفاق مقبول ہے (لہٰذا ''سابُّ الرسول'' کی بھی توبہ مقبول ہوگی) (الكافى فى فقه الإمام أحمد)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حنابلہ کی ''سابِ رسول'' کی توبہ قبول ہونے نہ ہونے کی دونوں روایتیں ہیں۔

''المقنع فی فقہ الإمام أحمد'' کا حوالہ

علامہ ابنِ قدامہ حنبلی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 620ہجری) ہی ''المقنع فی فقہ الإمام أحمد'' میں فرماتے ہیں:

وهل تقبل توبة الزنديق ومن تكررت ردته أو من سب الله تعالى أو رسوله والساحر؟ على روايتين:

إحداهما لا تقبل توبته ويقتل بكل حال.

والأخرى تقبل توبته كغيره (المقنع فی فقه الإمام أحمد لابنِ قدامة الحنبلی، ص ۴۴۹، کتاب الحدود، باب حکم المرتد)

ترجمہ: اور کیا ''زندیق'' کی، اور جو بار بار مرتد ہو، یا جو اللہ کو سب وشتم کرے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، اور اسی طرح جادوگر، ان کی توبہ کو قبول کیا جائے گا، یا نہیں؟ اس میں (امام احمد کی) دونوں روایتیں ہیں:

ایک روایت کے مطابق توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا، اور اسے ہر حال میں قتل کیا جائے گا۔

اور دوسری روایت کے مطابق اس کی توبہ کو قبول کیا جائے گا، جس طرح دوسرے (مرتد وکافر) کی توبہ کو قبول کیا جاتا ہے (المقنع فی فقہ الإمام أحمد)

علامہ ابنِ قدامہ حنبلی رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ ''زندیق'' اور جس کی طرف سے بار بار ارتداد کا عمل سرزد ہو، یا جو شخص اللہ تعالیٰ کو سب وشتم کرے، یا جو شخص اللہ کے رسول کو سب وشتم کرے، اور اسی طریقے سے جادوگر، ان سب ہی کا حکم یکساں ہے اور ان سب کی

توبہ کے قبول ہونے نہ ہونے میں حنابلہ کی دونوں روایتیں ہیں۔

’’الممتع فی شرح المقنع‘‘ کا حوالہ

زین الدین المنجی بن عثمان تنوخی حنبلی (المتوفٰی: 695ہجری) ’’المقنع‘‘ کی شرح ’’الممتع فی شرح المقنع‘‘ میں فرماتے ہیں کہ:

وأما كون توبة من سب الله أو رسوله لا تقبل على رواية؛ فلأن ذنبه عظيم جدا .أشبه الزنديق (الممتع فی شرح المقنع، ج۴ص۳۴۷، کتاب الحدود، باب حکم المرتد)

ترجمہ: جہاں تک اللہ، یا اس کے رسول کو سب وشتم کرنے والے کی توبہ کا تعلق ہے، تو ایک روایت کے مطابق اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، کیونکہ اس کا گناہ شدید عظیم ہے، جو ’’زندیق‘‘ کے مشابہ ہے (الممتع)

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق جس طرح اللہ کو سب وشتم کرنے والے کی توبہ، قبول نہیں کی جاتی، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے کی توبہ قبول نہیں کی جاتی، اور اس حیثیت سے یہ دونوں گناہ مساوی اور برابر حکم رکھتے ہیں، اور دونوں کے گناہ ’’زندیق‘‘ کے مشابہ ہیں۔

’’الشرحُ الكبير على متن المقنع‘‘ کا حوالہ

ابوالفرج عبدالرحمٰن بن محمد جماعیلی حنبلی (المتوفٰی: 682ہجری) ’’المقنع‘‘ کی شرح ’’الشرح الكبير علٰى متن المقنع‘‘ فرماتے ہیں کہ:

(مسألة) (وهل تقبل توبة الزنديق ومن تكررت ردته أو من سب الله تعالى أو رسوله أو الساحر؟ على روايتين :"إحداهما" لاتقبل توبته ويقتل بكل حال" والأخرى "تقبل توبته كغيره)

مفهوم كلام الشيخ رحمه الله أن المرتد إذا تاب تقبل توبته ولم يقتل أى كافر كان وهو ظاهر كلام الخرقى سواء كان زنديقاً أو لم يكن. وهذا مذهب الشافعى والعنبرى ويروى ذلك عن على وابن مسعود وهو إحدى الروايتين عن أحمد واختيار أبى بكر الخلال وقال انه أولى على مذهب أبى عبد الله.

(والرواية الأخرى) لا تقبل توبة الزنديق ومن تكررت ردته وهو قول مالك والليث واسحاق .

وعن أبى حنيفة روايتان كهاتين واختيار أبى بكر أنها لا تقبل (الشرح الكبير على متن المقنع، ج۲۷، ص۱۳۳، ۱۳۴، كتاب الحدود، باب حكم المرتد، رقم المسئلة ۴۵۹۰، الناشر: هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان، القاهرة – جمهورية مصر العربية، الطبعة: الأولى، 1415هـ – 1995م)

ترجمہ: مسئلہ: اور کیا ''زندیق'' کی، اور جو بار بار مرتد ہو، یا جو اللہ تعالیٰ کو سب وشتم کرے، یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، یا جادوگر، ان کی توبہ کو قبول کیا جائے گا، یا نہیں؟ اس میں (امام احمد کی) دونوں روایتیں ہیں:

ایک روایت کے مطابق توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا، اور اسے ہر حال میں قتل کیا جائے گا۔

اور دوسری روایت کے مطابق اس کی توبہ کو قبول کیا جائے گا، جس طرح دوسرے لوگوں کی توبہ کو قبول کیا جاتا ہے۔

شیخ رحمہ اللہ کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ مرتد، جب توبہ کر لے، تو اس کی توبہ کو قبول کیا جائے گا، اور اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، جس قسم کا بھی کافر و مرتد ہو، خرقی کے کلام سے یہی ظاہر ہوتا ہے، خواہ وہ زندیق ہو، یا زندیق نہ ہو، اور یہی امام شافعی

اورعنبری کا مذہب ہے، اور یہی بات حضرت علی اور ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، اور امام احمد کی دو روایتوں میں سے ایک روایت بھی یہی ہے، جس کو ابوبکر خلال نے اختیار کیا ہے، اور انہوں نے فرمایا کہ ابوعبداللہ (یعنی امام احمد) کے مذہب کے مطابق یہی روایت اولیٰ ہے۔

اور دوسری روایت یہ ہے کہ زندیق اور جس کا ارتداد بار بار ہو (اور مذکورہ بالا دیگر افراد) کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا، امام مالک اور لیث اور اسحاق کا یہی قول ہے۔

اور امام ابوحنیفہ سے (زندیق کے بارے میں) اسی طرح کی دو روایات مروی ہیں، اور ابوبکر کا مختار قول یہ ہے کہ اس کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا (الشرح الكبير علىٰ متن المقنع)

ابوالفرج عبدالرحمٰن بن محمد جماعیلی حنبلی (المتوفی: 682ہجری) ''المقنع'' کی شرح ''الشرح الكبير علىٰ متن المقنع'' میں ہی چند سطور کے بعد فرماتے ہیں کہ:

(فصل) فأما من سب الله سبحانه وتعالى ورسوله فروى القاضي عن أحمد أنه قال لا توبة لمن سب رسول الله صلى الله عليه وسلم وذكر أبو الخطاب رواية أخرى أن توبته مقبولة لقول الله تعالى (قل للذين كفروا إن ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف) ولحديث مخشي بن حمير ولأن من زعم أن لله ولداً فقد سب الله تعالى بدليل قول النبي صلى الله عليه وسلم إخباراً عن ربه تعالى أنه قال (شتمني ابن آدم وما ينبغي له أن يشتمني أما شتمه إياي فزعم أن لي ولداً) وتوبته مقبولة بغير خلاف.

وإذا قبلت توبة من سب الله تعالى فمن سب نبيه صلى الله عليه

وسلم أولى أن تقبل توبته (الشرح الكبير على متن المقنع، ج۲۷، ص۱۳۷، ۱۳۸، كتاب الحدود، باب حكم المرتد، رقم المسئلة ۴۵۹۰، الناشر: هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان، القاهرة – جمهورية مصر العربية، الطبعة: الأولى، 1415 هـ – 1995م)

ترجمہ: فصل: رہا وہ شخص، جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو سب وشتم کرے، اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، تو قاضی نے امام احمد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، اور ابوالخطاب نے دوسری روایت یہ ذکر کی ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے گی، اللہ تعالیٰ کے (سورہ انفال میں) اس ارشاد کی وجہ سے ''**قُلْ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا إِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ** '' اور مخشی بن حمیر کی حدیث کی وجہ سے، اور اس وجہ سے کہ جو شخص یہ گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے، تو اس نے اللہ تعالیٰ کو سب وشتم کیا، جس کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رب تعالیٰ کی طرف سے خبر دیتے ہوئے یہ ارشاد ہے کہ ''ابنِ آدم مجھ کو سب وشتم کرتا ہے، جبکہ اس کا مجھ کو سب وشتم کرنا کسی طرح روا نہیں، اس کا مجھ کو سب وشتم کرنا یہ ہے کہ وہ مجھے یہ کہتا ہے کہ میری اولاد ہے'' اور اس کی توبہ بغیر اختلاف کے قبول کی جاتی ہے۔

اور جب اللہ تعالیٰ کو سب وشتم کرنے والے کی توبہ قبول کی جاتی ہے، تو جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، تو اس کی توبہ، بدرجۂ اولیٰ قبول کی جانی چاہیے

(الشرح الكبير على متن المقنع)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ''سابِّ رسول'' کی توبہ قبول ہونے نہ ہونے کی دونوں روایتیں ہی حنابلہ سے مروی ہیں، اور بعض حنابلہ کا رجحان، توبہ قبول ہونے کی طرف ہے، لہٰذا حنابلہ کی یہ روایت شاذ، درجہ کی نہیں ہے۔

’’المبدع فی شرح المقنع‘‘ کا حوالہ

ابراہیم بن محمد ابنِ مفلح (المتوفیٰ: 884ہجری) ’’المقنع‘‘ کی شرح ’’المبدع فی شرح المقنع‘‘ میں فرماتے ہیں کہ:

(علی روایتین، إحداهما: لا تقبل توبته، ویقتل بکل حال) الأشهر: أنها لا تقبل توبتهم، جزم بها فی "الوجیز"، وقدمها فی "الفروع"، وذکر ابن حمدان: أنها أظهر، واختارها أبو بکر (المبدع فی شرح المقنع ج۷ص ۴۸٦، کتاب الحدود، باب حکم المرتد)

ترجمہ: دونوں روایتیں ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ اس (سابِ رسول) کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا، اور اسے ہر حال میں قتل کیا جائے گا، مشہور روایت یہ ہے کہ ان لوگوں کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا ’’الوجیز‘‘ میں اسی پر یقین ظاہر کیا ہے، اور ’’الفروع‘‘ میں اسی کو مقدم رکھا ہے، اور ابنِ حمدان نے اس روایت کو ’’اظہر‘‘ قرار دیا ہے، اور ابوبکر نے اسی کو اختیار کیا ہے (المبدع فی شرح المقنع)

ابراہیم بن محمد ابن مفلح مذکورہ کتاب میں ہی آگے چل کر فرماتے ہیں کہ:

فرع: الخلاف فی قبول توبتهم إنما هو فی الظاهر فی أحکام الدنیا من ترک قتالهم وثبوت أحکام الإسلام فی حقهم، وأما قبولها فی الباطن فلا خلاف فیه حیث صدق، ذکره ابن عقیل، والمؤلف، وجماعة (المبدع فی شرح المقنع ج۷ص۴۸۷، کتاب الحدود، باب حکم المرتد)

ترجمہ: فرع: مذکورہ افراد کی توبہ قبول ہونے کے اندر اختلاف ظاہر میں دنیا کے احکام کے اعتبار سے ہے، یعنی ان سے قتل کو ترک کرنا، اور ان کے حق میں اسلام

کے احکام کو ثابت ماننا، جہاں تک باطن میں ان کی توبہ کے قبول ہونے کا تعلق ہے، تو جو شخص سچی توبہ کرے، تو اس کے قبول ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، ابنِ عقیل اور مؤلف اور ایک جماعت نے اس کا ذکر کیا ہے (المبدع فی شرح المقنع)

معلوم ہوا کہ سابِ رسول وغیرہ کی باطن میں، یعنی عنداللہ، توبہ قبول ہونے میں تو اختلاف نہیں، البتہ دنیا میں قتل نہ ہونے وغیرہ کے اعتبار سے توبہ قبول ہونے نہ ہونے میں حنابلہ کا اختلاف ہے، بعض حضرات نے راجح توبہ قبول نہ ہونے کی روایت کو قرار دیا ہے۔

”المحرر فی الفقه علٰی مذهب الامام احمد“ کا حوالہ

ابوالبرکات عبدالسلام بن عبداللہ الحرانی (المتوفیٰ: 652 ہجری) فرماتے ہیں کہ:

ولا تقبل توبة الزنديق وهو من يظهر الإسلام ويبطن الكفر ولا من تكررت ردته ولا الساحر المكفر بسحره ولا من سب الله أو ورسوله بل يقتلون بكل حال وعنه تقبل توبتهم كغيرهم (المحرر فی الفقه علی مذهب الإمام أحمد بن حنبل، ج ۲، ص ۱۶۸، كتاب الحدود، باب المرتد)

ترجمہ: اور زندیق کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا، اور زندیق وہ ہے، جو اسلام کو ظاہر کرتا ہو، اور کفر کو چھپاتا ہو، اور نہ اس شخص کی توبہ کو قبول کیا جائے گا، جو بار بار مرتد ہو، اور نہ اس جادوگر کی توبہ کو قبول کیا جائے گا، جس کے جادو سے کفر لازم آتا ہو، اور نہ اللہ کو سب وشتم کرنے والے، یا اس کے رسول کو سب وشتم کرنے والے کی توبہ کو قبول کیا جائے گا، بلکہ ان سب لوگوں کو ہر حال میں قتل کیا جائے گا، اور امام احمد کی ایک روایت یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کی توبہ کی طرح ان مذکورہ لوگوں کی توبہ کو بھی قبول کیا جائے گا (المحرر فی الفقه)

اس عبارت سے بھی حنابلہ کی دونوں روایتوں کا علم ہوا۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ خود ''زندیق'' کے حکم اور اس کی تعریف دونوں میں ہی فقہاء وعلماء کا اختلاف ہے، جس کا ذکر، ان شاء اللہ تعالیٰ، آگے آئے گا۔

''زادُ المستقنع'' کا حوالہ

ابوالنجا موسیٰ بن احمد مقدسی حنبلی (المتوفیٰ: 690ہجری) ''زاد المستقنع ''میں فرماتے ہیں کہ:

ولا تقبل توبة من سب اللّٰه أو رسوله ولا من تكررت ردته بل يقتل بكل حال (زاد المستقنع فی اختصار المقنع،ص ۲۲۵، کتاب الحدود، باب حكم المرتد)

ترجمہ: اور اس شخص کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا، جو اللہ کو سب وشتم کرے، یا اللہ کے رسول کو سب وشتم کرے، اور نہ اس شخص کی توبہ کو قبول کیا جائے گا، جو بار بار مرتد ہو، بلکہ ان سب لوگوں کو ہر حال میں قتل کیا جائے گا (زاد المستقنع)

اس سے معلوم ہوا کہ صاحبِ زاد المستقنع توبہ قبول نہ ہونے کو ترجیح دیتے ہیں، لیکن وہ جس طرح سابِ رسول کی توبہ کے قبول نہ ہونے کو ترجیح دیتے ہیں، اسی طرح ''سابُّ اللہ'' کی توبہ قبول نہ ہونے کو بھی ترجیح دیتے ہیں۔

''الروضُ المربع شرح زاد المستقنع'' کا حوالہ

علامہ منصور بن یونس بہوتی حنبلی (المتوفیٰ: 1051ہجری) ''زادُ المستقنع'' کی شرح ''الروض المربع شرح زاد المستقنع ''میں فرماتے ہیں کہ:

(ولا تقبل) فی الدنيا (توبة من سب الله) تعالى، (أو) سب (رسوله) سبا صريحا، أو تنقصه، (ولا) توبة (من تكررت ردته) ، ولا توبة زنديق وهو المنافق الذى يظهر الإسلام ويخفى الكفر،

(بل يقتل بكل حال)، لأن هذه الأشياء تدل على فساد عقيدته وقلة مبالاته بالإسلام (الروض المربع شرح زاد المستقنع، ص ۶۸۳، كتاب الحدود، باب حكم المرتد، فصل فيمن ارتد عن الإسلام وهو مكلف مختار)

ترجمہ: اور دنیا میں اس شخص کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا، جو اللہ تعالیٰ کو سب وشتم کرے، یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو صریح طور پر سب وشتم کرے، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرے، اور نہ اس شخص کی توبہ کو قبول کیا جائے گا، جو بار بار مرتد ہو، اور نہ زندیق کی توبہ کو قبول کیا جائے گا، جو ایسا منافق ہو، جو اسلام کو ظاہر کرتا ہو، اور کفر کو چھپاتا ہو، بلکہ ان سب لوگوں کو ہر حال میں قتل کیا جائے گا، کیونکہ یہ تمام چیزیں اس کے عقیدے کے فاسد ہونے اور اسلام کے ساتھ اس کی قلتِ توجہ پر دلالت کرتی ہیں (الروض المربع شرح زاد المستقنع)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ ''زندیق'' اور جس کی طرف سے بار بار ارتداد کا عمل سرزد ہو، یا جو شخص اللہ تعالیٰ کو سب وشتم کرے، یا جو شخص اللہ کے رسول کو سب وشتم کرے، ان سب ہی کے متعلق حنابلہ کی ایک روایت یہ ہے کہ ان سب کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

لیکن جیسا کہ دوسری عبارات سے معلوم ہوا کہ مذکورہ حکم حنابلہ کی ایک روایت کے مطابق ہے، جبکہ ان کی دوسری روایت اس کے برخلاف حنفیہ، وشافعیہ اور اہلِ کوفہ، امام ثوری اور امام اوزاعی وغیرہ کی طرح توبہ قبول کیے جانے کی ہے۔

''شرح زادُ المستقنع لأحمد بن محمد'' کا حوالہ

شیخ احمد بن محمد بن حسن بن ابراہیم خلیل ''زاد المستقنع'' کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

(أو رسوله) لا تقبل توبة من سب رسول الله -صلى الله عليه وسلم- لنفس الدليل السابق أنّ توبة الرسول وهو سيد الخلق

ونبی الله دلیل علی أنه فسد قلبه بما لا یصلح بعده أضف إلی هذا أنّ فی سب الرسول حقا للرسول ولا نعلم هل صفح عنه أو لا.

والقول الثانی :أنّ ساب الرسول -صلی الله علیه وسلم -تقبل توبته ویرفع عنه الحد.

والقول الثالث :أنّ ساب الرسول -صلی الله علیه وسلم -تقبل توبته ویعتبر من المسلمین یرث ویورث ویغسل ویکفن ویدفن مع المسلمین إلاّ أنه مع ذلک یقتل لحق رسول -صلی الله علیه وسلم -لأنه سب الرسول ولا نعلم هل صفح عنه الرسول أو لا فصارت الأقوال ثلاثة ,أنها لا تقبل توبته مطلقا .أنها تقبل مطلقا. أنها تقبل لکن مع ذلک یقتل .هذا القول الثالث نصره شیخ الإسلام بأدلة کثیرة جدا متنوعة بطرق مختلفة فی الصارم المسلول (شرح زاد المستقنع، ج٦،ص ٢٣٢، ٢٣٣، کتاب الحدود، باب حکم المرتد)

ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، جس کی دلیل وہی ہے، جو گزر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سید الخلق اور اللہ کے نبی ہیں، لہٰذا آپ پر سب وشتم کرنا، قلب کے فاسد ہونے کی دلیل ہے، جس کے بعد اس کے درست ہونے کی امید مشکل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے میں، رسول کا حق ہے، اور ہم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے معاف کریں گے، یا نہیں؟ [1]

---

[1] لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ رحمت ورأفت سے معاف کرتے رہنا ثابت ہے، رہا اللہ کے حق کا معاملہ، تو وہ توبہ اور تجدیدِ ایمان سے معاف ہونا مسلّم ہے۔ محمد رضوان۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے کی توبہ قبول کی جائے گی، اوراس سے حَد ساقط ہوجائے گی۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے کی توبہ قبول کی جائے گی، اوراس کو مسلمان شمار کیا جائے گا، جس کی وراثت بھی جاری ہوگی، اوراس کو وراثت بھی حاصل ہوگی، اوراس کو غسل اور کفن بھی دیا جائے گا، اوراس کو مسلمانوں کے ساتھ دفن بھی کیا جائے گا، لیکن اس کے باوجود، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کی وجہ سے اس کو قتل کیا جائے گا، کیونکہ اس نے رسول پر سب وشتم کیا، اور ہمیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو معاف فرمائیں گے، یا نہیں؟ [1]

پس اس مسئلہ میں تین قول ہوگئے، ایک یہ کہ اس کی توبہ کو مطلقاً قبول نہیں کیا جائے گا، دوسرا یہ کہ اس کی توبہ کو مطلقاً قبول کیا جائے گا، تیسرا یہ کہ اس کی توبہ کو قبول کیا جائے گا، لیکن اس کے باوجود اس کو قتل کیا جائے گا، اس تیسرے قول کی ہی شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ نے کثیر اور مختلف دلائل کے ساتھ مختلف طریقوں سے ''**الصارمُ المسلول**'' میں تائید کی ہے (شرح زاد المستقنع)

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی اس سلسلہ میں کچھ عبارات آگے آرہی ہیں، لیکن علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی ذاتی رائے سے کسی دوسرے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

---

[1] مگر مزاجِ نبوت کو سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا جاسکتا ہے، جس کے متعلق پہلے ذکر کیا جاچکا ہے۔
پھر جس طرح سابِ رسول کی توبہ قبول نہ کیے جانے کا قول حنابلہ کا ہے، اسی طرح ساب اللہ کی توبہ قبول نہ کیے جانے کا بھی ہے، جبکہ اللہ کے متعلق قبول کیے جانے کا سب کو معلوم ہے، جس کی اللہ ہی نے بندوں کو خبر دی ہے، یہاں مذکورہ علت بھی نہیں پائی جاتی، پھر اس کی توبہ قبول نہ کیے جانے کا کیا مطلب؟
پس معلوم ہوا کہ مذکورہ علت، مسئلۂ ھٰذا کی تمام جزئیات پر صادق نہیں آتی، اوراس میں کئی جہات سے کلام کی گنجائش موجود ہے۔ محمد رضوان۔

”شرح زاد المستقنع للشنقیطی“ کا حوالہ

شیخ محمد بن محمد مختار شنقیطی ”زاد المستقنع“ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

قال المصنف رحمه الله :(ولا تقبل توبة من سب الله أو رسوله).

هـذا أحد القولين عند العلماء ، وجمهور العلماء رحمهم الله على قبـول تـوبتـه، وأنـه إذا تـاب تـوبة نصوحاً تاب الله عليه، وهذا هو الـصـحيـح على ظاهر النصوص التى دلت على قبول توبة الكافر: (قـل لـلـذيـن كـفروا إن ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف) وقـد كانوا يسبون النبى صلى الله عليه وسلم ويسبون الله عز وجل، ويسبون الـديـن، وإذا قبـلت توبة من سب الله عز وجل، فمن باب أولى أن تقبل توبة من سب ما دونه.

ولكن الذين قالوا :إنـه لا تـقبل توبة من سب النبى صلى الله عليه وسلم قالوا :إنـه فيها حقاً لآدمى، وحقاً لله عز وجل، وحق الآدمى لا نـعـلـم هـل يسـامـحـه الـنبـى صلى الله عليه وسلم أو لا؟ وهذه الشبهة ضـعيـفة؛ لأننا أعطيناه الحرمة لحرمة النبى صلى الله عليه وسـلـم بـالرسالة، وقد دلت النصوص فى الأصل على أنه إذا تاب تـوبة نـصـوحـاً أنـه يتـوب الـله عليه، وعلى هذا فالصحيح مذهب الـجمهور أنه إذا تاب توبة نصوحاً أنه تقبل توبته (شرح زاد المستقنع، كتاب الحدود، باب حكم المرتد، توبة من سب الله أو رسوله)

ترجمہ: مصنف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ، یا اس کے رسول کو سب وشتم کرنے والے کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

علماء کے نزدیک یہ دو قولوں میں سے ایک قول ہے، لیکن جمہور علماء رحمہم اللہ اس کی توبہ کے قبول ہونے کے قائل ہیں۔ [1]

اور وہ جب توبۃُ النصوح کر لے، تو اللہ اس کی توبہ کو قبول فرمالیتا ہے، اُن ظاہری نصوص کے مطابق یہی قول صحیح ہے، جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ کافر کی توبہ قبول کی جاتی ہے، چنانچہ سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"قل للذين كفروا إن ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف" [2]

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ عزوجل کو سب وشتم کیا کرتے تھے، اور دین پر بھی سب وشتم کیا کرتے تھے، اور جب اللہ عزوجل کو سب وشتم کرنے والے کی توبہ قبول کر لی جاتی ہے، تو جو شخص اللہ سے، نیچے کے کسی شخص کو سب وشتم کرے، تو اس کی توبہ بدرجہ اولیٰ قبول کی جائے گی، لیکن جو حضرات یہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، وہ یہ کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں آدمی کا حق اور اللہ عزوجل، دونوں کا حق پایا جاتا ہے، اور آدمی کے حق کے بارے میں ہمیں معلوم نہیں کہ کیا اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم معاف فرمائیں گے یا نہیں؟ لیکن یہ شبہ ضعیف ہے، کیونکہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو احترام، دراصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے احترام کی وجہ سے دیا ہے، اور نصوص اصل میں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جب کوئی سچی توبہ کر لے، تو اس کی توبہ کو اللہ قبول فرماتا ہے،

---

[1] ہم بھی اس قول کو ہی جمہور کا قول سمجھتے ہیں، کیونکہ اس قول کے قائلین میں حنفیہ، اہلِ کوفہ، شافعیہ، امام ثوری، امام اوزاعی اور ایک روایت کے مطابق حنابلہ ومالکیہ، سب ہی داخل ہیں، جس کی سند بھی موجود ہے، لیکن بعض حضرات کی طرف سے اس کی صراحت اور وضاحت نہ ہونے اور اس کے برخلاف قول کا ذکر کرنے اور جمہور کی طرف منسوب کرنے کی وجہ سے، کچھ علمی حلقوں میں اسی کو جمہور کا قول سمجھا جاتا رہا۔ محمد رضوان۔

[2] مذکورہ آیت، جس طرح اصلی کافر کو شامل ہے، اسی طرح عارضی کافر، یعنی مرتد کو بھی شامل ہے، اور اس کو اصلی کافر کے ساتھ مختص ومنحصر کرنے کی کوئی معقول، دلیل نہیں۔ محمد رضوان۔

جس کی بناء پر صحیح مذہب جمہور کا ہی ہے کہ جب ''سابِّ رسول'' سچی توبہ کر لے گا، تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی (شرح زاد المستقنع)

اس عبارت سے جس طرح سابِّ رسول کی توبہ قبول ہونے کا راجح ہونا معلوم ہوا، اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ قبولِ توبہ کا قول جمہور کا ہے، جیسا کہ اس سے پہلی فصل کے ذیل میں عرض کیا گیا، ہم بھی اسی کو جمہور کا قول سمجھتے ہیں، اور اس سلسلے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش اپنے دل میں نہیں پاتے۔

مذکورہ عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو عظمت واحترام کا درجہ حاصل ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت ورسالت عطا کیے جانے کی وجہ سے ہے، اور نبی ورسول کو ہی سب وشتم کرنا کفر ہے، کسی اور انسان کو سب وشتم کرنا کفر نہیں، اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک نبوت ورسالت کسبی نہیں، اور کسی کو کافر قرار دینا بڑی سزا ہے، جس کے بعد کوئی سزا نہیں، کیونکہ اس کی وجہ سے وہ دائمی جہنم کے عذاب کا مستحق ٹھہر جاتا ہے، لیکن اس بڑی سزا سے نجات کا راستہ، اسلام قبول کرنا ہے، پھر جب اللہ، اپنے آپ کو سب وشتم کرنے کو بھی معاف فرما دیتا ہے، تو جس کے ادب اور احترام کو اس نے لازم کیا ہو، اس کا بھی یہی حکم ہونا چاہیے، رہا حدِّ قذف کا معاملہ، تو وہ کفر وارتداد سے چھوٹی سزا ہے، جس کو بڑی سزا کے مقابلہ میں اہمیت دینا، چہ معنیٰ دارد؟

''الصارمُ المسلول'' کا حوالہ

''سابِّ رسول'' کے حکم اور اس سلسلے میں فقہائے کرام کے اقوال کے متعلق علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 728ہجری) کی مایہ ناز کتاب ''الصارمُ المسلول علیٰ شاتم الرسول'' کو خاص شہرت حاصل رہی ہے، علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ، اپنے مخصوص مزاج ومذاق کے پیشِ نظر، سابِّ رسول کی توبہ قبول نہ ہونے وغیرہ کے متعلق ذاتی طور پر کچھ زیادہ

شدت رکھتے ہیں، جس سے کسی کا اور بطورِ خاص، ائمہ متبوعین مثلاً امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام ثوری، امام اوزاعی اور اہلِ کوفہ وغیرہ، اوران کے متبعین، یا دوسرے محققین کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

مگر انہوں نے اس کے باوجود، دوسرے اقوال کو نقل کرنے میں حتی الوسع دیانت داری سے کام لیا ہے، لیکن افسوس کہ اس کتاب میں بعض مقامات پر مختلف فقہائے کرام کا صریح موقف موجود ہونے کے باوجود، بعد کے بعض اصحابِ علم مختلف غلط فہمیوں کا شکار رہے، اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ مذکورہ کتاب کی بھی چند تصریحات ذکر کردی جائیں۔

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ، اپنی اس مشہور کتاب ''الصارمُ المسلول'' میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

وقد حكى أبو بكر الفارسى من أصحاب الشافعى إجماع المسلمين على أن حد من يسب النبى صلى الله عليه وسلم القتل كما أن حد من سب غيره الجلد .

وهذا الإجماع الذى حكاه هذا محمول على إجماع الصدر الأول من الصحابة والتابعين، أو أنه أراد به إجماعهم على أن ساب النبى صلى الله عليه وسلم يجب قتله إذا كان مسلما، وكذلك قيده القاضى عياض فقال" :أجمعت الأمة على قتل متنقصه من المسلمين وسابه "وكذلك حكى عن غير واحد الإجماع على قتله وتكفيره (الصارم المسلول على شاتم الرسول،لابن تيمية،ص۳،المسألة الأولى :أن من سب النبى صلى الله عليه وسلم من مسلم أو كافر فإنه يجب قتله)

ترجمہ: اور ابوبکر فارسی نے، جو امام شافعی کے اصحاب سے تعلق رکھتے ہیں،

مسلمانوں کا اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے کی حد قتل ہے، جس طرح سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے کو سب وشتم کرنے والے کی حد کوڑے لگانا ہے۔

اور یہ اجماع، جس کو انہوں نے نقل کیا ہے، یہ صحابہ اور تابعین کے صدرِ اول پر محمول ہے، یا ان کی مراد یہ ہے کہ ''سابُّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کا قتل واجب ہونے پر اجماع ہے، جبکہ وہ مسلمان ہو، اور یہی قید قاضی عیاض نے لگائی ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ امت کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص اور سب وشتم کرنے والے مسلمان کے قتل پر اجماع ہے، اور اسی طریقے سے کئی حضرات نے اس کے قتل اور اس کے کافر ہونے پر اجماع نقل کیا ہے (الصارم المسلول)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ ابوبکر فارسی شافعی سے جو ''سابِّ رسول'' یا ''قاذفِ رسول'' کے متعلق اجماع مروی ہے، اس سے یہ مراد نہیں کہ قتل کی شکل میں ایسی حد ہو، جو ہر شخص پر لازم ہو، اور کسی سے بھی بہر حال ساقط نہ ہو، کیونکہ غیر مسلم کے اسلام لانے سے بہت سے فقہاء کے نزدیک یہ قتل کا حکم ساقط ہو جاتا ہے، اور ''سابِّ رسول'' اگر مسلمان ہو، اور وہ توبہ اور تجدیدِ ایمان کرلے، تو شافعیہ کے راجح قول اور حنفیہ کے مذہب اور اہلِ کوفہ، امام ثوری اور امام اوزاعی اور خود امام مالک اور حنابلہ کی ایک روایت کے مطابق، اس سے ارتداد کے نتیجہ میں قتل کی حَد کا حکم ساقط ہو جاتا ہے۔

جس کی بناء پر اجماع سے ایسا اجماع مراد لینا درست نہیں بنتا، جو ثابت ہی نہ ہو، بلکہ اس کے برخلاف اختلاف، ثابت ہو، جو اجماع کے مخالف ہے۔

جہاں تک اس اجماع کو صحابہ اور تابعین کے صدرِ اول پر محمول کرنے کا تعلق ہے، تو اس سے اتفاق مشکل ہے، کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ بعد کے مجتہدین اور ائمۂ متبوعین نے صحابہ و تابعین کے سابق اجماع کی مخالفت کی، اور یہ بات درست نہیں۔

لہٰذا ''سابِّ رسول'' سے بہر حال قتل کے ساقط نہ ہونے پر اجماع کو مراد لینا کسی طرح درست معلوم نہیں ہوا، اور جس نے ایسا سمجھا، وہ بظاہر غلط فہمی میں مبتلا ہے۔

ابوبکر فارسی شافعی کے اس اجماع اور اس سلسلہ میں ان کی عبارت کے الفاظ میں اختلاف پر کلام، آگے شافعیہ کی عبارات میں، بطورِ خاص علامہ تقی الدین سبکی شافعی کے حوالے سے بھی آتا ہے۔

''الصارمُ المسلول'' کا دوسرا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ، اپنی مذکورہ کتاب میں ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

وكذلك ذكر جماعات آخرون من أصحابنا أنه يقتل ساب النبي صلى الله عليه وسلم ولا تقبل توبته سواء كان مسلما أو كافرا ومرادهم بأنه لا تقبل توبته أن القتل لا يسقط عنه بالتوبة والتوبة اسم جامع للرجوع عن السب بالإسلام وبغيره فلذلك أتوا بها وأرادوا أنه لو رجع عن السب بالإسلام أو بالإقلاع عن السب والعود إلى الذمة إن كان ذميا لم يسقط عنه القتل لأن عامة هؤلاء لما ذكروا هذه المسألة قالوا :خلافا لأبي حنيفة والشافعي في قولهما :إن كان مسلما يستتاب فإن تاب وإلا قتل كالمرتد.

وإن كان ذميا فقال أبو حنيفة :لا ينتقض عهده، واختلف أصحاب الشافعي فيه .

فعلم أنهم أرادوا بالتوبة توبة المرتد وهي الإسلام ولأنهم قد حكموا بأنه مرتد وقد صرحوا بأن توبة المرتد أن يرجع إلى الإسلام وهذا ظاهر فيه فإن كل من ارتد بقول فتوبته أن يرجع إلى

الإسلام ویتوب من ذلک القول (الصارم المسلول علی شاتم الرسول، لابن تیمیة، ص ۳۰۲، المسألة الثالثة: أنه یقتل ولا یستتاب سواء کان مسلما أو کافرا)

ترجمہ: اور اسی طریقہ سے ہمارے (یعنی حنابلہ کے) اصحاب کی دوسری جماعت نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے کو قتل کیا جائے گا، اور اس کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ مسلمان ہو، یا کافر ہو، اور ان کی مراد یہ ہے کہ اس کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا، اور توبہ کے ذریعہ سے اس کا قتل ساقط نہیں ہوگا، اور توبہ جامع نام ہے، جو سب وشتم سے رجوع کرنے کے لیے ہے، اسلام کے ذریعہ سے بھی، اور دوسرے ذریعہ سے بھی، اسی وجہ سے توبہ بھی مختلف طرح کی ہوگی، اہلِ علم نے اس مبحوث فیہ مسئلے میں توبہ سے یہ مراد لیا ہے کہ اگر وہ اسلام لاکر سب وشتم سے رجوع کرلے، یا سب وشتم سے علیٰحدگی اختیار کرلے، اور ذمہ کی طرف لوٹ آئے، اگر وہ ذمی ہو، تو اس کا قتل ساقط نہیں ہوگا، کیونکہ ان میں سے عام حضرات نے جب اس مسئلہ کو ذکر کیا، تو انہوں نے یہ فرمایا کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا اختلاف ہے، ان کا قول یہ ہے کہ اگر وہ مسلمان ہو، تو اس سے توبہ کو طلب کیا جائے گا، اگر وہ توبہ کرلے، تو ٹھیک ہے، ورنہ اسے مرتد کی طرح قتل کردیا جائے گا۔ [1]

اور اگر وہ ذمی ہو، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کا عہد نہیں ٹوٹے گا، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے اصحاب کا اس کے متعلق اختلاف ہے۔

پس یہ بات معلوم ہوگئی کہ اہلِ علم حضرات، توبہ سے مرتد کی توبہ کو مراد لیتے ہیں، جو

---

[1] مذکورہ عبارت میں علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے کتنی صراحت اور وضاحت کے ساتھ، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک، توبہ قبول ہونے اور اس پر مرتد ہونے اور توبہ کرنے کی صورت میں قتل نہ ہونے کا حکم جاری ہونے کی تصریح فرمادی ہے، لیکن افسوس کہ بعض حضرات اس قسم کی تصریحات کے برعکس علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی طرف نہ جانے کیا کچھ منسوب کر بیٹھے۔ محمد رضوان۔

کہ اسلام لانا ہے، اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے اس کے مرتد ہونے کا حکم لگایا ہے، اور انہوں نے خود اس بات کی تصریح کی ہے کہ مرتد کی توبہ یہ ہے کہ وہ اسلام کی طرف رجوع کرلے، اور یہ بات ظاہر ہے، پس ہر وہ شخص جو اپنے قول کی وجہ سے مرتد ہوجائے، تو اس کی توبہ یہ ہے کہ وہ اسلام کی طرف لوٹ آئے، اور اس قول سے توبہ کرلے (الصارم المسلول)

مذکورہ عبارت سے اس مسئلہ میں توبہ کی حقیقت بھی معلوم ہوگئی۔

اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوگیا کہ علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ، حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک ''سبِ رسول وشتم الرسول'' کو محض ارتداد سمجھتے ہیں، اور وہ ان حضرات کے نزدیک توبہ قبول ہونے اور تجدیدِ ایمان کے بعد قتل ساقط ہونے کے قائل ہیں۔

''الصارمُ المسلول'' کا تیسرا حوالہ

اسی مذکورہ کتاب میں ایک مقام پر علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قال أبو الخطاب فی رؤوس المسائل: " إذا قذف أم النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تقبل التوبۃ منہ وفی الکافر إذا سبھا ثم أسلم روایتان.

وقال أبو حنیفۃ والشافعی: " تقبل توبتہ فی الحالین (الصارم المسلول علی شاتم الرسول، ص ۳۰۴، المسألۃ الثالثۃ: أنہ یقتل ولا یستتاب سواء کان مسلما أو کافرا)

ترجمہ: ابوالخطاب نے بنیادی مسائل میں فرمایا کہ جب کوئی (مسلم) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ پر زنا کی تہمت لگائے، تو اس کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا، اور اگر کافر تہمت لگائے، پھر اسلام لے آئے، تو اس میں دو روایتیں ہیں۔

اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے فرمایا کہ مذکورہ دونوں حالتوں میں (یعنی خواہ کافر ہو، یا مسلم) توبہ کو قبول کیا جائے گا (الصارم المسلول)

مذکورہ عبارت سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ پر زنا کی تہمت لگانے والے کی توبہ کو قبول کیا جاتا ہے، اور اس طرح کی تہمت کی نسبت، خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک کی طرف لازم آتی ہے، جس کے قذف ہونے میں شبہ نہیں۔

اور جب اس طرح کے قبیح سب وشتم کے مرتکب کی توبہ بھی حنفیہ وشافعیہ کے نزدیک قابلِ قبول ہے، تو عام سب وشتم کرنے والے کی توبہ کیونکر قبول نہ ہوگی۔

پس جن حضرات نے علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے حوالے سے حنفیہ کے مذہب کو سمجھنے میں، اس کے برخلاف موقف اختیار کیا، وہ غلط فہمی کا شکار ہوئے، اور اس غلط فہمی کا سلسلہ چلتے چلتے ہمارے زمانے تک متجاوز ہوا۔

’’الصارمُ المسلول‘‘ کا چوتھا حوالہ

اسی مذکورہ کتاب میں ایک اور مقام پر علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وحكى آخرون من أصحابنا رواية عن الإمام أحمد أن المسلم تقبل توبته من السب بأن يسلم ويرجع عن السب كذلك ذكر أبو الخطاب فى "الهداية "ومن احتذى حذوه من متأخرى أصحابنا فى ساب الله ورسوله من المسلمين :هل تقبل توبته أم يقتل بكل حال؟ روايتان.

فقد تلخص أن أصحابنا حكوا فى الساب إذا تاب ثلاث روايات.

إحداهن :يقتل بكل حال وهى التى نصروها كلهم ودل عليها

كلام الإمام أحمد في نفس هذه المسألة وأكثر محققيهم لم يذكروا سواها.

والثانية :تقبل توبته مطلقا.

والثالثة :تقبل توبة الكافر ولا تقبل توبة المسلم وتوبة الذمي التي تقبل إذا قلنا بها أن يسلم فأما إذا أقلع وطلب عقد الذمة له ثانيا لم يعصم ذلک دمه رواية واحدة كما تقدم (الصارم المسلول على شاتم الرسول، ص۷۰۳، المسألة الثالثة: أنه يقتل ولا يستتاب سواء كان مسلما أو كافرا)

ترجمہ: اور ہمارے (یعنی حنابلہ کے) اصحاب میں سے دوسرے حضرات نے امام احمد سے ایک روایت یہ بیان کی ہے کہ سب وشتم کرنے والے کی توبہ کو اس طور پر قبول کیا جائے گا کہ وہ اسلام لے آئے، اور سب وشتم سے رجوع کرلے، اسی طریقہ سے ابوالخطاب نے ’’الھدایۃ‘‘ میں ذکر کیا ہے، اور ان لوگوں نے جو ہمارے متاخرین اصحاب میں سے اس طریقہ پر چلے ہیں، اللہ اور اس کے رسول کو سب وشتم کرنے والے مسلمانوں کے بارے میں کہ کیا اس کی توبہ کو قبول کیا جائے گا، یا اس کو ہر حال میں قتل کیا جائے گا؟ اس میں دونوں روایتیں ذکر کی ہیں۔

پس خلاصہ یہ نکلا کہ سب وشتم کرنے والے کے بارے میں ہمارے اصحاب نے توبہ کرنے کی صورت میں تین روایات کو نقل کیا ہے۔

ایک یہ کہ اس کو ہر حال میں قتل کیا جائے گا، اسی روایت کی تمام حضرات نے تائید کی ہے، اور اس مسئلہ میں امام احمد کا کلام بھی دلالت کرتا ہے، اور آپ کے اکثر محققین نے اس قول کے علاوہ کسی قول کو ذکر نہیں کیا۔ [1]

---

[1] اس موقف کے قبول کرنے میں تامل محسوس ہوا، جس کے مطابق تمام حنابلہ کی طرف اس روایت کی تائید کرنے کی نسبت کی گئی ہے، کیونکہ متعدد حنابلہ نے قبولِ توبہ کے قول کی بھی تائید کی ہے، جیسا کہ گزرا۔ محمد رضوان۔

اور دوسری روایت یہ ہے کہ مطلقاً توبہ کو قبول کیا جائے گا۔ [1]

اور تیسری روایت یہ ہے کہ کافر کی توبہ کو قبول کیا جائے گا، اور مسلمان کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا، اور ذمی کی اس توبہ کو قبول کیا جائے گا، جب ہم اس کو اسلام لانے کا کہیں، لیکن جب وہ اس سے کنارہ کشی کرے، اور دوبارہ عقدِ ذمہ کو طلب کرے، تو وہ اپنے خون کو محفوظ نہیں کر سکے گا، ایک روایت کے مطابق، جیسا کہ پہلے گزرا (الصارم المسلول)

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ، چونکہ پہلی روایت کی تائید کرتے ہیں، اس لیے ان کی مذکورہ کتاب میں اسی روایت کی طرف جابجا، رجحان ملتا ہے، جبکہ بعض دیگر حنابلہ، قبولِ توبہ کی روایت کی طرف بھی رجحان رکھتے ہیں۔

اور اگر عدمِ قبول کی روایت کو ترجیح دی جائے، تو حنابلہ کی یہ روایت تو سابُ اللہ کے متعلق بھی ہے، لیکن اس صورت کو اتنی اہمیت کے ساتھ بیان نہیں کیا جاتا، جتنی اہمیت کے ساتھ سابِّ رسول کی توبہ قبول نہ ہونے کو امتیازی نوعیت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے، جس کا اثر بعض اوقات غیر معمولی شدت کی شکل میں برآمد ہوتا ہے۔

”الصارمُ المسلول“ کا پانچواں حوالہ

نیز اسی مذکورہ کتاب میں علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ:

فی استتابة المسلم وقبول توبة من سب النبی صلی الله علیه وسلم وقد ذکرنا أن المشهور عن مالک وأحمد أنه لا یستتاب ولا تسقط القتل عنه توبته وهو قول اللیث بن سعد.

وذکر القاضی عیاض أنه المشهور من قول السلف وجمهور

---

[1] اس روایت کو بھی بعض حنابلہ نے اختیار کیا ہے، جو حنفیہ وشافعیہ اور امام ثوری وامام اوزاعی واہلِ کوفہ کا بھی قول ہے، اور امام مالک کی ایک روایت بھی یہی ہے، اس حیثیت سے یہ قول جمہور فقہاء سے کم حیثیت کا حامل معلوم نہیں ہوتا۔ محمد رضوان

العلماء وهو أحد الوجهين لأصحاب الشافعي.

وحكى مالك وأحمد أنه تقبل توبته وهو قول أبي حنيفة وأصحابه وهو المشهور من مذهب الشافعي بناء على قبول توبة المرتد (الصارم المسلول على شاتم الرسول، ص ۳۱۳، المسألة الثالثة: أنه يقتل ولا يستتاب سواء كان مسلما أو كافرا)

ترجمہ: مسلمان کی توبہ کے طلب کرنے اور جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرے، اس کی توبہ قبول ہونے کے متعلق ہم ذکر کر چکے ہیں کہ امام مالک اور امام احمد کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اس سے توبہ کو طلب نہیں کیا جائے گا، اور اس کی توبہ سے اس کا قتل ساقط نہیں ہوگا، لیث بن سعد کا بھی یہی قول ہے۔

اور قاضی عیاض نے یہ بات ذکر کی ہے کہ سلف اور جمہور علماء کا مشہور قول بھی یہی ہے، اور امام شافعی کے اصحاب کا ایک قول بھی یہی ہے۔ [1]

اور مالک اور امام احمد سے ایک روایت یہ مروی ہے کہ اس کی توبہ کو قبول کیا جائے گا، اور یہی (یعنی توبہ کو قبول کیے جانے) کا قول امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب (اور ثوری واہلِ کوفہ وغیرہ) کا ہے، اور یہی امام شافعی کا مشہور مذہب ہے، جو اس بات پر مبنی ہے کہ مرتد کی توبہ قبول کی جاتی ہے (الصارم المسلول)

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارات سے اتنی بات واضح طور پر معلوم ہوگئی کہ وہ حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک توبہ قبول ہونے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کے باعثِ ارتداد ہونے کے قائل ہیں، لہٰذا بعض حضراتِ متاخرین نے علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی مذکورہ کتاب

---

[1] مگر ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے، جس کو جمہور کا قول قرار دیا، اس سے کون سے جمہور مراد ہیں، اور اس کی سند کیا ہے؟ اس کا ثبوت درکار ہے، جبکہ اس کے برخلاف قبولِ توبہ کے قول کے حاملین بھی کم نہیں ہیں، بلکہ ان کا تناسب پہلے حضرات سے کچھ زیادہ ہی ہے، اسی لیے بعض حضرات نے جمہور کے نزدیک توبہ قبول ہونے ہی کے قول کو منسوب کیا ہے، اور ہمیں بھی یہی راجح معلوم ہوا۔ محمد رضوان۔

کی طرف نسبت کر کے، جو عند الحنفية والشافعية عدم قبولِ توبہ کا حکم لگایا، یہ درست ثابت نہ ہوسکا۔

اور علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے مذکورہ کتاب میں عدمِ قبولِ توبہ کے اپنے جس رجحان کو ذکر کیا ہے، اور اس کے دلائل قائم کیے ہیں، اس کے مقابلہ میں امام تقی الدین سبکی شافعی رحمہ اللہ نے ''قبولِ توبہ'' کے دلائل کو ذکر فرمایا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

''موسوعةُ الفقه الاسلامی'' کا حوالہ

شیخ محمد بن ابراہیم بن عبداللہ التویجری فرماتے ہیں کہ:

من سب الله بأن طعن فی حكمته، أو فی صفة من صفاته، أو فی شرعه، أو قال إن الله مفتقر للزوجة والولد ونحو ذلک من النقائص التی ينزَّه الله عنها فهو مرتد يجب قتله إن لم يتب، فإن تاب قُبلت توبته، وحكمنا بإسلامه.

ومن سب رسول اللهِ محمداً -صلى الله عليه وسلم- بأن وصفه بما هو نقص فی حقه بأن قال إنه كاذب، أو ساحر، أو يخدع الناس ونحو ذلک، فهو مرتد يجب قتله إن لم يتب، فإن تاب قُبلت توبته، وحكمنا بإسلامه (موسوعة الفقه الإسلامی، ج۵، ص ۱۹۰، الباب الثامن عشر، كتاب الحدود، حكم المرتد، حكم توبة من سب الله ورسوله صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ: جو شخص اللہ پر سب وشتم کرے، اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ کی کسی حکمت میں، یا اس کی صفات میں سے کسی صفت میں، یا اس کے شرعی حکم میں طعن کرے، یا یہ کہے کہ اللہ ''زوجہ'' اور ''اولاد'' کا محتاج ہے، یا اسی طرح کا کوئی ایسا نقص منسوب

کرے، جس سے اللہ بری اور پاک ہے، تو وہ ''مرتد'' ہوگا، جس کا قتل واجب ہوگا، اگر وہ توبہ نہ کرے، پھر اگر وہ توبہ کرلے، تو اس کی توبہ کو قبول کیا جائے گا، اور ہم اس کے اسلام کا حکم لگائیں گے۔

اور جو اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، اس طور پر کہ آپ کے حق میں کسی نقص کو منسوب کرے، مثلاً یہ کہے کہ آپ جھوٹے تھے، یا جادوگر تھے، یا لوگوں کو دھوکا دیتے تھے، یا اسی طرح کی کوئی بات کہے، تو وہ بھی ''مرتد'' شمار ہوگا، جس کا قتل واجب ہوگا، اگر وہ توبہ نہ کرے، پھر اگر وہ توبہ کرلے، تو اس کی توبہ کو قبول کیا جائے گا، اور ہم اس کے اسلام کا حکم لگائیں گے (موسوعة الفقه الاسلامی)

اس سے معلوم ہوا کہ سابُّ اللہ اور سابِّ رسول کے متعلق، شیخ موصوف کی رائے، توبہ، قبول ہونے کی ہے۔

صالح بن فوزان کا حوالہ

شیخ صالح بن فوزان بن عبداللہ الفوزان فرماتے ہیں کہ:

وقد اختلف العلماء رحمهم الله فى حكم قبول توبة من سب الله تعالى أو سب رسوله صلى الله عليه وسلم.

فقال بعضهم: لا تقبل توبته فى أحكام الدنيا كترك قتله وتوريثه والتوريث منه، وإنما يقتل على كل حال؛ لعظم ذنبه وفساد عقيدته واستخفافه بالله تعالى.

والقول الثانى: أنه تقبل توبته؛ لقوله تعالى: (قل للذين كفروا إن ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف) (الملخص الفقهى، ج٢ ص ١٧٥، كتاب الحدود والتعزيرات، باب فى احكام الردة)

ترجمہ: علمائے کرام رحمہم اللہ کا اس شخص کی توبہ کے حکم میں اختلاف ہے، جو اللہ

تعالیٰ کو سب وشتم کرے، یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے۔
بعض حضرات نے فرمایا کہ دنیا کے احکام میں اس کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا، مثلاً اس کے قتل کو ترک کرنا، اور اس کی وراثت ومیراث کا جاری ہونا، بس اس کو ہر حال میں قتل کیا جائے گا، اس گناہ کے عظیم ہونے، اور اس کے عقیدے کے فاسد ہونے، اور اللہ تعالیٰ کا استخفاف کرنے کی وجہ سے۔
اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کی توبہ کو قبول کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ کے (سورہ انفال میں) اس قول کی وجہ سے کہ ''**قل للذين كفروا إن ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف** '' (الملخص الفقهی)
اس سے بھی معلوم ہوا کہ سابُّ اللہ وسابِّ رسول کی توبہ کے قبول ہونے نہ ہونے کے دونوں ہی قول ہیں۔

''علی بن نایف شحود'' کا حوالہ

عرب کے مشہور شیخ علی بن نایف شحود فرماتے ہیں کہ:

ومن سب النبى صلى الله عليه وسلم صريحاً، أو عرض بمقامه الكريم، أو سب نبياً من الأنبياء، أو سب جبريل وميكائيل، فقد اختلف فيه قولين: أحدهما أنه يقتل حداً ولا تقبل توبته، كما يقول المالكية.

ثانيها: أن حكمه حكم المرتد الذى سب خالقه، فإن تاب وإلا قتل، وهذا هو الذهب الذى عليه المعمول، وإن كان سب الرسول صلى اللّه وعليه وسلم من أشنع الجرائم وأقبحها وأن الذى يقدم عليه وعنده مثقال ذرة من العقل لا يرجى منه خير

فإعدامه خير من بقائه (المفصل فی شرح حديث من بدل دينه فاقتلوه، إعداد: علی بن نايف الشحود، ج ۲ ص ۵۴، الباب الثالث اقوال الفقهاء، حكم نكاح المرتد عن دينه من الزوجين)

ترجمہ: اور جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صراحتاً سب وشتم کرے، یا آپ کے مقامِ کریم میں تعریض کرے، یا نبیوں میں سے کسی نبی پر سب وشتم کرے، یا جبریل اور میکائل کو سب وشتم کرے، تو اس میں دو مختلف قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس کو حَد کے طور پر قتل کیا جائے گا، اور اس کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ مالکیہ فرماتے ہیں۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا حکم، مرتد کا حکم ہے، جس نے اپنے خالق کو سب وشتم کیا، اگر وہ توبہ کرلے، تو ٹھیک ہے، ورنہ اس کو قتل کیا جائے گا، اور اسی قول پر عمل جاری ہے، اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنا، انتہائی قبیح ترین جرم ہے، اور جس کے پاس ذرہ برابر بھی عقل ہو، وہ یہ حرکت نہیں کرسکتا، اور ایسے شخص سے خیر کی امید نہیں کی جاسکتی، اور اس کا معدوم کردینا، اس کے باقی رہنے سے بہتر ہے (المفصل)

اس قسم کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض حنابلہ اور ان کی طرف منسوب متعدد اہلِ علم حضرات، سابِّ رسول کی توبہ قبول ہونے کی طرف بھی رجحان رکھتے ہیں، اور حنابلہ کے نزدیک قبولِ توبہ کا قول بالکل شاذ اور مرجوح درجے کا نہیں ہے، وہ الگ بات ہے کہ کسی کے نزدیک یہ قول مرجوح اور حنابلہ کا غیر مشہور قول ہو۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ تعریضاً سب وشتم کرنے کو بعض فقہاء تو تصریحاً سب وشتم میں داخل مانتے ہیں، لیکن حنفیہ کے نزدیک قابلِ تاویل امور میں احتیاط کا پہلو زیادہ ملحوظ ہوتا ہے، جیسا کہ آگے حنفیہ کی عبارات کے ضمن میں آتا ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم.

(فصل نمبر3)

شافعیہ کی عبارات وحوالہ جات

''سابِّ رسول'' کی توبہ قبول کیے جانے کے متعلق شافعیہ کا مشہور مذہب، تائب ہونے اور تجدیدِ ایمان کی صورت میں توبہ قبول کیے جانے کا ہے، البتہ اگر کسی مسلمان کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر زنا کی ''قذفِ صریح'' ہو، تو اس میں شافعیہ کے مختلف اقوال ہیں، لیکن محققینِ شافعیہ نے اس صورت میں بھی اسلام لانے کے بعد قتل کی سزا کے ساقط ہونے کو ترجیح دی ہے، جبکہ بعض شافعیہ نے اسّی کوڑوں کی سزا، یا کوئی دوسری تعزیر قائم کرنے کا پھر بھی حکم فرمایا ہے۔

اس سلسلے میں شافعیہ کی چند عبارات وحوالہ جات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

امام نووی کا حوالہ

امام نووی شافعی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:676ہجری) ''المجموع شرح المهذب''میں فرماتے ہیں کہ:

ونقل ابن المنذر الاتفاق على أن من سب النبى صلى الله عليه وسلم صريحا وجب قتله .

ونقل أبو بكر الفارسى أحد ائمة الشافعية فى كتاب الاجماع أن من سب النبى صلى الله عليه وسلم بما هو قذف صريح كفر باتفاق العلماء، فلو تاب لم يسقط عنه القتل، لان حد قذفه القتل وحد القذف لا يسقط بالتوبة، وخالفه القفال فقال كفر بالسب

فسقط القتل بالاسلام.

وقال الصيدلاني يزول القتل ويجب حد القذف (المجموع شرح المهذب، ج ۱۹ ص ۴۲۶، ۴۲۷، كتاب السير، باب عقد الذمة)

ترجمہ: اور ابنِ منذر نے اس بات پر اتفاق نقل کیا ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صریح طور پر سب وشتم کرے، تو اس کا قتل واجب ہوگا۔

اور ابو بکر فارسی، جو شافعیہ مذہب کے ائمہ میں سے ایک ہیں، انہوں نے کتابُ الاجماع میں یہ بات بیان کی ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صریح تہمت لگائے، تو وہ علماء کی اتفاقِ رائے کے مطابق کفر ہے۔ [1]

پھر اگر وہ توبہ کرلے، تو اس سے قتل ساقط نہیں ہوگا، کیونکہ اس (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمت لگانے) کی حدِ قذف، قتل ہے، اور حدِ قذف، توبہ سے ساقط نہیں ہوگی، لیکن ''قفال'' نے ان کی مخالفت کی ہے، اور انہوں نے فرمایا کہ یہ سب وشتم کی وجہ سے کفر ہے، لہٰذا اسلام لانے سے قتل ساقط ہوجائے گا۔

اور صیدلانی نے فرمایا کہ اسلام لانے سے قتل تو زائل ہوجائے گا، لیکن کوڑوں کی شکل میں حدِ قذف پھر بھی واجب ہوگی (المجموع شرح المهذب)

امام نووی رحمہ اللہ نے، شافعیہ کے مذکورہ اقوال کو مجمل انداز میں بیان کیا ہے، جبکہ دیگر شافعیہ نے ان اقوال کی تفصیل وتشریح بیان کی ہے، اور ان اقوال میں سے ضعیف اقوال کی طرف اشارہ بھی کیا ہے، نیز ابو بکر فارسی کے قول اور اجماع کی حقیقت پر بھی محققانہ کلام کیا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

''نهايةُ المطلب فی دراية المذهب'' کا حوالہ

ابو المعالی امامُ الحرمین عبدالملک بن عبداللہ جوینی شافعی (المتوفٰی: 478ہجری) فرماتے ہیں کہ:

---

[1] معلوم ہوا کہ صریح تہمت، باتفاق، کفر ہے، اور غیر صریح پر اتفاق نہیں۔ کمامر۔ محمد رضوان

فـلـو سـب شـقـى النبى صلى الله عليه وسلم، ثم تاب، فإن قلنا: لا يسـقـط الـقتـل كـما ذكره الفارسى، فلا بعد، وللرسول صلى الله عـليه وسلم عصبات من بنى أعمامه، فلو سلكنا بهذا مسلك حد الـقـذف، فيلزم سقوطه بإسقاط الورثة، وإن قيل لا ينحصر ورثته، فيـجـب أن يتـوقف استيـفـاء الـحـد على طلب واحد؛ فإن ذلك مـمـكـن، والاجتماع ليس شرطا فى الطلب، ويلزم أن يخرج هذا على الخلاف فى قذف محصن ليس له وارث خاص.

وهذا خبط وتخليط، ولا يتجه عندنا إلا مسلكان:

أحـدهـمـا – مـا قـالـه الفارسى وهو فى نهاية الحسن، ولكنه مبهم بـعـد؛ فـإنه أطلق فقال: حـد مـن يسبـه الـقتل، وهذا فيه نظر؛ فإن الـحـدود لا تثبـت بـالرأى، وقد ورد فى الأخبار: " مـن سب نبيا فـاقتـلـوه، ومـن سب أصحابه فاجلدوه "ولـكن مع هذا لا يمكن القضاء بكونه حد قذف، ولكنه هو قتل بسبب هو ردة، وهو متعلق بتـعـظيـم رسـول الـلـه صلى الله عليه وسلم، ولا تصح التوبة عما يتعلق بحق الآدمى، وهذا مراد الفارسى .هذا مسلك.

والآخـر – أنـه ردـة، والتـوبة عـنه كالتوبة عن الردة، والوقيعة فى رسول الله صلى الله عليه وسلم كذكر الله تعالى بالسوء.

فإن قال قائل: أحبـطتم حكم قذفه بالتوبة قلنا: قدره أعلى من أن يـجـعـل سبـه كـسـب غيره، وإذا جعلنا سبه ردة، فليس بعد ذلك مـرتبة، ثـم إن عـظـم سـقـوط مـوجـب الردة على إنسان، عورض بالردة بذكر الله تعالى بالسوء.

ومـا ذكـره الـصيـدلانـى مـن بـقاء ثمانين جلدة تعرض منه لقياس

جزئی فی الفقه، ولیس هذا موضعه، والدلیل علیه أنه لو لم یتب، للزم أن یجلد، ویقتل: الجلد لقذفه والقتل لردته، هذا منتهی المراد فی ذلک (نهایة المطلب فی درایة المذهب، ۱۸ ص۴۷، ۴۸، کتاب الجزیة، باب الجزیة علی أهل الکتاب)

ترجمہ: پس اگر کوئی بدبخت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، پھر وہ توبہ کرلے،تو اگر ہم یہ کہیں کہ قتل ساقط نہیں ہوگا،جیسا کہ اس کو فارسی نے ذکر کیا ہے، تو بھی بعید نہیں ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چچا زاد اولاد میں سے عصبات موجود ہیں، پس اگر ہم اس کو ''حدِ قذف'' کے قائم مقام قرار دیں،تو یہ وارثوں کے ساقط کرنے سے ساقط ہوجائے گی،اور اگر یہ کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ورثاء محدود نہیں ہیں،تو ضروری ہوگا کہ حد کا جاری کرنا،کسی ایک وارث کے طلب کرنے پر موقوف ہو،اور یہ بات ممکن ہے،اور تمام وارثوں کا جمع ہونا،حد کو طلب کرنے میں شرط نہیں،اور ضروری ہوگا کہ اس مسئلے کی اس اختلافی مسئلے پر تخریج کی جائے، جو ایسے پاک دامن کو تہمت لگانے کا مسئلہ ہے،جس کا کوئی خاص وارث نہ ہو۔

لیکن یہ خبط اور خلط والتباس ہے، اور ہمارے (یعنی شافعیہ کے) نزدیک دو ہی مسلک صحیح بیٹھتے ہیں:

ایکؔ وہ ،جس کو فارسی نے کہا ہے، اور یہ نہایت عمدہ مسلک ہے،لیکن اس کے باوجود یہ مبہم ہے، کیونکہ انہوں نے مطلق قول کیا ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ ''جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے،تو اس پر قتل کی حَد لگائی جائے گی''

مگر اس میں نظر ہے، کیونکہ حدود، رائے سے ثابت نہیں ہوتیں۔ [۱]

---

[۱] اور یہاں کوئی مستقل دلیل، حدِ ارتداد کے علاوہ کسی دوسری حد کی ثابت نہیں۔محمد رضوان

البتہ احادیث میں یہ بات وارد ہوئی ہے کہ:

”من سب نبیا فاقتلوہ، ومن سب أصحابه فاجلدوہ“

لیکن اس کے باوجود اس کے حدِ قذف ہونے کا فیصلہ کرنا ممکن نہیں، بلکہ یہ وہ قتل ہے، جو ارتداد کی وجہ سے لازم آیا ہے، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے ساتھ وابستہ ہے، اور جس چیز کا تعلق آدمی کے حق سے ہو، اس کی توبہ صحیح نہیں ہوتی، فارسی کی مراد یہی ہے، ایک تو مسلک یہ ہے۔ [۱]

اور دوسرا مسلک یہ ہے کہ یہ فعل، باعثِ ارتداد ہے، اور اس کی توبہ، ارتداد سے توبہ کی طرح ہی (اسلام لانا) ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں، بے ادبی کرنا، ایسا ہی حکم رکھتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا برائی کے ساتھ ذکر کرنا۔ [۲]

پھر اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ تم نے اس کی تہمت کے حکم کو توبہ سے ساقط کر دیا (جو کہ درست نہیں) تو ہم جواب میں کہیں گے کہ اس یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے کا درجہ، کسی دوسرے کو سب وشتم کرنے سے زیادہ ہے کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب وشتم کرنے کو، ارتداد قرار دیا، پس اس کے بعد کوئی اور درجہ نہیں ہے، پھر کسی انسان پر ردت کے حکم کے سقوط کا معظم ہونا، اللہ تعالیٰ کے برائی

---

[۱] اور یہ حکم اس وقت ہے، جبکہ درج بالا حدیث کو سند کے اعتبار سے معتبر مانا جائے، دراں حالیکہ اس حدیث کی سند محلِّ کلام ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے، دوسرے، اگر اس حدیث کو سند کے اعتبار سے قابلِ حجت بھی مانا جائے، تو جس طرح دین کو بدلنے والے یعنی مرتد ہونے والے کے لیے، معتبر حدیث میں قتل کا حکم آیا ہے، ”فی قوله علیه الصلاة والسلام ”من بدل دینه ، فاقتلوہ“ مگر اس کے باوجود تائب ہونے اور رجوع کرنے والے کے قتل کا حکم ساقط ہوجاتا ہے، اسی طریقہ سے مذکورہ حدیث میں بھی قتل کے حکم کو، سب وشتم پر متفرع کیا گیا ہے، لہٰذا یہاں بھی سب وشتم سے رجوع کرنے اور تائب ہونے والے کے لیے، قتل کا حکم ساقط ہونا چاہئے، اور اس میں بھی کوئی شبہ نہ ہونا چاہئے۔ محمد رضوان۔

[۲] لہٰذا اس مسلک کے مطابق توبہ سے حدِ ارتداد، ساقط ہوجائے گی، جیسا کہ اللہ کے تمام حقوق کا معاملہ ہے۔ محمد رضوان۔

کے ساتھ ذکر کرنے کے معارض ہے۔ [1]

اور جو صیدلانی نے اس کے بعد اسّی کوڑے باقی رہ جانے کا ذکر کیا ہے، تو وہ ایک فقہ کے جزئی مسئلہ پر قیاس کر کے پیش کیا گیا ہے، جس کا یہ موقع محل نہیں ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ توبہ نہ کرے، تو لازم آتا ہے کہ اس کو کوڑے لگائے جائیں، اور اس کو قتل کیا جائے، کوڑے تو تہمت کی وجہ سے لگائے جائیں، اور قتل ارتداد کی وجہ سے کیا جائے، یہ اس سلسلہ میں ان کی مراد کی انتہاء ہے (نهاية المطلب)

امامُ الحرمین کے مذکورہ کلام سے معلوم ہوا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے اور قذف لگانے والے کے اسلام لانے سے سقوطِ حد کا رجحان رکھتے ہیں، عام اس سے کہ وہ حدِ ارتداد ہو، یا حدِ قذف ہو۔

اور اس کے برخلاف اقوال کو وہ شرعی قواعد پر منطبق ہونے میں مشکل محسوس فرماتے ہیں۔

امام غزالی کا حوالہ

امام ابو حامد غزالی شافعی رحمہ اللہ (المتوفیٰ :505 ہجری) فرماتے ہیں کہ:

فإن قيل فالمسلم إن طول لسانه فى الرسول فما حكمه قلنا إن كذب عليه عذر وإن كذبه فهو مرتد فيقتل إلا أن يتوب و كذلك كل تعرض فيه استهزاء فهو ردة.

ولو نسبه إلى الزنا فهذا القذف كفر بالإتفاق فلو تاب ففيه ثلاثة أوجه :

أحدها وهو اختيار الفارسى أنه يقتل إذ حد قذف الرسول قتل فلا

---

[1] مطلب یہ ہے کہ عام حدِ قذف کی سزا تو، اسی کوڑے ہے، اور یہ انہدامِ اسلام کا باعث نہیں، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ''قذف'' کی سزا، حدِ ارتداد ہے، جس کا درجہ عام حدِ قذف سے زیادہ ہے، اور اس سے بڑی سزا اور کیا ہو سکتی ہے، اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قذف کی وجہ سے لازم آنے والی ردت کے سقوط کو اللہ پر سب وشتم کرنے اور اللہ پر اتخاذِ صاحبہ اور اتخاذِ ولد کی قذف سے بھی زیادہ درجہ دیا جائے، تو یہ درست نہیں۔ محمد رضوان۔

يسقط الحد بالتوبة وفى الخبر من سب نبيا فاقتلوه ومن سب أصحابه فاجلدوه.

والثانى وهو اختيار القفال والأستاذ أبى إسحاق أنه لا شىء عليه لأن القتل صار مغمورا فى الكفر فيسقط أثره بالإسلام .

والثالث وهو الذى ذكره الصيدلانى رحمه الله أنه يسقط القتل وتبقى ثمانون جلدة للحد وهذا يلزمه أن يجلد قبل القتل إذا لم يتب كالمرتد إذا قذف والإلتفات إلى هذا القياس الجروى فى مثل هذا المقام بعيد.

ثم إن قلنا ثبت حد القذف فلو عفا واحد من بنى أعمامه ينبغى أن يسقط أو نقول هم لا ينحصرون فهو كقذف ميت لا وارث له وكذلك فى قتل مثله قولان أحدهما أنه لا قصاص إذ فى المسلمين صبيان ولأنه إن وجب على الإمام الإستيفاء ضاهى الحد وبطل خاصية القصاص وإن جاز له العفو فهو بعيد والثانى أنه يجب إذ يؤدى إلى إبطال عصمة من لا وارث له فينقدح أيضا القولان فى قذف من لا وارث له(الوسيط فى المذهب، ج۷، ص۸۷، ۸۸،النظر الثانى فى أحكام عقد الذمة)

ترجمہ: پس اگر کہا جائے کہ مسلمان، اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں زبان درازی کرے، تو اس کا کیا حکم ہے؟ ہم جواب میں کہیں گے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جھوٹ کہے (یعنی کوئی جھوٹی حدیث بیان کرے) تو اس کو (کفر کے اعتبار سے) معذور قرار دیا جائے گا، اور اگر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرے، تو وہ مرتد ہے، اور اس کو قتل کیا جائے گا، مگر یہ کہ وہ توبہ کرے، اور یہی حکم

ہر اس چیز کا ہے، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا استہزاء لازم آئے کہ یہ فعل باعثِ ارتداد ہے۔ [1]

اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ''زنا'' کی نسبت کرے، تو یہ تہمت بالاتفاق کفر ہے، پھر اگر توبہ کر لے، تو اس میں تین قول ہیں:

ایک قول فارسی کا اختیار کردہ ہے کہ اس کو قتل کیا جائے گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تہمت لگانے کی حد قتل ہے، جو توبہ سے ساقط نہیں ہوگی، اور حدیث میں ہے کہ جو نبی کو سب وشتم کرے، تو تم اس کو قتل کردو، اور جو صحابہ کو سب وشتم کرے، تو اس کو کوڑے لگاؤ۔ [2]

اور دوسرا قول، قفال اور استاذ ابو اسحاق کا اختیار کردہ ہے کہ اس پر کچھ بھی واجب نہیں، کیونکہ ''قتل'' دراصل ''کفر'' میں داخل تھا، جس کا اثر، اسلام لانے سے ساقط ہو جائے گا۔ [3]

اور تیسرا قول، وہ ہے جس کو صیدلانی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ قتل ساقط ہو جائے گا، اور اسّی (80) کوڑے حد کی وجہ سے باقی رہ جائیں گے، اور یہ اسّی (80) کوڑے، اگر اس نے توبہ نہیں کی، تو قتل سے پہلے اس کو لازم ہوں گے، جیسا کہ مرتد اگر تہمت لگائے۔

لیکن اس جیسے مقام میں اس قیاس کو جاری کرنے کی طرف توجہ کرنا بعید ہے۔ [4]

پھر اگر ہم یہ کہیں کہ حدِ قذف ثابت ہوگئی، تو اگر آپ کی چچازاد اولاد میں سے کوئی

---

[1] اس میں بالیقین، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنا بھی داخل ہے، اور اس کی علت استہزاء سے کم نہیں، جہاں تک قذفِ صریح کا تعلق ہے، تو اس کا ذکر آگے آتا ہے۔ محمد رضوان۔

[2] اس حدیث کی سند اور اس کے معنیٰ پر کلام متعدد مقامات پر ذکر کیا جا چکا ہے اور آگے بھی آتا ہے۔ محمد رضوان۔

[3] اور اس کی دلیل وہ نصوص ہیں، جن میں اسلام لانے کے بعد، ماقبل کے گناہوں کے منہدم کرنے کا ذکر آیا ہے، جس میں کفر وشرک کا انہدام بھی داخل ہے۔ محمد رضوان۔

[4] مطلب یہ ہے کہ اسّی (80) کوڑوں کی حد کو ایک ضعیف قیاس سے ثابت کرنا، بعید اور کمزور بات ہے۔ محمد رضوان۔

معاف کردے، تو ضروری ہے کہ وہ ساقط ہوجائے، یا ہم یہ کہیں کہ آپ کے اولیاء، لاتعداد ہیں، جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا، تو یہ ایسی میت کو تہمت لگانے کے مثل ہوگا، جس کا کوئی وارث نہ ہو، اور اسی طریقے سے اس جیسے شخص کے قتل کرنے میں دو قول ہیں، ایک یہ کہ قصاص نہیں ہوگا، جب مسلمانوں کے دو بچے ہوں، اور ایک وجہ یہ ہے کہ اگر امام پر اس کا قصاص لینا واجب ہو، تو "حد" ضائع ہوجائے گی، اور قصاص کی خاصیت باطل ہوجائے گی، اور اگر امام کو معاف کرنا جائز ہو، تو یہ بعید ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ قصاص واجب ہوگا، اس صورت میں جس کا کوئی وارث نہ ہو، اس کی عصمت کو باطل کرنے کی طرف پہنچادے گا، اس صورت میں بھی دونوں قول، جس کا کوئی وارث نہ ہو، اس کی حدِ قذف میں باعثِ قدح ہوں گے (الوسیط)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ شافعیہ کے نزدیک، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہر قسم کی گستاخی کرنا "قذف" نہیں، جب تک کہ "زنا" کی نسبت نہ کی جائے، بلکہ یہ فعل، باعثِ کفر وارتداد ہے، اور اس صورت میں اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔

لیکن اگر "زنا" کی تہمت لگائے، تو پھر اس میں مختلف اقوال ہیں، جو اشتباہ اور اشکال سے خالی نہیں، اور زیادہ منقح یہی ہے کہ اسلام لانے سے ہر قسم کی حد ساقط ہوجائے گی۔

امام تقی الدین شافعی رحمہ اللہ کی طرف سے اس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

"شرح مشکلُ الوسیط" کا حوالہ

ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمٰن ابنِ صلاح (المتوفی: 643ہجری) نے "شرح مشکلُ الوسیط" میں اس مسئلے اور مذکورہ عبارت کی مزید توضیح کی ہے۔ [1]

---

[1] قوله:" وفي بعض الخبر " من سب نبيا فاقتلوه، ومن سب أصحابه فاجلدوه "هذا حديث لا يعرف .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

’’الکوثرُ الجاری ‘‘ کا حوالہ

احمد بن اسماعیل کورانی شافعی (المتوفی:893ہجری) فرماتے ہیں کہ:

واختلف العلماء فيمن سب رسول الله -صلى الله عليه وسلم - صريحا أو تعريضا ،هل تقبل توبته أصلا ولا يفصل القول فيه، إن كان ذميا يقتل حتما عند مالك وأحمد فى رواية عن الشافعي، ويعزر عند الحنفية .وإن كان مسلما يقتل إن لم يتب، وكذا إن

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ذكر أن اختيار القفال، موافق لاختيار الأستاذ أبى إسحاق الإسفرايني .
وذكر شيخه أن القفال وافق الشيخ أبا بكر الفارسي ، فى قوله المذكور والله أعلم .
قوله: فيمن قذف رسول الله – صلى الله عليه وسلم – حاشاه – صلى الله عليه وسلم –، ثم تاب "إن قلنا: ثبت حد القذف، فلو عفى واحد من بنى أعمامه، ينبغي أن يسقط، أو نقول هم لا ينحصرون فهو كقذف ميت لا وارث له. "
هذان احتمالان تردد بينهما، ففى الأول علق السقوط بعفو بعض الورثة ومفهوم ذلك أنه إذا لم يعف أحد منهم لم يسقط، وفى الاحتمال الثانى إثبات السقوط على قول من الأصل غير متوقف على عفو أحد.
قوله:" واحد من بنى أعمامه"
ينبغي أن يحمل على العباسيين، والعلويين خاصة؛ لأنهم هم الذين ينتهى إليهم الإرث ممن ثبت الإرث لمثله عند موته – صلى الله عليه وسلم –.
ثم إن أصل هذا التوارث معترض لما عرف من أنه – صلى الله عليه وسلم –، لم يورث غير العلم، وثبت فى الصحيحين من حديث عمر وغيره – رضى الله عنهم – أن رسول الله – صلى الله عليه وسلم – قال إنا لا نورث ما تركنا صدقة، إن الأنبياء لا تورث) والله أعلم.
قوله: فى التعليل الثانى لإسقاط قصاص من لا وارث له "وإن جاز له العفو فهو بعيد "يوجه بما ذكره شيخه فى كتاب اللقيط من أن الولى لا يملك العفو عن القصاص، لا على مال، ولا على غير مال، إلا أن هذا ضعيف فإن هذا القصاص ليس على قياس غيره، فإنه جاز استيفاؤه للولى فيه وهو الإمام بخلاف ولى الصبى وأشباهه .والسبب فيه أن المولى عليه هناك يرجى له أن يصير أهلا لأن يستوفيه بنفسه بخلاف ما ها هنا، ولقد أوضحت من هذا الفصل ما هو مشكل جدا فى كلامه، وكلام شيخه، (والله المحمود وهو أعلم)(شرح مشكل الوسيط، ج۴ص۱۵۷ الیٰ ۱۶۰، ومن كتاب الجزية)

تاب قاله الخطابی وغیره من الشافعية، وهو المنقول عن مالک. والظاهر من النصوص قبول توبته لأنها تجب ما قبلها مطلقا لا يعارضه حديث(الكوثر الجاری إلى رياض أحاديث البخاری، ج ۱۰، ص ۴۲۶، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم،باب إذا عرض الذمی وغيره بسب النبی - صلى الله عليه وسلم -ولم يصرح نحو قوله السام عليك)

ترجمہ: اور علماء کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صراحتاً، یا تعریضاً سب وشتم کرنے والے کے متعلق اختلاف ہے کہ کیا اس کی توبہ قبول کی جائے گی، اور اس میں کوئی قولِ فیصل نہیں ہے (یعنی سب کا اتفاق نہیں ہے، بلکہ اختلاف ہے) اگر وہ ذمی ہو، تو امام مالک اور امام احمد کے نزدیک، اور امام شافعی کی ایک روایت کے مطابق، اس کو بہر حال قتل کیا جائے گا، اور حنفیہ کے نزدیک اس کی تعزیر کی جائے گی۔ [1]

اور اگر وہ مسلمان ہو، اور توبہ نہ کرے، تو اس کو قتل کیا جائے گا، اور اسی طریقے سے اگر توبہ کرلے، تو بھی اسے قتل کیا جائے گا، یہ قول شافعیہ وغیرہ میں سے خطابی کا ہے، اور امام مالک سے بھی یہی منقول ہے۔

اور نصوص سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس کی توبہ کو قبول کیا جائے گا، کیونکہ توبہ اپنے سے ماقبل کو مطلقاً ساقط کردیتی ہے، جس کے مقابلے میں کوئی حدیث نہیں ہے (الكوثر الجاری)

اس سے معلوم ہوا کہ شافعیہ کے نزدیک اگر سابِّ رسول مسلمان ہو، تو اسلام لانے اور توبہ کرنے پر، اس کی توبہ کو قبول کیا جائے گا، نصوص سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے، اور اس کے مقابلہ میں کوئی معتبر نص موجود نہیں۔

---

[1] جو امامُ المسلمین، یا اس کے مجاز نمائندہ کی رائے کے مطابق، قتل کی صورت میں بھی ہوسکتی ہے، اور اس سے کم درجہ کی بھی ہوسکتی ہے، جیسا کہ آگے تیسرے باب میں تفصیل آتی ہے۔ محمد رضوان۔

لٰہذا مذکورہ رائے کے مطابق مالکیہ کا قول، راجح نہیں۔

’’السیفُ المسلول‘‘ کا حوالہ

جس طرح سے حنابلہ میں علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 728ہجری) نے مبحوث فیہ مسئلہ پر’’الصارمُ المسلول ‘‘کے نام سے ایک مستقل کتاب تالیف کی، اسی طرح سے شافعیہ میں سے اسی زمانے میں امام تقی الدین سبکی (المتوفیٰ: 756ہجری) نے بھی اس موضوع پر ’’السیفُ المسلول ‘‘کے نام سے ایک مستقل مفصل ومدلل کتاب تالیف فرمائی، جس میں انہوں نے علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے مقابلہ میں سابِ رسول کی توبہ قبول ہونے کے کچھ پہلوؤں پر زیادہ تحقیق وتفصیل بیان فرمائی، جو محققانہ ومعتدلانہ بلکہ فقیہانہ ذوق کی حامل ہے، اور تحقیق کا ذوق رکھنے والے اہلِ علم حضرات کے لیے قابلِ ملاحظہ ہے۔

امام تقی الدین سبکی شافعی رحمہ اللہ کی اس کتاب کے چند اہم اقتباسات آگے ذکر کیے جاتے ہیں۔

امام تقی الدین سبکی ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

وقد نقل القاضی حسین من الشافعیة عن أبی بکر الفارسی أنه قال: أجمعت الأمة علی أن من سب النبی صلی الله علیه وسلم یقتل حدا .قال: وإنما ذاک لأن من سب النبی صلی الله علیه وسلم فقد خرج عن الإیمان، والمرتد یقتل حدا، فإن تاب یجب أن تقبل توبته.

وقال الرویانی: ذکر أبو بکر الفارسی أن الأمة أجمعت علی أن من شتم رسول الله صلی الله علیه وسلم فحدة القتل، بخلاف ما لو قذف غیره یحد ثمانین.

قال الرويانى: قال أصحابنا: معناه أن بقذفه يكفر فيقتل بالردة، وقتل المرتد حد يسقط بإسلامه، وإذا أسلم هنا بقى حد القذف عليه ثمانون، لأن من قذف غيره ثم ارتد ثم أسلم فحد القذف عليه باق.

وقيل: أراد به أنه يقتل حدا لأن النبى صلى الله عليه وسلم أمر بقتل ابن خطل، وهذا الاستدلال لا يصح، لأن ذاك كان مشركا لا أمان له، فلهذا قتل، بخلاف هذا .انتهى كلام الرويانى.

وسنعود إلى كلام الفارسى، وإنما قصدنا بذكره هنا قوله: إنه يقتل حدا، وحكايته الإجماع على ذلك، وموافقة القاضى حسين والرويانى والأصحاب له على تسميته حدا، وإن خالفوه فى شىء آخر نذكره فى سب الكافر إن شاء الله.

فقد تحرر من هذه المسألة أن الساب يقتل إن لم يتب حدا مع كفره، والخلاف هنا فى كونه حدا أو كفرا لفظى لا يكاد يظهر له فائدة فى هذا المحل، وإنما تظهر فائدة فى البحث وفى سب الكافر، وقد أشرنا إلى أنه لا يظهر له أثر فى قبول إسلامه، بل قد يكون حدا ويقبل إسلامه.

نعم، إذا أخذ بالنسبة إلى ما قاله الناس وأفهمه كلامهم وإشارة بعضهم إلى أن قتله حدا مستلزم لعدم سقوطه بالإسلام فقد يظهر أثره، ومحل الكلام على ذلك عند الكلام فى قبول توبته، ويظهر أيضا أثره فى هذا المحل فى شىء آخر، وهو أنا لا نعلم أحدا قال فيما إذا كان السب قذفا إنه يجمع فيه بين الجلد والقتل، وقد

يقال: لم لا جمع بينهما كما لو وجب عليه لشخص قصاص وحد قذف؟

وتحقيق الجواب عن هذا يرجع إلى تحرير ما كنا فيه، فنقول: إن قلنا: القتل لخصوص السب، وإن خصوص السب موجب للقتل من حيث هو سب، فيكون وجوب حد القذف به مخرجا على قاعدة، وهى: أن ما أوجب أعظم الأثرين بخصوصه هل يوجب أهونهما بعمومه؟، وعلى قاعدة أخرى، وهى: إذا اجتمع أمران من جنس واحد هل يدخل أحدهما فى الآخر؟

وعلى هاتين القاعدتين تتخرج مسائل:

منها :أن المنى يوجب خروجه الغسل، فهل يوجب مع ذلك الوضوء ؟ فيه خلاف، المشهور فى المذهب أنه لا يجب للقاعدة الأولى.

ومنها :زنا المحصن يوجب الرجم، ولا خلاف عندنا أنه لا يوجب الجلد، عملا بالقاعدة الأولى أيضا، وقد قال به بعض العلماء ، ويمكن أن يقال بأن موجب الجلد زنا البكر لا عموم الزنا.

ومنها :خروج الحيض يوجب الغسل والوضوء معا، وهو يرد على القاعدة الأولى.

ومنها :إذا وجب عليه وضوء وغسل أجزأه الغسل على ظاهر المذهب للقاعدة الثانية.

ومنها :إذا أحرم قارنا بالحج والعمرة دخلت أعمال العمرة فى أعمال الحج عندنا وعند جمهور العلماء للقاعدة الثانية.

جئنا إلى مسألتنا:

يمكن تخريجها على القاعدتين:

فيقال :يجب القتل وحده، ويسقط الحد .أما للقاعدة الأولى فإن هذا القذف الخاص أوجب القتل، وهو أعظم الأثرين بخصوص كونه في هذا المحل الخاص، فلا يوجب أهونهما وهو الجلد بعموم كونه قذفا.

أو يقال :إنهما وجبا، ولكن دخل الأصغر في الأكبر كما دخل الوضوء في الغسل، وكما دخلت العمرة في الحج.

أو يقال :إن القذف في هذا المحل الخاص حده القتل، فلا حاجة للتمسك بشيء من القاعدتين في إسقاط الجلد، لكن هذا يوجب تخصيص أنه القذف، ولا دليل عليه.

هذا كله إذا قلنا :القتل لخصوص السب من حيث كونه سبا، وإن قلنا :القتل به لكونه ردة فيحتمل أن تسلك المباحث المذكورة.

ويحتمل أن يقال :لا وجه حينئذ لسقوط الجلد، لأن المحذور على القاعدة الأولى أن يكون الشيء الواحد موجبا لشيئين، وهذا مفقود هنا على هذا التقدير، وإنما الموجب للجلد القذف، والموجب للقتل ما اشتمل عليه من الكفر.

ومع هذا كله فلا أعلم أحدا يوجب الجمع بين القتل والجلد في مسألتنا، وإنما الواجب قبل التوبة القتل وحده، وبعد التوبة، قال بعض أصحابنا :سقط القتل وبقي حد القذف، وهذا كأنه أعرض

عن القاعدة الأولى ولاحظ الثانية، فيجعل القذف موجبا لهما، فإن استوفى الأعظم دخل فيه الأصغر، وإلا انفرد الأصغر.

والمذهب سقوط الحد، وكأنه نظر إلى القاعدة الأولى وأنه لم يجب من أصله إلا القتل، فتخريج الوجهين على هذين المأخذين.

وأما الوجه الثالث القائل بأنه يقتل بعد الإسلام فسنذكر، وحينئذ لا يجلد معه كما قبل التوبة، ولم يقل أحد بإلغاء القاعدتين جميعا في هذا المحل، لأنه يلزم منه أن يجلد ويقتل قبل التوبة وكذا بعدها على وجه (السيف المسلول على من سب الرسول، ص١٥٦ الىٰ ١٦٠، الباب الاول فى حكم الساب من المسلمين، الفصل الأول: فى وجوب قتله،المسألة الثانية: فى أن قتل الساب للكفر أو للحد)

ترجمہ: اور شافعیہ میں سے قاضی حسین نے ابوبکر فارسی کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرے، تو اس کو ''حد'' کے طور پر قتل کیا جائے گا، اوراس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے کی وجہ سے ایمان سے خارج ہوجاتا ہے، اور مرتد کو حد کے طور پر قتل کیا جاتا ہے، پھر اگر وہ توبہ کرے، تو اس کی توبہ کا قبول کیا جانا واجب ہوتا ہے۔ [1]

اور رویانی نے فرمایا کہ ابوبکر فارسی نے امت کے اس بات پر اجماع کا ذکر کیا ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، تو اس کی ''حد'' قتل ہے، برخلاف اس کے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کو (زنا کی) تہمت لگائے کہ اس

[1] مطلب یہ ہے کہ ابوبکر فارسی نے جو حد کے طور پر قتل کا حکم بیان کیا، تو یہ ارتداد والی حد ہی ہے کہ مرتد کی سزا، جو قتل کی شکل میں مقرر ہے، وہ حد ہی ہے، لہٰذا اس کو ''حد'' کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ توبہ کرنے اور اسلام لانے سے ساقط نہ ہو، ورنہ تو ہر مرتد کا یہی حکم ہوتا کہ اس کا قتل، اسلام لانے سے ساقط نہ ہوتا۔ محمد رضوان۔

کو اسّی (80) کوڑے لگائے جاتے ہیں۔

رویانی نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب نے اس (ابوبکر فارسی کے قول) کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تہمت لگانے کی وجہ سے کفر لازم آ جاتا ہے، اور ارتداد کی وجہ سے قتل کیا جاتا ہے، اور مرتد کا قتل ایسی حد ہے، جو اسلام لانے سے ساقط ہو جاتی ہے، اور جب وہ یہاں اسلام لے آئے، تو اس پر اسّی (80) کوڑوں کی شکل میں حدِ قذف باقی رہ جاتی ہے، اس لیے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ پر تہمت لگائے، پھر وہ مرتد ہو جائے، پھر وہ اسلام لے آئے، تو اس پر حدِ قذف باقی ہوتی ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ ابوبکر فارسی کی مراد یہ ہے کہ اس کو حد کے طور پر قتل کیا جائے گا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ خطل کے قتل کا حکم فرمایا تھا (علامہ تقی الدین سبکی اس پر رَد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ) یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ ابنِ خطل مشرک تھا، جس کو امان حاصل نہیں تھا، اس وجہ سے اس کو قتل کیا گیا، بخلاف اس سابِّ رسول مسلمان کے، رویانی کا کلام ختم ہوا۔ [1]

اب ہم فارسی کے کلام کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور ہمارا مقصد یہاں پر فارسی کے حد کے طور پر قتل کیے جانے، اور اس پر اجماع کے منقول ہونے اور قاضی حسین اور رویانی اور ان کے دیگر اصحاب کے اس کا ''حد'' نام رکھنے کی موافقت پر کلام کرنا ہے، اگرچہ انہوں نے کسی دوسری چیز میں فارسی کی مخالفت کی ہو، جس کا ہم کافر کے سب وشتم کرنے کے مسئلے میں ان شاءاللہ ذکر کریں گے۔

پس اس مسئلے کے متعلق یہ بات ظاہر ہوگئی کہ سابِّ رسول، اگر توبہ نہ کرے، تو اس

---

[1] یعنی اگر کوئی مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرے، اور پھر تائب ہو کر اسلام لے آئے، اسے ابنِ خطل مشرک حربی پر قیاس کر کے قتل کا حکم صادر کرنا درست نہیں، کیونکہ ابنِ خطل حربی تھا اور اس کو امن حاصل ہی نہ تھا، اس کی مزید تفصیل تیسرے باب کی آخری فصل میں آتی ہے۔ محمد رضوان۔

کو، کفر کے ساتھ حد کے طور پر قتل کیا جائے گا، اور یہاں پر اختلاف اس کے حد، یا کفر ہونے میں لفظی ہے، جس کا کوئی فائدہ، اس محل میں اس مقام پر ظاہر نہیں ہوتا، البتہ اس کا فائدہ دوسری بحث میں، اور کافر کے سب وشتم کرنے میں ظاہر ہوتا ہے، اور ہم اس بات کی طرف بھی اشارہ کر چکے ہیں کہ اس کا اسلام قبول کرنے میں بھی اثر ظاہر نہیں ہوتا، کیونکہ بسا اوقات، قتل ''حد'' کے طور پر ہوتا ہے، لیکن اس کے اسلام کو قبول کیا جاتا ہے (چنانچہ ارتداد کی وجہ سے قتل کی سزا بھی حد ہے، لیکن اس کے باوجود مرتد کی توبہ کو قبول کیا جاتا ہے، اور اس کے قتل کی حَد، ساقط ہو جاتی ہے)

البتہ جب لوگوں کے قول کو لیا جاتا ہے، اور ان کے کلام سے جو کچھ انہوں نے سمجھا، اس کو لیا جاتا ہے، اور بعضوں کے اس طرف اشارے سے سمجھا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ اس کا قتل حد ہے، اور یہ اس بات کو مستلزم ہے کہ یہ قتل اسلام لانے سے ساقط نہیں ہوگا، لہٰذا اس کا اثر یہاں بھی ظاہر ہوگا، اور اس پر کلام کا موقع اس کی توبہ کے قبول ہونے میں کلام کا موقع ہے، اور اس کا اثر اس محل میں دوسری چیز میں بھی ظاہر ہوتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ ہم کسی کو نہیں جانتے کہ اس نے یہ بات کہی ہو کہ جب سب وشتم ''قذف'' ہو، تو اس میں کوڑے لگانے اور قتل کرنے کے درمیان جمع کیا جائے گا، البتہ بعض اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ اس میں کیونکر جمع نہیں کیا جاسکتا، جیسا کہ اگر کسی شخص پر ایک شخص کی وجہ سے قصاص واجب ہو، اور حدِ قذف بھی واجب ہوئی ہو؟

اور اس کا تحقیقی جواب اس تحریر کی طرف لوٹتا ہے، جس میں ہم ہیں، تو ہم کہتے ہیں کہ اگر ہم یہ کہیں کہ قتل خاص ''سبّ'' کی وجہ سے ہے، اور خاص ''سبّ'' قتل کا موجب ہے، اس وجہ سے کہ وہ ''سبّ'' ہے، تو حدِ قذف اسی کی وجہ سے واجب

ہوگی، جو ایک قاعدہ پرمبنی ہوگی، اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز دو اثروں میں سے خاص عظیم چیز کی وجہ سے واجب ہوئی ہو، کیا ان میں سے اھون چیز بھی اپنے عموم کے ساتھ واجب ہوگی۔

اور دوسرے اس قاعدے پرمبنی ہوگی کہ جب ایک جنس کے دو امر جمع ہوجائیں، تو کیا ان میں سے ایک، دوسرے میں داخل ہوجائے گا؟

اور ان مذکورہ دونوں قاعدوں پر چند مسائل کی تخریج ہوتی ہے:

ایک یہ کہ منی کا خروج، غسل کو واجب کرتا ہے، پس کیا اس کے ساتھ وضو کو بھی واجب کرتا ہے، اس میں اختلاف ہے، مشہور یہ ہے کہ وضو کو واجب نہیں کرتا، پہلے قاعدے کی وجہ سے۔ [1]

دوسرا یہ کہ محصن کا زنا، رجم کو واجب کرتا ہے، اور ہمارے نزدیک اس میں اختلاف نہیں کہ یہ کوڑوں کو واجب نہیں کرتا، پہلے قاعدے پر ہی عمل کرتے ہوئے، اسی کے بعض علماء قائل ہیں، اور یہ کہا جانا بھی ممکن ہے کہ کوڑے واجب کرنے کا سبب غیر شادی شدہ کا زنا کرنا ہے، نہ کہ عام زنا کرنا۔

تیسرا یہ کہ حیض کا خروج، غسل اور وضو کو ایک ساتھ واجب کرتا ہے، اور یہ مسئلہ پہلے قاعدے پر وارد ہوتا ہے۔

چوتھا یہ کہ جب کسی شخص پر وضو اور غسل دونوں واجب ہوجائیں، تو راجح مذہب کے مطابق اس کو غسل کافی ہوجاتا ہے، دوسرے قاعدے کی وجہ سے۔ [2]

پانچواں یہ کہ جب کوئی حج اور عمرہ کا قارِن بن کر احرام باندھے، تو ہمارے نزدیک

---

[1] اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز، دو اثروں میں سے خاص عظیم چیز کی وجہ سے واجب ہوئی ہو، تو کیا ان میں سے اھون چیز بھی اپنے عموم کے ساتھ واجب ہوگی؟ محمد رضوان۔

[2] اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ جب ایک جنس کے دو امر جمع ہوجائیں، تو کیا ان میں سے ایک امر، دوسرے امر میں داخل ہوجائے گا؟ محمد رضوان۔

عمرہ کے اعمال، حج کے اعمال میں داخل ہوجاتے ہیں، اور جمہور کے نزدیک بھی داخل ہوجاتے ہیں، دوسرے قاعدے ہی کی وجہ سے۔

اب (مذکورہ نظائر کے بعد) ہم اپنے مبحوث فیہ مسئلے کی طرف آتے ہیں، تو اس مبحوث فیہ مسئلہ کی تخریج مذکورہ دونوں قاعدوں پر ممکن ہے:

پس کہا جائے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے پر تنہا قتل واجب ہے، اور حد ساقط ہے، یا تو پہلے قاعدے کی وجہ سے، کیونکہ یہ قذفِ خاص ہے، جس نے قتل کو واجب کیا ہے، اور یہ دو اثروں میں زیادہ عظیم ہے، خاص طور پر اس کے اس محلِ خاص میں ہونے کی وجہ سے، تو ان دونوں میں سے اھون، جو کہ کوڑے لگانا ہے، وہ واجب نہیں ہوگا، اس کے عمومی قذف ہونے کی وجہ سے۔

یا یہ کہا جائے کہ یہ دونوں (یعنی قتل اور کوڑے) واجب ہوں گے، لیکن چھوٹی سزا، بڑی سزا میں داخل ہوجائے گی، جیسا کہ وضو، غسل میں داخل ہوتا ہے، اور جیسا کہ عمرہ، حج میں داخل ہوتا ہے۔

یا یہ کہا جائے کہ اس محلِ خاص میں قذف کی حد، قتل ہے (کوڑوں کی سزا، سِرے سے ہے ہی نہیں) اور اس صورت میں کوڑوں کی سزا کو ساقط کرنے کے لیے مذکورہ دونوں قاعدوں میں سے کسی چیز سے دلیل پکڑنے کی ضرورت نہیں ہوگی، لیکن یہ اس کے قذف ہونے کی تخصیص کو ثابت کرے گا، اور اس کی کوئی دلیل نہیں۔

یہ تمام حکم اس صورت میں ہے، جب ہم یہ کہیں کہ "قتل" خاص "سب وشتم" کی وجہ سے ہے، اس حیثیت سے کہ وہ سب وشتم ہے۔

اور اگر ہم یہ کہیں کہ "قتل" اس کے ارتداد کی وجہ سے ہے، تو پھر یہ بھی احتمال ہے کہ مذکورہ مباحث کو اختیار کیا جائے۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ کہا جائے کہ اس وقت میں کوڑوں کی سزا ساقط ہونے کی

وجہ سے اس کی ضرورت نہیں، کیونکہ پہلے قاعدے پر یہ محذور لازم تا ہے کہ ایک چیز، دو چیزوں کو ثابت کرنے کا سبب بنے، اور یہاں پر مذکورہ تقدیر کے مطابق یہ چیز مفقود ہے، بلکہ یہاں پر کوڑوں کی سزا کو واجب کرنے والی چیز قذف ہے، اور قتل کو واجب کرنے والی چیز وہ ہے، جو کفر پر مشتمل ہے (یعنی نبی کو سب وشتم کرنا) اور ان تمام باتوں کے باوجود، میرے علم میں نہیں کہ کسی نے ہمارے اس مسئلے میں ''قتل'' اور ''کوڑوں'' کی سزا کے جمع کرنے کو واجب کیا ہو، بلکہ توبہ سے پہلے تو صرف قتل واجب ہے، اور توبہ کے بعد ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ قتل ساقط ہوجائے گا، اور حدِ قذف باقی رہ جائے گی، اور ان حضرات نے گویا کہ پہلے قاعدے سے اعراض کیا، اور دوسرے قاعدے کا لحاظ کیا، پس انہوں نے قذف کو دونوں کے واجب ہونے کا سبب قرار دے دیا، پس اگر بڑی سزا پوری حاصل ہوگئی، تو اس میں چھوٹی سزا بھی داخل ہوگئی، ورنہ تو چھوٹی سزا تنہا باقی رہ گئی۔

اور شافعیہ کا اصل مذہب (توبہ کے بعد) حد کے ساقط ہونے کا ہے، جس میں گویا کہ پہلے قاعدے کی طرف نظر کی گئی ہے، کیونکہ بنیادی طور پر قتل ہی واجب ہوا تھا، تو دونوں قولوں کی تخریج ان ماخذوں پر ہی مبنی ہے۔

جہاں تک تیسرا قول ہے، جس کے مطابق اسلام لانے کے بعد بھی قتل کیا جائے گا، تو اس کو ہم آئندہ ذکر کریں گے، اور اس صورت میں قتل کے ساتھ کوڑے نہیں لگائے جائیں گے، جیسا کہ قتل سے پہلے کوڑے نہیں لگائے جائیں گے، اور کسی نے بھی اس موقع پر اکٹھے دونوں قاعدوں کو لغو کرنے کا قول نہیں کیا، کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ توبہ سے پہلے کوڑے بھی لگائے جائیں، اور قتل بھی کیا جائے، اور اسی طرح سے توبہ کے بعد بھی، ایک قول کے مطابق (السیفُ المسلول)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ توبہ کے بعد قتل معاف ہونے اور حدِّ قذف لازم نہ ہونے کا

قول ہی شافعیہ کے قواعد کے مطابق درست اور زیادہ راجح قرار پاتا ہے۔

’’السیفُ المسلول‘‘ کا دوسرا و تیسرا حوالہ

امام تقی الدین سبکی رحمہ اللہ، مذکورہ کتاب ہی میں مزید فرماتے ہیں کہ:

ولا خلاف أن توبته لا تكون بغير الإسلام، وحيث أطلقنا توبته فالمراد بها إذا أسلم (السيف المسلول على من سب الرسول، ص ١٦١، الباب الاول فى حكم الساب من المسلمين، الفصل الثانى: فى توبته واستتابته ،المسألة الأولى: فى قبوله توبته)

ترجمہ: اور اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس کی توبہ، اسلام کے بغیر نہیں ہوگی، اور جہاں ہم نے توبہ کا لفظ بولا ہے، تو اس سے مراد یہ ہے کہ جب وہ اسلام لے آئے (السیفُ المسلول)

نیز ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

لا شک أن من قال :لا تقبل توبته يقول :إنه لا يستتاب، وأما من قال بقبول توبته فظاهر كلامهم أنهم يقولون باستتابته كما يستتاب المرتد، بل هو فرد من أفراد المرتدين (السيف المسلول على من سب الرسول،ص ٢١٥ ،الباب الأول: الفصل الثانى: فى توبته واستتابته،المسألة الثانية: فى استتابة الساب)

ترجمہ: اس میں شک نہیں کہ جو حضرات توبہ قبول ہونے کے قائل نہیں ہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ اس سے توبہ کو طلب نہیں کیا جائے گا، اور جو حضرات توبہ قبول ہونے کے قائل ہیں تو ان کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اس سے اسی طرح سے توبہ کو طلب کیا جائے گا، جس طرح سے مرتد کی توبہ کو طلب کیا جاتا ہے، بلکہ یہ

مرتدین کے افراد میں سے ایک فرد ہے(السیفُ المسلول)

مذکورہ عبارات سے طلبِ توبہ اور قبولِ توبہ کی حقیقت اور ساتھ ہی مذکورہ مسئلہ میں توبہ کا طریقہ معلوم ہوا۔

''السیفُ المسلول'' کا چوتھا حوالہ

امام تقی الدین سبکی اسی کتاب میں فرماتے ہیں کہ:

وحينئذ تكون مسألتان:

إحداهما :السب بغير القذف، ولا خلاف بين الشافعية فى سقوطه بالإسلام.

والثانية :السب بالقذف، وهو محل الخلاف، والراجح فيه السقوط أيضا .هذا وجه من البحث بحسب ما يقتضيه كلام الرافعى.

ويحتمل أن يقال :إن الوجه الثالث القائل بجلد ثمانين لا يأتى فى غير القذف بلا إشكال، لكن يأتى بدله أنه يعزر، لأن القتل حق الرسالة المتعلقة بالربوبية، فيسقط بالإسلام، والحد والتعزير كلاهما حق البشرية، ويرد على هذا أن هذا البشر الخاص حده والعزيز لأجله إنما هو القتل.

والوجهان الآخران مطردان سواء أكان السب قذفا أم غيره، ومستند السقوط أنه ردة، ومستند عدم السقوط أنه حق آدمى .ألا ترى كلام الإمام حيث استعمل لفظ السب تارة ولفظ القذف أخرى وجرى على حكم واحد ولم يفرق بينهما فى الحكم

وتعليله بتعظيم قدر النبى صلى الله عليه وسلم وأن حق الآدمى لا يسقط بالتوبة.

ولهذا اختلفت عبارات الناقلين لكلام الفارسى، فالإمام ذكره بلفظ القذف، وصرح بعدم قبول التوبة، والقاضى الحسين ذكره بلفظ السب، واقتضاء كلامه قبول التوبة، واضطربت عبارة/ الناقلين لعبارة الفارسى، وسأجمعها عند الكلام فى الذمى، والذى يتعلق منها بهذا الموضع قد ذكرته.

فالمتخلص أن القاذف فى قبول توبته خلاف قوى، وليس فيها من حيث النقل ترجيح قوى، لكن الدليل يقتضيه لما ذكرته وأذكره إن شاء الله.

والساب غير القاذف أولى بقبول التوبة من القاذف.

وحاصل المنقول عند الشافعية أنه متى لم يسلم قتل قطعا، ومتى أسلم :فإن كان السب قذفًا فالأوجه الثلاثة :هل يقتل، أو يجلد، أو لا شیء .

إن كان السب غير قذف فلا أعرف فيه نقلاً للشافعية غير قبول توبته.

ويتجه تخريج وجهين، أحدهما :القتل، والثانى :التعزيز، ولكنى لم أجد من صرح بهما من الشافعية، وقد يفرق بأن التعزيز يدخل فى الحد كمقدمات الزنا مع الزنا، وأحد الحدين لا يدخل فى الآخر، فلذلک لم يدخل حد القذف فى القتل، هذا ما حضرنى نقلاً وبحثًا.

ولم أجد في مذهب الشافعي شيئًا غير هذا وغير قول الخطابي في "معالم السنن" :"إذا كان الساب ذميًا قال مالك :من شتم النبي صلى الله عليه وسلم من اليهود والنصارى قتل إلا أن يسلم، وكذا قال أحمد .وقال الشافعي :يقتل الذمي إذا سب النبي صلى الله عليه وسلم، وتبرأ منه الذمة .واحتج في ذلك بخبر كعب بن الأشرف، وحكى عن أبي حنيفة قال :لا يقتل الذمي بشتم النبي صلى الله عليه وسلم.

فهذا الكلام من الخطابي يشعر بأن الشافعي يقول بقتله ولو أسلم، وإذا كان ذلك في الذمي ففي المرتد أولى، إلا أن كلام الخطابي يمكن حمله على أنه أراد حكاية لفظ الشافعي، وهو ساكت عن حكمه إذا أسلم.

هذا ما وجدته للشافعية في ذلك، والحنفية في قبول التوبة قريب من الشافعية، ولا يوجد للحنفية غير قبول التوبة (السيف المسلول على من سب الرسول، ص ۱۷۲ الیٰ ۱۷۴ ، الباب الاول في حكم الساب من المسلمين، الفصل الثاني: في توبته واستتابته ،المسألة الأولى: في قبوله توبته)

ترجمہ: اور اس صورت میں دو مسئلے ہوں گے:

ایک یہ کہ سب وشتم "قذف" (یعنی زنا کی تہمت) کے بغیر ہو، اور شافعیہ کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس کی سزا، اسلام لانے سے ساقط ہو جاتی ہے۔ [1]

اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ سب وشتم "قذف" (یعنی زنا کی تہمت) کے ساتھ ہو، یہ

---

[1] اور جب شافعیہ کا اس صورت میں توبہ کرنے اور اسلام لانے سے سزا ساقط ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، تو اس سے معلوم ہوا کہ بعض حضرات نے جو شافعیہ کی طرف، مطلق سب وشتم کرنے پر سزا، معاف نہ ہونے کا قول، مالکیہ کی طرح کا منسوب کیا ہے، وہ غلط فہمی پر مبنی ہے۔ محمد رضوان۔

شافعیہ کے نزدیک محلِ اختلاف ہے، اور راجح قول یہ ہے کہ اس کی سزا بھی (اسلام لانے سے) ساقط ہو جاتی ہے، یہ حکم رافعی کے کلام کے مقتضیٰ کے مطابق بحث کی صورت میں ہے۔ [1]

اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ کہا جائے کہ تیسرا قول، جو اسّی (80) کوڑے لگانے کا ہے، وہ قذف کے علاوہ میں بلا اشکال ثابت نہیں ہوتا، لیکن اس کا بدل ثابت ہوتا ہے، جو کہ تعزیر ہے، اس لیے کہ قتل اس رسالت کا حق ہے، جو ربوبیت کے ساتھ متعلق ہے، پس وہ اسلام لانے سے ساقط ہو جاتا ہے، اور حد اور تعزیر دونوں بشری (وانسانی) حق ہیں۔

لیکن اس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ یہ بشرِ خاص محدود ہے، اور تعزیر اسی کی وجہ سے ہے، جو کہ قتل ہے۔

اور آخری دونوں قول مردود ہیں، خواہ سب وشتم، قذف ہو، یا غیرِ قذف ہو (جس کی وجہ سے راجح یہی ہے کہ توبہ واسلام لانے سے ہر قسم کی سزا کا سقوط ہو جاتا ہے) اور (ہر قسم کی سزا کے) سقوط کی دلیل یہ ہے کہ یہ ارتداد ہے، اور ساقط نہ ہونے کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ یہ آدمی کا حق ہے، کیا آپ امام کے کلام کو نہیں دیکھتے کہ بعض اوقات ''سبّ'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں، اور بعض اوقات ''قذف'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں، اور اس پر ایک ہی قسم کا حکم جاری کرتے ہیں، اور ان دونوں کے درمیان حکم اور اس کی علت میں فرق نہیں کرتے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے کی تعظیم کی وجہ سے اور آدمی کا حق توبہ سے ساقط نہیں ہوتا۔ [2]

---

[1] معلوم ہوا کہ شافعیہ کے نزدیک اس صورت میں بھی یعنی جبکہ قذف ہو، سزا ساقط ہو جاتی ہے۔ محمد رضوان

[2] مطلب یہ ہے کہ کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور کبھی قذف کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، لیکن توبہ کرنے اور اسلام لانے سے سقوطِ سزا کا حکم برابر استعمال کیا جاتا ہے اور سقوط کی علت، توبہ واسلام کو بیان کیا جاتا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ دونوں صورتوں کا حکم اور علت ایک ہی ہے۔ محمد رضوان

اسی وجہ سے فارسی کے کلام کے ناقلین کی عبارات مختلف ہیں، پس امام نے اس کا لفظِ ''قذف'' کے ساتھ ذکر کیا ہے، اور توبہ قبول نہ ہونے کی تصریح کی ہے، اور قاضی حسین نے اس کا لفظِ ''سب'' کے ساتھ ذکر کیا ہے، اس کلام کا تقاضا، توبہ کے قبول ہونے کا ہے، اور ناقلین کی عبارت بھی فارسی کی عبارت کو نقل کرنے میں مضطرب ہے، جس کو میں ذمی کے متعلق کلام میں جمع کروں گا، اور اس موقع پر جو بات متعلقہ تھی، وہ میں ذکر کر چکا ہوں۔

پس خلاصہ یہ نکلا کہ ''قاذف'' کی توبہ کے قبول ہونے میں قوی اختلاف ہے، اور نقلی طور پر اس میں کوئی قوی ترجیح نہیں ہے، لیکن دلیل اس ترجیح کا تقاضا کرتی ہے، جیسا کہ میں نے ذکر کیا، اور میں ان شاءاللہ آگے ذکر کروں گا۔ [1]

اور ''ساب غیر قاذف'' کی توبہ کا قبول ہونا ''قاذف'' کے مقابلے میں زیادہ اولیٰ ہے۔

اور شافعیہ سے جو کچھ اس سلسلہ میں منقول ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ وہ جب تک اسلام نہ لائے، تو اس کو قطعی طور پر قتل کیا جائے گا، اور جب اسلام لے آئے، تو اگر ''سب، قذف'' ہو، تو تین قول ہیں کہ کیا قتل کیا جائے گا، یا کوڑے لگائے جائیں گے، یا کچھ بھی نہیں ہوگا۔

اگر ''سبّ، غیر قذف'' کے طور پر ہو، تو میں شافعیہ کے توبہ کے علاوہ کسی اور قول کو نہیں پہچانتا (یعنی اس صورت میں شافعیہ کے نزدیک بہر حال توبہ قبول کی جائے گی) [2]

---

[1] یعنی دلیل سے توبہ و اسلام قبول کرنے کے بعد، قتل اور دوسری سزا کے ساقط ہونے کا راجح ہونا ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ اس سے پہلے حوالے میں گزرا۔ محمد رضوان۔

[2] اس سے معلوم ہوا کہ اگر ''سبِّ رسول''، محض ''سب وشتم'' پر مشتمل ہو، زنا کی تہمت پر مشتمل نہ ہو، تو شافعیہ کا صرف ایک ہی قول ہے، اور وہ حنفیہ کی طرح توبہ قبول ہونے کا ہے، یعنی جب یہ عمل مسلمان کی طرف سے سرزد ہوا ہو، اور وہ اسلام لے آئے، لہٰذا شافعیہ کی طرف جو اس صورت میں قتل ساقط نہ ہونے کے قول کی نسبت کی جاتی ہے، وہ راجح نہیں۔ محمد رضوان۔

اور دونوں قولوں کی تخریج میں ایک تو قتل ہے (جو کہ ارتداد کی ''حد'' ہے) اور دوسرے تعزیر ہے، لیکن میں نے شافعیہ سے ان دونوں کی کوئی تصریح کرنے والا نہیں پایا، البتہ بعض اوقات یہ فرق کیا جاتا ہے کہ تعزیر، حد میں داخل ہوتی ہے، جیسا کہ مقدماتِ زنا، زنا کے ساتھ داخل ہوتے ہیں، اور دو حدوں میں سے ایک دوسرے میں داخل نہیں ہوتی، اسی وجہ سے حدِ قذف، قتل میں داخل نہیں ہوگی، مجھے نقل اور بحث کے اعتبار سے یہی چیز مستحضر ہے۔

اور شافعیہ کے مذہب میں مجھے اس کے علاوہ اور خطابی کی ''**معالم السنن**'' میں اس قول کے علاوہ کوئی چیز دستیاب نہیں ہوئی کہ جب سب وشتم کرنے والا ذمی ہو، تو امام مالک نے فرمایا کہ یہود ونصاریٰ میں سے اگر کوئی شخص، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، تو اسے قتل کیا جائے گا، اِلَّا یہ کہ وہ اسلام لے آئے، امام احمد نے بھی اسی طرح فرمایا، اور امام شافعی نے فرمایا کہ جب ذمی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، تو اس کو قتل کیا جائے گا، اور اس سے ذمہ ختم ہو جائے گا، اور امام شافعی نے اس سلسلے میں کعب بن اشرف کے واقعے سے دلیل پکڑی ہے، اور امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ ذمی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے کی وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا۔ [1]

پس یہ خطابی کا کلام ہے، جو اس بات کی خبر دیتا ہے کہ امام شافعی اس کے قتل کے قائل ہیں، اگرچہ وہ اسلام لے آئے، اور جب یہ حکم ذمی کے متعلق ہے، تو مرتد کے بارے میں بدرجۂ اولیٰ ہوگا، لیکن خطابی کے کلام کو اس بات پر محمول کرنا ممکن ہے کہ انہوں نے امام شافعی کے الفاظ کی حکایت کا ارادہ کیا ہو، اور وہ اسلام لانے

---

[1] ہم نے تیسرے باب میں یہ بات باحوالہ شافعیہ کے حوالے سے نقل کردی ہے کہ ان کے اصح قول کے مطابق، ذمی کے ساتھ، اگر پہلے سے یہ مشروط نہ ہو تو، اس کا ذمہ نہیں ٹوٹے گا اور اس وجہ سے قتل کا حکم نہیں ہوگا۔ محمد رضوان

کے بعد کے حکم سے ساکت ہوں۔ [1]

یہ میں نے اس سلسلے میں شافعیہ کے مذہب میں پایا، اور حنفیہ کا توبہ کے قبول ہونے میں شافعیہ کے قریب قول ہے، اور حنفیہ کا کوئی قول توبہ کے علاوہ نہیں پایا جاتا (السیف المسلول)

امام تقی الدین سبکی کی مذکورہ عبارت کا آخری حصہ، اس بارے میں صریح ہے کہ ان کو حنفیہ کے مذہب میں سابِّ رسول کی توبہ قبول ہونے کے علاوہ اور کوئی بھی قول دستیاب نہ ہوا۔

جس سے اس بات کی شہادتِ قویہ حاصل ہوگئی کہ حنفیہ کا اصل مذہب ''سابِّ رسول'' کی توبہ قبول ہونے کا ہی ہے، اس کے علاوہ اور کوئی نہیں۔

''السیفُ المسلول'' کا پانچواں حوالہ

امام تقی الدین سبکی رحمہ اللہ نے ''قبولِ توبہ'' کی بحث کے آخر میں اپنی ایک انتہائی محتاط اور معتدلانہ ومحققانہ رائے بھی بیان فرمادی ہے، جو اہلِ علم اور اہلِ ذوق کے لیے خاص توجہ کی حامل ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

فأقول وبالله التوفيق:

إن من ظهرت قرائن تدل على حسن سريرته وصفاء باطنه ومعاملته مع الله تعالى وإخلاصه وندمه وإقلاعه على ما فرط منه فلا شك عندى فى سقوط القتل عنه للأدلة التى قدمتها.

---

[1] اور جب اسلام لانے کے حکم سے ساکت ہونے کا احتمال ہے، اور یہ احتمال بہت قوی ہے، کیونکہ اسلام لانے کے بعد قتل کے ساقط ہونے کی ائمہ شافعیہ سے تصریح منقول ہے، تو مرتد کے اسلام لانے پر قتل کے ساقط ہونے کا احتمال ہی متعین ہونا چاہئے، اور اگر کوئی اس احتمال کو نہ مانے، تو شافعیہ کی دوسری تصریحات، اس احتمال کو متعین کرتی ہیں، ورنہ خطابی کا قول شافعیہ کے مذہب کی صحیح ترجمانی کہلائے جانے کا مستحق نہ ہوگا۔ محمد رضوان۔

وحق الآدمی فی هذا المقام لما كان لأشرف الآدميين بل لأشرف الخلق وأكرمهم على الله؛ والجناية عليه جناية على الله باعتبار صفة النبوة والرسالة التی هی أخص من البشرية، ولذلک كانت عقوبتها القتل بخلاف غيره من البشر؛ وكان هذا البشر الذى هو سيد ولد آدم لم ينتقم لنفسه قط، ولا يلاحظ بهمته العلية إلا حق الله تعالى :كان حقه فی القتل تابعًا لحق الله تعالى فی الثبوت والسقوط، فإذا سقط حق الله بالإسلام سقط الآخر تبعًا كما ثبت تبعًا.

وهكذا إذا لم تقم قرائن تدل القاضی على ذلک، ولكن علم الله من حال هذا الشخص ذلک، فحكمه عند الله هذا وإن لم نطلع نحن عليه، بل هو يعرف من نفسه ذلک، ونعلم أنه ليس كمن علم من نفسه أنه زنى وهو محصن، أو قتل ولم يطلع القاضی ولا أولياء المقتول عليه، فإن دمه مستحق مع إسلامه، أما فی مسألتنا فالقتل ساقط عنه فيما بينه وبين الله، بخلاف الزانی والقاتل، وكذلک عند القاضی إذا دلت قرائن على صدقه.

أما من لم تقم قرائن على صدقه وقد أتى به إلى القاضی الذى لا يعلم باطن حاله ولا ما فی قلبه فهذه فيها شبه من مسالة الزنديق من جهة أن سبه،دل على خبث باطنه، فهو كمن علم منه أنه يخفی الكفر ويظهر الإيمان، وهو الزنديق،وبهذا الشبه أخذت المالكية والحنابلة فألحقوه بالزنديق، وحكموا بقتله.

ومقتضى كلام الشافعية والحنفية أنهم لا يراعون هذا الشبه من

جهة أن الساب جاهز بسبه وأظهر ما في نفسه، فهو كالمرتد، وليس كمن قامت البينة عليه بأنه يخفي خلاف ما يظهر، فإن صح هذا الفرق ـ وهو الظاهر ـ قطع بقبول توبته.

وإن روعي الشبه فهذه هي مسألة الزنديق، والخلاف في قبول توبته مشهور، والصحيح قبولها، لقوله صلى الله عليه وسلم : "هلا شققت عن قلبه؟"، ولقوله" :أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله."

وإيمان الزنديق ممكن، إذا ادعاه ولا يعلم إلا من جهته يقبل قوله فيه، وهذا هو المشهور من مذهب الشافعي المنصوص في "المختصر "الذي قطع به العراقيون، وهو إحدى الروايتين عن أبي حنيفة.

ولنا وجه آخر أنه لا تقبل توبته، وبه قال مالك وأحمد، وربما يستدلون بقول عمر في كثير من المنافقين " :دعني أضرب عنقه"، ولم يرد النبي صلى الله عليه وسلم علته، بل علل ترك قتلهم بعلة أخرى.

وجواب هذا الاستدلال :أن عمر ما قال ذلك إلا فيمن ظهر منه قول أو فعل يدل على نفاقه.

وكلامنا فيمن ادعى أنه رجع عن ذلك واحتمل صدقه، فكيف نقتله مع احتمال إسلامه؟ وإذا دار الأمر بين تركه مع احتمال كفره وقتله مع احتمال إسلامه تعين تركه لخطر الدماء ، ولأنا رأينا الشارع ترك كثيرًا من الكفار فلم يقتلهم، ولم نره قط قتل

مسـلمًا، وهذا المعنى وحـده كافٍ فى عدم قتل الزنديق إذا تلفظ بالإسلام.

وقولهم :إنه يتخذ ذلك ذريعة، كلما خشى القتل تلفظ بالإسلام، وإذا رفع عنه القتل عاد، جوابه :بـأنا نؤدبه التأديب البليغ، وخوفه من ذلك ومن قيام السيف كل وقت يمنعه من ذلك.

وأيضًا ليس لنا أن ننصب زواجر لم يأذن بها الشرع، ونحن تبع للشرع، حيث قال :اقتلوا، قتلنا، وحيث لم نجد نصًا توقفنا، ولا ننصب سياسات واستصلاحات من أنفسنا.

ولنا وجه ثالث قاله الأستاذ أبو إسحاق الإسفراينى :أنه إن أخذ ليقتل فتاب لم تقبل توبته، وإن جاء تائبًا وظهرت عليه مخايل الصدق قبلت، ومأخذه ما تقدم فى الحرابة والفرق بين أن يتوب قبل القدرة عليه أو لا، ولكنه لم يسلك به مسلك الحرابة من كل وجه.

وأيضًا فالحرابة جريمة كالزنا يقتل عليها مع الإسلام، وهنا إنما يقتل على الكفر، فلا وجه لإلحاق هذا بالحرابة، لا سيما مع خطر الدماء، فالوجه الكف عنها وأن لا تراق بمثل هذه الأقيسة الضعيفة حتى يأتى نص أو دليل قوى.

إذا عرف هذا فالصحيح من المأخذين فى مسألة الساب عند القائلين بقتله أنه ملحق بالزنديق، فإن السب دل على خبث باطنه كما لو شهدت البينة على أنه تلفظ بالكفر فى الخفية فإنه ثبت به الزندقة.

فقد بان بهذا أن مأخذ القتل فى الساب والزنديق سواء ، وأنا قد ذكرت تفصيلاً فى الساب أنه إن دلت القرائن على صدقه قبلت توبته، وإلا ففيه تردد، الأصح القبول، وكذلک أقول فى الزنديق إنه يجب أن يكون محل الخلاف ما دمنا نتهمه، وإن كان الأصح قبول توبته.

أما إذا اختبر مدة طويلة وظهرت قرائن على حسن إسلامه فينبغى القطع بارتفاع القتل عنه، وقد كان جماعة من المؤلفة قلوبهم حسن إسلامهم بعد ذلک، وصاروا من خيار المسلمين.

فالحاصل أن الساب والزنديق كلاهما متى ظهرت قرائن الريبة أو اتهم بسوء الباطن اتجه الخلاف فيه، والأقوى قبول إسلامه ودرء القتل عنه، ومتى ظهرت قرائن حسن سريرته فعندى :القطع بقبول إسلامه ودرء القتل عنه.

والإقدام على قتل مثل هذا جمود على غير نص ولا ظاهر ولا دليل قوى، أخشى أن النبى صلى الله عليه وسلم يكون أول سائل عن دمه يوم القيامة.

وأرى أن مالكًا وغيره من أئمة المسلمين لا يقولون بذلک إلا فى محل التهمة، فهو محل قول مالک ومن وافقه.

ولقد أقمت برهة من الدهر متوقفًا فى قبول توبته مائلاً إلى عدم قبولها لما قدمته من حكاية الفارسى الإجماع، ولما يقال من التعليل بحق الآدمى، حتى كان الآن نظرت فى المسألة حق النظر، واستوفيت الفكر، فكان هذا منتهى نظرى، فإن كان صوابًا

فمن الله، وإن كان خطأ فمني، والله ورسوله بريء منه، ولكنا متعبدون بما وصل إليه علمنا وفهمنا.

اللهم إنک تعلم أن هذا الذی وصل إليه علمی وفهمی لم أحاب فيه أحدًا، ولا قلدت فيه إمامًا غير ما فهمته من نفس شريعتک وسنة نبيک صلى الله عليه وسلم وأخلاقه ومكارمه ورحمته وشفقته ورأفته، فلم يحصل لنا خير فی الدنيا ولا فی الأخرة إلا منه، والله يختم لنا بخير فی عافية بلا محنة، وكذلک آباؤنا وأمهاتنا وأولادنا وأهلونا، بمنه وكرمه إنه قريب مجيب (السيف المسلول على من سب الرسول،ص ۲۰۶ الیٰ،ص ۲۱۱، الباب الاول فی حکم الساب من المسلمين، الفصل الثانی: فی توبته واستتابته ،المسألة الأولى: فی قبوله توبته)

ترجمہ: پس میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ:

جہاں ایسے قرائن ظاہر ہوجائیں، جو اس (سابِّ رسول) کی حسنِ سیرت اور باطن کی صفائی، اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملے، اور اس کے اخلاص اور ندامت اور اس کے اس زیادتی والے عمل سے جدا ہونے پر دلالت کریں، تو میرے نزدیک اس سے قتل کے ساقط ہونے میں کوئی شک نہیں (خواہ محض سب وشتم ہو اور خواہ قذف ہو) اور اس کے دلائل وہی ہیں، جن کو میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔

اور رہا اس مقام میں آدمی کا حق، تو جبکہ تمام آدمیوں میں اشرف آدمی، بلکہ تمام مخلوق میں اشرف آدمی، اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم شخصیت کا حق ہے، جس پر جنایت، دراصل، اللہ پر جنایت ہے، اس نبوت اور اس رسالت کی صفات کے اعتبار سے جو کہ بشریت میں اخص ترین ہیں، اور اسی وجہ سے اس کی سزا قتل ہے، بخلاف دوسرے بشر کو سب وشتم کرنے کے (کہ اس کی سزا قتل

نہیں) اور یہ بشر اولادِ آدم کا سردار ہے، جس نے اپنی ذات کے لیے کبھی انتقام نہیں لیا، اور اس نے اپنی بلند ہمت کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کے حق کے علاوہ کبھی لحاظ نہیں کیا۔ [1]

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق، قتل کے مسئلے میں، ثبوت اور سقوط کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے حق کے تابع ہوگیا، پس جب اللہ کا حق، اسلام لانے سے ساقط ہوگیا، تو دوسرا حق بھی اس کے تابع ہوکر اسی طرح ساقط ہوجائے گا، جس طرح تابع ہوکر ثابت ہوا تھا۔ [2]

اور یہی حکم اس صورت میں ہوگا، جب ایسے قرائن موجود نہ ہوں، جو اس (سابِ رسول کی توبہ کی صداقت واخلاص وغیرہ) کا فیصلہ کرتے ہوں، لیکن اللہ، اس شخص کی اس حالت کو بہتر جانتا ہے، پس اس کا حکم، اللہ کے نزدیک یہی ہے، اگرچہ ہم اس پر مطلع نہ ہوں، بلکہ وہ خود اپنے نفس کی حالت کو جانتا ہے، اور ہم یہ بات جانتے ہیں کہ وہ اس شخص کی طرح نہیں ہے، جو اپنے نفس کے متعلق زنا کرنے کو جانتا ہو، جبکہ وہ محصن ہو، یا اس نے قتل کیا ہو، لیکن قاضی اور مقتول کے اولیاء اس پر مطلع نہ ہوئے ہوں، پس اس کا خون، اسلام کے ساتھ بھی مستحق ہے، جہاں تک ہمارے مسئلے کا تعلق ہے، تو اس کے اور اللہ کے درمیان قتل ساقط ہے، بخلاف زانی اور قاتل کے، اور اسی طریقے سے، قاضی کے نزدیک اس صورت میں بھی حکم ہوگا،

---

[1] احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

عن عائشة رضی الله عنها، قالت: ما انتقم رسول الله صلى الله عليه وسلم لنفسه في شيء يؤتى إليه حتى ينتهك من حرمات الله، فينتقم لله (صحيح البخاری، رقم الحديث ٦٨٥٣)

[2] یہی وجہ ہے کہ حنفیہ وشافعیہ اور کئی حنابلہ نے اللہ کو سب وشتم کرنے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے کو یکساں مرتد اور گستاخ قرار دیا ہے، جس کی وجہ یہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کا حق اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت ورسالت سے سرفراز فرمایا، اور یہ بنیادی طور پر اللہ ہی کا حق ہے، لہٰذا اس کی سزا بھی اسلام لانے کے ساتھ ہی ساقط ہوجائے گی۔ محمد رضوان۔

جبکہ قرائن اس کے سچا ہونے پر دلالت کرتے ہوں۔

لیکن جب قرائن اس کے سچا ہونے پر دلالت نہ کرتے ہوں، اور اس کو قاضی کے پاس لایا جائے، جو اس کے باطن کی حالت کو نہیں جانتا، اور نہ اس کے دل میں چھپی ہوئی بات کو جانتا ہے، پس اس میں ''زندیق'' کے مسئلے کے ساتھ اس حیثیت سے مشابہت ہے کہ اس کا سب وشتم کرنا، اس کے خبثِ باطنی پر دلالت کرتا ہے، پس یہ اس شخص کی طرح ہوگیا، جس کے بارے میں یہ بات معلوم ہو کہ وہ کفر کو چھپاتا ہے، اور ایمان کو ظاہر کرتا ہے، اور وہ زندیق ہے، اور اسی مشابہت کی وجہ سے مالکیہ اور حنابلہ نے اس کو زندیق کے ساتھ لاحق کردیا، اور اس کے قتل کا حکم لگادیا۔

لیکن شافعیہ اور حنفیہ کے کلام کا تقاضا یہ ہے کہ وہ مذکورہ مشابہت کی رعایت نہیں کرتے، کیونکہ سب وشتم کرنے والا، اپنے سب وشتم کو ظاہر کررہا ہے، اور اپنے مافی الضمیر کا اظہار کررہا ہے، تو وہ مرتد کی طرح ہے، اور یہ اس شخص کی طرح نہیں ہے، جس پر یہ بینہ قائم ہو کہ وہ جو کچھ ظاہر کررہا ہے، اس کے برخلاف کو چھپا رہا ہے، پس اگر یہ فرق صحیح ہو، جو کہ ظاہر ہے، تو اس کی توبہ قطعی طور پر قبول کی جائے گی۔

اور اگر مشابہت کی رعایت کی جائے، تو یہ زندیق کا مسئلہ ہوگا، اور اس کی توبہ کے قبول ہونے میں مشہور اختلاف ہوگا، اور صحیح قول اس (زندیق) کی توبہ کے قبول ہونے کا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی وجہ سے کہ کیا تو نے اس کے دل کو پھاڑ کر دیکھا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی وجہ سے کہ مجھے لوگوں سے اس وقت تک قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ نہ کہہ لیں۔ [1]

اور زندیق کا ایمان لانا ممکن ہے، جب وہ اس کا دعویٰ کرے، جس کا علم اسی سے

---

[1] پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت وسلطنت عطا کیے جانے کے باوجود، یہ حکم ہے، تو امت کو کیونکر حکم نہ ہوگا۔ اس طرح کی احادیث ہم نے اپنے دوسرے مضامین میں ذکر کردی ہیں، جن کی تعداد کم نہیں ہے۔ محمد رضوان۔

ہوسکتا ہے، اوراس میں اس کا قول قبول کیا جائے گا، امام شافعی کا مشہور مذہب یہی ہے، جو ''المختصر'' میں منصوص ہے، اوراسی کو یقینی طور پر اہلِ عراق نے لیا ہے، اورامام ابوحنیفہ کی دوروایتوں میں سے ایک روایت بھی (زندیق کے متعلق) اسی کے مطابق ہے۔ [1]

اور ہمارا دوسرا قول اس کی توبہ کے قبول نہ کیے جانے کا ہے، یہی قول امام مالک اور امام احمد کا ہے، یہ حضرات اکثر وبیشتر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اکثر منافقین کے متعلق اس قول سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ مجھے اجازت دیجیے، میں اس کی گردن اڑادوں، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علت کا ارادہ نہیں کیا، بلکہ دوسری علت کی وجہ سے ان کے قتل کو ترک کردیا۔ [2]

لیکن اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو یہ بات کہی، وہ اسی شخص کے متعلق کہی، جس کا کوئی ظاہری قول، یا فعل اس کے نفاق پر دلالت کرتا تھا۔ [3]

اور ہمارا کلام اس شخص کے متعلق ہے، جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے اس (سببِ کفر) سے رجوع کرلیا ہے، اوراس کے سچا ہونے کا احتمال پایا جاتا ہے، پس ہم اس کواسلام کا احتمال ہوتے ہوئے کیسے قتل کرسکتے ہیں؟ اور جب کوئی حکم اس کے

---

[1] مگر یہ ملحوظ رہے کہ یہ جواب تنزلی کرکے ان حضرات کے قول پر ہے، جواس کو زندیق کا درجہ دیتے ہیں، اور جو حضرات اس کو زندیق کا درجہ نہیں دیتے، جیسا کہ خود، شافعیہ اور حنفیہ، ان کے نزدیک زندیق کی تاویل کی بھی ضرورت نہیں، بلکہ ان کے نزدیک مرتد ہونے کی حیثیت سے ویسے ہی توبہ قبول ہے۔ محمد رضوان۔

[2] یعنی اس علت کی وجہ سے کہ لوگ یہ کہیں گے کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے، مگر اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اولاً تو آج بھی لوگ قاتل وحاکم کو یہی کہیں گے، دوسرے یہی علت قتل نہ ہونے اور ظاہر میں کلمہ گو ہونے کے لیے کافی ہے، جس کے لیے مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں، جیسا کہ ہم نے اپنی دوسری تالیف ''تکفیرِ مسلمین ومبتدعین کا حکم'' میں تفصیلاً بیان کردیا ہے۔ محمد رضوان۔

[3] لیکن بایں ہمہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے ناموں کی، نہ نشرواشاعت کی، نہ ہی ان کو قتل کیا، بلکہ ان کے بظاہر مسلمان ہونے کو ہی عدمِ قتل کے لیے کافی سمجھا۔ محمد رضوان۔

کفر کا احتمال ہونے کے ساتھ اس کے قتل کو ترک کرنے اور اس کے اسلام کا احتمال ہونے کے ساتھ قتل کے درمیان دائر ہو، تو اس کا ترک کرنا متعین ہوجاتا ہے، خونوں کی حفاظت اور خطرے کی وجہ سے، اور اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ہم نے شارع علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ نے بہت سے کفار کو ترک کردیا، اور ان کو قتل نہیں کیا، اور ہم نے شارع علیہ السلام کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کسی مسلمان کو قتل کیا ہو، اور تنہا یہی وجہ زندیق کے قتل نہ ہونے کے لیے کافی ہے، جبکہ وہ اسلام کا تلفظ کرے۔ [1]

رہا ان کا یہ کہنا کہ اس کو (اپنی جان بچانے کا) ذریعہ بنالیا جائے گا، اس کو جب بھی قتل کا خوف ہوگا، تو وہ اسلام کا تلفظ کرلے گا، اور جب اس سے قتل رفع ہوجائے گا، تو پھر دوبارہ یہی حرکت کرے گا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اس کو تادیبِ بلیغ کی سزا دیں گے، اور اس کو اس کا خوف دلائیں گے، اور تلوار کے خوف سے ہمہ وقت ڈرائیں گے، جس کی وجہ سے وہ اس سے باز آجائے گا۔ [2]

اس کے علاوہ ہمیں یہ حق نہیں ہے کہ ہم ایسی سزاؤں کو نافذ کریں، جن کی شریعت نے اجازت نہیں دی، ہم تو شریعت کے متبع ہیں، جب شریعت ہمیں قتل کرنے کا حکم دے گی، تو ہم قتل کریں گے، اور جب ہمیں اس کا کوئی حکم نہیں ہوگا، تو ہم اس کی موافقت کریں گے، اور ہم سیاسات اور استصلاحات اپنی طرف سے قائم

---

[1] خاص طور پر حنفیہ نے اس بات کو بڑی اہمیت دی ہے کہ سو میں سے ایک احتمال اسلام کا ہو، اگرچہ وہ تاویل سے ہی کیوں نہ ہو، تب بھی قتل نہ کیا جائے گا، اور حاکم کا معاف کرنے میں خطا کرنا، سزا دینے میں خطا کرنے سے بہتر و اولیٰ ہے، جیسا کہ آگے حنفیہ کی عبارات میں آتا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خود ظاہری کلمہ گو کو نہ قتل کیا، اور نہ اس کے قتل کی اجازت دی، تو ہمیں اس کے برخلاف کیسے حق ہوگا، یعنی جب دوسرا ''سب وقذف'' سے تجدیدِ ایمان کرکے توبہ کرچکا، اور اب اسلام کا مدعی ہے۔ محمد رضوان۔

[2] اس کے علاوہ بار بار ارتداد کا ارتکاب کرنے والے کی توبہ قبول نہ کیے جانے وغیرہ کی متعدد فقہائے کرام نے تصریح کی ہے، نیز تعزیرِ بلیغ میں بھی کوئی مانع نہیں، لہٰذا اس اشکال کی کوئی وجہ نہیں۔ محمد رضوان۔

نہیں کریں گے۔ [1]

اور ہمارا (یعنی شافعیہ کا) ایک تیسرا قول بھی ہے، جس کو استاذ ابواسحاق اسفرائینی نے اختیار کیا ہے کہ اگر اس کو قتل کرنے کے لیے پکڑ لیا گیا، پھر اس نے توبہ کی، تو اس کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا، لیکن اگر وہ خود سے تائب ہو کر آیا، اور سچائی کے قرائن ظاہر ہو گئے، تو اس کی توبہ کو قبول کرلیا جائے گا، اور ان (استاذ ابواسحاق اور ان کے متبعین) کا ماخذ اور دلیل وہی ہے، جو ''حرابۃ'' کے ذیل میں گزر چکی ہے، اور اس پر قدرت حاصل کرنے سے پہلے اور قدرت حاصل کرنے کے بعد توبہ کرنے میں فرق بھی گزر گیا ہے، لیکن انہوں نے پوری طرح سے اس کو ''حرابۃ'' کا درجہ نہیں دیا۔

نیز ''حرابۃ'' ایک مستقل جرم ہے، جیسا کہ ''زنا'' جس کی وجہ سے اسلام کے ساتھ (یعنی مسلمان ہونے کے باوجود) بھی قتال کیا جاتا ہے، مگر ہمارے مجوث فیہ مسئلے میں کفر کی صورت میں ہی قتال کیا جاتا ہے، لہٰذا اس مسئلے کو ''حرابۃ'' کے ساتھ لاحق کرنے کی کوئی وجہ نہیں، خاص طور پر جبکہ خونوں کی حفاظت اور خطرے کا معاملہ بھی ساتھ ہو، تو عافیت اور سلامتی اس سے رکنے میں ہی ہے، اور اس چیز میں ہے کہ ان ضعیف قیاسات کو، اس جیسے مسئلے میں اختیار نہ کیا جائے، یہاں تک کہ کوئی نص، یا قوی دلیل نہ آجائے۔ [2]

جب آپ نے یہ بات جان لی تو سابِّ رسول کے مسئلے میں دونوں مآخذوں میں سے صحیح مآخذ قتل کے قائلین کے نزدیک یہ ہے کہ وہ زندیق کے ساتھ ملحق ہے،

---

[1] ایک سچے مومن کے لیے اس کے جذبات کے مقابلہ میں اصل دلیل یہی ہے۔ محمد رضوان۔

[2] اور اسلام لانے اور تائب ہونے کے باوجود، اس کے قتل کی کوئی بھی نص، یا قوی دلیل تاحال کسی کی طرف سے پیش نہیں کی گئی، بلکہ صرف ضعیف قیاسات کو ہی بروئے کار لایا گیا، جبکہ متعدد نصوص اور قوی دلائل ایسے ہیں، جو اپنے عموم اور جامعیت کے ساتھ ترکِ قتل پر دلالت کرتے ہیں۔ محمد رضوان۔

کیونکہ یہ سب وشتم اس کے خبثِ باطنی پر دلالت کرتا ہے، جیسا کہ بینہ اس چیز پر قائم ہوجائے کہ اس نے خفیہ طور پر کفر کا تلفظ کیا ہے، تو اس سے زندقہ ثابت ہوجاتا ہے۔ [1]

پس اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ ''ساب'' اور ''زندیق'' کا ماخذ (مذکورہ حضرات کے نزدیک) برابر ہے، اور میں تفصیل کے ساتھ ذکر کرچکا ہوں کہ جب ''ساب'' کے متعلق قرائن، اس کے سچے ہونے پر دلالت کریں، تو اس کی توبہ کو قبول کیا جائے گا، اور اگر اس (کے سچے ہونے) میں تردد ہو، تو بھی اصح قول، توبہ کے قبول کیے جانے کا ہے، اور اسی طریقے سے میں زندیق کے بارے میں بھی کہتا ہوں کہ وہ بھی محلِ اختلاف ہے، جب تک کہ ہم اس پر تہمت لگائیں، اگرچہ اصح قول اس کی توبہ کے قبول ہونے کا ہے۔

لیکن جب ایک طویل مدت تک (اس زندیق کو) آزمالیا جائے، اور قرائن سے اس کا حسنِ اسلام ظاہر ہوجائے، تو پھر اس سے یقینی طور پر قتل مرتفع ہونا ضروری ہے، اور مؤلفة قلوبهم کی ایک جماعت کا اس (اچھے برتاؤ) کے بعد اچھا اسلام ہوگیا، اور وہ پسندیدہ مسلمانوں میں سے ہوگئے۔

پس خلاصہ یہ کہ ''ساب'' اور ''زندیق'' دونوں میں جب شک کے قرائن ظاہر ہوں، یا بدگمانی کی تہمت آئے، تو اس میں اختلاف ہوگا، اور زیادہ قوی یہ ہے کہ اس کے اسلام کو قبول کیا جائے گا، اور اس سے قتل کو دور کردیا جائے گا، اور جب قرائن سے اس کی حسنِ سیرت ظاہر ہوجائے، تو یقینی طور پر اس کے اسلام کو قبول کیا جائے گا، اور اس سے قتل کو دور کردیا جائے گا۔

اور اس جیسے شخص کے قتل پر اقدام کرنا، نص کے بغیر جمود ہے، اور ظاہر کے خلاف

---

[1] تاہم زندقہ کی یہ تعریف متفق علیہ نہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ محمد رضوان۔

ہے، جس کی کوئی قوی دلیل نہیں، اور مجھے خوف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اس کے خون کے متعلق سب سے پہلے سوال کرنے والے ہوں گے۔[1]

اور میرا گمان یہ ہے کہ امام مالک اور دوسرے ائمۂ مسلمین نے یہ بات صرف محلِ تہمت میں ہی کہی ہے، امام مالک اور ان کے موافقین کے قول کا محمل یہی ہے۔[2]

اور میں ایک عرصے تک ''سابِّ رسول'' کی توبہ قبول کرنے میں توقف کرتا رہا، اس کی توبہ کے قبول نہ ہونے کی طرف مائل رہا، فارسی کے اجماع کی اس نقل کی وجہ سے، جو میں نے پہلے ذکر کی، اور اس وجہ سے کہ اس میں آدمی کے حق کی علت کو بیان کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ اب میں نے اس مسئلے میں جتنی نظر کرنے کا حق تھا، اتنی نظر کی، اور میں نے اس مسئلے میں پورا پورا غور وفکر کیا، پس میرے غور وفکر کی انتہا اور نتیجہ یہی ہے، جو ماسبق میں بیان کیا، پس اگر یہ ''صواب'' ہو، تو اللہ کی طرف سے ہے، اور اگر ''خطا'' ہو، تو میری طرف سے ہے، اور اللہ اور اس کا رسول اس خطا سے بری ہے، لیکن ہم تو اس چیز کے مکلّف ہیں، جس چیز کی طرف ہمارے علم وفہم کی رسائی ہو۔

اے اللہ! بے شک تو جانتا ہے کہ جس چیز کی طرف میرے علم اور فہم کی رسائی ہوئی، میں نے اس میں کسی کی عداوت نہیں کی، اور نہ میں نے محض کسی امام کی تقلید کی، سوائے اس کے، جو میں نے خالص آپ کی شریعت، اور آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے اخلاق اور مکارم، اور رحمت اور شفقت اور رأفت سے سمجھا، پس ہمارے لیے دنیا وآخرت کی خیر آپ ہی کی طرف سے حاصل ہو سکتی

---

[1] ملاحظہ فرمایئے کہ اتنی سخت وعید کا ڈر ہوتے ہوئے، جس کی ''فکیف تصنع بلا الٰہ الا اللہ اذا جاء یوم القیامۃ''، جیسی احادیث سے تائید بھی ہوتی ہے، کسی کلمہ گو کے قتل پر نہ صرف یہ کہ جمود، بلکہ اصرار کرنا، اور اس سے بڑھ کر اس پر اجماعی، اور قیمتی اوقات اور صلاحیتوں کو استعمال کرنا، کہاں کی عقل مندی ہے۔ محمد رضوان۔

[2] جبکہ حنفیہ اور شافعیہ نے تہمت کو اہمیت نہیں دی، بلکہ نصوص کی وجہ سے ظاہری اسلام پر عمل کیا۔ محمد رضوان۔

ہے، اور اللہ ہمارا بغیر آزمائش کے عافیت کے ساتھ خاتمہ فرمائے، اور اسی طریقے سے ہمارے آباء اور امہات اور ہماری اولاد، اور ہمارے گھر والوں کا بھی اپنے فضل وکرم سے، کیونکہ وہ قریب اور مجیب ہے (السیف المسلول)

امام تقی الدین سبکی رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت کو اخلاص وتقوے کے ساتھ ملاحظہ کرنے سے مسئلہ ہٰذا منقح ہوجاتا ہے، اور اشکالات وشبہات کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ حنفیہ وشافعیہ نے ''سابِّ رسول'' کو ''زندیق'' کا حکم نہیں دیا، اور ان کے نزدیک زندیق کی تعریف، اس پر صادق نہیں آتی۔

نیز خود ''زندیق'' کی توبہ کے قبول ہونے نہ ہونے میں فقہاء کا اختلاف ہے، بہت سے فقہاء کے نزدیک اس کی توبہ، مرتد کی طرح قبول کی جاتی ہے، اور بعض اس کی قبولیت میں کچھ تفصیل کے قائل ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ایک روایت، قابو حاصل کرنے اور پکڑے جانے کے بعد توبہ قبول نہ ہونے کی ہے، جس پر بعض حضرات نے فتویٰ دیا ہے۔ [1]

---

[1] واختلف العلماء فی توبة الزنديق، فقال العترة من الزيدية، وأبو حنيفة ومحمد والشافعي: تقبل توبة الزنادقة ولا يقتلون؛ لعموم قوله تعالى:(قل للذين كفروا: إن ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف) وقال مالک وأبو يوسف والجصاص: لا تقبل توبتهم، فإذا عثر على الزنديق قتل ولا يستتاب، ولا يقبل منه ادعاء التوبة إذ يعرف منه عادة التظاهر بالتوبة تقيه، بخلاف ما يبطنه، واستثنى الإمام مالک من جاء تائبا قبل ظهور زندقته فتقبل توبته .

والمفتى به فی مذهب الحنفية أن الزنديق إذا أخذ قبل توبته ثم تاب لم تقبل توبته ويقتل، ولو أخذ بعدها قبلت .

قال صاحب البحر الزخار الزيدی: لكن الأقرب العمل بالظاهر، وإن التبس الباطن لقوله صلى الله عليه وسلم لمن استأذنه فی قتل منافق: أليس يشهد أن لا إله إلا الله(الفقه الاسلامی وادلتهٔ للزحيلی، ج۷ص ۵۵۶۱، القسم الخامس، الباب الاول، الفصل الخامس، المبحث السادس، المطلب الثانی، توبة الزنديق)

الزنديق قال مالک الزنديق يقتل وقال ابو حنيفة وصاحباه وابو عبد الله لايقتل لانه اذا اظهر اسلامه فقد حقن دمه (النتف فی الفتاویٰ، ج۲ ص ۶۹۳، ۶۹۴، کتاب المرتد واهل البغی)

قلت اختلف أصحابنا فی قبول توبة الزنديق وهو الذی ينكر الشرع جملة فذكروا فيه خمسة أوجه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شافعیہ کی مذکورہ عبارت وحوالہ جات سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مسلمان نے محض سب وشتم کا ارتکاب کیا ہو، تو اس کے توبہ کرنے اور اسلام کی تجدید کرنے سے قتل کی سزا ساقط ہوجاتی ہے، اور اگر سب وشتم، قذف پر مشتمل ہو، تو اس میں مختلف اقوال ہیں، لیکن راجح اس میں بھی یہی ہے کہ قتل ساقط ہوجاتا ہے، اور کوئی دوسری سزا باقی نہیں رہتی۔

واللہ تعالیٰ أعلم.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لأصحابنا أصحها والأصوب منها قبولها مطلقا للأحاديث الصحيحة المطلقة والثانی لا تقبل ويتحتم قتله لكنه إن صدق فی توبته نفعه ذلک فی الدار الآخرة وكان من أهل الجنة والثالث إن تاب مرة واحدة قبلت توبته فإن تكرر ذلک منه لم تقبل والرابع إن أسلم ابتداء من غير طلب قبل منه وإن كان تحت السيف فلا والخامس إن كان داعيا إلى الضلال لم يقبل منه وإلا قبل منه والله أعلم (شرح النووی علیٰ مسلم، ج ۱ ص ۲۰۷، كتاب الإيمان)

(قلت) تقبل توبة الزنديق عندنا وعن أبی حنيفة إذا أوتيت بزنديق استتبه فإن تاب قبلت توبته وفی رواية عن أصحابنا لا تقبل توبته (عمدة القاری للعينی، ج۸ ص ۲۴۷، كتاب الزكاة، باب وجوب الزكاة)

(ويستفاد منه) قبول توبة الزنديق وصحتها على ما عليه الجمهور، ومن هذا قال أبو حنيفة، رضی الله تعالى عنه إذا أتيت بزنديق فاستتبه .فإن تاب قبلت توبته، وكذلک قوله تعالى: (إلا الذين تابوا أصلحوا واعتصموا بالله وأخلصو دينهم لله فأولئک مع المؤمنين) الآية تدل على صحة توبة الزنديق وقبولها (عمدة القاری للعينی، ج۱۸ ص ۱۹۳، كتاب تفسير القرآن، باب: إن المنافقين فی الدرک الأسفل من النار)

واختلف فی الزنديق: هل يستتاب؟ فقال مالک والليث وأحمد وإسحاق: يقتل ولا تقبل توبته. وقول أبو حنيفة وأبی يوسف مختلف فيه، فمرة قالا: بالاستتابة، ومرة قالا: لا .قلت: روى عن أبی حنيفة أنه قال: إن أتيت بزنديق أستتيبه، فإن تاب وإلا قتلته .وقال الشافعی: يستتاب كالمرتد، وهو قول عبد الله بن الحسن، وذكر ابن المنذر عن علی، رضی الله تعالى عنه .مثله (عمدة القاری للعينی، ج۲۴ ص ۷۹، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب حكم المرتد والمرتدة)

الزنديق الذی لا تقبل توبته بعد الأخذ هو المعروف بالزندقة الداعی إلى زندقته كما يأتی، ومن صدرت منه كلمة الشتم مرة عن غيظ أو نحوه لا يصير زنديقا بهذا المعنى (ردالمحتار، ج۴ ص ۲۳۶، كتاب الجهاد، باب المرتد)

وأما الزنديق الداعی والملحد وما بعده فيكفی فيه إظهاره للإسلام وإن كان كافرا أصليا (ردالمحتار، ج۴ ص ۲۴۵، كتاب الجهاد، باب المرتد)

وسيأتی أيضا فی باب الردة أن الساحر أو الزنديق الداعی إذا أخذ قبل توبته ثم تاب لم تقبل توبته ويقتل، ولو أخذ بعدها قبلت (ردالمحتار، ج۴ ص ۶۳، كتاب الحدود، باب التعزير)

(فصل نمبر 4)

حنفیہ کی عبارات وحوالہ جات

حنفیہ کا موقف اور اصل مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان، نعوذ باللہ تعالیٰ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کسی قسم کی گستاخی اور سب وشتم کر بیٹھے، خواہ قذف کے درجہ کی کیوں نہ ہو، تو وہ کافر ومرتد ہو جاتا ہے، اور حنفیہ کے نزدیک اس کا حکم بالکل مرتد والا ہوتا ہے، اگر ایمان نہ لائے اور توبہ نہ کرے، تو ارتداد کی وجہ سے قتل کیا جاتا ہے، ورنہ اس کی توبہ کو قبول کیا جاتا ہے، اور اگر عورت ہو، تو اس پر بھی مرتد ہونے کا حکم عائد ہوتا ہے، لیکن حنفیہ کے نزدیک عورت کو قتل نہیں کیا جاتا، بلکہ اس کو مقید ومحبوس رکھا جاتا ہے، تا آنکہ وہ تائب ہو جائے اور اسلام قبول کرلے۔

البتہ اگر کوئی مسلمان مرد، یا عورت بار بار اس فعل کا ارتکاب کرے، اور اس سے بڑھ کر اس کا داعی بھی ہو اور وہ پکڑے جانے اور غلبہ پانے کے بعد توبہ کرے، تو اس کو زندیق کا حکم حاصل ہونے کی وجہ سے ایسی صورت میں اس کی توبہ کو قبول نہیں کیا جاتا۔

حنفیہ کا اصل مذہب یہی ہے، اور اس کے برخلاف جو حنفیہ کی طرف توبہ قبول نہ کیے جانے اور ہر حال میں واجبُ القتل ہونے کے قول کو منسوب کیا جاتا ہے، یہ درست نہیں، بلکہ غلط فہمی پر مبنی ہے۔

مالکیہ، حنابلہ اور شافعیہ کے حوالہ سے بھی حنفیہ کا یہی موقف نقل کیا جا چکا ہے، اور خود محققینِ حنفیہ نے بھی اسی کی تصریح فرمائی ہے۔

اور اس کے برخلاف حنفیہ کی طرف جو بعض حضرات نے نسبت کی ہے، اس کی بھی تردید فرمائی ہے۔

اس سلسلہ میں حنفیہ کی چند عبارات وتصریحات ذکر کی جاتی ہیں۔

’’کتابُ الخراج لأبی یوسف‘‘ کا حوالہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تلمیذِ رشید، امام ابو یوسف رحمہ اللہ (المتوفی: 182ہجری) فرماتے ہیں کہ:

وأیما رجل مسلم سب رسول الله صلی الله علیه وسلم أو کذبه أو عابه أوتنقصه فقد کفر بالله وبانت منه زوجته، فإن تاب وإلا قتل، وکذلک المرأة، إلا أن أبا حنیفة قال :لا تقتل المرأة وتجبر علی الإسلام (الخراج، ص ۱۹۹، فصل: " فی حکم المرتد عن الإسلام" والزنادقة، من سب رسول الله صلی الله علیه وسلم عیاذا بالله.)

ترجمہ: اور جو مسلمان، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، یا آپ کی تکذیب کرے، یا آپ پر عیب لگائے، یا آپ کی تنقیص کرے، تو اس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا، اور اس کی بیوی، اس سے جدا ہو جائے گی، پھر اگر وہ توبہ کر لے، تو ٹھیک ہے، ورنہ اس کو قتل کیا جائے گا، اور یہی حکم عورت کا ہے، لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا، اور اس کو اسلام پر مجبور کیا جائے گا (کتاب الخراج)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے، یا آپ کی تنقیص وتکذیب وغیرہ کرنے کا حکم مساوی اور برابر ہے۔

(2)...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنا، درحقیقت، اللہ کے ساتھ کفر ہے، جیسا کہ ’’**فقد کفر باللہ**‘‘ کے الفاظ سے واضح ہے۔

(3)...... مذکورہ حکم مسلمان، کے متعلق بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ ’’**رجل مسلم**‘‘

اور ''فقد کفر باللہ وبانت منه زوجته ، فإن تاب وإلا قتل '' کے الفاظ سے واضح ہے۔

(4)...... مسلمان کا یہ فعل بحکمِ ارتداد ہے، جیسا کہ مذکورہ امور سے واضح ہے۔

(5)...... اگر مسلمان اس سے تائب ہوجائے، تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی، اور اگر تائب نہ ہو، تو اس کو قتل کیا جائے گا، اور اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ بحکمِ ارتداد ہے، جیسا کہ گزرا۔

(6)...... عورت کے حق میں بھی مذکورہ فعل باعثِ ارتداد ہے، لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک، عورت کو مرتد ہونے کی وجہ سے قتل نہیں کیا جاتا، اور مذکورہ فعل بھی باعثِ ارتداد ہے، لہٰذا اس کو بھی عام حالات میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے ''سابِ رسول'' کی توبہ قبول ہونے میں اپنا، یا امام محمد رحمہ اللہ کا کوئی اختلاف بیان نہیں فرمایا، اور دیگر جبالِ حنفیہ نے بھی اس مسئلہ میں اصحابِ حنفیہ کے کسی اختلاف کا ذکر نہیں فرمایا، جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس میں امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا کوئی اختلاف نہیں۔

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ کے حوالہ سے بھی اسی بات کی تصریح آگے آتی ہے۔ [1]

---

[1] قلت: عبارة الخراج التى أطلعت عليها ورأيتها ليس فيها ذكر الخلاف، وقد ذكرتها لک من قبل بحروفها، وبعض الفتاوىٰ المذكور مجهول، فالله أعلم به. على أنهٗ لو ثبت خلاف محمد فى المسألة لا يعدل عن قول أبى حنيفة، وأبى يوسف الذى مشى عليه أصحاب المتون وغيرهم. ولا سيما والتعبير بقولهٖ: خلافاً لمحمد، مشير الى ضعفه، ولو كان لمحمد خلاف فى هذه المسألة لتمسک به البزازى، ومن تابعه ولم يعدل عن النقل عنه، الى النقل المالكية. على أن البزازى لم يدع أن ذلک قول فى المذهب، بل دعواهٗ أنهٗ مما أنعقد عليه اجماع الأئمة وقد تيقنت بطلانه، مما نقلناه لک.

وان المجمع عليه هو الحكم بكفر الساب، وقتله قبل التوبة، وليس ذلک محل النزاع، وانما كلامنا فى قبوله توبته، ودرأ القتل عنه بالاسلام كما هو حكم سائر المرتدين (كتاب تنبيه الولاة والحكام علىٰ احكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام، صفحه ٧٠، الباب الاول، الفصل الثانى، المسئلة الثالثة ، مطبوعة: دارالآثار، القاهرة، المصر، الطبعة الاولىٰ: 2007ء)

’’کتابُ الأصل للشیبانی‘‘ کا حوالہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دوسرے تلمیذِ رشید، امام محمد رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 189ہجری) ’’کتاب الاصل‘‘ میں فرماتے ہیں کہ:

وکذلک لو قیل له :لنقتلنک أو لتشتمن محمدا، فخطر علی باله رجل من النصاری یقال له :محمد، فإن شتم محمدا یرید به الرجل الذی خطر علی باله لم یکن بذلک کافرا ولم تبن منه امرأته، وإن ترک ما خطر علی قلبه وشتم محمدا وقلبه کاره لما صنع لم ینفعه ذلک شیئا؛ لأنه قد کان یقدر علی أن لا یشتمه ویشتم إنسانا غیره .ولو لم یخطر علی باله أحد غیره فشتمه یرید شتمه وهو کاره لذلک بقلبه لم یکن بهذا کافرا ولم تبن منه امرأته(الأصل للشیبانی، ج۷،ص ۳۹۲، کتاب الإکراه، باب من الإکراه الذی یخطر علی بال المکره غیر ما أکره علیه)

ترجمہ: اگر اس (مسلمان) کو (کسی نے) کہا کہ ہم تجھے قتل کر دیں گے، یا تُو محمد کو گالی دے، تو اس (جبر کیے جانے والے) کے دل میں نصاریٰ کا کوئی شخص کھٹکا، جس کو محمد کہا جاتا ہے، پس اگر اس نے محمد کو گالی دے دی، جس سے اس نے اسی شخص کو مراد لیا، جو اس کے دل میں کھٹکا تھا، تو یہ کافر نہیں ہوگا، اور اس کی عورت اس کے نکاح سے جدا نہیں ہوگی، اور اگر اس نے اس (دل میں کھٹکنے والے نصاریٰ کے محمد نامی شخص) کا ارادہ ترک کر دیا، جو اس کے دل پر کھٹکا تھا، اور اس نے محمد کو گالی دے دی، اور اس کا دل اس فعل کو ناپسند کرتا تھا، تو اس کو، اس سے کوئی نفع نہیں ہوگا (یعنی وہ اس صورت میں کافر ہو جائے گا) کیونکہ وہ اس بات پر قادر

تھا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی نہ دے، اور کسی دوسرے انسان کو گالی دے دے (جو اس کے دل میں دوسرا کھٹکا تھا) اور اگر اس کے دل پر محمد کے علاوہ کوئی غیر نہیں کھٹکا، پھر اس نے گالی دے دی، اور اس سے اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے کا ارادہ کیا، لیکن وہ اس کو دل سے ناپسند کر رہا تھا، تو وہ اس کی وجہ سے کافر نہیں ہوگا، اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے جدا نہیں ہوگی (کتابُ الأصل)

مذکورہ عبارت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے کی جس صورت کو کفر قرار دیا گیا ہے، اس کو محض کفر اور بیوی کے بائن ہونے کا باعث قرار دیا گیا ہے، جس سے مراد ''مرتد'' ہو جانا ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنا، باعثِ کفر وارتداد ہے، اور ارتداد کے جو احکام ہیں، وہی اس کے احکام ہیں، کوئی اور احکام نہیں۔

اور ''کتابُ الأصل'' میں ہی ایک مقام پر یہ بات مذکور ہے کہ اگر کسی کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم نہ کرنے پر قتل کی دھمکی دی گئی، تو اس کو ایسی صورت میں سب وشتم کرنا گناہ نہیں ہے، اور اگر کسی نے اس فعل کا ارتکاب نہیں کیا، اور وہ قتل ہو گیا، تو وہ عند اللہ اجر وثواب کا مستحق ہوگا۔[1]

''کتابُ الأصل اور السیرُ الصغیر'' کا حوالہ

امام محمد رحمہ اللہ ''کتابُ الأصل'' میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

قلت :أرأيت المرأة ترتد عن الإسلام كيف الحكم فيها؟

---

[1] لو أكره بتهدد بقتل حتى يكفر بالله ففعل وقلبه مطمئن بالإيمان لم يكن عليه شيء ، فالكفر شتم منه لربه فهو أعظم من شتم المخلوق .ألا ترى أنه لو أكره على شتم محمد -عليه السلام - بقتل كان فى سعة إن شاء الله، فهذا أعظم من قذف امرء مسلم.

ولو أن رجلا تهدد بقتل حتى يكفر أو يشتم محمدا -صلى الله عليه وسلم -أو يقذف امرا مسلما فلم يفعل حتى قتل كان إن شاء الله مأجورا(الأصل للشيباني، ج۷، ص۳۲۵، كتاب الإكراه، باب من الإكراه الذى يتعدى فيه العامل ما أمر به)

قال أبو حنيفة :لا تقتل، ولكنها تحبس أبداً حتى تسلم .

قلت :ولا تقتل المرأة؟ قال :لا .

قلت :لمَ؟

قال :بلغنا عن عبد الله بن عباس أنه قال :إذا ارتدت المرأة عن الإسلام حبست ولم تقتل .وبلغنا عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم :أنه نهى عن قتل نساء المشركين في الحرب . فدرأنا عنها بهذا (الأَصْلُ،للشيباني ، ج٧ص٤٩٧،كتاب السير،باب المرأة ترتد عن الإسلام)

ترجمہ: میں نے (امام ابوحنیفہ سے) عرض کیا کہ عورت اگر اسلام سے مرتد ہوجائے،تو آپ کے نزدیک اس کا کیا حکم ہے؟

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، البتہ اس کے اسلام لانے تک برابر قید میں رکھا جائے گا۔

میں نے کہا کہ کیا عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا؟ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نہیں۔

میں نے کہا کہ عورت کو کیوں قتل نہیں کیا جائے گا؟ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث پہنچی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب عورت اسلام سے پھِر جائے،تو اسے قید کیا جائے گا،اور اسے قتل نہیں کیا جائے گا،اور ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ احادیث پہنچی ہیں کہ آپ نے جنگ میں مشرکین کی عورتوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا،تو ہم نے عورت سے قتل کو ساقط کردیا(الاصل)

امام محمد رحمہ اللہ نے ’’السیرُ الصغیر ‘‘میں بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی قول ذکر فرمایا ہے،

جو اوپر گزرا۔ [1]

اور امام محمد رحمہ اللہ، نے ''کتابُ الاصل'' ہی میں ایک اور مقام پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مرتدہ عورت کے قتل نہ کیے جانے کا ذکر فرمایا ہے۔ [2]

''المبسوط للسرخسی'' کا حوالہ

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی (المتوفیٰ: 483ہجری) نے بھی ''المبسوط'' میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنا باعثِ کفر قرار دیا ہے، اور فرمایا کہ:

" شتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی غیر موضع الضرورۃ کفر"

''غیر موضعِ ضرورت میں (یعنی جبر واکراہ کے بغیر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنا، کفر ہے'' [3]

مذکورہ عبارت میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جبر واکراہ وغیرہ کے بغیر سب وشتم کرنے کو

---

[1] قلت أرأيت المرأة ترتد عن الإسلام كيف الحكم فيها قال قال أبو حنيفة لا تقتل ولكنها تحبس أبدا حتى تسلم قلت ولا تقتل المرأة قال لا قلت لم قال بلغنا عن عبد الله بن عباس أنه قال إذا ارتدت المرأة عن الإسلام حبست ولم تقتل وبلغنا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه نهى عن قتل نساء المشركين فی الحرب فدرأنا عنها بهذا(السير الصغير،للشيبانی ص ۲۰۴،باب المرأة ترتد عن الإسلام)

[2] وقال أبو حنيفة: إذا ارتدت المرأة عن الإسلام ثم أعتقت عبدا،فإن عتقها جائز، والولاء لها؛ لأن المرأة لا تقتل(الأَصْلُ،للشيبانی، ج۶ ص۷ ۴۱، کتاب الولاء،باب ولاء المرتد)

[3] لو أكره على شتم محمد -عليه الصلاة والسلام -، فإن أجابهم إلى ذلك، ولم يخطر بباله شیء لم تبن منه امرأته، وإن خطر على باله رجل من النصارى يقال له محمد فإن شتم محمدا، ويريد به ذلك الرجل، فلا تبين امرأته وقد أظرف فی هذه العبارة حيث لم يقل خطر بباله رجل من المسلمين يقال له محمد غير رسول الله -صلى الله عليه وسلم -وإنما قال رجل من النصارى؛ لأن الشتم فی حق النصارى أهون منه فی حق المسلمين، فإن ترك ما خطر بباله، وشتم محمدا -صلى الله عليه وسلم -وقلبه كاره لذلك كان كافرا، وتبين منه امرأته؛ لأنه بعدما خطر بباله قد، وجد مخرجا عما ابتلی به، فإذا لم يفعل كان كافرا، فإن شتم النبی -صلى الله عليه وسلم -فی غير موضع الضرورة كفر، وكراهته بقلبه لا تنفع شيئا(المبسوط،ج۲۴،ص ۱۳۱، كتاب الإكراه،باب ما يخطر على بال المكره من غير ما أكره عليه)

باعثِ کفر قرار دیا گیا، جس سے مراد مرتد ہو جانا ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کا حکم ارتداد کا ہی ہے، اگر اس کا حکم ارتداد سے زیادہ، یا کچھ اور ہوتا، تو موضعِ بیان میں اس کا ضرور ذکر کیا جاتا۔

''الهداية فى شرح بداية المبتدى'' کا حوالہ

صاحبِ هداية علی بن ابی بکر مرغیناني (المتوفیٰ: 593ہجری) نے بھی ''الهداية'' میں بحالتِ اکراہ بعض صورتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے کو، باعثِ کفر اور بیوی کے نکاح سے جدا ہونے کا باعث قرار دیا ہے۔ [1]

''البناية شرح الهداية'' کا حوالہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی (المتوفیٰ: 855ہجری) نے بھی مذکورہ مسئلہ کی تشریح کرتے ہوئے، یہی حکم بیان کیا ہے، جس کے ضمن میں انہوں نے فرمایا کہ:

" شتم النبى -صلى الله عليه وسلم فى غير موضع الضرورة كفر"

''یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر موضعِ ضرورت (یعنی جبر واکراہ کے بغیر) میں سب وشتم کرنا، کفر ہے''۔ [2]

---

[1] وعلى هذا إذا أكره على الصلاة للصليب وسب محمد النبى عليه الصلاة والسلام ففعل وقال نويت به الصلاة لله تعالى ومحمدا آخر غير النبى عليه الصلاة والسلام بانت منه قضاء لا ديانة، ولو صلى للصليب وسب محمدا النبى عليه الصلاة والسلام وقد خطر بباله الصلاة لله تعالى وسب غير النبى عليه الصلاة والسلام بانت منه ديانة وقضاء لما مر، وقد قررناه زيادة على هذا فى كفاية المنتهى، والله أعلم(الهداية فى شرح بداية المبتدى، ج٣،ص ٢٧٦، كتاب الإكراه،فصل: وإن أكره على أن يأكل الميتة أو يشرب الخمر الخ)

[2] (ولو صلى للصليب وسب محمدا -عليه الصلاة والسلام -وقد خطر) ش :أى والحال أنه قد خطر م :(بباله الصلاة لله وسب غير النبى -عليه الصلاة والسلام -بانت منه ديانة وقضاء لما مر) ش :أشار به إلى قوله لأنه مبتدء بالكفر هازل به حيث علم لنفسه مخلصا غيره، وتحقيق الكلام

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ عبارت بھی ''المبسوط للسرخسی'' کے مشابہ ہے، اور اس سے بھی وہی کچھ مستفاد ہوتا ہے، جو پہلے ذکر کیا گیا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أنه لما قال خطر ببالی أن أصلی لله وتركته ذلک وصليت للصليب فإنه يكفر قضاء وديانة، لأنه صلى للصليب طائعا.

لأنه لما خطر بباله أن يصلى لله تعالى فقد أمكنه دفع الإكراه بذلک، لأن المكره لا يعرف أنه يصلى لله دون الصليب، لأن الآمر لا اطلاع له على ما فی ضميره، فإذا أمكنه دفع الإكراه بهذا القدر كان طائعا فی الصلاة للصليب، ومن صلى للصليب طائعا فقد كفر قضاء وديانة، وكذلک الكلام فی قوله خطر ببالی أن أسب فلانا اسمه محمد غير النبی -صلى الله عليه وسلم -، وتركت ذلک فإنه يكفر أيضا قضاء وديانة، لأنه شتم النبی -صلى الله عليه وسلم :-فی غير موضع الضرورة كفر.

واعلم أن كل واحد من هذين الحكمين يتصور على ثلاثة أوجه كما فی مسألة الإكراه على إجراء كلمة الكفر :ففی وجه يكفر قضاء لا ديانة، وفی وجه :يكفر قضاء وديانة، وهما المذكوران فی المتن، وفی وجه :لا يكفر لا قضاء ولا ديانة وهو أن يخطر بباله أن يصلی لله وقد صلى لله لا للصليب، وقد شرح ذلک فی "الكافی "للحاكم، وشرحه فقال إن رجلا لو قال له أهل الحرب وقد أخذوه أسيرا لتكفرن بالله أو لتقتلن، فكفر بالله فی وجه لا يصير كافرا لا فی القضاء ولا فيما بينه وبين الله تعالى، حتى وفی وجهه يكفر فی القضاء حتى يفرق القاضی بينه وبين امرأته إن كانت له امرأة ولا يكفر فيما بينه وبين الله عز وجل حتى وسعه إمساک امرأته فيما بينه وبين الله تعالى، وفی وجه يكفر فی القضاء وفيما بينه وبين ربه.

أما الوجه الأول :فهو ما أكره على الكفر بوعيد تلف فتكلم ولم يخطر بباله شیء على ما أكره عليه وقلبه مطمئن بالإيمان، ففيه لا يكفر أصلا لا قضاء ولا ديانة، لقوله تعالى :(إلا من أكره وقلبه مطمئن بالإيمان)

وأما الوجه الثانی :وهو أن يكفر قضاء لا ديانة فيما إذا خطر بباله الخبر بالكفر عما مضى بالكذب ولم أرد به كفرا مستقبلا، وإنما كفر قضاء لأنه عدل عما أكره عليه لأنه أكره على إنشاء الكفر لا على الإخبار عن الماضی والإخبار عن الإنشاء ، فكان طائعا فی الإخبار.

ومن أقر بالكفر فيما مضى طائعا ثم قال عنيت به الكذب لا يصدقه القاضی لأنه خلاف الظاهر، لأن الظاهر هو الصدق حالة الطواعية، ولكن يصدق ديانة لأنه ادعى ما يحتمله لفظه.

وأما الوجه الثالث :وهو أنه يكفر قضاء وديانة فيما إذا قال خطر على بالی الإخبار عن الكفر الماضی بالكذب ولم أرد ذلک بل أردت كفرا مستقبلا جوابا لكلامهم، وذلک لأنه أنشأ كفرا طائعا، ومن أنشأ كفرا طائعا يكفر قضاء وديانة (البناية شرح الهداية، ج ١١،ص ٧٢، ٧٣،كتاب الإكراه،من أكره على الردة هل تبين منه امرأته)

”بدائعُ الصنائع“ کا حوالہ

علامہ ابوبکر کاسانی (المتوفی: 587ہجری) نے بھی مذکورہ مسئلہ کو بیان کرتے وقت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے کی بعض صورتوں کو کفر قرار دیا ہے۔ [1]

اس قسم کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جبر واکراہ کے بغیر سب وشتم کرے، تو حنفیہ کے نزدیک اس کا حکم، مرتد کا، اور بعینہ ایسا ہی ہے، جیسا کہ کسی دوسرے فعل کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے کوئی مسلمان دائرۂ اسلام سے خارج اور مرتد ہو جائے، اور اس کا حکم حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر وہ اسلام لے آئے اور اپنے اس فعلِ کفر سے تائب ہو جائے، تو اس کی توبہ کو قبول کرلیا جائے گا، ورنہ قتل کردیا جائے گا۔

تاہم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک، اگر عورت، مرتد ہو جائے، تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، لیکن اس کو تائب ہونے تک، مقید ومحبوس رکھا جائے گا۔

---

[1] وإن كان مستقبل الصليب، فإن لم يخطر بباله شيء وصلى للصليب ظاهرا، وقلبه مطمئن بالإيمان لا يحكم بكفره ويحمل على الإجابة إلى ظاهر ما دعي إليه مع سكون قلبه بالإيمان، وكذلك لو أكره على سب النبي -عليه الصلاة والسلام- فخطر بباله رجل آخر اسمه محمد فسبه، وأقر بذلك لا يصدق في الحكم، ويحكم بكفره؛ لأنه إذا خطر بباله رجل آخر فهذا طائع في سب النبي محمد -عليه الصلاة والسلام- ثم قال :عنيت به غيره فلا يصدق في الحكم ويصدق فيما بينه وبين الله تعالى؛ لأنه يحتمل كلامه، ولو لم يقصد بالسب رجلا آخر، فسب النبي -عليه الصلاة والسلام- فهو كافر في القضاء وفيما بينه وبين الله جل شأنه، ولو لم يخطر بباله شيء لا يحكم بكفره ويحمل على جهة الإكراه على ما مر، والله سبحانه وتعالى أعلم هذا إذا كان الإكراه على الكفر تاما، فأما إذا كان ناقصا يحكم بكفره؛ لأنه ليس بمكره في الحقيقة؛ لأنه ما فعله للضرورة بل لدفع الغم عن نفسه، ولو قال :كان قلبي مطمئنا بالإيمان لا يصدق في الحكم؛ لأنه خلاف الظاهر كالطائع إذا أجرى الكلمة ثم قال :كان قلبي مطمئنا بالإيمان ويصدق فيما بينه وبين الله تعالى(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج٧،ص ١٧٩، كتاب الإكراه،فصل في بيان حكم ما يقع عليه الإكراه)

”شرح مختصر الطحاوی“ کا حوالہ

امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ (المتوفی: 370ہجری) فرماتے ہیں کہ:

قال أبو جعفر: ومن سب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أو تنقصه: كان بذلك مرتدًا.

وذلك لقوله تعالى(لتؤمنوا باللّٰه ورسوله وتعزروه وتوقروه)

وقال تعالى(لا ترفعوا أصوتكم فوق صوت النبى ولا تجهروا له بالقول كجهر بعضكم لبعض أن تحبط أعمالكم وأنتم لا تشعرون)، فلما جعل تعالى تعظيم الرسول من شرائط الإيمان، كان من لم يعظمه كافرًا.

وأحبط عمل من جهر له بالقول، فكيف من سبه؟!

ولما روى أن رجلاً أغلظ لأبى بكر الصديق، فقال له أبو بردة: "دعنى أضرب عنقه، فقال: ما كان ذلك لأحدٍ بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم."

وروى أن رجلاً كانت له أم ولدٍ، تشتم النبى صلى الله عليه وسلم، فقتلها، فأهدر النبى صلى الله عليه وسلم دمها.

فدل على أن شتم النبى صلى الله عليه وسلم يوجب الردة.

فصل: (حكم أهل الذمة فى سب الرسول صلى الله عليه وسلم)

قال أبو جعفر: (ومن كان من ذلك من أهل الذمة: فإنه يؤدب ولا يقتل)

لأنهم قد أقروا على دينهم، ومن دينهم عبادة غير الله، وتكذيب

الرسول.

ویدل علیه :ما روی "أن الیهود دخلوا علی النبی علیه الصلاة والسلام، فقالوا :السام علیک، فقال النبی صلی الله علیه وسلم : وعلیکم "، ولم یوجب علیهم قتلاً (شرح مختصر الطحاوی للجصاص، ج٦ص ١٤١، ١٤٢، کتاب المرتد،مسألة :حکم من سب الرسول صلی الله علیه وسلم أو تنقصه)

ترجمہ: ابوجعفر (امام طحاوی: المتوفٰی: 321ہجری) نے فرمایا کہ جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، یا آپ کی تنقیص کرے، تو اس کی وجہ سے وہ مرتد ہوجائے گا، اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ:

"لتؤمنوا باللّٰه ورسوله وتعزروه وتوقروه"

اور اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ:

"لا ترفعوا أصوتکم فوق صوت النبی ولا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض أن تحبط أعمالکم وأنتم لا تشعرون"

پس جب اللہ تعالٰی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کو ایمان کی شرائط میں سے قرار دے دیا، تو جو آپ کی تعظیم نہیں کرے گا، وہ کافر شمار ہوگا، اور جو آپ کے مقابلہ میں آواز بلند کرے گا، تو اس کے اعمال حبط ہوجائیں گے، پس جو شخص سب وشتم کرے گا، اس کے اعمال کیسے حبط نہیں ہوں گے۔

اور ایک روایت میں مروی ہے کہ ایک آدمی نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کچھ غلیظ بات بکی، تو آپ کو ابوبردہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لیے یہ حق نہیں ہے۔

جس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنا، ارتداد کو ثابت کرتا ہے (کسی صحابی، یا ولی کو سب وشتم کرنا بذاتِ خود کفر وارتداد کو ثابت نہیں کرتا)

فصل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہلِ ذمہ کے سب وشتم کرنے کا حکم:

امام ابوجعفر نے فرمایا کہ اگر اس طرح کی حرکت کرنے والا، اہلِ ذمہ میں سے ہو، تو اس کی تادیب وتعزیر کی جائے گی، لیکن اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اہلِ ذمہ کو اپنے دین پر برقرار رکھا گیا ہے، اور ان کا دین غیرُ اللہ کی عبادت کرنا، اور رسول کی تکذیب کرنا ہے۔

اور اس کی ایک دلیل وہ روایت بھی ہے کہ یہود نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر یہ کہا ''السام علیک'' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ''وعلیکم'' فرمایا، اور ان پر قتل کا حکم نہیں لگایا (شرح مختصر الطحاوی)

امام طحاوی رحمہ اللہ کے حوالہ سے پہلے باب کے شروع میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے کا حکم، کفر وارتداد والا ہونا گزر چکا ہے۔

امام طحاوی اور امام ابوبکر جصاص رحمہما اللہ کی مذکورہ عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم، یا آپ کی تنقیص کرنا، باعثِ کفر وارتداد ہے۔

پس جو احکام مرتد کے ہیں، وہی احکام ''سواءً بسواءٍ'' اس فعل کے مرتکب کے بھی ہیں، اور اسی بات کی تائید امام ابو یوسف، امام محمد اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کے کلام سے بھی ہوتی ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عندالحنفیۃ اہلِ ذمہ کے اس فعل کی وجہ سے بوجہ ''حد'' قتل کا حکم نہیں، البتہ تعزیر وتادیب کا حکم ہے، اور یہ تعزیر بعض اوقات، قتل کی شکل میں بھی ہوسکتی ہے، جس کا ذکر آگے الگ مستقل فصل میں آتا ہے۔

’’النتف فی الفتاویٰ‘‘ کا حوالہ

ابوالحسن علی بن حسین سغدی (المتوفی: 461ہجری) ’’النتف فی الفتاویٰ ‘‘میں فرماتے ہیں کہ:

من سب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فانہ مرتد وحکمہ حکم المرتد ویفعل بہ ما یفعل بالمرتد (النتف فی الفتاوی، ج۲،ص۶۹۴، کتاب المرتد واھل البغی،ساب الرسول)

ترجمہ: جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، تو وہ مرتد ہے، اور اس کا حکم مرتد کی طرح ہے، اور اس کے ساتھ وہی طرزِ عمل اختیار کیا جائے گا، جو مرتد کے ساتھ طرزِ عمل اختیار کیا جاتا ہے (النتف)

مذکورہ عبارت سے وضاحت وصراحت کے ساتھ معلوم ہوا کہ سابِ رسول کا حکم حنفیہ کے نزدیک وہی ہے، جو مرتد کا ہے، اور اس میں کوئی بھی فرق نہیں، یعنی سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعلِ ارتداد کا ایک فرد ہے۔

جس میں توبہ نہ کرنے اور اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں قتل کا حکم ہے، لیکن اگر وہ عورت ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو توبہ کرنے تک قید وحبس میں رکھا جائے گا۔

یہی بات صاحبِ نتف سے پہلے کے جبالِ حنفیہ کے حوالہ سے بھی گزر چکی ہے، لہٰذا صاحبِ نتف کا بیان کردہ مذکورہ حکم حنفیہ کے اصل مذہب کے مطابق ہوا۔

’’شرحُ النقایۃ‘‘ کا حوالہ

ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (المتوفی: 1014ہجری) ’’شرحُ النقایۃ‘‘میں فرماتے ہیں:

ویکفر من وصف اللہ تعالی بما لا یلیق بہ تعالی وتقدس، وسخر باسم من أسمائہ، أو استخف بہ أو بأمر من أوامرہ ونواھیہ، أو

انكر وعده بالثواب للصالحين أو وعيده من العذاب للطالحين، أو عاب النبي صلى الله عليه وسلم ولو بشعرة من شعراته، لأنه استخفاف بمن كمله الله من كل وجه (شرح النقاية،لعلى بن سلطان محمد القارى الحنفى، ج۵،ص ۱۳۶ ، كتاب الجهاد، فصل فى الجزية،أحكام المرتد)

ترجمہ: اور جو اللہ تعالیٰ کو ایسی چیز کے ساتھ متصف کرے، جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے لائق نہیں، اور اللہ کے ناموں میں سے کسی نام کا مذاق اڑائے، یا اس کا استخفاف کرے، یا اللہ کے احکام اور نواہی میں سے کسی حکم کا استخفاف کرے، یا نیک لوگوں کے لیے ثواب کے وعدے کا انکار کرے، یا نافرمانوں کے لیے عذاب کی وعید کا انکار کرے، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر عیب لگائے، اگرچہ آپ کے بالوں میں سے ایک بال کے برابر ہی کیوں نہ ہو، تو وہ کافر ہو جائے گا، کیونکہ اس نے ایسی ذات کا استخفاف کیا، جس کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح سے مکمل بنایا ہے (شرح النقایۃ)

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مذکورہ عبارت میں اللہ تعالیٰ کے استخفاف اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استخفاف کا حکم یکساں، کفر لازم آنے کا بیان کیا ہے، جس سے مراد ''ارتداد'' ہے۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ حنفیہ کے نزدیک ''سابِ رسول'' کا حکم مرتد کا ہے، اور اسی وجہ سے اگر وہ توبہ کرے، تو حنفیہ کے نزدیک اس کی توبہ قبول ہے۔

علامہ بدرُ الدین عینی کا حوالہ

علامہ بدرُ الدین عینی حنفی رحمہ اللہ (المتوفی:855ہجری) صحیح بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں:

هذا مذهب الكوفيين فإن عندهم أن من سب النبي أو عابه فإن كان ذميا عزر ولا يقتل وهو قول الثورى، وقال أبو حنيفة، رضى الله تعالى عنه: إن كان مسلما صار مرتدا بذلك، وإن كان ذميا

لا ینتقض عهده (عمدة القاری للعینی، ج۲۴ ص۸۲، کتاب استتابة المرتدین والمعاندین وقتالهم، باب إذا عرض الذمی وغیره بسب النبی صلی الله علیه وسلم ولم یصرح نحو قوله: السام علیک)

ترجمہ: یہ اہلِ کوفہ کا مذہب ہے، کیونکہ ان کے نزدیک جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، یا آپ کو عیب لگائے، تو اگر وہ ذمی ہو، تو اس کو تعزیر کی جائے گی، اور اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، امام ثوری کا بھی یہی قول ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر وہ مسلمان ہو، تو اس کی وجہ سے مرتد ہوجائے گا، اور اگر وہ ذمی ہو، تو اس کا عہد نہیں ٹوٹے گا (عمدة القاری)

علامہ بدرُ الدین عینی رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مسلمان پر مرتد کا حکم عائد ہوتا ہے۔

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جس طرح مرتد کی توبہ قبول کی جاتی ہے، اسی طرح اس فعل کے مرتکب کی توبہ بھی قبول کی جاتی ہے، اور توبہ نہ کرے تو اس کو قتل کیا جاتا ہے، لیکن عورت ہو، تو اس کو قتل کے بجائے، توبہ کرنے اور اسلام لانے تک قید وحبس میں رکھا جاتا ہے، البتہ بعض صورتوں میں عورت کو بمصلحت قتل کرنے کی بھی گنجائش ہوتی ہے، جیسا کہ اگلے باب کے ضمن میں آتا ہے۔

''مختصر القدوری'' کا حوالہ

امام ابوحسین احمد بن محمد قدوری حنفی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 428ہجری) فرماتے ہیں:

ومن امتنع من أداء الجزية أو قتل مسلما أو سب النبی علیه الصلاة والسلام أو زنی بمسلمة لم ینقض عهده ولا ینتقض العهد إلا بأن یلحق بدار الحرب أو یغلبوا علی موضع فیحاربونا.

وإذا ارتد المسلم عن الإسلام عرض عليه الاسلام فإن كانت له شبهة كشفت له ويحبسن ثلاثة أيام فإن أسلم وإلا قتل فإن قتله قاتل قبل عرض الإسلام عليه كره له ذلك ولا شيء على القاتل.

فأما المرأة إذا ارتدت فلا تقتل ولكن تحبس حتى تسلم (المختصر للقدوری، ص۲۳۷، کتاب السیر)

ترجمہ: اور جو ذمّی شخص جزیہ کے ادا کرنے سے منع کرے، یا مسلمان کو قتل کرے، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرے، یا مسلمان عورت سے زنا کرے، تو اس کا عہد نہیں ٹوٹے گا، اور اس کا عہد دار الحرب میں چلے جانے سے ہی ٹوٹے گا، یا اس صورت میں ٹوٹے گا، جبکہ وہ (اہلِ ذمہ) ہماری کسی جگہ پر غلبہ حاصل کرلیں، پھر وہ ہم سے مقابلہ کریں۔

اور جب مسلمان، اسلام سے مرتد ہوجائے (خواہ ارتداد، کسی بھی وجہ سے ہو) تو اس پر اسلام کو پیش کیا جائے گا، اگر اس کا کوئی شبہ ہو، تو اس کو دور کیا جائے گا، اور تین دن تک قید رکھا جائے گا، پھر وہ اسلام لے آئے تو ٹھیک، ورنہ اس کو قتل کیا جائے گا، پھر اس کو کوئی شخص اسلام پیش کیے جانے سے پہلے قتل کردے، تو یہ فعل اس کے لیے مکروہ ہے، لیکن قاتل پر کچھ واجب نہیں۔

لیکن عورت اگر مرتد ہوجائے، تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، البتہ اس کو اسلام لانے تک قید رکھا جائے گا (مختصرُ القدوری)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنا، حنفیہ کے نزدیک کفر وارتداد کا حکم رکھتا ہے، اسی لیے ذمّی کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے کا مسئلہ بیان کرنے کے بعد، مسلمان کے مرتد ہونے کے مسئلہ کو بیان کرتے وقت، سب وشتم کرنے کے مسئلہ کو مستقل طور پر الگ، یا مستثنیٰ کرکے بیان نہیں کیا گیا، اور اسی وجہ سے قدوری کی شرح ''الجوهرة

النیرۃ ''میں اسی مسئلہ کے ضمن میں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے کو، اللہ تعالیٰ پر سب وشتم کرنے کے قائم مقام کفر وارتداد ہی قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

''الجوهرةُ النيرة'' کا حوالہ

علامہ ابوبکر زبیدی حنفی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 800ہجری) ''قدوری'' کی شرح میں فرماتے ہیں:

وأما سب النبى – صلى الله عليه وسلم – فلا يكون نقضا للعهد عندنا؛ لأنه كفر والكفر المقارن له لا يمنعه فالطارء لا يرفعه ولأن سب النبى -صلى الله عليه وسلم -يجرى مجرى سب الله تعالى

(الجوهرة النيرة، ج۲، ص ۲۷۶، كتاب السير)

ترجمہ: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنا، ہمارے نزدیک عہد کے ٹوٹنے کا باعث نہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنا، کفر ہے، اور جو کفر اس کے ساتھ مقارن ہے، جب وہ عہد کے لیے مانع نہیں، تو طاری ہونے والا کفر اس کو رفع نہیں کرے گا، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے پر اللہ تعالیٰ کو سب و شتم کرنے کے احکام جاری ہوتے ہیں (الجوهرة النيرة)

اور یہ بات معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب وشتم کرنا، باعثِ کفر وارتداد ہے، لہٰذا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے پر، اللہ تعالیٰ کو سب وشتم کرنے کے احکام جاری ہوتے ہیں، تو جس طرح اللہ تعالیٰ کو سب وشتم کرنے کا فعل، باعثِ کفر وارتداد ہے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے کا فعل بھی باعثِ کفر وارتداد ہے، اور جس طرح حنفیہ کے نزدیک مرتد کی توبہ قبول کی جاتی ہے، اسی طرح اس فعل کے مرتکب کی بھی توبہ قبول کی جاتی ہے، اور توبہ نہ کرنے کی صورت میں قتل کا حکم ہوتا ہے، لیکن عام حالات میں مرتدہ عورت کو قتل نہیں کیا جاتا، یہی بات گزشتہ عبارات سے بھی معلوم ہو چکی۔

”التفسیرُ المظھری“ کا حوالہ

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:1225) فرماتے ہیں:

وقال ابو حنیفة لا یقتل المعاھد بسب رسول الله صلی الله علیه وسلم لان سبه کفر والکفر لا ینافی العهد (التفسیر المظھری، ج۲ ص ۱۹۳، سورة ال عمران)

ترجمہ: اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ”معاہد“ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے کی وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنا کفر ہے، اور کفر ”عہد“ کے منافی نہیں (التفسیرُ المظھری)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنا، کفر ہے، اور اسی وجہ سے یہ کفار سے عہد کے منافی نہیں۔

اور جب یہ کفر ہے، تو مسلمان سے اس فعل کا صدور بھی باعثِ کفر وارتداد ہوگا، اور اس پر مرتدوں والے احکام جاری ہوں گے، جس میں اس کی توبہ قبول کیے جانے کا حکم اور عورت ہونے کی صورت میں قتل کے بجائے، تائب ہونے تک قید وحبس میں رکھے جانے کا حکم بھی داخل ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ مرتدہ عورت کے قتل نہ کیے جانے اور تائب ہونے تک قید وحبس میں رکھے جانے کی حنفیہ نے جابجا تصریح فرمائی ہے۔

چنانچہ امام قدوری رحمہ اللہ (المتوفیٰ:428ہجری) نے ”التجرید للقدوری“ میں مرتدہ عورت کے قتل نہ ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔ [1]

---

[1] قالوا: کفر بعد إیمان فوجب القتل به کالرجل.

قلنا: المعنی فیه أن الرجل یستعان به فی القتال غالبًا ولا یوجد من المرأة أو نقول المعنی فیه أنه لا یسترق إذا کان فعلنا تغلیبًا عربیًا وکانت المرأة تسترق إذا کانت من عبدة الأوثان من العرب لم تقتل کالصبی.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے علاوہ شمس الائمہ سرخسی (المتوفیٰ:483ہجری) نے ''المبسوط'' میں اور قاضی خان (المتوفیٰ:592ہجری) نے ''فتاویٰ قاضی خان'' میں اور علامہ سمرقندی (المتوفیٰ: 540ہجری) نے ''تحفۃُ الفقهاء'' میں ''مرتدہ عورت کے قتل نہ کیے جانے کے حکم'' کی تصریح فرمائی ہے۔ [1]

اور علامہ کاسانی (المتوفیٰ:587ہجری) نے ''بدائع الصنائع'' میں بھی اسی بات کی تصریح فرمائی ہے کہ مرتدہ عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا، بلکہ تائب ہونے تک قید رکھا جائے گا۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قالوا :المرأة تقتل بالزنا فتقتل بالردة وتقتل قصاصًا فقتلت بالردة وربما قالوا :كل معنى أوجب القتل على الرجل أوجب القتل على المرأة وأصله الزنى والقتل.

قلنا :اعتبار الردة بالكفر الأصلي اعتبار كفر بكفر وهو أولى من اعتبار كفر بقصاص وزنا ولأن الزنا والقصاص إذا وجد منها ابتداء وجب القتل كذلك إذا وجدنا (بالماء) ولما كان الكفر إذا وجد ابتداء من المرأة لم يوجب القتل كذلك(التجريد للقدورى، ج ١١،ص ٥٨٤٦، كتاب قتال أهل البغي، حكم المرتدة، مسألة ١٣٩٥)

[1] ولا تقتل المرتدة، ولكنها تحبس، وتجبر على الإسلام عندنا، وقال الشافعي -رحمه الله تعالى -تقتل إن لم تسلم، وهكذا كان يقول أبو يوسف -رحمه الله تعالى -فى الابتداء ثم رجع أنه الحسن، عن أبي حنيفة رحمهما الله تعالى أنها تخرج فى كل قليل، وتعذر تسعة وثلاثين سوطا ثم تعاد إلى الحبس إلى أن تتوب أو تموت(المبسوط، ج١٠،ص١٠٨،كتاب السير،باب المرتدين)

ولا تُقتل المرأة المرتدة عندنا لكنها تحبس أبدا إلى أن تتوب، وعند الشافعي رحمه الله تعالى تقتل(فتاوى قاضى خان، ج٣،ص ٣٦٦،باب الرّدة و أحكام أهلها)

وأما حكم أهل الردة فنقول لهم أحكام من ذلك أن الرجل المرتد يقتل لا محالة إذا لم يسلم ولا يسترق لكن المستحب أن يعرض عليه الإسلام أولا فإن أسلم وإلا فيقتل من ساعته إذا لم يطلب التأجيل فأما إذا طلب التأجيل إلى ثلاثة أيام لينظر فى أمره فإنه يؤجل ولا يزاد عليه ،ولكن مشايخنا قالوا الأولى أن يؤجل ثلاثة أيام ويحبس ويعرض عليه الإسلام فإذا وقع اليأس فحينئذ يقتل فأما المرأة فلا تقتل عندنا،خلافا للشافعي ولكنها تحبس وتجبر على الإسلام وتضرب فى كل ثلاثة أيام إلى أن تسلم وكذا الجواب فى الأمة إلا أن الأمة تحبس فى بيت المولى لأن ملكه قائم بخلاف المرتدة المنكوحة فإن النكاح قد بطل بالردة ولو لحقت بدار الحرب ثم ظهر المسلمون عليهم لهم أن يسترقوا المرتدة دون المرتد(تحفة الفقهاء ،ج٣،ص٣٠٨، ٣٠٩،كتاب السير، باب أخذ الجزية)

[2] والقتل ليس من لوازم الردة عندنا فإن المرتدة لا تقتل بلا خلاف بين أصحابنا، والردة موجودة وأما الذكورة فليست بشرط فتصح ردة المرأة عندنا؛ لكنها لا تقتل بل تجبر على الإسلام،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ اگر کسی بد بخت عورت کے یہ قبیح فعل بار بار کرنے، یا علانیہ کرنے کی وجہ سے اس کا فساد قتل کیے بغیر نہ دور ہوتا ہو، تو حنفیہ کے نزدیک اس عورت کو دفعِ فساد کے لیے قتل کرنے کی بھی گنجائش ہے، جیسا کہ اگلے باب میں آتا ہے۔

”الهداية، العناية و فتحُ القدير“ کا حوالہ

برہانُ الدین، علی بن ابی بکر المرغینانی (المتوفی: 593) ”الهداية في شرح بداية المبتدی“ میں ”ذمی“ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے سے حنفیہ کے نزدیک عہد

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وعند الشافعي -رحمه الله- تقتل؛ وستأتي المسألة في موضعها إن شاء -الله تعالى(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج٧، ص ١٣٤، كتاب السير، فصل في بيان أحكام المرتدين)

وأما المرأة فلا يباح دمها إذا ارتدت، ولا تقتل عندنا، ولكنها تجبر على الإسلام، وإجبارها على الإسلام أن تحبس وتخرج في كل يوم فتستتاب ويعرض عليها الإسلام، فإن أسلمت وإلا حبست ثانيا، هكذا إلى أن تسلم أو تموت وذكر الكرخي -رحمه الله- وزاد عليه -تضرب أسواطا في كل مرة تعزيرا لها على ما فعلت وعند الشافعي -رحمه الله- تقتل لعموم قوله -عليه الصلاة والسلام- من بدل دينه فاقتلوه ولأن علة إباحة الدم هو الكفر بعد الإيمان، ولهذا قتل الرجل وقد وجد منها ذلك، بخلاف الحربية وهذا لأن الكفر بعد الإيمان أغلظ من الكفر الأصلي؛ لأن هذا رجوع بعد القبول والوقوف على محاسن الإسلام وحججه، وذلك امتناع من القبول بعد التمكن من الوقوف دون حقيقة الوقوف، فلا يستقيم الاستدلال.

(ولنا) ما روي عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- أنه قال لا تقتلوا امرأة ولا وليدا ولأن القتل إنما شرع وسيلة إلى الإسلام بالدعوة إليه بأعلى الطريقين عند وقوع اليأس عن إجابتها بأدناهما، وهو دعوة اللسان بالاستتابة، بإظهار محاسن الإسلام والنساء أتباع الرجال في إجابة هذه الدعوة في العادة، فإنهن في العادات الجارية يسلمن بإسلام أزواجهن على ما روي أن رجلا أسلم وكانت تحته خمس نسوة فأسلمن معه، وإذا كان كذلك فلا يقع شرع القتل في حقها وسيلة إلى الإسلام، فلا يفيد ولهذا لم تقتل الحربية بخلاف الرجل فإن الرجل لا يتبع رأي غيره، خصوصا في أمر الدين بل يتبع رأي نفسه، فكان رجاء الإسلام منه ثابتا، فكان شرع القتل مفيدا، فهو الفرق والحديث محمول على المذكور عملا بالدلائل صيانة لها عن التناقض، وكذلك الأمة إذا ارتدت لا تقتل عندنا، وتجبر على الإسلام، ولكن يجبرها مولاها إن احتاج إلى خدمتها، ويحبسها في بيته؛ لأن ملك المولى فيها بعد الردة قائم، وهي مجبورة على الإسلام شرعا فكان الرفع إلى المولى رعاية للحقين، ولا يطؤها؛ لأن المرتدة لا تحل لأحد(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج٧، ص١٣٥، كتاب السير، فصل في بيان أحكام المرتدين)

نہ ٹوٹنے کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”ولنا أن سب النبی – صلی اللّٰہ علیہ وسلم – کفر منہ، والکفر المقارن لا یمنعہ فالطارء لا یرفعہ“

”ہماری (یعنی حنفیہ کی) دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنا، باعثِ کفر ہے، اور ذمی کے ساتھ پہلے سے کفر موجود ہے، جو اس کو اس سے منع نہیں کرتا، پس جو کفر (سب وشتم کرنے کی وجہ سے) بعد میں طاری ہوا، تو وہ اس کو رفع بھی نہیں کرے گا“

پھر ”الھدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی“ میں اس کے بعد یہ عبارت مذکور ہے کہ:

”وإذا نقض الذمی العہد فھو بمنزلۃ المرتد“

”جب ذمی کا عہد ٹوٹ جائے، تو وہ مرتد کے درجے میں ہوجاتا ہے“ [1]

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حنفیہ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنا باعثِ کفر ہے، اسی لیے اس کی وجہ سے ذمی کا عہد نہیں ٹوٹتا، اور وہ مرتد کے درجے میں نہیں ہوتا۔

شیخ جمال الدین رومی بابرتی (المتوفیٰ: 786ہجری) مذکورہ عبارت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یعنی لو کان مسلما ویسب النبی -صلی اللّٰہ علیہ وسلم -والعیاذ

---

[1] (ومن امتنع من الجزیۃ أو قتل مسلما أو سب النبی – علیہ الصلاۃ والسلام – أو زنی بمسلمۃ لم ینتقض عھدہ) لأن الغایۃ التی ینتھی بھا القتال التزام الجزیۃ لا أداؤھا والالتزام باق .وقال الشافعی: سب النبی – صلی اللہ علیہ وسلم – یکون نقضا؛ لأنہ ینقض إیمانہ فکذا ینقض أمانہ إذ عقد الذمۃ خلف عنہ.

ولنا أن سب النبی – صلی اللہ علیہ وسلم – کفر منہ، والکفر المقارن لا یمنعہ فالطارء لا یرفعہ .

قال (ولا ینقض العھد إلا أن یلحق بدار الحرب أو یغلبوا علی موضع فیحاربوننا) ؛ لأنھم صاروا حربا علینا فیعری عقد الذمۃ عن الفائدۃ وھو دفع شر الحراب.

(وإذا نقض الذمی العھد فھو بمنزلۃ المرتد) معناہ فی الحکم بموتہ باللحاق؛ لأنہ التحق بالأموات، وکذا فی حکم ما حملہ من مالہ، إلا أنہ لو أسر یسترق بخلاف المرتد(الھدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی ، ج٦ ص ٦٢، ٦٣، کتاب السیر، باب الجزیۃ)

بالله نقض إيمانه (العناية شرح الهداية، ج٦، ص ٦٢، كتاب السير، باب الجزية)

ترجمہ: یعنی اگر کوئی مسلمان ہو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو **العياذ بالله**، سب وشتم کرے، تو اس سے ایمان ضائع ہو جاتا ہے (العناية)

علامہ ابنِ ہمام (المتوفیٰ: 861ہجری) ''**فتح القدير** ''میں ہدایہ کی مذکورہ عبارت کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

(ولنا أن سب النبى – صلى الله عليه وسلم – كفر من الذمى) كما هو ردة من المسلم (والكفر المقارن) لعقد الذمة (لا يمنع عقد الذمة) فى الابتداء (فالكفر الطارء لا يرفعه) فى حال البقاء بطريق أولى......(وإذا انتقض عهده فحكمه حكم المرتد، معناه فى الحكم بموته باللحاق؛ لأنه التحق بالأموات) وإذا تاب تقبل توبته وتعود ذمته(فتح القدير، ج٦ ص ٦٢، ٦٣، كتاب السير، باب الجزية)

ترجمہ: اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنا ذمی کی طرف سے ایک طرح کا کفر ہے، جس طرح سے کہ وہ مسلمان کی طرف سے ارتداد ہے، اور عقدِ ذمہ کے لیے جو کفر مقارن ہے، وہ ابتداء میں عقدِ ذمہ کو منع نہیں کرتا، پس جو کفر طاری ہوا، وہ حالتِ بقاء میں بطریقِ اولیٰ اس کو رفع نہیں کرے گا......اور جب ذمی کا عہد ٹوٹ جائے گا، تو اس کا حکم مرتد کا حکم ہوتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو موت کے ساتھ لاحق کرنے کا حکم ہوتا ہے، کیونکہ وہ مُردوں کے ساتھ لاحق ہو جاتا ہے، اور جب وہ توبہ کرے، تو اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے، اور اس کا ذمہ لوٹ کر آجاتا ہے (فتحُ القدير)

اس عبارت میں ''مسلم'' کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے کو صاف طور پر ''ارتداد'' قرار دیا گیا ہے۔

مذکورہ اوراس جیسی عبارات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوسب وشتم کرنا باعثِ کفروارتداد ہے۔

اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سبّ وشتم کرنے کی وجہ سے یہ کفار سے عہد کے منافی نہیں۔

اور جب یہ فعل کفر ہے، تو مسلمان سے اس فعل کا صدور بھی باعثِ کفروارتداد ہوگا، اوراس پر مرتدوں والے احکام جاری ہوں گے، جس میں حنفیہ کے نزدیک اس کی توبہ قبول کیے جانے کا حکم اور عورت ہونے کی صورت میں قتل کے بجائے، تائب ہونے تک قید وحبس کا حکم بھی داخل ہے، جیسا کہ گزرا۔

البتہ علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ ذاتی طور پر حنفیہ کے مذہب کے برعکس، ذمی کے سب وشتم کرنے سے ''عہد'' کے ٹوٹنے کے قائل ہیں، جس کی بعض حنفیہ نے تردید کی ہے۔

چنانچہ علامہ ابنِ نجیم نے فرمایا کہ:

''وكذا وقع لابن الهمام بحث هنا خالف فيه أهل المذهب وقد أفاد العلامة قاسم فی فتاويه أنه لا يعمل بأبحاث شيخه ابن الهمام المخالفة للمذهب نعم نفس المؤمن تميل إلى قول المخالف فی مسألة السب لكن اتباعنا للمذهب واجب''

''اوراسی طریقے سے ابنِ ہمام کی یہاں بحث واقع ہوئی ہے، جو اہلِ مذہب کے خلاف ہے، اور علامہ قاسم نے اپنے فتاویٰ میں یہ بات ذکر کی ہے کہ ان کے شیخ ابنِ ہمام کی ان ابحاث پر عمل نہیں کیا جائے گا، جو مذہب کے مخالف ہیں، البتہ مومن کا نفس، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوسب وشتم کرنے کے مسئلے میں مخالف مذہب کی طرف مائل ہوتا ہے، لیکن ہمارے اوپر اپنے مذہب کی اتباع واجب ہے'' [1]۔

---

[1] وذكر العينی وفی رواية مذكورة وفی واقعات حسام أن أهل الذمة امتنعوا عن أداء الجزية ينتقض العهد ويقاتلون وهو قول الثلاثة اهـ. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ کے موقف پر مزید کلام اگلے باب میں آتا ہے۔

اسی کے ساتھ علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ نے ''الهداية'' کی شرح ''فتحُ القدير'' میں ایک مقام پر ''سابِّ رسول'' کی توبہ کے قبول نہ ہونے کی طرف اپنا ذاتی رجحان ظاہر کیا ہے۔

چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ:

[فروع] كل من أبغض رسول الله – صلى الله عليه وسلم – بقلبه كان مرتدا، فالسباب بطريق أولى، ثم يقتل حدا عندنا فلا تعمل توبته فى إسقاط القتل.

قالوا: هذا مذهب أهل الكوفة ومالک، ونقل عن أبى بكر الصديق – رضى الله عنه –، ولا فرق بين أن يجىء تائبا من نفسه أو شهد عليه بذلک، بخلاف غيره من المكفرات فإن الإنكار فيها توبة فلا تعمل الشهادة معه، حتى قالوا: يقتل وإن سب

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ولا يخفى ضعفها رواية ودراية كما أن قول العينى واختيارى أن يقتل بسب النبى – صلى الله عليه وسلم – لا أصل له فى الرواية وكذا وقع لابن الهمام بحث هنا خالف فيه أهل المذهب وقد أفاد العلامة قاسم فى فتاويه أنه لا يعمل بأبحاث شيخه ابن الهمام المخالفة للمذهب نعم نفس المؤمن تميل إلى قول المخالف فى مسألة السب لكن اتباعنا للمذهب واجب وفى الحاوى القدسى ويؤدب الذمى ويعاقب على سبه دين الإسلام أو النبى أو القرآن اهـ (البحرالرائق، ج۵ص ۱۲۴، ۱۲۵، كتاب السير، باب العشر والخراج والجزية، فصل فى الجزية)

(قوله وكذا وقع لابن الهمام بحث إلخ) حيث قال والذى عندى أن سبه – عليه الصلاة والسلام – أو نسبته ما لا ينبغى إلى الله تعالى إن كان مما لا يعتقدونه كنسبة الولد إلى الله تعالى وتقدس عن ذلک أن أظهره يقتل به وينتقض عهده وإن لم يظهر ولكن عثر عليه وهو يكتمه فلا وتمامه فيه قلت وفى حاشية السيد أبى السعود عن الذخيرة ما يؤيده حيث قال وفى الذخيرة إذا ذكره بسوء يعتقده ويتدين به بأن قال إنه ليس برسول أو قتل اليهود بغير حق أو نسبه إلى الكذب فعند بعض الأئمة لا ينتقض عهده أما إذا ذكره بما لا يعتقده ولا يتدين به كما لو نسبه إلى الزنا أو طعن فى نسبه ينتقض اهـ (منحة الخالق على البحرالرائق، ج۵ص ۱۲۵، كتاب السير، باب العشر والخراج والجزية، فصل فى الجزية)

سکران ولا یعفی عنه، ولا بد من تقییده بما إذا کان سکره بسبب محظور باشره مختارا بلا إکراه، وإلا فهو کالمجنون.

وقال الخطابی: ولا أعلم أحدا خالف فی وجوب قتله .وأما مثله فی حقه تعالی فتعمل توبته فی إسقاط قتله (فتح القدیر، ج٦ ص٩٨، کتاب السیر، باب احکام المرتدین)

ترجمہ: فروع: ہر وہ شخص، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دل میں بغض رکھے، وہ مرتد شمار ہوگا، پس (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) پر سب وشتم کرنے والا بطریقِ اولیٰ، مرتد شمار ہوگا، پھر اس کو ہمارے نزدیک حَد کے طور پر قتل کیا جائے گا، جس کی توبہ اس کو قتل کے ساقط کرنے میں مفید نہیں ہوگی، اہلِ علم نے فرمایا کہ یہ اہلِ کوفہ اور امام مالک کا مذہب ہے، اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے، اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ خود تائب ہوکر آئے، یا اس کے خلاف گواہی لی جائے، بخلاف دوسری باعثِ کفر چیزوں کے، کیونکہ ان میں انکار کرنا، توبہ شمار ہوتا ہے، جس کے ساتھ شہادت مؤثر نہیں ہوتی، یہاں تک کہ فقہائے کرام نے فرمایا کہ اگر نشے کی حالت میں سب وشتم کرے، تب بھی اسے قتل کیا جائے گا، اور اسے معاف نہیں کیا جائے گا، البتہ یہ قید لگانا ضروری ہے کہ اس کا نشہ گناہ کے طریقے پر ہو، جس کو اس نے جبر واکراہ کے بغیر، خود اختیار کیا ہو، ورنہ وہ مجنون کی طرح شمار ہوگا۔

اور خطابی نے فرمایا کہ میرے علم کے مطابق کسی کا اس کے قتل کے وجوب میں اختلاف نہیں، البتہ اس کے مثل میں اللہ تعالیٰ کے حق میں اس کی توبہ، قتل کے ساقط کرنے میں مفید ہوگی (فتح القدیر)

اس موقع پر صرف اتنا عرض ہے کہ علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت میں ''خلط

والتباس'' پایا جاتا ہے، کیونکہ انہوں نے جو یہ فرمایا کہ:

''کان مرتدا''

تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ حنفیہ کے نزدیک مرتد ہے، اور اس پر مرتد والے احکام ہی جاری ہونا چاہیے۔

پھر اس کے بعد جو یہ فرمایا کہ:

''ثم یقتل حدا عندنا فلا تعمل توبته فی إسقاط القتل .قالوا: هذا مذهب أهل الكوفة ومالک''

اگر ''عندنا'' سے مراد حنفیہ ہوں، تو یہ بات درست نہیں، اور اسی طرح اہلِ کوفہ اور امام مالک کا مذہب بھی اس سلسلے میں ایک جیسا نہیں، بلکہ اس مسئلہ میں امام مالک کا مذہب اور اہلِ کوفہ کا مذہب، بالکل جدا ہے، امام مالک اپنی مشہور روایت کے مطابق توبہ قبول ہونے، اور قتل کے ساقط ہونے کے قائل نہیں، جب کہ اہلِ کوفہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، بلکہ امام ثوری، امام اوزاعی اور امام شافعی رحمہم اللہ اور بعض حنابلہ سب ہی اس پر کسی دوسری مستقل حَد کے بجائے ارتداد کا حکم اور ارتداد کی حَد جاری کرنے، اور اس کی توبہ قبول ہونے کے قائل ہیں۔

جیسا کہ علامہ ابنِ ہمام سے پہلے کے متعدد ثقہ حضرات اس کی تصریح کرتے آئے ہیں۔

اور اس طرح کی بہت سی عبارات پہلے ذکر کی جا چکی ہیں۔

نیز یہ بھی واضح ہے کہ حنفیہ نے ''سابِّ رسول'' کو ''زندیق'' کا حکم نہیں دیا کہ جس کی توبہ کو قبول نہ کیا جائے، البتہ یہ مالکیہ کا قول ہے، اور زندیق کے متعلق بھی حنفیہ اس کے قائل نہیں کہ اس کی توبہ کسی بھی حال میں قبول نہ کی جائے۔ [1]

---

[1] ومن سبه قتل بغير استتابة إن كان مسلما، وإن كان ذميا قتل قبل أن يسلم .وقال الكوفيون :من سب النبى فقد ارتد، وإن كان ذميا عزر ولم يقتل (شرح صحيح البخارى لابنِ بطال، ج۵، ص ۱۹۲، كتاب الجهاد والسير ،باب :الفتک فی الحرب) اختلف العلماء فيمن سب النبى (صلى الله عليه وسلم) فروى ابن القاسم عن مالک أنه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ کی اس غلط فہمی کا سبب آگے علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ وغیرہ کے حوالہ سے آتا ہے۔

جہاں تک خطابی کے قول کا تعلق ہے، تو انہوں نے ایک تو وجوبِ قتل میں اختلاف نہ ہونے کا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

من سبه (صلى الله عليه وسلم) من اليهود والنصارى قتل إلا أن يسلم، فأما المسلم فيقتل بغير استتابة، وهو قول :الليث والشافعى وأحمد وإسحاق، عن ابن المنذر. وروى الوليد بن مسلم، عن الأوزاعى ومالك فيمن سب النبى (صلى الله عليه وسلم) قالا :هى ردة يستتاب منها فإن تاب نكل، وإن لم يتب قتل .وقال الكوفيون :من سب النبى (صلى الله عليه وسلم) أو عابه فإن كان ذميا عزر ولم يقتل .وهو قول الثورى وأبى حنيفة وإن كان مسلما صار مرتدا يقتل (شرح صحيح البخارى، ج٨،ص ٥٨٠، ٥٨١، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم،باب إذا عرض الذمى وغيره بسب النبى صلى الله عليه وسلم، ولم يصرح نحو قوله السام عليكم)

قال أبو بكر بن المنذر أجمع عوام أهل العلم على أن من سب النبى صلى الله عليه وسلم يقتل وممن قال ذلك مالك بن أنس والليث وأحمد وإسحاق وهو مذهب الشافعى قال القاضى أبو الفضل وهو مقتضى قول أبى بكر الصديق رضى الله عنه.

ولا تقبل توبته عند هؤلاء.

وبمثله قال أبو حنيفة وأصحابه والثورى وأهل الكوفة والأوزاعى فى المسلمين، لكنهم قالوا :هى ردة، وروى مثله الوليد بن مسلم عن مالك وحكى الطبرى مثله عن أبى حنيفة وأصحابه فيمن تنقصه صلى الله عليه وسلم أو برء منه أو كذبه.

وقال سحنون فيمن سبه :ذلك ردة كالزندقة.

وعلى هذا وقع الخلاف فى استتابته وتكفيره وهل قتله حد أو كفر كما سنبينه فى الباب الثانى أن شاء الله تعالى.

ولا نعلم خلافا فى استباحه دمه بين علماء الأمصار وسلف الأمة وقد ذكر غير واحد الإجماع على قتله وتكفيره (الشفا بتعريف حقوق المصطفى ،ج٢،ص ٢١٤،٢١٥ ،الباب الأول فى بيان ما هو فى حقه صلى الله عليه وسلم سب أو نقص من تعريض أو نص)

هذا مذهب الكوفيين فإن عندهم أن من سب النبى أو عابه فإن كان ذميا عزر ولا يقتل وهو قول الثورى، وقال أبو حنيفة، رضى الله تعالى عنه: إن كان مسلما صار مرتدا بذلك، وإن كان ذميا لا ينتقض عهده (عمدة القارى للعينى، ج٢٤ص ٨٢، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم،باب إذا عرض الذمى وغيره بسب النبى صلى الله عليه وسلم ولم يصرح نحو قوله: السام عليك)

حکم، دین سے ارتداد کی وجہ سے بیان کیا ہے، جو توبہ اور تجدیدِ اسلام سے پہلے ہے، دوسرے انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ذمی کے قتل نہ ہونے کا بیان فرمایا ہے۔ ۱؎

لہٰذا علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ کی مذکورہ رائے سے اتفاق مشکل ہے، اگر اس کو ان کی خطاء پر محمول نہ کیا جائے، تو کاتب وغیرہ کی طرف سے مسامحت پر محمول کیا جاسکتا ہے، ورنہ تو علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ کی رائے حقیقت اور واقعہ سے مطابقت نہیں رکھتی۔

''فتاویٰ قاضی خان'' کا حوالہ

قاضی القضاۃ محمود الأوزجندی حنفی (المتوفیٰ: 592ہجری) فرماتے ہیں کہ:

إذا عاب الرجل النبی علیه السلام فی شیء کان کافرا، قال بعض العلماء لو قال شعر النبیّ صلی الله علیه وسلم شعیر، فقد کفر وعن أبی حفص الکبیر رحمه الله تعالی من عاب النبی علیه السلام بشعرة من شعراته فقد کفر.

وذکر فی الأصل أن شتم النبیّ صلی الله علیه وسلم کفر (فتاوی قاضی خان، ج۳، ص ۳۶۱، باب ما یکون کفرا من المسلم وما لا یکون)

ترجمہ: جب کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز میں عیب لگائے، تو وہ کافر ہوجاتا ہے، بعض علماء نے فرمایا کہ اگر یہ کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بال، شعیر

۱؎ ساب النبی صلی الله علیه وسلم مقتول وذلک أن السب منها لرسول الله صلی الله علیه وسلم ارتداد عن الدین ولا أعلم أحدا من المسلمین اختلف فی وجوب قتله ولکن إذا کان الساب ذمیا فقد اختلفوا فیه فقال مالک بن أنس من شتم النبی صلی الله علیه وسلم من الیهود والنصاری قتل إلا أن یسلم وکذلک قال أحمد بن حنبل، وقال الشافعی یقتل الذمی إذا سب النبی صلی الله علیه وسلم وتبرأ منه الذمة.

واحتج فی ذلک بخبر کعب بن الأشرف وقد ذکرناه فی کتاب الجهاد.

وحکی، عن أبی حنیفة أنه قاله لا یقتل الذمی بشتم النبی صلی الله علیه وسلم ما هم علیه من الشرک أعظم (معالم السنن، ج۳ص ۲۹۶، کتاب الحدود، ومن باب من سب النبی صلی الله علیه وسلم)

(یعنی چھوٹا، یا حقیر سا) تھا، تو وہ کافر ہو جائے گا، اور ابو حفص کبیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے بالوں میں سے ایک بال کے برابر بھی عیب لگائے، تو وہ کافر ہو جائے گا۔

اور ''کتابُ الاصل'' میں یہ بات مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنا کفر ہے (فتاویٰ قاضی خان)

مذکورہ عبارت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر عیب لگانے اور تحقیر کرنے اور سب وشتم کرنے کو کفر قرار دیا گیا ہے، جس سے مراد ''ارتداد'' ہے، جیسا کہ الفاظ اور باب سے ظاہر ہے، اور اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

''جامعُ الفصولین'' کا حوالہ

علامہ محمود بن اسرائیل (المتوفی: 823 ہجری) ''جامع الفصولین'' میں فرماتے ہیں کہ:

ومن لم يقر ببعض الأنبياء عليهم السلام أو عاب نبياً بشیء أو لم يرض بسنة من سنن المرسلين عليهم السلام كفر............

قال لشعر النبی عليه السلام شعير قيل كفر وقيل لا إلا إن قاله علی وجه الإهانة.

قال لا أدری بأن النبی عليه السلام كان إنسياً أو جنياً كفر.

قال محمد درويش بود جامه بيغمبر يمناك بود أو كان النبی طويل الظفر قيل كفر مطلقاً وقيل كفر لو علی وجه الإهانة.

قال للنبی عليه السلام ذلك الرجل قال كذا وكذا قيل كفر وقيل لا (جامع الفصولين، ج۲، ص۱۶۷، الفصل الثامن والثلاثون فی مسائل الكلمات الكفرية)

ترجمہ: اور جو شخص بعض انبیاء علیہم السلام کا اقرار نہ کرے (جن کی نبوت ورسالت

قطعیت سے ثابت ہے) یا نبی کو کسی چیز میں عیب لگائے، یا انبیاء علیہم السلام کی سنتوں میں سے کسی سنت سے راضی نہ ہو، تو وہ کافر ہو جائے گا۔

اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کے لیے کہے کہ شعیر (یعنی چھوٹا، یا حقیر سا) تھا، کہا گیا ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا، اور کہا گیا ہے کہ اسی صورت میں کافر ہوگا، جب اہانت کے طریقے پر کہے۔

کوئی یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ نبی علیہ السلام انسان تھے، یا جن تھے، تو وہ کافر ہو جائے گا۔

کوئی یہ کہے کہ ''محمد درویش تھے، پیغمبر کا چہرہ خطرناک تھا، یا نبی کے لمبے ناخن تھے'' کہا گیا ہے کہ وہ مطلقاً کافر ہو جائے گا، اور کہا گیا ہے کہ اگر اہانت کے طریقے پر کہے، تو ہی کافر ہوگا۔

نبی علیہ السلام کے متعلق یہ بات کہی کہ یہ آدمی ایسا ویسا تھا، تو ایک قول یہ ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا، اور ایک قول یہ ہے کہ وہ کافر نہیں ہوگا (جامعُ الفصولین)

مذکورہ عبارت میں بھی دوسرے اقوالِ کفر کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرنے کے متعلق کفر کا قول ہی مذکور ہے، جس سے مراد ''ارتداد'' ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ جس طرح دوسرے اقوال باعثِ ارتداد ہیں، اسی طریقے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص بھی باعثِ ارتداد ہے، البتہ بعض حضرات نے تاویل کو موثر مان کر تکفیر کا حکم لگانے سے اجتناب کیا۔

اور یہ بات دوسرے مقام پر ذکر کر دی گئی ہے کہ جس قول کے باعثِ کفر ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہو، اس میں احتیاط، کافر قرار نہ دینے میں ہے، فقہائے حنفیہ کی مذکورہ اور اس جیسی دوسری عبارات سے یہ بھی ظاہر ہے کہ انہوں نے انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی شان میں ہر قسم کی ''تعریض'' کو ''تصریح'' کا درجہ نہیں دیا۔

”نصابُ الاحتساب“ کا حوالہ

ابوحفص عمر بن محمد حنفی ہندی (المتوفیٰ: 630ہجری) فرماتے ہیں کہ:

أو لم يقر ببعض الأنبياء عليهم السلام أو عاب نبيا بشيء أو لم يرض بسنة من سنن المرسلين (نصاب الاحتساب، ص ۳۷۸، الباب التاسع والخمسون: فی بیان کلمات الکفر والمعصیة ، فصل : فی کلمات الکفر بلا تفصیل)

ترجمہ: یا بعض انبیاء علیہم السلام کا اقرار نہیں کیا، یا نبی کو کسی چیز میں عیب لگایا، یا رسولوں کی سنت میں سے کسی سنت سے راضی نہیں ہوا (تو وہ کافر ہو جائے گا)

(نصابُ الاحتساب)

مذکورہ عبارت میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر عیب لگانے کو دوسرے اقوالِ کفر کی طرح کا ایک کفر قرار دیا گیا ہے، اور ان الفاظ کو دوسرے الفاظ وکلماتِ کفر کے ساتھ ہی ذکر کیا گیا ہے، لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے کے الفاظ سے متعلق امتیازی سلوک اختیار کر کے، اس کے مرتکب کی توبہ قبول نہ ہونے، اور اس کو زندیق وغیرہ قرار دینے کا دعویٰ کرنا، حنفیہ کے مذہب کے مطابق، درست نہیں۔

”الفتاویٰ التاتار خانیة“ کا حوالہ

علامہ فریدالدین عالم بن علاء اندرپتی دہلوی ہندی (المتوفیٰ: 786ہجری) فرماتے ہیں کہ:

من لم يقر ببعض الأنبياء عليهم السلام أو عاب نبيا بشيء أو لم يرض بسنة من سنن المرسلين عليهم السلام ،فقد كفر (الفتاویٰ التاتارخانیة، ج۷ص ۳۰۱، کتاب احکام المرتدین، الفصل السابع فیما یعود الی الانبیاء علیهم السلام، رقم المسئلة ۱۰۵۴۳، مطبوعة :مکتبة زکریا ، بدیوبند، الهند، طبعة سنة ۲۰۱۰ء)

ترجمہ: جس نے بعض انبیاء علیہم السلام کا اقرار نہیں کیا، یا نبی کو کسی چیز میں عیب لگایا، یا مرسلین علیہم السلام (یعنی رسولوں) کی سنت میں سے کسی سنت سے راضی نہیں ہوا، تو وہ کافر ہوجائے گا (الفتاویٰ التاتارخانیة)

''الفتاویٰ الهندية'' کا حوالہ

''الفتاویٰ الهندية'' میں ہے کہ:

سئل عمن ينسب إلى الأنبياء الفواحش كعزمهم على الزنا ونحوه الذى يقوله الحشوية فى يوسف -عليه السلام -قال :يكفر؛ لأنه شتم لهم واستخفاف بهم.

قال أبو ذر من قال :إن كل معصية كفر، وقال :مع ذلک أن الأنبياء -عليهم السلام -عصوا فكافر؛ لأنه شاتم......

قال أبو حفص الكبير :كل من أراد بقلبه بغض نبى كفر......

ولو قال لشعر النبى -صلى الله عليه وسلم -شعير يكفر عند بعضهم، وعند الآخرين لا إلا إذا قال بطريق الإهانة، ومن قال :لا أدرى أن النبى -صلى الله عليه وسلم -كان إنسيا، أو جنيا يكفر كذا فى الفصول العمادية.......

ولو شتم رجلا اسمه محمد، أو أحمد، أو كنيته أبو القاسم، وقال له :يا ابن الزانية وهركه خداير باين اسم، أو باين كنيه ينده است فقد ذكر فى بعض المواضع أنه إذا كان ذاكرا للنبى -صلى الله عليه وسلم -يكفر كذا فى المحيط (الفتاوى الهندية، ج۲، ص۲۶۳، و۲۶۴، كتاب السير، الباب التاسع فى أحكام المرتدين)

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام کی طرف ''فواحش'' منسوب کرنے والے کے متعلق سوال کیا گیا، جیسا کہ انبیاء کے ''زنا'' کا ارادہ کرنے، اور اس طرح کی کسی اور ''فحش'' چیز کے متعلق، جیسا کہ کوئی یوسف علیہ السلام کے متعلق اس طرح کی بات کرے، تو اس کا یہ جواب دیا کہ وہ کافر ہوجائے گا، کیونکہ یہ انبیاء علیہم السلام کو سب وشتم کرنا، اور ان کی تحقیر کرنا ہے۔

ابو ذر نے فرمایا کہ جو یہ کہے کہ ہر معصیت کفر ہے، اور اس کے ساتھ یہ بھی کہے کہ انبیاء علیہم السلام نے معصیت کا ارتکاب کیا، تو وہ کافر قرار پائے گا، کیونکہ وہ سب وشتم کرنے والا ہے۔............

ابو حفص کبیر نے فرمایا کہ جو شخص اپنے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھے، تو وہ کافر ہوجائے گا۔......

اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کو، شعیر (یعنی چھوٹا، یا حقیر سا) کہے، تو بعض کے نزدیک کافر ہوجائے گا، اور بعض کے نزدیک اسی وقت کافر ہوگا، جب اہانت کے طریقے پر کہے، اور جو شخص یہ کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انسان تھے، یا جن تھے، تو وہ کافر ہوجائے گا ''**الفصول العمادية**'' میں اسی طرح سے ہے۔......

اور اگر کسی کو گالی دی، جس کا نام ''محمد'' یا ''احمد'' تھا، یا اس کی کنیت ''ابوالقاسم'' تھی، اور اس نے اس کو یہ کہا کہ ''اے زانیہ کے بیٹے! اور ہر وہ شخص جو اس نام کا ہوتا ہے، یا اس کنیت کا ہوتا ہے، وہ اسی طرح کا ہوتا ہے'' تو بعض مواضع میں یہ بات مذکور ہے کہ اگر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرنے والا ہو، تو کافر ہوجائے گا، ''محیط'' میں اسی طرح سے ہے (الفتاویٰ الھندیة)

مذکورہ عبارت میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص وتحقیر کو کفر قرار دیا گیا ہے، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنا بھی داخل ہے، اور یہ مسائل ''مرتدین کے احکام'' میں بیان

کیے گئے ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ حنفیہ کے نزدیک مذکورہ فعل کا ارتکاب کفروارتداد ہی ہے، اوراس پر کفروارتداد کے احکام ہی جاری ہوتے ہیں، کوئی اور نہیں۔

’’الدُّررُ المباحة‘‘ کا حوالہ

خلیل بن عبدالقادر نحلاوی (المتوفٰی:1350ہجری) تحریر فرماتے ہیں:

فإن قتل المرتد، قسم ماله بين ورثته، وزوجته، إذا لم تنقض عدتها، وإذا أسلم، وتاب، يقبل إسلامه، ولو كانت ردته بسب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم (الدرر المباحة للنحلاوی، ص ۱۰۲، الباب الخامس في الأخلاق، والصفات الذميمة، وغوائلها، مطلب في أحكام المرتد)

ترجمہ: پھراگرمرتد کوقتل کردیا جائے، تو اس کا مال اس کے وارثوں اوراس کی زوجہ کے درمیان تقسیم کیا جائے گا، جبکہ اس کی بیوی کی عدت ختم نہ ہوئی ہو، اوراگروہ اسلام لے آئے، اور توبہ کرلے، تو اس کا اسلام قبول کیا جائے گا، اگرچہ اس کا ارتداد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوسب وشتم کرنے کی وجہ سے ہو(الدررُالمباحۃ)

مذکورہ عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ سابِّ رسول کا حکم، مرتد کا حکم ہے، اوراس کی توبہ قبول کی جاتی ہے۔

مذکورہ حکم بھی حنفیہ کی دیگر کتب میں مذکوراصولوں کے مطابق ہے۔

’’الاشباہ والنظائر وغمز عیون البصائر‘‘ کا حوالہ

علامہ ابنِ نجیم (المتوفٰی:970ہجری) ’’الاشباہ والنظائر‘‘میں فرماتے ہیں کہ:

إلا الردة بسب النبي -صلى الله عليه وسلم- فإنه يقتل ولا يعفى عنه . كذا في البزازية.

كل كافر تاب فتوبته مقبولة في الدنيا والآخرة إلا جماعة

الکافرین بسب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وسائر الأنبیاء .وبسب الشیخین أو أحدھما وبالسحر (الأشباہ والنظائر ، ص۱۵۸ ، الفن الثانی :فن القواعد، کتاب السیر، باب الردۃ)

ترجمہ: سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب وشتم کرنے کی وجہ سے مرتد ہونے کے، کہ اس کو قتل کیا جائے گا، اور اس کو معاف نہیں کیا جائے گا، بزازیہ میں اسی طرح سے ہے۔

ہر کافر کی توبہ دنیا وآخرت میں قبول کرلی جاتی ہے، سوائے کافروں کی اس جماعت کے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کو سب وشتم کرے، اور شیخین یا ان میں سے کسی ایک کو سب وشتم کرے، اور جادو کی وجہ سے کفر اختیار کرے (الأشباہ والنظائر)

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ ابنِ نجیم جس طرح سے ''سابِ رسول'' کی توبہ کے قبول ہونے کے قائل نہیں، اسی طرح سابِ شیخین کی توبہ کے قبول ہونے کے بھی قائل نہیں، اور وہ اس سلسلے میں بزازی کی اتباع کرتے ہیں۔

لیکن یہ دونوں باتیں حنفیہ کے مذہب کی نصوص کے خلاف ہیں، اسی وجہ سے محققین نے علامہ ابنِ نجیم اور بزازی کی تردید فرمائی ہے۔

مذکورہ عبارت کی تشریح کرتے ہوئے علامہ حموی حنفی (المتوفیٰ:1098ہجری) فرماتے ہیں:

أقول ظاھر کلامہ أن ساب الأنبیاء لا یقبل توبتہ عند اللّٰہ تعالٰی وھو مخالف لما ذکرہ فی شرحہ علی الکنز من أن المصرح بہ أنھا مقبولۃ عند اللّٰہ تعالی انتھٰی .

قال بعض الفضلاء ما ذکرہ المصنف رحمہ اللّٰہ تعالٰی من عدم قبول توبتہ إنما یحفظ لبعض أصحاب مالک کما نقلہ القاضی

عياض وغيره أما على طريقتنا فلا.
وقد أنكرها على المصنف رحمه اللّٰه تعالٰى أهل عصره كالبرهمتوشى والشيخ أمين الدين بن عبد العال. انتهٰى.
قوله وبسب الشيخين إلخ قيل عزى المصنف رحمه اللّٰه تعالٰى عدم قبول توبة من سب الشيخين فى البحر للجوهرة ولم يوجد ذلك فى عامة النسخ وحكى المؤلف أخوه العلامة عمر بن نجيم رحمه اللّٰه تعالٰى أنه أفتى بذلك وطلب منه النقل بذلك فلم يوجد إلا على شرح الجوهرة وذلك بعد حرق الرجل انتهى.
أقول على فرض ثبوت ذلك فى عامة نسخ الجوهرة لا وجه له يظهر لما قدمناه من قبول توبة من سب الأنبياء عندنا خلافا للمالكية والحنابلة، وإذا كان كذلك فلا وجه للقول بعدم قبول توبة من سب الشيخين بالطريق الأولى، بل لم يثبت ذلك عن أحد من الأئمة الأعلام فيما أعلم (غمز عيون البصائر فى شرح الأشباه والنظائر، ج۲، ص ۱۹۱، ۱۹۲،الفن الثانى من الأشباه والنظائر وهو فن الفوائد، كتاب السير،باب الردة)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ علامہ ابنِ نجیم کے ظاہری کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو، سب وشتم کرنے والے کی توبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول نہیں کی جائے گی، لیکن یہ اس کے مخالف ہے، جس کا انہوں نے کنز کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ اس کی توبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہے، انتھیٰ.

بعض فضلاء نے فرمایا کہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو سابِّ انبیاء کی توبہ قبول نہ

کرنے کا ذکر کیا ہے، یہ صرف بعض مالکی اصحاب سے محفوظ ہے، جیسا کہ قاضی عیاض وغیرہ نے ذکر کیا ہے، ہمارے مذہب کے مطابق یہ بات صحیح نہیں ہے (جیسا کہ خود قاضی عیاض رحمہ اللہ نے بھی ذکر کیا ہے)

اور مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس بات پر ان کے زمانے کے اہلِ علم نے نکیر کی ہے، جیسا کہ برہمتوشی اور شیخ امین الدین بن عبد العال نے، انتہٰی۔

اور ابنِ نجیم کا یہ قول کہ شیخین کو سب وشتم کرنے کی وجہ سے، الخ۔

کہا گیا ہے کہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے بحر میں سبِّ شیخین کرنے والے کی توبہ قبول نہ ہونے کے قول کو جوہرہ کی طرف منسوب کیا ہے، اور جوہرہ کے عام نسخوں میں اس کا وجود نہیں، اور علامہ ابنِ نجیم کے بھائی علامہ عمر بن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ جب صاحبِ بحر نے اس پر فتویٰ دیا، اور لوگوں نے ان سے اس کی نقل طلب کی، تو اس کا وجود ''جوہرہ'' کے حاشیہ کے علاوہ کہیں نہیں پایا گیا، اور یہ اس آدمی کے جلنے کے بعد کا واقعہ ہے (جس کے نسخہ کے حاشیہ میں یہ بات مذکور تھی) انتہٰی۔

میں کہتا ہوں کہ اگر فرض بھی کرلیا جاوے کہ جوہرہ کے نسخوں میں یہ عبارت موجود ہے، تو بھی اس کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہے، کیونکہ ہم پہلے یہ بیان کرچکے ہیں کہ ہمارے نزدیک انبیاء کو گالی دینے کے بعد بھی توبہ مقبول ہے، حنبلیہ اور مالکیہ اس مسئلہ میں ہمارے خلاف ہیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم سبِّ شیخین کے بعد قبولِ توبہ کے قائل نہ ہوں، بلکہ میرے علم میں تو یہ (یعنی سابِ شیخین کے کفر کا حکم) ائمہ میں سے کسی سے ثابت نہیں ہے''۔

اگر ہم کفر مان لیں، تب بھی یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی توبہ مقبول نہیں، اور حکم کرنا کفر کے ساتھ بہت مشکل ہے (غمز عیون البصائر)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ علامہ ابنِ نجیم رحمہ اللہ نے، جو''ساب انبیاء علیهم الصلاة والسلام'' کی توبہ کے قبول نہ کیے جانے کا ذکر کیا ہے، یہ حنفیہ کا قول نہیں، بلکہ مالکیہ اور حنابلہ کا قول ہے۔

لہٰذا علامہ ابنِ نجیم رحمہ اللہ کے مذکورہ کلام کو حنفیہ کا موقف و مذہب سمجھنا درست نہیں، اور علامہ حموی کی مذکورہ بات کے صحیح ہونے میں شبہ نہیں، جیسا کہ پہلے، مالکیہ، حنابلہ اور شافعیہ کی عبارات میں بصراحت تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے، جنہوں نے اپنے مذہب کے ساتھ ساتھ حنفیہ کے مذہب کی بھی تصریح کی ہے۔

ایک اور موقع پر علامہ ابنِ نجیم رحمہ اللہ نے''الاشباہ والنظائر''میں''سابُّ النبی''اور ''سابِّ شیخین'' کی توبہ قبول نہ ہونے اور اس کے قتل کیے جانے کا حکم بیان فرمایا ہے۔[1]

جس کی علامہ حموی نے تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے جو اس کی تردید کے سلسلے میں پہلے ذکر کیا، اس کو یاد رکھنا چاہیے۔[2]

اور صاحبِ بزازی کے کلام کی تفصیل آگے آتی ہے۔

''خلاصةُ الفتاویٰ، الفتاویٰ البزازية'' کا حوالہ

''الفتاویٰ البزازية''اور''خلاصةُ الفتاویٰ'' کی بعض عبارات سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی عیب منسوب کرنا، یا استخفاف کرنا کفر وارتداد ہے، بس اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

---

[1] أما من لا تقبل توبته فإنه يقتل كالردة بسب النبي صلى الله عليه وسلم والشيخين كما قدمناه(الأشباه والنظائر، ص ۱۵۹، الفن الثاني:فن القواعد، كتاب السير، باب الردة)

[2] قوله: كالردة بسب النبي – صلى الله تعالى عليه وسلم – الأولى تنكير النبي كما عبر به فيما سبق.

قوله: والشيخين كما قدمناه أي وكالردة بسب الشيخين.

أقول: قد تقدم ما فيه فلا تغفل أيها النبيه(غمز عيون البصائر، ج۲ص ۱۹۹،الفن الثاني من الأشباه والنظائر وهو فن الفوائد، كتاب السير، باب الردة)

البتہ بعض عبارات سے اس کے برخلاف عجیب وغریب حکم معلوم ہوتا ہے، جو فقہائے کرام، بالخصوص فقہائے حنفیہ کی تصریحات اور ان کے اصل مذہب کے خلاف ہے، لیکن ہمارے بعض علمی حلقوں میں اور ان کی اتباع میں بعض عوامی حلقوں میں اس کو ان فقہائے کرام اور بالخصوص حنفیہ کا مسلک سمجھا جاتا ہے۔

جس کی کچھ تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری رحمہ اللہ (المتوفٰی: 542ہجری) ''خلاصةُ الفتاویٰ'' میں فرماتے ہیں:

ولو تمنی ان لا یکون نبی من الانبیاء ، ان اراد به الاستخفاف بذالک النبی او عداوته ، یکفر ، ولو عاب نبیا ، یکفر (خلاصة الفتاویٰ، ج۴ص ۳۸۵، کتاب الفاظ الکفر، الفصل الثانی فی الفاظ الکفر، مطبوعة:مکتبة رشیدیة، کوئٹه،الباکستان)

ترجمہ: اور اگر کسی نے یہ تمنا کی کہ نبی میں سے کوئی نبی نہ ہوتا، اگر اس سے، اس نبی کے استخفاف، یا اس کی عداوت کا ارادہ کیا ہو، تو کافر ہو جائے گا، اور اگر کسی نبی کو عیب لگایا، تو بھی کافر ہو جائے گا (خلاصۃ الفتاویٰ)

مذکورہ عبارت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استخفاف اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر عیب لگانے، یا بالفاظِ دیگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے کو کفر قرار دیا گیا ہے، جس سے مراد، مرتد ہونا ہی ہے، نہ کہ کچھ اور، اور اس میں کوئی شبہ نہیں۔

محمد بن شہاب بزاز کردری (المتوفٰی: 827ہجری) کی'' الفتاویٰ البزازیة '' میں بھی اسی طرح سے ہے، چنانچہ اس کی عبارت درجِ ذیل ہے:

ولو تمنی ان لا یکون نبی من الانبیاء ، لایکفر، الا اذا ذکره علی سبیل الاستخفاف ، او علیٰ سبیل العداوة ، ولو عاب نبیا

، **کفر** (الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ الهندیة، ج٦، ص ٣٢٧، کتاب الفاظ تکون اسلام او کفر او خطأ،الثانی فیما یکون کفر من المسلم ومالایکون ، الثاث فی الانبیاء)

ترجمہ: اوراگر کسی نے یہ تمنا کی کہ نبی میں سے کوئی نبی نہ ہوتا، تو وہ کافر نہیں ہوگا، مگر یہ کہ اس نے اس سے نبی کے استخفاف، یا نبی کی عداوت کا ارادہ کیا ہو(تو وہ کافر ہوجائے گا)اوراگر کسی نبی کوعیب لگایا، تو بھی کافر ہوجائے گا(الفتاویٰ البزازیة)

مذکورہ عبارت میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر عیب لگانے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استخفاف پر، جس میں سب وشتم بھی داخل ہے، کفر کا حکم بیان کیا گیا ہے، جس سے مراد ''ارتداد'' ہے۔

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ صاحبِ ''خلاصة الفتاویٰ ''اورصاحبِ ''الفتاویٰ البزازیة'' سابِّ رسول کو، مرتد وکافر قرار دیتے ہیں، اوربس۔

مذکورہ الفاظ میں سب وشتم کے داخل ہونے کی تفصیلی دلیل آگے علامہ ابنِ عابدین شامی کی کتاب ''تنبیه الولاة والحکام'' کے حوالہ سے آتی ہے۔

علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری ''خلاصةُ الفتاویٰ ''میں فرماتے ہیں کہ:

الرافضی ان کان یسب الشیخین ویلعنهما فهو کافر (خلاصة الفتاویٰ، ج٤ص ٣٨١، کتاب الفاظ الکفر، الفصل الاول، مطبوعة:مکتبة رشیدیة، کوئٹه،الباکستان)

ترجمہ: رافضی اگر شیخین کو سب وشتم کرتا ہو، یا ان پر لعنت کرتا ہو، تو وہ کافر ہے(خلاصۃ الفتاویٰ)

صاحبِ بزازیہ نے بھی ''خلاصةُ الفتاویٰ '' کے حوالے سے اسی بات کوذکر کیا ہے۔

چنانچہ بزاز کردری فرماتے ہیں:

وفی الخلاصة :الرافضی ان کان یسب الشیخین ویلعنهما فهو کافر (الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ الهندیة، ج٦، ص ٣١٩، کتاب الفاظ تکون اسلام او کفر او خطأ، نوع فیما یتصل بها مما یجب اکفاره من اهل البدع)

ترجمہ: اور خلاصہ میں ہے کہ رافضی اگر شیخین کو سب وشتم کرتا ہو، یا ان پر لعنت کرتا ہو، تو وہ کافر ہے (الفتاویٰ البزازیۃ)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ صاحبِ ''خلاصة الفتاویٰ ''اور صاحبِ ''الفتاویٰ البزازیة'' سابِّ شیخین کو بھی کافر ومرتد سمجھتے ہیں۔

علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری ''خلاصةُ الفتاویٰ ''میں ہی فرماتے ہیں کہ:

وفی المحیط من شتم النبی صلی الله علیه وسلم واهانه او عابه فی امور دینه او فی شخصه او فی وصف من اوصاف ذاته ،سواء کان الشاتم مثلا من امته او غیرها ، وسواء کان من اهل الکتاب او غیره ، ذمیا کان او حربیا، سواء کان الشتم او الاهانة او العیب صادر عنه، عمدا او سهوا او غفلة او جدا او هزلا، فقد کفر خلودا ،بحیث ان تاب لم یقبل توبته ابدا لا عندالله ولا عند الناس.

وحکمه فی الشریعة المطهرة عند متاخرین المجتهدین اجماعا وعندالمتقدمین ، القتل قطعا، ولا یداهن السلطان ونائبه فی حکم قتله .

وفی شرح الطحاوی کل من سب رسول الله صلی الله علیه وسلم، او ینقصه کان فیه ردة.

وفی الروضة ان الاخبار لاجل اثبات حق النبی صلی الله علیه

وسلم ، فيشترط فيه الدعوى وطلب الحق بطريق النيابة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ، لان كل من اقام من المسلمين بطلب حق رسول الله صلى الله عليه وسلم كان نائبا عنه (خلاصة الفتاوىٰ، ج۴ص ۳۸۶، كتاب الفاظ الكفر، الفصل الثانى فى الفاظ الكفر، الجنس الثالث، مطبوعة:مكتبة رشيدية، كوئته،الباكستان)

ترجمہ: اور محیط میں ہے کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، اور آپ کی اہانت کرے، یا آپ پر امورِ دین، یا آپ کی شخصیت میں، یا آپ کی ذات میں، یا آپ کے اوصاف میں سے کسی وصف میں عیب لگائے، خواہ وہ سب وشتم کرنے والا، اس امت سے تعلق رکھتا ہو، یا اس امت سے تعلق نہ رکھتا ہو، اور خواہ وہ اہلِ کتاب میں سے ہو، یا غیر اہلِ کتاب میں سے ہو، ذمی ہو یا حربی ہو، پھر خواہ یہ سب وشتم یا اہانت یا عیب، اس سے عمداً صادر ہوا ہو، یا سہواً صادر ہوا ہو، یا غفلت کے طور پر صادر ہوا ہو، یا حقیقت کے طور پر صادر ہوا ہو، یا مذاق کے طور پر صادر ہوا ہو، تو وہ دائمی طور پر کافر ہو جائے گا، اس طور پر کہ اگر وہ توبہ کرے، تو اس کی توبہ کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی، نہ تو اللہ کے نزدیک اور نہ لوگوں کے نزدیک۔ [1]

اور اس کا حکم شریعتِ مطہرہ میں متاخرین کے نزدیک بالاجماع اور متقدمین کے نزدیک قطعی طور پر قتل ہے، جس کے قتل کے حکم میں نہ تو سلطان کو مداہنت کرنا جائز ہے، اور نہ اس کے نائب کو جائز ہے۔

اور طحاوی کی شرح میں ہے کہ ہر وہ شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم

---

[1] مندرجہ بالا عبارت میں سابِّ رسول، یا شاتمِ رسول پر، جتنا سخت حکم بیان فرمایا گیا ہے، اس کا ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی قائل نہیں۔

کیونکہ عنداللہ تو قبولِ توبہ کے سب قائل ہیں، نیز ذمّی اور حربی کے تجدیدِ ایمان اور توبہ کے بعد ایک روایت کے مطابق مالکیہ وحنابلہ بھی قائل ہیں، اور مسلم کی توبہ قبول ہونے پر حنفیہ وشافعیہ متفق ہیں۔ محمد رضوان۔

کرے، یا آپ کی تنقیص کرے، تو وہ اس کی وجہ سے مرتد ہو جاتا ہے۔

اور ''الروضۃ'' میں ہے کہ اخبار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کو ثابت کرنے کی وجہ سے ہے، لہٰذا اس میں دعویٰ اور حق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کے طریقہ پر طلب کرنا، شرط ہوگا، اس لیے کہ ہر وہ شخص جو مسلمانوں میں سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کو طلب کرنے کے لیے کھڑا ہوگا، تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب شمار ہوگا (خلاصۃ الفتاویٰ)

''الفتاویٰ البزازیۃ'' میں بھی اسی طرح کا حکم مذکور ہے، اور پھر آخر میں ''الصارمُ المسلول'' کا حوالہ مذکور ہے، مگر اس کی تردید متعدد محققین نے کی ہے، خصوصاً علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے اس کا مدلل جواب بیان فرمایا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ [1]

---

[1] ''الفتاویٰ البزازیۃ'' کی وہ عبارت درجِ ذیل ہے:

اذا سب الرسول علیه الصلاة والسلام أو واحدا من الانبیاء علیهم الصلاة والسلام فانه یقتل حداً ولا یقبل توبة لهٗ اصلاً سواء بعد القدرة علیه والشهادة أو جاء تائبا من قبل نفسهٖ کالزندیق لانهٗ حد وجب فلا یسقط بالتوبة کسائر حقوق الآدمیین وکحدّ القذف لا یسقط بالتوبة بخلاف ما اذا سب الله تعالیٰ ثم تاب لانهٗ حق الله تعالیٰ ولان النبی علیه السلام بشر والبشر جنس یلحقهم المعرة الامن أکرمهم الله تعالیٰ والباریٔ منزه عن جمیع المعاییب، وبخلاف الارتداد لانه معنی یتفرد المرتد لاحق فیه لغیر من الآدمیین ولکنه قلنا اذا شتمهٗ علیه الصلاة والسلام سکران لا یعفی ویقتل ایضاً حداً.

وهذا مذهب أبی بکر الصدیق رضی الله عنه والامام الاعظم والثوری وأهل الکوفة والمشهور من مذهب مالک و أصحابهٗ.

قال الخطابی لا أعلم أحدا من المسلمین اختلف فی وجوب قتلهٖ اذا کان مسلما، وقال ابن سحنون المالکی أجمع العلماء أن شاتمه کافر و حکمهٗ القتل، ومن شک فی عذابه وکفره کفر، قال الله تعالیٰ فیه ''ملعونین أین ما ثقفوا أخذو و قتلوا تقتیلا سنة الله'' الآیة.

وروی عن عبدالله ابن موسیٰ بن جعفر عن لی ابن موسیٰ عن أبییه عن جده عن محمد بن علی بن الحسین و عن ابنِ حسین بن علی عن أبیه أنه صلی الله علیه وسلم قال من سب نبیاً فاقتلوه و من سب أصحابی فاضربوه وأمر رسول الله صلی الله علیه وسلم بقتل کعب بن الاشرف بلا ایزار و کان یؤذی رسو الله صلی الله علیه وسلم، وکذا أمر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ صاحبِ ''خلاصۃُ الفتاویٰ '' اور صاحبِ ''الفتاویٰ البزازیۃ '' سابِّ نبی اور سابِّ شیخین دونوں کو کافر قرار دیتے ہیں، اور اسی کے ساتھ یہ دونوں حضرات کسی جگہ نبی کی تنقیص کرنے اور عیب لگانے والے کو صرف کافر اور مرتد قرار دیتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا حکم عام مرتد والا حکم ہے، اور یہی بات حنفیہ کے اصل مذہب اور ان کی نصوص کے زیادہ موافق ہے، اور دوسری جگہ یہ دونوں حضرات، سابُّ النبی کی توبہ کے قبول نہ ہونے کا حکم لگاتے ہیں، ان کا یہ حکم لگانا حنفیہ کے اصل مذہب اور ان کی تصریحات کے خلاف ہے۔

علامہ ابنِ نجیم (المتوفیٰ: 970ہجری) نے بھی ''الفتاویٰ البزازیۃ '' وغیرہ کی اتباع میں ''الاشباہ والنظائر '' میں ''سابُّ النبی'' اور ''سابِّ شیخین'' دونوں ہی کو ''مرتد'' اور ان کی توبہ قبول نہ ہونے کا یکساں حکم لگایا ہے، جس پر علامہ حموی کی طرف سے تردید کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ [1]

نیز علامہ ابنِ نجیم رحمہ اللہ نے ''البحر الرائق '' میں بھی ''خلاصۃُ الفتاویٰ '' اور ''الفتاویٰ البزازیۃ '' کے حوالے سے سابِ شیخین کے کافر ہونے کا حکم بیان کیا ہے، اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بقتل رافع اليهودی وكذا أمر بقتل ابن خطل، لهٰذا و ان كان متعلقا باستار الكعبة، ودلائل المسئلة تعرف فی ''كتاب الصارم والمسلول على شاتم الرسول (الفتاویٰ البزازية على هامش الفتاویٰ الهندية، ج٦، ص ٣٢١ و ٣٢٢، كتاب الفاظ تكون اسلام او كفر او خطأ، الثانی فيما يكون كفرا من المسلم ومالا يكون)

[1] إلا الردة بسب النبی -صلى الله عليه وسلم- فإنه يقتل ولا يعفى عنه. كذا فی البزازية.

كل كافر تاب فتوبته مقبولة فی الدنيا والآخرة إلا جماعة الكافرين بسب النبی صلى الله عليه وسلم وسائر الأنبياء. وبسب الشيخين أو أحدهما وبالسحر (الأشباه والنظائر، ص ١٥٨، كتاب السير، باب الردة، الفن الثانی: فن القواعد)

أما من لا تقبل توبته فإنه يقتل كالردة بسب النبی صلى الله عليه وسلم والشيخين كما قدمناه (الأشباه والنظائر، ص ١٥٩، كتاب السير، باب الردة، الفن الثانی: فن القواعد)

فرمایا کہ سابِ شیخین کی سابُّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ [1]
اور علامہ شرنبلالی (المتوفیٰ:1069ہجری) نے بھی ''حاشية شرنبلالی ''میں غالباً علامہ ابنِ نجیم کی اتباع میں، سابُّ النبی اور سابِّ شیخین کے مرتد ہونے اور ان کی توبہ کے قبول نہ ہونے اور ان کو حد کے طور پر قتل کیے جانے کا حکم بیان کیا ہے۔ [2]
لیکن جس طرح سے مذکورہ حضرات کا سابِ شیخین پر کفر اور اس سے بڑھ کر اس کی توبہ کے قبول نہ ہونے کا حکم لگانا حنفیہ کے مذہب کے مطابق راجح نہیں، اسی طرح سابِّ شیخین کو کافر قرار دینے اور اس کی توبہ کے قبول نہ ہونے کا حکم لگانا بھی راجح نہیں۔
چنانچہ علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ ''كتاب تنبيه الولاة والحكام علىٰ احكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام '' میں فرماتے ہیں:

---

[1] الردة بسب الشيخين أبى بكر وعمر -رضى الله عنهما -وقد صرح فى الخلاصة والبزازية بأن الرافضى إذا سب الشيخين وطعن فيهما كفر وإن فضل عليا عليهما فمبتدع ولم يتكلما على عدم قبول توبته وفى الجوهرة من سب الشيخين أو طعن فيهما كفر ويجب قتله ثم إن رجع وتاب وجدد الإسلام هل تقبل توبته أم لا قال الصدر الشهيد لا تقبل توبته وإسلامه ونقتله وبه أخذ الفقيه أبو الليث السمرقندى وأبو نصر الدبوسى وهو المختار للفتوى اهـ.
وحيث لا تقبل توبته علم أن سب الشيخين كسب النبى -صلى الله عليه وسلم -فلا يفيد الإنكار مع البينة كما تقدم عن فتح القدير لأنا نجعل إنكار الردة توبة إن كانت مقبولة كما لا يخفى(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج٥، ص١٣٦، كتاب السير، باب أحكام المرتدين)
فيشمل سب الشيخين -رضى الله تعالى عنهما -فإنه لا تقبل شهادة من سبهما لكونه كافرا كما فى الخلاصة والبزازية(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج٧، ص٩٢، كتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل)
[2] (تنبيه) محل قبول توبة المرتد ما لم تكن ردته بسب النبى أو بغضه -صلى الله عليه وسلم - كما قدمه المصنف فإن كان به قتل حدا ولا تقبل توبته سواء جاء تائبا من نفسه أو شهد عليه بذلك، بخلاف غيره من المكفرات فإن الإنكار فيها توبة لكنه يجدد نكاحه إن شهد عليه مع إنكاره وكذا يقتل حدا بسب الشيخين أو الطعن فيهما ولا تقبل توبته على ما هو المختار للفتوى، كذا فى الجوهرة(حاشية الشرنبلالى علىٰ درر الحكام شرح غرر الاحكام، ج١، ص٣٠١، كتاب الجهاد، باب المرتد)

(إذا علمت ذلک) ظهر لک أن ما مر عن الخلاصة من أن الرافضی إذا کان یسب الشیخین ویلعنها ، فهو کافر، مخالف لما فی کتب المذهب من المتون والشروح الموضوعة لنقل ظاهر الروایة، ولما قدمنا عن الإختیار وشرح العقائد ، بل مخالف للإجماع علی ما نقله ابن المنذر، کما مر فی عبارة فتح القدیر ، وکذا ما قدمنا فی عبارة شیخ الاسلام ابنِ تیمیة من قوله ،وقال ابن المنذر لا أعلم أحدا یوجب قتل من سب من بعد النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم.

وإذا کان هذا فیمن یظهر سب جمیع السلف فکیف من یسب الشیخین فقط ، فعلم أن ذلک لیس قولا لأحد من المجتهدین وإنما هو قول لمن حدث بعدهم ، وقد مر فی عبارة الفتح أنه لا عبرة بغیر کلام الفقهاء المجتهدین ، اللهم إلا أن یکون المراد بما فی الخلاصة أنه کافر إذا کان سبه لهما لأجل الصحبة ،أو کان مستحلا لذلک بلا شبهة تأویل ،أو کان من غلاة الروافض ممن یعتقد کفر جمیع الصحابة ، أو ممن یعتقد التناسخ وألوهیة علی ، ونحو ذلک، أو المراد أنه کافر أی إعتقد ما هو کفر ،وإن لم نحکم بکفره إحتیاطا ، أو هو مبنی علی قول البعض بتکفیر أهل البدع(کتاب تنبیه الولاة والحکام علیٰ احکام شاتم خیر الأنام أو أحد أصحابه الکرام علیه وعلیهم الصلاة والسلام، صفحه ۱۳۳ ، ۱۳۴ ، الباب الاول فی حکم ساب احد الصحابة رضی الله عنهم ، ضابط تکفیر اهل البدع من روافض ونحوهم ، مطبوعة: دارالآثار، القاهرة، المصر، الطبعة الاولیٰ: 2007ء)

ترجمہ: اور جب آپ یہ بات جان چکے، تو آپ کے لیے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ ''خلاصہ'' کے حوالے سے جو یہ بات گزری کہ ''رافضی'' جب شیخین رضی اللہ عنہما پر سب وشتم اوران پر لعنت کرے، تو وہ کافر ہے، تو یہ مذہب کے متون اور شروح میں مذکور موقف کے خلاف ہے، جو ظاہرُ الروایۃ کو نقل کرنے کے لیے وضع کی گئی ہیں، اور جیسا کہ ہم ''الاختیار'' اور ''شرح العقائد'' کے حوالے سے پہلے ذکر کر چکے ہیں، بلکہ یہ بات اس اجماع کے بھی خلاف ہے، جس کو ابنِ منذر نے نقل کیا ہے، جیسا کہ ''فتح القدیر'' کی عبارت کے حوالے سے گزرا، اور اسی طریقے سے اس کے بھی خلاف ہے، جو ہم نے شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ کی عبارت میں ان کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ ابنِ منذر نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا، کسی نے بھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کو سب وشتم کرنے والے کے قتل کو واجب قرار دیا ہو۔

اور جب یہ حکم اس شخص کے بارے میں ہے، جو تمام سلف کو سب وشتم کرتا ہو، تو جو شخص صرف شیخین رضی اللہ عنہما کو سب وشتم کرتا ہو، اس کے بارے میں یہ حکم کیونکر نہیں ہوگا، پس یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہ قول مجتہدین میں سے کسی کا نہیں ہے، بلکہ یہ مجتہدین کے بعد پیدا ہونے والے لوگوں کا قول ہے، اور ''فتح القدیر'' کی عبارت میں یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ فقہائے مجتہدین کے علاوہ کے کلام کا اعتبار نہیں، اِلَّا یہ کہ ''خلاصہ'' کی مراد یہ ہو کہ وہ اس وقت کافر ہوگا کہ جب شیخین رضی اللہ عنہما کو ''صحابی'' ہونے کی وجہ سے سب وشتم کرے، یا اس کو حلال سمجھے، کسی تاویل کے شبہ کے بغیر، یا غالی رافضی ہو، جو تمام صحابہ کے کافر ہونے کا عقیدہ رکھے، یا تناسخ اور علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا عقیدہ رکھے، یا اسی طرح کا کوئی اور عقیدہ رکھے، یا کافر ہونے کی مراد یہ ہو کہ اس نے اس چیز کا عقیدہ رکھا، جو کہ کفر ہے، اگرچہ ہم احتیاطاً اس کے کفر کا حکم نہیں لگائیں گے، یا پھر یہ بعض حضرات

کے اس قول پر مبنی ہو، جو اہلِ بدعت کی تکفیر کے قائل ہیں (مگر یہ قول ائمۂ متبوعین اور جمہور کے خلاف ہے) (کتاب تنبیہ الولاۃ والحکام)

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے بزازی پر تفصیلی رد کیا ہے، جس سے ضمناً صاحبِ خلاصہ کی تردید بھی ثابت ہوتی ہے۔

چنانچہ علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ اپنی مذکورہ کتاب میں ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

فاعلم أن جميع ما قاله البزازی مأخوذ من ''الشفا'' للقاضی عياض، ومن ''الصارم المسلول'' لابن تيمية، فانه ذكر فيه كثيرا من كلام ''الشفا'' لموافقته لمذهبه، وقد نقل ذلک صاحب البزازية مع تصرف فی التعبير، أصاب فی بعض منه دون بعض.

ولما جعل القاضی عياض الساب بمنزلة الزنديق بنا عليه قوله: أنه لا يتصور فی عدم قبول توبته خلاف لأحد، أی اذا كان فی حكم الزنديق، والزنديق لا توبة له عند سائر الائمة، فكذلک لا توبة للساب عند جميع الائمة.

ولا يخفى أن هذا الاستدلال على طريق الالزام، أی أنه يلزم الجميع القول بذلک، فليس مرادهٗ أنهٗ لم يصدر خلاف بين المجتهدين فی حكم الساب.

فانه مخالف لما صرح به نفسه من وقوع اختلاف الرواية عن امام مذهبه، حيث روى الوليد بن مسلم عن الامام مالک أن انسب ردة فيستتاب منها، ولا يقتل، وأنه قال بمثله أبو حنيفة و أصحابه والثوری، واهل الكوفة و الاوزاعی.

وكأن البزازى ظن انه قوله: (ولا يتصور فيه خلاف لأحد) أنه أراد حكاية الاجماع على ذلك فجزم بأن مذهب أبى حنيفة عدم قبول التوبة، ولم يتفطن لما قلناه، ولا لما نقله فى "الشفاء"، و"الصارم المسلول" عن أبى حنيفة وغيره ممن وافقه كما قدمناه عنهما من العبارات الصريحة.

وأيضاً فليس فيما نقله البزازى عن الخطابى وسحنون دلالة لما قبله، لأنه ليس فى كلامهما تصريح بعدم سقوط القتل بعد التوبة فمرادهما حكاية الاجماع على كفره وردتهٔ قبل التوبة.

والدليل على ذلك قول سحنون: "و من شك فى عذابه، وكفره، كفر اذ لا يصح حمل ذلك على ما بعد التوبة، لانه يلزم عليه تكفير الائمة المجتهدين القائلين بقبول توبته، وعدم قتله كأبى حنيفة، والشافعى، والثورى، والاوزاعى، وغيرهم".

فتعين ما قلنا وكذلك ما استدل به البزازى تبعاً "للشفاء"، و "الصارم المسلول" من الحديث، ومن الأمر بقتل كعب وأبى رافع وابن اخطل، ليس فيه دلالة على قتله بعد التوبة، اذ لا شك أن كلا من هؤلاءٔ الثلاثة المأمور بقتلهم من أشد الكفرة أذى وضرراً للنبى صلى الله عليه وسلم، ولم ينقل اسلام واحد منهم، والكلام فى القتل بعد الاسلام.

وقد ظهر ان ماقاله البزازى بناه على مافهمه من كلام "الشفا"، ومن كلام من نقل عنهم الاجماع، وهو أن مرادهم الاجماع على عدم قبول توبته مطلقاً.

وقـد عـلـمت أن حمله على الاطلاق غير صحيح (و ح) فليس فى كـلام هـؤلاء الـذيـن نـقل عنهم البزازى دلالة على أن مذهبنا عدم قبول التوبة.

فـان قـلـت: مـن أين علمت أن البزازى اعتمد فى النقل على كلام الشفاء، فلعلهٗ أخذه من كتب المذهب!.

قلت: لما رأينا تصريح الائمة الثقات بأن مذهب أبى حنيفة خلاف مـا قاله، ورأينا كتب المذهب ناطقة بذلک كما قدمنا صريحاً فى عبـارـة ”الـخـراج“ لابـى يوسف وامام المذهب، واستفاض النقل بذلک عن ”شرح الطحاوى“ الذى هو عمدة المذهب، وكذا فى عبـارـة ”الـنتف“، وكـذا عبارات متون المذهب قاطبة، كما قدمنا مفصلاً.

عـلـمنا أن البزازى لا مستند له الا عبارة ”الشفاء“، ألا ترىٰ كيف نـقـل عـن مشـايـخ الـمالكية ثم أحال دلائل المسألة الى ”الصارم المسلول“ لعمدة الحنابلة لشيخ الاسلام ابن تيمية.

ولـو كـان مستـنـد عـن احـد مـن اهـل مذهبـه لذكره، لانـه أثبت لـمـدعـاه، والـظـاهـر أن صاحب ”الدرر“ قلد البزازى فى ذلک، فـنـقـل الحكم جازماً به لما رآه مسطوراً كذلک فى البزازية التى هـى مـن كتـب الـمـذهب، وكذلک فعل المحقق ابن الهمام، ثم تـوارث الـمسـألة كـذلک من بعدهم، كما ذكر ذلک فى ”منح الـغـفـار“ حيث قال بعد ما عزى المسألة ”للبزازية“ و فتح القدير وغيرهما، لكن سمعت من مولانا شيخ الاسلام امين الدين بن عبد

العال مفتی الحنفية بالديار المصرية: أن صاحب "الفتح" تبع "البزازی" فی ذلک، وان البزازی تبع صاحب "الصارم المسلول" فانه عزی فی "البزازية" ما نقلهٔ من ذلک اليه، ولم يعزه الی احد من علماء الحنفية. انتهیٰ.

وقد نقل فی "معين الحكام": أنها ردة، وحكمه حكم المرتدين، وكذا فی "النتف" وممن نقل أنها ردة عن ابی حنيفة القاضی عياض فی "الشفاء" الخ. انتهیٰ كلام "منح الغفار" باختصار.

وقد ذكر العلامة السيد احمد الحموی فی "حاشية الاشباه" نقلاً عن بعض العلماء: أن ما ذكر ابن نجيم فی "الاشباه" من عدم قبول التوبة، قد أنكره عليه أهل عصره، وأن ذلک انما يحفظ لبعض اصحاب مالک كما نقله القاضی عياض، وغيره، أما علی طريقتنا فلا. انتهیٰ.

ثم ما فهمه البزازی من عبارة "الشفاء" من أن المراد حكاية اجماع الائمة مطلقاً كما مر، ووقع مثله للعلامة القهستانی حيث قال فی "شرح مختصر الوقاية": لو عاب نبياً من الانبياء عليهم الصلاة والسلام قبلت توبته كما فی "شرح الطحاوی" وغيره.

لكن فی "شفاء" القاضی عياض عن أصحابنا وغيرهم من المذاهب: الحق أن توبتهٔ لم تقبل، وقتل بالاجماع. انتهیٰ.

فانظر كيف فهم ان مراد "الشفاء" حكاية الاجماع علی قتله مطلقاً، أی ولو تاب. وهذا فهم لا يصح قطعاً، كيف و قد حكیٰ فی "الشفاء" الخلاف فی المسألة فيما اذا تاب، و صرح بالنقل عن

أبـى حـنيفة وغيره بقبول توبته، ودرأ القتل عنه بها، كما هو رواية الوليد بن مسلم عن مالک كما قدمنا.

وانـظـر ايـضا كيف عزا قبول التوبة الى "شرح الطحاوى" وغيره مـن كتـب الـمـذهـب، وعزا عدم القبول الى "الشفاء". ولو وجد نقلا عن كتاب من كتب المذهب بعدم القبول لعزى المسألة اليه، واستـغـنى عن العزو ألى كتب غير المذهب، وما كان ينبغى له ولا لـلبـزازى أن يـفعل ذلک، فان فيه ابهاماً عظيماً لمن بعدهما، وقد وقع كما رأيت حيث تابع البزازى من بعده على شئ لا أصل لهٗ فى كتب المذهب، ولا نقلهٗ أحد ممن قبلهم وانما المنقول والمحكى عن أئمتنا بلا حكاية خلاف (كتـاب تنبيه الولاة والحكام علىٰ احكام شاتم خيـر الأنـام أو أحـد أصـحـابــه الـكـرام عـليـه وعليهم الصلاة والسلام، صفحـه ٦٥الىٰ٦٨، البـاب الاول، الـفـصـل الثـانى،المسئلة الثالثة ، مطبوعة: دارالآثار، القاهرة، المصر، الطبعة الاولىٰ: 2007ء)

ترجمہ: پس آپ یہ بات جان لیجیے کہ جو کچھ بزازی نے (سابِّ رسول کے متعلق) فرمایا، وہ سب قاضی عیاض کی ''الشفا'' اور ابنِ تیمیہ کی ''الصارم المسلول'' سے ماخوذ ہے، کیونکہ اس میں انہوں نے ''الشفا'' کے اکثر کلام کو ذکر کیا ہے، جو ان کے مالکی مذہب کے موافق ہے، اور اسی کو صاحبِ بزازیہ نے تعبیر، تبدیل کر کے نقل کیا ہے، جس کے بعض حصے میں انہوں نے اصابت سے کام لیا، اور بعض میں خطاء کی۔

اور جب قاضی عیاض نے سب وشتم کرنے والے کو، زندیق کے درجہ میں قرار دیا، تو اس پر اپنے اس قول کو مبنی کیا کہ اس کی توبہ کے قبول نہ ہونے میں کسی کے اختلاف کا تصور نہیں کیا جاسکتا، یعنی جب کہ اس کو زندیق کے حکم میں شمار کیا

جائے، اور زندیق کی تمام ائمہ کے نزدیک توبہ نہیں۔ [1]

پس اسی طریقہ سے سابِّ رسول کی بھی تمام ائمہ کے نزدیک توبہ نہیں، اور یہ بات مخفی نہیں کہ یہ استدلال الزام کے طریقہ پر ہے، یعنی تمام، اس قول کو لازم سمجھتے ہیں، پس ان کی مراد یہ نہیں ہے کہ سابِّ رسول کے حکم میں مجتہدین کا کوئی اختلاف صادر نہیں ہوا، کیونکہ یہ خود ان کی اپنی تصریح کے خلاف ہے، جس میں انہوں نے اپنے مذہب کے امام کی ایک روایت کے اختلاف واقع ہونے کی صراحت کی ہے، جس کو ولید بن مسلم نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ سب وشتم، ارتداد ہے، جس سے توبہ کو طلب کیا جائے گا، اور اسے قتل نہیں کیا جائے گا، اور یہ بھی فرمایا کہ اسی کے مثل امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کا قول ہے، اور امام ثوری اور اہلِ کوفہ اور امام اوزاعی کا بھی یہی قول ہے۔

اور بزازی نے یہ گمان کیا کہ قاضی عیاض نے اپنے اس قول:

ولا يتصور فيه خلاف لاحد“

سے اس پر اجماع کو نقل کرنے کا ارادہ کیا ہے، جس کی وجہ سے بزازی نے یہ یقین کرلیا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب، توبہ قبول نہ کرنے کا ہے، اور ہم نے جو (قاضی عیاض کی مراد کو بیان کرنے کے متعلق) بات کہی، اس پر بزازی نے غور نہیں کیا، اور ”الشفا“ اور ”الصارمُ المسلول“ میں جو کچھ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ سے منقول ہے، اس پر بھی بزازی نے غور نہیں کیا، جو اس چیز کے موافق ہے، جو ہم نے پہلے ذکر کیا، اور ان دونوں مذکورہ حضرات کی صریح عبارات سے ثابت ہے۔

---

[1] لیکن اس سے اتفاق مشکل ہے، کیونکہ امام تقی الدین سبکی کے حوالہ سے شافعیہ کے زندیق کی توبہ قبول ہونے کی تصریح گزر چکی ہے اور حنفیہ بھی مفتیٰ بہ قول کے مطابق مواخذہ سے قبل توبہ قبول ہونے کے قائل ہیں، جس کی تفصیل متعلقہ فقہی عبارات کے ذیل میں ذکر کی جا چکی ہے۔ محمد رضوان۔

نیز جو کچھ بزازی نے خطابی اور سحنون سے نقل کیا ہے، اس میں ماقبل کی بات پر کوئی دلالت نہیں، کیونکہ ان دونوں کے کلام میں توبہ کے بعد قتل کے ساقط نہ ہونے کی کوئی تصریح نہیں، پس ان کی مراد، کفر پر اجماع کو نقل کرنا ہے، اور توبہ سے پہلے مرتد ہونے پر اجماع کو نقل کرنا ہے، جس کی دلیل سحنون کا یہ قول ہے کہ:

"ومن شک فی عذابہ، و کفرہ، کفّر"

اس عبارت کو توبہ کے بعد پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس صورت میں ان ائمہ مجتہدین کو کافر قرار دینا لازم آئے گا، جو اس کی توبہ کے قبول ہونے اور قتل نہ ہونے کے قائل ہیں، جیسا کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور امام ثوری اور امام اوزاعی رحمہم اللہ وغیرہ (بلکہ ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل اور خود امام مالک رحمہما اللہ اور اس قول کو ترجیح دینے والے تمام اصحابِ علم، جس کا ظاہر ہے کہ کوئی بھی قائل نہیں)

لہٰذا جو ہم نے بات کہی (یعنی جس نے توبہ وتجدیدِ ایمان سے پہلے سابِّ رسول کے کفر میں شک کیا، وہ کافر ہے) یہ بات متعین ہوگئی، اور اسی طریقہ سے بزازی نے ''الشفا'' اور ''الصارم المسلول'' کی اتباع میں جو حدیث سے استدلال کیا ہے، اور کعب اور ابورافع اور ابنِ اخطل کے قتل کے حکم سے استدلال کیا ہے، تو اس میں اس بات پر دلالت نہیں ہے کہ توبہ کے بعد بھی قتل کیا جائے، کیونکہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے) ان تینوں کے جو قتل کا حکم دیا تھا، وہ شدید ترین کافروں میں سے تھے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء اور ضرر پہنچاتے تھے، اور ان میں سے کسی کا اسلام لانا منقول نہیں۔ [1]

---

[1] ان کے متعلق تفصیل تیسرے باب کی آخری فصل میں آتی ہے۔ محمد رضوان۔

اور ہمارا کلام اسلام لانے کے بعد، قتل کرنے میں ہے، اور یہ بات ظاہر ہوگئی کہ بزازی نے جو کچھ کہا ہے، اس کا دارومدار ''الشفا'' کے کلام سے ان کی فہم پر ہے، اور اجماع کے منقول ہونے کے کلام سے ہے، اور انہوں نے یہ سمجھا کہ ان کی مراد مطلقاً، توبہ کے قبول نہ ہونے پر اجماع ہے۔

اور آپ یہ بات جان چکے ہیں کہ اس کو اطلاق پر محمول کرنا صحیح نہیں، کیونکہ ان حضرات کے کلام میں اس بات پر کوئی دلالت نہیں، جس کو بزازی نے نقل کیا ہے کہ ہمارا مذہب توبہ قبول نہ ہونے کا ہے۔

پھر اگر آپ کہیں کہ آپ نے یہ بات کیسے معلوم کرلی کہ بزازی نے ''الشفا'' کے کلام پر نقل کرنے میں اعتماد کیا ہے، یہ بھی تو ممکن ہے کہ انہوں نے مذہب کی کتب سے اس مسئلہ کو لیا ہو؟

میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ جب ہم نے ثقہ ائمہ کی اس تصریح کو ملاحظہ کرلیا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب، بزازی کے قول کے خلاف ہے، اور ہم نے مذہب کی کتب کو اس کے لیے ناطق پالیا، جیسا کہ ہم نے امام ابو یوسف کی ''کتاب الخراج'' کی عبارت کے حوالے سے صراحتاً ذکر کیا، اور امام ابو یوسف دراصل مذہب کے امام ہیں، اور اسی بات کی نقل شرح الطحاوی سے مستفیض ہے، جو کہ مذہب کی عمدہ کتاب ہے، اور اسی طریقہ سے ''النتف'' کی عبارت میں بھی تصریح ہے، اور اسی طریقہ سے مذہب کے متون کی تمام عبارات بھی اسی بات کی ناطق ہیں، جیسا کہ ہم نے تفصیلاً ذکر کیا، تو ہم نے یہ بات جان لی کہ بزازی کے پاس ''الشفا'' کی عبارت کے علاوہ کوئی سہارے کی چیز نہیں ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ انہوں نے مالکیہ کے مشائخ سے کیسے اس مسئلہ کو نقل کیا، پھر مسئلہ کے دلائل کو جمع کیا ''الصارم المسلول'' کی طرف سے، جو شیخ

الاسلام ابنِ تیمیہ حنبلی کی عمدہ کتاب ہے۔

اور اگر حنفیہ کے اہلِ مذہب کی کوئی سند ہوتی، تو بزازی اس کا ضرور ذکر کرتے، کیونکہ وہ ان کے مدعا کو ثابت کرنے میں زیادہ موثر ہوتا، اور ظاہر یہ ہے کہ صاحبِ ''الدُرر'' نے اس مسئلہ میں بزازی کی تقلید کی ہے، پس انہوں نے جب ''البزازیة'' میں اسی طرح سے لکھا ہوا دیکھا، تو اس حکم کو یقین کے ساتھ نقل کر دیا، کیونکہ ''البزازیة'' مذہبِ حنفی کی کتابوں میں سے ہے، اور یہی طرزِ عمل محقق ابنِ ہمام نے بھی اختیار فرمایا، پھر یہ مسئلہ ان کے بعد والوں میں اسی طرح بطور توارث چلتا رہا، جیسا کہ ''منح الغفار'' میں اس کا ذکر کیا گیا ہے، اس طور پر کہ اس مسئلہ کو بزازیہ اور فتح القدیر وغیرہ کی طرف منسوب کرنے کے بعد فرمایا کہ ''لیکن میں نے اپنے مولانا شیخ الاسلام امین الدین بن عبد العال، مصر شہر کے حنفیہ کے مفتی سے سنا کہ صاحبِ فتح نے اس مسئلہ میں بزازی کی اتباع کی، اور بزازی نے صاحبِ ''الصارمُ المسلول'' کی اتباع کی، کیونکہ انہوں نے ''البزازیة'' میں اسی سے نقل کیا ہے، اور علمائے حنفیہ میں سے اس کو کسی کی طرف منسوب نہیں کیا'' انتھٰی۔

اور ''معینُ الحکام'' میں یہ بات منقول ہے کہ یہ ارتداد ہے، اور اس کا حکم، مرتدوں والا حکم ہے، ''النتف'' میں بھی اسی طرح سے ہے، اور جن حضرات نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے، اس کا مرتد ہونا نقل کیا ہے، ان میں قاضی عیاض بھی ہیں، جنہوں نے ''الشفا'' میں اس کو نقل کیا ہے، منح الغفار کا کلام اختصار کے ساتھ ختم ہوا۔

اور علامہ سید احمد حموی نے ''الاشباہ'' کے حاشیہ میں بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ ابنِ نجیم نے ''الاشباہ'' میں توبہ قبول نہ ہونے کا ذکر کیا، تو اس پر ان کے اہلِ عصر

نے نکیر کی، اور یہ بات تو صرف بعض مالکی اصحاب سے محفوظ ہے، جیسا کہ اس کو قاضی عیاض وغیرہ نے نقل کیا ہے، اور ہمارے مذہب کے مطابق، یہ بات صحیح نہیں ہے، انتھٰی۔

پھر بزازی نے ''الشفا'' کی عبارت سے جو کچھ سمجھا ہے کہ ائمہ کی حکایتِ اجماع سے مراد مطلقاً ہے، جیسا گزر چکا، اسی کے مثل علامہ قہستانی کی عبارت میں بھی مذکور ہے، چنانچہ انہوں نے ''شرح مختصر الوقایۃ'' میں فرمایا کہ اگر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام میں سے کسی نبی کو عیب لگائے، تو اس کی توبہ کو قبول کیا جائے گا، جیسا کہ ''شرح الطحاوی'' وغیرہ میں ہے، لیکن قاضی عیاض کی ''الشفا'' میں ہے کہ ہمارے اصحاب اور مذاہب کے دوسرے اصحاب سے مروی ہے کہ حق بات یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، اور اس کو بالاجماع قتل کیا جائے گا، انتھٰی۔

پس آپ دیکھ لیجیے کہ بزازی نے کیسے ''الشفا'' کی حکایتِ اجماع کی مراد کو مطلقاً قتل ہونے سے متعلق سمجھ لیا، یعنی اگرچہ وہ توبہ بھی کرلے، اور یہ ایسی سمجھ ہے کہ قطعاً صحیح نہیں، یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے، جبکہ ''الشفا'' میں بھی توبہ کرنے کی صورت میں، اس مسئلہ میں اختلاف منقول ہے، اور انہوں نے امام ابوحنیفہ وغیرہ سے قبولِ توبہ کے منقول ہونے، اور اس سے قتل کے ساقط ہونے کی تصریح کی ہے، جیسا کہ ولید بن مسلم کی امام مالک سے روایت بھی اسی کے مطابق ہے، اور اس کو ہم پہلے ذکر چکے ہیں۔

اور یہ بھی دیکھ لیجیے کہ علامہ قہستانی نے توبہ کے قبول ہونے کو ''شرح الطحاوی'' اور دوسرے مذہب کی کتابوں کی طرف کیسے منسوب کیا ہے۔ [1]

---

[1] صاحبِ خلاصۃ الفتاویٰ نے بھی شرح الطحاوی کی طرف یہی بات منسوب کی ہے۔ محمد رضوان۔

اور توبہ قبول نہ ہونے کو ''الشفا'' کی طرف منسوب کیا ہے، اور اگر علامہ قہستانی مذہب کی کتابوں میں سے کسی کتاب سے توبہ قبول نہ ہونے کی نقل کو پاتے، تو اس مسئلے کی اسی کی طرف نسبت کرتے، اور غیر مذہب والوں کی کتابوں کی طرف منسوب کرنے کی ضرورت نہ سمجھتے، اور علامہ قہستانی اور بزازی کے لیے یہ طرزِ عمل مناسب نہیں تھا، کیونکہ اس میں بعد والوں کے لیے بڑا ابہام پایا جاتا ہے، جو کہ واقع ہو چکا ہے، جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ بزازی کی ان کے بعد والوں نے ایسی چیز میں اتباع کی ہے، جس کی کتبِ مذہب میں کوئی بنیاد نہیں پائی جاتی، اور نہ اس کو ان سے پہلے کسی نے نقل کیا ہے، اور جو کچھ ہمارے ائمہ سے منقول اور مروی ہے، اس میں کوئی اختلاف مروی نہیں (كتاب تنبيه الولاة)

مذکورہ عبارت سے جس طرح بزازی کی عبارت کا جواب معلوم ہوا، اسی طرح اس سے صاحبِ خلاصۃ الفتاویٰ کا جواب بھی معلوم ہو جاتا ہے۔

پس جس طرح صاحبِ خلاصہ اور ان کی اتباع میں بزازی کا سابِّ شیخین کی تکفیر کا قول ضعیف اور اجماع کے خلاف ہے، اسی طرح سے سابِّ رسول کے متعلق بھی ان کا موقف ضعیف اور اجماع کے خلاف ہے، کیونکہ اس طرح کی سختی و تشدد کا کوئی بھی قائل نہیں کہ سابِّ رسول خواہ کوئی بھی ہو، اس کی توبہ قبول ہونے کی کوئی صورت نہ ہو۔

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ ''ردُّ المحتار'' میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

مطلب مهم في حكم سب الشيخين:

وأقول: على فرض ثبوت ذلک في عامة نسخ الجوهرة لا وجه له يظهر، لما قدمناه من قبول توبة من سب الأنبياء عندنا خلافا للمالكية والحنابلة، وإذا كان كذلک فلا وجه للقول بعدم قبول توبة من سب الشيخين بل لم يثبت ذلک عن أحد من الأئمة فيما

أعلـم اهـ ونقله عنه السيد أبو السعود الأزهرى فى حاشية الأشباه ط .أقول :نـعم نقل فى البزازية عن الخلاصة أن الرافضى إذا كان يسـب الشيـخين ويلعنهما فهو كافر، وإن كان يفضل عليا عليهما فهو مبتدع .اهـ.

وهـذا لا يستلزم عدم قبول التوبة .علـى أن الـحكم عليه بالكفر مشكل، لما فى الاختيار اتفق الأئمة على تضليل أهل البدع أجمع وتـخـطـئتهـم وسب أحد من الصحابة وبغضه لا يكون كفرا، لكن يـضلل إلخ .وذكـر فـى فتـح القدير أن الخوارج الذين يستحلون دمـاء الـمسـلـميـن وأموالهـم ويـكـفرون الصحابة حكمهم عند جـمهـور الـفـقهاء وأهل الحديث حكم البغاة .وذهـب بعض أهل الحديث إلى أنهم مرتدون .قال ابن المنذر :ولا أعلم أحدا وافق أهـل الـحـديث على تكفيرهم، وهذا يقتضى نقل إجماع الفقهاء . وذكـر فـى المحيط أن بعض الفقهاء لا يكفر أحدا من أهل البدع. وبـعـضهـم يـكـفـرون البـعض، وهو من خالف ببدعته دليلا قطعيا ونسبــه إلـى أكثـر أهـل السـنة، والـنـقل الأول أثبت وابن المنذر أعرف بنقل كلام المجتهدين.

نـعـم يقع فى كلام أهل المذهب تكفير كثير ولكن ليس من كلام الـفـقـهـاء الـذيـن هـم الـمـجتهـدون بل من غيرهم، ولا عبرة بغير الـفقهاء ، والمنقول عن المجتهدين ما ذكرنا اهـ ومما يزيد ذلك وضـوحـا مـا صـرحـوا به فى كتبهم متونا وشروحا من قولهم :ولا تـقبـل شهـادة من يظهر سب السلف وتقبل شهادة أهل الأهواء إلا

الخطابية .وقال ابن ملك فى شرح المجمع :وترد شهادة من يظهر سب السلف لأنه يكون ظاهر الفسق، وتقبل من أهل الأهواء الجبر والقدر والرفض والخوارج والتشبيه والتعطيل .اهـ.

وقال الزيلعى أو يظهر سب السلف يعنى الصالحين منهم وهم الصحابة والتابعون؛ لأن هذه الأشياء تدل على قصور عقله وقلة مروءته، ومن لم يمتنع عن مثلها لا يمتنع عن الكذب عادة، بخلاف ما لو كان يخفى السب اهـ.

ولم يعلل أحد لعدم قبول شهادتهم بالكفر كما ترى، نعم استثنوا الخطابية لأنهم يرون شهادة الزور لأشياعهم أو للحالف، وكذا نص المحدثون على قبول رواية أهل الأهواء فهذا فيمن يسب عامة الصحابة ويكفرهم بناء على تأويل له فاسد.

فعلم أن ما ذكره فى الخلاصة من أنه كافر قول ضعيف مخالف للمتون والشروح بل هو مخالف لإجماع الفقهاء كما سمعت.

وقد ألف العلامة منلا على القارى رسالة فى الرد على الخلاصة، وبهذا تعلم قطعا أن ما عزى إلى الجوهرة من الكفر مع عدم قبول التوبة على فرض وجوده فى الجوهرة باطل لا أصل له ولا يجوز العمل به، وقد مر أنه إذا كان فى المسألة خلاف ولو رواية ضعيفة، فعلى المفتى أن يميل إلى عدم التكفير، فكيف يميل هنا إلى التكفير المخالف للإجماع فضلا عن ميله إلى قتله وإن تاب، وقد مر أيضا أن المذهب قبول توبة ساب الرسول -صلى الله عليه وسلم -فكيف ساب الشيخين .والعجب من صاحب البحر

حيث تساهل غاية التساهل فى الإفتاء بقتله مع قوله :وقد ألزمت نفسى أن لا أفتى بشىء من ألفاظ التكفير المذكورة فى كتب الفتاوى.

نعم لا شک فى تكفير من قذف السيدة عائشة -رضى الله تعالى عنها -أو أنكر صحبة الصديق، أو اعتقد الألوهية فى على أو أن جبريل غلط فى الوحى، أو نحو ذلک من الكفر الصريح المخالف للقرآن، ولكن لو تاب تقبل توبته، هذا خلاصة ما حررناه فى كتابنا تنبيه الولاة والحكام، وإن أردت الزيادة فارجع إليه واعتمد عليه ففيه الكفاية لذوى الدراية (ردالمحتار، ج۴ص۲۳۷، کتاب الجهاد، باب المرتد،مطلب مهم فى حكم سب الشيخين)

ترجمہ: شیخین کو سب وشتم کرنے کے حکم کے بارے میں اہم مطلب:

اور میں کہتا ہوں کہ اگر اس بات کے ثبوت کو تسلیم بھی کرلیا جائے، جو جوہرہ کے عام نسخوں میں (سابِّ شیخین کی تکفیر کے بارے میں) ہے، تو بھی اس کے راجح ہونے کی کوئی وجہ نہیں، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ ہمارے نزدیک انبیائے کرام کو سب وشتم کرنے والے کی توبہ قبول کرلی جائے گی، مالکیہ اور حنابلہ کا اس میں اختلاف ہے، اور جب معاملہ اس طرح ہے، تو شیخین کو سب وشتم کرنے والے کی توبہ کے قبول نہ ہونے کے قول کی کوئی وجہ نہیں، بلکہ یہ بات میرے علم کے مطابق ائمہ میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں، اس بات کو جوہرہ سے ابوسعید ازہری نے اشباہ کے حاشیہ میں بھی نقل کیا ہے، میں کہتا ہوں کہ بے شک بزازیہ میں خلاصہ سے یہ بات نقل کی گئی ہے کہ رافضی جب شیخین کو سب وشتم کرے، اور ان پر لعنت کرے، تو وہ کافر ہے، اور اگر ان پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت

دے، تو پھر وہ بدعتی ہے۔

لیکن اس سے اولاً تو توبہ کا قبول نہ ہونا لازم نہیں آتا، دوسرے اس پر کفر کا حکم لگانا بھی مشکل ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ''الاختیـــار'' میں یہ بات مذکور ہے کہ ائمہ کا تمام اہلِ بدعت کے گمراہ ہونے اور ان کے خطا کار ہونے پر اتفاق ہے، اور صحابۂ کرام میں سے کسی پر سب وشتم کرنا، اور ان سے بغض رکھنا کفر نہیں، البتہ ایسا شخص گمراہ ہے، اور فتح القدیر میں یہ بات مذکور ہے کہ جو خوارج مسلمانوں کے خون اور ان کے مالوں کو حلال سمجھتے ہیں، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر قرار دیتے ہیں، تو جمہور فقہاء اور جمہور محدثین کے نزدیک ان کا حکم باغیوں کا ہے، اور بعض اہلِ حدیث اس طرف گئے ہیں کہ وہ مرتد ہیں، ابنِ منذر نے فرمایا کہ میرے علم میں نہیں کہ کسی نے اہلِ حدیث کی، ان کو کافر قرار دینے کے قول میں موافقت کی ہو، اور یہ فقہاء کے اجماع کے نقل ہونے کا تقاضا کرتا ہے، اور محیط میں یہ بات مذکور ہے کہ بعض فقہاء نے اہلِ بدعت میں سے کسی کی بھی تکفیر نہیں کی، البتہ بعض نے بعض اہلِ بدعت کی تکفیر کی ہے، اور وہ، وہ شخص ہے کہ جس نے اپنی بدعت کے ذریعہ سے دلیلِ قطعی کی مخالفت کی ہو، پھر اس کی اکثر اہلِ سنت کی طرف نسبت کردی، لیکن پہلی نقل زیادہ ثابت ہے، اور ابنِ منذر مجتہدین کے کلام کی نقل سے زیادہ واقف ہیں۔

ہاں البتہ اہلِ مذہب کے کلام میں تکفیر کا قول بہت زیادہ واقع ہوا ہے، لیکن ان فقہاء کے کلام سے اس کا تعلق نہیں، جو کہ مجتہدین ہیں، بلکہ اس قول کا غیر مجتہدین کے کلام سے تعلق ہے، اور غیر فقہاء کے قول کا اعتبار نہیں، اور مجتہدین سے وہی منقول ہے، جو ہم نے ذکر کیا، جس کی مزید وضاحت اس سے بھی ہوتی ہے کہ فقہاء نے اپنی متون اور شروح پر مشتمل کتابوں میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ

اس کی گواہی کو قبول نہیں کیا جائے گا، جو علی الاعلان سلف پر سب وشتم کرتا ہو، اور خطابیہ کے علاوہ دیگر اہلِ ہواء کی گواہی کو قبول کیا جائے گا، اور ابنِ ملک نے شرح المجمع میں فرمایا کہ جو علی الاعلان سلف پر سب وشتم کرتا ہو، اس کی گواہی کو رَد کر دیا جائے گا، کیونکہ یہ ظاہری فسق ہے، اور اہلِ ہواء اور جبریہ اور قدریہ اور رافضی اور خارجی اور اہلِ تشبیہ اور اہلِ تعطیل کی گواہی کو قبول کیا جائے گا۔

اور زیلعی نے فرمایا کہ سلف پر سب وشتم کرنے سے مراد صالحین ہیں، جو کہ صحابہ اور تابعین ہیں، کیونکہ یہ چیزیں اس کی عقل کے قصور اور اس کی قلتِ مروّت پر دلالت کرتی ہیں، اور جو شخص ان جیسی چیزوں سے باز نہیں آتا، وہ عادتاً جھوٹ سے بھی باز نہیں آتا، برخلاف اس کے کہ اگر چھپ کر سب وشتم کرتا ہو۔

اور کسی نے بھی ان مذکورہ لوگوں کی گواہی قبول نہ ہونے کی علت میں کفر کا ذکر نہیں کیا، جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، البتہ انہوں نے خطابیہ کو اس لیے مستثنیٰ کیا ہے کہ وہ اپنی جماعت، یا حلف اٹھانے والے کے لیے جھوٹی گواہی کے قائل ہیں (جس کی بناء پر ان کی گواہی قبول نہ ہوگی، لیکن تکفیر پھر بھی نہیں کی جائے گی) اور اسی طریقہ سے محدثین نے بھی اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اہلِ ہواء کی روایت قبول کر لی جائے گی، اور یہ حکم اس شخص کو بھی شامل ہے، جو عام صحابہ پر سب وشتم کرتا ہے، اور فاسد تاویل کی بنا پر ان کی تکفیر کرتا ہے۔

پس مذکورہ حوالہ جات سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ خلاصہ میں جو کافر ہونے کا حکم مذکور ہے، وہ ضعیف قول ہے، جو متون اور شروح کے مخالف ہے، بلکہ وہ اجماعِ فقہاء کے مخالف ہے، جیسا کہ آپ سن چکے ہیں۔

اور ملا علی قاری نے اس سلسلہ میں ایک رسالہ تالیف کیا ہے، جس میں خلاصہ پر رَد کیا ہے، اور اس تفصیل سے قطعی طور پر یہ بات معلوم ہوگئی کہ جوہرہ کی طرف جو

کافر ہونے اور توبہ قبول نہ ہونے کی بات منسوب ہے، اگر جوہرہ میں اس کے وجود کو فرض بھی کرلیا جائے، تو یہ باطل ہے، جس کی کوئی اصل نہیں، اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں، اور یہ بات گزر چکی ہے کہ جب ایک مسئلہ میں اختلاف ہو، اگرچہ ضعیف روایت ہی کیوں نہ ہو، تو مفتی پر لازم ہے کہ وہ عدمِ تکفیر کی طرف مائل ہو، پس یہاں اس تکفیر کی طرف مائل ہونا، کیونکر درست ہوسکتا ہے، جو اجماع کے مخالف ہے، اور مائل ہونے سے بڑھ کر اس کے تائب ہونے کی صورت میں بھی قتل کا حکم دیا جارہا ہو، اور یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ حنفیہ کا اصل مذہب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے والے کی توبہ کے قبول ہونے کا ہے، پس شیخین پر سب وشتم کرنے والے کی توبہ کیونکر قبول نہیں ہوگی، اور صاحبِ بحر پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس کے قتل کرنے کا فتویٰ دینے میں انتہائی تساہل سے کام لیا، باوجودیکہ خود صاحبِ بحر نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ میں کتبِ فتاویٰ میں مذکور الفاظِ تکفیر میں سے کسی پر فتویٰ نہیں دیتا۔

البتہ جو شخص سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائے، یا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرے، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا عقیدہ رکھے، یا جبریلِ امین کے وحی میں غلطی کرنے کا عقیدہ رکھے، یا اس جیسا کوئی صریح کفر اختیار کرے، جو قرآن کے مخالف ہو، تو اس کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں، لیکن اگر وہ توبہ کرلے، تو اس کی توبہ قبول کرلی جائے گی، یہ خلاصہ ہے اس تحریر کا جو ہم نے اپنی کتاب ''تنبیه الولاة والحكام'' میں ذکر کی ہے، اور آپ زیادہ تفصیل کے خواہش مند ہوں، تو اس کتاب کی طرف رجوع کرلیجیے، اور اس پر اعتماد کیجیے، جس میں عقل مند لوگوں کے لیے کفایت کا سامان ہے (ردالمحتار)

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 1304ہجری) فرماتے ہیں کہ:

وإنى أتعجب من أرباب الفتاوى، كيف لا يحتاطون فى أمر التكفير، مع قولهم من كان فى كلامه مئة إلا واحد محملا يوجب تكفيره لا يكفر، وقد التزم صاحب"البحر الرائق"أن لا يفتى بشىء من ألفاظ التكفير المنقولة فى الفتاوى، إلا أنه خرج عن التزامه ونسى ما قدمت يداه فى بعض المسائل.

كمسألة تكفير الروافض، فإنه مال إلى تكفيرهم، بقولهم سب الشيخين كفر وأمثاله، ولم يفهم أن هذه الأمور التى صدرت عنهم إنما هى لشبهة عرضت لهم فتكون مانعة من التكفير، كما حققه ابن الهمام فى " تحرير الأصول" وغيره.

وقد التزمت أنا بعون اللّٰه تعالى أن لا أفتى بشىء من ألفاظ التكفير المنقولة فى الفتاوى فى موضع من المواضع إن شاء الله تعالى.

ولولا أنه يجوز حمل كلامهم على التهديد والتشديد، وهو لكلامهم محمل سديد، لكان إطلاق الفقهاء عليهم غير سديد، فإن الفقيه من يتدبر ويتفكر لا من يمشى على الظاهر ولا يتدبر (إحكام القنطرة فى أحكام البسملة،ص ٧٩، الباب الثانى فى نبذ من احكام البسملة، مشمولة: مجموعه رسائل اللكنوى، ج ا ص ١١١،الناشر: ادارة القرآن، كراتشى ، الباكستان، الطبعة الاولىٰ: ١٤١٩ھ)

ترجمہ: اور مجھے بعض اربابِ فتویٰ سے تعجب ہوتا ہے کہ وہ تکفیر کے معاملے میں احتیاط کیوں نہیں کرتے، باوجودیکہ فقہاء کا یہ قول ہے کہ جس کے کلام میں سو (100) وجوہِ تکفیر میں سے ایک وجہ، کافر قرار نہ دینے کی ہو، تو اس کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا، اور صاحبِ ''البحر الرائق'' نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ وہ

فتاویٰ میں مذکور الفاظِ تکفیر میں سے کسی پر فتویٰ نہیں دیں گے، لیکن وہ بعض مسائل میں اپنے اس التزام سے نکل گئے، اور اپنی ہی بیان کردہ چیز سے نکل گئے، جیسا کہ روافض کی تکفیر کے مسئلے میں کہ وہ ان کی تکفیر کی طرف مائل ہوگئے، روافض کے شیخین کو سب وشتم کرنے، یا اس جیسی چیزوں کو باعثِ کفر قرار دے بیٹھے، اور اس بات کو نہیں سمجھے کہ یہ امور اہلِ روافض کی طرف سے صرف ایک شبہ کی وجہ سے صادر ہوتے ہیں، جو اِن کو پیش آیا ہے، جو کہ تکفیر سے مانع ہے، جیسا کہ ابنِ ہمام نے ''تحریرُ الاصول'' وغیرہ میں واضح فرمایا ہے۔

اور میں نے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس بات کا التزام کیا ہے کہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ کسی بھی جگہ اُن تکفیر کے الفاظ پر فتویٰ نہیں دوں گا، جو کتبِ فتاویٰ میں منقول ہیں، اور اگر ان کے کلام کو تہدید اور تشدید پر محمول کرنے کا جواز نہ ہو، جو کہ ان کے کلام کا صحیح محمل ہے، تو فقہاء کا ان پر مطلق حکم لگانا درست نہیں ہوگا، پس فقیہ وہ ہے، جو تدبر اور تفکر کرتا ہے، نہ کہ وہ جو کہ ظاہر پر چلتا ہے، اور تدبر نہیں کرتا (إحكام القنطرة)

سابِّ شیخین کے مسئلے کی تفصیل ہم نے اپنے دوسرے مضمون ''تکفیرِ شیعہ وروافض کی تحقیق'' میں بیان کردی ہے۔

خلاصۃ الفتاویٰ کی جو عبارت پیچھے ذکر کی گئی، اس میں اولاً تو صاحبِ خلاصۃ الفتاویٰ نے شاتمِ رسول کے مسلم اور غیر مسلم، ذمی اور حربی وغیرہ کے کفرِ خلودی اور عندالناس وعنداللہ توبہ قبول نہ ہونے کا جو مذکورہ حکم بیان فرمایا ہے، وہ اجماع کے خلاف ہے، کیونکہ عنداللہ، قبولِ توبہ میں کسی کا قابلِ ذکر اختلاف نہیں، اس کی قبولیت کو تقریباً تمام حضرات ہی تسلیم کرتے ہیں۔

دوسرے ذمی اور غیر مسلم کے اسلام لانے کے بعد قتل کے ساقط ہونے کے عموماً وہ غیر حنفیہ بھی

قائل ہیں، جو مسلم کی توبہ کی قبولیت کے قائل نہیں۔

تیسرے حنفیہ، ذمی کے ذمہ نہ ٹوٹنے کی وجہ سے قتل نہ ہونے کے قائل ہیں، جس کی خود حنفیہ اور غیر حنفیہ، سب نے تصریح کی ہے، البتہ کسی کے قتل کی امامُ المسلمین تعزیراً مصلحت سمجھے، تو اس کے جواز کے حنفیہ بھی منکر نہیں، مگر اس کی وجہ ذمہ ٹوٹنا اور ''حد'' نہیں، بلکہ ''تعزیر'' ہے، اور یہ وجوبی حکم نہیں، نیز اس کا اختیار امامُ المسلمین کے دائرہ کار میں ہے، جیسا کہ تفصیلاً تیسرے باب میں آتا ہے۔

چوتھے مسلم کی توبہ کے قبول ہونے کو حنفیہ کے اصل مذہب میں تسلیم کیا گیا ہے اور شافعیہ کا مشہور قول بھی یہی ہے، حنابلہ اور مالکیہ کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے، جس کو صاحبِ خلاصۃُ الفتاویٰ سے پہلے متعدد ثقہ اہلِ علم حضرات نقل کرتے آئے ہیں۔

پانچویں اس حکم کو متقدمین ومتاخرین مجتہدین کی طرف منسوب کرنا بھی محلِ نظر ہے، البتہ توبہ سے قبل مسلم کے مباحُ الدم ہونے پر امت کا اجماع ہے۔

چھٹے صاحبِ خلاصۃ الفتاویٰ نے بعد میں جو ''الروضۃ'' کے حوالے سے بات ذکر فرمائی ہے، وہ مالکیہ، یا بعض شافعیہ کی دلیل ہے، جیسا کہ پہلے گزرا، اور اس کو حنفیہ کا قول سمجھنا درست نہیں۔

ساتویں خود صاحبِ خلاصۃ الفتاویٰ نے شرح الطحاوی سے اس کا ''ارتداد'' ہونا نقل کیا ہے۔ اور یہ حنفیہ کی کتاب ہے، جس سے توبہ قبول ہونا ثابت ہوتا ہے۔

پھر اس کے بعد صاحبِ خلاصۃُ الفتاویٰ نے مذکورہ حکم ''**المحیط**'' کے حوالہ سے نقل کیا ہے، اس ''**المحیط**'' سے کون سی ''**المحیط**'' مراد ہے؟ یہ حل طلب بات ہے۔

کیونکہ ایک المحیط تو ''**المحیط البرھانی**'' کے نام سے معروف ہے، جو امام علامہ برہان الدین محمود بن تاج الدین احمد بن صدر الشہید برہان الائمۃ عبدالعزیز بن عمر بن مازۃ بخاری حنفی (المتوفی: 616ہجری) کی ہے، جس کی تلخیص واختصار خود صاحبِ کتاب نے

''الذخیرۃ'' کے نام سے کیا ہے، اور المحیطُ البرہانی اس وقت مطبوع شکل میں موجود ہے۔
مگر ''المحیط البرھانی'' میں ہمیں تلاش کرنے کے باوجود مذکورہ عبارت دستیاب نہیں ہوسکی۔
اور دوسری المحیط سرخسی یا رضوی ہے، جو رضی الدین ابن العلاء تاج الدین محمد بن محمد سرخسی حنفی کی ہے، جن کی وفات صاحبِ ''کشف الظنون'' نے 671 ہجری بتلائی ہے۔
لیکن یہ کتاب باوجود تلاش کے اس وقت دستیاب نہیں ہوسکی، اور بعض ذرائع سے معلوم ہوا کہ اب یہ کتاب بعض مقامات پر مخطوطہ کی شکل میں موجود ہے۔[1]

---

[1] المحيط البرهاني في الفقه النعماني :
للشيخ الإمام العلامة برهان الدين :محمود بن تاج الدين :أحمد بن الصدر الشهيد برهان الأئمة : عبد العزيز بن عمر بن مازه البخاری الحنفی ، المتوفی :سنة ٦١٦.
وهو :ابن أخي الصدر الشهيد :حسام الدين ، فی مجلدات ، ثم اختصره ، وسماه :(الذخيرة) وكثيرا ما يغلط فيه الطلبة فيظنون أن صاحب (المحيط البرهانی الكبير) أيضا رضی الدين : محمد بن محمد السرخسي وليس كذلک.
أوله :(الحمد لله خالق الأشباح بقدرته وفالق الإصباح برحمته . . .الخ)
قال ابن الحنائی :تتبعت ترجمته فی كتب (الطبقات) فلم أظفر وأصحابنا يفرقون بين المحيطين فی التلقيب فيقولون للكبير :(المحيط البرهانی) وللصغير :(المحيط السرخسی)
قال :وقد وقع فی رأيی أن أتشبه بهم بتأليف أصل جليل يجمع جل الحوادث الحكمية والنوازل الشرعية ليكون عونا لی فی حال حياتی فجمعت مسائل :(المبسوط) و (الجامعين) و (السير) و (الزيادات) و ألحقت بها مسائل :(النوادر) و (الفتاوی) و (الواقعات) و ضممت إليها من :الفوائد التی استفدتها من والدی ومن مشايخ زمانی وأثبت أكثر المسائل بدلائل يعول عليها لكن وهم (١٦٢٠/٢) الإتقانی حيث قال فی :(المأذون من غاية البيان)
قال برهان الدين الصدر الكبير صاحب (المحيط) : عبد العزيز بن عمر بن أبی سهل المعروف : بمازه فی طرقية الخلاف . . .الخ) . انتهی .
فظن أن المحيط له وإنما وقع فی الغلط لاشتراكهما فی اللقب ومن الدليل الظاهر علی أن (المحيط) و (الذخيرة) لبرهان الدين الصغير أن فيهما نقولا لتلميذه من الصدر الشهيد فكيف يكونان لوالده.
المحيط الرضوی أربع مجلدات .
له أيضا المحيط الرضوی .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ بعض حضرات نے ''محمد بن محمد سرخسی حنفی'' کی وفات 571 ہجری قرار دی ہے۔ ۱؎
جبکہ بعض حضرات نے ان کی وفات 544 ہجری قرار دی ہے۔ ۲؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مجلدان فيه أيضا لرضى الدين ابن العلا الصدر الحميد تاج الدين :محمد بن محمد بن محمد السرخسى الحنفى المتوفى :سنة ٦٧١، إحدى وسبعين وستمائة (٥۴۴)
و (محيطه) : ثلاثة محيطات ، الأول :عشر مجلدات ، والثانى :أربع مجلدات ، والثالث : مجلدان ، وهذه الثلاثة :موجودة بمصر والشام والروم ، وقال ابن الحنائى فى :(حاشيته على الدرر) : على قوله فى أوائل الكتاب واختاره فى (المحيط) ما نصه أراد (محيط) الإمام رضى الدين :محمد بن محمد السرخسى، وهو :ثلاث نسخ ، الأولى :كبرى وهى :المشهورة والمرادة :(بالمحيط) حيث أطلق غالبا ، والثانية :وسطى ، والثالثة :صغرى (كشف الظنون ج٢ص ١٦١٩، ١٦٢٠ ،باب الميم)

۱؎ الإمام الفاضل رضى الدين محمّد بن محمّد بن محمّد أبو عبد الله السَرَخُسىّ صاحب كتاب المحيط كان قد قدم حلب فولاّه نور الدين محمود بن زنكى التدريس بالمدرسة وكان فى لسانه لكنة فتعصّب عليه جماعة من الفقهاء الحنفيّة بحلب وصغّروا أمره عند نور الدين وكانت وفاته يوم الجمعة آخر جمعة فى شهر رجب سنة إحدى وسبعين وخمسمائة(الأعلاق الخطيرة فى ذكر أمراء الشام والجزيرة لابنِ شداد الحلبى،ص ٣٩،القسم الأول أمر البلد وما اشتمل عليه بنيانه ظاهرا وباطنا ، الباب الثانى عشر فى ذكر ما بباطن حلب وظاهرها من المدارس)

۲؎ قال الفيروزآبادى فى ترجمته هذا المحيط نحو من أربعين مجلداً رأيته بشيراز وملكته وهو أربع محيطات والثانى عشر مجلدات والثالث أربع مجلدات والرابع فى مجلدين وهذه الثلاثة الأخيرة موجودة بمصر والشام .وكان وفاته يعنى رضى الدين فى سنة أربع وأربعين وخمسمائة انتهى كلام الفيروزآبادى .
قلت فلعل هذا المحيط هو البرهانى لمحمود نسبة للمؤلف إلى جده برهان الأئمة .
قال أن أمير حاج فى شرحه على مقدمة أبى الليث بعد أن استطرد إلى نقل مسألة من المحيط البرهانى هذا المحيط لا يوجد بديارنا والموجود بايدى الناس إنما هو المحيط الرضوى انتهى.
ويظهر إلى أن صاحب المحيط البرهانى متأخر عن صاحب المحيط الرضوى قليلا انتهى كلام قطب الدين .
وكما قال الفيروزآبادى فى ترجمة رضى الدين قال عبد القادر أيضاً فى الجواهر المضية محمد بن محمد بن محمد الملقب برضى الدين برهان الإسلام السرخسى مصنف المحيط وهو أربع مصنفات المحيط الكبير وهو نحو من أربعين مجلداً أخبرنى بعض أصحابنا الحنفية أنه رآه فى بعض بلاد الروم والثانى عشر مجلدات والثالث أربع مجلدات والرابع فى مجلدين وهذه الثلاثة رأيتها بالقاهرة وملكت منها اثنين الصغير والوسط انتهى .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لہٰذا ''المحیط البرھانی '' کومراد لینا تو درست نہیں بنتا، کیونکہ صاحبِ ''المحیط البرھانی '' کی ولادت 551 ہجری بیان کی جاتی ہے، جبکہ صاحبِ ''خلاصۃُ الفتاویٰ '' کی وفات 542 ہجری بیان کی جاتی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ صاحبِ ''خلاصۃُ الفتاویٰ'' کی وفات صاحبِ ''المحیط البرھانی '' کی ولادت سے بھی پہلے ہو چکی تھی۔
اور اگر سرخسی، یا رضوی کی ''المحیط'' کو مراد لیا جائے، تو ایک قول کے مطابق صاحبِ ''خلاصۃُ الفتاویٰ'' کی زندگی میں اس کتاب کا وجود نہ تھا، البتہ دوسرے اقوال کے مطابق اس کا امکان ہے۔
محیط رضوی یا سرخسی میں اس عبارت کے موجود نہ ہونے کا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے اسی مسئلہ کی تردید میں ''المحیط للرضوی'' کے متعدد حوالے نقل فرمائے ہیں اور ''الفتاویٰ الھندیۃ'' میں بھی اس طرح کے مسائل وجزئیات ''المحیط'' کے حوالہ سے مذکور ہیں، جن میں اس عبارت کا کسی نے ذکر نہیں کیا، اور خود صاحبِ خلاصۃ الفتاویٰ نے بھی سرخسی، یا برہانی وغیرہ کی کوئی تصریح وقید نہیں لگائی، اس لیے یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے کوئی اور غیر حنفیہ کی کتاب مراد ہو، یا کاتب کی غلطی ہو۔
بہرحال جب تک اس عبارت کا مستند ثبوت نہ ہو، اس وقت تک اس کی تصدیق کرنا محلِ نظر ہوگا، علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تو اس کو کاتب کی غلطی پر بھی محمول فرما چکے ہیں (جیسا کہ آگے آتا ہے)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال المولى الفاضل على بن أمر الله بن محمد الشهير بابن الحنائى هذا الموضع مما ضبط فيه المصنف ولم يحط به علماً والصواب أن المحيط الذى جعله كبيراً ليس تصنيف رضى الدين السرخسى إنما تصنيفه المحيط الذى جعله وسطاً والذى جعله صغيراً وأما الكبير فهو للإمام برهان الدين ابن أخ الصدر الشهيد وأصحابنا يفرقون بين المحيطين فيقولون للكبير المحيط البرهانى ولغيره المحيط السرخسى(الفوائد البهية فى تراجم الحنفية ، لابى الحسنات عبدالحيى اللكنوى، ص ١٨٩ ، حرف الميم، تحت ترجمة " محمد بن محمد بن محمد الملقب برضى الدين السرخسى مصنف المحيط ")

اور خلاصۃُ الفتاوی کی مذکورہ عبارت میں ساتھ ہی ''شرح الطحاوی'' کے حوالہ سے سابِ رسول کے ''مرتد'' ہونے کا حکم بھی لگایا گیا ہے۔

مذکورہ کتاب کا پورا نام ''شرح مختصر الطحاوی'' جو ابوبکر رازی جصاص (المتوفیٰ: 370 ہجری) کی تالیف ہے، جس کا متن ابوبکر طحاوی رحمہ اللہ کا تالیف شدہ ہے۔

اس کتاب میں امام طحاوی اور ابوبکر جصاص نے سابِ رسول کے ''مرتد'' ہونے کا حکم ذکر کیا ہے، اور پھر اس کے بعد ذمی ہونے کی صورت میں اس کی تادیب کرنے اور قتل نہ کرنے کا حکم ذکر کیا ہے۔ [1]

جس کی وجہ بظاہر یہی ہے کہ سابِ رسول کے کافر یا قتل کا مستحق ہونے کی وجہ ''مرتد'' ہونا ہے، اور مرتد ہونے کا حکم اس پر لگایا جاتا ہے، جو مرتد ہونے سے پہلے مسلمان ہو، اور جو پہلے سے غیر مسلم ہو، جیسا کہ ذمی، اس پر اس کی وجہ سے مرتد ہونے کا حکم لگانا ممکن نہیں، نیز حنفیہ کے

---

[1] مسألة :(حكم من سب الرسول صلى الله عليه وسلم أو تنقصه)

قال أبو جعفر :(ومن سب رسول الله صلى الله عليه وسلم أو تنقصه :كان بذلک مرتدًا.

وذلک لقوله تعالى:) لتؤمنوا بالله ورسوله وتعزروه وتوقروه .

وقال تعالى :) لا ترفعوا أصوتكم فوق صوت النبى ولا تجهروا له بالقول كجهر بعضكم لبعض أن تحبط أعمالكم وأنتم لا تشعرون (، فلما جعل تعالى تعظيم الرسول من شرائط الإيمان، كان من لم يعظمه كافرًا.

وأحبط عمل من جهر له بالقول، فكيف من سبه؟!

ولما روى أن رجلاً أغلظ لأبى بكر الصديق، فقال له أبو بردة " :دعنى أضرب عنقه، فقال :ما كان ذلک لأحدٍ بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم."

وروى أن رجلاً كانت له أم ولدٍ، تشتم النبى صلى الله عليه وسلم، فقتلها، فأهدر النبى صلى الله عليه وسلم دمها.

فدل على أن شتم النبى صلى الله عليه وسلم يوجب الردة.

فصل :(حكم أهل الذمة فى سب الرسول صلى الله عليه وسلم)

قال أبو جعفر :(ومن كان من ذلک من أهل الذمة :فإنه يؤدب ولا يقتل)

لأنهم قد أقروا على دينهم، ومن دينهم عبادة غير الله، وتكذيب الرسول.

ويدل عليه :ما روى "أن اليهود دخلوا على النبى عليه الصلاة والسلام، فقالوا :السام عليک، فقال النبى صلى الله عليه وسلم :وعليكم"، ولم يوجب عليهم قتلاً(شرح مختصر الطحاوى،لابى بكر الرازى الجصاص الحنفى،ج ٦ ص ١٤١،١٤٢ ، كتاب المرتد)

نزدیک اہلِ ذمہ سے اگر اس سلسلہ میں باقاعدہ معاہدہ نہ ہوا ہو، تو اس کی وجہ سے ''ذمہ'' ٹوٹتا نہیں، اس لیے اس کی وجہ سے ذمی مباح الدم نہیں ہوتا، البتہ فتنہ وفساد کا باعث ہونے کی وجہ سے تادیب وتعزیر کا مستحق ہوتا ہے، اور تادیب وتعزیر بعض اوقات قتل کی صورت میں بھی ممکن ہے، جس کی تفصیل اگلے باب میں آتی ہے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ امام طحاوی اور ابوبکر جصاص، صاحبِ خلاصۃُ الفتاویٰ سے مقدم ہیں، اور ابوبکر جصاص کے سابِ رسول کے متعلق مرتد ہونے کا حکم لگانا اصحابِ مذہب کی تصریح کے بھی مطابق ہے، جس کا ذکر ''کتاب الخراج'' کے حوالہ سے پہلے گزرا، لہٰذا ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ حنفیہ کا اصل مذہب سابِ رسول کے مرتد ہونے کا ہے، اور اس پر ''مرتد'' کے احکام جاری ہوتے ہیں، اور جب تک خلاصۃُ الفتاویٰ کی عبارت کی تصدیق ''المحیط'' کی اصل عبارت سے نہ ہو، اس وقت تک اس کی تصدیق کرنا بھی محلِ نظر ہے اور اس کو حنفیہ کا مذہب قرار دینا بھی درست نہیں، جیسا کہ تفصیلاً پہلے گزرا۔

''منحۃُ الخالق'' کا حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ ''البحر الرائق'' کی شرح ''منحۃُ الخالق'' میں فرماتے ہیں:

وفيه كلام تعرفه وقد حررت المسألة فى تنقيح الحامدية فراجعها ثم جمعت فى ذلك كتابا سميته تنبيه الولاة والحكام على أحكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام وبينت فيه أن قول الشفاء لكنهم قالوا هى ردة إلخ صريح فى قبول توبته لأنه استدراك على قوله قبله يقتل ولا تقبل توبته عند هؤلاء فعلم أن قوله وبمثله قال أبو حنيفة أى قال أنه يقتل لكن

قالوا أنه ردة فحاصله أنه يقتل إن لم يتب كما هو حكم الردة وإلا لم يكن للاستدراک المذكور فائدة وممن صرح بقبول توبته عندنا الإمام السبكى فى السيف المسلول وقال إنه لم يجد للحنفية إلا قبول التوبة.

وسبقه إلى ذلک أيضا شيخ الإسلام ابن أمية الحنبلى فى كتابه الصارم المسلول فصرح فيه فى عدة مواضع بقبول التوبة عند الحنفية وأنه لا يقتل (منحة الخالق على البحر الرائق، ج۵،ص ۱۳۵، ۱۳۶، كتاب السير ،باب أحكام المرتدين)

ترجمہ: اوراس میں کلام ہے، جس سے آپ واقف ہیں، اور میں نے اس مسئلہ کو ''**تنقيحُ الحامدية**'' میں تحریر کردیا ہے، پھر میں نے اس موضوع پر ایک کتاب تالیف کی ہے، جس کا نام میں نے ''**تنبيه الو لاة والحكام على أحكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام**'' رکھا ہے، اوراس میں میں نے یہ بات بیان کردی ہے کہ ''**الشفا**'' کا یہ قول کہ:

''لكنهم قالوا هى ردة إلخ''

یہ اس کی توبہ کے قبول ہونے میں صریح ہے، کیونکہ یہ اس سے پہلے ان کے قول:

'' يقتل ولا تقبل توبته عند هؤلاء''

سے استدراک ہے، پس یہ بات معلوم ہوگئی کہ ان کا قول:

''وبمثله قال أبو حنيفة''

کا مطلب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جس کے قتل ہونے کے قائل ہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ ارتداد ہے، جس کا حاصل یہ ہوا کہ اگر وہ توبہ نہ کرے، تو قتل کیا

جائے گا، جیسا کہ مرتد کا حکم ہوتا ہے، ورنہ تو جس استدراک کا ذکر کیا گیا، اس کا فائدہ نہیں ہوگا، اور جن حضرات نے ہمارے نزدیک توبہ کے قبول ہونے کی تصریح کی ہے، ان میں امام سبکی بھی ہیں، جنہوں نے ''السیف المسلول ''میں اس کی تصریح کی ہے، اور انہوں نے فرمایا کہ حنفیہ کا قول، توبہ قبول ہونے کے علاوہ اور کوئی نہیں پایا جاتا۔

اور اسی کی طرف شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ حنبلی نے اپنی کتاب ''الصارمُ المسلول ''میں سبقت کی ہے، جس میں انہوں نے متعدد مقامات پر حنفیہ کے نزدیک توبہ کے قبول ہونے، اور اس کے قتل نہ کیے جانے کی تصریح کی ہے (منحۃُ الخالق)

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ کی ''العقود الدریۃ ''اور ان کے مذکورہ رسالے کے چند اقتباسات آگے آتے ہیں۔

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے مذکورہ عبارت میں جو قاضی عیاض مالکی اور امام سبکی شافعی اور علامہ ابنِ تیمیہ حنبلی رحمہم اللہ کے حوالوں سے موقف ذکر فرمایا، وہ صد فیصد درست ہے، مذکورہ اصحابِ علم کے حوالہ جات اور اصل عبارات، پہلے ذکر کی جا چکی ہیں۔

''الدُّر المختار ''کا حوالہ

''الدُّر المختار ''میں یہ بات مذکور ہے کہ:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے کو حَد کے طور پر قتل کیا جائے گا، اور اس کی توبہ کو مطلقاً قبول نہیں کیا جائے گا۔

(پھر چند سطور کے بعد یہ بات مذکور ہے کہ)

''الشفا ''میں اس کا حکم مرتد کی طرح مذکور ہے، جس سے یہ بات مستفاد ہوتی

ہے کہ اس کی توبہ قبول کرلی جائے گی''۔

پھر اس کے بعد ''الدُّر المختار ''میں شیخ الاسلام ابنِ عبدالعال کے حوالے سے یہ مذکور ہے کہ کمال ابن الہمام وغیرہ نے اس مسئلے میں بزازی کی اتباع کی ہے، اور بزازی نے صاحب ''السیف المسلول '' کی اتباع کی ہے، اورانہوں نے علمائے حنفیہ میں سے کسی کا حوالہ ذکر نہیں کیا، جبکہ حنفیہ کی کتب ''النتف ''اور ''معینُ الحکام ''اور ''شرح الطحاوی ''اور ''حاوی الزاهدی ''وغیرہ میں اس بات کی تصریح پائی جاتی ہے کہ اس کا حکم ''مرتد'' کی طرح ہے۔ [1]

---

[1] (مطلب توبة اليأس مقبولة دون إيمان اليأس)

(وكل مسلم ارتد فتوبته مقبولة إلا) جماعة من تكررت ردته على ما مر و (الكافر بسب نبى) من الأنبياء فإنه يقتل حدا، ولا تقبل توبته مطلقا، ولو سب الله تعالى قبلت لأنه حق الله تعالى، والأول حق عبد لا يزول بالتوبة، ومن شك فى عذابه وكفره كفر، وتمامه فى الدرر فى فصل الجزية معزيا للبزازية، وكذا لو أبغضه بالقلب فتح وأشباه .وفى فتاوى المصنف :ويجب إلحاق الاستهزاء والاستخفاف به لتعلق حقه أيضا .وفيها :سئل عمن قال لشريف لعن الله والديك ووالدى الذين خلفوك .فأجاب :الجمع المضاف يعم ما لم يتحقق عهد، خلافا لأبى هاشم وإمام الحرمين كما فى جمع الجوامع، وحينئذ فيعم حضرة الرسالة فينبغى القول بكفره، وإذا كفر بسببه لا توبة له على ما ذكره البزازى وتوارده الشارحون، نعم لو لوحظ قول أبى هاشم وإمام الحرمين باحتمال العهد فلا كفر، وهو اللائق بمذهبنا لتصريحهم بالميل إلى ما لا يكفر .وفيها :من نقص مقام الرسالة بقوله بأن سبه -صلى الله عليه وسلم -أو بفعله بأن بغضه بقلبه قتل حدا كما مر التصريح به، لكن صرح فى آخر الشفاء بأن حكمه كالمرتد.

ومفاده قبول التوبة كما لا يخفى، زاد المصنف فى شرحه :وقد سمعت من مفتى الحنفية بمصر شيخ الإسلام ابن عبد العال أن الكمال وغيره تبعوا البزازى.والبزازى تبع صاحب (السيف المسلول) عزاه إليه ولم يعزه لأحد من علماء الحنفية وقد صرح فى النتف ومعين الحكام وشرح الطحاوى وحاوى الزاهدى وغيرها بأن حكمه كالمرتد ولفظ النتف من سب الرسول -صلى الله عليه وسلم -فإنه مرتد وحكمه حكم المرتد ويفعل به ما يفعل بالمرتد انتهى.

وهو ظاهر فى قبول توبته كما مر عن الشفاء اهـ فليحفظ .

.قلت :وظاهر الشفاء أن قوله يا ابن ألف خنزير أو يا ابن مائة كلب، وأن قوله لهاشمى لعن الله بنى هاشم كذلك وأن شتم الملائكة كالأنبياء فليحرر .ومن حوادث الفتوى ما لو حكم حنفى بكفره بسب نبى هل للشافعى أن يحكم بقبول توبته، الظاهر نعم لأنها حادثة أخرى وإن حكم بموجبه نهر .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

”حاشیۃُ الطحطاوی علی الدُّر“ کا حوالہ

علامہ سید احمد طحطاوی حنفی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 1231 ہجری) صاحبِ درِّ مختار کی مذکورہ عبارت کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ:

(قوله هل للشافعي أن يحكم بقبول توبته) أي في اسقاط القتل عنه،وهذا مبني على ما ذكره البزازي ، وقد علمت ان اهل المذهب قائلون بقبول توبته فلا وجه لما ذكره ....

(قوله وهذا يقوى القول الخ) قد علمت انه مخالف لنصوص المذهب (قوله وهو الذى ينبغي التعويل عليه) قلت الذى يجب التعويل عليه ما نصه اهل المذهب فان اتباعنا للمذهب واجب

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قلت :ثم رأيت في معروضات المفتي أبي السعود سؤالا ملخصه :أن طالب علم ذكر عنده حديث نبوى فقال أكل أحاديث النبي -صلى الله عليه وسلم -صدق يعمل بها .فأجاب بأنه يكفر أولا بسبب استفهامه الإنكارى، وثانيا بإلحاقه الشين للنبي -صلى الله عليه وسلم -ففي كفره الأول عن اعتقاده يؤمر بتجديد الإيمان فلا يقتل، والثاني يفيد الزندقة،فبعد أخذه لا تقبل توبته اتفاقا فيقتل، وقبله اختلف في قبول توبته، فعند أبي حنيفة تقبل فلا يقتل وعند بقية الأئمة لا تقبل ويقتل حدا فلذلك ورد أمر سلطاني في سنة 944لقضاة الممالك المحمية برعاية رأى الجانبين بأنه إن ظهر صلاحه وحسن توبته وإسلامه لا يقتل، ويكتفى بتعزيره وحبسه عملا بقول الإمام الأعظم وإن لم يكن من أناس يفهم خيرهم يقتل عملا بقول الأئمة، ثم في سنة 955تقرر هذا الأمر بآخر، فينظر القائل من أى الفريقين هو فيعمل بمقتضاه اهـ فليحفظ، وليكن التوفيق.

(أو) الكافر بسب (الشيخين أو) بسب (أحدهما) في البحر عن الجوهرة معزيا للشهيد من سب الشيخين أو طعن فيهما كفر ولا تقبل توبته، وبه أخذ الدبوسي وأبو الليث، وهو المختار للفتوى انتهى، وجزم به في الأشباه وأقره المصنف قائلا :وهذا يقوى القول بعدم قبول توبة ساب الرسول - صلى الله عليه وسلم -، وهو الذى ينبغي التعويل عليه في الإفتاء والقضاء رعاية لجانب حضرة المصطفى -صلى الله عليه وسلم -اهـ لكن في النهر وهذا لا وجود له في أصل الجوهرة، وإنما وجد على هامش بعض النسخ، فألحق بالأصل مع أنه لا ارتباط له بما قبله انتهى.

قلت :ويكفينا ما مر من الأمر فتدبر (الدرالمختار مع شرحه ردالمحتار، ج٤ص ٢٣١ الىٰ ٢٣٧، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب توبة اليأس مقبولة دون إيمان اليأس)

ولیس المصنف من ارباب الترجیح فیه (حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، ج۲ص ۴۸۲، کتاب الجهاد، باب المرتد، مطبوعة : المکتبة العربیة، کویته، الباکستان)

ترجمہ: مصنف کا قول ''**هل للشافعی أن یحکم بقبول توبته**'' یعنی قتل کے ساقط ہونے میں امام شافعی کے قول کے مطابق کیا اس کی توبہ کے قبول ہونے کا حکم لگایا جاسکتا ہے، یہ بزازی کی ذکر کردہ بات پر مبنی ہے، اور آپ کو یہ بات معلوم ہے کہ حنفیہ کے اہلِ مذہب ''سابِّ رسول'' کی توبہ قبول ہونے کے قائل ہیں، لہٰذا مصنف کے اس کو ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔......

جہاں تک مصنف کے اس قول کا تعلق ہے کہ ''**وهٰذا یقوی القول الخ** ''تو آپ جان چکے ہیں کہ یہ مذہب کی نصوص کے مخالف ہے (حنفیہ کے مذہب کی نصوص اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ سابِ رسول کی توبہ قبول کی جاتی ہے)

جہاں تک مصنف کے اس قول کا تعلق ہے کہ ''**وهو الذی ینبغی التعویل علیه** ''میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ جس چیز کی طرف رجوع کرنا واجب ہے، وہ، وہ ہے، جس پر اہلِ مذہب نے صراحت بیان کی ہے، چونکہ ہمارے ذمے اپنے مذہب کی اتباع واجب ہے (جس کی رو سے سابِ رسول کی توبہ قبول کی جاتی ہے) اور خود مصنف اہلِ ترجیح میں سے نہیں ہیں (حاشیة الطحطاوی)

اس سے معلوم ہوا کہ صاحبِ درمختار کا سابِ رسول کی توبہ قبول نہ ہونے کی طرف مائل ہونا، حنفیہ کا مذہب نہیں، بلکہ ان کی اپنی ترجیح ہے، لہٰذا ان کی رائے کو حنفیہ کا مذہب قرار دینا، یا حنفیہ کا مذہب سمجھنا درست نہیں۔

''ردُّ المحتار'' کا حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ (المتوفٰی: 1252 ہجری) نے بھی ''**ردُّ المحتار**'' میں

’’الدُّر المختار‘‘ کی مذکورہ عبارت پر تفصیلی کلام کیا ہے۔

چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

صاحبِ درِمختار نے شروع میں صاحبِ بزازیہ وغیرہ کی اتباع میں سابِ رسول کی توبہ قبول نہ ہونے کا ذکر کیا ہے، لیکن آگے خود اس کے خلاف ذکر کیا ہے۔

پھر علامہ شامی نے فرمایا کہ سابِ رسول کی توبہ سے قتل کے معاف نہ ہونے کی وجہ یہ بیان کرنا کہ ’’یہ بندہ کا حق ہے، جس کے مطالبہ کے بعد یہ حق ساقط نہیں ہوتا، جیسا کہ حدِ قذف‘‘ کا حق ساقط نہیں ہوتا، تو اس کے لیے دلیل کی ضرورت ہے، جس سے یہ ثابت ہو کہ حاکم کو اس کے مطالبہ کا حق ہے، جبکہ دلیل سے یہ بات ثابت نہیں، بلکہ دلیل سے اس کے برخلاف یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی ایذاء دینے اور سب وشتم کرنے والوں کو معاف فرما دیا اور ان کے اسلام کو قبول فرما لیا، جیسا کہ ابوسفیان وغیرہ (لہٰذا ارتداد کی سزا سے بڑھ کر اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حق قرار دے کر قتل سے درگزر نہ کرنا، خود نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق نہیں)

پھر اس کے بعد علامہ شامی رحمہ اللہ نے بزازیہ کی عبارت ذکر کر کے فرمایا کہ صاحبِ بزازیہ کو قاضی عیاض رحمہ اللہ کی عبارت سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی اور انہوں نے ایسا مطلب سمجھا کہ جس کی رو سے، ان ائمہ مجتہدین کی تکفیر بھی لازم آتی ہے، جو توبہ کے قبول ہونے اور قتل کے ساقط ہونے کے قائل ہیں۔

پھر اس کے بعد علامہ شامی رحمہ اللہ نے قاضی عیاض کی ’’الشفا‘‘ کی اصل عبارت نقل فرمائی ہے۔ [1]

---

[1] مطلب مهم فى حكم ساب الأنبياء (قوله الكافر بسب نبى) فى بعض النسخ والكافر بواو العطف وهو المناسب (قوله فإنه يقتل حدا) يعنى أن جزاء ه القتل على وجه كونه حدا، ولذا عطف عليه قوله ولا تقبل توبته لأن الحد لا يسقط بالتوبة فهو عطف تفسير؛ وأفاد أنه حكم الدنيا، أما عند

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس کے بعد علامہ شامی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

وحاصله أنه نقل الإجماع على كفر الساب، ثم نقل عن مالك ومن ذكر بعده أنه لا تقبل توبته .فعلم أن المراد من نقل الإجماع على قتله قبل التوبة .ثم قال :وبمثله قال أبو حنيفة وأصحابه إلخ أى قال إنه يقتل يعنى قبل التوبة لا مطلقا، ولذا استدرك بقوله لكنهم قالوا هى ردة :يعنى ليست حدا ثم ذكر أن الوليد روى عن

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الله تعالى فهى مقبولة كما فى البحر .ثم اعلم أن هذا ذكره الشارح مجاراة لصاحب الدرر والبزازية، وإلا فسيذكر خلافه ويأتى تحقيقه (قوله مطلقا) أى سواء جاء تائبا بنفسه أو شهد عليه بذلك بحر (قوله لأنه حق عبد) فيه أن حق العبد لا يسقط إذا طالب به كحد القذف، فلا بد هنا من دليل يدل على أن الحاكم له هذه المطالبة ولم يثبت، وإنما الثابت أنه -صلى الله عليه وسلم -عفا عن كثيرين ممن آذوه وشتموه وقبل إسلامهم كأبى سفيان وغيره (قوله وتمامه فى الدرر) حيث قال نقلا عن البزازية .وقال ابن سحنون المالكى :أجمع المسلمون أن شاتمه كافر، وحكمه القتل، ومن شك فى عذابه وكفره كفر .اهـ .قلت :وهذه العبارة مذكورة فى الشفاء للقاضى عياض المالكى نقلها عنه البزازى وأخطأ فى فهمها، لأن المراد بها ما قبل التوبة، وإلا لزم تكفير كثير من الأئمة المجتهدين القائلين بقبول توبته وسقوط القتل بها عنه.

على أن من قال يقتل وإن تاب يقول إنه إذا تاب لا يعذب فى الآخرة كما صرحوا به، وقدمناه آنفا، فعلم أن المراد ما قلناه قطعا (قوله والديك ووالدى الذين خلفوك) بكسر الدال على لفظ الجمع فيهما أو فى أحدهما (قوله فيعم حضرة الرسالة) أى صاحبها -صلى الله عليه وسلم -وعليه لا يختص الحكم بالشريف بل غيره مثله، لأن آدم -عليه السلام -أبو جميع الناس ونوح الأب الثانى (قوله باحتمال العهد) المفهوم من العبارة السابقة أنهما يقولان بأنه لا يعم وإن لم يتحقق عهد (قوله فلا كفر) أى لوجود الخلاف فى عمومه وتحقق الاحتمال فيه (قوله لكن صرح فى آخر الشفاء إلخ) هذا استدراك على ما فى فتاوى المصنف .

وعبارة الشفاء هكذا :قال أبو بكر بن المنذر :أجمع عوام أهل العلم على أن من سب النبى -صلى الله عليه وسلم -يقتل، وممن قال ذلك مالك بن أنس والليث وأحمد وإسحاق، وهو مذهب الشافعى، وهو مقتضى قول أبى بكر -رضى الله تعالى عنه -، ولا تقبل توبته عند هؤلاء ، وبمثله قال أبو حنيفة وأصحابه والثورى وأهل الكوفة والأوزاعى فى المسلم، لكنهم قالوا هى ردة .وروى مثله الوليد بن مسلم عن مالك .وروى الطبرانى مثله عن أبى حنيفة وأصحابه فيمن ينقصه -صلى الله عليه وسلم -أو برء منه أو كذبه .اهـ(ردالمحتار، ج۴ص ۲۳۱، ۲۳۲،كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب مهم فى حكم ساب الأنبياء)

مـالک مثـل قـول أبـی حـنيـفة فصار عن مالک روايتان فی قبول التوبة وعدمه والمشهور عنه العدم ولذا قدمه .

وقال فی الشفاء فی موضع آخر :

قـال أبـو حـنيفة وأصحابه :مـن بـرء من محمد -صـلـی الله عليه وسلم -أو كذب به فهو مرتد حلال الدم إلا أن يرجع.

فهذا تصريح بما علم من عبارته الأولی.

وقـال فـی مـوضـع بعد أن ذكر عن جماعة من المالكية عدم قبول توبته.

وكـلام شيـوخـنـا هؤلاء مبنی علی القول بقتله حدا لا كفرا .وأما عـلی رواية الوليد عن مالک ومن وافقه علی ذلک من أهل العلم قـد صـرحـوا أنـه ردـة قالوا، ويستتاب منها، إن تاب نكل وإن أبی قتـل، فـحـكـمـوا لـه بـحـكـم المرتد مطلقا، والوجه الأول أشهر وأظهر .اهـ.

يـعـنـی أن قول مالک بعدم قبول التوبة أشهر وأظهر مما رواه عنه الـوليـد، فهـذا كـلام الشـفـاء صـريـح فـی أن مـذهب أبی حنيفة وأصـحـابـه الـقـول بقبول التوبة كما هو رواية الوليد عن مالک، وهـو أيـضـا قـول الثوری وأهل الكوفة والأوزاعی فی المسلم أی بخلاف الذمی إذا سب فإنه لا ينقض عهده عندهم كما مر تحريره فی الباب السابق.

ثـم إن مـا نـقله عن الشافعی خلاف المشهور عنه والمشهور قبول التوبة علی تفصيل فيه .قـال الإمام خاتـمة المجتهدين الشيخ تقی

الـديـن السبـكـى فـى كتــابــه (السيف الـمسـلـول على من سب الرسول) : حـاصـل الـمـنقول عند الشافعية أنه متى لم يسلم قتل قـطعا ومتى أسلم، فإن كان السب قذفا فالأوجه الثلاثة هل يقتل أو يجلد أو لا شيء ، وإن كان غير قذف فلا أعرف فيه نقلا للشافعية غير قبول توبته .ولـلحنفية فى قبول توبته قريب من الشافعية، ولا يـوجـد للحنيفة غير قبول التوبة. وأما الحنابلة فكلامهم قريب من كـلام الـمـالكية والمشهور عن أحمد عدم قبول توبته وعنه رواية بـقبـولهـا فمذهبه كمذهب مالک سواء ، هذا تحرير المنقول فى ذلک اهـ ملخصا، فهذا أيضا صريح فى أن مذهب الحنفية القبول وأنه لا قول لهم بخلافه.

وقـد سبـقه إلى نقل ذلک أيضا شيخ الإسلام تقى الدين أحمد بن تيـمية الـحـنبلى فى كتابه (الصارم المسلول على شاتم الرسول - صلى الله عليه وسلم -) كما رأيته فى نسخة منه قديمة عليها خطه حيـث قال :وكـذلک ذكـر جـمــاعة آخـرون من أصحـابنـا أى الحنابلة أنه يقتل ساب الرسول -صلى الله عليه وسلم -ولا تقبل توبته سواء كان مسلما أو كافرا، وعامة هؤلاء لما ذكروا المسألة قــالـوا خـلافـا لأبـى حـنيـفة والشــافـعى وقولهمـا أى أبى حنيفة والشـافـعى .إن كان مسلما يستتاب، فإن تاب وإلا قتل كالمرتد. وإن كان ذميا، فقال أبو حنيفة لا ينقض عهده.

ثم قال بعد ورقة. قال أبو الخطاب :إذا قذف أم النبى -صلى الله عليه وسلم -لا تقبل توبته، وفى الكافر إذا سبها ثم أسلم روايتان .

وقال أبو حنيفة والشافعي :تقبل توبته في الحالين اهـ.
ثم قال في محل آخر. قد ذكرنا أن المشهور عن مالك وأحمد أنه لا يستتاب ولا يسقط القتل عنه، وهو قول الليث بن سعد. وذكر القاضي عياض أنه المشهور من قول السلف وجمهور العلماء، وهو أحد الوجهين لأصحاب الشافعي .وحكى عن مالك وأحمد أنه تقبل توبته، وهو قول أبي حنيفة وأصحابه، وهو المشهور من مذهب الشافعي بناء على قبول توبة المرتد .اهـ.
فهذا صريح كلام القاضي عياض في الشفاء والسبكي وابن تيمية وأئمة مذهبه على أن مذهب الحنفية قبول التوبة بلا حكاية قول آخر عنهم، وإنما حكوا الخلاف في بقية المذاهب، وكفى بهؤلاء حجة لو لم يوجد النقل كذلك في كتب مذهبنا التي قبل البزازي ومن تبعه مع أنه موجود أيضا كما يأتي في كلام الشارح قريبا، وقد استوفيت الكلام على ذلك في كتاب سميته (تنبيه الولاة والحكام على أحكام شاتم خير الأنام،أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام) .
(قوله ومفاده قبول التوبة) أقول :بل هو صريح، ونص في ذلك كما علمته.

(قوله والبزازي تبع صاحب السيف المسلول) الذي قاله البزازي إنه يقتل حدا، ولا توبة له أصلا، سواء بعد القدرة عليه والشهادة أو جاء تائبا من قبل نفسه كالزنديق لأنه حد وجب، فلا يسقط بالتوبة ولا يتصور فيه خلاف لأحد لأنه تعلق به حق العبد إلى أن

قال ودلائل المسألة تعرف فی کتاب (الصارم المسلول علی شاتم الرسول) اهـ.

وهذا کلام یقضی منه غایة العجب، کیف یقول لا یتصور فیه خلاف لأحد بعد ما وقع فیه اختلاف الأئمة المجتهدین مع صدق الناقلین عنهم کما أسمعناک وعزوه المسألة إلی کتاب (الصارم المسلول) وهو لابن تیمیة الحنبلی یدل علی أنه لم یتصفح ما نقلناه عنه من التصریح بأن مذهب الحنفیة والشافعیة قبول التوبة فی مواضع متعددة، وکذلک صرح به السبکی فی السیف المسلول والقاضی عیاض فی الشفاء کما سمعته مع أن عبارة البزازی بطولها أکثرها مأخوذ من الشفاء .

فقد علم أن البزازی قد تساهل غایة التساهل فی نقل هذه المسألة ولیته حیث لم ینقلها عن أحد من أهل مذهبنا بل استند إلی ما فی الشفاء والصارم أمعن النظر فی المراجعة حتی یری ما هو صریح فی خلاف ما فهمه ممن نقل المسألة عنهم ولا حول ولا قوة إلا بالله العلی العظیم.

فلقد صار هذا التساهل سببا لوقوع عامة المتأخرین عنه فی الخطأ حیث اعتمدوا علی نقله وقلدوه فی ذلک ولم ینقل أحد منهم المسألة عن کتاب من کتب الحنفیة، بل المنقول قبل حدوث هذا القول من البزازی فی کتبنا وکتب غیرنا خلافه.

(قوله وقد صرح فی النتف إلخ) أقول :ورأیت فی کتاب الخراج لأبی یوسف ما نصه :وأیما رجل مسلم سب رسول الله -صلی

الله عليه وسلم -أو كذبه أو عابه أو تنقصه فقد كفر بالله تعالى وبانت منه امرأته، فإن تاب وإلا قتل، وكذلك المرأة إلا أن أبا حنيفة قال لا تقتل المرأة وتجبر على الإسلام اهـ وهكذا نقل الخير الرملى فى حاشية البحر أن المسطور فى كتب المذهب أنها ردة، وحكمها حكمها، ثم نقل عبارة النتف ومعين الحكام.

والعجب منه أنه أفتى بخلافه فى الفتاوى الخيرية .رأيت بخط شيخ مشايخنا السائحانى فى هذا المحل والعجب كل العجب حيث سمع المصنف كلام شيخ الإسلام يعنى ابن عبد العال، ورأى هذه النقول كيف لا يشطب متنه عن ذلك.

وقد أسمعنى بعض مشايخى رسالة حاصلها أنه لا يقتل بعد الإسلام وأن هذا هو المذهب اهـ وكذلك كتب شيخ مشايخنا الرحمتى هنا على نسخته أن مقتضى كلام الشفاء وابن أبى جمرة فى شرح مختصر البخارى فى حديث إن فريضة الحج أدركت أبى إلخ "أن مذهب أبى حنيفة والشافعى حكمه حكم المرتد، وقد علم أن المرتد تقبل توبته كما نقله هنا عن النتف وغيره، فإذا كان هذا فى ساب الرسول -صلى الله عليه وسلم -ففى ساب الشيخين أو أحدهما بالأولى.

فقد تحرر أن المذهب كمذهب الشافعى قبول توبته كما هو رواية ضعيفة عن مالك وأن تحتم قتله مذهب مالك، وما عداه فإنه إما نقل غير أهل المذهب أو طرة مجهول لم يعلم كاتبها، فكن على بصيرة فى الأحكام، ولا تغتر بكل أمر مستغرب وتغفل عن الصواب، والله تعالى أعلم .اهـ

وكذلك قال الحموى فى حاشية الأشباه نقلا عن بعض العلماء : إن ما ذكره صاحب الأشباه من عدم قبول التوبة قد أنكره عليه أهل عصره وأن ذلك إنما يحفظ لبعض أصحاب مالك كما نقله القاضى عياض وغيره .أما على طريقتنا فلا .اهـ .وذكر فى آخر كتاب (نور العين) أن العلامة النحرير الشهير بحسام جلبى ألف رسالة فى الرد على البزازى وقال فى آخرها :وبالجملة قد تتبعنا كتب الحنفية فلم نجد القول بعدم قبول توبة الساب عندهم سوى ما فى البزازية، وقد علمت بطلانه ومنشأ غلطه أول الرسالة .اهـ.

وسيذكر الشارح عن المحقق المفتى أبى السعود التصريح بأن مذهب الإمام الأعظم أنه لا يقتل إذا تاب ويكتفى بتعزيره، فهذا صريح المنقول عمن تقدم على البزازى ومن تبعه، ولم يستند هو ولا من تبعه إلى كتاب من كتب الحنفية، وإنما استند إلى فهم أخطأ فيه حيث نقل عمن صرح، بخلاف ما فهمه كما قدمناه، وإن أردت زيادة البيان فى المقام فارجع إلى كتابنا تنبيه الولاة والحكام.

(قوله وهو ظاهر فى قبول توبته) المراد بقبول التوبة فى الدنيا بدفع القتل عنه أما قبولها فى الآخرة فهو محل وفاق، وأصرح منه ما قدمناه عن كتاب الخراج لأبى يوسف، فإن تاب وإلا قتل

(ردالمحتار، ج۴ص ۲۳۲ الى ۲۳۵، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب مهم فى حكم ساب الأنبياء)

ترجمہ: قاضی عیاض رحمہ اللہ کی (الشفا کی) عبارت کا حاصل یہ ہے کہ انہوں

نے پہلے تو ''سابِ رسول'' کے کفر پر اجماع کو نقل فرمایا ہے۔

پھر امام مالک بن انس اور بعض دیگر حضرات سے اس کی توبہ کے قبول نہ ہونے کا ذکر فرمایا ہے، جس سے یہ معلوم ہوا کہ جس قتل پر اجماع ہونے کا انہوں نے ذکر فرمایا ہے، وہ توبہ سے پہلے ہے (جس سے توبہ کے بعد بھی قتل ہونے پر اجماع کا ثبوت نہیں ہوتا)

پھر قاضی عیاض نے فرمایا کہ ''**وبمثلہ قال ابو حنیفہ و اصحابہ، الخ**'' جس کا مطلب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، توبہ کرنے سے پہلے ہی قتل کے قائل ہیں، مطلقاً قتل کے قائل نہیں، اسی وجہ سے قاضی عیاض نے اپنے اس قول سے استدراک کیا ہے کہ ''**لکنھم قالوا ھی ردۃ**'' جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ (قتل، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کوئی مستقل) حد نہیں، پھر قاضی عیاض نے یہ ذکر فرمایا کہ ولید نے امام مالک سے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مثل روایت کیا ہے، پس امام مالک سے توبہ کے قبول ہونے اور نہ ہونے کی دو روایات ہوگئیں، لیکن امام مالک کی مشہور روایت توبہ قبول نہ ہونے کی ہے، اسی وجہ سے قاضی عیاض نے اس کو پہلے بیان فرمایا ہے۔ [1]

اور قاضی عیاض نے ''**الشفا**'' میں دوسری جگہ فرمایا کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا قول یہ ہے کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے برائت ظاہر کرے، یا آپ کی تکذیب کرے، تو وہ مرتد ہے، جس کا خون حلال ہے، مگر یہ کہ وہ رجوع کرلے۔

پس یہ اسی بات کی تصریح ہے، جو اِن کی پہلی عبارت سے معلوم ہوئی۔ [2]

---

[1] مالکیہ کی متعدد عبارات، اس سلسلے میں ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں اور ولید کی امام مالک کے متعلق روایت کا بھی بحمداللہ تعالیٰ باحوالہ ذکر کرچکے ہیں۔ محمد رضوان۔

[2] یعنی توبہ ورجوع کرنے کے بعد امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب، رجوع یعنی توبہ کے بعد، اس کے خون کو حلال قرار نہیں دیتے۔ محمد رضوان۔

اور قاضی عیاض نے دوسری جگہ مالکیہ کی ایک جماعت سے توبہ قبول نہ ہونے کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ ہمارے ان شیوخ کا کلام اس بات پر مبنی ہے کہ انہوں نے اس کے قتل کرنے کو حَد قرار دیا، کفر قرار نہیں دیا، لیکن ولید کی روایت کے مطابق، جو امام مالک سے مروی ہے، اور جن اہلِ علم نے ان کی موافقت کی ہے، انہوں نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ یہ ارتداد ہے، لہٰذا انہوں نے فرمایا کہ اس سے توبہ کو طلب کیا جائے گا، اگر وہ توبہ کرلے، تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا، اور اگر توبہ سے انکار کرے، تو قتل کردیا جائے گا، پس انہوں نے اس پر مطلقاً مرتد کا حکم لگایا، لیکن (مالکیہ کا) پہلا قول زیادہ مشہور اور زیادہ راجح ہے (شفا کا کلام مکمل ہوا) [1]

مطلب یہ ہے کہ امام مالک کا قول، توبہ قبول نہ کرنے کا زیادہ مشہور اور راجح ہے، جس کو امام مالک سے ولید نے روایت کیا ہے، پس یہ ''الشــفــا'' کا کلام اس بارے میں صریح ہے کہ امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کا مذہب، توبہ کے قبول ہونے کا ہے، جیسا کہ یہی روایت ولید کی امام مالک سے بھی ہے، اور یہی امام ثوری اور اہلِ کوفہ اور امام اوزاعی کا مسلمان کے بارے میں قول ہے، برخلاف ذمی کے، جب وہ سب وشتم کرے کہ ان (حنفیہ واہلِ کوفہ) کے نزدیک اس کا عہد نہیں ٹوٹتا، جیسا کہ اس کے بارے میں گزشتہ باب میں تحریر گزر چکی ہے۔

پھر قاضی عیاض نے امام شافعی کا جو قول نقل کیا ہے، وہ ان کے مشہور قول کے

---

[1] ہم امام تقی الدین سبکی رحمہ اللہ کے حوالہ سے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ جو حضرات، ارتداد کی وجہ سے قتل کے قائل ہیں، وہ بھی اس کے حد کے طور پر قتل کے منکر نہیں، کیونکہ ارتداد کی وجہ سے قتل کی سزا بھی دراصل ایک ''حد'' ہی ہے، لیکن یہ حضرات اس کو مالکیہ کی طرح کی مستقل ایسی حد قرار نہیں دیتے، جس کو حدِ قذف کا درجہ حاصل ہو، گویا کہ ان کے نزدیک یہ حد ''حقوق اللہ'' سے وابستہ ہے، اور مالکیہ کے نزدیک ''حقوق العباد'' سے وابستہ ہے، لیکن غور کرنے سے اس کا حقوق اللہ سے وابستہ ہونا راجح معلوم ہوتا ہے، کیونکہ جو چیز باعثِ کفر ہے، اس کی شان یہی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم، بالاتفاق کفر ہے۔ محمد رضوان۔

خلاف ہے، کیونکہ امام شافعی کا مشہور قول توبہ قبول ہونے کا ہے، جس میں کچھ تفصیل ہے، امام خاتمة المجتهدين شیخ تقی الدین سبکی (شافعی) نے اپنی کتاب ''السیفُ المسلول علیٰ من سب الرسول'' میں فرمایا کہ شافعیہ کے نزدیک جو بات منقول ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تک وہ اسلام نہیں لائے گا، تو اس کو قطعاً قتل کیا جائے گا، لیکن جب اسلام لے آئے گا، تو اگر اس کا سب وشتم کرنا، قذف (یعنی زنا کی تہمت) کے طور پر تھا، تو اس میں تین قول ہیں کہ کیا قتل کیا جائے گا، یا کوڑے لگائے جائیں گے، یا اس پر کچھ نہیں ہوگا؟ اور اگر اس کا سب وشتم کرنا، قذف کے طور پر نہیں تھا، تو میں اس میں شافعیہ کی کوئی نقل، سوائے توبہ کے قبول ہونے کے نہیں جانتا (یعنی اس صورت میں شافعیہ کے نزدیک بہرحال توبہ قبول کی جاتی ہے) اور حنفیہ کا اس کی توبہ قبول ہونے میں قول، شافعیہ کے قریب ہے، بلکہ حنفیہ کا کوئی قول، توبہ قبول ہونے کے علاوہ نہیں پایا جاتا، جہاں تک حنابلہ کا تعلق ہے، تو ان کا کلام مالکیہ کے کلام کے قریب ہے، اور امام احمد کا مشہور قول، توبہ کے قبول نہ ہونے کا ہے، البتہ امام احمد کی ایک روایت، توبہ کے قبول ہونے کی ہے، پس امام احمد کا مذہب، امام مالک کے مذہب کی طرح برابر ہے (کہ ان دونوں سے دو دو روایتیں مروی ہیں) اور یہ اس سلسلہ میں جو کچھ منقول ہے، اس کا لبِّ لباب ہے، تقی الدین سبکی کی عبارت کی تلخیص ختم ہوئی، پس تقی الدین سبکی کی یہ عبارت بھی اس بارے میں صریح ہے کہ حنفیہ کا مذہب توبہ قبول ہونے کا ہے، اور حنفیہ کا کوئی قول اس کے خلاف نہیں ہے۔ [1]

اور اسی بات کو نقل کرنے کی طرف شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی نے اپنی

---

[1] اور امام تقی الدین سبکی رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ بھی گزر چکا ہے کہ راجح ان کے نزدیک قذف کی صورت میں بھی قبولِ توبہ ہی کا قول ہے، اور باقی اقوال مخدوش ہیں۔ محمد رضوان

کتاب ’’الصارمُ المسلول علیٰ شاتم الرسول ‘‘میں سبقت اختیار کی ہے، جیسا کہ میں نے اس کے قدیم نسخے میں دیکھا ہے، جس میں علامہ ابنِ تیمیہ کی اپنی لکھائی موجود ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب یعنی حنابلہ کے دوسرے لوگوں کی ایک جماعت نے اسی طرح ذکر کیا ہے کہ سابِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا جائے گا، اور اس کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر ہو، اور عام طور پر یہ حضرات جب اس مسئلہ کو ذکر کرتے ہیں، تو یہ کہتے ہیں کہ:

’’خلافا لأبی حنیفة والشافعی‘‘

یعنی امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا قول یہ ہے کہ اگر وہ مسلمان ہو، تو اس سے توبہ کو طلب کیا جائے گا، پھر اگر وہ توبہ کر لے، توفبہا، ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا، جیسا کہ مرتد کا حکم ہے، اور اگر وہ ذمی ہو، تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ اس کا عہد نہیں ٹوٹے گا۔

پھر اس کے ایک ورقہ کے بعد علامہ ابنِ تیمیہ نے فرمایا کہ ابوالخطاب نے یہ بات فرمائی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ پر تہمت لگائے، تو اس کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا، اور اگر کافر آپ کی والدہ پر (زنا کی) تہمت لگائے، پھر اسلام لے آئے، تو (حنابلہ کی) دو روایتیں ہیں، لیکن امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے فرمایا کہ اس کی توبہ کو دونوں حالتوں میں قبول کیا جائے گا (علامہ ابنِ تیمیہ کی بات ختم ہوئی) [1]

پھر دوسری جگہ علامہ ابنِ تیمیہ نے فرمایا کہ ہم یہ بات ذکر چکے ہیں کہ امام مالک اور امام احمد کی مشہور روایت یہ ہے کہ اس سے توبہ کو طلب نہیں کیا جائے گا، اور اس

---

[1] علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اس عبارت میں واضح فرما دیا کہ شافعیہ کے نزدیک محض سب وشتم اور قذف کی دونوں صورتوں میں توبہ کو قبول کیا جائے گا، حنفیہ کا بھی یہی قول ہے۔ محمد رضوان

سے قتل ساقط نہیں ہوگا، یہی لیث بن سعد کا قول ہے، اور قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے کہ سلف اور جمہور علماء کا یہی قول ہے، اور امام شافعی کے اصحاب کے دو قولوں میں سے ایک قول بھی یہی ہے، اور امام مالک اور امام احمد سے ایک روایت یہ مروی ہے کہ اس کی توبہ کو قبول کیا جائے گا، اور یہی امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کا قول ہے، اور یہی امام شافعی کا مشہور مذہب ہے، جو اس بات پر مبنی ہے کہ مرتد کی توبہ قبول کی جاتی ہے (علامہ ابنِ تیمیہ کا کلام ختم ہوا)

پس قاضی عیاض کی ''الشــفــا'' کا کلام اور تقی الدین سبکی اور ابنِ تیمیہ اور ان کے مذہب کے ائمہ کا یہ کلام اس بارے میں صریح ہے کہ حنفیہ کا مذہب توبہ قبول کیے جانے کا ہے، حنفیہ سے توبہ قبول کرنے کے علاوہ، کوئی دوسرا قول مروی نہیں، البتہ دیگر مذاہب میں اختلاف مروی ہے، اور ان اہلِ علم کی حجت وشہادت کافی ہے (جو انہوں نے حنفیہ کی ترجمانی کرتے ہوئے پیش کی، اور سب ہی نے حنفیہ کے نزدیک توبہ قبول ہونے کی صراحت کی) اگر کوئی اور نقل بزازی اور ان کے متبعین سے پہلے ہمارے مذہب کی کتابوں میں نہ پائی جاتی (کیونکہ یہ حضرات بزازی ''المتوفیٰ: 827ہجری'' بلکہ بعض حضرات صاحبِ ''خلاصۃُ الفتاویٰ'' سے بھی مقدم ہیں) لیکن اسی کے ساتھ ہمارے مذہب کی کتابوں میں بھی اس کی تصریح پائی جاتی ہے، جیسا کہ عنقریب شارح کے کلام میں یہ بات آتی ہے، اور میں نے اس موضوع پر تفصیلی کلام اپنی ایک کتاب میں کردیا ہے، جس کا میں نے نام ''**تنبیہ الولاۃ والحکام علی أحکام شاتم خیر الأنام،أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام**'' رکھا ہے۔

اور اس کے بعد صاحبِ متن نے جو یہ فرمایا کہ:

''ومفاده قبول التوبة''

میں کہتا ہوں کہ یہ توبہ کے قبول ہونے میں صریح ہے، جس کی تصریح کی گئی ہے، جیسا کہ آپ جان چکے ہیں۔

اور اس کے بعد صاحبِ متن نے جو یہ فرمایا کہ:

''بزازی نے صاحبِ ''السیف المسلول'' کی اتباع کی ہے'' [1]

یعنی بزازی نے جو یہ بات فرمائی کہ اس کو حَد کے طور پر قتل کیا جائے گا، اور اس کی بالکل بھی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، خواہ وہ توبہ اس پر قدرت حاصل کرنے اور گواہی قائم ہونے کے بعد ہو، یا وہ خود تائب ہو کر آیا ہو، جیسا کہ زندیق کی توبہ قبول نہیں کی جاتی، کیونکہ یہ قتل حَد کے طور پر واجب ہے، جو توبہ سے ساقط نہیں ہوگا، اور اس بارے میں کسی کے اختلاف کا تصور نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اس کے ساتھ بندے کے حق کا تعلق ہے، پھر آخر میں بزازی نے فرمایا کہ مسئلہ کے دلائل آپ ''الصارم المسلول علی شاتم الرسول'' کتاب میں معلوم کر سکتے ہیں، بزازی کا کلام ختم ہوا۔ [2]

---

[1] بندہ محمد رضوان عرض کرتا ہے کہ صحیح عبارت ''الصارمُ المسلول'' ہونی چاہیے، جیسا کہ بزازی نے خود اسی کا حوالہ دیا ہے۔ محمد رضوان۔

[2] محمد بن محمد کردری حنفی (المتوفیٰ: 827ھجری) کی ''الفتاویٰ البزازیۃ'' کی وہ عبارت درجِ ذیل ہے۔

اذا سب الرسول علیه الصلاة والسلام أو واحدا من الانبیاء علیهم الصلاة والسلام فانه یقتل حداً ولا یقبل توبة لهٗ اصلاً سواء بعد القدرة علیه والشهادة أو جاء تائبا من قبل نفسهٖ کالزندیق لانهٗ حد وجب فلا یسقط بالتوبة کسائر حقوق الآدمیین وکحدّ القذف لا یسقط بالتوبة بخلاف ما اذا سب الله تعالیٰ ثم تاب لانهٗ حق الله تعالیٰ ولان النبی علیه السلام بشر والبشر جنس یلحقهم المعرة الامن أکرمهم الله تعالیٰ والباریٔ منزه عن جمیع المعاییب، وبخلاف الارتداد لانه معنی یتفرد المرتد لاحق فیه لغیر من الآدمیین ولکنه قلنا اذا شتمهٗ علیه الصلاة والسلام سکران لا یعفی ویقتل ایضاً حداً.

وهذا مذهب أبی بکر الصدیق رضی الله عنه والامام الاعظم والثوری وأهل الکوفة والمشهور من مذهب مالک و أصحابهٗ.

قال الخطابی لا أعلم أحدا من المسلمین اختلف فی وجوب قتلهٖ اذا کان مسلما، وقال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بزازی کا یہ کلام، تعجب کی انتہاء کو پہنچا ہوا ہے، انہوں نے یہ بات کیسے فرمادی کہ اس میں کسی کے اختلاف کا تصور نہیں کیا جاسکتا، حالانکہ اس میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف پہلے سے موجود ہے، جن کو سچے ناقلین نے ان کی طرف سے نقل کیا ہے، جیسا کہ ہم آپ کو سنا چکے ہیں، اور بزازیؒ نے اس مسئلہ کی نسبت ''الصارم المسلول '' کتاب کی طرف کردی ہے، جو کہ ابنِ تیمیہ حنبلی کی کتاب ہے، اور اس کتاب کی عبارت اس بات پر دلالت کرتی ہے، جو ہم نے ابھی نقل کی ہے، جس میں اس بات کی متعدد مقامات پر تصریح ہے کہ حنفیہ اور شافعیہ کا مذہب، توبہ قبول ہونے کا ہے، اور اسی طرح سے اس بات کی سبکی نے ''السیف المسلول ''میں، اور قاضی عیاض نے ''الشفا ''میں تصریح کی ہے، جیسا کہ آپ سن چکے ہیں، باوجودیکہ بزازی کی اس عبارت کا اکثر لمبا حصہ ''الشفا'' سے ماخوذ ہے۔

پس یہ بات معلوم ہوگئی کہ بزازیؒ نے اس مسئلے کو نقل کرنے میں انتہائی تساہل سے کام لیا ہے، اور عجیب بات یہ ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ کو ہمارے اہلِ مذہب

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ابن سحنون المالکی أجمع العلماء أن شاتمه کافر و حکمهٔ القتل، ومن شک فی عذابه وکفره کفر، قال الله تعالیٰ فیه "ملعونین أین ما ثقفوا أخذو و قتلوا تقتیلا سنة الله" الآیة.

وروی عن عبدالله ابن موسیٰ بن جعفر عن لی ابن موسیٰ عن أبییه عن جده عن محمد بن علی بن الحسین و عن ابنِ حسین بن علی عن أبیه أنه صلی الله علیه وسلم قال من سب نبیاً فاقتلوه و من سب أصحابی فاضربوه وأمر رسول الله صلی الله علیه وسلم بقتل کعب بن الاشرف بلا ایزار و کان یؤذی رسو الله صلی الله علیه وسلم، وکذا أمر بقتل رافع الیهودی وکذا أمر بقتل ابن خطل، لهٰذا و ان کان متعلقا باستار الکعبة، ودلائل المسئلة تعرف فی "کتاب الصارم والمسلول علی شاتم الرسول (الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ الهندیة، ج٦، ص ٣٢١ و ٣٢٢، کتاب الفاظ تکون اسلام او کفر او خطأ، الثانی فیما یکون کفرا من المسلم ومالا یکون)

میں سے کسی سے نقل نہیں کیا، بلکہ ''الشفا'' اور ''الصارم'' کا سہارا حاصل کیا، اور پھر حوالے کی طرف رجوع کرنے میں بھی گہری نظر سے کام نہیں لیا، تاکہ وہ اس چیز کو واضح طور پر دیکھ لیتے کہ جو کچھ انہوں نے سمجھا ہے، وہ تو اس کے خلاف ہے، جو ان حضرات سے اس مسئلہ میں منقول ہے، **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔** [1]

پھر بزازی کا یہ تساہل عام متاخرین کی طرف سے خطا واقع ہونے کا سبب بن گیا کہ انہوں نے بزازی کی نقل پر اعتماد کرلیا، اور انہوں نے اس مسئلہ میں ان کی تقلید کرلی، لیکن ان میں سے کسی نے بھی اس مسئلہ کو، حنفیہ کی کتب میں سے کسی کتاب سے نقل نہیں کیا، جبکہ بزازی کی طرف سے اس قول کے ایجاد ہونے سے پہلے، ہماری کتب میں اور ہمارے علاوہ دیگر حضرات کی کتب میں، اس کے خلاف ہی منقول ہے۔ [2]

اور صاحبِ متن کا یہ فرمانا کہ:

''النتف میں اس بات کی تصریح ہے، آخر تک''

(علامہ شامی رحمہ اللہ اس پر فرماتے ہیں کہ) میں کہتا ہوں کہ میں نے امام ابو یوسف کی ''**کتابُ الخراج**'' میں صاف طور پر یہ دیکھا ہے کہ جو مسلمان شخص، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، یا آپ کی تکذیب کرے، یا آپ کو عیب لگائے، یا آپ کی تنقیص کرے، تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا، اور اس سے اس کی بیوی بائن ہوجائے گی، پھر اگر وہ توبہ کرلے، تو ٹھیک ہے، ورنہ اس کو قتل کیا جائے گا، اور اسی طرح سے عورت کا حکم بھی ہے، لیکن امام

---

[1] مطلب یہ ہے کہ صاحبِ بزازی نے علامہ ابنِ تیمیہ وغیرہ سے اس بات کو نقل کیا ہے، لیکن خود علامہ ابنِ تیمیہ وغیرہ نے جگہ جگہ اس کی توبہ کے قبول ہونے میں اختلاف اور حنفیہ کے نزدیک توبہ کے قبول ہونے کا ذکر کیا ہے۔ محمد رضوان۔

[2] البتہ بزازی سے پہلے خلاصۃُ الفتاویٰ میں بھی اسی طرح کی بات منقول ہے، جس پر کچھ کلام گزر چکا ہے۔ محمد رضوان

ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا، اور اس کو اسلام پر مجبور کیا جائے گا۔ [1]

(کتابُ الخراج کی عبارت ختم ہوئی) اور اسی طریقہ سے ''خیر رملی'' نے البحر کے حاشیہ سے نقل کیا ہے کہ مذہب کی کتابوں میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ یہ فعل باعثِ ارتداد ہے، اور اس کا حکم ارتداد ہی کا حکم ہے، اور پھر (خیر رملی نے) النتف اور معینُ الحکام کی عبارت نقل کی ہے۔

لیکن پھر اسی کے ساتھ ان سے تعجب ہے کہ انہوں نے فتاویٰ خیریہ میں اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے، میں نے اپنے شیخ المشایخ ''سائحانی'' کی اس موقع پر تحریر دیکھی کہ یہ بات انتہائی تعجب خیز ہے کہ مصنف نے شیخ الاسلام یعنی ابنِ عبدالعال کے کلام کو سنا، اور ان نقول کو دیکھا، معلوم نہیں، اس کا متن ان سے کیسے چوک گیا۔

اور مجھے بعض مشائخ نے (سائحانی کا) رسالہ سنایا، جس کا حاصل یہ ہے کہ اس (سابِ رسول کو) اسلام لانے کے بعد قتل نہیں کیا جائے گا، اور یہی (حنفیہ کا اصل) مذہب ہے، اور اسی طریقہ سے ہمارے شیخ المشایخ رحمتی نے اس موقع پر اپنے نسخہ پر لکھا ہے کہ ''الشفا'' کے کلام کا مقتضیٰ بھی یہی ہے، اور ابنِ ابی جمرہ نے ''المختصر البخاری'' کی شرح میں اس حدیث کے ضمن میں کہ:

''إن فريضة الحج أدركت أبي إلخ''

فرمایا کہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس کا حکم مرتد کا حکم ہے، اور یہ بات معلوم ہو چکی کہ مرتد کی توبہ قبول کی جاتی ہے، جیسا کہ ''النتف'' وغیرہ سے

---

[1] جس سے صاف ظاہر ہے کہ حنفیہ کے نزدیک یہ فعل ارتداد ہے، البتہ اگر امامُ المسلمین کسی خاص عورت کے قتل میں مصلحت سمجھے، تو وہ جائز ہے، یعنی یہ حکمِ جواز مصلحت پر مبنی ہے، نہ یہ کہ بطورِ حد کے قتل واجب ہے، جس کی تفصیل اگلے باب میں آتی ہے۔ محمد رضوان۔

نقل کیا گیا، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے کا یہ حکم ہے، تو سابِّ شیخین، یا ان میں سے کسی ایک کو سب وشتم کرنے والے کے بارے میں، یہ (قبولِ توبہ کا) حکم بدرجہ اولیٰ ہوگا۔

پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ ''سابِّ رسول'' کی توبہ کے قبول ہونے میں حنفیہ کا مذہب امام شافعی کے مذہب کی طرح ہے، جیسا کہ یہی ایک ضعیف روایت امام مالک سے بھی مروی ہے، اوراس کے بہرحال قتل ہونے کا مذہب، امام مالک کا ہے، اورامام مالک کے علاوہ کسی اور مذہب کی نقل مجہول ہے، جس کے کاتب کا علم نہیں۔ [1]

پس آپ شریعت کے احکام میں بصیرت حاصل کرنے والے بنیں، اور ہر عجیب وغریب بات سے دھوکہ کھانے والے اور صواب سے غفلت اختیار کرنے والے نہ بنیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ [2]

اوراسی طریقہ سے علامہ حموی نے ''الاشباہ'' کے حاشیہ میں بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ صاحبِ الاشباہ نے جو توبہ قبول نہ ہونے کا ذکر کیا ہے، اس پر ان کے زمانے والوں نے ہی نکیر کردی تھی، اور یہ قول صرف امام مالک کے بعض اصحاب سے محفوظ ہے، جیسا کہ قاضی عیاض وغیرہ نے نقل کیا ہے، جہاں تک ہمارے مذہب کا تعلق ہے، تو یہ ہمارا مذہب نہیں، اورنور العین کتاب کے آخر میں یہ بات مذکور ہے کہ علامہ النحریر جو حسام جلبی کے نام سے مشہور ہیں، انہوں نے بزازی کے

---

[1] مطلب یہ ہے کہ بعض حضرات نے جو امام مالک کے علاوہ دوسرے لوگوں، یہاں تک کہ جمہور کی طرف اس قول کی نسبت کردی ہے کہ وہ توبہ قبول نہ ہونے کے قائل ہیں، تو وہ کون کون حضرات ہیں، اوران کی طرف اس نسبت کا ثبوت کیا ہے، یہ بات ثابت نہیں، بلکہ مجہول ہے۔ محمد رضوان۔

[2] ہمارے یہاں ایک طبقہ کا حال یہی ہوگیا ہے کہ عجیب وغریب بلکہ سختی وتشدد پرمبنی اقوال کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں، خواہ وہ خطاء پرمبنی یا مرجوح کیوں نہ ہوں، اور پھر اس کے لیے زورزبردستی کے دلائل اکھٹے کرتے پھرتے ہیں۔ محمد رضوان

رَد پر ایک رسالہ تالیف کیا ہے، جس کے آخر میں فرمایا کہ آپ بزازی کے کلام کے بطلان اور ان کی غلطی کے منشاء کو رسالہ کے شروع میں معلوم کر چکے ہیں۔

اور عن قریب شارح، محقق مفتی ابو سعود کے حوالے سے اس بات کی تصریح کا ذکر کریں گے کہ امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ جب توبہ کرلے، تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، اور اس کی تعزیر پر اکتفاء کیا جائے گا، پس یہ صریح نقول ہیں، بزازی اور ان کے متبعین سے مقدم حضرات کی، اور بزازی اور ان کے متبعین نے حنفیہ کی کتب میں سے کسی کتاب کی طرف اس کی نسبت نہیں کی، بلکہ اس کی نسبت ایسی فہم کی طرف ہے، جس میں ان سے خطا صادر ہوئی ہے کہ انہوں نے جن سے یہ بات نقل کی، خود انہوں نے ہی ان کی فہم کے خلاف تصریح کی ہے، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، اور اگر آپ اس مقام میں زیادہ تفصیل کے خواہاں ہوں، تو ہماری کتاب ''تنبیہ الولاۃ والحکام'' کی طرف رجوع کریں۔

اس کے بعد صاحبِ متن نے فرمایا کہ:

''یہ اس بات میں ظاہر ہے کہ اس کی توبہ کو قبول کیا جائے گا''

مراد یہ ہے کہ دنیا میں اس کی توبہ کو قبول کرلیا جائے گا، جس کی وجہ سے اس کے قتل کا حکم ختم ہوجائے گا، رہا اس کی توبہ کے آخرت میں قبول ہونے کا معاملہ، تو اس کے قبول ہونے پر سب کا اتفاق ہے، اور اس سے زیادہ وضاحت امام ابو یوسف کی **کتابُ الخراج** کی اس عبارت سے ہوتی ہے، جو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، جس میں یہ بات موجود ہے کہ اگر وہ توبہ کرلے، تو ٹھیک ہے، ورنہ اس کو قتل کیا جائے گا

(ردُّ المحتار)

پھر مذکورہ عبارت کے بعد علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بعض حضرات نے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک سابِّ رسول کی توبہ کے قبول ہونے اور حنفیہ کے نزدیک توبہ

کے قبول نہ ہونے کا مسئلہ سمجھ لیا، جو کہ بزازیؒ کی غلط فہمی پر مبنی ہے، کیونکہ حنفیہ کا اصل مذہب توبہ کے قبول ہونے کا ہے۔

اور اسی طریقہ سے بزازیؒ وغیرہ کا سابِّ رسول پر زندیق کا حکم لگانا، حنفیہ کے مذہب کے مطابق درست نہیں، البتہ امام مالک کے مشہور مذہب کے مطابق درست ہے، جس کو قاضی عیاض وغیرہ نے اختیار کیا ہے۔

اور حنفی کو اپنے مذہب کی اتباع زیادہ اہم ہے، اور اس سلسلہ میں شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنیاد بنا کر توبہ کے قبول نہ کرنے کا حکم لگانا، درست نہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی رعایت، اسی کے مطابق کی جائے گی، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مجتہد کے نزدیک ثابت ہو۔ [1]

---

[1] (قوله كذلك) أى يكون شاتما لنبى، لكن قوله يا ابن مائة كلب، وإن قاله لشريف فهو ممكن فيجرى فيه الخلاف المار فى قبول توبته وعدمه، وإلا فقد يكون له مائة أب ليس فيهم نبى .على أنه يمكن أن يكون مراده أنه اجتمع على أم المشتوم مائة كلب أو ألف خنزير، فلا يدخل أجداده فى ذلك، وحيث احتمل التأويل فلا يحكم بالكفر عندنا كما مر (قوله وأن شتم الملائكة كالأنبياء) هو مصرح به عندنا فقالوا: إذا شتم أحدا من الأنبياء أو الملائكة كفر، وقد علمت أن الكفر بشتم الأنبياء كفر ردة فكذا الملائكة، فإن تاب فبها وإلا قتل (قوله فليحرر) قد علمت تحريره بما قلنا (قوله هل للشافعى أن يحكم بقبول توبته) أى فى إسقاط القتل عنه، وهو مبنى على ما ذكره البزازى، وقد علمت أن أهل المذهب قائلون بقبول توبته فلا وجه لما ذكره .اهـ ط.

وكذا قال الرحمتى: قد علمت أن هذا ليس مذهبا للحنفية كما نطقت به كتبهم ونقله عنهم الأئمة كالقاضى عياض وابن أبى جمرة (قوله لأنها حادثة أخرى إلخ) يعنى أن حكم الحنفى بكفره بناء على أن مذهبه عدم قبول التوبة لا يرفع الخلاف فى عدم قبول التوبة لأن عدم قبولها حادثة أخرى لم يحكم بها الحنفى فيسوغ للشافعى الحكم بقبولها وإن قال الحنفى حكمت بالكفر وموجبه لأن موجب الكفر القتل إن لم يتب وهو المتفق عليه، ولا يلزم منه القتل أيضا إن تاب على أنه له موجبات أخر من فسخ النكاح وحبط العمل وغير ذلك، فلا يكون قول الحنفى حكمت بموجبه حكما بقتله، وإن تاب فللشافعى أن يحكم بعدم قتله إذا تاب .والعجب من الشارح حيث نقل صريح ما فى كتب المذهب من أن الحنفى كالشافعى فى قبول توبته كيف جارى صاحب النهر فى هذه المسألة، فكان الصواب أن يبدل الحنفى بالمالكى أو الحنبلى.

(قوله سؤالا) مفعول رأيت .وفى بعض النسخ سؤال بالرفع وهو تحريف (قوله فأجاب بأنه يكفر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ کی مذکورہ تفصیلی عبارت سے کئی قسم کی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

”ردُّ المحتار“ کا دوسرا حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ ”ردُّ المحتار“ میں ہی کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں:

وأقول: على فرض ثبوت ذلک فی عامة نسخ الجوهرة لا وجه له يظهر، لما قدمناه من قبول توبة من سب الأنبياء عندنا خلافا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إلخ) قال السائحانی: أقول هذا لا يصدر عن أبی السعود لأن كلام القائل يحتمل أن كل الأحاديث الموجودة ليست صدقا لأن فيها الموضوع، وهذا الاحتمال أقرب من غيره، وتقدم عن الدرر إذا كان فی المسألة وجوه توجب الكفر ووجه واحد يمنعه فعلى المفتی الميل لما يمنعه وقوله والثانی: أی إلحاق الشين يفيد الزندقة .أقول: لا إفادة فيه لأن الزندقة أن لا يتدين بدين اهـ وكتب ط نحوه (قوله فبعد أخذه إلخ) تفريع على كونه صار زنديقا .وحاصل كلامه أن الزنديق لو تاب قبل أخذه: أی قبل أن يرفع إلى الحاكم تقبل توبته عندنا وبعده لا، اتفاقا .وورد الأمر السلطانی للقضاة بأن ينظر فی حال ذلک الرجل إن ظهر حسن توبته يعمل بقول أبی حنيفة وإلا فبقول باقی الأئمة، وأنت خبير بأن هذا مبنی على ما مشى عليه القاضی عياض من مشهور مذهب مالک وهو عدم قبول توبته وأن حكمه حكم الزنديق عندهم، وتبعه البزازی كما قدمناه عنه، وكذا تبعه فی الفتح، وقد علمت أن صريح مذهبنا خلافه كما صرح به القاضی عياض وغيره.

(قوله وليكن التوفيق) أی يحمل ما مر عن النتف وغيره من أنه يفعل به ما يفعل بالمرتد على ما إذا تاب قبل أخذه، وحمل ما فی البزازية على ما بعد أخذه، وأنت خبير بأن هذا التوفيق غير ممكن لتصريح علمائنا بأن حكمه حكم المرتد، ولا شک أن حكم المرتد غير حكم الزنديق ولم يفصل أحد منهم هذا التفصيل؛ ولأن البزازی ومن تابعه قالوا إنه لا توبة له أصلا سواء بعد القدرة عليه والشهادة أو جاء تائبا من قبل نفسه كما هو مذهب المالكية والحنابلة، فعلم أنهما قولان مختلفان، بل مذهبان متباينان .على أن الزنديق الذی لا تقبل توبته بعد الأخذ هو المعروف بالزندقة الداعی إلى زندقته كما يأتی، ومن صدرت منه كلمة الشتم مرة عن غيظ أو نحوه لا يصير زنديقا بهذا المعنى (قوله وهو الذی ينبغی التعويل عليه) قلت: الذی ينبغی التعويل عليه ما نص عليه أهل المذهب فإن اتباعنا له واجب ط (قوله رعاية لجانب حضرة المصطفى – صلى الله عليه وسلم –) أقول: رعاية جانبه فی اتباع ما ثبت عنه عند المجتهد (ردالمحتار، ج۴ص ۲۳۵ و ۲۳۶، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب مهم فی حكم ساب الأنبياء)

للمالكية والحنابلة (ردالمحتار، ج۴ص۲۳۶، کتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب مهم فی حکم سب الشيخين)

ترجمہ: اور میں کہتا ہوں کہ اگر اس بات کے ثبوت کو تسلیم بھی کر لیا جائے، جو جوہرہ کے عام نسخوں میں (سابِّ شیخین کی تکفیر کے بارے میں) ہے، تو بھی اس کے راجح ہونے کی کوئی وجہ نہیں، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ ہمارے نزدیک تو انبیائے کرام کو سب وشتم کرنے والے کی بھی توبہ قبول کر لی جاتی ہے، مالکیہ اور حنابلہ کا اس میں اختلاف ہے (ردالمحتار)

مذکورہ عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام پر سب وشتم کرنے والے کی توبہ کے قبول نہ ہونے کا قول حنفیہ کا نہیں، حنفیہ کے نزدیک اس کی توبہ قبول کر لی جاتی ہے، البتہ مالکیہ وحنابلہ کے مشہور قول کے مطابق قبول نہیں کی جاتی، جیسا کہ پہلے خود مالکیہ وحنابلہ وغیرہ کے حوالوں سے گزر چکا، جن کو ملاحظہ کرنے کے بعد ایک منصف مزاج کے لیے علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ کے بیان کردہ مذکورہ موقف میں شبہ نہیں ہوسکتا۔

”ردُّ المحتار“ کا تیسرا حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ ”ردُّ المحتار“ میں ہی آگے چل کر فرماتے ہیں:

والحاصل أنه لا شك ولا شبهة فی كفر شاتم النبی -صلی الله عليه وسلم- وفی استباحة قتله، وهو المنقول عن الأئمة الأربعة، وإنما الخلاف فی قبول توبته إذا أسلم. فعندنا وهو المشهور عند الشافعية القبول. وعند المالكية والحنابلة عدمه بناء علی أن قتله حدا أو لا (رد المحتار علی الدر المختار، ج۴، ص۲۳۸، کتاب الجهاد، باب المرتد)

ترجمہ: اور خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے کے کفر

اور اس کے قتل کے مباح ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں، اور ائمۂ اربعہ سے یہی منقول ہے، البتہ اختلاف اس کے اسلام لانے کے بعد اس کی توبہ کے قبول ہونے میں ہے، پس ہمارے (یعنی حنفیہ) کے نزدیک اور شافعیہ کے مشہور قول کے مطابق اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے، اور مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس کی توبہ قبول نہیں کی جاتی، یہ اختلاف اس بات پر مبنی ہے کہ اس کا قتل ''حد'' ہے، یا نہیں (ردُّ المحتار)

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے اوپر کی عبارت میں جو بات فرمائی، وہ درست ہے، اس سلسلہ میں شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ سب کی عبارات پہلے ذکر کی جاچکی ہیں۔

اور یہ بات واضح ہے کہ حنفیہ کے نزدیک یہ فعل کفر وارتداد ہے، اور اسی ارتداد کی وجہ سے اس کی سزا قتل ہے۔ البتہ بعض دیگر حضرات نے اس قتل کو ''حد'' قرار دیا ہے، لیکن اصولِ شریعت سے اس کے ارتداد کے علاوہ کسی اور طرح کی حد ہونے کا ثبوت مشکل ہے، البتہ ارتداد کے نتیجہ میں جو قتل ہے، وہ بھی خود ایک حد ہے، مگر یہ حقوق اللہ میں داخل ہے، اور یہ حد توبہ واسلام سے معاف ہوجاتی ہے۔

جیسا کہ شافعیہ کی عبارات کے ضمن میں گزرا، اور آگے بھی آتا ہے۔

''تنقیح الفتاوی الحامدیة'' کا حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے ''تنقیحُ الفتاویٰ الحامدیة'' میں بھی اس مسئلہ کی عمدہ تفصیل بیان کی ہے اور اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے اور حنفیہ کے صحیح مذہب کو منقح کیا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

(أقول) علی فرض ثبوت ذلک فی عامة نسخ الجوهرة لا وجه

له يظهر لما قدمناه من قبول توبة من سب الأنبياء عندنا خلافا للمالكية والحنابلة وإذا كان كذلك فلا وجه للقول بعدم قبول توبة من سب الشيخين بالطريق الأولى بل لم يثبت ذلك عند أحد من الأئمة فيما أعلم اهـ.

واعلم أن مسألة عدم قبول توبة ساب النبى -صلى الله عليه وسلم -أول من ذكرها عندنا صاحب البزازية وتبعه المحقق ابن الكمال الهمام فى فتح القدير شرح الهداية وتبعه التمرتاشى فى متن التنوير وكذا ابن نجيم فى البحر والأشباه وأفتى به فى الخيرية.

لكن العلامة التمرتاشى بعدما عزا ما فى متنه إلى البزازى قال فى شرحه عليه المسمى منح الغفار لكن سمعت من مولانا شيخ الإسلام أمين الدين بن عبد العال مفتى الحنفية بالديار المصرية أن صاحب الفتح تبع البزازى فى ذلك وأن البزازى تبع صاحب الصارم المسلول فإنه عزا فى البزازية ما نقله من ذلك إليه ولم يعزه إلى أحد من علماء الحنفية اهـ وفى معين الحكام معزيا إلى شرح الطحاوى ما صورته من سب النبى -صلى الله عليه وسلم،أو أبغضه كان ذلك منه ردة وحكمه حكم المرتدين اهـ.

وفى النتف من سب رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فإنه مرتد وحكمه حكم المرتد ويفعل به ما يفعل بالمرتد اهـ.

فقوله ويفعل به ما يفعل بالمرتد ظاهر فى قبول توبته كما لا يخفى.

ومـمن نقل أنها ردة عن أبى حنيفة القاضى عياض فى الشفاء اهـ ما فى منح الغفار ملخصا .

ثـم اعـلـم أيـضـا أن البـزازى قـال إنه كالزنديق لأنه حد وجب فلا يسـقـط بـالتـوبة ولا يتـصور فيه خلاف لأحد لأنه حق تعلق به حق الـعبـد فـلا يسـقـط بـالتـوبة كسـائر حقوق المسلمين إلى أن قال ودلائـل الـمسـألة تعرف فى الصارم المسلول على شاتم الرسول اهـ.

وقـد راجـعت كتاب الصارم المسلول لعمدة الشافعية الشيخ تقى الدين السبكى فرأيته ذكر ما يرد على البزازى حيث ذكر السبكى أولا عـن الشفاء للقاضى عياض المالكى أن الإمام الشافعى موافق لـلإمـام مالك فى ردته وعدم قبول توبته وأن بمثله قال أبو حنيفة وأصحابه والثورى وأهل الكوفة والأوزاعى لكنهم قالوا هى ردة . ثـم قـال السبـكـى بـعـد ذلك مقتضى ذلك أن الشافعى لا يقبل تـوبتـه ولم أر من أصحابه من صرح عنه بذلك إلى أن قال هذا ما وجدته للشافعية وللحنفية فى قبول توبته كلام قريب من الشافعية ولا يوجد للحنفية غير قبول التوبة.

وأمـا الـحـنـابـلة فـكـلامهـم قريب من كلام المالكية هذا تحرير الـمـنـقـول فـى ذلك وأمـا الـدليل فمعتمدنا فى قبول التوبة قوله تـعالى (قل للذين كفروا إن ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف) (الأنفال) وقـولـه تـعـالـى (قل يا عبادى الذين أسرفوا) (الزمر) الآية وقـولـه تعالى (كيف يهدى الله قوما كفروا) (آل عمران) الآية.

وهـذه الآيـات نـص فـى قبـول تـوبة الـمـرتد وعمومها يدخل فيه الساب وقوله -صلى الله عليه وسلم -الإسلام يجب ما قبله والتوبة تجب ما قبلها ولأنا لا نحفظ أنه -عليه الصلاة والسلام - قتل أحدا بعد إسلامه والقول بأنه حق آدمى فلا يسقط بالتوبة صحيح لكنا علمنا من النبى -صلى الله عليه وسلم -ورأفته ورحمته وشفقته أنه ما انتقم لنفسه قط فكيف ينتقم له بعد موته اهـ.

كلام السبكى ملخصا وتمام الأجوبة مبسوط فيه وقد أطال فى ذلک إطالة حسنة ينبغى مراجعتها. وفيما ذكرناه كفاية ولا شک أن التقى السبكى والقاضى عياضا ثقتان ثبتان عدلان يكتفى بشهادتهما ونقلهما عن الحنفية أن مذهبهم قبول التوبة ولا سيما مع ما سمعته من النقل عن شيخ المذهب الإمام الطحاوى وغيره ممن هو أعرف بالمذهب من البزازى بيقين وقال فى الدر المختار وقد صرح فى النتف ومعين الحكام وشرح الطحاوى وحاوى الزاهدى وغيرها بأن حكمه كالمرتد اهـ.

وللعلامة النحرير الشهير بحسام جلبى من عظماء علماء دولة السلطان سليم خان بن بايزيد خان العثمانى رسالة لطيفة ألفها فى الرد على البزازى وقال فيها إنه تقبل توبته ولا يقتل عند الحنفية والشافعية خلافا للمالكية والحنبلية على ما صرح به فى السيف المسلول .

وذكر فى الحاوى من سب النبى -صلى الله عليه وسلم -يكفر

ولا توبة له سوى تجديد الإيمان وقال بعض المتأخرين لا توبة له أصلا فيقتل حدا لكن الأصح أنه لا يقتل بعد تجديد الإيمان .

ثم قال وبالجملة قد تتبعنا كتب الحنفية فلم نجد القول بعدم قبول توبته سوى ما ذكره البزازى وقد عرفت بطلانه ومنشأ غلطه فى أول الرسالة اهـ.

وقد ذكر نبذة من هذه الرسالة فى آخر كتاب نور العين فى إصلاح جامع الفصولين ومنه لخصت ما نقلته عنها ثم قال فيه يؤيد ما ذكره من تخطئة ما فى البزازية ما ذكر فى بعض الفتاوى نقلا عن كتاب الخراج للإمام أبى يوسف -رحمه الله -أن من سب النبى -صلى الله عليه وسلم -يكفر فإن تاب تقبل توبته ولا يقتل عنده وعند أبى حنيفة خلافا لمحمد -رحمه الله -ثم قال فى نور العين وقد أجاب العلامة الفهامة أبو السعود المفتى -رحمه الله تعالى -عن هذه المسألة بما حاصله أن المسألة خلافية فقد عرض على السلطان المجاهد فى سبيل الرحمن سليمان خان بن سليم خان فى أمر الجمع بين القولين والرعاية للمؤمنين بأن الأولى أن ينظر إلى حال الشخص التائب عن سب الرسول -صلى الله عليه وسلم -فإن فهم منه صحة التوبة وحسن الإسلام وصلاح الحال يعمل بقول الحنفية فى قبول توبته ويكتفى بالتعزير والحبس تأديبا وإن لم يفهم منه الخير يعمل بمذهب الغير فلا يعتمد على توبته وإسلامه ويقتل حدا فأمر السلطان جميع قضاة ممالكه أن يعملوا بعد اليوم بهذا الجمع لما فيه من

النفع والقمع.هذا خلاصة ذلک الجواب شکر الله سعیه یوم الحساب اهـ.

والذی حط علیه کلام الشیخ علاء الدین فی شرحه علی التنویر هو العمل بهذا الجمع الذی ذکره المحقق أبو السعود.

ولکن لا یخفی أن أمر المرحوم السلطان سلیمان علیه الرحمة والرضوان لجمیع قضاة ممالکه لا یبقی إلی الیوم لأنهم ماتوا وانقرضوا فلا بد لقضاة زماننا من أمر جدید لکل قاض حتی ینفذ حکمه بمذهب الغیر لیکون نائبا عن السلطان بذلک الحکم وما اشتهر من أن کل سلطان من سلاطین الدولة العثمانیة وفقهم الله تعالی یؤخذ علیه عهد السلطان الذی قبله ویبایع علیه حین تولیته لا یکفی ذلک لأن أخذ العهد علیه بذلک لا یلزم منه أن تکون قضاته مأمورین به بل لا بد لهم من أمر جدید حین یولیهم فإذا ولی قاضیا فی زماننا وکتب له فی منشوره أن یحکم فی هذه المسألة علی مذهب المالکیة أو الحنابلة یصح حکمه وإلا فلا، ولو عزله ونصب غیره فلا بد له من أمر جدید للثانی کما لو وکل أحد وکیلا ببیع شیء بثمن معلوم ثم عزله ووکل غیره أو وکله نفسه ثانیا ولم یقید بالثمن تکون وکالته مطلقة حتی یأتی بالتقیید.

وقد صرحوا بأن القاضی وکیل عن السلطان فی الحکم ونائب عنه فإذا خصص قضاء ه بزمان أو مکان أو شخص أو حادثة أو مذهب تخصص وإلا فلا والقضاة فی زماننا یؤمرون بالحکم بما صح من مذهب سیدنا أبی حنیفة -رحمه الله تعالی -وقد ذکروا

فی رسم المفتی أن المقلد لا ینفذ قضاؤہ بخلاف مذھبہ أصلا فلا بد حینئذ من تولیة قاض حنبلی أو مالکی لیحکم بذلک فینفذہ الحنفی والحاصل أن ھذا المقام من مداحض الأقدام قد وقع فیہ فضلاء عظام وبعد ظھور النقل الصریح عن الأعلام کیف یصح العدول عنہ بلا سند تام وساحتہ الشریفة -علیہ الصلاة والسلام- مبرأة عن الظنون والأوھام لا یدنسھا سب ساب من اللئام فعلی المفتی أن یحتاط فی خلاص نفسہ فی ساعة القیام فإن قتل المسلم من أعظم الآثام ولو ثبت أن قتلہ منقول عن الإمام فمع نقل خلافہ یجب الإعراض عنہ والإحجام لما صرحوا بہ من درء الحدود بالشبھات والتباعد عن قتل أھل الإسلام لقولہ علیہ أفضل الصلاة وأتم السلام ادرء وا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فإن وجدتم للمسلم مخرجا فخلوا سبیلہ فإن الإمام لأن یخطء فی العفو خیر من أن یخطء فی العقوبة رواہ السیوطی عن عدة کتب فخام والانتصار للرسول مقبول فیما بہ أمر لا فیما عنہ نھی وزجر فھذا ما تحرر مما تقرر فاحفظہ والسلام (العقود الدریة فی تنقیح الفتاوی الحامدیة، ج ۱، ص ۱۰۳ ،الیٰ ۱۰۵ ،باب الردة والتعزیر)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اگر جوہرہ کے عام نسخوں میں اس بات کوفرض بھی کرلیا جائے، تو اس کے راجح ہونے کی کوئی وجہ نہیں، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ ہمارے نزدیک انبیاء کو سب وشتم کرنے والے کی توبہ قبول ہوتی ہے، مالکیہ اور حنابلہ کا قول اس کے برخلاف ہے، اور جب ایسا ہے، تو شیخین (یعنی حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما) کو سب وشتم کرنے والے کی توبہ کے قبول نہ ہونے کی

بطریقِ اولیٰ کوئی وجہ نہیں، بلکہ یہ ائمہ میں سے کسی سے بھی ہمارے علم کے مطابق ثابت نہیں۔

اور یہ بات جان لینی چاہئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے کی توبہ، قبول نہ ہونے کے مسئلہ کو سب سے پہلے ہمارے نزدیک صاحبِ بزازیہ نے ذکر کیا، جن کی اتباع محقق ابنِ کمال ہمام نے ہدایہ کی شرح ''فتح القدیر ''میں کی، اوران کی اتباع تنویر کے متن میں تمرتاشی نے کی، اوراسی طریقہ سے ابنِ نجیم نے البحر اور الاشباہ میں کی، اوراس پر خیریہ میں فتویٰ دیا۔

لیکن علامہ تمرتاشی نے اپنے متن میں بزازی کی طرف اس کی نسبت کرنے کے بعد، اس کی شرح ''منحُ الغفار ''میں فرمایا کہ میں نے اپنے مولانا شیخ الاسلام امینُ الدین بن عبدالعال، مصر شہر کے حنفی مفتی سے سنا کہ صاحبِ فتح نے اس سلسلہ میں بزازی کی اتباع کی ہے، اور بزازی نے صاحبِ ''الصارم المسلول'' کی اتباع کی ہے، کیونکہ انہوں نے بزازیہ میں اس کو انہی (صاحبِ ''الصارم المسلول '') سے نقل کیا ہے، اورعلمائے حنفیہ میں سے انہوں نے کسی کی طرف اس بات کو منسوب نہیں کیا۔

اور معینُ الحکام میں طحاوی کی شرح کی طرف منسوب کرتے ہوئے، یہ صورت ذکر کی ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کیا، یا آپ سے بغض رکھا، تو یہ اس کی طرف سے ارتداد کہلائے گا، اوراس کا حکم مرتدوں والا حکم ہوگا۔ [1]

اور المنتف میں ہے کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کیا، تو وہ مرتد ہے، اوراس کا حکم مرتد کا حکم ہے، اوراس کے ساتھ مرتد والا ہی طرزِ عمل اختیار کیا جائے گا۔

---

[1] شرح مختصر الطحاوی کی اس سلسلہ میں اصل عبارت پہلے ذکر کی جا چکی ہے، جس سے مندرجہ بالا موقف ہی کی تائید ہوتی ہے۔ محمد رضوان۔

پس صاحبِ نتف کا یہ قول کہ اس کے ساتھ مرتد والا ہی طرزِ عمل اختیار کیا جائے گا، یہ اس کی توبہ کے قبول ہونے میں واضح ہے، جیسا کہ مخفی نہیں۔ [1]

اور جن حضرات نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اس کا مرتد ہونا نقل کیا ہے، ان میں قاضی عیاض بھی ہیں، جنہوں نے **الشفا** میں اس بات کو نقل کیا ہے، **منحُ الغفار** کی بات تلخیص کے ساتھ ختم ہوئی۔

پھر یہ بات بھی جان لینی چاہئے کہ بزازی نے یہ فرمایا کہ وہ زندیق کی طرح ہے، کیونکہ یہ حق، حد ہے، اس لیے توبہ سے ساقط نہیں ہوگا، جس میں کسی کے اختلاف کا تصور نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ یہ ایسا حق ہے، جس کے ساتھ بندے کا حق متعلق ہے، لہٰذا یہ توبہ سے ساقط نہیں ہوگا، جیسا کہ مسلمانوں کے تمام حقوق کا معاملہ ہے، یہاں تک کہ انہوں نے فرمایا کہ مسئلہ کے دلائل ''**الصارم المسلول علی شاتم الرسول**'' میں معلوم کیے جاسکتے ہیں۔

اور میں نے ''**الصارم المسلول**'' (صحیح عبارت ''السیف المسلول'' ہونی چاہیے۔ محمد رضوان) کی مراجعت کی، شافعیہ کے عمدہ ترین عالم ''شیخ تقی الدین سبکی'' کی، تو میں نے اس بات کا ذکر دیکھا، جس سے بزازی کی تردید ہوتی ہے، کیونکہ سبکی نے پہلے قاضی عیاض مالکی کی شفا سے یہ بات ذکر کی ہے کہ امام شافعی اس کے مرتد ہونے اور توبہ قبول نہ ہونے میں امام مالک کے موافق ہیں، اور اسی کے مثل امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب اور ثوری اور اہلِ کوفہ اور اوزاعی کا قول ہے، لیکن انہوں نے اس کو ارتداد قرار دیا ہے۔

پھر سبکی نے اس کے بعد فرمایا کہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ امام شافعی اس کی توبہ کو قبول نہیں کرتے، لیکن میں نے امام شافعی کے اصحاب میں سے کسی کی اس بارے میں

---

[1] ''النتف'' کی اصل عبارت اور اس پر کلام بھی پہلے گزر چکا ہے۔ محمد رضوان۔

تصریح نہیں دیکھی، پھرانہوں نے فرمایا کہ یہ تو میں نے شافعیہ کی بات پائی ہے، اوراس کی توبہ کے قبول ہونے میں حنفیہ کا کلام بھی، شافعیہ کے قریب ہے، اور حنفیہ کا کوئی قول، توبہ کے قبول ہونے کے علاوہ نہیں پایا جاتا۔ [1]

جہاں تک حنابلہ کا تعلق ہے، توان کا کلام، مالکیہ کے کلام کے قریب ہے، یہ اس سلسلہ میں منقول تحریر ہے۔

جہاں تک دلیل کا تعلق ہے، تو ہمارا اعتماد توبہ کے قبول ہونے میں اللہ تعالیٰ کے اس قول پر ہے کہ:

”قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا إِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ “

اوراللہ تعالیٰ کے اس قول پر ہے کہ:

”قُلْ يَاعِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا إِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ“

اوراللہ تعالیٰ کے اس قول پر ہے کہ:

”كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ إِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْا أَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ“

اور یہ آیات مرتد کی توبہ کے قبول ہونے میں واضح ہیں، جس کے عموم میں سب وشتم کرنے والا بھی داخل ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول بھی اس کی دلیل ہے کہ ”اسلام اپنے ماقبل کو ختم کردیتا ہے، اور توبہ اپنے ماقبل کو ختم کردیتی ہے، اور ہماری معلومات میں یہ بات نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اسلام لانے

---

[1] علامہ تقی الدین سبکی کی اس سلسلہ میں عبارت اپنے مقام پر ذکر کی جاچکی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تحقیق کے مطابق حنفیہ کا اصل قول، توبہ قبول کیے جانے کا ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسرا قول حنفیہ کا نہیں۔

لہٰذا جس نے حنفیہ کے نزدیک توبہ قبول نہ کیے جانے کا قول منسوب کیا، اس سے اس سلسلہ میں بظاہر تسامح اور خطاء واقع ہوئی۔ ”والانسان مرکب من الخطاء والنسیان“۔محمد رضوان۔

کے بعد قتل کیا ہو۔ [1]

رہا یہ کہنا کہ یہ آدمی کا حق ہے، لہٰذا توبہ سے ساقط نہیں ہوگا، یہ صحیح ہے، لیکن ہمیں یہ بات معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت اپنی خاص رأفت اور رحمت اور شفقت کی وجہ سے اپنے لیے کبھی انتقام لینے کی نہیں تھی، تو آپ وفات کے بعد کیسے انتقام لیں گے۔ [2]

سبکی کا کلام تلخیص کے ساتھ ختم ہوا، اور تمام جوابات اس (یعنی تقی الدین سبکی کی کتاب) میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں، جس میں انہوں نے نہایت عمدہ طویل کلام کیا ہے، جس کی مراجعت کرنا مناسب ہے، اور ہم نے جو کچھ ذکر کیا، وہ کافی ہے، اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ تقی الدین سبکی اور قاضی عیاض دونوں ثقہ، ثبت اور عادل ہیں، جن کی شہادت کافی ہے، اور ان دونوں حضرات نے حنفیہ سے یہ نقل کیا ہے کہ ان کا مذہب توبہ قبول ہونے کا ہے، اور خاص طور پر اس بات کے ساتھ، جس کو آپ نے مذہب کے شیخ امام طحاوی وغیرہ کی نقل کو سن لیا ہے، جو کہ بزازی کے مقابلہ میں مذہبِ حنفیہ کو زیادہ جاننے والے ہیں، اس سے یہ بات اور واضح ہو جاتی ہے، اور درِّ مختار میں فرمایا کہ نتف اور معین الحکام اور شرح

---

[1] لہٰذا جب قرآن وسنت کی نصوص سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ایمان لانے اور توبہ کرنے کے بعد کفر وارتداد، جیسا گناہ بھی ختم ہو جاتا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اسلام لانے کے بعد کسی کو قتل کرنا ثابت نہیں، تو پھر سابِ رسول کی توبہ کو قبول کیے جانے کا قول ہی ان نصوص اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے موافق ہوا، جس کو بعض لوگوں کی طرف سے نصوص کے خلاف ہونا سمجھا جاتا ہے۔ محمد رضوان۔

[2] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی چیز میں اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیا۔

عن عائشة رضى الله عنها، قالت: ما انتقم رسول الله صلى الله عليه وسلم لنفسه فى شىء يؤتى إليه حتى ينتهك من حرمات الله، فينتقم لله (صحيح البخارى، رقم الحديث ٦٨٥٣)

پس کفر وارتداد، جو کہ اللہ کا حق ہے، اس کے توبہ کرنے اور اسلام لانے کے بعد ختم ہونے کی صورت میں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کو بنیاد بنا کر قتل کو لازم کرنا، بظاہر خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ رحمت ورأفت کے خلاف ہوا۔ محمد رضوان۔

الطحاویؒ اور حاوی الزاہدیؒ وغیرہ میں اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ اس کا حکم مرتد کی طرح ہے۔

اور علامہ نحریرؒ جو حسام جلبیؒ کے نام سے مشہور ہیں، اور سلطان سلیم خان بن بایزید خان عثمانی کی حکومت کے عظیم علماء سے تعلق رکھتے ہیں، ان کا ایک نہایت عمدہ رسالہ ہے، جو انہوں نے بزازی کے رَد میں تالیف کیا ہے، جس میں انہوں نے فرمایا کہ اس (سابِّ رسول) کی توبہ قبول کی جائے گی، اور حنفیہ وشافعیہ کے نزدیک اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، مالکیہ اور حنبلیہ کا اس میں اختلاف ہے، جیسا کہ (علامہ تقی الدین سبکی کی) ''السیف المسلولؒ'' میں اس کی تصریح پائی جاتی ہے۔

اور الحاویؒ میں یہ بات مذکور ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کیا، تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اور اس کی توبہ، تجدیدِ ایمان کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوگی، البتہ بعض متاخرین نے فرمایا کہ اس کے لیے بالکل توبہ نہیں ہوگی، اور اس کو حَد کے طور پر قتل کیا جائے گا، لیکن اصحّ قول یہ ہے کہ اس کو تجدیدِ ایمان کے بعد قتل نہیں کیا جائے گا۔ [1]

پھر اس کے بعد فرمایا کہ خلاصہ یہ کہ ہم نے حنفیہ کی کتب کا تتبع کیا، تو ہم نے اس کی توبہ کے قبول نہ ہونے کے قول کو بزازی کے ذکر کے علاوہ کسی جگہ نہیں پایا، اور آپ اس کا بطلان پہچان چکے ہیں، اور رسالہ کے شروع میں ان کی غلطی کا منشاء بھی معلوم کر چکے ہیں۔ [2]

---

[1] لہٰذا بعض متاخرین کی طرف سے توبہ قبول نہ کیے جانے کا قول ''اصح'' نہیں اور مذہبِ حنفیہ کے موافق بھی نہیں۔
محمد رضوان

[2] یعنی بزازیہ کو ''الصارم المسلول'' کی بعض عبارات سے اشتباہ ہوا، جس میں قتل کا حکم اجماعی منقول ہے، مگر بعد میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے ارتداد ہونے کی تصریح بھی ہے۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراس رسالے کے چند اقتباسات ”نور العین فی اصلاح جامع الفصولین “ کتاب کے آخر میں بھی مذکور ہیں، اور اسی سے میں نے جو کچھ نقل کیا، اس کی تلخیص کی ہے، پھر اس میں فرمایا کہ بزازیہ کے ذکر کردہ قول کے خطا ہونے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے، جو بات فتاویٰ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی کتاب الخراج کے حوالہ سے منقول ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کیا، تو وہ کافر ہوجائے گا، پھر اگر توبہ کرلے تو فبھا، ورنہ اس کو امام ابو یوسف اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کے نزدیک قتل کردیا جائے گا، برخلاف امام محمد رحمہ اللہ کے۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

لہٰذا خطاء کو خطا ہی سمجھنا چاہیے، کسی کی خطاء کو آگے چلانا اور پھر اس کی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف نسبت کرنا، درست نہیں، کیونکہ اس کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید کرنے کے بجائے ترکِ تقلید لازم آئے گی اور خود بروزِ قیامت، کسی کی طرف بلاتحقیق کسی بات کے منسوب کرنے کا حساب بھی ہوگا، البتہ مخطی کے معذور ہونے کا مسئلہ جدا ہے، لیکن جو شخص اس خطاء پر مطلع ہوجائے، مگر پھر بھی تسلیم نہ کرے، اس کو معذور قرار دیا جانا مشکل ہے۔ محمد رضوان۔

[1] اور ہمیں ”کتاب الخراج “ وغیرہ میں امام محمد کا اس مسئلہ میں اختلاف دستیاب نہ ہوا، جس کی اصل عبارت پہلے گزر چکی ہے اور خود علامہ شامی سے یہ تصریح گزر چکی ہے کہ اس میں حنفیہ کا اختلاف نہیں۔

قلت: عبارة الخراج التی أطلعت علیها ورأیتها لیس فیها ذکر الخلاف، وقد ذکرتها لک من قبل بحروفها، وبعض الفتاویٰ المذکور مجهول، فالله أعلم به. علی أنهٔ لو ثبت خلاف محمد فی المسألة لا یعدل عن قول أبی حنیفة، وأبی یوسف الذی مشی علیه أصحاب المتون وغیرهم. ولا سیما والتعبیر بقولهٖ: خلافاً لمحمد، مشیر الی ضعفه، ولو کان لمحمد خلاف فی هذه المسألة لتمسک به البزازی، ومن تابعه ولم یعدل عن النقل عنه، الی النقل المالکیة. علی أن البزازی لم یدع أن ذلک قول فی المذهب، بل دعواهٗ أنهٗ مما أنعقد علیه اجماع الأئمة وقد تیقنت بطلانه، مما نقلناه لک.

وان المجمع علیه هو الحکم بکفر الساب، وقتله قبل التوبة، ولیس ذلک محل النزاع، وانما کلامنا فی قبوله توبته، ودرأ القتل عنه بالاسلام کما هو حکم سائر المرتدین (کتاب تنبیه الولاة والحکام علیٰ احکام شاتم خیر الأنام أو أحد أصحابه الکرام علیه وعلیهم الصلاة والسلام، صفحه ۷۰، الباب الاول، الفصل الثانی، المسئلة الثالثة ، مطبوعة: دارالآثار، القاهرة، المصر، الطبعة الاولیٰ: 2007ء)

لہٰذا امام محمد کا اس مسئلہ میں شیخین سے اختلاف کا حکم لگانا محلِ نظر ہے۔ محمد رضوان۔

پھر نور العین میں فرمایا کہ علامہ فہامہ ابوسعود مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلے کا جو جواب دیا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ (توبہ قبول کیے جانے کا) مسئلہ اختلافی ہے۔

سلطان مجاہد فی سبیل الرحمٰن سلیمان خان بن سلیم خان کی خدمت میں، دونوں قولوں میں جمع وتطبیق کو پیش کیا گیا، اور مومنین کی رعایت کے لیے یہ طے کیا گیا کہ بہتر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے شخص کی توبہ کی حالت کی طرف نظر کی جائے، اگر اس کی توبہ کا صحیح ہونا اور حسنِ اسلام اور اصلاحِ حالت سمجھ آتی ہو، تو حنفیہ کے قول پر عمل کیا جائے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے، اور تنبیہ کی غرض سے اس کی تعزیر اور حبس کی سزا پر اکتفاء کیا جائے، اور اگر اس سے خیر کی امید نہ سمجھی جائے، تو مذہبِ غیر پر عمل کیا جائے، اس کی توبہ اور اس کے اسلام پر اعتماد نہ کیا جائے، اور اس کو حد کے طور پر قتل کیا جائے۔ [1]

جس کے بعد سلطان نے اپنے ممالک کے تمام قاضیوں کو یہ حکم دیا کہ آج کے بعد اس جمع وتطبیق پر عمل کیا جائے، کیونکہ اس میں نفع وضرر دونوں کو جمع کر لیا گیا ہے، یہ خلاصہ ہے، اس جواب کا، اللہ ان کی کوشش کو قیامت کے دن قبول فرمائے۔

اور اسی پر شیخ علاؤالدین کا کلام ان کی تنویر کی شرح میں پایا جاتا ہے کہ آج اسی جمع پر عمل ہے، جیسا کہ محقق ابوسعود نے ذکر کیا ہے۔

(علامہ ابنِ عابدین شامی فرماتے ہیں کہ) لیکن یہ بات مخفی نہیں کہ مرحوم سلطان سلیمان علیہ الرحمۃ والرضوان کا حکم اپنے ممالک کے تمام قاضیوں کے لیے آج کے دن باقی نہیں رہا، کیونکہ وہ فوت ہو چکے، اور گزر چکے، لہٰذا ہمارے زمانے کے قاضیوں کے لیے جدید حکم ضروری ہے، ہر قاضی کے لیے، یہاں تک کہ اس کا حکم،

---

[1] سلطانِ مذکور نے بھی توبہ قبول کیے جانے کو حنفیہ کا اور مخصوص حد کے طور پر قتل کیے جانے کو غیر حنفیہ کا مذہب سمجھا، اور اس زمانے میں کسی سے اس تقسیم پر نکیر ثابت نہیں۔محمد رضوان۔

مذہبِ غیر کے مطابق نافذ ہو، تاکہ وہ اس حکم میں سلطان کا نائب شمار ہو، اور جو یہ بات مشہور ہے کہ دولتِ عثمانیہ کے سلاطین میں سے، اللہ ان کو توفیق عطا فرمائے، ہر سلطان سے، اس سے پہلے سلطان کا عہد لیا جاتا ہے، اور اس سے حکومت، سپرد کرتے وقت بیعت لی جاتی ہے، تو یہ بات کافی نہیں ہے، کیونکہ اس کے عہد لیے جانے سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ ان کے قاضی بھی اس چیز پر مامور ہوں، بلکہ ان کے لیے امرِ جدید لازم ہے، جب ان کو ولایت سپرد کر دی جائے گی، پھر جب وہ ہمارے زمانے میں قاضی کے عہدے پر فائز ہو جائے گا، اور اپنے منشور میں یہ بات لکھ دے گا کہ اس مسئلہ میں مالکیہ، یا حنابلہ کے مذہب کے مطابق فیصلہ کیا جائے، تو اس کا حکم صحیح ہوگا، ورنہ صحیح نہیں ہوگا، اور اگر پھر وہ (یعنی سلطان) اس قاضی کو معزول کر دے، اور دوسرے قاضی کو مقرر کر دے، تو اس دوسرے قاضی کے لیے بھی امرِ جدید ضروری ہوگا، جیسا کہ کوئی شخص کسی کو، کسی چیز کے فروخت کرنے کا مخصوص قیمت کے ساتھ وکیل بنا دے، پھر اس کو معزول کر دے، اور دوسرے کو وکیل بنا دے، یا اسی کو دوبارہ وکیل بنا دے، اور قیمت کو متعین نہ کرے، تو اس کی وکالت مطلق ہوگی، جب تک کہ وہ تعیین نہ کرے۔

اور فقہاء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ قاضی، سلطان کے حکم میں اس کا وکیل ہوتا ہے، اور اس کا نائب ہوتا ہے، پس جب اس کی قضاء کسی زمان یا مکان یا شخص یا واقعہ یا مذہب کے ساتھ مخصوص ہو، تو وہ (قضاء) اسی کے ساتھ مخصوص ہوگی، ورنہ مخصوص نہیں ہوگی، اور ہمارے زمانے کے قاضیوں کو سیدنا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے صحیح مذہب کا حکم دیا جاتا ہے، اور فقہاء نے ''رسم المفتی'' میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ (غیر مجتہد) مقلد کا فیصلہ اپنے مذہب کے خلاف، بالکل بھی نافذ نہیں ہوتا، پس اس صورت میں حنبلی قاضی یا مالکی قاضی کی تولیت ضروری ہے،

تا کہ وہ اس کے مطابق فیصلہ کرے، جس کو حنفی نافذ کردے۔

اور خلاصہ اور لبِّ لباب اس مقام میں جس میں قدم ڈگمگا گئے ہیں، اور بڑے بڑے فضلاء مشہور اہلِ علم سے نقلِ صریح کے بعد اختلاف میں پڑ گئے ہیں، بغیر مکمل سند کے عدول کرنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے، اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی شانِ مبارکہ ظنون اور اوہام سے بری ہے، جس کو کسی سب وشتم کرنے والے بدبخت کی وجہ سے کوئی داغ، دھبہ نہیں آ سکتا، پس مفتی پر قیامت کے دن اپنے آپ کو خلاصی دینے کے لیے احتیاط کرنا واجب ہے، کیونکہ مسلمان کو قتل کرنا، عظیم ترین گناہوں سے تعلق رکھتا ہے، اور اگر اس کا قتل کرنا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول بھی ہوتا، تب بھی اس کے خلاف منقول قول کے پائے جانے کی صورت میں، اس سے اعراض کرنا واجب ہوتا، کیونکہ فقہاء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ حدود کو شبہات کی وجہ سے ساقط کردیا جاتا ہے، اور اہلِ اسلام کو قتل کرنے سے دور رکھا جاتا ہے، نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے اس قول کی وجہ سے کہ ’’تم مسلمانوں سے حدود کو دور کرو، جتنی تمہیں استطاعت ہو، پس اگر تم مسلمان کے لیے بچنے کا کوئی راستہ پاؤ، تو اس کے راستے کو خالی چھوڑ دو، کیونکہ امام کا معاف کرنے میں خطا کرنا بہتر ہے، اس سے کہ وہ سزا دینے میں خطا کرے‘‘ اس کو سیوطی نے اپنی کئی کتابوں میں ذکر کیا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اسی چیز میں مقبول ہے، جس کا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہو، نہ کہ اس چیز میں، جس سے آپ نے منع فرمایا ہو، اور تنبیہ فرمائی ہو، پس یہ جو کچھ ثابت ہوا، اس کی تحریر ہے، اس کو یاد رکھیے، **والسلام** (تنقیح فتاویٰ الحامدیۃ)

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے مذکورہ مفصل عبارت کے آخر میں جو حدود کو شبہات کی وجہ سے ممکنہ حد تک ساقط کرنے کا حکم بیان فرمایا، یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی زبردست

تائید ہے، جس کے متعلق کئی احادیث وآثار مروی ہیں، اوران میں سے بعض روایات اگرچہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں، لیکن وہ دوسری روایات سے مل کر قوت حاصل کر لیتی ہیں۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِدْرَءُ وا الْحُدُوْدَ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ مَا اسْتَطَعْتُمْ، فَإِنْ كَانَ لَهُ مَخْرَجٌ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُ، فَإِنَّ الْإِمَامَ أَنْ يُّخْطِءَ فِي الْعَفْوِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يُّخْطِءَ فِي الْعُقُوْبَةِ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۱۴۲۴، ابواب الحدود، باب ما جاء فی درء الحدود)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں تک ہوسکے مسلمانوں سے حدود کو دور کرو، اگر اس کے لیے کوئی راستہ ہو، تو اس کا راستہ چھوڑ دو، امام کا غلطی سے معاف کر دینا غلطی سے سزا دینے سے بہتر ہے (ترمذی)

امام ترمذی نے مذکورہ حدیث کو سند کے اعتبار سے ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے موقوفاً بھی اسی طرح کی روایت مروی ہے۔ [2]

---

[1] قال الترمذی:حدثنا هناد قال :حدثنا وكيع، عن يزيد بن زياد نحو حديث محمد بن ربيعة ولم يرفعه، وفي الباب عن أبي هريرة، وعبد الله بن عمرو :حديث عائشة لا نعرفه مرفوعا إلا من حديث محمد بن ربيعة، عن يزيد بن زياد الدمشقي، عن الزهري، عن عروة، عن عائشة، عن النبي صلى الله عليه وسلم ورواه وكيع، عن يزيد بن زياد نحوه، ولم يرفعه ورواية وكيع أصح، وقد روى نحو هذا عن غير واحد من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم أنهم قالوا مثل ذلك ويزيد بن زياد الدمشقي ضعيف في الحديث، ويزيد بن أبي زياد الكوفي أثبت من هذا وأقدم.

[2] عن عروة ، عن عائشة ، قالت :ادرؤوا الحدود عن المسلمين ما استطعتم ، فإذا وجدتم للمسلم مخرجا ، فخلوا سبيله ، فإن الإمام أن يخطىء في العفو ، خير من أن يخطىء في العقوبة(مصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث ۲۹۰۹۴)

أخبرنا القاسم بن القاسم السياري، أنبأ أبو الموجه، أنبأ عبدان، أنبأ الفضل بن موسى، عن يزيد بن زياد الأشجعي، عن الزهري، عن عروة، عن عائشة رضي الله عنها، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ادرئوا الحدود عن المسلمين ما استطعتم، فإن وجدتم لمسلم مخرجا فخلوا سبيله، فإن الإمام أن يخطء في العفو خير من أن يخطء بالعقوبة هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۸۱۶۳)

اورحضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح کی روایت مروی ہے۔ ١

اورحضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح کا اثر مروی ہے۔ ٢

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کا ارشاد مروی ہے۔ ٣

اور بعض دیگر صحابہ وتابعین سے بھی اسی قسم کے آثار مروی ہیں۔ ٤

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِدْرَءُ وا الْحُدُوْدَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث ٦٦١٨، ج ١١ ص ٤٩٤، مسند ابی ھریرۃ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم حدود کو جہاں تک ہو سکے، ساقط کرو (ابویعلیٰ)

اس حدیث کی سند پر اگرچہ محدثین نے کلام کیا ہے۔ ٥

---

١ عن حماد عن إبراهيم قال كان يقال ادرؤا الحدود عن المسلمين ما استطعتم فإذا وجدتم للمسلم مخرجا فادرؤا عنه فإنه أن يخطأ حاكم من حكام المسلمين فى العفو خير من أن يخطأ فى العقوبة (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ١٨٦٩٨)

٢ حدثنا إبراهيم بن عبد الله، ثنا محمد بن إسحاق قال :ثنا قتيبة بن سعيد، ثنا الليث بن سعد، عن معاوية بن صالح، عن أبى عقبة، أن عمر بن عبد العزيز قال :ادرء وا الحدود ما استطعتم فى كل شبهة، فإن الوالى إن أخطأ فى العفو خير من أن يتعدى فى الظلم والعقوبة(حلية الاولياء ، ج٥، ص ٣١١، تحت ترجمة: عمر بن عبد العزيز)

٣ عن إبراهيم أن عمر بن الخطاب قال ادرؤا الحدود ما استطعتم (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ١٣٦٤١)

عن إبراهيم، قال: قال عمر بن الخطاب: لئن أعطل الحدود بالشبهات أحب إلى من أن أقيمها بالشبهات(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ٢٩٠٨٥)

٤ عن عمرو بن شعيب ، عن أبيه ؛ أن معاذا ، وعبد الله بن مسعود ، وعقبة بن عامر ، قالوا : إذا اشتبه عليك الحد فادرأه(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ٢٩٠٨٦)

عن الأعمش ، عن إبراهيم ، قال : كانوا يقولون ، ادرؤوا الحدود عن عباد الله ما استطعتم(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ٢٩٠٨٨)

عن برد ، عن الزهرى ، قال : ادفعوا الحدود لكل شبهة(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ٢٩٠٨٩)

٥ قال حسين سليم أسد الدارانى: إسناده ضعيف (حاشية مسند ابى يعلىٰ)

لیکن اس کی تائیداوپر والی احادیث اورآ ثار سے، اوراس کے علاوہ بعض صحابہ کرام وتابعین کے آثار سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

اِدْرَءُ وا الْجَلْدَ وَالْقَتْلَ عَنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَا اسْتَطَعْتُمْ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۸۹۴۷، ج۹ ص ۱۹۲)

ترجمہ: تم اللہ کے بندوں سے کوڑے لگانے اور قتل کرنے کی سزا کو جہاں تک ہو سکے ساقط کرو (طبرانی)

اورایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

اِدْرَءُ وا الْحُدُوْدَ وَالْقَتْلَ عَنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَا اسْتَطَعْتُمْ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۹۶۹۵، ج۹ ص ۳۴۱)

ترجمہ: تم اللہ کے بندوں سے حدوداور قتل کرنے کی سزا کو جہاں تک ہو، ساقط کرو (طبرانی)

بعض روایات میں قتل اور جَلد کا ذکر ہے۔ [1]

---

[1] عن أبی وائل ، عن عبد الله ، قال : ادرؤوا القتل والجلد عن المسلمين ما استطعتم(مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحديث ۲۹۰۹۰)

قال سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشّثری:

الحديث إسناده حسن، وفی عاصم كلام يسير لا ينزله عن مرتبة الحسن، وقد تقوى بمجيئه من طرق أخرى، وإن كانت لا تخلو من ضعف أو انقطاع، بل بعضها ضعيف جدا.

والحديث يبقى موقوفا على ابن مسعود.

وقد صوب الألبانی –حفظه الله– وقفه على ابن مسعود كما فی: (ضعيف الجامع 1/ 117).

وحسن سنده فی الإرواء .(8/ 26)

وهذه الرواية الموقوفة وغيرها من الروايات الأخرى تعضد المرفوع، وتدل على أن له أصلا فی الجملة (حاشية المطالب العالية، ج۹ ص۵۸، تحت رقم الحديث ۱۸۵۷، كتاب الحدود، باب درء الحد بالشبهة)

”تنبیهُ الولاة والحکام“ کا حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ کے ”رسائل“ میں ایک کتاب مستقل اسی موضوع پر ہے، جس کا نام ”کتاب تنبیه الولاة والحکام علیٰ احکام شاتم خیر الأنام أو أحد أصحابه الکرام علیه وعلیهم الصلاة والسلام“ ہے، اس کتاب میں علامہ شامی رحمہ اللہ نے حنفیہ کے اصل مذہب کو مدلل ومفصل انداز میں منقح کیا ہے، جس کی رو سے حنفیہ کے نزدیک سابِّ رسول کی توبہ اسلام لانے پر قبول کی جاتی ہے اور اس ارتداد کی وجہ سے لازم آنے والے قتل کا حکم ساقط ہو جاتا ہے۔

اس کتاب میں ایک مقام پر علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(اذا علمت) ذلک فنقول الساب المسلم مرتد قطعا فالکلام فیه کالکلام فی المرتد فیکون قتله حدا ایضا لکن هل قتله لعموم الردة او لخصوص الشتم او لهما معا محل نظر وربما اشعر حدیث من سب نبیا فاقتلوه مع حدیث من بدل دینه فاقتلوه ان قتله لهما معا لان تعلیق الحکم علی الوصف یشعر بان الوصف هو العلة وقد علق القتل فی الاول علی السب فاقتضی انه علة الحکم وعلق فی الحدیث الآخر علی التبدیل فاقتضی انه علة الحکم ایضا ولامانع من اجتماع علتین شرعیتین علی معلول واحد .

ولکن قدیقال ان السب لم یکن علة لذاته بل لکونه ردة لانه المعنی الذی یفهمه کل احد وکون السب بخصوصه هو علة القتل یحتاج الی دلیل اذلاشک ان السب کفر خاص فیدخل تحت عموم من بدل دینه فاقتلوه وبالاسلام تزول علة القتل لان

معنی فاقتلوہ ای مادام مبدلالدینہ.

لماعلمت من اتفاق جمهور الأئمة على قبول توبة المرتد ودرء القتل عنه بالاسلام ويدل على ان العلة الكفر لاخصوص السب عندنا ان الساب اذا كان كافرا لايقتل عندنا الا اذا رآه الامام سياسة ولو كان السب هو العلة لقتل به حدا لاسياسة فاحفظ هذا التقرير، فانه ينفعک فيما سيأتی مع مزيد تحرير (كتاب تنبيه الولاة والحكام علىٰ احكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام، صفحه ۳۷،۳۸، الباب الاول، الفصل الاول،المسئلة الثانية ، مطبوعة: دارالآثار، القاهرة، المصر، الطبعة الاولىٰ: 2007ء)

ترجمہ: جب آپ یہ بات جان چکے تو ہم کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرنے والا مسلمان، قطعی طور پر کافر ہے، اور اس میں کلام، مرتد کے کلام کی طرح ہے، اور اس کا قتل بھی "حد" کے طور پر ہے، لیکن کیا اس کا قتل، عام مرتد ہونے کی وجہ سے ہے، یا خاص سب وشتم کی وجہ سے ہے، یا ان دونوں کی وجہ سے ہے؟ یہ بات محلِ نظر ہے۔

اور بسا اوقات یہ حدیث کہ جو نبی کو گالی دے، تو اسے قتل کردو، دوسری یہ حدیث کہ جو اپنے دین کو بدل دے تو اسے قتل کردو، یہ اس بات کی خبر دیتی ہیں کہ اس کا قتل کرنا دونوں باتوں کی وجہ سے ہے، کیونکہ حکم کا کسی وصف پر معلق کرنا، اس بات کی خبر دیتا ہے کہ وہ وصف ہی علت ہے، اور قتل کو پہلی حدیث میں سب وشتم پر معلق کیا گیا ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ (یعنی سب وشتم) اس حکم (یعنی قتل) کی علت ہے، اور دوسری حدیث میں قتل کے حکم کو دین کے تبدیل کرنے پر معلق کیا گیا ہے، اس کا تقاضا بھی یہ ہے کہ یہ (یعنی دین کو بدلنا اس قتل کے) حکم کی علت ہے، اور دو

شرعی علتوں کے کسی ایک معلول (یعنی حکم) پر جمع ہونے میں کوئی مانع نہیں۔
لیکن بسا اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ سب وشتم، بذاتِ خود علت نہیں، بلکہ اس کے ارتداد ہونے کی وجہ سے علت ہے، کیونکہ اسی معنیٰ کو ہر ایک سمجھتا ہے (یعنی یہ سمجھتا ہے کہ سب وشتم کرنے کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے، اور کفر کی وجہ سب وشتم ہے) اور سب وشتم کا خاص، قتل کی علت ہونا، دلیل کا محتاج ہے، کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ سب وشتم خاص قسم کا کفر ہے، لہٰذا یہ ''مَنْ بَدَّلَ دِیْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ'' کے عموم کے تحت داخل ہوگا، اور اسلام لانے سے قتل کی علت زائل ہو جاتی ہے، کیونکہ ''فاقتلوہ'' کے معنیٰ یہ ہیں کہ ''جب تک وہ اپنے دین کو بدلے رہے'' کیونکہ آپ یہ بات جان چکے ہیں کہ جمہور ائمہ کا، مرتد کی توبہ قبول ہونے اور اس کے اسلام لانے پر قتل کے ساقط ہو جانے پر اتفاق ہے، اور ہمارے نزدیک (قتل کی) اصل علت ''کفر'' کے ہونے، اور خاص سب وشتم کے نہ ہونے پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ جب (سب وشتم کرنے والا پہلے سے) کافر ہو، تو اس کو ہمارے نزدیک قتل نہیں کیا جاتا، مگر اسی صورت میں جبکہ امام المسلمین اس کی سیاسی طور پر ضرورت سمجھے، اور اگر سب وشتم کرنا ہی، اس کے قتل کی علت ہوتا تو اس (کافر) کو بھی ''حد'' کے طور پر قتل کیا جاتا، سیاست کے طور پر قتل نہ کیا جاتا، پس اس تقریر کو یاد کر لیجیے، کیونکہ یہ آپ کو آنے والی مزید تحریر کے ساتھ نفع بخش ہوگی (کتاب تنبیهُ الولاۃ)

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے ہمارے نزدیک مذکورہ کتاب میں، اس مسئلہ کے تقریباً اکثر پہلوؤں پر محققانہ کلام کیا ہے، جس کی وجہ سے آپ حنفیہ کے موقف کو منقح کرنے میں مبارکباد اور اجرِ عظیم کے مستحق ہیں، البتہ کوئی جزوی اختلاف اس کے منافی نہیں۔

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا عبارت میں جن دو حدیثوں کا حوالہ دیا ہے، ان میں سے دین کی تبدیلی کرنے والے کو قتل کرنے کی حدیث تو صحیح اسناد کے ساتھ مروی ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ بَدَّلَ دِیْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ (بخاری، رقم الحدیث ۳۰۱۷، کتاب الجهاد والسیر، باب: لا یعذب بعذاب الله)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنا دین بدل دے، تو تم اس کو قتل کردو (بخاری)

اس طرح کی حدیث حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ [1]

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی حدیث مروی ہے۔ [2]

مذکورہ احادیث میں قتل کے حکم کی تصریح کے باوجود، اگر کوئی اسلام لے آئے، تو جمہور فقہائے کرام کے نزدیک اس سے قتل کا حکم ساقط ہوجاتا ہے۔ یہ مسئلہ تو واضح ہے۔

جہاں تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے کے قتل کی حدیث کا تعلق ہے، تو اس سے مسئلہ ہٰذا پر اگرچہ بہت سے مشائخِ حنفیہ نے استدلال کیا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ حدیث جس سند سے مروی ہے، اس میں شدید ضعف پایا جاتا ہے، جس کی بنا پر اس سے اس اہم حکم پر استدلال کرنا، راجح معلوم نہ ہوسکا۔

چنانچہ اس حدیث کو امام طبرانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ [3]

---

[1] عن قتادة، عن الحسن قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من بدل دينه فاقتلوه (سنن النسائی، رقم الحدیث ۴۰۶۳)

[2] عن أبی هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من بدل دينه فاقتلوه (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۸۶۲۳)

قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الأوسط، وإسناده حسن (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۰۵۷۲، باب فی من كفر بعد إسلامه نعوذ بالله من ذلک وهل يستتاب وكم يستتاب)

[3] حدثنا عبيد الله بن محمد العمری القاضی بمدينة طبرية سنة سبع وسبعين ومائتين، حدثنا إسماعيل بن أبی أويس، حدثنا موسى بن جعفر بن محمد، عن أبيه، عن جده علی بن الحسين، عن الحسين بن علی، عن علی رضی الله عنهم قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: من سب الأنبياء قتل، ومن سب أصحابی جلد لا يروى عن علی إلا بهذا الإسناد تفرد به ابن أبی أويس (المعجم الصغير للطبرانی، رقم الحدیث ۶۵۹)

نیز اس حدیث کو تمام رازی نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

لیکن اس کی سند میں بعض راوی ایسے پائے جاتے ہیں، جو "متھم بالکذب" ہیں۔ [2]

---

[1] حدثنا أبو الحسن مزاحم بن عبد الوارث البصرى، ثنا الحسين بن حميد بن الربيع اللخمى، حدثنى عبد السلام بن صالح الهروى، حدثنى على بن موسى الرضا، حدثنى أبى موسى بن جعفر، عن أبيه جعفر بن محمد، عن أبيه محمد بن على، عن أبيه على بن الحسين، عن أبيه، عن على عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :من سب نبيا من الأنبياء فاقتلوه، ومن سب واحدا من أصحابى فاجلدوه(فوائد تمام، رقم الحديث ٧٤٠)

[2] الحسين بن حميد بن الربيع الكوفى الخزاز .

عن: أبى نعيم، ومسلم بن إبراهيم، وجماعة.

وعنه: عمر بن محمد الكاغدى، وعثمان ابن السماک، وآخرون.

وهو ضعيف، وقد جمع تاريخا.

توفى فى ذى الحجة سنة اثنتين وثمانين ورماه بالكذب مطين(تاريخ الاسلام للذهبى، ج٦ص ٧٤٠، تحت رقم الترجمة ٢٢١)

الحسين بن حميد بن الربيع الكوفى الخزاز.

كذبه مطين.

يروى، عن أبى بكر بن أبى شيبة.

وذكره ابن عدى واتهمه .انتهى.

قال ابن عدى: سمعت أحمد بن محمد بن سعيد – هو ابن عقدة – يقول سمعت مطينا يقول ومر عليه ابن لحسين بن حميد بن الربيع فقال: هذا كذاب ابن كذاب ابن كذاب.

قال وسمعت عبدان يقول: سمعت حسين بن حميد بن الربيع يقول سمعت أبا بكر بن أبى شيبة يتكلم فى يحيى بن معين ويقول من أين له حديث حفص بن غياث، عن الأعمش، عن أبى صالح، عن أبى هريرة رفعه: من أقال نادما أقاله الله عثرته.

هو ذا كتب حفص بن غياث عندنا وكتب ابنه عمر بن حفص ليس فيها من ذا شىء.

قال ابن عدى: هذه الحكاية لم يحكها، عن أبى بكر غير حسين هذا وهو متهم فيها ويحيى أجل من أن يقال فيه مثل هذا لأن عامة الرواة به تسبرأ أحوالهم.

وهذا الحديث قد رواه زكريا بن عدى عن حفص بن غياث ثم ساقه بسنده عنه.

قال وقد رواه، عن الأعمش أيضا مالک بن سعير قال: والحسين متهم عندى كما قال مطين.

قلت: وقد أشار الذهبى إلى قول أبى بكر بن أبى شيبة فى ترجمة ابن معين فقال قد استنكر أبو بكر بن أبى شيبة ليحيى ذاک الحديث عن حفص بن غياث هكذا جزم به وليس بجيد مع قول ابن عدى إن حسين بن حميد تفرد به وأنه متهم فلم يثبت ذلک، عن ابن أبى شيبة وبالله التوفيق(لسان الميزان لابنِ حجر، ج٣ص ١٥٩، تحت رقم الترجمة ٢٥٠١)

عبد السلام بن صالح بن سليمان بن أيوب بن ميسرة، أبو الصلت القرشى العبشمى، مولاهم الهروى، ثم النيسابورى.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس لیے یہ بھی مسئلہ ہٰذا میں بذاتِ خود، قابلِ استدلال نہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مولى عبد الرحمن بن سمرة.

روى عن: مالك، وشريك، وحماد بن زيد، وعبد السلام بن حرب، وخلف بن خليفة، وهشيم، وعلى بن موسى الرضى، وإسماعيل بن عياش، وطائفة .

وعنه: سهل بن أبى سهل، ومحمد بن إسماعيل الأحمسى، وابن أبى الدنيا، وعباس الدورى، وعلى بن الحسين بن الجنيد، ومحمد بن أيوب بن الضريس، وأحمد بن أبى خيثمة، والحسن بن الحباب المقرء، والحسن بن علويه القطان، والحسين بن إسحاق التسترى، وعبد الله بن أحمد بن حنبل، وخلق.

وكان موصوفا بالزهد والتأله.

قال أحمد بن سيار المروزى: قدم مرو غازيا، فأدخل على المأمون، فلما سمع كلامه جعله من خاصة إخوانه، وحبسه عنده، إلى أن خرج معه إلى الغزو .ولم يزل عنده مكرما إلى أن أراد المأمون إظهار كلام جهم وخلق القرآن .فجمع بينه وبين بشر المريسى، وسأله أن يكلمه .وكان أبو الصلت يرد على أهل الأهواء من المرجئة والجهمية والزنادقة والقدرية، وكلم بشر المذكور غير مرة بحضرة المأمون، وغيره من أهل الكلام .وفى كل ذلك كان الظفر له .وكان يعرف بكلام الشيعة، فناظرته فى ذلك لاستخراج ما عنده، فلم أره يفرط .ورأيته يقدم أبا بكر وعمر، ويترحم على على وعثمان، ولا يذكر الصحابة إلا بالجميل .وسمعته يقول: هذا مذهبى الذى أدين الله به .إلا أن ثم أحاديث يرويها فى المثالب .وسألت إسحاق بن إبراهيم عن تلك الأحاديث، وهى مروية نحو ما جاء فى أبى موسى، وما روى فى معاوية، فقال: هذه أحاديث قد رويت، فأما من يرويها على طريق المعرفة فلا أكره ذلك .وأما من يرويها ديانة، فإنى لا أرى الرواية عنه.

وسئل يحيى بن معين، عن أبى الصلت فقال: قد سمع وما أعرفه بالكذب.

وقال عباس الدورى: سمعت ابن معين يوثق أبا الصلت عبد السلام بن صالح، فقيل له: إنه حدث عن أبى معاوية عن الأعمش: أنا مدينة العلم وعلى بابها، فقال: ما تريدون من هذا المسكين؟ قد حدث به محمد بن جعفر الفيدى عن أبى معاوية .

وقال أحمد بن محمد بن القاسم بن محرز: وسألت ابن معين عن أبى الصلت، فقال: ليس ممن يكذب، فقيل له فى حديث أبى معاوية أنا مدينة العلم، فقال: هو من حديث أبى معاوية، أخبرنى ابن نمير، قال: حدث به أبو معاوية قديما ثم كف عنه، وكان أبو الصلت رجلا موسرا يطلب هذه الأحاديث، ويكرم المشايخ، وكانوا يحدثونه بها.

وقال أبو حاتم: لم يكن عندى بصدوق .وأما أبو زرعة فأمر أن يضرب على حديثه.

وقال النسائى: ليس بثقة.

وقال الدارقطنى: كان رافضيا خبيثا .قيل: إنه كان يقول: كلب للعلوية خير من جميع بنى أمية.

وقال محمد بن عبد الرحمن السامى: توفى أبو الصلت يوم الأربعاء لست بقين من شوال سنة ست وثلاثين.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی وجہ سے امام مقدسی نے اس حدیث کی سند کو غریب قرار دیا ہے۔ [1]

اور اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد علامہ ہیثمی نے فرمایا کہ اس حدیث کو طبرانی نے اپنے شیخ ''عبیداللہ بن محمد عمری'' سے روایت کیا ہے، جن کی طرف امام نسائی نے جھوٹ بولنے کی نسبت کی ہے۔ [2]

اور ناصر الدین البانی صاحب نے اس حدیث کو موضوع و من گھڑت قرار دیا ہے۔ [3]

اور اسی بناء پر امام ابوالحسن تقی الدین سبکی (المتوفی: 756ہجری) اس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

روى له ابن ماجه حديث: الإيمان معرفة بالقلب وعمل بالأركان.

قال البرقاني: سمعت الدارقطني يقول: كان أبو الصلت رافضيا، وهو متهم بوضع حديث: الإيمان إقرار بالقول، لم يحدث به إلا من سرقه منه(تاريخ الاسلام للامام الذهبى، ج٥ص٨٢٨، ٨٢٩، تحت رقم الترجمة ٢٠٥)

[1] حديث: من سب نبيا فاقتلوه..... (الحديث)

غريب من حديث موسى الرضى عن أبيه عن جعفر.

وهو أيضا غريب من حديث أخيه عبد الله بن موسى عنه .ما كتبته إلا عن هذا الشيخ محمد بن نوح الجنديسابورى عن عبد العزيز بن محمد بن الحسن بن زبالة عن عبد الله بن موسى بن جعفر عن أبيه على بن موسى (اطراف الغرائب والافراد، تحت رقم الحديث ٢٤٩، ج١، ص ١٨٥)

[2] قال الهيثمي: رواه الطبرانى فى الصغير والأوسط عن شيخه عبيد الله بن محمد العمرى رماه النسائى بالكذب(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج : ٦ ص : ٢٦٠ ، كتاب الحدود والديات ، باب فى من سب نبيا أو غيره)

[3] "من سب الأنبياء قتل، ومن سب أصحابى جلد ."

موضوع.

أخرجه الطبرانى فى "الصغير "(ص 137) و "الأوسط "(- 4739 / 281 / 1بترقيمى) حدثنا عبيد الله بن محمد العمرى القاضى – بمدينة طبرية – سنة سبع وسبعين ومئتين حدثنا إسماعيل بن أبى أو يس حدثنا موسى بن جعفر بن محمد عن أبيه عن جده على بن الحسين عن الحسين بن على عن على رضى الله عنه مرفوعا.

قلت: وهذا الإسناد رجاله كلهم ثقات إلا العمرى كما قال الحافظ فى "اللسان "والعمرى متهم بالكذب والوضع كما تقدم فى الحديث الذى قبله، قال الحافظ: ومن مناكيره هذا الخبر.

والحديث ذكره الهيثمى فى "المجمع (260 / 6) "وقال: رواه الطبرانى فى "الصغير "و" الأوسط "عن شيخه عبيد الله بن محمد العمرى رماه النسائى بالكذب(سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ٢٠٦)

وقوله صلى الله عليه وسلم من سب نبيا فاقتلوه إن ثبت فهو عمدة فى أن قتله حد لا يسقط بالتوبة كما يقوله المالكية لكن هذا الحديث لا نعلمه إلا بإسناد لم يظهر لنا من حاله شيء فلا يصح الاحتجاج بعمومه وجعل مناط القتل من غير توبة ولا استتابة وإن تاب حدا هذا إنما صح لو صح الحديث وذلک الوقت يحتمل أن يقال إنه مشروط بعدم التوبة وأما إذا لم يصح فالقول بعدم التوبة والأخذ بعمومه صعب (فتاوى السبكى، ج ۲، ص ۵۸۴ ، كتاب الدعوىٰ والبينات ، باب جامع ،فصل سب النبى)

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ جو شخص نبی کو سب وشتم کرے، تو تم اس کو قتل کردو، اگر یہ حدیث ثابت ہو، تو یہ اس کے قتل کے ''ایسی حد ہونے کی'' عمدہ دلیل ہوگی، جو توبہ سے ساقط نہیں ہوتی، جیسا کہ مالکیہ کا قول ہے، لیکن یہ حدیث ہمارے علم کے مطابق ، ایسی سند سے ہی مروی ہے، جس کی حالت ہمارے سامنے اتنی ظاہر نہیں ہوئی، جس کی وجہ سے اس کے عموم سے دلیل پکڑنا اور قتل کا دارومدار ایسی ''حد'' کو بنانا، جس میں نہ توبہ قبول ہو، اور نہ توبہ طلب کی جائے، اگرچہ وہ توبہ کرلے، یہ اسی صورت میں صحیح ہوسکتا ہے، جبکہ یہ حدیث صحیح ہو، مگر اس وقت بھی یہ احتمال باقی رہتا ہے کہ یہ کہا جائے گا کہ یہ قتل، توبہ نہ کرنے کے ساتھ مشروط ہے (جیسا کہ من بدل دینہٗ ، والی حدیث بھی اسی کے ساتھ مشروط ہے) اور اگر یہ حدیث صحیح نہ ہو، تو توبہ کو قبول نہ کرنا، اور اس کے عموم کو لینا مشکل ہے (فتاویٰ السبکی)

پس اگر سابُّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل والی حدیث کی سند، صحیح نہ ہو، تو اس تاویل کی بھی ضرورت پیش نہیں آتی، جو علامہ ابنِ عابدین شامی اور علامہ تقی الدین سبکی رحمہما اللہ نے بیان فرمائی ہے۔

لہٰذا ہمیں علامہ ابنِ عابدین شامی اور امام تقی الدین سبکی رحمہما اللہ کی مذکور تعلیل وتوجیہ سے اتفاق ہے۔

جس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ احادیث میں دین بدلنے والے کے قتل کا حکم ہے، لیکن اس کے باوجود اس کی توبہ کو قبول کیا جاتا ہے۔

اور پہلے معلوم ہو چکا کہ مذکورہ حدیث کی سند اس قابل نہیں کہ اس کو قتلِ مسلم جیسے عظیم پُر خطر باب میں قابلِ حجت سمجھا جائے، اور اس کے مقابلہ میں دیگر صحیح ومستند نصوص کو نظر انداز کر دیا جائے۔

اور واقعہ یہ ہے کہ جن حضرات نے توبہ کے باوجود، قتل کے معاف نہ ہونے کا حکم صادر کیا، ان میں سے اکثر نے نقلی دلیل میں مذکورہ حدیث کو ہی بطورِ حجت پیش فرمایا، جس کی سند اور اس کے معنیٰ پر کلام آپ ملاحظہ فرما چکے۔

رہا حقِ عبد کا مسئلہ، تو اس پر شافعیہ وحنفیہ کی طرف سے کلام پہلے گزر چکا، جس کے پیشِ نظر، یہ دلیل بھی ضعف سے خالی نہیں، پھر توبہ وتجدیدِ ایمان کے بعد قتلِ مسلم کے پُر خطر حکم، پر پیش قدمی کس طرح روا ہو گی۔

اس تفصیل سے حنفیہ وشافعیہ کے اس باب میں موقف کی تائید وتقویت ظاہر ہوتی ہے۔

''تنبیهُ الولاة والحکام'' کا دوسرا حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ ''تنبیهُ الولاة والحکام'' میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

وظاهر المذهب ان العرض مستحب عندنا لاواجب، وأنه بعد العرض يقتل من ساعته، الا إذا طلب الاستمهال، او كان الامام يرجو اسلامه، واذا استمهل فظاهر ''المبسوط'' الوجوب، وفى رواية يستحب إمهاله مطلقا، وتمام ذلک مبين فى ''فتح القدير''

و "البحر" وغیرهما ، فلا نطيل بذكره (كتاب تنبيه الولاة والحكام علىٰ احكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام، صفحه ۴۵، الباب الاول، الفصل الثانی،المسئلة الثانية ، مطبوعة: دارالآثار، القاهرة، المصر، الطبعة الاولىٰ: 2007ء)

ترجمہ: اور ظاہرِ مذہب یہ ہے کہ (مرتد وسابِّ رسول پر اسلام کا) پیش کرنا، ہمارے (یعنی حنفیہ کے) نزدیک مستحب ہے، واجب نہیں، اور اسلام کو پیش کرنے کے بعد (اگر وہ قبول نہ کرے،تو) اسی وقت قتل کردیا جائے گا،البتہ اگر وہ مہلت طلب کرے، یا امام (یعنی حکمران، یا جج وقاضی) کو اس کے اسلام کی امید ہو،تو مہلت دی جائے گی، اور جب وہ مہلت طلب کرے،تو مبسوط کی ظاہری عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو مہلت دینا واجب ہے، اور ایک روایت میں اس کو مہلت دینا مطلقاً مستحب ہے (خواہ وہ مہلت طلب کرے، یا طلب نہ کرے) اور اس کی تمام تفصیل ''فتح القدیر'' اور ''البحر'' میں موجود ہے، ہم اس کا طویل ذکر نہیں کرنا چاہتے (کتاب تنبیهُ الولاة)

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ حنفیہ کے نزدیک سابِ رسول مرتد شمار ہوتا ہے، اور اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے، اور اس کو توبہ کی مہلت دینا ایک قول کے مطابق مستحب اور ایک قول کے مطابق واجب اور ایک قول کے مطابق ، اگر وہ مہلت طلب کرے، تو ہی مہلت دینا واجب ہے۔

اور یہ حکم مرد کا ہے، جبکہ حنفیہ کے نزدیک عورت کو قتل کے بجائے، تائب ہونے اور اسلام قبول کرنے تک محبوس ومقید رکھا جاتا ہے۔

البتہ اگر کسی عورت کے قتل میں امامُ المسلمین مصلحت سمجھے،تو الگ بات ہے، جیسا کہ گزرا اور آگے ان شاءاللہ تعالیٰ تفصیلاً آتا ہے۔

”تنبیهُ الولاة والحکام“ کا تیسرا حوالہ

مذکورہ کتاب میں ہی علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ ایک مقام پر محققانہ کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فانظر كيف صرح فى هذه المواضع المتعددة مع نقله عن جماعات من ائمة مذهب الحنابلة بان مذهب ابى حنيفة قبول توبته .

وكفى بهؤلاء الائمة حجة فى اثبات ذلك ،فقد اتفق على نقل ذلك عن الحنفية القاضى عياض، والطبرى ،والسبكى، وابن تيمية، وائمة مذهبه ،ولم يذكر واحد منهم خلاف ذلك عن الحنفية. بل يكفى فى ذلك الامام السبكى وحده ،فقد قيل فى حقه :لو درست المذاهب الاربعة لاملاها من صدره، وهذا كله حجة فى اثبات ذلك .

كما ذكرنا لوخلت كتب الحنفية عن ذكر الحكم فيها، ولكنها لم تخل عن ذلك ،فقد رأيت فى كتاب ”الخراج“للامام ابى يوسف فى باب الحكم فى المرتدين عن الاسلام بعد نحو ورقتين منه مانصه، وقال ابويوسف: ”وايما رجل مسلم سب رسول الله ﷺ او كذبه ،او عابه ،او تنقصه ،فقد كفر بالله تعالىٰ ،وبانت منه امرأته، فان تاب والا قتل“وكذالك المرأة ،الا ان اباحنيفة قال:”لاتقتل المرأة ، وتجبر على الاسلام“ انتهىٰ بلفظهٖ وحروفه.

وقوله (الا ان اباحنيفة الخ)استثناء من قوله(والا قتل) اى ان لم

يتب قتل،ولما كان قتله اذا لم يتب متفقا عليه بين ائمة الدين نبه علىٰ انه ليس علىٰ اطلاقه ،بل يخرج منه المرأة عند شيخه ابى حنيفة، واتباعه، فانها لاتقتل عندهم للنهى عن قتل النساء.

وقد أشار بقوله("فان تاب وإلا قتل") الى أنه إن تاب سقطت عنه عقوبة الدنيا، والآخرة، فلا يقتل بعد إسلامه ، وإلا لم يصح قول(وإلا قتل) فإنه علق القتل على عدم توبته ، فعلمنا أن معنى قبول توبته عندنا سقوط القتل عنه فى الدنيا، ونجاته من العذاب فى الآخرة، إن طابق باطنه ظاهره.

وهذا أيضا صريح النقول التى قدمناها، فليس قبول توبته خاصا بالنسبة إلى الآخرة مع بقاء حق الدنيا بلزوم قتله، وإلا لم يبق فرق بين مذهبنا، ومذهب المالكية ، والحنابلة القائلين بعدم قبول توبته ، لأنهم متفقون على قبولها فى حق أحكام الآخرة، فقد ثبت أن العلماء رحمهم الله تعالىٰ حيث ذكروا القبول وعدمه فى هذه المسئلة ، فإن مرادهم به بالنسبة إلى القتل الذى هو حكم الدنيوى ، وأما الحكم الأخروى فإنه مبنى على حسن العقيدة ، وصدق التوبة باطنا، وذلک مما يختص بعلمه علام الغيوب جل وعلا.

ورأيت فى كتاب "النتف الحسان" لشيخ الإسلام السغدى فى كتاب المرتد ما نصه :"والسابع من سب رسول الله صلى الله عليه وسلم فإنه مرتد، وحكمه حكم المرتد، ويفعل به ما يفعل بالمرتد" انتهى بحروفه ، ومعلوم أن من أحكام المرتد قبول توبته

، وسقوط القتل عنه بها.

ورأيت فی "فتاویٰ مؤيد زاده" ما نصه : "وكل من سب النبی صلى الله عليه وسلم ،أو أبغضه، كان مرتدا ، وأما ذووا العهود من الكفار، إذا فعلو ذالک لم يخرجوا من عهودهم، وأمروا أن لا يعودوا ، فإن عادوا عزروا، ولم يقتلوا، كذا فی شرح الطحاوی" انتهی بحروفه.

ثم قال:"ومن سب النبی صلى الله عليه وسلم أو أبغضه ، كان ذلک منه ردة ، وحكمه حكم المرتدين" "شرح الطحاوی"

قال أبو حنيفة وأصحابه: من برئ من محمد ، أو كذب به، فهو مرتد حلال الدم ، إلا أن يرجع، من "الشفا"انتهی.

وكذلک رأيت فی "معين الحكام" معزيا الی "شرح الطحاوی" ما صورته : من سب النبی صلى الله عليه وسلم أو أبغضه ، كان ذالک منه ردة، وحكمه حكم المرتدين، انتهی، كذا نقله فی "منح الغفار " عن "معين الحكام" المذكور.

وفی "نورالعين فی إصلاح جامع الفصولين" عن "الحاوی" "من سب النبی صلى الله عليه وسلم يكفر، ولا توبة له سوی تجديد الإيمان" انتهی.

(فهذه) النقول عن أهل المذهب صريحة فی أن حكم الساب المذكور إذا تاب قبلت توبته، فی حق القتل.

وقدمنا نقول غير أهل المذهب عن مذهبنا، وهی صريحة فيما ذكرنا ولم يحک أحد منهم خلافا، فثبت اتفاق أهل المذهب

على الحكم المذكور .

وقد صرح أئمتنا المتقدمون أيضا فى عامة الكتب فى باب الردة عند ذكرهم الألفاظ المكفرة المتعلقة بسب النبى صلى الله عليه وسلم ، أو غيره من الأنبياء ، والملائكة بقولهم كفر، أو بقولهم فهو كافر.

قال فى"التاتارخانية" من لم يقر ببعض الأنبياء عليهم السلام أو عاب نبيا بشىء ،أو لم يرض بسنة من سنن المرسلين صلى الله تعالىٰ عليهم وسلم ،فقد كفر"

وفى "التتمة "سئل على بن أحمد عمن نسب إلى الأنبياء الفواحش ، كالرمى بالزنا ونحوه الذى يقوله الحشوية فى يوسف -عليه السلام -قال :يكفر؛ لأنه شتم لهم ،واستخفاف بهم".

وقال أبو حفص الكبير"كل من أراد بقلبه بغض النبى صلى الله عليه وسلم يكفر ،وكذلک لو قال : لوكان فلان نبيا لم أومن به فقد كفر"

وفى "المحيط" لو قال لشعر النبى -صلى الله عليه وسلم -شعير يكفر ،عند بعض المشائخ، وعند البعض لايكفر، إلا إذا قال بطريق الإهانة"

وفى "الظهيرية " "إن أراد بالتصغير، التعظيم ، لايكفر"

وفى "الينابيع" "لو عاب النبى صلى الله عليه وسلم بشيئ من العيوب، يكفر.

وفى "المحيط" "لو قال لا أدرى أن النبى كان إنسياً أو جنياً

،يكفر .وإن قـال كـان طويل الظفر ، فقد قيل يكفر ،ولو على وجه الإهـانة، ولـو قـال لـلـنبى صلى الله عليه وسلم ذلك الرجل قال كذا و كذا ، فقد قيل يكفر“ انتهىٰ.

الـىٰ غير ذالك من الألفاظ التى ذكروها وأطلقوا فيه لفظ الكفر ، ولـم يـقـل أحـد مـنهـم لا تـوبة لـه ، أو يقتل وإن أسلم ، بل أطلقوا ذلك اعتـمـاداً عـلـى ما قرروه فى أول باب الردة، من بيان حكم المرتد، وأنه إن أسلم فيها، وإلا قتل.

ولو كان حكم تلك الألفاظ المذكورة مخالفا لبقية ألفاظ الردة، لـوجـب بيـانـه بـأن يقولوا: لكنه يقتل وإن أسلم ، فعلم أن مرادهم التسـوية بيـن جـمـيـع ألـفـاظ الـردة فى قبول التوبة بالإسلام، وإن كـانـت سبـا لـنبـى ، أو غيـره، فـكيف بعد التصريح بذالك كما تـلـونــاه عـليك مـن عبــاراتهـم الـمـارة، على أن عبارات متون المذهب المعتبرة كلها ناطقة بذلك من حيث العموم.

قـال فـى ”مـخـتـصـر الـقـدورى“ ”وإذا ارتـد المسلم عن الإسلام عـرض عـليـه الإسـلام ،فـإن كـانت له شبهة، كشفت له ،ويحبس ثلاثة أيام ،فإن أسلم ،وإلا قتل“.

وقـال فـى ”متـن الـكـنـز“ يعرض الإسلام على المرتد ، وتكشف شبهته، ويحبس ثلاثة أيام، فإن أسلم، وإلا قتل“

وقـال فـى”متن المختار: وإذا أرتد المسلم والعياذ بالله تعالىٰ عن الإسـلام يـحبس ثلاثة أيام ، ويؤخذ عليه الإسلام ، فإن أسلم ، وإلا قتل“

وقال فی "متن الملتقیٰ : من أرتد والعياذ بالله تعالیٰ عرض عليه الإسلام، وكشفت شبهته إن كانت، فإن استمهل حبس ثلاثة أيام، وإلا قتل"

وهكذا فی عامة المتون، وكذا فی "الهداية" و "الجامع الصغير" لمحمد وغيرهما ، ولا شبهة إن الساب مرتد ، فيدخل فی عموم المرتدين فهو مما نطقت به متون المذهب فضلاً عن شروحه وفتاويه.

ومن القواعد المقررة إن مفاهيم الكتب معتبرة ، مسئلتنا هذه لو كانت مأخوذة من مفاهيم المتون لكفى مع أنها داخلة فی العموم ، إذ هو مما مقرر فی كتب الأصول، أن دلالة العام على إفراده قطعية عندنا ، وأنه يوجب الحكم فيما تناله، كما أوضحنا ذلک فی حواشينا "نسمات الأسحار على شرح المنار للشيخ علاء الدين المسمی إفاضة الأنوار"

ولا يخفی أن لفظ من أرتد ، ولفظ المرتد، المعروف بأداة التعريف عام، وكذا لفظ المسلم فی قول القدوری، وإذا أرتد المسلم، ومما يدل على أرادتهم العموم فی ذلک: إخراجهم المرأة من هذا العموم، وتصريحهم بأن حكمها: أنها تحبس ولاتقتل، وقد تقرر فی كتب الأصول أيضا أن الإستثناء من دلائل العموم.

فقد ظهرلک إن عدم قتل الساب إذا أسلم وتاب ،منصوص عليه فی المتون بعبارة النص ،لأنه داخل تحت ماسيق له نظم الكلام

لابطريق الدلالة ،أو الإشارة ،أو الإقتضاء ،وفى غير المتون منصوص عليه بخصوصه .

وكفى بذلك دلالة على إفادة حكمه ،إذ دلالة التنصيص والتصريح أعلى الدلالات ،والله اعلم ۔

فإن قلت: لا نسلم إرادة العموم فى عبارة المتون، و إن كان عامة، بدليل أن أصحاب الشروح، والفتاوىٰ ذكروا أن المختار فى الزنديق، والساحر أنهما يقتتلان، ولا تقبل توبتهما بعد الأخذ.

قلتُ: ما فى المتون إنما هو بيان لموجب الردة، لأن تعليق الحكم على المشتق يؤذن بعلية الاشتقاق كما قدمناه، فقولهم: المرتد يقتل إلا أن يسلم معناه: يقتل لردته فإن إنتفىٰ موجب القتل بالإسلام انتفىٰ القتل، وهذا باق على عمومه لم يخرج منه شئ.

وأما الزنديق، والساحر فإنما قتلا وإن تابا، لا لخصوص الردة، وإنما هو لدفع شرهما و ضررهما عن العباد كقتل البغاة، والاعونة، والخناق، والخوارج، وإن كانوا مسلمين. فما فى الشروح والفتاوىٰ بيان لموجب شئ آخر غير الردة، وهو السعى فى الأرض بالفساد كما سيأتى توضيحه. فبقى كلام المتون على عمومه شاملاً للساب، لأن علة قتله إنما هى ردتهٗ كما حققناه، وسيأتى له زيادة توضيح ايضاً (كتاب تنبيه الولاة والحكام علىٰ احكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام، صفحه ٥٠ الىٰ ٥٦، الباب الاول، الفصل الثانى،المسئلة الثالثة ، مطبوعة: دارالآثار، القاهرة، المصر، الطبعة الاولىٰ: 2007ء)

ترجمہ: پس آپ دیکھ لیجیے، ان متعدد مقامات پر کس طرح سے تصریح موجود ہے، جن میں مذہبِ حنابلہ کے ائمہ کی جماعت سے یہ بات منقول ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب، سابِّ رسول کی توبہ قبول ہونے کا ہے۔

اور اس بات کے ثابت کرنے میں ان ائمہ کی گواہی حجت ہے، پس حنفیہ کی طرف سے اس (توبہ قبول ہونے کے) قول کے نقل کرنے پر قاضی عیاضؒ اور طبریؒ اور سبکیؒ اور ابنِ تیمیہؒ اور ان کے مذہب کے ائمہ، سب متفق ہیں، اور ان میں سے کسی ایک نے بھی، حنفیہ کا اس کے خلاف قول ذکر نہیں کیا، بلکہ اس سلسلہ میں تنہا امام سبکی کی شہادت بھی کافی ہے، کیونکہ ان کے حق میں یہ بات کہی گئی ہے کہ اگر وہ مذاہبِ اربعہ کا درس دیتے، تو وہ اپنے سینے سے اس کو املا کرادیتے، اور یہ تمام حوالے ہمارے ذکر کرہ موقف کو ثابت کرنے میں حجت ہیں۔

اگر حنفیہ کی کتب اس (سابِ رسول) کے حکم کے ذکر سے خالی ہوتیں، تب بھی یہ (مذکورہ) حوالے کافی تھے، حالانکہ حنفیہ کی کتب اس سے خالی نہیں ہیں، چنانچہ میں نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ''کتابُ الخراج'' میں ''اسلام سے مرتد ہوجانے کے باب میں'' دو ورقوں کے بعد اس بات کی تصریح دیکھی ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''جو مسلمان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، یا آپ کی تکذیب کرے، یا آپ کو عیب لگائے، یا آپ کی تنقیص کرے، تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا، اور اس سے اس کی بیوی جدا ہوجائے گی، پھر اگر وہ توبہ کرلے، توفبھا، ورنہ اس کو قتل کردیا جائے گا'' اور یہی حکم عورت کا بھی ہے، لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا، اور اس کو اسلام پر مجبور کیا جائے گا، امام ابو یوسف کی ''کتاب الخراج'' کی عبارت اس کے الفاظ اور حروف کے ساتھ ختم ہوئی۔

اورامام ابو یوسف کا یہ فرمانا کہ(''الا ان ابا حنیفة الخ '')یہ ان کے قول(''والا قتل '') سے استثناء ہے،یعنی اگر توبہ نہ کرے،تو قتل کیا جائے گا اور جب توبہ نہ کرے،تو اس کا قتل ،ائمہ دین کے درمیان متفق علیہ تھا، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اس بات پر متنبہ فرمادیا کہ یہ حکم مطلق نہیں ہے، بلکہ ان کے شیخ امام ابوحنیفہ اور ان کے متبعین کے نزدیک، اس قتل کے حکم سے عورت خارج ہے کہ اس کو ان کے نزدیک قتل نہیں کیا جائے گا، کیونکہ عورتوں کے قتل کرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اپنے اس قول(''فان تاب وإلا قتل '')سے اس طرف اشارہ فرمادیا کہ اگر وہ توبہ کرلے،تو اس سے دنیا وآخرت کی سزا ساقط ہوجائے گی، پس اس کے اسلام لانے کے بعد، اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، ورنہ تو (والا قتل) کہنا صحیح نہیں ہوگا، کیونکہ انہوں نے قتل کو اس کے توبہ نہ کرنے پر معلق کیا ہے،جس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ ہمارے نزدیک توبہ قبول ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ اس کا دنیا میں قتل ساقط ہوجائے گا، اور اس کو آخرت میں بھی عذاب سے نجات حاصل ہوجائے گی، اگر اس کا باطن، اس کے ظاہر کے مطابق ہوا۔

اور نیز یہ صریح نقول ہیں، جو ہم نے پیچھے ذکر کیں، پس اس (سابِ رسول) کی توبہ کا قبول ہونا، آخرت کے ساتھ خاص نہیں ہے،جس میں اس کے دنیا میں لزومِ قتل کا حق باقی رہ جائے، ورنہ تو ہمارے مذہب کے درمیان اور مالکیہ اور حنابلہ کے مذہب کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوگا، جو اس کی توبہ کے قبول نہ ہونے کے قائل ہیں، کیونکہ وہ آخرت کے احکام کے حق میں ہمارے ساتھ (اس کے عذاب سے نجات پانے پر) متفق ہیں، پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے جہاں اس مسئلے میں توبہ کے قبول ہونے نہ ہونے کا ذکر کیا ہے،تو ان کی اس سے

مراد وہی قتل کا ساقط ہونا ہے، جو دنیاوی حکم ہے، جہاں تک اخروی حکم کا تعلق ہے، تو وہ حسنِ عقیدہ اور باطن کے اعتبار سے سچی توبہ پر مبنی ہے، جو اللہ علامُ الغیوب جل وعلا کے علم کے ساتھ مختص ہے۔ [1]

اور میں نے شیخ الاسلام سغدی کی کتاب ''النتف الحسان'' کی ''کتاب المرتد'' میں یہ عبارت دیکھی کہ ''ساتویں وہ شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، پس وہ مرتد ہے، اور اس کا حکم، مرتد کا حکم ہے، اور اس کے ساتھ وہی طرزِ عمل اختیار کیا جائے گا، جو مرتد کے ساتھ اختیار کیا جاتا ہے'' انتھیٰ بحروفہ، اور یہ بات معلوم ہے کہ مرتد کے احکام میں سے ایک حکم، اس کی توبہ کے قبول ہونے اور اس کی وجہ سے اس کے قتل کے ساقط ہونے کا ہے (لہٰذا وہ بھی اس میں داخل ہوگا)۔

اور میں نے ''فتاویٰ مؤید زادہ'' میں یہ عبارت دیکھی کہ ہر وہ شخص جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرے، یا آپ سے بغض رکھے، تو وہ مرتد ہو جائے گا، جہاں تک کہ عہد کیے ہوئے کفار (یعنی ذمیوں ومعاہدین وغیرہ) کا تعلق ہے، تو جب وہ یہ فعل اختیار کریں، تو وہ اپنے عہد سے خارج نہیں ہوں گے، اور ان کو یہ حکم دیا جائے گا کہ وہ آئندہ ایسی حرکت نہ کریں، پھر اگر وہ آئندہ ایسی حرکت کریں، تو ان کو تعزیر کی جائے گی، لیکن انہیں قتل نہیں کیا جائے گا، شرح الطحاوی میں اسی طرح سے ہے'' انتھیٰ بحروفہٖ۔

پھر (فتاویٰ مؤید زادہ میں) فرمایا کہ جو شخص جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، یا آپ سے بغض رکھے، تو وہ اس کی وجہ سے مرتد ہو جائے گا، اور اس کا حکم، مرتدوں والا حکم ہوگا ''شرح الطحاوی''

---

[1] اور اس میں دخل اندازی کا کسی کو حق نہیں، جیسا کہ ہر ایک کے باطن کا معاملہ ہے۔ محمد رضوان۔

امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب نے فرمایا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے برائت ظاہر کرے، یا آپ کی تکذیب کرے، تو وہ مرتد ہے، مباحُ الدم ہے، مگر یہ کہ وہ رجوع کرلے''الشفا''میں اسی طرح سے ہے، انتھیٰ۔

اوراسی طرح سے میں نے''معینُ الحکام''میں''شرح الطحاوی''کے حوالے سے یہ مسئلہ دیکھا کہ''جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، یا آپ سے بغض رکھے، تو یہ اس کی طرف سے ارتداد شمار ہوگا، اوراس کا حکم مرتدوں والا حکم ہوگا''انتھیٰ، اسی طرح سے اس کو''منحُ الغفار''میں مذکورہ''معینُ الحکام''کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔

اور''نور العین فی اصلاح جامع الفصولین''میں''الحاوی''کے حوالے سے ہے کہ''جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، تو وہ کافر ہوجائے گا، اوراس کی توبہ، تجدیدِ ایمان کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوگی''انتھیٰ۔

پس (حنفیہ کے) اہلِ مذہب کی یہ نقول اس بات میں صریح ہیں کہ مذکورہ سب وشتم کرنے والے کا حکم یہ ہے کہ جب وہ توبہ کرلے، تو سقوطِ قتل کے حق میں اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔

اورہم پہلے اپنے مذہب کے علاوہ دوسرے مذہب والوں کی نقول بھی ذکر کرچکے ہیں، جو اس بارے میں صریح ہیں، جو کچھ ہم نے ذکر کیا، اوران میں سے کسی سے بھی اس کے خلاف منقول نہیں، پس حنفیہ کے اہلِ مذہب کا مذکورہ حکم پر اتفاق ثابت ہوگیا (کہ جملہ اصحابِ حنفیہ کے نزدیک سابِّ رسول کی توبہ کو قبول کیا جائے گا)

اور ہمارے ائمۂ متقدمین نے بھی اکثر کتب میں''ردۃ''کے باب میں اُن الفاظ کے ذکر کے وقت جو کفر کا باعث ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم، یا دوسرے انبیاء اور

ملائکہ کے سب وشتم سے متعلق ہیں، ان کے باعثِ کفر ہونے اوران کی وجہ سے کافر ہونے کی تصریح کی ہے۔

چنانچہ ''التاتارخانية''میں ہے کہ''جس نے بعض انبیاء علیہم السلام کا اقرار نہیں کیا، یا نبی کو کسی چیز میں عیب لگایا، یا مرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم (یعنی رسولوں) کی سنت میں سے کسی سنت سے راضی نہیں ہوا، تو وہ کافر ہوجائے گا''

اور''تتمة''میں ہے کہ علی بن احمد سے انبیاء علیہم السلام کی طرف''فواحش'' منسوب کرنے والے کے متعلق سوال کیا گیا، جیسا کہ''زنا''اوراس کے مثل کی تہمت لگانا، جس کے حشویہ، یوسف علیہ السلام کے بارے میں قائل ہیں، تو انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ وہ کافر ہوجائے گا، کیونکہ یہ انبیاء علیہم السلام کو سب وشتم کرنا، اوران کا استخفاف کرنا ہے''۔ [1]

اورابو حفص کبیر نے فرمایا کہ''جو شخص اپنے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھے، تو وہ کافر ہوجائے گا''اوراسی طریقے سے جو شخص یہ کہے کہ اگر فلاں شخص نبی تھا، تو میں اس پر ایمان نہیں لایا، تو بھی کافر ہوجائے گا''

اور''المحيط''میں ہے کہ''اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کو''شُعیر'' کہے، تو بعض مشائخ کے نزدیک کافر ہوجائے گا، اور بعض کے نزدیک کافر نہیں ہوگا، مگر اسی صورت میں کافر ہوگا، جب اہانت کے طریقے پر کہے''

اور''ظهيرية''میں ہے کہ''اگر تصغیر سے تعظیم کا ارادہ کرے، تو کافر نہیں ہوگا''

اور''الينابيع''میں ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی بھی چیز میں عیب لگائے، تو وہ کافر ہوجائے گا۔

---

[1] مذکورہ عبارت میں فواحش اور زنا کی تہمت کو سب وشتم اور استخفاف قرار دیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ حنفیہ کے نزدیک اس سلسلہ میں''قذف''بھی سب وشتم کا حکم رکھتی ہے، نیز بغض، عیب وغیرہ کے اندر سب وشتم کرنا بھی داخل ہے، لہٰذا بعض کم فہم لوگوں کا سب وشتم کی لفظی تصریح کا متلاشی رہنا درست نہیں۔ محمد رضوان۔

اور''المحیط''میں ہے کہ''جو شخص یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ نبی علیہ السلام انسان تھے، یا جن تھے، تو وہ کافر ہو جائے گا، اور کوئی یہ کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لمبے ناخن والے تھے، تو کہا گیا ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا، اگر اہانت کے طریقے پر کہے، اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ بات کہی کہ یہ آدمی ایسا ویسا تھا، تو ایک قول یہ ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا''انتھٰی۔ [1]

اس کے علاوہ بھی دوسرے کئی الفاظ ہیں، جن کو فقہاء نے ذکر کیا ہے، اور ان کے متعلق لفظِ کفر کا اطلاق کیا ہے، اور ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، یا اس کو اسلام لانے کے باوجود بھی قتل کیا جائے گا، بلکہ انہوں نے اس کو مطلق رکھا ہے، اس اصول پر اعتماد کرتے ہوئے، جو فقہاء نے باب الردۃ میں طے فرمادیا ہے، یعنی مرتد کے حکم کا یہ بیان کہ اگر وہ اسلام لے آئے، تو ٹھیک ہے، ورنہ قتل کیا جائے گا۔

اور اگر ان مذکورہ الفاظ کا حکم باقی الفاظِ ارتداد کے الفاظ سے مخالف ہوتا، تو اس کا بیان ضروری تھا کہ وہ یہ کہتے کہ''لیکن اسے قتل کیا جائے گا، اگرچہ وہ اسلام لے آئے''پس اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ ان کا مقصد اسلام کے ذریعے سے توبہ قبول کرنے میں تمام الفاظِ ارتداد کے درمیان برابری اور مساوات کو بیان کرنا ہے، اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے کی وجہ سے ارتداد لازم آئے، یا کسی اور وجہ سے ارتداد لازم آئے، پھر جب اس کی تصریح بھی کردی گئی، جیسا کہ

---

[1] یہ الفاظ ہمیں اپنے پاس موجود''المحیط البرھانی''کے نسخہ میں دستیاب نہیں ہوئے اور سرخسی یا رضوی کی محیط ہمیں میسر نہیں، جس سے ظاہر یہی ہے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ کی اوپر نقل کردہ یہ عبارت، سرخسی یا رضوی کی محیط میں ہے۔
اور یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے اس محیط کو مذکورہ مسئلہ کی تحقیق کے وقت ملاحظہ کیا تھا، لہٰذا پیچھے جو''خلاصۃ الفتاویٰ''کے حوالے سے ایک عبارت گزری، جس میں سابِ رسول کی توبہ قبول نہ ہونے اور کسی حال میں قتل کے ساقط نہ ہونے کا ذکر ہے، اس کا محیط رضوی یا سرخسی میں موجود نہ ہونا ہی راجح معلوم ہوتا ہے، جس کی تفصیل مذکورہ مقام پر ذکر کردی گئی ہے۔ محمد رضوان۔

ہم نے آپ کے سامنے، ان کی گذشتہ عبارات کو ذکر کر دیا، اور یہ بھی کہ مذہبِ معتبر کے متون کی عبارات، تمام کی تمام اپنے عموم کے ساتھ اس بات کی ناطق (و شاہد) ہیں۔

’’**مختصر القدوری**‘‘ میں فرمایا کہ ’’اور جب مسلمان، اسلام سے مرتد ہو جائے (خواہ ارتداد، کسی بھی وجہ سے ہو) تو اس پر اسلام کو پیش کیا جائے گا، اگر اس کا کوئی شبہ ہو، تو اس کو دور کیا جائے گا، اور تین دن تک قید رکھا جائے گا، پھر وہ اسلام لے آئے تو ٹھیک، ورنہ اس کو قتل کیا جائے گا‘‘

اور ’’**متن الکنز**‘‘ میں ہے کہ مرتد پر اسلام کو پیش کیا جائے گا، اور اس کے شبہ کا ازالہ کیا جائے گا، اور تین دن تک قید رکھا جائے گا، پھر اگر اسلام لے آئے، تو ٹھیک ہے، ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔

اور ’’**متن المختار**‘‘ میں ہے کہ جب **العیاذ باللہ تعالیٰ** کوئی مسلم، اسلام سے مرتد ہو جائے، تو تین دن قید رکھا جائے گا، اور اس پر اسلام کو پیش کیا جائے گا، پھر اگر اسلام لے آئے، تو ٹھیک ہے، ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔

اور ’’**متن الملتقٰی**‘‘ میں ہے کہ جو العیاذ باللہ تعالیٰ، مرتد ہو جائے، تو اس پر اسلام کو پیش کیا جائے گا، اور اس کے شبہ کا ازالہ کیا جائے گا، اگر اس کو کوئی شبہ ہو، پھر اگر مہلت طلب کرے، تو تین دن محبوس رکھا جائے گا، ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔

اور اسی طریقے سے عام متون میں ہے، اور اسی طرح سے ’’**الھدایۃ**‘‘ اور امام محمد کی ’’**الجامع الصغیر**‘‘ وغیرہ میں ہے، اور اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ سب وشتم کرنے والا مرتد ہے، پس وہ مرتدین کے عموم میں داخل ہوگا، اور وہ مذہب کے متون کے منطوقات میں داخل ہوگا، شروحات اور فتاویٰ سے بھی بڑھ کر۔

اور طے شدہ قواعد میں سے یہ بھی ہے کہ کتابوں کے مفہومِ مخالف کا اعتبار کیا جاتا

ہے، اگر ہمارے اس مسئلے کو متون کے مفاہیم سے لیا جاتا، تو بھی کافی تھا، جبکہ یہ مسئلہ تو عموم میں بھی داخل ہے، اور کتبِ اصول میں طے شدہ بات ہے کہ عام کی دلالت، اس کے افراد پر ہمارے نزدیک قطعی ہوتی ہے، اور حکم ان چیزوں میں بھی ثابت ہوتا ہے، جو اس کو شامل ہوں (یعنی جو اس عام کے افراد ہوں) جیسا کہ ہم نے اس کی وضاحت ''**نسمات الأسحار علیٰ شرح المنار للشیخ علاء الدین المسمّٰی إفاضة الأنوار**'' کے اپنے حواشی میں کردی ہے۔

اور یہ بات مخفی نہیں کہ لفظِ ''**من ارتد**'' اور لفظِ ''**مرتد**'' جو تعریف کے حرف کے ساتھ معروف ہے، اور اسی طرح سے لفظِ ''**مسلم**'' قدوری کے اس قول میں عام ہے کہ ''**وإذا أرتد المسلم**'' اور فقہائے کرام کے اس سلسلے میں عموم مراد ہونے پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ انہوں نے اس عموم سے عورت کو خارج کیا ہے، اور اس بات کی تصریح کی ہے کہ عورت کا حکم یہ ہے کہ اس کو قید وحبس کیا جائے گا، اور اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، اور کتبِ اصول میں ہی یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ ''استثناء، دلائلِ عموم سے ہوتا ہے''۔

پس آپ کے سامنے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والا، اگر اسلام لے آئے، اور توبہ کرلے، تو اس کا قتل نہ ہونا، حنفیہ کے متون میں ''**عبارةُ النص**'' کے طور پر منصوص ہے، کیونکہ وہ اس کے تحت میں داخل ہے، جس کے لیے نظمِ کلام کو لایا گیا ہے ''**دلالةُ النص**'' یا ''**اشارةُ النص**'' یا ''**اقتضاءُ النص**'' کے طور پر منصوص نہیں ہے، اور متون کے علاوہ دیگر کتب میں خاص طور پر یہ حکم منصوص ہے، اور اس کے لیے اس کے حکم کے فائدے پر دلالت بھی کافی ہے، کیونکہ تنصیص اور تصریح کی دلالت، تمام دلالتوں میں اعلیٰ درجہ رکھتی ہے، **واللّٰہ تعالیٰ اعلم**۔

پھر اگر آپ کہیں کہ ہم متون کی عبارت میں عموم مراد ہونے کو تسلیم نہیں کرتے، اگر چہ وہ عام ہو، جس کی دلیل یہ ہے کہ اصحابِ شروح وفتاویٰ نے یہ بات ذکر کی ہے کہ زندیق اور جادوگر کے بارے میں مختار یہ ہے کہ ان کو قتل کیا جائے گا، اور پکڑنے کے بعد ان کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا؟

میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ متون میں جو کچھ مذکور ہے، وہ صرف ارتداد کے حکم کا بیان ہے، کیونکہ مشتق پر حکم کی تعلیق، اشتقاق کے علت ہونے کی خبر دیتی ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے فقہاء کا یہ قول ذکر کر دیا ہے کہ مرتد کو قتل کیا جائے گا، الا یہ کہ وہ اسلام لے آئے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے مرتد ہونے کی وجہ سے قتل کیا جائے گا، پس اگر قتل کا سبب اسلام لانے سے منتفی ہو جائے، تو قتل بھی منتفی ہو جائے گا، اور یہ اپنے عموم پر باقی ہے، اس سے کچھ بھی خارج نہیں ہوا۔

جہاں تک زندیق اور جادوگر کا تعلق ہے، تو ان کو (ہمارے نزدیک، نہ کہ شافعیہ کے نزدیک) قتل کیا جاتا ہے، اگر چہ وہ توبہ کر لیں (جبکہ توبہ پکڑنے جانے کے بعد کریں) ان کا قتل، خاص مرتد ہونے کی وجہ سے نہیں ہوتا، بلکہ وہ محض ان کے شر اور ضرر کو بندوں سے دفع کرنے کے لیے ہوتا ہے، جیسا کہ باغیوں اور ان کے معاونین اور لوگوں کو اچانک قتل کرنے والوں اور خوارج کو قتل کیا جاتا ہے، اگر چہ وہ مسلمان ہوں، پس شروح اور فتاویٰ میں جو کچھ (زندیق اور جادوگر وغیرہ کے بارے میں) مذکور ہے، وہ مرتد ہونے کے علاوہ دوسری چیز کی وجہ سے ہے، اور وہ چیز زمین میں فساد کی سعی کرنا ہے، جیسا کہ اس کی توضیح عنقریب آئے گی، پس متون کا کلام اپنے عموم پر باقی رہ گیا، جو سب وشتم کرنے والے کو شامل ہے، کیونکہ اس کے قتل کی علت صرف اس کا مرتد ہونا ہے، جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں، اور اس کی مزید توضیح آگے بھی آتی ہے (کتاب تنبیہ الولاۃ)

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے ''**کتاب الخراج ، لأبی یوسف** '' کی جو عبارت ذکر فرمائی ہے، یہ عبارت اصل حوالے کے ساتھ ہم بھی پہلے ذکر کر آئے ہیں اور امام سبکی اور علامہ تیمیہ اور قاضی عیاض رحمہم اللہ وغیرہ کی عبارات بھی، ذکر کر آئے ہیں، جن سے علامہ شامی کے مندرجہ بالا موقف کی صداقت ظاہر ہوتی ہے۔

اور جب دوسرے مذاہب اور خود محققینِ حنفیہ اور ائمۂ حنفیہ، اور حنفیہ کے متون اور شروح اور مفہومِ مخالف وغیرہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ حنفیہ کا قول ''قبولِ توبہ'' کا ہے، تو اس کے باوجود بعض مشتبہ، یا خطاء پر مبنی عبارات کو بنیاد بنا کر حنفیہ کے اصل موقف کو نظر انداز کر کے، ان کی طرف دوسری نسبت کرنا، اور حنفیہ کے متون اور غیر متون کی '' **عبارۃُ النص** '' پر مشتمل تصریحات کو نظر انداز کرنا، کیونکر درست ہوسکتا ہے۔

اس پر بنظرِ انصاف غور کرنے کی ضرورت ہے۔

''تنبیہُ الولاۃ والحکام'' کا چوتھا حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ مذکورہ کتاب میں ہی آگے چل کر فرماتے ہیں:

فنقول قول إنصاف بلا ميل، ولا اعتساف: أن كلام أئمة مذهبنا الذى نقلناه عنهم صريح فى أن الساب تقبل توبته ، وأن حكمه حكم المرتد، وأنه يفعل به ما يفعل بالمرتد، وأنه لا توبة له إلا الإسلام.

وهذا وإن أمكن حمله على ما قبل رفعه إلى الحاكم حتى لا ينافى ما ذكره المحقق أبو السعود أولا، ويكون توفيقا بين القولين، لكنه خلاف الظاهر.

فإن ما قدمناه مطلق شامل لما بعد الأخذ والرفع الى الحاكم، لأن

هذا معنى قولهم :حكمه حكم المرتد، وإلا فهو مخالف له، فدعوى التخصيص تحتاج إلى نقل أئمة المذهب، ولم نر أحدا نقل عنهم ذلک، على أنه لا يمكن التوفيق بعد دعوى التخصيص بما ذكر،فإن البزازى ، وصاحب الفتح صرح كل منهما: بأنه يقتل قبل الأخذ وبعده.

فمن أين يحصل التوفيق، بل تبقى المنافات بين القولين قطعا، وصار هذا قولا آخر ، فالأقوال ثلاثة .

وإذا تعارض كلام أهل المذهب الذين هم المجتهدون مع كلام غيرهم من المتأخرين بلا استناد منهم إلى نقل عن المجتهدين نتبع أهل المذهب المجتهدين.

فإنک قد سمعت ما نقلناه عن "فتح القدير" من قوله: أنه لا اعتبار بكلام غير المجتهدين، فالأبرا للذمة ما صرح به الإمام أبويسف، والإمام الطحاوى، وغيرهما من أهل المذهب، وغيرهم حتى نرى نقلا صريحا يخالفه عمن يكون مثلهم وفى رتبتهم فح نثبت التعارض بين القولين، ونطلب الترجيح من أهله، لا من قبل أنفسنا، وما لم نر نقلا لا نعدل عن المجتهدين.

" كيف وقد رأينا من جاء بعد البزازى وصاحب " الفتح " قد أنكروا عليهما ذالک ، وصرحوا بأنه ليس مذهبنا .

ومتابعة العلامة ابن نجيم لهما فى كتابيه " البحر " و " الأشباه " لا تفيد خصوصا مع انكار أهل عصره عليه بذالک ، كما قدمناه عن الحموى .

وقد علمت أيضا صريح كلام العلماء الراسخين من غير أهل مذهبنا كالقاضى عياض ، والطبرى ، وابن تيمية ، والسبكى بأن مذهب أبى حنيفة و أصحابه بأن ذالک ردة يستتاب منها فان تاب ، والا قتل ، على خلاف ما يقوله الامام مالک ، والامام أحمد ، وهل تكون استتابتُه الا بعد رفعه الى الحاكم .

وأما كونه قد صار زنديقاً بهذا الكلام ، ففيه ما لا يخفى على ذوى الأفهام .

نعم الواقع فى عبارة صاحب " الشفا " أن حكمه حكم الزنديق ، وهذا يفيد اتحاد حكمهما على مذهبه ، بمعنى أن كلاً منهما لا تقبل توبته بالنسبة الى القتل .

وأما أنه صار زنديقاً فهو فى حيز المنع ، فان الزنديق كما فى " فتح القدير " وغيره من لا يتدين بدين ، ويظهر تدينه بالاسلام . كالمنافق الذى يبطن الكفر ، ويظهر الاسلام .

وطريق العلم بحاله : اما بأن يعثر بعض الناس عليه ، أو يسر اعتقاده الى من أمن اليه ، وكل منهما يقتل .

ومثلهما الساحر ، قال فى " البحر " عن الخانية : وقال الفقيه ابن الليث : اذا تاب الساحر قبل أن يؤخذ تقبل توبته ، ولا يقتل ، واذا أخذ ثم تاب لم تقبل توبته و يقتل ، وكذا الزنديق المعروف الداعى ، والفتوى على هذا القول . انتهى .

وقال صاحب " الخلاصة " : وفى النوازل الخناق والساحر يقتلان ، لأنهما ساعيان فى الأرض بالفساد ، فان تابا (ان) قبل

الظفر بهما قبلت توبتهما ، وبعد ما أخذا لا تقبل ويقتلان ، كما في قطاع الطريق ، وكذا الزنديق المعروف الداعى اليه أى الى مذهب الالحاد . انتهى .

وذكر فى " التجنيس " أن الزنديق على ثلاثة أقسام : اما أن يكون زنديقاً من الأصل على الشرك .

أو يكون مسلماً .

أو ذمياً فتزندق .

ففى الأول : يترك على شركه ، مالم يكن عربياً .

وفى الثانى : يعرض عليه الاسلام فان أسلم والا قتل لأنه مرتد .

وفى الثالث : يترك على حاله ، لأن الكفر ملة واحدة .

قال العلامة ابن كمال باشا فى " رسالته " فى الزنديق قوله : فى الثانى يعرض (الخ)

صريح فى أن الزنديق الاسلامى لا يفارق المرتد فى الحكم ، وقد نبهت على أن ذالك اذا لم يكن داعياً (الى الضلال ساعياً فى افساد الدين معروفاً به فان كان داعياً) معروفاً ، وتاب باختياره قبل أن يؤخذ لا يقتل ، وبعده قتل . انتهى .

فعلم أن قتل هؤلاء انما هو لسعيهم بالفساد ، فهم كقطاع الطريق لأن ضررهم عام . فان الساحر يؤذى بسحره عباد الله تعالىٰ فى أبدانهم ، وأموالهم ، وكذا الخناق أى من تكرر منه (الخناق) أى قتل الناس غيلة بلا محدد ، وضرر الزنديق الداعى الى الالحاد أشد ، لأن ضرره فى الدين فانه يضل ضعفة اليقين بالحاده

واظهـاره لهـم سـمة الـمسـلـمين . فلهذا قتلوا كقطا ع الطريق بل هؤلاء أضر.

فـانـظـر بـالله بعين الإنصاف هل يكون الشاتم الساب زنديقاً على هـذا الاعتبـار؟ وإن كـان كـفـره أشنع، لأن علة قتل هؤلاء ليست مـجـرد الـكـفـر، وإنما هى دفع الضرر العام، عن الأنام، كما يقتل الخناق وقطا ع الطريق، وإن كانوا من أهل الإيمان والتصديق.

فإن قـال قـائـل: إن سبـه دليل على خبث باطنه، وإن ما يظهرهٗ من التدين بالإسلام نفاق و زندقة.

قـلنا له: لا نسلم ذلک، ومن أين اطلعنا على باطنه بمجرد ذلک، إذ لـو كـان ذلک دليلاً على ما قلت، لزم أن يكون سب الله تعالىٰ كـذلک، على أنک علمت أن الزنديق الذى يقتل ولا تقبل توبته هـو الـمـعـروف بالزندقة الداعى إليها، وهذا ليس كذلک، وإنما كـان مـعروفاً بالإسلام ولا يدعوا أحداً إلى أن يفعل كفعله الشنيع، بل الغالب أنهٗ إنما تصدر منه كلمة السب عند شدة غيظه و نكايته ممن خاصمهٗ فى أمر و نحو ذلک، نعم لو كان معروفاً بهذا الفعل الـفـظيـع، داعيـاً إلـى اعتقاده الشنيع، فلا شک ح ولا ارتياب فى زندقته وإن تاب.

إذا عـلمت ذلک ظهر لک أن ماذكرهٗ العلامة أبو السعود من أنهٗ زنـديـق بـمـجـرد السـب، غيـر موافق لما ذكره أئمتنا فى تعريف الـزنـديق و إلا لما ذكروه فى حكم الساب (كتـاب تـنبيه الولاة والحكام عـلىٰ احـكـام شـاتـم خيـر الأنـام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام،

صفحہ ۸۰ الیٰ ۸۳ ، الباب الاول، الفصل الثانی،المسئلة الثالثة ، مطبوعة: دار الآثار،

القاهرة، المصر، الطبعة الاولیٰ: 2007ء)

ترجمہ: پس ہم انصاف والی بات کہتے ہیں، جس میں نہ کسی کی طرف بے جا میلان ہے، اور نہ ہی تعسف وتعصب ہے کہ ہمارے مذہب کے ائمہ کا کلام، جس کو ہم نے ان سے نقل کیا ہے، اس بارے میں صریح ہے کہ سابِّ رسول کی توبہ کو قبول کیا جائے گا، اور اس کا حکم مرتد کا حکم ہوگا، اور اس کے ساتھ مرتد والا ہی طرزِ عمل اختیار کیا جائے گا، اور اس کی توبہ، اسلام لانے کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوگی۔

پس آپ یہ بات اچھی طرح یاد رکھ لیجیے، اگرچہ اس (ابوسعود وغیرہ کے) کلام کو حاکم کے پاس لے جانے سے پہلے توبہ کے قبول ہونے پر محمول کرنا ممکن ہے، تاکہ یہ اس کے منافی نہ ہو، جس کو ابوالسعود نے شروع میں ذکر کیا ہے، اور تاکہ دونوں قولوں کے درمیان موافقت ہوجائے (یعنی قبولِ توبہ کے قول کو پکڑے جانے سے پہلے، اور عدمِ قبولِ توبہ کے قول کو پکڑے جانے کے بعد پر محمول کیا جائے) لیکن یہ محمول کرنا ظاہر کے خلاف ہے (اس لیے یہ درست نہیں)

کیونکہ ہم نے جو پہلے عبارات ذکر کی ہیں، وہ مطلق ہیں، پکڑے جانے اور حاکم کی طرف لے جانے کے بعد (توبہ قبول کیے جانے) کو بھی شامل ہیں، کیونکہ فقہائے کرام کے اس قول کے معنیٰ یہی ہیں کہ ''اس کا حکم مرتد کا حکم ہے'' ورنہ یہ ان کے ہی اپنے (مرتد کے مطلق حکم والے) قول کے مخالف ہوجائے گا، پس (اس کی توبہ کے مؤاخذہ اور قابو پائے جانے سے پہلے قبول کیے جانے کی) تخصیص کا دعویٰ ائمہ مذہب کی نقل کا محتاج ہے، اور ہم نے ان سے اس کی نقل نہیں دیکھی، اس کے علاوہ مذکورہ تخصیص کا دعویٰ کرنے کے بعد دونوں قولوں کے درمیان موافقت ممکن بھی نہیں، کیونکہ بزازی اور صاحبِ فتح (یعنی ابنِ ہمام)

میں سے ہر ایک نے یہ تصریح کی ہے کہ اس کو پکڑے جانے سے پہلے اور پکڑے جانے کے بعد ہر حال میں قتل کیا جائے گا۔

پس دونوں قولوں میں موافقت کہاں سے حاصل ہوگی، بلکہ ان دونوں قولوں میں قطعی طور پر منافات باقی رہے گی، اور یہ ایک مستقل قول ہو جائے گا، اور اس طرح سے تین اقوال ہو جائیں گے۔ [1]

اور جب اُن اہلِ مذہب کے کلام کا جو کہ درحقیقت مجتہدین ہیں، متاخرین کے اس کلام کے ساتھ تعارض ہو جائے گا، جس کی کوئی سند بھی نہیں ہے، اور انہوں نے مجتہدین سے اس کی کوئی نقل بھی پیش نہیں کی، تو ہم (ان متاخرین، غیر مجتہدین کے بجائے) اہلِ مذہب کے مجتہدین ہی کی اتباع کریں گے۔

اور بے شک آپ وہ چیز سن چکے ہیں، جس کو ہم نے فتح القدیر سے نقل کیا ہے، یعنی علامہ ابنِ ہمام کا یہ قول کہ غیر مجتہدین کے قول کا اعتبار نہیں، تو ایسی صورت میں ذمہ سے بریٔ ہونے کا طریقہ وہی ہے، جس کی امام ابو یوسف اور امام طحاوی اور دوسرے اہلِ مذہب نے تصریح کی ہے، یہاں تک کہ ہمارے سامنے کوئی ایسی صریح نقل آ جائے، جو اس کے مخالف، ان ہی مجتہدین کے مثل، یا ان کے رتبے کے لوگوں کے درجے کی ہو، پس ایسی صورت میں دونوں قولوں کے درمیان تعارض ثابت ہو جائے گا، اور ہم اس کے اہل حضرات سے ترجیح کے متلاشی ہوں گے، اپنی طرف سے ترجیح پھر بھی نہ دیں گے، اور جب تک کہ ہمیں کوئی نقل نہیں

---

[1] پہلا قول یہ کہ: اس کی توبہ کو بہرحال بعینہٖ مرتد کی طرح قبول کیا جائے گا، اور اس سے قتل ساقط ہو جائے گا، یہی قول دراصل حنفیہ کا اصل مذہب ہے، دوسرا قول یہ کہ: اس کو بہرحال قتل کیا جائے گا، اور اس کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ پہلے توبہ کرلے، یا پکڑے جانے کے بعد توبہ کرے، مالکیہ اور حنابلہ کا مشہور مذہب یہی ہے، اور بزازی اور ابنِ ہمام وغیرہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، تیسرا قول یہ کہ: اس کی توبہ کو حاکم کے پاس لے جانے کے بعد قبول نہیں کیا جائے گا، البتہ اس سے پہلے قبول کیا جائے گا، جیسا کہ ابوالسعود نے ذکر کیا ہے۔ محمد رضوان۔

ملے گی، ہم مجتہدین سے عدول نہیں کریں گے۔

اور یہ بات کیسے درست نہیں ہوسکتی، جبکہ ہم نے بزازی اور صاحبِ فتح کے بعد دیکھا کہ اہلِ علم نے ان دونوں حضرات پر نکیر کی ہے، اوراس بات کی تصریح کی ہے کہ یہ حنفیہ کا اصل مذہب نہیں ہے (جوان دونوں حضراتِ گرامی نے ذکر فرمایا ہے)

اورعلامہ ابنِ نجیم کا ان دونوں حضرات کی ''البحر'' اور''الاشباہ'' میں متابعت کرنا مفید نہیں ہے، خاص طور پر جبکہ علامہ ابنِ نجیم کے اہلِ عصر نے ان کی اس بات پر نکیر بھی کی ہے، جیسا کہ ہم اس کو حموی کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔

اور آپ یہ بات بھی جان چکے ہیں کہ ہمارے مذہب کے علاوہ علمائے راسخین، مثلاً قاضی عیاض، اورطبری اور ابنِ تیمیہ اورامام سبکی کا کلام بھی اس بارے میں صریح ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ ''یہ سب وشتم، ارتداد ہے، لہٰذا اس سے توبہ کو طلب کیا جائے گا، اگر وہ توبہ کرلے، تو ٹھیک ہے، ورنہ اس کو قتل کیا جائے گا'' اس میں امام مالک اورامام احمد کا قول مختلف ہے، اورتوبہ کا طلب کیا جانا تو، حاکم کی طرف لے جائے جانے کے بعد ہی ہوتا ہے۔

رہا یہ کہنا کہ سابِّ رسول، اس سب وشتم والے کلام کی وجہ سے زندیق ہوجاتا ہے، تو اس قول میں جو کمزوری ہے، وہ اہلِ فہم پر مخفی نہیں۔

البتہ صاحبِ ''شفا'' کی عبارت میں یہ بات مذکور ہے کہ اس (سابِّ رسول) کا حکم زندیق کا حکم ہے، اس عبارت سے سابِّ رسول اور زندیق دونوں کا اُن (صاحبِ ''شفا'') کے مذہب پر متحد ہونے کا حکم معلوم ہوتا ہے، اس طور پر کہ ان دونوں (یعنی سابِّ رسول اور زندیق) کی توبہ کو قتل سے بچنے کے لیے قبول

نہیں کیا جائے گا۔

اوراس کا زندیق ہونا حیزِ منع میں ہے، کیونکہ زندیق، جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ میں ہے، وہ ہوتا ہے کہ جو کسی دین کو نہیں مانتا، اور وہ اپنے دین کو اسلام کے ساتھ ظاہر کرتا ہے، جیسا کہ وہ منافق، جو کفر کو چھپاتا ہے، اور اسلام کو ظاہر کرتا ہے۔

اوراس کی حالت کے علم کا طریقہ یا تو یہ ہے کہ بعض لوگ اس پر مطلع ہو جائیں، یا یہ ہے کہ وہ اپنے اعتقاد کو ان لوگوں تک مخفی رکھے، جن سے یہ مامون ہو، پس ان میں سے ہر ایک کو قتل کیا جائے گا۔ [1]

اوران دونوں ہی کے مثل جادوگر کا حکم ہے ''البحر'' میں ''الخانیة'' کے حوالے سے مذکور ہے کہ فقیہ ابنِ لیث نے فرمایا کہ جب جادوگر مؤاخذے سے پہلے توبہ کرلے، تو اس کی توبہ کو قبول کیا جائے گا، اور اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، اور جب پکڑا جائے، پھر توبہ کرے، تو اس کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا، اور اسے قتل کیا جائے گا، اور یہی حکم اس زندیق کا ہے، جو معروف ومشہور ہو، اور زندقہ کی دعوت دینے والا ہو، اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔ انتھیٰ۔

اورصاحبِ ''الخلاصة'' نے فرمایا کہ ''النوازل'' میں ہے کہ اچانک کثرت سے قتل کرنے والے اور جادوگر دونوں کو قتل کیا جائے گا، کیونکہ وہ زمین میں فساد کی سعی کرتے ہیں، پھر اگر وہ قابو پائے جانے سے پہلے توبہ کرلیں، تو ان کی توبہ کو قبول کیا جائے گا، اور پکڑے جانے کے بعد توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا، بلکہ انہیں قتل کیا جائے گا، جیسا کہ ڈاکوؤں کا حکم ہے، اور اسی طریقے سے اس زندیق کا حکم ہے، جو مشہور ومعروف ہو، اور زندقہ یعنی مذہبِ الحاد کی طرف دعوت

---

[1] لیکن امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک زندیق کی توبہ بہرحال قبول کی جاتی ہے اور حنفیہ کی طرف سے مفتیٰ بہ قول، پکڑے جانے سے پہلے توبہ قبول کیے جانے اور پکڑے جانے کے بعد قبول نہ کیے جانے کا بیان کیا جاتا ہے۔ محمد رضوان۔

دینے والا ہو۔انتھٰی۔[1]

اور (صاحبِ ہدایہ کی) ''التجنیس''میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ زندیق کی تین قسمیں، یا تین صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ وہ اصل سے زندیق ہو، شرک پر قائم ہو۔

دوسرے یہ کہ وہ مسلمان ہو۔

تیسرے یہ کہ وہ ذمی ہو، پھر زندیق ہو جائے۔

پس پہلی صورت میں اس کو، اس کے شرک پر چھوڑ دیا جائے گا، بشرطیکہ وہ عربی نہ ہو۔[2]

اور دوسری صورت میں اس پر اسلام کو پیش کیا جائے گا، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ وہ مرتد ہے۔

اور تیسری صورت میں اس کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے گا، کیونکہ کفر ایک ہی ملت ہے (جس میں زندیق وغیر زندیق سب شامل ہیں)

علامہ ابنِ کمال باشا نے اپنے رسالے میں زندیق کے متعلق فرمایا کہ صاحبِ تجنیس کا دوسرے کے بارے میں یہ کہنا کہ اس پر اسلام کو پیش کیا جائے گا، الخ۔

یہ اس بارے میں صریح ہے کہ ''زندیقِ اسلامی''حکم میں، مرتد سے جدا نہیں ہوتا (اور اس کی توبہ مؤاخذہ سے قبل اور بعد میں قبول کی جاتی ہے) اور میں اس بات پر متنبہ ہوا ہوں کہ یہ اس وقت ہے، جبکہ وہ گمراہی کی طرف دعوت دینے والا نہ ہو،

---

[1] صاحبِ خلاصۃ الفتاویٰ کی اس تصریح کو سامنے رکھ کر، جب سابِّ رسول کو ملاحظہ کیا جاتا ہے، تو اس پر یہ زندیق کی تعریف صادق نہیں آتی، اور اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے، تو بھی زندیق کی توبہ مؤاخذہ سے پہلے قبول کی جاتی ہے، جبکہ خلاصۃ الفتاویٰ کی ایک عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سابِّ رسول کی توبہ مؤاخذہ سے قبل بھی قبول نہیں کی جائے گی، جیسا کہ پہلے گزرا۔اور حنفیہ کے قواعد کے مطابق، یہ حکم کافر و مرتد اور زندیق وغیرہ، سب سے ہی سخت ہے۔محمد رضوان۔

[2] کیونکہ حجاز میں مشرک کو روا نہیں رکھا گیا۔محمد رضوان۔

دین کو فاسد کرنے کی سعی میں مشہور نہ ہو، اور اگر وہ دعوت دینے میں معروف ہو، اور اپنے اختیار سے پکڑے جانے سے قبل توبہ کرلے، تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، اور پکڑے جانے کے بعد توبہ کرے، تو اس کو قتل کیا جائے گا۔ انتھیٰ. [1]

پس یہ بات معلوم ہوگئی کہ ان لوگوں (یعنی خناق، جادوگر، اور زندیق وغیرہ) کا قتل، صرف ان کے زمین میں فساد کی وجہ سے ہے، پس یہ لوگ ڈاکوؤں کی طرح ہیں، اس لیے کہ ان کا ضرر عام ہے، پس جادوگر، اپنے جادو کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ابدان اور ان کے اموال میں ایذا پہنچاتے ہیں، اور اسی طریقے سے ''خناق'' بھی، یعنی جن لوگوں کی طرف سے لوگوں کا بکثرت، اچانک بغیر دھار دار آلے کے قتل کرنا صادر ہوتا ہو، اور جو زندیق، الحاق کی طرف دعوت دینے والا ہے، اس کا ضرر زیادہ شدید ہے، کیونکہ اس کا ضرر دین میں ہے، کیونکہ وہ کمزور یقین والوں کو اپنے الحاد کے ذریعے سے گمراہ کرتا ہے، اور لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو مسلمانوں جیسا ظاہر کرتا ہے، پس اس وجہ سے ان کو قتل کیا جائے گا، جیسا کہ ڈاکوؤں کو، بلکہ یہ لوگ زیادہ مُضر ہیں۔

پس آپ اللہ کے واسطے، انصاف کی آنکھ سے دیکھئے کہ کیا سب وشتم کرنے والا اس اعتبار سے زندیق ہوگا؟ (جس کا حنفیہ نے ذکر کیا ہے کہ زندیق، جس کی توبہ مواخذہ کے بعد قبول نہیں کی جاتی، وہ دراصل گمراہی کی دعوت دینے والا اور دین میں فساد پیدا کرنے کی سعی کرنے والا، معروف شخص ہوتا ہے)

---

[1] اورزمین میں فساد کرنے والوں پر قدرت حاصل کرنے سے پہلے توبہ کی قید، قرآن مجید کی سورہ مائدہ کی آیت میں بھی مذکور ہے، جو حنفیہ کا مستدل ہے۔ محمد رضوان

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ . إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (سورة المائدة، رقم الآيات ٣٣، ٣٤)

وہ الگ بات ہے کہ اس (سب وشتم کرنے والے) کا کفر زیادہ شنیع وقبیح ہے، کیونکہ ان لوگوں (یعنی زندیق اور جادوگر وغیرہ) کے قتل کی علت محض کفر نہیں ہے، بلکہ اس کی علت دراصل، ضررِ عام کومخلوق سے دفع کرنا ہے، جیسا کہ قاتلین اور ڈاکوؤں کوقتل کیا جاتا ہے، اگر چہ وہ اہلِ ایمان اور اہلِ تصدیق ہوں۔ [1]

پھر اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ سب وشتم کرنا، اس کے باطن کے خبیث ہونے کی دلیل ہے، اور جو وہ اسلام کے ساتھ تعلق وتدیّن ظاہر کرتا ہے، وہ نفاق اور زندقہ ہے؟

تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ ہمیں یہ بات تسلیم نہیں، اور ہم اس کے باطن پر محض سب وشتم کرنے کی وجہ سے کیسے مطلع ہوگئے، اس لیے کہ اگر یہ آپ کی کہی ہوئی بات کی دلیل ہوتی، تو لازم آتا کہ اللہ تعالیٰ کوسب وشتم کرنا بھی یہی (خبثِ باطنی اور نفاق وزندقہ کا) حکم رکھتا ہے (اور اس کی بھی توبہ قبول نہ کی جاتی) جبکہ آپ یہ بات بھی جان چکے کہ جس زندیق کوقتل کیا جاتا ہے، اور اس کی توبہ کوقبول نہیں کیا جاتا، وہ وہ شخص ہے، جو زندقہ کے ساتھ معروف اور مشہور ہو، اور وہ زندقہ

---

[1] علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت سے ظاہر ہوا کہ حنفیہ کے نزدیک ''زندیق'' کے قتل کی اصل علت، محض کفر وارتداد نہیں ہے، بلکہ فساد فی الارض اصل علت ہے، پھر بے شک اس کے ساتھ کفر وارتداد بھی شامل ہو، یا نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ اگر کسی سے صریح کفر وارتداد ظاہر نہ ہو، لیکن لوگوں کو گمراہی وضلالت کی دعوت دینا ثابت ہو، جس میں وہ مشہور ہو، تو حنفیہ کے نزدیک اس کو اس فساد کی وجہ سے مومن ہونے کے باوجود قتل کیا جائے گا، جیسا کہ ڈاکو اور جادوگر کا بھی یہی حکم ہے۔

مگر بعض اردو فتاویٰ وکتب میں اور بعض عربی کتب میں غیر حنفیہ کی بیان کردہ زندیق کی تعریف کو لے کر یہ تاثر دیا گیا ہے کہ زندیق کے قتل ہونے اور مواخذہ کے بعد توبہ قبول نہ کیے جانے کی اصل علت، کفر اور شدید کفر ہے، جس کا درجہ، ارتداد سے زیادہ سخت ہے، اور بعد کے بعض مشاہیرِ حنفیہ نے اس پر مستقل رسائل بھی تالیف فرمادیے ہیں، بندہ بھی اس غلط فہمی میں ایک عرصہ تک مبتلا رہا، لیکن تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ حنفیہ کے نزدیک زندیق کے قتل کی اصل علت یہی فساد فی الارض کی سعی ہے، جیسا کہ علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے عمدہ تحقیق وتصریح فرمائی، فجزاھم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

محمد رضوان

کی طرف دعوت دینے والا ہو، اور یہ سابِّ رسول اس طرح کا نہیں ہے، بلکہ یہ تو اسلام کے ساتھ معروف ومشہور تھا، اور نہ کسی کو اس بات کی دعوت دیتا تھا کہ وہ اس جیسا فعلِ شنیع اختیار کرے، بلکہ غالب یہی ہے کہ اس سے سب وشتم کا کلمہ صرف غصے کی شدت اور کسی معاملے میں دوسرے کی مخاصمت کی خفگی وغیرہ کی وجہ سے صادر ہو گیا ہے، البتہ اگر وہ اس فعلِ شنیع کے ساتھ معروف ومشہور ہو، اور اپنے اس اعتقادِ شنیع کی طرف دعوت دینے والا ہو، تو پھر اس صورت میں اس کے زندقہ میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوگا، اگرچہ وہ توبہ کرلے۔ [1]

جب آپ یہ بات جان چکے، تو آپ کے سامنے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ علامہ ابو سعود نے جو یہ بات ذکر کی ہے کہ وہ محض سب وشتم کی وجہ سے زندیق شمار ہوگا، تو یہ اس چیز کے موافق نہیں ہے، جو ہمارے ائمہ نے زندیق کی تعریف میں ذکر کی ہے، ورنہ وہ اس کو سب وشتم کرنے والے کے حکم میں ذکر نہ کرتے (بلکہ زندیق کے حکم وبیان میں ذکر کرتے) (کتاب تنبیه الولاۃ)

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے ''ردّ المحتار'' میں بھی متعدد مقامات پر زندیق کے متعلق کلام کیا ہے۔ [2]

اور اسی مسئلہ کو ''رد المحتار'' میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ بزازی کا یہ قول قاضی عیاض کی طرف سے امام مالک کے مشہور مذہب پر مبنی ہے اور ہمارا مذہب، اس کے خلاف ہے۔

---

[1] اور اس مخصوص صورت میں اس کے قتل کی اصل علت بھی فساد فی الارض کی سعی ہوگی، محض کفر وارتداد نہ ہوگی، ورنہ مؤاخذہ کے بعد بھی توبہ کو قبول کیا جاتا، بلکہ اس کی مہلت بھی دی جاتی، جیسا کہ مرتد کا حکم ہے، پس حنفیہ کے نزدیک مرتد اور زندیق اور ان دونوں کے قتل کی علت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے، اور غلط فہمیوں سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔ محمد رضوان۔

[2] وسيأتي أيضا قبيل كتاب الجهاد أن من تكرر الخنق منه في المصر قتل به سياسة لسعيه بالفساد، وكل من كان كذلك يدفع شره بالقتل.

وسيأتي أيضا في باب الردة أن الساحر أو الزنديق الداعي إذا أخذ قبل توبته ثم تاب لم تقبل توبته ويقتل، ولو أخذ بعدها قبلت(ردالمحتار، ج۴ص ۶۳، كتاب الحدود، باب التعزير)

اور زندیق کی تعریف، جو حنفیہ نے بیان فرمائی ہے، وہ سابِّ رسول پر صادق نہیں آتی۔ ۱؎

۱؎ وأنت خبير بأن هذا مبنى على ما مشى عليه القاضى عياض من مشهور مذهب مالک وهو عدم قبول توبته وأن حكمه حكم الزنديق عندهم، وتبعه البزازى كما قدمناه عنه، وكذا تبعه فى الفتح، وقد علمت أن صريح مذهبنا خلافه كما صرح به القاضى عياض وغيره.
(قوله وليكن التوفيق) أى يحمل ما مر عن النتف وغيره من أنه يفعل به ما يفعل بالمرتد على ما إذا تاب قبل أخذه، وحمل ما فى البزازية على ما بعد أخذه، وأنت خبير بأن هذا التوفيق غير ممكن لتصريح علمائنا بأن حكمه حكم المرتد، ولا شک أن حكم المرتد غير حكم الزنديق ولم يفصل أحد منهم هذا التفصيل؛ ولأن البزازى ومن تابعه قالوا إنه لا توبة له أصلا سواء بعد القدرة عليه والشهادة أو جاء تائبا من قبل نفسه كما هو مذهب المالكية والحنابلة، فعلم أنهما قولان مختلفان، بل مذهبان متباينان .على أن الزنديق الذى لا تقبل توبته بعد الأخذ هو المعروف بالزندقة الداعى إلى زندقته كما يأتى، ومن صدرت منه كلمة الشتم مرة عن غيظ أو نحوه لا يصير زنديقا بهذا المعنى(ردالمحتار، ج۴ص ۲۳۶، کتاب الجهاد، باب المرتد)
مطلب فى الفرق بين الزنديق والمنافق والدهرى والملحد :
(قوله وكذا الكافر بسبب الزنديق) قال العلامة ابن كمال باشا فى رسالته :الزنديق فى لسان العرب يطلق على من ينفى البارى تعالى، وعلى من يثبت الشريک، وعلى من ينكر حكمته .والفرق بينه وبين المرتد العموم الوجهى لأنه قد لا يكون مرتدا، كما لو كان زنديقا أصليا غير منتقل عن دين الإسلام، والمرتد قد لا يكون زنديقا كما لو تنصر أو تهود، وقد يكون مسلما فيتزندق .وأما فى اصطلاح الشرع، فالفرق أظهر لاعتبارهم فيه إبطان الكفر والاعتراف بنبوة نبينا -صلى الله عليه وسلم -على ما فى شرح المقاصد، لكن القيد الثانى فى الزنديق الإسلامى بخلاف غيره .والفرق بين الزنديق والمنافق والدهرى والملحد مع الاشتراک فى إبطان الكفر أن المنافق غير معترف بنبوة نبينا -صلى الله عليه وسلم -والدهرى كذلک مع إنكاره إسناد الحوادث إلى الصانع المختار سبحانه وتعالى .والملحد :وهو من مال عن الشرع القويم إلى جهة من جهات الكفر، من ألحد فى الدين :حاد وعدل لا يشترط فيه الاعتراف بنبوة نبينا -صلى الله عليه وسلم -ولا بوجود الصانع تعالى وبهذا فارق الدهرى أيضا، ولا إضمار الكفر وبه فارق المنافق، ولا سبق الإسلام وبه فارق المرتد، فالملحد أوسع فرق الكفر حدا :أى هو أعم من الكل اهـ ملخصا .قلت :لكن الزنديق باعتبار أنه قد يكون مسلما وقد يكون كافرا من الأصل لا يشترط فيه الاعتراف بالنبوة وسيأتى عن الفتح تفسيره بمن لا يتدين بدين .ثم بين حكم الزنديق فقال :اعلم أنه لا يخلو، إما أن يكون معروفا داعيا إلى الضلال أو لا .والثانى ما ذكره صاحب الهداية فى التجنيس من أنه على ثلاثة أوجه :إما أن يكون زنديقا من الأصل على الشرک، أو يكون مسلما فيتزندق، أو يكون ذميا فيتزندق، فالأول يترک على شركه إن كان من العجم، أى بخلاف مشرک العرب فإنه لا يترک .والثانى يقتل إن لم يسلم لأنه مرتد .وفى الثالث يترک على حاله لأن الكفر ملة واحدة اهـ والأول أى المعروف الداعى لا يخلو من أن يئوب بالاختيار ويرجع عما فيه قبل أن يؤخذ أولا، والثانى يقتل دون الأول اهـ وتمامه هناک.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض دیگر فقہائے حنفیہ نے بھی زندیق کے متعلق کلام کیا ہے۔ [1]

''تنبیهُ الولاة والحکام'' کا پانچواں حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے اپنی مذکورہ کتاب کے صفحہ نمبر 88 سے 96 تک

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(قوله لا توبة له) تصريح بوجه الشبه، والمراد بعدم التوبة أنها لا تقبل منه فى نفى القتل عنه كما مر فى الساب، ولذا نقل البيرى عن الشمنى بعد نقله اختلاف الرواية فى القبول وعدمه أن الخلاف فى حق الدنيا، أما فيما بينه وبين الله تعالى فتقبل توبته بلا خلاف اهـ ونحوه فى رسالة ابن كمال (قوله لكن فى حظر الخانية إلخ) استدراک على الفتح حيث لم يذكر هذا التفصيل.

ونقل فى النهر عن الدراية روايتين فى القبول وعدمه، ثم قال :وينبغى أن يكون هذا التفصيل محمل الروايتين .اهـ .(قوله المعروف) أى بالزندقة الداعى أى الذى يدعو الناس إلى زندقته .اهـ .ح .فإن قلت :كيف يكون معروفا داعيا إلى الضلال، وقد اعتبر فى مفهومه الشرعى أن يبطن الكفر .قلت: لا بعد فيه، فإن الزنديق يموه كفره ويروج عقيدته الفاسدة ويخرجها فى الصورة الصحيحة، وهذا معنى إبطال الكفر، فلا ينافى إظهاره الدعوى إلى الضلال وكونه معروفا بالإضلال اهـ .ابن كمال(ردالمحتار، ج۴ص ۲۴۱، ۲۴۲، كتاب الجهاد، باب المرتد)

وأما الزنديق الداعى والملحد وما بعده فيكفى فيه إظهاره للإسلام وإن كان كافرا أصليا فعلم أن المراد بيان جملة من لا تقبل توبته سواء كان مسلما ارتد أو لم يرتد أو كان كافرا أصليا؛ وعليه فكان المناسب ذكر قطاع الطريق، وكذا أهل الأهواء كما مر عن التمهيد، وكذا العوانى كما مر فى باب التعزير، وكذا كل من وجب عليه حد زنا أو سرقة أو قذف أو شرب .وأما ذكر ساب النبى - صلى الله عليه وسلم -أو أحد الشيخين فقد علمت ما فيه(ردالمحتار، ج۴ص ۲۴۵، كتاب الجهاد، باب المرتد)

[1] قوله وبالزندقة محله ما إذا كان الزنديق مسلما فتزندق.

والزنديق ثلاثة زنديق أصلى وأنه يترک على شركه إذا كان من العجم وزنديق غير أصلى بأن كان مسلما فتزندق فإنه يعرض عليه الإسلام فإن أسلم وإلا قتل لأنه مرتد وزنديق تزندق بعد أن كان ذميا فإنه يترک على حاله لأن الكفر ملة واحدة. كذا فى الملتقطات (غمز عيون البصائر، ج۲، ص ۱۹۲، الفن الثانى من الأشباه والنظائر وهو فن الفوائد، كتاب السير، باب الردة)

الخناق والساحر يقتلان لأنهما يسعيان فى الأرض بالفساد وإن تابا لم يقبل ذلک منهما وإن أخذا ثم تابا لم يقبل منهما ويقتلان وكذا الزنديق المعروف الداعى .وبه يفتى(الفتاوى الهندية، ج۵،ص ۳۸۱،كتاب الكراهية ،الباب الثلاثون فى المتفرقات)

الزنديق قال مالک الزنديق يقتل وقال ابو حنيفة وصاحباه وابو عبد الله لايقتل لانه اذا اظهر اسلامه فقد حقن دمه (النتف فى الفتاوىٰ، ج۲ص۶۹۳، ۶۹۴، كتاب المرد واهل البغى)

متاخرینِ حنفیہ کے دیگر اقوال کے مقابلے میں حنفیہ کے قبولِ توبہ سے متعلق صحیح اور راجح قول کی ترجیح کو مختلف دلائل سے ثابت کیا ہے، ان کی اس سلسلے میں تفصیلی عبارت کو درج کرنے کے بجائے اس کا ذیل میں بالترتیب خلاصہ ذکر کیا جاتا ہے:

(1)...... جس طرح مجتہد پر لازم ہے کہ اس کا اجتہاد، جس چیز کی طرف پہنچائے، وہ اس کی اتباع کرے، اسی طرح اس کے مقلد پر بھی لازم ہے کہ جب تک وہ اس مجتہد کی تقلید کرے، وہ اس کا اتباع کرے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے اصحاب سے سابِّ رسول کی توبہ قبول ہونا ثابت ہے۔

(2)...... اس مسئلے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے اصحاب، توبہ کے قبول ہونے پر متفق ہیں، اور اگر ایسا نہ بھی ہوتا، تب بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ کسی ایک کے ہونے کی صورت میں بھی ترجیح کے لیے کافی تھا۔

(3)...... جب متقدمین ومتاخرین میں اختلاف ہو، تو حتی الامکان، متقدمین کے قول سے عدول نہیں کیا جاتا، اور مجتہدین کے مقابلے میں جو حضرات مجتہدین کے درجے میں نہ ہوں، ان کی اتباع نہیں کی جاتی، لہٰذا یہاں بھی اس کے مطابق عمل ہوگا۔

(4)...... حنفیہ نے تصریح کی ہے کہ متون وشروح میں تعارض کے وقت، متون کو ترجیح حاصل ہوگی، اور یہ مسئلہ متون سے واضح ہے، جس کے مطابق توبہ قبول کی جاتی ہے۔

(5)...... خون کا معاملہ بڑا نازک ہے، بطورِ خاص کسی مسلمان کے خون کا معاملہ بہت احتیاط پر مبنی ہے، اور جب قتل اور ترکِ قتل میں تعارض ہو جائے، تو ترکِ قتل کو ترجیح دی جاتی ہے، اور یہاں اگر دلائل واقوال کو متعارض مانا جائے، تو ترکِ قتل کو ترجیح ہوگی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعقیدت، آپ کے حکم کے تابع

ہوگی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہمیں کسی کے قتل کا حکم نہ ملے گا، ہم اس کو قتل نہ کریں گے، اور یہاں توبہ وتجدیدِ ایمان کے بعد ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قتل کا حکم نہیں ملا، بلکہ اس کے برخلاف حکم کا ثبوت ملا۔

(6)...... اگر توبہ کرنے کے باوجود، قتل کو حد کے طور پر لازم کیا جائے، تو لازم آئے گا کہ قتل کی علت، خاص سب وشتم ہے، مرتد ہونا نہیں ہے، لہٰذا ذمی اور غیر مسلم کا بھی قتل کرنا لازم آئے گا، جو حنفیہ کے مذہب کے خلاف ہے۔

(7)...... اگر دو دلیلوں میں تعارض ہوجائے، ایک ''تحریم'' کا، اور ایک ''اباحت'' کا تقاضا کرتی ہو، تو ہمارے نزدیک ''تحریم'' کو مقدم رکھا جاتا ہے، لہٰذا یہاں قتلِ مسلم کی تحریم کو مقدم رکھا جائے گا۔

(8)...... حدود کو شبہات کی وجہ سے ساقط کردیا جاتا ہے، اور زیرِ بحث مسئلہ میں توبہ کے بعد، قتل کی حد کی کوئی مستند دلیل نہیں پائی جاتی، بلکہ قوی دلائل، قتل کے ساقط ہونے کے پائے جاتے ہیں، جن سے مرتد کے توبہ واسلام سے قتل کا ساقط ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(9)...... بعض روایات وآثار میں سب وشتم کرنے کے بعد اسلام لانے پر اس کے قبول ہونے اور قتل کے ساقط ہونے کا ذکر آیا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کے اسلام کو قبول کیا ہے، جو پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کیا کرتے تھے، اور مرتد کی حیثیت بھی اسلام لانے کے بعد ایسی ہی ہوجاتی ہے، اور دونوں میں قتل کے اعتبار سے مابہ الامتیاز کوئی معقول دلیل نہیں پائی جاتی۔

(10)...... متعدد نصوص میں ایمان لانے اور توبہ کرنے کے بعد توبہ قبول کیے جانے اور گناہ کے معاف ہونے کا ذکر آیا ہے، جن کو فقہائے کرام ومجتہدینِ عظام کی طرف سے مرتد کی توبہ کے قبول ہونے کو دلیل بنایا گیا ہے۔

چنانچہ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَأَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَأُولَئِكَ أَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ(سورة البقرة،رقم الآية ١٦٠)

ترجمہ: مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی، اور اصلاح کرلی، اور بیان کردیا، تو یہی لوگ ہیں کہ متوجہ ہوں گا میں ان پر، اور میں بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا، اور رحیم ہوں (سورہ بقرہ)

مذکورہ آیت میں توبہ اور اصلاح کے بعد اللہ کی طرف سے توبہ قبول ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔

اور سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

كَيْفَ يَهْدِی اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوْا أَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَجَائَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ .أُولَئِكَ جَزَاؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ .خَالِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ .إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَأَصْلَحُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ(سورة آل عمران، رقم الآيات ٨٦ الیٰ ٨٩)

ترجمہ: کیسے ہدایت دے گا، اللہ اس قوم کو، جنہوں نے کفر کیا، اپنے ایمان کے بعد، اور گواہی دی انہوں نے کہ بے شک رسول حق ہے، اور آ گئیں ان کے پاس واضح نشانیاں، اور اللہ نہیں ہدایت دیتا ظالموں کی قوم کو۔

یہ لوگ ہیں کہ ان کی جزا ہے، بے شک ان پر لعنت ہے اللہ کی، اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی، ہمیشہ رہیں گے یہ لوگ اس میں، نہیں ہلکا کیا جائے گا، ان سے عذاب کو، اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔

مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کرلی اس کے بعد، اور اصلاح کرلی، تو بے شک اللہ

غفور الرحیم ہے(سورہ آل عمران)

مذکورہ آیات میں ایمان کے بعد کفر اختیار کرنے والوں کے عذاب کا ذکر کرنے کے بعد توبہ کرنے والوں کی توبہ کے قبول ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، جس میں مرتد بھی داخل ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ أَسْلَمَ ثُمَّ ارْتَدَّ وَلَحِقَ بِالشِّرْكِ، ثُمَّ تَنَدَّمَ فَأَرْسَلَ إِلٰى قَوْمِهٖ، سَلُوْا لِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ لِّيْ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَجَاءَ قَوْمُهٗ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا: إِنَّ فُلَانًا قَدْ نَدِمَ وَإِنَّهٗ أَمَرَنَا أَنْ نَّسْأَلَكَ،هَلْ لَّهٗ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَنَزَلَتْ (كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ إِيْمَانِهِمْ)إِلٰى قَوْلِهٖ (غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ)فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَأَسْلَمَ (سنن النسائی،رقم الحدیث ۴۰۶۸،کتاب تحریم الدم، باب توبۃ المرتد)

ترجمہ: انصار میں سے ایک آدمی مسلمان ہوگیا، پھر وہ مرتد ہوگیا، اور کفار کے ساتھ شامل ہوگیا، پھر وہ شرمندہ ہوا تو اس نے اپنی قوم کو کہلا کر بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کرلو کہ کیا میری توبہ قبول ہے؟ چنانچہ اس کی قوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ فلاں آدمی اب نادم وشرمندہ ہے اور اس نے ہم سے کہا ہے کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں معلوم کرلیں کہ کیا اس کی توبہ قبول ہوگی؟ اس پر (سورہ آلِ عمران کی یہ آیات نازل ہوئیں، جن کا ترجمہ یہ ہے کہ) ''اللہ ان لوگوں کو کیسے ہدایت دے گا جو اپنے ایمان لانے اور رسول کی حقانیت کی گواہی دینے اور اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد کافر ہوجائیں، اور اللہ ایسے بے انصاف لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا، ان کی تو یہی سزا ہے کہ ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی

لعنت ہو، جس میں یہ ہمیشہ رہیں گے، نہ تو ان سے عذاب کو ہلکا کیا جائے گا، نہ انہیں مہلت دی جائے گی، مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ اور اصلاح کرلیں تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو (توبہ قبول ہونے کا) کہلوادیا اور وہ مسلمان ہوگیا (نسائی)

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا .إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَأَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَأَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَأُولٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ أَجْرًا عَظِيْمًا.مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا

(سورة النساء، رقم الآيات ١٤٥ الیٰ ١٤٧)

ترجمہ: بے شک منافق لوگ نچلے طبقے میں ہوں گے جہنم کے، اور ہرگز نہیں پائے گا، تو ان کے لیے کسی مددگار کو۔

مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کرلی، اور اصلاح کرلی، اور مضبوط پکڑلیا اللہ کو، اور خالص کرلیا اپنے دین کو اللہ کے لیے، تو یہی لوگ مومنین کے ساتھ ہیں، اور عنقریب عطا کرے گا، اللہ مومنین کو اجرِ عظیم۔

کیا کرے گا اللہ تمہیں عذاب دے کر، اگر تم شکر کرو، اور ایمان لاؤ، اور ہے اللہ قدردان، علیم (سورہ نساء)

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے عذاب کا ذکر کرنے کے بعد توبہ واصلاح کرنے والوں کو مومنین کے زمرے میں شمار فرمایا ہے، اور ان کے لیے اجرِ عظیم کا ذکر فرمایا ہے۔

سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ .

أَفَلا يَتُوبُونَ إِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (سورة المائدة، رقم الآيات ٧٣، ٧٤)

ترجمہ: اور اگر نہیں باز آئیں گے وہ لوگ ان باتوں سے، جو وہ کہتے ہیں، تو ضرور بالضرور پہنچے گا، ان لوگوں کو، جنہوں نے کفر کیا، ان میں سے، دردناک عذاب۔

کیا یہ توبہ نہیں کرتے اللہ کی طرف، اور استغفار نہیں کرتے اس سے، اور اللہ غفور الرحیم ہے (سورہ مائدہ)

مذکورہ آیات میں کفریہ وشرکیہ قول سے باز نہ آنے کی صورت میں دردناک عذاب کا ذکر کیا گیا ہے، اور ان کو توبہ واستغفار کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا إِنْ يَنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ (سورة الانفال، رقم الآية ٣٨)

ترجمہ: کہہ دیجیے ان لوگوں کو، جنہوں نے کفر کیا کہ اگر باز آ گئے وہ، تو مغفرت کر دی جائے گی، ان کے لیے ان چیزوں کی، جو گزر چکیں (سورہ انفال)

مذکورہ آیت میں کفر سے باز آنے کی صورت میں گزشتہ کی مغفرت کا صاف اعلان کیا گیا ہے۔

سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ يَاعِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (سورة الزمر، رقم الآية ٥٣)

ترجمہ: کہہ دیجیے آپ کہ اے میرے بندو! جنہوں نے زیادتی کی اپنی جانوں پر کہ مایوس مت ہو تم، اللہ کی رحمت سے، بے شک اللہ مغفرت فرما دے گا، تمام

گناہوں کی، بے شک وہی غفور الرحیم ہے (سورہ زمر)

مذکورہ آیت میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونے کا حکم دیا گیا ہے، اور اسی کے ساتھ تمام گناہوں کی مغفرت کا ذکر کیا گیا ہے۔

اور بعض نصوص میں تین چیزوں کے علاوہ قتل کی ممانعت آئی ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ، يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، إِلَّا بِإِحْدٰى ثَلَاثٍ: اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالثَّيِّبُ الزَّانِيُ، وَالْمَارِقُ مِنَ الدِّيْنِ اَلتَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٦٨٧٨، كتاب الديات، باب قول الله تعالى: أن النفس بالنفس والعين بالعين والأنف بالأنف الخ، مسلم، رقم الحديث ١٦٧٦ "٢٥")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مسلمان جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اس کا خون حلال نہیں، مگر ان تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں (حلال ہے) ایک تو جان کے بدلے جان (یعنی کسی کو جان بوجھ کر قتل کیا ہو، تو اس کے بدلہ میں اسے قتل کیا جائے) اور دوسرے شادی شدہ زانی (کو رجم کیا جائے گا) اور تیسرے دین سے نکلنے والا (مسلمانوں کی) جماعت کو چھوڑنے والا (یعنی مرتد) (بخاری، مسلم)

اس طرح کی حدیث اور بھی کئی سندوں سے مروی ہے۔ [1]

---

[1] عن أبى أمامة بن سهل بن حنيف، أن عثمان بن عفان أشرف يوم الدار، فقال: أنشدكم الله، أتعلمون أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال " :لا يحل دم امرء مسلم إلا بإحدى ثلاث :زنا بعد إحصان، أو ارتداد بعد إسلام، أو قتل نفس بغير حق فقتل به "، فوالله ما زنيت فى جاهلية ولا فى إسلام، ولا ارتددت منذ بايعت رسول الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: لَا یَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدٰی ثَلَاثٍ: رَجُلٌ زَنٰی بَعْدَ إِحْصَانِہٖ فَعَلَیْہِ الرَّجْمُ، أَوْ قَتَلَ عَمْدًا فَعَلَیْہِ الْقَوَدُ، أَوِ ارْتَدَّ بَعْدَ إِسْلَامِہٖ فَعَلَیْہِ الْقَتْلُ (سنن النسائی، رقم الحدیث ۴۰۵۷، کتاب تحریم الدم، باب الحکم فی المرتد)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مسلمان آدمی کا خون تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز کی وجہ سے ہی حلال ہوتا ہے؛ ایک تو وہ آدمی جو شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کرے، تو اس پر رجم ہے، دوسرے وہ جو کسی کو جان بوجھ کر قتل کرے، تو اس پر قصاص ہے، تیسرے وہ آدمی، جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے، تو اس پر قتل ہے (نسائی)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

صلی اللہ علیہ وسلم، ولا قتلت النفس التی حرم اللہ فبم تقتلوننی.
وفی الباب عن ابن مسعود، وعائشة، وابن عباس وهذا حدیث حسن ورواہ حماد بن سلمة، عن یحیی بن سعید، فرفعه، وروی یحیی بن سعید القطان، وغیر واحد، عن یحیی بن سعید هذا الحدیث، فأوقفوہ ولم یرفعوہ، وقد روی هذا الحدیث من غیر وجه عن عثمان، عن النبی صلی اللہ علیه وسلم مرفوعا(سنن الترمذی، رقم الحدیث۲۱۵۸)
عن ابن عمر، أن عثمان قال :سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول " :لا یحل دم امرء مسلم إلا بإحدی ثلاث :رجل زنی بعد إحصانه فعلیه الرجم، أو قتل عمدا فعلیه القود، أو ارتد بعد إسلامه فعلیه القتل (سنن النسائی،رقم الحدیث ۴۰۵۷)
عن عائشة، رضی اللہ عنها قالت :قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم " :لا یحل دم امرء مسلم، یشهد أن لا إله إلا اللہ، وأن محمدا رسول اللہ، إلا بإحدی ثلاث :رجل زنی بعد إحصان، فإنه یرجم، ورجل خرج محاربا للہ ورسوله، فإنه یقتل، أو یصلب، أو ینفی من الأرض، أو یقتل نفسا، فیقتل بها "(سنن ابی داؤد،رقم الحدیث ۴۳۵۳)
عن أبی بردة بن أبی موسی الأشعری، عن أبیه، أن النبی صلی اللہ علیه وسلم بعثه إلی الیمن، ثم أرسل معاذ بن جبل بعد ذلک، فلما قدم قال :أیها الناس، إنی رسول رسول اللہ إلیکم، فألقی له أبو موسی وسادة لیجلس علیها، فأتی برجل کان یهودیا فأسلم، ثم کفر، فقال معاذ :لا أجلس حتی یقتل قضاء اللہ ورسوله ثلاث مرات، فلما قتل قعد (سنن النسائی،رقم الحدیث ۴۰۶۶)

اور سابِّ رسول ، مسلم جب تائب ہوجائے، تو وہ ان تین صفات میں سے کسی صفت کے ساتھ متصف نہیں، لہٰذا اس کا اسلام لانے کے بعد قتل کرنا، ان نصوص کے معارض کہلائے گا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ (صحيح البخاری، رقم الحديث ٣٠١٧، كتاب الجهاد والسير، باب :لا يعذب بعذاب الله)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنا دین بدل دے، تو تم اس کو قتل کردو (بخاری)

اس طرح کی حدیث حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ [1]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی حدیث مروی ہے۔ [2]

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ اسلام سے خارج ہونے والے کی سزا قتل ہے، لیکن اس کے باوجود اس کی، توبہ قبول کی جاتی ہے، اور قتل ساقط ہوجاتا ہے۔

(علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ کے کلام کا خلاصہ مکمل ہوا)

پس علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ کے مدلل ومفصل کلام سے مسئلۂ ھذا پر حنفیہ کا اصل اور صحیح مذہب منقح ہوگیا، اور اس سلسلہ میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوگیا، **فجزاھم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔**

”قرۃُ عین الاخیار“ کا حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ کے بیٹے علاء الدین محمد (المتوفیٰ: 1306ہجری) ”قرۃ عین

---

[1] عن قتادة، عن الحسن قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من بدل دينه فاقتلوه (سن النسائی، رقم الحديث ٤٠٦٣)

[2] عن أبى هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :من بدل دينه فاقتلوه (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ٨٦٢٣)

قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الأوسط، وإسناده حسن (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٠٥٧٢، باب فی من كفر بعد إسلامه نعوذ بالله من ذلک وهل يستتاب وكم يستتاب)

الاخیار لتکملة ردُّ المحتار“ میں فرماتے ہیں:

”میرے سید والد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں ایک عمدہ کتاب تحریر کی ہے، جس میں یہ واضح فرمایا ہے کہ (سابِّ رسول کے متعلق) حنفیہ کا مذہب، توبہ کے قبول ہونے کا ہے، اور توبہ کے قبول نہ ہونے کا مذہب، امام مالک رحمہ اللہ کا ہے، پس آپ اس کتاب کی طرف رجوع کر لیجئے“۔ [1]

ہم علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ کی اس سلسلہ میں مدلل ومفصل تحقیق ذکر کر چکے ہیں، جس میں وہ، حنفیہ کی طرف سے عمدہ فرض کفایہ ادا کر چکے ہیں، **فجزاهم اللّٰہ تعالیٰ خیر الجزاء**۔

”اکفارُ الملحدین“ کا حوالہ

علمائے دیوبند کے مشہور محدث، علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ ”**اکفارُ الملحدین**“ میں فرماتے ہیں:

أیما رجل مسلم سب رسول الله – صلى الله عليه وسلم –، أو كذبه، أو عابه، أو تنقصه، فقد كفر بالله تعالى، وبانت منه امرأته . "كتاب الخراج."

أجمع المسلمون على أن شاتمه – صلى الله عليه وسلم – كافر، ومن شک فی عذابه و كفره كفر" .شفاء"، وغيره.

الكافر بسب نبی من الأنبیاء لا تقبل توبته مطلقاً، ومن شک فی

---

[1] قوله: (إلا فيما يقبل الرجوع كالردة) أی ولو بسب النبی صلی الله تعالی علیه وسلم فإنها كسائر ألفاظ الردة خلافا لما قدمه الشارح فی بابها.
وكتب عليه سيدی الوالد رحمه الله تعالى كتابة حسنة حرر فيها أن القبول هو المذهب، وأن عدم القبول هو مذهب مالک رحمه الله تعالى فارجع إليه (قره عين الأخيار لتكملة رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار، ج۸، ۳۲۱، كتاب الاقرار، باب اقرار المريض)

عـذابـه وكفره كفر" .مـجمع الأنهر "و"در مختار "و"بزازية" و"الدرر "و"الخيرية."

قلت: فـي قبـول التـوبة في أحكام الدنيا اختلاف، وتقبل فيما بينه وبيـن الله تعالى، وينبغي أن تراجع عبارة "المحيط "من "خلاصة الفتاوى "لأصـحـابنا، فإني لم أرها إلاله من عدم قبول التوبة فيما بينـه وبيـن الـلـه تـعالى، ولعله من غلط الناسخ (إكـفـار الـملحدين في ضـروريـات الـدّين للكشميري، ص ۵۴، النقل فيه عن المحدثين والفقهاء والمتكلمين وكبار المحققين وجم غفير من المصنفين)

ترجمہ: جو مسلمان بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرے، یا آپ کی تکذیب کرے، یا آپ کو عیب لگائے، یا آپ کی تنقیص کرے، تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا، اور اس کے نکاح سے اس کی بیوی نکل جائے گی، کتـابُ الخراج میں اسی طرح ہے۔

مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ شاتمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کافر ہے، اور جس نے اس کے عذاب اور کفر میں شک کیا، تو وہ بھی کافر ہو جائے گا، شفاء وغیرہ میں اسی طرح ہے۔

انبیائے کرام میں سے کسی نبی کو سب وشتم کرنے والے کی توبہ مطلقاً قبول نہیں کی جائے گی، اور جس نے اس کے عذاب اور کفر میں شک کیا، تو وہ بھی کافر ہو جائے گا، مـجـمـع الانهـر، الدر المختار، البزازيه اور الخيرية وغیرہ میں اسی طرح ہے۔

میں (یعنی انور شاہ کشمیری) کہتا ہوں کہ احکامِ دنیا میں سابِ رسول کی توبہ قبول ہونے میں اختلاف ہے، لیکن اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان بہر حال توبہ قبول

ہوجائے گی (اس میں کوئی اختلاف نہیں) اور یہ ضروری ہے کہ محیط کی عبارت کی مراجعت کی جائے، جو خلاصۃ الفتاویٰ میں ہمارے اصحاب کی طرف منسوب کر کے منقول ہے، کیونکہ میں نے اس قول کو کہیں بھی نہیں دیکھا، کہ بندے اور اللہ تعالیٰ کے مابین توبہ قبول نہیں کی جائے گی، اور شاید یہ کاتب کی غلطی ہے (اکفار الملحدین)

مذکورہ عبارت میں علامہ کشمیری رحمہ اللہ نے سب سے پہلے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ''کتابُ الخراج'' کے حوالہ سے سابِ رسول کے کفر اور اس کی بیوی کے نکاح سے نکلنے کی جو عبارت ذکر کی ہے، اس سے آگے امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے خود ہی یہ بھی واضح فرمایا ہے کہ اگر وہ توبہ کرلے، تو فبہا، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا، اور عورت کا بھی یہی حکم ہے، البتہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ [1]

''کتابُ الخراج'' کی اس عبارت سے واضح ہوا کہ امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب رحمہم اللہ کے نزدیک سابِ رسول کی توبہ قبول کرلی جائے گی، بلکہ عورت کو قتل بھی نہیں کیا جائے گا۔

جس کا مطلب یہ ہوا کہ حنفیہ کے نزدیک سابِ رسول کا حکم ''مرتَد'' ہونے کا ہے، اور مرتدہ عورت کو عام حالات میں قتل نہیں کیا جاتا، بلکہ اس سے توبہ طلب کی جاتی ہے، جیسا کہ حنفیہ کی کتب میں تصریح پائی جاتی ہے۔

پھر اس کے بعد علامہ کشمیری رحمہ اللہ نے مجمع الانہر، الدرالمختار، البزازیہ اور الخیریۃ وغیرہ کے حوالہ سے سابِ رسول کی توبہ قبول نہ ہونے کا حکم نقل کیا ہے۔

تو مذکورہ کتب میں یہی حکم مذکور ہے، لیکن خود علامہ کشمیری رحمہ اللہ نے سابِ رسول کی توبہ کے

---

[1] قال أبو يوسف :وأيما رجل مسلم سب رسول الله صلى الله عليه وسلم أو كذبه أو عابه أوتنقصه فقد كفر بالله وبانت منه زوجته ، فإن تاب وإلا قتل ، وكذلك المرأة ، إلا أن أبا حنيفة قال :لا تقتل المرأة (وتجبر على الإسلام)(الخراج لأبى يوسف،ص ١٩٩ ،فصل فِى الحكم فِى المرتد عن الإسلام والزنادقة)

دنیاوی احکام میں قبول ہونے کے بارے میں اختلاف ہونے کا درجِ ذیل الفاظ میں اعتراف فرمایا ہے:

’’قلت: فی قبول التوبة فی أحكام الدنيا اختلاف، وتقبل فيما بينه وبين الله تعالى‘‘

جس سے معلوم ہوا کہ علامہ کشمیری رحمہ اللہ دنیاوی احکام میں سابِ رسول کی توبہ قبول ہونے کے بارے میں اختلاف کے قائل ہیں، اور اصحابِ مذہبِ حنفیہ کا قول ’’**کتابُ الخراج**‘‘ وغیرہ کے حوالہ سے پہلے ذکر کیا جاچکا ہے۔

پھر اس کے بعد علامہ کشمیری رحمہ اللہ نے ’’خلاصۃُ الفتاویٰ‘‘ سے جو ’’المحیط‘‘ کا حوالہ دیا ہے، جس میں سابِ رسول کی توبہ عنداللہ بھی قبول نہ ہونے کا حکم مذکور ہے، اس کے بارے میں خود فرمادیا کہ یہ حکم دوسری کتب میں نہیں ملتا، اس لیے ’’المحیط‘‘ کی عبارت کی مراجعت کرنے کی ضرورت ہے، اور اس عبارت میں کاتب کی غلطی ہونے کا امکان ہے۔

اور ’’خلاصۃُ الفتاویٰ‘‘ کی عبارت نیز ’’**المحیط**‘‘ کے متعلق پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ ہم نے اس کی مراجعت کی تو ہمیں **المحیط** میں یہ عبارت دستیاب نہ ہوئی، جس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کا حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے سابِّ رسول کی توبہ، قبول نہ ہونے کو حنفیہ کا مذہب سمجھنے کی غلطی کی ’’**شرح عقود رسم المفتی**‘‘ میں بھی نشاندہی کی ہے، جس کو بعد کے متعدد محققین واصحابِ علم نے بھی برقرار رکھا ہے، اور اس کی تائید کی ہے۔

چنانچہ حضرت شیخ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم ’’**اصولُ الافتاء و آدابہ**‘‘ میں مفتی مقلد کے لیے امام کا فتویٰ نقل کرنے کی شرط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

لا بـد مـن تـنقيح مذهب المجتهد ، والتأكد من صحة نسبته اليه. فـقـد يـوجد اغلاط فى النقل عنه، وقد ذكر ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ عدة امثلة لمثل هذه الاغلاط فقال: ” وقد يتفق نقل قول فى نـحو عشرين كتابا من كتب المتأخرين، ويكون القول خطأ اخطأ بـه اول واضـع لـه، فيأتى من بعده وينقله عنه، وهكذا ينقل بعضهم عن بعض“ وقد ذكر رحمه الله تعالىٰ عدة امثلة لذلک.

فـمـنها: انه وقع فى السراج الوهاج والجوهرة شرح القدورى ان الـمـفتى به صحة الاستئجار على تلاوة القرآن، ونقل ذلک كثير مـمـن جـاء وا بعدهم، مع ان ذلک خطأ، فان المفتى به هو صحة الاستئـجـار عـلـى تـعـليم القرآن، وليس على تلاوة القرآن ، لان فتوى الـجـواز مبـنى على الضروره فى التعليم والامامة والاذان ، ولايتعدى الى ما لا ضرورة فيه.

ومـنهـا: مـا ذكر فى البزازية من ان مذهب الحنفية عدم قبول توبة سـاب الـرسول صلى الله عليه وسلم وذلک على اساس ما ذكره ابـن تيـمية رحمه الله تعالىٰ فى ”الصارم المسلول“ ونقل عنها ابن الهـمـام وغيـره كـذلک، ولـكـن الـمـذهـب المذكور فى كتب الـمتقدمين من الحنفية مثل ”كتاب الخراج لابى يوسف“و”شرح الـطـحـاوى“ و”الـنتف لـلسغدى“ هو قبول توبته، واما عدم قبول تـوبته ، فذكره ابنِ تيمية رحمه الله مذهبا لغير الحنفية (اصول الافتاء لتـقـى العثـمانى، ص ١٥٩ و ١٦٠ ، تلخيص قواعد رسم المفتى على مذهب الحنفية، الـنـاشـر: مـكتبة معارف القرآن كراتشى، باكستان، الطبعة: شعبان المعظم ١٤٣٢هـ ، جولائى ٢٠١١ء)

ترجمہ: ضروری ہے کہ مجتہد کے مذہب کی تنقیح اوراس کی طرف نسبت کی صحت کی اچھی طرح تحقیق کرلی جائے، کیونکہ بعض اوقات مجتہد کے مذہب کونقل کرنے میں اغلاط پائی جاتی ہیں، ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح کی اغلاط کی چندمثالیں ذکرکی ہیں، اور فرمایا کہ ''بعض اوقات متاخرین کی بیسیوں کتابوں میں ایک قول نقل ہوتا چلا آتا ہے، جبکہ وہ قول خطا پر مبنی ہوتا ہے، جس کی اول واضع سے خطا سرزد ہوتی ہے، پھراس کے بعد آنے والے اس کواس اول واضع سے نقل کردیتے ہیں، اور پھرایک دوسرے سے نقل درنقل ہونے کا سلسلہ چلتا ہے'' ابنِ عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں چندمثالیں ذکرکی ہیں۔

نقل کے خطا کی ایک مثال وہ ہے، جوکہ السراج الوھاج اورقدوری کی شرح جوہرہ میں ہے کہ مفتیٰ بہ تلاوتِ قرآن پراجرت کا صحیح ہونا ہے، اس بات کوان کے بعد آنے والے بہت سے حضرات نے نقل کیا ہے، باوجودیکہ یہ خطا پرمبنی ہے، کیونکہ مفتیٰ بہ تو تعلیمِ قرآن پراجرت کا صحیح ہونا ہے، تلاوتِ قرآن پراجرت کا صحیح ہونا نہیں ہے، کیونکہ جواز کا فتویٰ تعلیم اورامامت اوراذان میں ضرورت پرمبنی ہے، جس کوایسی چیزوں کی طرف متعدی نہیں کیا جائے گا، جن میں ضرورت نہیں ہے۔

اورنقل کے خطا کی دوسری مثال وہ ہے، جو بزازیہ میں مذکور ہے کہ حنفیہ کا مذہب سابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توبہ قبول نہ ہونے کا ہے، جس کی بنیاد علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ''الصارمُ المسلول'' میں مذکورقول پر ہے، جن سے ابنِ ہمام وغیرہ نے اسی طرح نقل کیا ہے، حالانکہ حنفیہ کا جواصل مذہب، حنفیہ کے متقدمین کی کتب مثلاً امام ابویوسف کی ''کتاب الخراج'' اورابوبکرجصاص کی ''شرح مختصر الطحاوی'' اورعلامہ سغدی کی ''النتف'' میں مذکور ہے کہ سابِ رسول کی توبہ قبول کی جائے گی، اورسابِ رسول کی توبہ کے قبول نہ

ہونے کے قول کو ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے غیرِ حنفیہ کا مذہب قرار دیا ہے (اصولِ افتاء)

مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری صاحب کا حوالہ

مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری صاحب (سابق استاذ الحدیث: دارالعلوم دیوبند، انڈیا) فرماتے ہیں کہ:

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی میں گستاخی کرنے والے کی توبہ مقبول ہے یا نہیں؟ فتاویٰ بزازیہ (برحاشیہ عالمگیری، ج۶ص ۳۲۲) میں منقول ہے کہ ہمارے نزدیک اس کا قتل واجب ہے، توبہ مقبول نہیں، اگرچہ وہ اسلام قبول کرلے، صاحبِ بزازیہ نے یہ بات قاضی عیاض مالکی کی ''الشفا'' اور ابنِ تیمیہ حنبلی کی ''الصارم المسلول'' کی طرف منسوب کی ہے، پھر بعد کے اکثر فقہاء نے اس کی پیروی کی ہے، یہاں تک کہ خاتم المحققین علامہ ابن الہمام اور الدرر والغرر کے مصنف نے بھی یہی بات لکھی ہے، حالانکہ ''شفا'' اور ''صارم'' میں جو بات ہے، وہ یہ ہے کہ یہ شوافع اور حنابلہ کا مذہب ہے، اور امام مالک رحمہ اللہ کی دو روایتوں میں سے ایک روایت ہے، اور ہمارا مذہب قطعیت کے ساتھ یہ نقل کیا ہے کہ اس کی توبہ مقبول ہے، اور یہی بات قدماءِ احناف کی کتابوں میں مذکور ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ''کتاب الخراج'' امام طحاوی رحمہ اللہ کی مختصر کی شرح، اور سُغدی کی ''النتف الحسان'' وغیرہ فقہ حنفی کی کتابوں میں یہی بات مذکور ہے (آپ فتویٰ کیسے دیں، صفحہ ۲۸، ۲۹، مطبوعہ: مکتبہ نعمانیہ، لانڈھی، کراچی)

مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری صاحب کا حوالہ

مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری صاحب (مفتی: مدرسہ شاہی، مراد آباد، انڈیا) فرماتے ہیں کہ:

صاحبِ فتاویٰ بزازیہ، علامہ محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف الخوارزمی البزازی (م۸۲۷ھ) نے لکھا ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرے، وہ ہمارے نزدیک واجب القتل ہے، اور اس کے دوبارہ اسلام لانے کے دعوے کے باوجود اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

اس قول کو انہوں نے قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ المالکی (المتوفیٰ ۵۴۴ھ) کی ''کتاب الشفاء'' اور شیخ تقی الدین احمد بن عبدالحلیم ابنِ تیمیہ الحنبلی (المتوفیٰ ۷۲۸ھ) کی شہرۂ آفاق تصنیف ''الصارم المسلول'' کی طرف منسوب کیا ہے۔

اور صاحبِ بزازیہ کے بعد جتنے بھی مصنفین آئے، سب نے آنکھیں بند کر کے اسی قول کو حنفیہ کے مذہب کے بطور نقل کر دیا، حتی کہ صاحبِ فتح القدیر کمال بن الہمام (المتوفیٰ ۸۶۱ھ) اور صاحب الدرر والغرر علامہ محمد بن فراموز (المتوفیٰ ۸۸۵ھ) نے بھی یہی بات لکھی ہے۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ گستاخِ رسول کی توبہ قبول نہ کیے جانے کا مذہب شافعیہ، حنابلہ اور بعض مالکیہ کا ہے، اور حنفیہ کا یقینی طور پر مسلک یہ ہے کہ ایسا شخص عام مرتد کے حکم ہے، اگر وہ توبہ کرے گا، تو اس کی توبہ بھی قبول کی جائے گی، جیسے کہ دیگر مرتدوں کی توبہ قبول کی جاتی ہے۔

حنفیہ کا یہ مذہب کتبِ متقدمہ (کتاب الخراج لابی یوسف، علامہ اسبیجابی کی شرح مختصر الطحاوی اور النتف للامام السغدی وغیرہ) میں وضاحت کے ساتھ مذکور ہے، اور خود علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر ایک رسالہ ''**تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام**'' کے نام سے تحریر فرمایا ہے، جو رسائل ابنِ عابدین میں شامل ہے (فتویٰ نویسی کے رہنما اصول، صفحہ ۵۷، ۵۸، مطبوعہ: مکتبہ نعمانیہ، کراچی، اشاعتِ اول: ۱۴۱۹ھ)

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ حنفیہ کے نزدیک سابِّ رسول، کافر و مرتد شمار ہوتا ہے، اور وہ اس کی وجہ سے مرد ہونے کی صورت میں قتل کا مستحق ٹھہرتا ہے، لیکن اگر وہ تجدیدِ ایمان وتوبہ کرلے، تو اس کے قتل کا حکم ساقط ہوجاتا ہے، اور اس کی توبہ کے قبول نہ ہونے کا قول، حنفیہ کا اصل مذہب نہیں، جس کو بیان ونقل کرنے میں بعض حضرات یا کاتبین سے غلطی وخطا واقع ہوئی، اس کو غلطی وخطاء ہی سمجھنا چاہیئے، نہ یہ کہ خطاء کو صواب سمجھ کر اس اصل مذہبِ حنفی کے موقف کو ہی تبدیل کردیا جائے، یہ طرزِ عمل درست نہیں۔

اور کسی کے ایمان لانے اور توبہ کرنے کے باوجود، اس کو قتل کرنا، نصوصِ قرآن واحادیث کی رُو سے راجح وصواب نہیں۔

فؤاد بن یحییٰ ھاشمی کا حوالہ

سابِّ رسول کی توبہ اور بعض متاخرینِ حنفیہ کے کلام میں پائے جانے والے اشکال کے جوابات سے متعلق ڈاکٹر فؤاد بن یحییٰ ہاشمی کا ایک مضمون نظر سے گزرا، جوانہوں نے ''تقریر مذهب الحنفية فی توبة الساب وما أشكل من كلام المتأخرين '' کے نام سے موسوم کیا ہے، ذیل میں اس پورے مضمون کو حواشی سمیت نقل کیا جارہا ہے، جس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا اردو زبان میں ترجمہ بھی پیش کیا جائے گا، اور بعض مقامات پر ہماری طرف سے حواشی کی شکل میں معروضات بھی پیش کی جائیں گی۔

وہ مضمون درجِ ذیل ہے:

أولاً: ربما يكون الكلام عن تحرير المذهب الحنفی فی هذه المسألة من نافلة التحرير! إذ قد قام بذلك محرر المذهب الحنفي: ابن عابدين ذاته! ولا عطر بعد عروس، بل صنف فی ذلك رسالة خاصة فی الموضوع! وبهذا ختم على المسألة

بـالشـمـع الأحمر! فهو محرر المذهب! ومحرر المسألة! وصنف فيها تصنيفا! فماذا بقى؟!

كـمـا أن رأى الـحـنـفية فـى الـمسـألة لم يكن مشكلا عند الأئمة المعتنين بها بحثاً وتصنيفا، كالقاضى عياض، والتقيين: ابن تيمية والسبـكـى، ولـم يـكـن مشـكلاً أيـضـاً لمن نظر فى أصول الباب، فـأصـول الـحـنـفية متـميـزـة بـمحل يبعد أن يقع فيه اللبـس، فهم يـذهـبـون إلـى أبعد من هذا! ولهذا صرح الحنفية أنفسهم أن قبول توبة الساب هو اللائق بمذهبهم، وأهل البيت أدرى بما فيه.

والكلام فى المسألة سيكون فى مبحثين:

المبحث الأول: تقرير المذهب الحنفية فى توبة الساب.

المبحث الثانى: الجواب عما أشكل من كلام المتأخرين.

ثم أذكر فى خاتمة ذلک: نتائج موجزة للبحث.

فإلى تفصيل ذلک.

المبحث الأول: تقرير المذهب الحنفية فى توبة الساب.

مـذهـب الـحـنـفية هو قبول توبة الساب كمذهب الشافعى تماما خـلافـا لـمـذهـب الـمـالـكية والـحـنابلة القائلين بعدم قبول توبة الســاب، وخـلافـا لقول ثالث فى المسألة، وهو التفريق بين ساب الـلـه عـز وجـل وبيـن سـاب الرسول صلى الله عليه وسلم، فتقبل تـوبة الأول دون الشـانـى قضاء فى الظاهر، أما فى الباطن فتقبل بلا تردد.

الـمطلب الأول: التـنـصيـص الـصريح من غير استثناء على قبول

توبة المرتد:

المنصوص فی کتب الحنفية المتقدمة، المتون منها والشروح على حد سواء هو قبول توبة المرتد من غير استثناء، كماهی طريقة الشافعية خلافا للمالكية والحنابلة الذين يستثنون عدة صور لا تقبل فيها توبة المرتد قضاء، أشهرها ثلاث صور:

الصورة الأولى: من تكررت ردته.

الصورة الثانية: الزنديق.

الصورة الثالثة: الساب.

فكتب المالكية والحنابلة تستثنى هذه الصور من قبول توبة المرتد، بينما يطلق الحنفية والشافعية توبة المرتد من غير استثناء، وهذا يظهر فرقا جوهريا بين هذين الاتجاهين الكبيرين، وهو بدوره يضبط الرؤية العامة لمن رام تقعيد أصول الباب، ويصعِّب من وقوع الخطأ[1]

المطلب الثانی: تنصيص أئمة الحنفية على قبول توبة الساب:

النقول الثلاثة الأولى: الأئمة (أبو حنيفة، أبو يوسف، محمد بن الحسن):

النقل الأول: الإمام أبو حنيفة:

نقل أبو السعود التصريح بأن مذهب الإمام الأعظم أنه لا يقتل إذا

[1] المبسوط للسرخسی (100 -98 /10)، بدائع الصنائع (7/134، 135) ، بداية المبتدی (ص:122)، الهداية فی شرح بداية المبتدی (404 /2، 405)، اللباب فی الجمع بين السنة والكتاب (765 /2)، الجوهرة النيرة على مختصر القدوری (2/276)، البناية شرح الهداية (/7 267، 269).

تاب ويكتفى بتعزيره[1]

النقل الثانى: القاضى أبو يوسف:

قال الإمام أبو يوسف صاحب أبى حنيفة: (أيما رجل مسلم سب رسول الله صلى الله عليه وسلم أو كذبه أو عابه أو تنقصه؛ فقد كفر بالله وبانت منه زوجته؛ فإن تاب وإلا قتل)[2]

النقل الثالث: محمد بن الحسن:

قال محمد بن الحسن فى الجامع الصغير، وهو أحد كتب ظاهر الرواية: (يعرض على المرتد حرا أو عبدا الإسلام فإن أبى قتل وتجبر المرتدة على الإسلام ولا تقتل حرة أو أمة والأمة يجبرها مولاها)[3]

تعليق:

إن قيل: نعم، إن عبارة أبى يوسف صريحة، لكن عبارة أبى حنيفة لم تنقل بنصها، وعبارة محمد بن الحسن لا يستفاد الغرض منها إلا من جهة العموم؟

فالجواب: أن تصريح أبى يوسف كافى فى تقرير مذهب الحنفية إذا لم يكن لصاحبيه قول؛ فكيف إذا كان مؤيدا بهما من جهة الحكاية ومن جهة العموم ؟

الأمر الآخر: إذا صرح أحد الأئمة الثلاثة بقول فإنه لا يصار فى

---

[1] حاشية ابن عابدين .(4/ 235)

[2] الخراج لأبى يوسف (ص: 199)، منحة الخالق مطبوع بهامش الدر المختار وحاشية ابن عابدين .(4/ 234)

[3] الجامع الصغير وشرحه النافع الكبير (ص:306)، بداية المبتدى (ص:122).

تقرير المذهب إلى غيره، إنما محل الترجيح بين شيوخ المذهب والمتأخرين إذا لم يكن لأحدهم قول فى المسألة، أو أن الثلاثة اختلفوا على تفصيل مشهور عندهم.

النقل الرابع: أبو الحسن الكرخى (المتوفى: 340 هـ):

قال أبو الحسن الكرخى: (هذا قول أصحابنا جميعا أن المرتد يستتاب أبدا)[1]

فإن قيل: إنما هذا فيمن تكررت ردته، لا فى توبة الساب.

الجواب: أن هذه هى المسألة المشهورة التى ترد فى كتب الحنفية، ويناقشون فيها مذهب المالكية والحنابلة بعدم قبول من تكررت ردته، وقد قرر الحنفية بوضوح تام قبول توبة المرتد ولو تكررت ردته، ونصروا ذلك بالأدلة النقلية والبراهين العقلية، بما لا يدع مجالا للشك فى قبول توبة المرتد مهما كانت ردته.

النقل الخامس: السُّغْدى(المتوفى: 461 هـ):

قال أبو الحسن على بن الحسين بن محمد السُّغْدى الحنفى: (من سب رسول الله صلى الله عليه وسلم فإنه مرتد، وحكمه حكم المرتد، ويفعل به ما يفعل بالمرتد)[2]

النقل السادس: المسطور فى كتب المذهب لاسيما المتقدمين منهم:

نقل الخير الرملى فى حاشية البحر: (أن المسطور فى كتب

[1] تبيين الحقائق .(3/ 284)

[2] قال ابن عابدين: (فقوله "ويفعل به ما يفعل بالمرتد "ظاهر فى قبول توبته كما لا يخفى .النتف فى الفتاوى للسغدى (2/ 694)، منحة الخالق المطبوع بهامش حاشية ابن عابدين .(5/ 135)

المذهب أنها ردة، وحكمها حكمها)[1]

وقال ابن عابدين: (فهـذا صريح المنقول عمن تقدم على البزازى ومن تبعه)[2]

النقل السابع: الحموى:

قـال الـحـموى فـى حاشية الأشباه نقلا عن بعض العلماء: (إن ما ذكـره صـاحـب الأشبـاه مـن عـدم قبول التوبة قد أنكره عليه أهل عـصـره وأن ذلک إنـمـا يـحفظ لبعض أصحاب مالک كما نقله القاضى عياض وغيره .أما على طريقتنا فلا)[3]

النقل الثامن: حسام جلبى ورسالته فى الرد على البزازى، وما فيها من تتبع كتب الحنفية، وبيان الغلط ومنشئه:

ألف الـعـلامة الـنـحـرير الشهير بحسام جلبى رسالة فى الرد على البزازى وقال فى آخرها: (وبـالجملة قد تتبعنا كتب الحنفية فلم نـجـد الـقول بعدم قبول توبة الساب عندهم سوى ما فى البزازية، وقد علمت بطلانه ومنشأ غلطه أول الرسالة)[4]

النقل التاسع: مفتى الحنفية بمصر شيخ الإسلام ابن عبد العال:

قـال التمرتاشى: (سـمـعت من مفتى الحنفية بمصر شيخ الإسلام ابـن عبـد الـعـال أن الـكـمـال وغيـره تبعوا والبزازى تبع صاحب

---

[1] قال ابن عابدين: (العجب منه أنه أفتى بخلافه فى الفتاوى الخيرية .رأيت بخط شيخ مشايخنا السـائـحـانى فى هذا المحل والعجب كل العجب حيث سمع المصنف كلام شيخ الإسلام يعنى ابن عبد العال، ورأى هذه النقول كيف لا يشطب متنه عن ذلک) .منحة الخالق .(4/ 234)

[2] حاشية ابن عابدين .(4/ 235)

[3]حاشية ابن عابدين .(4/ 234)

[4]منحة الخالق (4/234-235)

السيف المسلول عزاه إليه ولم يعزه لأحد من علماء الحنفية وقد صرح فی النتف ومعين الحكام وشرح الطحاوی وحاوی الزاهدی وغيرها بأن حكمه كالمرتد ولفظ النتف من سب الرسول – صلى الله عليه وسلم – فإنه مرتد وحكمه حكم المرتد ويفعل به ما يفعل بالمرتد انتهى .وهو ظاهر فی قبول توبته كما مر عن الشفاء اهـ فليحفظ) [1]

النقل العاشر: الرحمتی:

قال ابن عابدين: (وكذلک كتب شيخ مشايخنا الرحمتی هنا على نسخته أن مقتضى كلام الشفاء وابن أبی جمرة فی شرح مختصر البخاری فی حديث إن فريضة الحج أدركت أبی إلخ " أن مذهب أبی حنيفة والشافعی حكمه حكم المرتد، وقد علم أن المرتد تقبل توبته كما نقله هنا عن النتف وغيره)[2]

ونقل عن الرحمتی أيضاً قوله: (المذهب كمذهب الشافعی قبول توبته كما هو رواية ضعيفة عن مالک وأن تحتم قتله مذهب مالک، وما عداه فإنه :

إما نقل غير أهل المذهب.

أو طرة مجهول لم يعلم كاتبها.

فكن على بصيرة فی الأحكام، ولا تغتر بكل أمر مستغرب وتغفل عن الصواب، والله تعالى أعلم)[3]

---

[1] الدر المختار .(235-233 /4)

[2] حاشية ابن عابدين .(234 /4)

[3] حاشية ابن عابدين (234 /4)

النقل الحادى عشر: أستاذ ابن عابدين ورسالة خاصة له فى المسألة:

قال ابن عابدين: (أسمعنى بعض مشايخى رسالة حاصلها أنه لا يقتل بعد الإسلام وأن هذا هو المذهب) [1]

النقل الثانى عشر: ابن أفلاطون زاده:

نقل ابن أفلاطون زاده فى كتابه المسمى بمعين الحكام: أنها ردة حيث قال معزيا إلى شرح الطحاوى ما صورته من سب النبى – عليه الصلاة والسلام – أو بغضه كان ذلک منه ردة وحكمه حكم المرتدين[2]

النقل الثالث عشر: إبراهيم السائحانى شيخ مشايخ ابن عابدين:

قال ابن عابدين: (رأيت بخط شيخ مشايخنا السائحانى فى هذا المحل: والعجب كل العجب حيث سمع المصنف كلام شيخ الإسلام يعنى ابن عبد العال، ورأى هذه النقول كيف لا يشطب متنه عن ذلک) [3]

النقل الرابع العشر: ابن عابدين:

قال ابن عابدين: (قد علمت أن هذا يعنى عدم قبول توبة الساب– ليس مذهبا للحنفية كما نطقت به كتبهم ونقله عنهم الأئمة كالقاضى عياض وابن أبى جمرة)[4]

---

[1] حاشية ابن عابدين .(234 /4)

[2]البحر الرائق شرح كنز الدقائق ومنحة الخالق وتكملة الطورى .(135 /5)

[3] الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) .(234 /4)

[4]حاشية ابن عابدين (رد المحتار) .(235 /4)

وقال أيضاً: (العجب من الشارح يعنى الحصكفى- حيث نقل صريح ما فى كتب المذهب من أن الحنفى كالشافعى فى قبول توبته كيف جارى صاحب النهر فى هذه المسألة، فكان الصواب أن يبدل الحنفى بالمالكى أو الحنبلى)[1]

ولما قال الحصكفى فى الدر المختار: (هذا يقوى القول بعدم قبول توبة ساب الرسول – صلى الله عليه وسلم – وهو الذى ينبغى التعويل عليه فى الإفتاء والقضاء رعاية لجانب حضرة المصطفى – صلى الله عليه وسلم) تعقبه ابن عابدين بقوله: (الذى ينبغى التعويل عليه ما نص عليه أهل المذهب فإن اتباعنا له واجب)، وقال عن قوله: (رعاية لجانب حضرة المصطفى – صلى الله عليه وسلم –) : بأن رعاية جانبه فى اتباع ما ثبت عنه عند المجتهد[2]

وقال ابن عابدين أيضاً: وقد حررت المسألة فى تنقيح الحامدية فراجعها، ثم جمعت فى ذلک كتابا سميته تنبيه الولاة والحكام على أحكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام [3]

المطلب الثالث: نقل المذاهب الأخرى:

قبول توبة الساب هو الشمهور عن المذهب الحنفى، وقد نقل ذلک عنهم أصحاب المذاهب الأخرى، كالقاضى عياض

---

[1]حاشية ابن عابدين (رد المحتار) .(235 /4)

[2]الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) .(236 /4)

[3]البحر الرائق شرح كنز الدقائق ومنحة الخالق وتكملة الطورى .(135 /5)

المالكى فى الشفا، وابن تيمية الحنبلى فى الصارم المسلول، والسبكى الشافعى فى السيف المسلول.

قال القاضى عياض: (وبمثله قال أبو حنيفة وأصحابه والثورى وأهل الكوفة والأوزاعى فى المسلم لكنهم قالوا هى ردة) [1]

وقال ابن تيمية: (ذكرنا أن المشهور عن مالك وأحمد أنه لا يستتاب ولا تسقط القتل عنه توبته وهو قول الليث بن سعد وذكر القاضى عياض أنه المشهور من قول السلف وجمهور العلماء وهو أحد الوجهين لأصحاب الشافعى وحكى مالك وأحمد أنه تقبل توبته وهو قول أبى حنيفة وأصحابه وهو المشهور من مذهب الشافعى بناء على قبول توبة المرتد)[2]

وقال أيضاً: (عامة هؤلاء لما ذكروا هذه المسألة قالوا: خلافا لأبى حنيفة والشافعى فى قولهما: إن كان مسلما يستتاب فإن تاب وإلا قتل كالمرتد)[3]

قلت: هذا، مع ملاحظة أن ابن تيمية رحمه الله من أكثر الناس كلاما فى هذه المسألة وأوسعهم تصنيفا، وهو الذى نقل كلامه متأخرة الحنفية، وهو يجزم بأن الخلاف فى المسألة هكذا، يقتل الساب ولو تاب خلافا للحنفية والشافعية، فهذا هو شكل

---

[1]الشفا بتعريف حقوق المصطفى .(215 /2)

قال ابن عابدين: (قول الشفاء لكنهم قالوا هى ردة إلخ صريح فى قبول توبته لأنه استدراك على قوله قبله يقتل ولا تقبل توبته عند هؤلاء فعلم أن قوله وبمثله قال أبو حنيفة أى قال أنه يقتل لكن قالوا أنه ردة فحاصله أنه يقتل إن لم يتب كما هو حكم الردة وإلا لم يكن للاستدراك المذكور فائدة) .

منحة الخالق .(135 /5)

[2] الصارم المسلول على شاتم الرسول (ص:313).

[3] الصارم المسلول على شاتم الرسول (ص:302).

المسألة، وابن تيمية رحمه الله من أعلم الناس بخلاف المذاهب الفقهية حتى كان يقول لصدر الدين ابن الوكيل، أنا أنقل من المذهب الشافعي أكثر منك! إضافة إلى تفننه فى تصنيف المذاهب وفرزها بحسب الاتجاهات العامة وبحسب أصول كل مذهب.

وقال السبكي: (لا يوجد للحنفية قول غير قبول توبته) [1]

قلت: دعك من صريح عبارته وتأمل في مدى جزمه أنه لا يوجد للحنفية قول غير قبول التوبة، وكفاك بالسبكي خبيرا، وقد قيل لو رفع علم الخلاف لأملاها السبكي من صدره!

ويقول ابن عابدين معلقا على نقل أئمة المذاهب والخلاف لقول الحنفية فى قبول توبة الساب:

(وممن صرح بقبول توبته عندنا الإمام السبكي فى السيف المسلول وقال: إنه لم يجد للحنفية إلا قبول التوبة، وسبقه إلى ذلك أيضا شيخ الإسلام ابن تيمية الحنبلي فى كتابه الصارم المسلول فصرح فيه فى عدة مواضع بقبول التوبة عند الحنفية وأنه لا يقتل)[2]

وقال أيضاً: (فهذا صريح كلام القاضي عياض فى الشفاء والسبكي وابن تيمية وأئمة مذهبه على أن مذهب الحنفية قبول التوبة بلا حكاية قول آخر عنهم، وإنما حكوا الخلاف فى بقية المذاهب، وكفى بهؤلاء حجة لو لم يوجد النقل كذلك فى

[1] السيف المسلول ص.174.

[2]منحة الخالق .(5/ 136)

كتب مذهبنا التى قبل البزازى ومن تبعه مع أنه موجود أيضا كما يأتى فى كلام الشارح قريبا، وقد استوفيت الكلام على ذلك فى كتاب سميته تنبيه الولاة والحكام على أحكام شاتم خير الأنام [1]

المطلب الرابع: القول بقبول توبة الساب هو اللائق بمذهب الحنفية، وهو الملتئم بأصولهم فى باب الردة:

اللائق بمذهب الحنفية هو القول بقبول توبة الساب؛ فإن مذهبهم يحمل أخف الأحكام فى باب المرتد، بداية من قولهم بعدم قتل المرتدة، للنهى عن قتل المرأة فى الحروب، وقبول توبة من تكررت ردته، وذلك لوجود الإيمان ظاهرا فى كل مرة، إلى أبعد من ذلك بكثير، وبمسألة لها تعلق مباشرة بمسألة البحث؛ فإن من مشهور قول الحنفية: أن سب الذمى للنبى صلى الله عليه وسلم لا ينقض عهده [2]

وكان من جملة أدلتهم على ذلك أن ساب الرسول صلى الله عليه وسلم يجرى مجرى سب الله تعالى، والمعاهدون يسبون الله تعالى فيقولون له ولد، ولا ينقض عهدهم بذلك.

وهذا الاستدلال يؤكد: أنه لا فرق عند الحنفية بين ساب الله عز وجل وساب الرسول صلى الله عليه وسلم وأن حكمهما عندهم واحد[3]

---

[1]حاشية ابن عابدين .(4/ 233)

[2]عللوا ذلك بأنه كفر والكفر المقارن له لا يمنعه فالطارء لا يرفعه، ورد عليهم الجمهور بأن عقد الذمة خلف عن الإيمان فى إفادة الأمان فما ينقض الأصل الأقوى ينقض الخلف الأدنى بطريق الأولى .

الجوهرة النيرة على مختصر القدورى (2/276)، درر الحكام شرح غرر الأحكام (1/ 299).

[3]الجوهرة النيرة على مختصر القدورى .(2/ 276)

وقـد اعترف بهذه المناسبة: الـحـصـكفى صاحب الدر المختار، فـمـع كـونـه رجـح الـقـول بعدم قبول التوبة شأنه شأن جماعة من متـأخـرى الـحـنـفية، إلا أنـه اعترف أن اللائق بالمذهب هو قبول التوبة؛ إذ قال: (وإذا كـفـر بسبـه لا توبة له على ما ذكره البزازى وتـوارده الشـارحون، نعم لو لوحظ قول أبى هاشم وإمام الحرمين بـاحتـمـال العهد فلا كفر، وهو اللائق بمذهبنا لتصريحهم بالميل إلى ما لا يكفر)[1]

ومـن هـنـا قال الحموى فى حاشية الأشباه نقلا عن بعض العلماء: (ذلک إنـمـا يـحـفـظ لبـعـض أصـحاب مالک كما نقله القاضى عياض وغيره، أما على طريقتنا فلا)[2]

المطلب الخامس: ورود أمر سلطانى على وفق ذلک:

ورد أمر سلطانى فى سنة 944 لقضاة الممالک المحمية برعاية رأى الـجـانبين بأنه إن ظهر صلاحه وحسن توبته وإسلامه لا يقتل، ويكتفى بتعزيره وحبسه عملا بقول الإمام الأعظم وإن لم يكن من أنـاس يفهم خيرهم يقتل عملا بقول الأئمة، ثم فى سنة 955 تقرر هـذا الأمر بآخر، فينظر القائل من أى الفريقين هو فيعمل بمقتضاه اهـ فليحفظ، وليكن التوفيق[3]

المطلب السادس: نكتة فنية فى مظنية المسألة:

هـذه نـكتة لـطيفة فى مظنة المسألة عند الحنفية والشافعية، وفى

[1]الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) .(232 /4)

[2]حاشية ابن عابدين .(234 /4)

[3]حاشية ابن عابدين .(236 /4)

كيفية تعرضهما لها، يقول تقى الدين السبكى فى ذلك: الشافعية والحنفية لا يتكلمون عن مسألة السب باستقلال فهى فى مدرجة فى باب الردة، وإنما يتعرضون لها فى مسألة نقض المعاهد[1]

المبحث الثانى: الجواب عما أورده جماعة من متأخرى الحنفية:

ذهب جماعة من متأخرى الحنفية: إلى التفريق فى توبة الساب، فتقبل توبة ساب الله عز وجل، أما ساب الرسول صلى الله عليه وسلم فإنه يتحتم قتله حدا ولا تقبل توبته قضاء.

فمن هؤلاء: البزازى[2]، والكمال ابن الهمام[3]، والملا خسرو[4]، وابن نجيم[5]

---

[1]السيف المسلول ص.174

[2]علله البزازى: بأنه حق تعلق به حق العبد فلا يسقط بالتوبة كسائر حقوق الآدميين وكحد القذف لا يزول بالتوبة وصرح بأن سب واحد من الأنبياء كذلك .منحة الخالق .(5/ 135)

[3]قال ابن الهمام الحنفى (كل من أبغض رسول الله –صلى الله عليه وسلم – بقلبه كان مرتدا، فالسباب بطريق أولى، ثم يقتل حداً عندنا، فلا تعمل توبته فى إسقاط القتل) .فتح القدير .(6/98)

[4]قال الملا خسرو: (إذا سبه أو واحدا من الأنبياء – صلوات الله عليهم أجمعين – مسلم، فإنه يقتل حدا ولا توبة له أصلا سواء بعد القدرة عليه والشهادة أو جاء تائبا من قبل نفسه كالزنديق؛ لأنه حد وجب فلا يسقط بالتوبة ولا يتصور خلاف لأحد؛ لأنه حد تعلق به حق العبد فلا يسقط بالتوبة كسائر حقوق الآدميين وكحد القذف لا يزول بالتوبة، بخلاف ما إذا سب الله تعالى ثم تاب؛ لأنه حق الله تعالى ولأن النبى – صلى الله عليه وسلم – بشر والبشر جنس تلحقه المعرة إلا من أكرمه الله تعالى، والبارى تعالى منزه عن جميع المعايب وبخلاف الارتداد؛ لأنه معنى ينفرد به المرتد ولكونه حق الغير) .درر الحكام شرح غرر الأحكام (299 /1، 300).

[5]قال ابن نجيم: (إلا الردة بسب النبى صلى الله عليه وسلم فإنه يقتل ولا يعفى عنه، كذا فى البزازية: كل كافر تاب فتوبته مقبولة فى الدنيا والآخرة إلا جماعة الكافرين بسب النبى صلى الله عليه وسلم وسائر الأنبياء) .الأشباه والنظائر:(ص158).

وشيخى زاده[1]، والحصكفى[2]

والجواب عن ذلك فى الفقرات التالى:

أولاً: سبق سياق نصوص أئمة المذهب الحنفى المتقدمين منهم والمتأخرين، القاضية بقبول توبة الساب، وفى مقدمة هؤلاء القاضى أبو يوسف نفسه.

ثانياً: ما فى جاء فى كلام المتأخرين نجد أنه إنما ظهر فى كتاب فتح القدير للكمال ابن الهمام، والكمال من أعيان القرن التاسع، وهو معروف بالمحقق، وهو موصوف بالاجتهاد المطلق، وهو كثير الاستدراك على أصحابه فى المذهب سواء كان فى تقرير المذهب أو فى النقل عن المذاهب الأخرى أو حتى فى صحة المذهب نفسه، ولهذه المنزلة الرفيعة كانت تحريراته ليست فى محل الاعتماد لجسارته على مخالفة المذهب، وإن كانت فى محل احتفاء وحفاوة.

---

[1]قال شيخى زاده: (هذا إذا لم يعلن أما إذا أعلن بشتمه أو اعتاد فالحق أنه يقتل لأن المرأة التى كانت تعلن بشتمه – عليه الصلاة والسلام – قتلت وهو مذهب الأئمة الثلاثة وبه يفتى اليوم.

وفى المؤيد زاده نقلا عن الشفاء: من شتم النبى – عليه الصلاة والسلام – من الذمى فأرى للإمام أن يحرقه بالنار فله ذلك ولا يسقط إسلامه قتله .وفى النوادر يسقط هذا إذا سبه كافر وأما إذا سبه – عليه الصلاة والسلام – أو واحدا من الأنبياء مسلم ولو سكران وأنه يقتل حدا ولا توبة له أصلا تنجيه من القتل سواء بعد القدرة عليه والشهادة أو جاء تائبا من قبل نفسه كالزنديق لأنه حد وجب فلا يسقط بالتوبة ولا يتصور خلافه لأنه حد تعلق به حق العبد.

وفى البزازية: من شك فى عذابه وكفره فقط كفر بخلاف ما إذا سب الله تعالى ثم تاب لأنه حق الله تعالى .وفى الرسالة المسماة بالمعروضات للمولى أبى السعود تفصيل فى حق السب فليطالع لأننا أمرنا الآن بعملها) .مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر (677-1/676)

[2]هذا، مع اعتراف الحصكفى فى الدر المختار بأنه خلاف المذهب! ولذا كان هذا موضع تعجب من الشراح .الدر المختار مع حاشية ابن عابدين (232-4/231)

وكتابه فتح القدير هو شرح لكتاب الهداية لبرهان الدين أبى الحسن على المرغيناني، وكتاب الهداية هو أحد أبرز المتون الحنفية التى عليها الاعتماد، ولهم به عناية بالغة.

وقد قرر المرغيناني في هذا الكتاب في فاتحة باب أحكام المرتدين أن المسلم إذا ارتد عن الإسلام عرض عليه الإسلام فإن كانت له شبهة كشفت عنه، ونقل عن الجامع الصغير وهو أحد أصول كتب ظاهر الرواية أن المرتد يعرض عليه الإسلام فإن أبى قتل، وهذا التقرير هو ملخص لتقرير الحنفية فى كتبهم، وهو قبول توبة المرتد من غير تفصيل فى نوع الردة.

ثالثاً: استثنى الكمال ابن الهمام من عبارة الماتن، فصدر ذلك بقوله: " فروع"، ثم أضاف هذه الجملة: (كل من أبغض رسول الله – صلى الله عليه وسلم – بقلبه كان مرتدا، فالساب بطريق أولى، ثم يقتل حدا عندنا فلا تعمل توبته فى إسقاط القتل .قالوا: هذا مذهب أهل الكوفة ومالك، ونقل عن أبى بكر الصديق – رضى الله عنه)[1]

رابعاً: جاء الزين ابن نجيم بعده، وهو يكاد يفرغ تحريرات الكمال ابن الهمام فى بحره الرائق، وهو مفتون بحبه، وقد فهم ابن نجيم أن إطلاق النسفى صاحب كنز الدقائق (المتن الذى يشرحه) يفيد قبول توبة المرتد، وأنه لا فرق فى ذلك بين ردة وردة إلا أنه استثنى مسألة ردة الساب ناقلاً كلام ابن الهمام بنصه،

[1]فتح القدير للكمال ابن الهمام .(6/ 98)

ثم قال:" وعلله البزازى[1]

والبزازى من طبقة شيوخ الكمال ابن الهمام – بأنه حق تعلق به حق العبد فلا يسقط بالتوبة كسائر حقوق الآدميين وكحد القذف لا يزول[2]

رابعاً: هذا القول الذى دخل على متأخرة الحنفية فى القرن التاسع تنقل من سلسلة واحدة، فالحصكفى من شيخى زاده، وشيخى زاده من ابن نجيم، وابن نجيم أخذه من الكمال ابن الهمام، والكمال أخذه من البزازى، والبزازى تبع فى ذلك ابن تيمية الحنبلى من كتابه "الصارم المسلول"، وهذا بتصريح البزازى نفسه!

يقول التمرتاشى متعقبا شيخه ابن نجيم فى هذه المسألة:"وبمثله صرح الإمام البزازى، وبهذا جزم شيخنا فى فوائده، لكن سمعت من مولانا شيخ الإسلام أمين الدين بن عبد العال مفتى الحنفية بالديار المصرية: أن صاحب الفتح تبع البزازى فى ذلك، وأن البزازى تبع صاحب الصارم المسلول فإنه عزا فى البزازية ما نقله من ذلك إليه، ولم يعزه إلى أحد من علماء الحنفية[3]

وبما سبق: تعرف موقف مفتى الديار المصرية مما أقحمه البزازى على المذهب.

---

[1]هو محمد بن محمد بن شهاب بن يوسف الكردرى البريقينى الخوارزمى البزازى الحنفى المتوفى سنة 728هـ .الأعلام للزركلى .(7/45)

[2]البحر الرائق .(136 /5)

[3]البحر الرائق شرح كنز الدقائق ومنحة الخالق وتكملة الطورى .(135 /5)

ولهـذا الإقـحـام: فـقـد أنـكـر على ابن نجيم علماء عصره، وأنه لا يجرى على طريقة الحنفية[1]

وقـد ألف فى ذلك العلامة النحرير الشهير بحسام جلبى: رسالة فـى الرد على البزازى، قال فى آخرها: وبـالجملة قد تتبعنا كتب الـحـنـفية فـلم نجد القول بعدم قبول توبة الساب عندهم سوى ما فى البزازية وقد علمت بطلانه ومنشأ غلطه أول الرسالة[2]

يـقـول ابـن عابدين: سيـذكـر الشـارح عـن الـمـحقق المفتى أبى السـعـود التـصـريـح بأن مذهب الإمام الأعظم أنه لا يقتل إذا تاب ويـكتـفـى بتـعـزيره فهذا صريح المنقول عمن تقدم على البزازى ومـن تبـعـه ولم يستند هو ولا من تبعه إلى كتاب من كتب الحنفية وإنـمـا استـنـد إلى فهم أخطأ فيه حيث نقل عمن صرح بخلاف ما فهـمـه كـمـا قـدمـناه وإن أردت زيادة البيان فى المقام فارجع إلى كتابنا تنبيه الولاة والحكام[3]

النتائج:

مذهب الحنفية هو قبول توبة الساب مطلقا، وقد نص على ذلك أبـو يـوسف وأئـمة الـحنفية المتقدمين منهم والمتأخرين، وهو ما نـقـلـه عـنهـم أصـحاب المذاهب الأخرى وفى مقدمتهم المعتنين بـخـصـوص هـذه الـمسألة كالقاضى عياض المالكى، وابن تيمية الحنبلى، والسبكى الشافعى، وهو أيضاً ما يليق بمذهب الحنفية،

[1]حاشية ابن عابدين .(4/ 234)

[2]حاشية ابن عابدين .(4/ 234)

[3]حاشية ابن عابدين .(4/ 235)

ويلتئم بأصولهم.

بهذا التقرير يتبين أن قبول توبة الساب هو مذهب الحنفية والشافعية خلافا للمالكية والحنابلة القائلين بعدم قبول توبة الساب، وخلافا لقول بعض الفقهاء من أتباع المذاهب الفقهية بالتفريق بين ساب الله عز وجل وساب الرسول صلى الله عليه وسلم، وأشهرهم ابن تيمية وجماعة من متأخرى الحنفية.

بهذا التقرير يتبين أن التفريق بين السابين ليس هو قول الجماهير ولا هو قول الجمهور ، ولا هو قول أحد المذاهب الفقهية بحسب المعتمد، وإنما هو قول لبعض الأعيان من الفقهاء المجتهدين (تقرير مذهب الحنفية فى توبة الساب وما أشكل من كلام المتأخرين، موقع"المتلقى الفقهى")

(https://feqhweb.com/vb/node/12638)

ترجمہ: پہلی بات یہ ہے کہ بعض اوقات اس (سابِّ رسول کے) مسئلہ میں تحریر کے ناقلین کی طرف سے، مذہبِ حنفی کے متعلق کلام کیا جاتا ہے، اس خدمت و تحقیق کے لیے مذہبِ حنفی کے محرّر، علامہ ابنِ عابدین (شامی) خود سے کھڑے ہوئے، اورعروس کے بعد عطر کی ضرورت نہیں، بلکہ ابنِ عابدین نے خاص اس موضوع پر ایک رسالہ تصنیف کیا، اور سرخ شمع کے ساتھ اس مسئلہ کو ختم کیا، پس وہ (بطورِ خاص اس مسئلہ میں) فقہ حنفی کے مذہب کے محرّر رہیں، اوراس مسئلہ کے محرّر ہیں، جنہوں نے اس مسئلہ میں ایک مستقل تصنیف فرمائی ہے، اس کے بعد کیا چیز باقی رہ جاتی ہے۔

اس مسئلہ میں حنیفہ کی رائے ان ائمہ کے نزدیک کوئی مشکل نہیں ہے، جو بحث و تصنیف کی شان رکھتے ہیں، جیسا کہ قاضی عیاض اور ابنِ تیمیہ، اور امام سبکی، اور

اس شخص کے لیے بھی کوئی مشکل نہیں ہے، جس کی اس باب کے اصول میں نظر ہو، پس حنفیہ کے اصول نہایت متمیّز ہیں، جن میں التباس واقع ہونا مشکل ہے، حنفیہ کا راستہ اس مسئلہ میں بالکل نمایاں ہے، اور اسی وجہ سے حنفیہ نے بذاتِ خود اس بات کی تصریح کی ہے کہ سابِّ رسول کی توبہ کا قبول ہونا ہی، ان کے مذہب کے لائق ہے، اور گھر والا اپنے گھر کی بات کو زیادہ بہتر جانتا ہے۔

اور اس مسئلہ میں کلام دو بحثوں میں ہوگا۔

پہلی بحث: سابِّ رسول کی توبہ کے بارے میں مذہبِ حنفی کی تقریر سے متعلق ہے۔

اور دوسری بحث: ان مشکلات کے جواب میں ہے، جو متاخرین کے کلام سے پیدا ہوئیں۔

پھر میں اس کے خاتمہ میں اس بحث کے مختصر نتائج کا ذکر کروں گا۔

پس اب اس کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

پہلی بحث: سابِّ رسول کی توبہ کے بارے میں مذہبِ حنفی کی تقریر سے متعلق۔

حنفیہ کا مذہب سابِّ رسول کی توبہ قبول ہونے ہی کا ہے، شافعی مذہب کے مثل پوری طرح، اگرچہ اس میں مالکیہ اور حنابلہ کا اختلاف ہے، جو سابِّ رسول کی توبہ کے قبول نہ ہونے کے قائل ہیں، اور اس مسئلہ میں ایک تیسرا قول بھی مختلف ہے، جو اللہ عزّ وجلّ کو سب وشتم کرنے والے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب شتم کرنے والے کے درمیان فرق کرتا ہے، جس کی رُو سے پہلے (یعنی سابُّ اللہ) کی توبہ قبول کی جاتی ہے، دوسرے (یعنی سابِّ رسول) کی قبول نہیں کی جاتی، ظاہری (یعنی دنیا کے) فیصلے کے اعتبار سے، جہاں تک باطن (اور آخرت) کے اعتبار سے توبہ کے قبول ہونے کا تعلق ہے، تو یہ بلا تردّد قبول کی جاتی ہے۔

پہلا مطلب: صریح وضاحت کسی استثناء کے بغیر مرتد کی توبہ قبول ہونے سے متعلق ہے۔

حنفیہ کی قدیمی کتب میں یہ بات منصوص ہے، جن میں حنفیہ کے متون کی کتب بھی شامل ہیں، اور شروح بھی پوری طرح شامل ہیں کہ مرتد کی توبہ کسی استثناء کے بغیر قبول کی جاتی ہے، جیسا کہ شافعیہ کا بھی یہی طریقہ ہے، لیکن مالکیہ اور حنابلہ کا اس میں اختلاف ہے، یہ (یعنی مالکیہ وحنابلہ) حضرات چند صورتوں کو مستثنیٰ کرتے ہیں، جن میں مرتد کی توبہ قضاءً قبول نہیں کی جاتی، جن کی تین مشہور صورتیں ہیں۔

پہلی صورت: یہ ہے کہ جس سے بار بار ارتداد سرزد ہو۔

دوسری صورت: زندیق سے متعلق ہے۔

تیسری صورت: سابِّ رسول کی ہے۔

پس مالکیہ اور حنابلہ کی کتابیں ان صورتوں کو مرتد کی توبہ قبول ہونے سے مستثنیٰ کرتی ہیں، لیکن حنفیہ اور شافعیہ مطلقاً مرتد کی توبہ کو، کسی استثناء کے بغیر قبول کرتے ہیں، جس کی وجہ سے ان دو مذہبوں میں بنیادی فرق ظاہر ہو جاتا ہے، اور یہ اپنے دور کے ساتھ رؤیتِ عامہ کو ضبط کر دیتا ہے، اس شخص کے لیے جس نے اس باب کے اصول کی گرہ باندھ لی ہو، اور خطا کے واقع ہونے کو مشکل بنا دیتا ہے۔ [1]

دوسرا مطلب: ائمہ حنفیہ کی نصوص کے سابِّ رسول کی توبہ قبول ہونے سے متعلق ہے۔

پہلی تین نقول: ائمہ حنفیہ یعنی امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور محمد بن حسن کی:

پہلی نقل امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی:

---

[1] مطلب واضح ہے کہ حنفیہ وشافعیہ، سابِّ رسول کو عام مرتد کا ہی درجہ دیتے ہیں، اور مرتد کی طرح اس کی توبہ قبول ہونے اور اس کی وجہ سے قتل کے ساقط ہونے کے قائل ہیں۔
اور یہ طے شدہ اصولی بات ہے۔ محمد رضوان۔

ابو سعود نے یہ تصریح نقل کی ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ سابِّ رسول اگر توبہ کر لے، تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، اور اس کی تعزیر پر اکتفاء کیا جائے گا۔

دوسری نقل قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کی:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے صاحب، امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو مسلمان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، یا آپ کی تکذیب کرے، یا آپ کو عیب لگائے، یا آپ کی تنقیص کرے، تو اس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا، اور اس سے اس کی زوجہ بائن ہو جائے گی، پھر اگر توبہ کر لے، تو ٹھیک ہے، ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔

تیسری نقل امام محمد بن حسن کی:

امام محمد بن حسن نے ''الجامع الصغیر'' میں، جو کہ ظاہرُ الروایت کی کتب میں سے ایک ہے، فرمایا کہ مرتد پر اسلام کو پیش کیا جائے گا، خواہ آزاد ہو، یا غلام ہو، پھر اگر وہ اسلام لانے سے انکار کرے، تو قتل کر دیا جائے گا، اور مرتدہ (عورت) کو اسلام پر مجبور کیا جائے گا، اور اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، آزاد ہو یا باندی ہو، اور باندی کو اس کا مولا وآقا اسلام پر مجبور کرے گا۔

تعلیق: اگر کہا جائے کہ بے شک امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی عبارت تو صریح ہے، لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی عبارت اس سلسلہ میں صریح طور پر منقول نہیں ہے، اور امام محمد بن حسن کی عبارت سے مقصود، صرف عموم کے طریقہ پر حاصل ہوتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی تصریح، مذہبِ حنفیہ کے ثبوت میں کافی ہے، جب کہ ان کے صاحبین (یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ) کا کوئی قول نہ ہو، پس جب (امام ابو یوسف کا قول) حکایت اور عموم کی جہت سے ان کے صاحبین (یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ) کے ذریعہ مؤید ہو، تو

اس صورت میں ثبوت کیسے نہیں ہوگا؟

دوسری بات یہ ہے کہ جب حنفیہ کے ائمۂ ثلاثہ میں سے کوئی، ایک قول کی تصریح کردے، تو مذہب کو ثابت کرنے میں، کسی دوسرے کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا، مذہبِ حنفیہ کے مشائخ اور متاخرین کے مابین ترجیح کا موقع اس وقت ہوتا ہے، جب کہ ائمہ ثلاثہ میں سے کسی کا بھی اس مسئلہ میں کوئی قول نہ ہو، یا یہ کہ تینوں ائمہ کا باہم اختلاف ہو، اس تفصیل کے مطابق، جو ان کے نزدیک مشہور ہے۔

چوتھی نقل ابوالحسن کرخی (المتوفی 340 ہجری) کی ہے:

ابوالحسن کرخی نے فرمایا کہ ہمارے تمام اصحاب کا یہی قول ہے کہ مرتد سے ہمیشہ توبہ طلب کی جائے گی۔

اگر یہ شبہ کیا جائے کہ یہ حکم تو اس شخص کے متعلق ہے، جس سے بار بار ارتداد صادر ہوتا ہو، سابِّ رسول کی توبہ سے متعلق نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مشہور مسئلہ ہے، جو حنفیہ کی کتب میں وارد ہوا ہے، اور فقہائے کرام نے اس میں مالکیہ اور حنابلہ کے مذہب کا تقابل کیا ہے کہ وہ بار بار ارتداد والے کی توبہ قبول ہونے کے قائل نہیں، اور حنفیہ نے پوری وضاحت کے ساتھ یہ بات طے کی ہے کہ مرتد کی توبہ قبول کی جائے گی، اگرچہ اس کا ارتداد بار بار سرزد ہو، اور انہوں نے اس مسئلہ کی نقلی دلائل اور عقلی براہین سے تائید کی ہے، جس کی وجہ سے مرتد کی توبہ قبول ہونے میں شک کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی، جب جب بھی (اور جس طرح سے بھی) اس سے ارتداد صادر ہو۔ [1]

پانچویں نقل السغدیؒ (المتوفی: 461 ہجری) کی ہے:

ابوالحسن علی بن حسین بن محمد سغدی حنفی نے فرمایا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

[1] البتہ اگر امام کسی ایسے شخص کے قتل کو سیاسی طور پر مناسب سمجھے، تو الگ بات ہے، جیسا کہ زندیق کے باب میں گزرا، جس کی علت فساد فی الارض کی سعی ہے۔ محمد رضوان۔

وسلم کو سب وشتم کرے، تو وہ مرتد ہے، اور اس کا حکم مرتد کا حکم ہے، اور اس کے ساتھ مرتد والا طرزِ عمل ہی اختیار کیا جائے گا۔

چھٹی نقل، جو مذہبِ حنفیہ کی کتب میں تحریر شدہ ہے، خاص طور سے متقدمین کی کتابوں میں:

جن میں سے ایک وہ ہے، جس کو خیر رملی نے البحر کے حاشیہ میں نقل کیا ہے کہ ''مذہب کی کتابوں میں یہ بات مذکور ہے کہ یہ ارتداد ہے، اور اس کا حکم ارتداد والا ہے''۔

اور ابنِ عابدین شامی نے فرمایا کہ ''یہ صریح نقل ہے، ان حضرات کی طرف سے، جو بزازی اور ان کے متبعین سے مقدم ہیں''۔

ساتویں نقل حموی کی ہے:

حموی نے الاشباہ کے حاشیہ میں بعض علماء سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ صاحبِ ''الاشباہ'' نے جو توبہ قبول نہ ہونے کا ذکر کیا ہے، اس پر ان کے زمانے والوں نے نکیر کی ہے، اور یہ بات صرف بعض مالکی اصحاب سے ہی محفوظ ہے، جیسا کہ اس کو قاضی عیاض وغیرہ نے نقل کیا ہے، لیکن ہمارے (یعنی حنفیہ کے) مذہب کے مطابق یہ صحیح نہیں ہے۔

آٹھویں نقل حسام جلبی اور ان کے بزازی پر رَد والے رسالہ کی ہے، جس میں کتبِ حنفیہ کا تتبع کیا گیا ہے، اور بزازی کی غلطی اور غلطی کی منشاء کو واضح کیا گیا ہے:

علامہ نحریر جو حسام جلبی کے نام سے مشہور ہیں، انہوں نے بزازی پر رَد کے متعلق، ایک رسالہ تالیف کیا ہے، جس کے آخر میں انہوں نے فرمایا کہ بہر حال ہم نے کتبِ حنفیہ کا تتبع کیا، تو ہم نے حنفیہ کے نزدیک سابِّ رسول کی توبہ قبول نہ ہونے

کے قول کو نہیں پایا، سوائے بزازیہ کے، اور آپ اس کا بطلان اور ان کی غلطی کا منشاء، رسالہ کے شروع میں جان چکے ہیں۔

نویں نقل حنفیہ کے مصر کے مفتی شیخ الاسلام ابنِ عبد العال کی ہے:

تمرتاشی نے فرمایا کہ ”میں نے مصر میں حنفیہ کے مفتی شیخ الاسلام امینُ الدین بن عبدالعال، سے سنا کہ کمال (یعنی علامہ ابنِ ہمام) وغیرہ نے اس سلسلہ میں بزازی کی اتباع کی ہے، اور بزازی نے صاحبِ ”السیف المسلول“ (صحیح الصارم المسلول) کی اتباع کی ہے، کیونکہ انہوں نے بزازیہ میں اس کو انہی کی طرف منسوب کیا ہے، اور انہوں نے علمائے حنفیہ میں سے کسی کی طرف اس بات کو منسوب نہیں کیا۔

اور النتف اور معین الحکام، اور شرح الطحاوی اور حاوی الزاھدی وغیرہ میں اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ اس کا حکم مرتد کا حکم ہے، النتف کے الفاظ یہ ہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، تو وہ مرتد ہے، اور اس کا حکم، مرتد کا حکم ہے، اور اس کے ساتھ مرتد والا ہی عمل کیا جائے گا، انتھیٰ، اور یہ اس کی توبہ کے قبول ہونے میں واضح ہے، جیسا کہ ”الشفا“ کے حوالے سے گزر چکا، پس یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہئے“۔

دسویں نقل ”الرحمتی“ کی ہے:

ابنِ عابدین شامی نے فرمایا کہ ”اسی طریقہ سے ہمارے شیخ المشائخ رحمتی نے اس موقع پر اپنے نسخے میں لکھا ہے کہ ”الشفا“ کے کلام کا مقتضیٰ بھی یہی ہے، اور ابنِ ابی جمرہ نے ”شرح مختصر البخاری“ میں اس حدیث کے ضمن میں کہ ”إن فریضۃ الحج أدرکت أبی إلخ “ فرمایا کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس کا حکم مرتد کا حکم ہے، اور یہ بات معلوم ہو چکی کہ مرتد کی توبہ

قبول کی جاتی ہے، جیسا کہ ''النتف'' وغیرہ کے حوالے سے نقل گزری''۔

اور الرحمتیؒ سے بھی یہ منقول ہے کہ ''حنفیہ کا مذہب توبہ کے قبول ہونے میں، شافعی مذہب کی طرح ہے، جیسا کہ یہی ضعیف روایت امام مالک سے بھی مروی ہے، اوراس کے حتمی قتل کا حکم، امام مالک کا مذہب ہے، اوران کے علاوہ یا تو غیر اہلِ مذہب (یعنی جو کوئی مستقل مذہب نہیں) کی نقل ہے، یا مجہول نقل ہے، جس کے کاتب کا علم نہیں۔

پس آپ احکام میں بصیرت حاصل کرنے والے بنیں، اور ہر عجیب وغریب حکم سے دھوکہ کھانے والے، اور صواب سے غفلت اختیار کرنے والے نہ بنیں۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم''۔

گیارہویں نقل استاذ ابنِ عابدین اوران کے اس مسئلہ میں خاص رسالہ کی ہے:

ابنِ عابدین نے فرمایا کہ ''مجھے میرے بعض مشائخ نے ایک رسالہ سنایا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کے بعد قتل نہیں کیا جائے گا، حنفیہ کا یہی مذہب ہے''۔

بارہویں نقل ابنِ افلاطون زادہ کی ہے:

ابنِ افلاطون زادہ نے اپنی کتاب میں، جس کا نام ''معین الحکام'' ہے، نقل کیا ہے کہ ''یہ ارتداد ہے، جو شرح الطحاوی کی طرف منسوب ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، یا آپ سے بغض رکھے، تو یہ اس کی طرف سے ارتداد کہلائے گا، اوراس کا حکم مرتدین کا حکم ہوگا''۔

تیرہویں نقل ابراہیم سائحانی کی ہے، جو ابنِ عابدین کے شیخ المشائخ ہیں:

ابنِ عابدین نے فرمایا کہ ''میں نے اپنے شیخ المشائخ سائحانی کے اس موقع پر خط کو دیکھا کہ انتہائی تعجب کا مقام ہے کہ مصنف نے شیخ الاسلام یعنی ابنِ عبدالعال کے کلام کو سنا، اوران نقول کو دیکھا، توان کا متن اس سے کیسے چوک گیا''۔

چودھویں نقل ابنِ عابدین کی ہے:

ابنِ عابدین نے فرمایا کہ ”آپ یہ بات جان چکے کہ سابِّ رسول کی توبہ قبول نہ ہونا، حنفیہ کا مذہب نہیں ہے، جیسا کہ حنفیہ کی کتب، اس بات کی گواہ ہیں، دوسرے کئی ائمہ نے بھی ان کا یہی مذہب نقل کیا ہے، جیسا کہ قاضی عیاض اور ابنِ ابی جمرہ نے“۔

نیز فرمایا کہ ”شارح یعنی حصکفی سے تعجب ہے کہ انہوں نے مذہب کی کتب کی تصریحات کو نقل کیا کہ حنفیہ کا مذہب، قبولِ توبہ میں شافعیہ کی طرح ہے، پھر صاحبِ نہر نے اس مسئلہ میں دوسرا طرزِ عمل اختیار کیا، پس صواب یہ ہے کہ حنفی کے لفظ کو مالکی یا حنبلی کے ساتھ تبدیل کیا جائے“۔ [1]

اور علامہ حصکفی نے ”الدّر المختار“ میں فرمایا کہ ”اس سے سابِّ رسول کی توبہ قبول نہ ہونے کے قول کو تقویت حاصل ہوتی ہے، اور فتویٰ دینے اور فیصلہ کرنے میں، اسی کو اختیار کرنا مناسب ہے، تاکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی رعایت ہو سکے“

لیکن علامہ ابنِ عابدین شامی نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے فرمایا کہ ”فتویٰ دینے اور فیصلہ کرنے میں تو اسی چیز کو اختیار کرنے کا حکم ہے، جس کی اہلِ مذہب نے تصریح کی ہو، کیونکہ ہمارے اوپر اسی کی اتباع واجب ہے“۔

اور ”مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی رعایت ہونے“ کے متعلق فرمایا کہ ”رعایت تو اسی چیز کی اتباع میں ہوگی، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مجتہد کے نزدیک ثابت ہو“۔ [2]

---

[1] اور کہا جائے کہ توبہ قبول نہ ہونے کا قول مالکیہ، یا حنبلیہ کا ہے، حنفیہ کا نہیں۔ محمد رضوان

[2] اور جب کسی مجتہد کے نزدیک توبہ وتجدیدِ ایمان کے بعد قتل کرنے کا حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو، تو کیا پھر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعقیدت وغیرہ کی بنیاد پر خود سے قتل کا حکم صادر کرنا درست ہو سکتا ہے، ظاہر ہے کہ نہیں۔
محمد رضوان

اورعلامہ ابنِ عابدین نے یہ بھی فرمایا کہ ''میں نے اس مسئلہ کو ''تنقیح الحامدیة'' میں تحریر کردیا ہے، اس کی طرف مراجعت کرلیجیے، پھر میں نے اس مسئلہ کو ایک کتاب میں جمع کردیا ہے، جس کا نام میں نے ''تنبیہ الولاۃ والحکام علی أحکام شاتم خیر الأنام أو أحد أصحابه الکرام علیه وعلیهم الصلاۃ والسلام'' رکھا ہے۔

تیسرا مطلب دوسرے مذاہب کی نقل کے بارے میں ہے:

حنفیہ کا مشہور مذہب، سابِّ رسول کی توبہ قبول ہونے کا ہے، اسی کو حنفیہ کی طرف سے دوسرے مذہب والوں نے نقل کیا ہے، جیسا کہ قاضی عیاض مالکی نے ''الشفا'' میں، اور ابنِ تیمیہ حنبلی نے ''الصارمُ المسلول'' میں، اور امام سبکی شافعی نے ''السیفُ المسلول'' میں۔

قاضی عیاض نے فرمایا کہ ''اسی کے مثل امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب، اور امام ثوری، اور اہلِ کوفہ، اور اوزاعی نے مسلمان کے بارے میں فرمایا، لیکن ان مذکورہ حضرات نے اس کو ارتداد قرار دیا۔

اور ابنِ تیمیہ نے فرمایا کہ ''ہم یہ ذکر کر چکے ہیں کہ امام مالک اور امام احمد کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اس سے توبہ طلب نہ کی جائے گی، اور نہ اس کی توبہ سے اس کا قتل ساقط ہوگا، لیث بن سعد کا یہی قول ہے، اور قاضی عیاض نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ سلف اور جمہور علماء کا یہی قول مشہور رہے، اور امام شافعی کے اصحاب کا ایک قول بھی یہی ہے، اور امام مالک اور امام احمد سے ایک روایت یہ مروی ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے گی، اور یہی قول امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کا ہے، اور امام شافعی کا مشہور مذہب بھی یہی ہے، جو اس بات پر مبنی ہے کہ مرتد کی توبہ قبول کی جاتی ہے''۔

اور علامہ ابنِ تیمیہ نے یہ بھی فرمایا کہ ”عام طور پر جب فقہائے کرام اس مسئلہ کا ذکر کرتے ہیں، تو یہ فرماتے ہیں کہ اس میں امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا قول مختلف ہے، جو کہ یہ ہے کہ اگر مسلمان ہو، تو توبہ طلب کی جائے گی، اگر توبہ کر لے، تو ٹھیک ہے، ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا، جیسا کہ مرتد کا حکم ہے“۔

میں کہتا ہوں کہ یہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کا بیان ہے، جو لوگوں میں اس مسئلہ پر زیادہ کلام کرنے والے اور زیادہ وسیع تصنیف والے ہیں، اور متاخرینِ حنفیہ نے بھی ان کے اسی کلام کو نقل کیا ہے، جس سے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف یہی ہے کہ سابِّ رسول کو قتل کیا جائے گا، اگرچہ وہ توبہ کر لے، مگر اس میں حنفیہ اور شافعیہ کا اختلاف ہے، پس یہ مسئلہ کی صورتِ حال ہے، اور ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ مذاہبِ فقہیہ کے اختلاف کو، لوگوں میں زیادہ جاننے والے ہیں، یہاں تک کہ وہ صدر الدین ابن الوکیل سے فرماتے تھے کہ میں شافعی مذہب کو آپ سے زیادہ نقل کرتا ہوں، مذاہب کی تصنیف میں تفنّن وتوسع کے اعتبار سے، اور ان کا عام جہات اور ہر مذہب کے اصول کے لحاظ سے، احاطہ کرنے کے اعتبار سے۔

اور امام سبکی نے فرمایا کہ ”حنفیہ کا کوئی قول، توبہ قبول ہونے کے علاوہ نہیں پایا جاتا“۔

میں کہتا ہوں کہ آپ صریح عبارت کو ملاحظہ کیجیے، اور یقین کی فکر سے تأمل کیجیے کہ کیا واقعی حنفیہ کا توبہ قبول ہونے کے علاوہ قول نہیں پایا جاتا، اور آپ کے لیے سبکی کی خبر دینا کافی ہے، جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اگر اختلافی علم اٹھ جائے، تو سبکی اپنے سینے سے اس کو نقل فرما دیں۔

اور ابنِ عابدین، ائمہ مذاہب کی نقل اور سابِّ رسول کی توبہ قبول ہونے میں، حنفیہ کے قول کا اختلاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے ہمارے

نزدیک اس کی توبہ قبول ہونے کی تصریح کی ہے، ان میں امام سبکی بھی ہیں، جنہوں نے''**السیفُ المسلول**''میں تصریح کی ہے، اورانہوں نے فرمایا کہ''حنفیہ کا قول صرف توبہ قبول ہونے کا ہی پایا جاتا ہے، اوراسی کی طرف شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ حنبلی نے اپنی کتاب''**الصارمُ المسلول**''میں سبقت کی ہے، جس میں متعدد مواقع پر، حنفیہ کے نزدیک توبہ قبول ہونے اور قتل نہ کیے جانے کی تصریح کی ہے''۔

اورعلامہ ابنِ عابدین نے فرمایا کہ''یہ قاضی عیاض کی''**الشفا**''کا صریح کلام ہے، اورسبکی اورابنِ تیمیہ اورائمہ مذہب کا بھی صریح کلام ہے، اس بات پر کہ حنفیہ کا مذہب توبہ قبول ہونے کا ہے، ان کی طرف سے دوسرا قول نقل نہیں کیا گیا، اور اختلاف کو فقہائے کرام نے بقیہ مذاہب کے متعلق نقل کیا ہے، اوران لوگوں کی حجت بھی کافی تھی، اگر ہمارے مذہب کی کتابوں میں اس طرح کی کوئی نقل، بزازی اوران کے متبعین سے پہلے نہ پائی جاتی، جبکہ اس کی نقل پائی بھی جاتی ہے، جیسا کہ شارح کے کلام میں قریب ہی یہ بات آتی ہے، اورمیں نے اس مسئلہ پر بھرپور کلام اپنی موسوم کتاب''**تنبیہ الولاۃ والحکام علی أحکام شاتم خیر الأنام**''میں کردیا ہے۔

چوتھا مطلب سابِّ رسول کی توبہ قبول ہونے کے بارے میں ہے، جو کہ مذہبِ حنفیہ کے لائق ہے، اوریہ مذہبِ حنفیہ کے''**باب الردۃ**''کے اصول سے طے ہے:

مذہبِ حنفیہ کا قول سابِّ رسول کی توبہ قبول ہونے کے ہی لائق ہے، کیونکہ ان کا مذہب، **اخفِّ احکام** کو''باب الردۃ''میں ذکر کرتا ہے، جس میں مرتدہ عورت کے قتل نہ کرنے کا قول بھی شروع میں آتا ہے، کیونکہ جنگوں میں عورت کو قتل کرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے، اورجس سے بار بار ارتداد سرزد ہو، اس سے توبہ قبول

ہونے کا قول بھی ہے، کیونکہ ظاہر میں ہر مرتبہ ایمان کا وجود ہوتا ہے، اور اس مسئلہ میں دوسرے مذاہب سے زیادہ بعد پایا جاتا ہے، جس کا مبحوث فیہ مسئلہ سے تعلق ہے، کیونکہ حنفیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ اگر ذمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرے، تو اس کا عہد نہیں ٹوٹتا، اور حنفیہ کے اس مسئلہ پر دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والا، اللہ تعالیٰ کو سب وشتم کرنے والے کے قائم مقام ہے، اور معاہدین، اللہ تعالیٰ کو سب وشتم کرتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد کے قائل ہیں، اور اس کی وجہ سے ان کا عہد نہیں ٹوٹتا۔

اور یہ استدلال اس بات کو مضبوط کرتا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک اللہ عز وجل کو سب وشتم کرنے والے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اور حنفیہ کے نزدیک ان دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔[1]

اور اسی وجہ سے علامہ حصکفی صاحبِ ''الدرّ المختار'' باوجودیکہ توبہ قبول نہ ہونے کی طرف رجحان رکھتے ہیں، اور ان کی حالت بعض متاخرینِ حنفیہ کی حالت کے مطابق ہے، مگر انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مذہب حنفیہ کے لائق، توبہ کا قبول ہونا ہی ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ ''جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کی وجہ سے ایسا کفر قرار دیا جائے، جس کی بزازی اور بعض شارحین کے بقول توبہ نہیں ہوتی، ہاں البتہ اگر ابو ہاشم اور امام الحرمین کے قول کا لحاظ کیا جائے، عہد کے احتمال کا، تو پھر کفر نہیں، اور ہمارے مذہب کے لائق یہی ہے، کیونکہ انہوں نے تصریح کی ہے کہ اس چیز کی طرف مائل ہوا جاتا ہے، جس کی وجہ سے کفر لازم نہیں آتا''۔

اور اس موقع پر حموی نے ''الاشباہ'' کے حاشیہ میں بعض علماء سے نقل کرتے

---

[1] حنفیہ کے نزدیک واقعتاً دونوں کا حکم یکساں ارتداد کا ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ حنفیہ نے سابِّ رسول کو قاذف، یا ایسا حق العبد تلف کرنے والا شمار نہیں کیا، جس کی توبہ وتجدیدِ ایمان سے اس کے ارتداد وقتل کا حکم ساقط نہ ہو۔ محمد رضوان

ہوئے فرمایا کہ ''یہ بات امام مالک کے بعض اصحاب سے ہی منقول ہے، جس کو قاضی عیاض وغیرہ نے نقل کیا ہے، ہمارے مذہب کے مطابق صحیح نہیں ہے''۔

پانچواں مطلب سلطانی کا حکم بھی اس کے موافق وارد ہوا ہے:

سلطانی کا حکم سن 944 ہجری میں پورے ملک کے قاضیوں کے لیے جانبین کی رائے کی رعایت کے مطابق وارد ہوا ہے، اس طور پر کہ اگر اس کی اصلاح اور حسنِ توبہ اور حسنِ اسلام ظاہر ہو جائے، تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس کی تعزیر اور حبس پر اکتفاء کیا جائے گا، امام اعظم کے قول پر عمل کرتے ہوئے، اور اگر وہ ان لوگوں میں سے ہو، جن سے خیر کی توقع نہیں کی جاتی، تو اس کو قتل کر دیا جائے، دوسرے ائمہ کے قول پر عمل کرتے ہوئے، پھر سن 955 ہجری میں دوبارہ یہی فیصلہ ہوا، پس قائل کو چاہیے کہ وہ دیکھ لے کہ دونوں فریقوں میں سے وہ کس فریق سے تعلق رکھتا ہے، تاکہ وہ اس کے مقتضیٰ کے مطابق عمل کرے، اور وہ اس بات کو یاد کرلے، اور دونوں قولوں کے درمیان توفیق وتطبیق کرلے۔ [1]

چھٹا مطلب اس مسئلہ کے مظنّے میں ایک فنی نکتے کے بارے میں ہے:

یہ ایک لطیف نکتہ ہے، جو حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک اس مسئلہ کے مظنّے میں ہے، اور ان دونوں حضرات کے اس مسئلہ سے تعرّض کرنے کی کیفیت میں ہے، تقی الدین سبکی اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ شافعیہ وحنفیہ سابِّ رسول کے مسئلہ میں مستقل کلام نہیں کرتے، کیونکہ وہ ان کے نزدیک ''**باب الردۃ**'' کے تحت داخل ہے، البتہ اس سے تعرّض وہ معاہد کے عہد ٹوٹنے کے مسئلے کے ذیل میں کرتے ہیں۔ [2]

---

[1] مطلب یہ ہوا کہ مذکورہ سلطانی حکم میں بھی امام اعظم کے نزدیک توبہ قبول ہونے کے قول کو تسلیم کیا گیا ہے۔ محمد رضوان

[2] یعنی اس مسئلہ کے موقع وعمل سے بھی واضح ہوا کہ حنفیہ وشافعیہ کے نزدیک سابِّ رسول کا حکم ارتداد سے جدا نہیں۔ محمد رضوان۔

دوسری بحث ان چیزوں کے جواب کے متعلق ہے، جو متاخرین حنفیہ کی ایک جماعت کے متعلق وارد ہوئی ہیں:

متاخرینِ حنفیہ کی ایک جماعت سابِّ رسول اور سابُّ اللہ عز وجل کی توبہ کے درمیان تفریق کی طرف گئی ہے، جس کے نزدیک سابُّ اللہ کی توبہ قبول کی جاتی ہے، لیکن سابِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قتل حد کے طور پر حتمی ہوتا ہے، اور اس کی توبہ کو قضاءً قبول نہیں کیا جاتا۔

ان لوگوں میں بزازی اور کمال ابن الہمام اور ملا خسرو اور ابنِ نجیم اور شیخی زادہ اور حصکفی شامل ہیں۔

اس کا جواب درج ذیل شقوں میں ہے:

پہلی بات تو یہ ہے کہ مذہبِ حنفی کے متقدمین اور متاخرین ائمہ کی نصوص ما سبق میں گزر چکی ہیں، جو سابِّ رسول کی توبہ قبول ہونے کا فیصلہ کرتی ہیں، ان ائمہ میں سب سے مقدم بنفسِ نفیس قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ متاخرین کے کلام میں جو کچھ آیا ہے، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کمال ابنِ ہمام کی فتح القدیر کتاب میں ظاہر ہوا ہے، اور کمال ابنِ ہمام نویں صدی کے حضرات میں سے ہیں، جو محقق کے نام سے معروف ہیں، اور وہ اجتہادِ مطلق کے ساتھ موصوف ہیں، اور وہ مذہب کے اصحاب پر کثرت سے استدراک کرتے ہیں، خواہ مذہب کے مقررہ مسائل میں ہوں، یا دوسرے مذاہب کے مسائل نقل کرنے میں ہوں، یہاں تک کہ خود اپنے مذہب کی صحت میں ہوں، اور اس بلند مقام کی وجہ سے ان کی تحریرات، جو مذہب کے مخالف ہیں، وہ محلِّ اعتماد میں نہیں ہیں، اگرچہ ان کے محلِّ اجتہاد میں ہوں۔ [1]

---

[1] مطلب یہ ہے کہ ان کی اپنی ابحاث، ان کا اپنا اجتہاد ہیں، ان کو حنفیہ کا مذہب نہ سمجھنا چاہیے۔ محمد رضوان

اوران کی کتاب فتح القدیر، برہان الدین ابوالحسن علی مرغینانی کی ''الھدایۃ'' نامی کتاب کی شرح ہے، یہ ''الھدایۃ'' کتاب حنفیہ کے ان متون میں سے ایک کو ظاہر کرنے والی ہے، جن پر اعتماد کیا جاتا ہے، اوران کی نظر دوررس ہے۔

اور مرغینانی نے اس کتاب کے اندر مرتدین کے احکام کے باب کے شروع میں یہ ثابت کیا ہے کہ مسلمان جب اسلام سے مرتد ہوجائے، تو اس پر اسلام کو پیش کیا جائے گا، پھر اگر اس کو کوئی شبہ ہو، تو اس کو دور کیا جائے گا، اور ''الجامع الصغیر'' سے نقل کیا ہے، جو کتبِ ظاہرالروایت کے اصول میں سے ایک ہے کہ مرتد پر اسلام کو پیش کیا جائے گا، پھر اگر وہ انکار کرے، تو اس کو قتل کیا جائے گا، اور یہ تقریر حنفیہ کی کتب میں موجود تقریر کا خلاصہ ہے، جس کے مطابق مرتد کی توبہ قبول کی جاتی ہے، اوراس میں ارتداد کی کسی نوعیت کی تفصیل نہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ کمال ابنِ ہمام نے ماتن کی عبارت سے استثناء کیا ہے، اور اپنے اس قول کو صادر کیا ہے کہ ''فروع''، پھر اس جملہ کا اضافہ کیا ہے کہ ''جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے قلب کے ذریعہ بغض رکھے، تو وہ مرتد ہوگا، پھر سابِّ رسول بطریقِ اولیٰ مرتد ہوگا، پھر اس کو ہمارے نزدیک بطور حَد کے قتل کیا جائے گا، اوراس کی توبہ قتل کو ساقط کرنے میں کوئی کردار ادا نہیں کرے گی، علماء نے فرمایا کہ یہ اہلِ کوفہ اور امام مالک کا مذہب ہے، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے''۔ [1]

---

[1] حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے باسند طریقہ پر ہمیں سابِّ رسول کی کسی صورت میں توبہ قبول نہ ہونا اور قتل کا ساقط نہ ہونا دستیاب نہ ہوا، اگرچہ اس کا کئی حضرات نے ایک دوسرے کی اتباع میں ذکر کیا ہے۔

اسی طرح اہلِ کوفہ کا مذہب، قبولِ توبہ، اوراس کے نتیجہ میں قتل ساقط ہونے کا ہے، جو مستند اہلِ علم سے مروی ہے، اوراس میں کوئی ابہام نہیں۔

امام ابوحنیفہ، اور آپ کے اصحاب اور امام ثوری رحمہم اللہ بھی خود اہلِ کوفہ میں شمار ہوتے ہیں، پھر علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ کی یہ بات کیسے واقعہ کے مطابق قرار دی جاسکتی ہے، البتہ امام مالک کا راجح مذہب یہی ہے۔ محمد رضوان۔

چوتھی بات یہ ہے کہ زین الدین ابنِ نجیم، ابنِ ہمام کے بعد آئے، اور انہوں نے گویا کہ اپنی کتاب البحر الرائق میں کمال ابنِ ہمام کی تحریرات کی تفریغ کی، اور وہ ابنِ ہمام کی محبت پر فریفتہ ہیں، اور ابنِ نجیم نے یہ بات سمجھی کہ صاحبِ کنز الدقائق یعنی نسفی کا اطلاق ان کے اس متن میں، جس کی وہ شرح کررہے ہیں، مرتد کی توبہ قبول ہونے کا فائدہ دیتا ہے، اور اس سلسلہ میں کسی ارتداد کو دوسرے ارتداد سے کوئی فرق وامتیاز حاصل نہیں، لیکن اس کے باوجود انہوں نے سابِّ رسول کے مرتد ہونے کے مسئلہ کو ابنِ ہمام کے کلام کو نقل کرتے ہوئے، مستثنیٰ کردیا، اور پھر فرمایا کہ اس کی بزازی نے یہ علت بیان کی ہے، اور بزازی دراصل، کمال ابنِ ہمام کے مشائخ کے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں کہ یہ ایسا حق ہے، جس کے ساتھ بندے کا حق وابستہ ہے، تو یہ توبہ سے ساقط نہیں ہوگا، جیسا کہ آدمیوں کے تمام حقوق اور جیسا کہ حدِّ قذف، زائل نہیں ہوتی۔ [1]

چوتھی بات یہ ہے کہ یہ متاخرینِ حنفیہ پر نویں صدی میں یہ قول داخل ہوا، پھر ایک سلسلہ سے منتقل ہوگیا، پس حصکفی نے شیخی زادہ سے لیا، اور شیخی زادہ نے ابنِ نجیم سے لیا، اور ابنِ نجیم نے اس کو کمال ابنِ ہمام سے لیا، اور کمال ابنِ ہمام نے اس کو بزازی سے لیا، اور بزازی نے اس میں ابنِ تیمیہ حنبلی کی کتاب ''الصارم المسلول'' کی اتباع کی، جس کی انہوں نے خود تصریح کی ہے۔ [2]

تمرتاشی اپنے شیخ ابنِ نجیم کا اس مسئلہ میں تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

---

[1] ہمیں مجتہدینِ حنفیہ کی طرف سے مستند طریقہ پر یہ تعلیل نہیں ملی، بلکہ یہ تعلیل تو بعض شافعیہ کی ہے، جس کی خود محققینِ شافعیہ نے تردید کی ہے، اور مالکیہ بھی اس تعلیل کے بجائے زندقہ کی تعلیل کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں، مگر خود شافعیہ اور حنفیہ نے ان دونوں تعلیلات کی تردید کی ہے۔ کما مر۔ محمد رضوان۔

[2] مگر ہمیں خلاصۃ الفتاویٰ سے بھی اس طرح کی عبارت کا ایک حصہ دستیاب ہوا، جس پر کلام پہلے گزر چکا ہے۔
محمد رضوان

''اسی کے مثل امام بزازی نے تصریح کی ہے، اور اسی پر ہمارے شیخ نے اپنے فوائد میں یقین ظاہر کیا ہے، لیکن میں نے اپنے مولانا شیخ الاسلام امین الدین، ابنِ عبدالعال مصر شہر کے حنفیہ کے مفتی سے سنا کہ صاحبِ فتح نے اس مسئلہ میں بزازی کی اتباع کی، اور بزازی نے صاحبِ '' الصارم المسلول '' کی اتباع کی، کیونکہ انہوں نے بزازیہ میں اس کو ان ہی کی طرف منسوب کر کے نقل کیا ہے، اور اس کو علمائے حنفیہ میں سے کسی کی طرف منسوب نہیں کیا''۔

اور ماسبق سے آپ نے مصر شہر کے مفتی کے موقف کو پہچان لیا کہ انہوں نے بزازی پر مذہب کی مخالفت کا الزام لگایا ہے، اور اس موقف کی وجہ سے ابنِ نجیم پر ان کے زمانے کے علماء نے نکیر کی ہے کہ انہوں نے حنفیہ کے مذہب کو اختیار نہیں کیا۔

اور اس مسئلہ میں علامہ نحریر، جو حسام جلبی کے نام سے مشہور ہیں، انہوں نے بزازی کے رَد پر ایک رسالہ تالیف کیا ہے، جس کے آخر میں فرمایا کہ بہر حال ہم نے حنفیہ کی کتب کا تتبع کیا، تو ہم نے حنفیہ کے نزدیک سابِّ رسول کی توبہ قبول نہ ہونے کا قول نہیں پایا، بزازی کے علاوہ، اور آپ اس کے بطلان کو اور ان کی غلطی کے منشاء کو رسالہ کے شروع میں جان چکے ہیں۔

ابنِ عابدین فرماتے ہیں کہ ''عن قریب شارح، محقق مفتی ابو سعود سے یہ تصریح ذکر کریں گے کہ امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ جب وہ توبہ کر لے، تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، اور اس کی تعزیر پر اکتفاء کیا جائے گا، پس یہ صاف نقل ہے، بزازی اور ان کے متبعین کی طرف سے، اور بزازی اور متبعین نے اس مسئلہ کی حنفیہ کی کتب میں سے کسی کتاب کی طرف نسبت نہیں کی، بلکہ اس کی نسبت ایسی فہم کی طرف کی ہے، جس میں انہوں نے خطا کی ہے، کیونکہ انہوں نے جس سے نقل کیا

ہے، اس نے ان کی فہم کے خلاف کی تصریح کی ہے، جیسا کہ ہم پہلے ذکر چکے، اور اگر آپ اس مقام پر زیادہ وضاحت کے طلب گار ہوں، تو ہماری کتاب ''تنبیہ الولاۃ والحکام'' کی طرف رجوع کرلیں''۔

نتائج:

حنفیہ کا مذہب، سابِّ رسول کی مطلقاً توبہ قبول ہونے کا ہی ہے، جس کی امام ابو یوسف اور متقدمین اور متاخرین ائمہ حنفیہ نے تصریح کی ہے، اور اسی کو دوسرے اہلِ مذاہب نے حنفیہ سے نقل کیا ہے، جن میں بطورِ خاص اس مسئلہ پر ابتدا میں اہتمام کے ساتھ کام کرنے والے حضرات بھی داخل ہیں، جیسا کہ قاضی عیاض مالکی اور ابنِ تیمیہ حنبلی اور سبکی شافعی اور یہی مذہبِ حنفیہ کے لائق ہے، اور ان کے اصول سے مطابقت رکھتا ہے۔

اس تقریر سے یہ بات واضح ہوگئی کہ سابِّ رسول کی توبہ کا قبول ہونا ہی حنفیہ اور شافعیہ کا مذہب ہے، مالکیہ اور حنابلہ کا اس میں اختلاف ہے، جو سابِّ رسول کی توبہ کے قبول نہ ہونے کے قائل ہیں، اور مذاہبِ فقہیہ کے بعض متبعین فقہاء کا قول بھی اس میں مختلف ہے، جو اللہ عزّ وجلّ کو سب وشتم کرنے والے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے والے کے درمیان تفریق کے قائل ہیں، جن میں مشہور شخصیت ابنِ تیمیہ کی ہے۔

اور متاخرینِ حنفیہ کی ایک جماعت بھی اس میں داخل ہے۔ [1]

---

[1] جبکہ بعض حنابلہ دونوں میں تفریق کے قائل نہیں اور حنفیہ کے اصل مذہب میں بھی تفریق نہیں اور شافعیہ کا مشہور مذہب بھی یہی ہے۔ محمد رضوان۔

وأما ما ذكره من كون سب الرسول ليس بأعظم من سب الله وأن ما فيه من الشرف فلأجله ففي الجواب عنه طريقان:

أحدهما: أنه لا فرق بين البابين فإن ساب الله أيضا يقتل ولا تسقط التوبة القتل عنه إما لكونه دليلا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس تقریر سے یہ بات واضح ہوگئی کہ سابِّ رسول اور سابُّ اللہ کے درمیان تفریق کا قول نہ جماہیر کا قول ہے، اور نہ ہی جمہور کا قول ہے، اور نہ ہی یہ معتمد مذاہبِ حنفیہ میں سے کسی کا قول ہے، البتہ یہ خاص بعض فقہائے مجتہدین کا قول ہے

(تقرير مذهب الحنفية فى توبة الساب وما أشكل من كلام المتأخرين)

مذکورہ تفصیلی تحریر سے معلوم ہوا کہ حنفیہ کا اصل مذہب یہ ہے کہ سابِ رسول کی توبہ قبول کی جاتی ہے اور بعض حضرات نے جو سابِ رسول کی توبہ قبول نہ کیے جانے کو حنفیہ کا مذہب قرار دیا، وہ درست نہیں۔

مرتد سے متعلق چند اہم پہلو

ملحوظ رہے کہ کسی مسلمان کے مرتد ہونے کا ثبوت یا تو حاکم کی عدالت میں اپنے اختیار سے کفر وارتداد کا اقرار کرنے سے ہوتا ہے، یا پھر دو معتبر گواہوں کی گواہی سے ہوتا ہے، جبکہ اس کے مرتد و کافر ہونے میں کوئی تاویل ممکن نہ ہو۔[1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

على الزندقة فى الإيمان والأمان أو لكونه ليس مجرد ردة ونقض وإنما هو من باب الاستخفاف بالله والاستهانة ومثل هذا لا يسقط القتل عنه إذا تاب بعد الشهادة عليه كما لا يسقط القتل عنه إذا انتهک محارمه فإن انتهاک حرمته أعظم من انتهاک محارمه وسيأتى إن شاء الله تعالى ذكر ذلک......

الطريقة الثانية: طريقة من فرق بين سب الله وسب رسوله وذلک من وجوه (الصارم المسلول على شاتم الرسول لابنِ تيمية، ص۴۹۴ الىٰ ۴۹۶، ملخصاً، المسألة الثالثة: أنه يقتل ولا يستتاب سواء كان مسلما أو كافرا)

[1] تثبت الردة بالإقرار أو بالشهادة.

وتثبت الردة عن طريق الشهادة، بشرطين:

أ -شرط العدد :اتفق الفقهاء على الاكتفاء بشاهدين فى ثبوت الردة، ولم يخالف فى ذلک إلا الحسن، فإنه اشترط شهادة أربعة.

ب -تفصيل الشهادة :يجب التفصيل فى الشهادة على الردة بأن يبين الشهود وجه كفره، نظرا للخلاف فى موجباتها، وحفاظا على الأرواح.

والتفصيل فى مصطلح :(إثبات، وشهادة)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۲ص ۱۹۱، مادة "ردة"، ثبوت الردة)

حدود کی سزائیں شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں، لہٰذا جب کسی حد کے ثبوت یا جرم کے کامل ہونے میں شبہ ہو، تو حد قائم نہیں کی جائے گی، البتہ تعزیر کی جائے گی۔ [1]

اور حاکم کے پاس کسی کے مرتد ہونے کے ثبوت کے بعد اس سے تین دن تک لگا تار توبہ طلب کی جائے گی، اور اس کے اسلام کے متعلق پائے جانے والے شکوک وشبہات کا ازالہ کیا جائے گا، اگر وہ باز آ جائے، تو فبہا، ورنہ پھر قتل کی سزا جاری کی جائے گی، اور توبہ کا طلب کرنا بعض فقہاء کے نزدیک مستحب اور بہت سے فقہاء کے نزدیک واجب ہے۔ [2]

---

[1] أجمع الفقهاء على أن الحدود تدرأ بالشبهات .والشبهة ما يشبه الثابت وليس بثابت، سواء كانت في الفاعل :كمن وطء امرأة ظنها حليلته .أو في المحل :بأن يكون للواطء فيها ملك أو شبهة ملك كالأمة المشتركة .أو في الطريق :بأن يكون حراما عند قوم، حلالا عند آخر . وفي الموضوع تفصيل يرجع إلى "شبهة ."

والأصل في ذلک قوله صلى الله عليه وسلم :ادرء وا الحدود بالشبهات وفي حديث عائشة رضي الله تعالى عنها :ادرء وا الحدود عن المسلمين ما استطعتم، فإن كان له مخرج فخلوا سبيله، فإن الإمام أن يخطء في العفو خير من أن يخطء في العقوبة . والحديث المروى في ذلک متفق عليه، وتلقته الأمة بالقبول (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٧ اص ١٣٣، مادة "حدود"، سقوط الحدود بالشبهة)

[2] ذهب أبو حنيفة والشافعي -في قول -وأحمد في رواية والحسن البصري إلى أن استتابة المرتد غير واجبة .بل مستحبة كما يستحب الإمهال، إن طلب المرتد ذلک، فيمهل ثلاثة أيام .
وعند مالک تجب الاستتابة ويمهل ثلاثة أيام.
وهو المذهب عند الحنابلة ، وعند الشافعي في أظهر الأقوال يجب الاستتابة وتكون في الحال فلا يمهل.
وثبتت الاستتابة بما ورد أن امرأة يقال لها أم رومان ارتدت فأمر النبي صلى الله عليه وسلم أن يعرض عليها الإسلام فإن تابت وإلا قتلت .ولأثر عن عمر رضي الله عنه أنه استتاب المرتد ثلاثا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢ص ١٩١، ١٩٢، مادة "ردة"، استتابة المرتد)
مذهب الحنفية، وقول للشافعية، ورواية عن الإمام أحمد أن استتابة المرتد مستحبة وليست واجبة، فقد قال الحنفية :من ارتد عرض عليه الإسلام استحبابا على المذهب، وتكشف شبهته ويحبس وجوبا، وقيل :ندبا ثلاثة أيام يعرض عليه الإسلام في كل يوم منها إن طلب المهلة ليتفكر، فإن لم يطلب مهلة بعد عرض الإسلام عليه و كشف شبهته قتل من ساعته، إلا إذا رجى إسلامه فإنه يمهل، قيل :وجوبا، وقيل :استحبابا، وهو الظاهر.
وإذا ارتد ثانيا ثم تاب ضربه الإمام وخلى سبيله، وإن ارتد ثالثا ضربه الإمام ضربا وجيعا وحبسه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورمرتد کی توبہ کی کیفیت یہ ہوگی کہ وہ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب سے برائت ظاہر کرے، یا جس مذہب کی طرف منتقل ہوا تھا، اُس سے برائت ظاہر کرے، اور کلمۂ شہادت پڑھے۔

اوراگرکسی مسلمان کے متعلق مرتد ہونے کی گواہی دی جائے، لیکن وہ مرتد ہونے سے منکِر ہو، تو اس کا انکار کرنا بھی بعض فقہائے کرام کے نزدیک رجوع اور توبہ قرار دیا جائے گا۔

اوراگرکوئی مرتد کلمۂ شہادت پڑھ لے، تو تب بھی اکثر فقہائے کرام کے نزدیک اس کو توبہ اور ارتداد سے رجوع قرار دیا جائے گا، اور اس کی ارتداد کی سزا کو ساقط وختم کردیا جائے گا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حتى تظهر عليه آثار التوبة، ويرى أنه مخلص ثم يخلى سبيله، فإن عاد فعل به هكذا.

لكن نقل ابن عابدين عن آخر حدود الخانية معزيا للبلخي ما يفيد قتله بلا استتابة، لحديث :من بدل دينه فاقتلوه، وكره تنزيها قتله قبل العرض عليه، فإن قتله قبل العرض فلا ضمان، لأن الكفر مبيح للدم.

واستدل القائلون بعدم وجوب الاستتابة بأن النبي صلى الله عليه وسلم قال :من بدل دينه فاقتلوه ولم يذكر استتابته.

ومذهب المالكية، والمعتمد عند الشافعية، والمذهب عند الحنابلة .أن المرتد لا يقتل حتى يستتاب وجوبا، ومدة الاستتابة عند المالكية والحنابلة، وفي قول للشافعية ثلاثة أيام بلياليها، وفي قول ابن القاسم من المالكية، أنه يستتاب ثلاث مرات في يوم واحد، قال المالكية :والأيام الثلاثة، هي من يوم الثبوت لا من يوم الكفر، ولا يحسب يوم الرفع إلى الحاكم، ولا يوم الثبوت إن كان الثبوت بعد طلوع الفجر، ولا يعاقب بجوع ولا عطش ولا بأي نوع من أنواع العقاب، وإن لم يعد بالتوبة فإن تاب ترك، وإن لم يتب قتل، وفي قول عند الشافعية :أن المرتد يقتل في الحال بلا استتابة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵ص۲۳۵، مادة " اعذار " حكم الإعذار إلى المرتد)

[1] كيفية توبة المرتد:

قال الحنفية :توبة المرتد أن يتبرأ عن الأديان سوى الإسلام، أو عما انتقل إليه بعد نطقه بالشهادتين، ولو أتى بالشهادتين على وجه العادة أو بدون التبري لم ينفعه ما لم يرجع عما قال إذ لا يرتفع بهما كفره.

قالوا :إن شهد الشاهدان على مسلم بالردة وهو منكر لا يتعرض له لا لتكذيب الشهود، بل لأن إنكاره توبة ورجوع، فيمتنع القتل فقط وتثبت بقية أحكام الردة.

قال ابن عابدين :ويحتمل أن يكون الإنكار مع الإقرار بالشهادتين.

وإذا نطق المرتد بالشهادتين :صحت توبته عند الحنفية، والشافعية، والحنابلة ، لقوله عليه الصلاة والسلام :أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا :لا إله إلا الله، فمن قال :لا إله إلا الله عصم مني ماله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مرتد کو توبہ کا موقع دیے جانے سے پہلے قتل کرنا بُرا ہے۔ [1]

یہ بھی ملحوظ رہے کہ شافعیہ، حنابلہ اور مالکیہ کے نزدیک، مرتد ہونے میں، عورتوں اور مَردوں کا حکم برابر ہے، البتہ مالکیہ کے نزدیک مرتد عورت کو قتل سے پہلے ایک حیض کی مہلت دی جاتی ہے، تاکہ اس کے حاملہ ہونے کا احتمال ختم ہو جائے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ونفسه إلا بحقه وحسابه على الله .متفق عليه .وحيث إن الشهادة يثبت بها إسلام الكافر الأصلى فكذا المرتد .فإذا ادعى المرتد الإسلام، ورفض النطق بالشهادتين، لاتصح توبته.

وصرح الحنابلة بأن المرتد إن مات، فأقام وارثه بينة أنه صلى بعد الردة :حكم بإسلامه .ويؤخذ من ذلک أنه تحصل توبة المرتد بصلاته.

وقال الشافعية والحنابلة :لا بد فى إسلام المرتد من الشهادتين فإن كان كفره لإنكار شىء آخر، كمن خصص رسالة محمد بالعرب أو جحد فرضا أو تحريما فيلزمه مع الشهادتين الإقرار بما أنكر.

قال الحنابلة :ولو صلى المرتد حكم بإسلامه إلا أن تكون ردته بجحد فريضة، أو كتاب، أو نبى، أو ملک، أو نحو ذلک من البدع المكفرة التى ينتسب أهلها إلى الإسلام، فإنه لا يحكم بإسلامه بمجرد صلاته؛ لأنه يعتقد وجوب الصلاة ويفعلها مع كفره .وأما لو زكى أو صام فلا يكفى ذلک للحكم بإسلامه، لأن الكفار يتصدقون، والصوم أمر باطن لا يعلم.

واختلف الفقهاء فى قبول توبة الزنديق، وتوبة من تكررت ردته، وتوبة الساحر على أقوال ينظر تفصيلها فى مصطلح :(توبة)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۲ص ۱۹۲، ۱۹۳، مادة "ردة")

[1] إذا ارتد مسلم، وكان مستوفيا لشرائط الردة، أهدر دمه، وقتله للإمام أو نائبه بعد الاستتابة فلو قتل قبل الاستتابة فقاتله مسىء ، ولا يجب بقتله شىء غير التعزير، إلا أن يكون رسولا للكفار فلا يقتل؛ لأن النبى صلى الله عليه وسلم لم يقتل رسل مسيلمة .فإذا قتل المرتد على ردته، فلا يغسل، ولا يصلى عليه، ولا يدفن مع المسلمين.

ودليل قتل المرتد قول النبى صلى الله عليه وسلم :من بدل دينه فاقتلوه. وحديث :لا يحل دم امرء مسلم يشهد أن لا إله إلا الله وأنى رسول الله إلا بإحدى ثلاث :النفس بالنفس، والثيب الزانى، والتارک لدينه المفارق للجماعة.

أما المرتدة فهى عند جمهور الفقهاء كالمرتد ، لعموم قوله صلى الله عليه وسلم :من بدل دينه فاقتلوه، ولما روى جابر أن امرأة يقال لها أم رومان ارتدت فأمر النبى صلى الله عليه وسلم أن يعرض عليها الإسلام فإن تابت وإلا قتلت.

وذهب الحنفية إلى أن المرتدة لا تقتل، بل تحبس حتى تتوب أو تموت، لنهى النبى صلى الله عليه وسلم عن قتل الكافرة التى لا تقاتل أو تحرض على القتال ، فتقاس المرتدة عليها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۲ص ۱۹۴، ۱۹۵، مادة "ردة"، قتل المرتد)

اورحنفیہ کے نزدیک مرتدہ عورت کو قتل نہیں کیا جاتا، بلکہ اسلام لانے تک قید وحبس میں رکھا جاتا ہے، جیسا کہ پہلے تفصیل کے ساتھ گزرا۔ [1]

واللہ تعالیٰ أعلم.

---

[1] مزید تفصیل اگلے باب میں آتی ہے۔محمد رضوان

مذهب الشافعية والحنابلة أنه لا فرق بين الرجال والنساء في وجوب قتل المرتد أو المرتدة بعد الاستتابة إن لم يرجعوا إلى الإسلام على التفصيل السابق في وجوب الإعذار أو استحبابه .روى ذلك عن أبي بكر وعلى رضي الله عنهما، وبه قال الحسن والزهرى والنخعي ومكحول وحماد والليث والأوزاعي مستدلين بقوله صلى الله عليه وسلم :من بدل دينه فاقتلوه، وروى عن على والحسن وقتادة أنها تسترق ولا تقتل، لأن أبا بكر استرق نساء بنى حنيفة.

ومذهب الحنفية :أنها تجبر على الإسلام بالحبس والضرب ولا تقتل، لقول النبي صلى الله عليه وسلم :لا تقتلوا امرأة ، ولأنها لا تقتل بالكفر الأصلي فلا تقتل بالطارء.

وللمالكية تفصيل إذ قالوا :إنها تقتل إن لم ترجع إلى الإسلام، لكن تستبرأ قبل القتل بحيضة، خشية أن تكون حاملا، فإن حاضت أيام الاستتابة انتظر تمامها فينتظر أقصر الأجلين، فإن ظهر بها حمل أخرت حتى تضع.

ومقتضى ما ذكر أن المرتدة تستتاب عند الأئمة الثلاثة، فإن رجعت إلى الإسلام وإلا قتلت، وأن مذهب الحنفية جبرها على العودة إلى الإسلام بالحبس والضرب(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٥،ص ٢٣٦،مادة "أعذار")

(فصل نمبر 5)

عورتوں کے قتل کی ممانعت کی نصوص

حنفیہ کے علاوہ، دیگر فقہائے کرام تو مرتدہ عورت کے قتل کا حکم ہونے پر ان احادیث کے عموم سے استدلال کرتے ہیں، جن میں دین کو تبدیل کرنے، یعنی مرتد ہونے والے کے قتل کا حکم آیا ہے، اور ان احادیث میں عورتوں کا استثناء نہیں کیا گیا، لہٰذا اس حکم میں ان کے نزدیک جس طرح مرد داخل ہے، اسی طرح عورت بھی داخل ہے۔

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے مرتدہ عورت کو قتل نہ کرنے پر، مندرجہ ذیل احادیث وروایات سے استدلال کیا ہے۔

ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

وُجِدَتِ امْرَأَةٌ مَقْتُوْلَةً فِيْ بَعْضِ مَغَازِي رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۳۰۱۵، کتاب الجهاد والسیر، باب قتل النساء فی الحرب)

ترجمہ: ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی مغازی (یعنی جہاد کے میدان) میں قتل کی ہوئی پائی گئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرما دیا (بخاری)

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوُلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَعَثَ جُيُوُشَهٗ قَالَ: اُخُرُجُوُا بِسُمِ اللّٰهِ تُقَاتِلُوُنَ فِيُ سَبِيُلِ اللّٰهِ مَنُ كَفَرَ بِاللّٰهِ، لَا تَغُدِرُوُا، وَلَا تَغُلُّوُا، وَلَا تُمَثِّلُوُا، وَلَا تَقُتُلُوا الُوِلُدَانَ، وَلَا أَصُحَابَ الصَّوَامِعِ

(مسند احمد، رقم الحدیث ۲۷۲۸) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے لشکروں کو بھیجتے تھے، تو فرماتے تھے کہ تم اللہ کے نام سے نکلو، اللہ کے راستہ میں اُن لوگوں سے قتال کرو، جنہوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا، مگر تم دھوکہ بازی نہ کرو، اور خیانت نہ کرو، اور (کسی کا حُلیہ بگاڑ کر) مُثلہ نہ بناؤ، اور تم بچوں کو قتل نہ کرو، اور نہ گرجے کے عبادت گزار لوگوں (مثلاً راہب، پادری وغیرہ) کو قتل کرو (مسند احمد)

اور ایک روایت میں "لَا تَغُدِرُوُا" یعنی دھوکہ بازی نہ کرو، کے بجائے "لَا تَعُتَدُوُا" یعنی حد سے نہ بڑھو کے الفاظ ہیں۔ [2]

بعض دوسری احادیث

اس طرح کا مضمون کئی احادیث میں آیا ہے، جن میں گرجوں میں عبادت کرنے والے لوگوں (پادریوں) اور بچوں اور عورتوں، بلکہ بوڑھوں اور کافروں کے ملازموں ومزدوروں کو بھی قتل کرنے کی ممانعت آئی ہے۔ [3]

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: حسن لغیرہ (حاشیة مسند احمد)

[2] عن ابن عباس، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم :أنه كان إذا بعث جيوشه قال :اخرجوا بسم الله، تقاتلوا فی سبیل الله من كفر بالله، لا تعتدوا ولا تمثلوا ولا تقتلوا الولدان ولا أصحاب الصوامع (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۱۱۵۶۲)

[3] عن معمر، قال: قال الزهری: فأخبرنی ابن كعب بن مالک، عن عمه: " أن النبی صلى الله عليه وسلم حين بعث إلى ابن أبی الحقيق بخيبر، نهى عن قتل النساء والصبيان "(مسند الإمام أحمد، رقم الحدیث ۲۶/۲۴۰۰۹، الملحق المستدرک من مسند الأنصار، حديث عبد الله بن كعب بن مالک عن عمه)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جہاد وقتال کا حکم عام کفار ومشرکین سے ہے، جو محارب ہوں، لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اس موقعہ پر بھی قتل کرنے سے منع فرمایا، تو ارتداد کے حکم کو بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس پر قیاس کرتے ہوئے تمام حالات میں قتل کا حکم ساقط فرمادیا اور اس کی سزا، حبس و قید کی شکل میں تجویز کی، جب تک وہ اسلام کی طرف عود نہ کرآئے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ سزا بھی ایک صنفِ نازک کے لیے ہلکی شمار نہیں ہوتی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

عن ابن عباس، عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: لا تقتلوا أصحاب الصوامع (مسند ابی يعلىٰ، رقم الحديث ٢٦٥٠)

قال حسين سليم اسد الدارانی:إسناده صحيح(حاشية مسند ابی يعلىٰ)

عن خالد بن الفزر حدثنی أنس بن مالک، أن رسول الله –صلی الله عليه وسلم– قال: "انطلقوا باسم الله، وبالله، وعلى ملة رسول الله، ولا تقتلوا شيخا فانيا .ولا طفلا، ولا صغيرا، ولا امرأة، ولا تغلوا، وضموا غنائمكم، وأصلحوا }وأحسنوا إن الله يحب المحسنين (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ٢٦١٤)

قال شعيب الارنؤوط:حسن لغيره، وهذا إسناد ضعيف (حاشية سنن ابی داؤد)

حدثنا أبو الوليد الطيالسی، حدثنا عمر بن المرقع بن صيفی بن رباح، قال: حدثنی أبی، عن جده رباح بن ربيع، قال: كنا مع رسول الله صلی الله عليه وسلم فی غزوة فرأى الناس مجتمعين على شیء فبعث رجلا، فقال: انظر علام اجتمع هؤلاء؟ فجاء فقال: على امرأة قتيل .فقال: ما كانت هذه لتقاتل قال: وعلى المقدمة خالد بن الوليد فبعث رجلا .فقال: قل لخالد لا يقتلن امرأة ولا عسيفا(سنن ابی داؤد، رقم الحديث ٢٦٦٩)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح(حاشية سنن ابی داؤد)

[1] والمرأة فی تلک الأحاديث مطلقة تحت النفی تعم الكافرة الاصلية والمرتدة وعلل فی النص عدم قتلها بعدم حرابها (التفسير المظهری، ج٦، ص ٣٢٧، سورة الحج، تحت رقم الآية ٣٩)

وأما المرتدة فلا تقتل ولكن تحبس أبدا حتى تسلم أو تموت وتضرب خمسة وسبعين سوطا، واختاره قاضيخان للفتوى، وعند الأئمة الثلاثة تقتل المرتدة لما روينا من قوله عليه الصلاة والسلام: من بدل دينه فاقتلوه .وهو حديث فی صحيح البخاری وغيره، ولنا أن النبی صلی الله عليه وسلم نهى عن قتل النساء والصبيان .كما فی الصحيحين وهذا مطلق يعم الكافر أصليا وعارضيا فكان مخصصا لعموم ما رواه بعد أن عمومه مخصوص بمن بدل من الكفر إلى الإسلام، نعم لو كانت المرتدة ذات رأی وتبع تقتل لا لردتها بل لأنها حينئذ تسعى فی الأرض بالفساد .وقد روى أبو يوسف عن أبی حنيفة عن عاصم بن أبی النجود عن أبی رزين عن ابن عباس قال: لا تقتل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ حِيْنَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ: أَيُّمَا رَجُلٍ اِرْتَدَّ عَنِ الْإِسْلَامِ فَادْعُهُ، فَإِنْ تَابَ فَاقْبَلْ مِنْهُ، وَإِنْ لَمْ يَتُبْ فَاضْرِبْ عُنُقَهُ، وَأَيُّمَا اِمْرَأَةٍ اِرْتَدَّتْ عَنِ الْإِسْلَامِ فَادْعُهَا، فَإِنْ تَابَتْ فَاقْبَلْ مِنْهَا، وَإِنْ أَبَتْ فَاسْتَتِبْهَا (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۹۳، ج۲۰ ص۵۳، مسند الشاميين للطبرانی، رقم الحديث ۳۵۸۶)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

النساء إذا هن ارتددن عن الإسلام ولكن يحبسن ويدعين إلى الإسلام ويجبرن عليه .وأما ما روى الدارقطني عن جابر: أن امرأة يقال لها أم مروان ارتدت عن الإسلام فأمر النبى صلى الله عليه وسلم أن يعرض عليها الإسلام فإن رجعت وإلا قتلت .فضعف بمعمر بن بكار ومعارض بآخر مثله، وأخرج الطبرانى بسند حسن عن معاذ بن جبل أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال له حين بعثه إلى اليمن: أيما رجل ارتد عن الإسلام فادعه فإن تاب فاقبل منه فإن لم يتب فاضرب عنقه، وأيما امرأة ارتدت عن الإسلام فادعها فإن تابت فاقبل منها وإن أبت فاستتبها .وأما ما روى عن ابن معين أنه قال: كان الثورى يعيب على أبى حنيفة حديثا كان يرويه عن عاصم عن أبى رزين لم يروه غير أبى حنيفة عن عاصم عن أبى رزين، فمدفوع بأنه أخرجه الدارقطنى عن أبى مالك النخعى عن عاصم به فزال انفراد أبى حنيفة الذى ادعاه الثورى وأخرج الدارقطنى عن على: المرتدة تستتاب ولا تقتل .وضعف (مرقاة المفاتيح، ج٦، ص ۲۳۱۰، كتاب الديات، باب قتل أهل الردة والسعاية بالفساد)

واختلفوا فى المرتدة، فقال مالك والأوزاعى والشافعى والليث بن سعد: تقتل كما يقتل المرتد سواء، وحجتهم ظاهر الحديث: "من بدل دينه فاقتلوه ."و "من "يصلح للذكر والأنثى .وقال الثورى وأبو حنيفة وأصحابه: لا تقتل المرتدة، وهو قول ابن شبرمة، وإليه ذهب ابن علية، وهو قول عطاء والحسن .واحتجوا بأن ابن عباس روى عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال: "من بدل دينه فاقتلوه "ثم إن ابن عباس لم يقتل المرتدة، ومن روى حديثا كان أعلم بتأويله، وروى عن على مثله. ونهى صلى الله عليه وسلم عن قتل النساء والصبيان .واحتج الأولون بقوله عليه السلام: "لا يحل دم امرء مسلم إلا بإحدى ثلاث كفر بعد إيمان " ...فعم كل من كفر بعد إيمانه، وهو أصح (تفسير القرطبى، ج۳،ص ۴۸، سورة البقرة، تحت رقم الآية۲۱۸)

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن کی طرف بھیجا، تو اُن سے فرمایا کہ جو آدمی اسلام سے پھر جائے، تو آپ اُسے اسلام کی دعوت دیں، پھر وہ اگر توبہ کرلے، تو اُس کی توبہ کو قبول کرلیں، اور اگر وہ توبہ نہ کرے، تو اُس کو قتل کردیں، اور جو عورت اسلام سے پھر جائے، تو آپ اُسے اسلام کی دعوت دیں، پھر اگر وہ توبہ کرلے، تو اُس کی توبہ کو قبول کرلیں، اور اگر وہ توبہ سے انکار کرے، تو پھر اُس سے توبہ کا مطالبہ کریں (طبرانی)

علامہ ہیثمی نے فرمایا کہ اس روایت میں ایک راوی کا نام معلوم نہیں۔ [1]

اور علامہ ابنِ حجر نے ''فتح الباری'' اس روایت کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ [2]

جبکہ بعض حضرات نے اس روایت کی سند کو شدید ضعیف قرار دیا ہے، اور اس روایت سے مرتدہ عورت کے قتل نہ ہونے پر استدلال سے اختلاف کیا ہے۔ [3]

---

[1] قال الهيثمی:رواه الطبرانی، وفيه راو لم يسم، قال مكحول :عن ابن لأبی طلحة اليعمری، وبقية رجاله ثقات(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٠٥٨٣، باب فی من كفر بعد إسلامه نعوذ بالله من ذلک وهل يستتاب وكم يستتاب)

[2] وقال الحافظ العسقلانی: سندهٗ حسن (فتح الباری لابن حجر، ج١٢، ص٢٧٢، تحت رقم الحديث ٦٩٢٢، قوله باب حكم المرتد والمرتدة)

[3] قال أبو حذيفة، نبيل بن منصور بن يعقوب بن سلطان البصارة الكويتی:

أيُّمَا رجل ارتد عن الإسلام فادعه فإنْ عاد وإلا فاضرب عنقه، وأيما امرأة ارتدت عن الإسلام فادعها فإن عادت وإلا فاضرب عنقها"

قال الحافظ :وقد وقع فی حديث معاذ أنّ النبی -صلى الله عليه وسلم -لما أرسله إلى اليمن قال له:فذكره، وسنده حسن "

ضعيف جدا

أخرجه الطبرانی فی "الكبير "(20/ 53 - 54) عن الحسين بن إسحاق التُّسْتَرى ثنا هوبر بن معاذ ثنا محمد بن سلمة عن الفزاری عن مكحول عن ابن أبی طلحة اليعمری عن أبی ثعلبة الخُشَنی عن معاذ بن جبل أنّ رسول الله -صلى الله عليه وسلم -قال له حين بعثه إلى اليمن "أيما رجل ارتد عن الإسلام فادعه، فإنْ تاب فأقبل منه، وإنْ لم يتب فاضرب عنقه، وأيما امرأة ارتدت عن الإسلام فادعها، فإنْ تابت فأقبل منها، وإنْ أبت فاستتبها."

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعض صحابہ وتابعین سے بھی مرتدہ کے قتل نہ کیے جانے کی روایات مروی ہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وإسناده ضعيف جدا، الفزاری هو محمد بن عبيد الله العَرْزَمی قال النسائی والفلاس وغيرهما :متروک الحديث، وقال أبو حاتم :ضعيف الحديث جدا.
وقال ابن عدى :ومحمد بن سلمة الحرّانی فی عامة ما يروی عن محمد بن عبيد الله العرزمی يقول :عن الفزاری فيكنی عنه ولا يسميه لضعفه وأحيانا يسميه وينسبه" الكامل 6/ 2112
ولم يعرفه الهيثمی فقال :رواه الطبرانی وفيه راو لم يسم قال :عن مكحول عن ابن لأبی طلحة اليعمری، وبقية رجاله ثقات "المجمع 6/ 263(أنِيسُ السَّاری تخريج أحاديث فَتح البَاری، ج٣،ص ٢٤١٢، رقم الحديث ١٦٥٩، حرف الهمزة)

[1] چنانچہ مصنف ابنِ ابی شیبہ میں اسلام سے مرتد ہونے والی عورت کے باب سے متعلق مندرجہ ذیل روایات ہیں:
حدثنا عبد الرحمن بن مهدی ، عن حماد بن سلمة ، عن قتادة ، عن خلاس ، عن علی فی المرتدة : تستأمی ، وقال حماد : تقتل .
حدثنا عبد الرحيم بن سليمان ووكيع ، عن أبی حنيفة ، عن عاصم ، عن أبی رزين ، عن ابن عباس ، قال : لا تقتل النساء إذا ارتددن عن الإسلام , ولكن يحبسن ويدعين إلى الإسلام ويجبرن عليه.
حدثنا حفص ، عن ليث ، عن عطاء فی المرتدة ، قال : لا تقتل.
حدثنا حفص ، عن عمرو ، عن الحسن ، قال : لا تقتل.
حدثنا عبد الرحيم بن سليمان ، عن أشعث ، عن الحسن ، قال : لا تقتل النساء إذا هن ارتددن عن الإسلام , ولكن يدعين إلى الإسلام , فإن هن أبين سبين وجعلن إماء للمسلمين ، ولا يقتلن.
حدثنا أبو داود ، عن أبی حرة ، عن الحسن ؛ فی المرأة ترتد عن الإسلام ؟ قال : لا تقتل , تحبس.
حدثنا حفص ، عن عبيدة ، عن إبراهيم ، قال : لا تقتل .
حدثنا عبد الله بن إدريس ، عن هشام ، عن الحسن ؛ فی المرتدة : تستتاب , فإن تابت وإلا قتلت.
حدثنا وكيع ، عن سفيان ، عن يحيى بن سعيد ، عن عمر بن عبد العزيز أن أم ولد رجل من المسلمين ارتدت , فباعها بدومة الجندل من غير أهل دينها.
حدثنا وكيع ، قال : حدثنا سفيان ، عن أبی معشر ، عن إبراهيم فی المرأة ترتد عن الإسلام ، قال : تستتاب , فإن تابت وإلا قتلت.
حدثنا محمد بن بشر ، قال : حدثنا سعيد ، عن أبی معشر ، عن إبراهيم بنحو منه (مصنف ابنِ ابی شيبة، كتاب السير، باب ما قالوا فی المرتدة عن الإسلام)

صنفِ نازک ہونے کی وجہ سے آج کی دنیا میں عورت کے قتل پر غیر معمولی ردِعمل کا اظہار کیا جاتا ہے، قید وحبس وغیرہ پر اس طرح کا ردِعمل نہیں ہوتا، جبکہ عورت کے لیے قید وحبس کی سزا بھی اس کے شر کو دبانے اور اس کی اصلاح کے لیے نہایت مؤثر ہوتی ہے، کیونکہ عورتیں عدمِ تحمل اور قوتِ برداشت کی کمی کے باعث جذبات میں بعض الفاظ وکلمات بک دیتی ہیں، اور قید وحبس کے بعد جلد ہی ان کو احساس ہو کر، اصلاح کی امید ہوتی ہے۔

اس لیے ہمارے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اس سلسلہ میں مؤقف نہایت حکمت وبصیرت اور دور بینی ودور اندیشی پر مبنی ہے۔

البتہ یہ بات ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ مرتدہ عورت کا یہ حکم عام حالات میں ہے، ورنہ مخصوص صورتوں میں، مثلاً جب کوئی عورت بار بار سب وشتم کا، یا علانیہ ارتکاب کرے، اور اس سے بھی آگے بڑھ کر، اس کی طرف دوسروں کو دعوت بھی دے، تو فساد فی الارض کی سعی ختم کرنے کے لیے حنفیہ نے اس کو تعزیراً وسیاستاً قتل کرنے کا حکم فرمایا ہے، اور اس کو انہوں نے ''تعزیری وسیاسی'' قتل قرار دیا ہے، اور احادیث وآثار میں واردشدہ اس طرح کے واقعات کو اسی پر محمول فرمایا ہے، جس کی تفصیل اگلے باب کی فصل نمبر 1 میں آتی ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم.

(باب نمبر3)

سابِّ رسول کے ’’غیر مسلم‘‘ ہونے کا حکم

بعض اوقات، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کا صدور، کسی کافر یعنی غیر مسلم کی طرف سے ہوتا ہے۔

اور کفار کی مختلف اقسام ہیں، جن کے اعتبار سے حکم بھی کچھ مختلف ہوجاتا ہے۔

اس لیے پہلے کفار کی اقسام کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اقسامِ کفار اور ان کا اجمالی حکم

کفار کی ایک قسم ’’اھلِ حرب‘‘ کہلاتی ہے، اہلِ حرب سے وہ کفار مراد ہیں کہ جو نہ تو مسلمانوں کے عقدِ ذمہ میں داخل ہوں، اور نہ ہی مسلمانوں کے امن اور عہد میں داخل ہوں۔

اور کفار کی دوسری قسم ’’اھلِ ذمۃ‘‘ کہلاتی ہے، اہلِ ذمہ سے وہ کفار مراد ہیں، جو دارُ الاسلام میں جزیہ اور احکامِ اسلام کے نفوذ کے نتیجے میں دارُ الاسلام میں رہائش پذیر ہوں۔

اور کفار کی تیسری قسم ’’اھلِ عھد‘‘ کہلاتی ہے، اہلِ عہد سے وہ کفار مراد ہیں، جو دارُ الاسلام میں جزیہ دے کر نہ رہتے ہوں، بلکہ وہ اپنے دار الکفر ودار الحرب میں ہوں، لیکن ان کے ساتھ امامُ المسلمین، یا مسلمانوں کی طرف سے، ایک مخصوص مدت تک، کسی مصلحت کی وجہ سے، امن اور جنگ بندی وغیرہ کا معاہدہ ہو۔

یہ دراصل ’’صلحِ مؤقت‘‘ کہلاتی ہے، جو امن کی ایک قسم ہے، جس کو ’’ھدنۃ‘‘ اور ’’مھادنۃ‘‘ اور ’’معاھدۃ‘‘ اور ’’مسالمۃ‘‘ بھی کہا جاتا ہے، اور اس کا مشہور نام

’’**موادعة**‘‘ ہے۔

اور کفار کی ایک قسم ’’**مستأمنين**‘‘ کی کہلاتی ہے، ’’**مستأمنين** ‘‘مستأ من کی جمع ہے، جس کے معنیٰ ہیں ، امن طلب کرنے والا، اس سے وہ کفار مراد ہیں، جو دارالاسلام میں امن حاصل کرکے داخل ہوں ، کیونکہ وہ ایک مخصوص معاہدہ کے ساتھ ویزا وغیرہ حاصل کر کے، مسلمانوں کے ملک میں داخل ہوتے ہیں، جس کے تحت ان کو امن حاصل ہوتا ہے۔

اور اگر کوئی مسلم، دارُالکفر ، یا دارُالحرب میں امن حاصل کرکے داخل ہو، وہ بھی ’’**مستأمن** ‘‘ کہلاتا ہے، کیونکہ وہ بھی کفار سے ایک مخصوص معاہدہ کے ساتھ ویزا وغیرہ حاصل کر کے، کافروں کے ملک میں داخل ہوتا ہے۔

اور جو لوگ امامُ المسلمین کے خلاف ناجائز خروج اختیار کریں، وہ ’’اہلِ بغی‘‘ کہلاتے ہیں، جن سے بغاوت کے باعث، حسبِ مصلحت وضرورت بعض اوقات دفعِ ضَرَر وفساد کے لیے قتال کا حکم ہوتا ہے، اور بعض اوقات کوئی دوسری تعزیر مقرر ہوتی ہے، لیکن ان اہلِ بغی کا کافر ہونا ضروری نہیں، **كالخوارج عند المحققين**۔ [1]

---

[1] اور مرتد، وہ ہوتا ہے، جو نعوذ باللہ تعالیٰ، اسلام سے منحرف ہوجائے، جس کا ذکر دوسرے باب میں گزر چکا ہے، اس لیے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ محمد رضوان

أهل الحرب

التعريف:

أهل الحرب أو الحربيون :هم غير المسلمين الذين لم يدخلوا فى عقد الذمة، ولا يتمتعون بأمان المسلمين ولا عهدهم.

الألفاظ ذات الصلة:

أ -أهل الذمة:

أهل الذمة هم الكفار الذين أقروا فى دار الإسلام على كفرهم بالتزام الجزية ونفوذ أحكام الإسلام فيهم.

ب -أهل البغى:

أهل البغى أو البغاة :هم فرقة خرجت على إمام المسلمين لمنع حق، أو لخلعه، وهم أهل منعة.

والبغى :هو الامتناع من طاعة من ثبتت إمامته فى غير معصية بمغالبة، ولو تأولا .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعض اوقات ''عقدِ موادعة'' یا ''معاهدة'' پر ''عقدِ ذمة'' کا بھی اطلاق کیا جاتا ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ ''اہلِ حرب'' وہ کفار کہلاتے ہیں، جو نہ تو اسلام کی دعوت قبول کریں، اور نہ ان کے ساتھ امن کا کوئی معاہدہ ہو، خواہ عقدِ ذمہ کی شکل میں ہو، یا عہد کی شکل میں ہو، یا کسی اور شکل میں ہو۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ج -أهل العهد:
هـم الـذيـن صـالحهم إمام المسلمين على إنهاء الحرب مدة معلومة لمصلحة يراها، والمعاهد :من العهد :وهو الصلح المؤقت، ويسمى الهدنة والمهادنة والمعاهدة والمسالمة والموادعة .
د -المستأمنون:
المستأمن فى الأصل :الطالب للأمان، وهو الكافر يدخل دار الإسلام بأمان، أو المسلم إذا دخل دار الكفار بأمان (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷، ص ۱۰۴، ۱۰۵، مادة"اهل الحرب")

[1] أ -الهدنة:
المهادنة :المسالمة -وتسمى :الموادعة، والمعاهدة.
وشرعا :مصالحة أهل الحرب على ترك القتال مدة معينة بعوض أو غيره .
ب -الأمان:
الأمان فى اللغة :عدم توقع مكروه فى الزمن الآتى.
وشرعا :رفع استباحة دم الحربى ورقه وماله حين قتاله أو العزم عليه،
مع استقراره تحت حكم الإسلام مدة ما .
ج -الذمة:
الذمة فى اللغة :العهد والأمان.
وعند الفقهاء :التزام تقرير الكفار فى ديارنا وحمايتهم، والذب عنهم، ببذل الجزية .
د -المعاهدة:
وهى المعاقدة والمحالفة .والمعاهد :من كان بينك وبينه عهد.
قال ابن الأثير أكثر ما يطلق فى الحديث على أهل الذمة، وقد يطلق على غيرهم من الكفار إذا صولحوا على ترك الحرب مدة ما .
و الموادعة:
وهى المصالحة والمسالمة على ترك الحرب والأذى، وحقيقة الموادعة المتاركة، أى يدع كل واحد منهما ما هو فيه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵، ص ۲۳۰، ۲۳۱، مادة "سلم")

[2] آج کل اکثر و بیشتر ممالک کا آپس میں اس طرح امن کا معاہدہ ہوتا ہے، ایسے کافر پر خالص حربی ومحارب کا حکم لگا کر، ان کو بہرحال واجبُ القتل، یا مباحُ الدم سمجھنا، کم علمی یا غلط فہمی پر مبنی ہے، جس سے آگاہی بہت ضروری ہے، اور اس کی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فقہائے کرام نے ''عقدِ ذمة'' کو ''امانِ مؤبد'' کے ساتھ، اور ''عقدِموادعة'' کو ''امانِ مـؤقـت '' کے ساتھ موسوم کیا ہے، اوران دونوں کو ''امــان'' کی اقسام قرار دیا ہے اور ''استیمان'' بھی ایک طرح کا مخصوص عقدِ موقت ہی ہے۔ ۱؎

اور ''امن'' کی ان دونوں اقسام میں بعض احکام کے اعتبار سے فرق ہے، جس میں فقہائے کرام کا کچھ اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ ۲؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

خلاف ورزی پر احادیث میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں۔ اللہ حفاظت فرمائے۔ آمین۔ محمد رضوان۔

أهل الحرب:

الـمراد بأهل الحرب :الـكـفـار من أهل الكتاب والمشركين الذين امتنعوا عن قبول دعوة الإسلام، ولـم يـعـقـد لهـم عقد ذمة ولا أمان، ويقطنون فى دار الحرب التى لا تطبق فيها أحكام الإسلام .فهم أعـداء الـمسـلـميـن الـذيـن يـعـلـن عـليهـم الـجهـاد مـرـة أو مـرتيـن كل عـام(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٧،ص ١٢١،مادة "أهل الحرب ")

۱؎ والأمان قسمان الأول :أمـان يعقده الإمام أو نائبه، وهو نوعان :مؤقت، وهو ما يسمى بالهدنة وبـالـمعاهدة وبالموادعة -وهـو عـقـد الإمـام أو نـائبه على ترك القتال مدة معلومة -مع اختلاف الفقهاء فى مقدار مدة الموادعة.

وقـد روى أن رسـول الـله صلى الله عليه وسلم وادع أهل مكة عام الحديبية على أن توضع الحرب بين الفريقين عشر سنين.

والنوع الثانى :الأمان المؤبد، وهو ما يسمى عقد الذمة، وهو إقرار بعض الكفار على كفرهم بشرط بذل الجزية والتزام أحكام الإسلام.

والأصـل فيـه قوله تعالى :(قـاتـلـوا الـذيـن لا يؤمنون بالله ولا باليوم الآخر ولا يحرمون ما حرم الله ورسوله ولا يدينون دين الحق من الذين أوتوا الكتاب حتى يعطوا الجزية عن يد وهم صاغرون).

هـذا مـع اختـلاف الفقهاء فى غير أهل الكتاب، هل تقبل منهم الجزية ويقرون على حالهم أم لا يقبل منهم إلا الإسلام، فإن لم يسلموا قتلوا.

والقسم الثانى من الأمان:

هـو الأمـان الذى يصدر من أحد المسلمين لعدد محصور من الكفار، ويدل عليه حديث :المؤمنون تتـكـافـأ دمـاؤهـم، وهـم يد على من سواهم، ويسعى بذمتهم أدناهم وأخبـار أخـرى، وينظر تفصيل ذلك فى (أمان، وذمة، ومعاهدة)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦،ص٢٧٨،مادة " أمن ")

۲؎ ومـن الفروق الظاهرة بين عقد الأمان وعقد الهدنة أنه لا تجوز الهدنة إلا بعقد الإمام أو نائبه، أما الأمان فإنه يجوز من الإمام ومن جماعة من المسلمين ومن آحادهم ولو من امرأة، عند جمهور

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ضرورت ومصلحت کے تحت ’’عقدِ موادعة ‘‘یا’’عقدِ مهادنة ‘‘ہرطرح کے اہلِ حرب کے ساتھ جائز ہے، خواہ وہ اہلِ کتاب، یعنی یہود ونصاریٰ ہوں، یا غیراہلِ کتاب یعنی اہلِ ہنودوغیرہ ہوں۔ [1]

’’اهلِ موادعة‘‘ سے جومعاہدہ ہوتا ہے، وہ عام طور پراُن کے دارُالحرب یادارُالکفر میں رہتے ہوئے ہی ہوتا ہے، اور وہ عموماً احکامِ اسلام کے نفاذ کے پابندنہیں ہوتے، الَّا یہ کہ کسی کے ساتھ اس طرح کا معاہدہ ہوا ہو، اور ایسے لوگوں کا علاقہ ’’دارُ الحرب‘‘ہونے کے باوجود’’دارُ العهد ‘‘ کہلاتا ہے، جس کو’’دارُ الموادعة‘‘اور’’دارُ المعاهدة ‘‘اور ’’دارُالصلح‘‘ بھی کہا جاتا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الفقهاء .وقال ابن الماجشون من المالكية :إن أمان المرأة والعبد والصبى لا يجوز ابتداء ، ولكن إن وقع يمضى إن أمضاه الإمام وإن شاء رده.

وقد فصل الفقهاء أحكامه فى أبواب السير والجهاد(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵، ص ۲۳۲، ۲۳۳، مادة " سلم")

[1] يجوز عقد الهدنة لأهل الحرب سواء كانوا أهل كتاب من نصارى ويهود أم غير أهل الكتاب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۲،ص ۲۲۲،مادة " هدنة)

[2] دار العهد:

التعريف :من معانى العهد فى اللغة :الأمان، والذمة، واليمين، والحفاظ، ورعاية الحرمة، وكل ما بين العباد من المواثيق فهو عهد.

ودار العهد هى :كل بلد صالح الإمام أهلها على أن تكون تلك الأرض لهم، وللمسلمين الخراج عنها .

وتسمى دار الموادعة، ودار الصلح، ودار المعاهدة.

الألفاظ ذات الصلة:

أ -دار الحرب:دار الحرب هى كل بقعة تكون أحكام الكفر فيها ظاهرة.

وقال الشافعية :هى كل مكان يسكنه غير المسلمين، ولم يسبق فيه حكم إسلامى، أو لم تظهر فيه قط أحكام الإسلام .

فدار العهد أخص من دار الحرب لوجود المواثيق بين المسلمين وبين أهلها، فلذا اختصت عن دار الحرب بأحكام سيأتى بيانها.

ب -دار الإسلام:دار الإسلام هى كل بلد أو إقليم تظهر فيه أحكام الإسلام .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فقہائے کرام نے اس بات کی بھی تصریح فرمائی ہے کہ اہلِ حرب کفار سے کسی مصلحت وضرورت ''مثلاً مسلمانوں کے کمزور ومغلوب ہونے'' کے تحت ''عقدِ موادعۃ'' اور جنگ بندی وغیرہ کا معاہدہ کرنا جائز ہے، جو بعض اوقات، مسلمانوں کی ضرورت کی وجہ سے مال کے عوض بھی ہوسکتا ہے۔ [1]

پھر جمہور فقہائے کرام کے نزدیک ''عقدِ موادعۃ'' لازم ہوتا ہے، جس کے منعقد ہونے کے بعد امامُ المسلمین کے لیے اس کا توڑنا جائز نہیں ہوتا، اور مدتِ مقررہ تک، اس کو اپنی جائز

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ج -دار البغي:دار البغي هي المكان الذى ينحاز إليه قوم مسلمون خرجوا عن طاعة الإمام بتأويل، وغلبوا عليه.

الأحكام المتعلقة بدار العهد :

يجوز أن يعقد الإمام مع أهل الحرب عهدا للمصلحة يترك بموجبه القتال مدة بعوض أو بغير عوض، فتكون تلك الدار دار عهد .وانظر مصطلح :(هدنة)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٠،ص٢١٧،مادة " دار العهد ")

[1] لیکن افسوس کہ آج عالمی سطح پر بہت سے مسلمانوں کے ممالک، خاص طور سے معاشی وتمدنی طور پر، بہت سے کفار سے مغلوب ہیں۔

اور ایسی صورت میں جب مسلمانوں کے حکمرانوں کی طرف سے کوئی ''معاہدہ وموادعۃ'' کفار سے مصلحت کے تحت ہوتا ہے، تو جذباتی عوام، اس پر طرح طرح سے الزام عائد کرتے ہیں، جن کے ساتھ بعض ظاہری اہلِ علم بھی شامل ہوتے ہیں، بلکہ بعض اوقات یہی حضرات، کم علم عوام کو حکمرانوں کے خلاف بھڑکاتے اور اشتعال دلاتے ہیں، یہاں تک کہ بعض اوقات مسلمان، حکمرانوں کو خالص یہودی لابی وغیرہ کے فتوے بھی لگادیتے ہیں، یہ طرزِ عمل قابلِ اصلاح ہے اور محض جذبات پر مبنی ہے، خواہ اخلاص کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو، اور محض اخلاص کا ہونا کافی نہیں، جب تک وہ عمل وطرز عمل شرعی اصولوں کے مطابق نہ ہو۔محمد رضوان۔

عقد الهدنة بشرط محظور للضرورة:

يجوز عند الضرورة عقد الهدنة بشرط محظور، ومن أمثلة ذلک اشتراط بذل المال للكفار.

فقد اتفق الفقهاء على عدم جواز عقد الهدنة على مال يبذله المسلمون لأهل الحرب ما لم تدع إلى ذلک ضرورة؛ لأن الله تعالى قد أعز الإسلام وأهله وأظهره على الأديان كلها وجعل لهم الجنة قاتلين ومقتولين لقول الله تعالى (إن الله اشترى من المؤمنين أنفسهم وأموالهم بأن لهم الجنة يقاتلون فى سبيل الله فيقتلون ويقتلون ، فلم يجز مع ثواب الشهادة وعز الإسلام أن يدخلوا فى ذل البذل وصغار الدفع، أما إذا دعت إليه الضرورة فيجوز(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٢،ص٢١٧،مادة،هدنة)

شرائط کے ساتھ پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔

البتہ حنفیہ کے نزدیک ''عقدِ موادعة'' جائز تو ہوتا ہے، لیکن لازم نہیں ہوتا، اور امام المسلمین کے لیے اس کو توڑنا جائز ہوتا ہے، جبکہ مسلمانوں کی اس میں مصلحت ہو، لیکن ان سے قتال کرنا حنفیہ کے نزدیک اس وقت تک جائز نہیں ہوتا، جب تک ان کو عہد توڑنے سے آگاہ اور اس سے خبردار نہ کر دیا جائے، البتہ اگر خود انہوں نے ہی عہد کو توڑا ہو، تو پھر ایسا کرنا کسی کے نزدیک بھی ضروری نہیں، اور اگر صلح اس شرط کے ساتھ ہو کہ ان پر اسلام کے احکام جاری ہوں گے، تو پھر یہ ''موادعة'' کا عقد، حنفیہ کے نزدیک بھی لازم ہو جاتا ہے، جو نقض کا احتمال نہیں رکھتا، کیونکہ اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک وہ ''معاهدة و موادعة'' دراصل ''عقدِ ذمة'' کا حکم رکھتا ہے۔ [1]

---

[1] اور جب حنفیہ کے نزدیک ایسا ہے، اور ان کے نزدیک جزیہ لازم ہونے کے بعد اس کی ادائیگی سے منع کرنے پر بھی ذمہ نہیں ٹوٹتا، تو اس سے معلوم ہوا کہ فی الجملہ ''عقدِ ذمہ'' یا ''حکمی ذمہ'' کے لیے حنفیہ کے نزدیک بطورِ خاص جزیہ کی ادائیگی ضروری نہیں، اور آج کل کفار کے ممالک میں جو مسلمان آباد ہیں، ان پر بھی اس طرح کے امتیازی جزیہ کی ادائیگی لازم نہیں، جو ان پر کفار سے الگ کر کے لازم کی گئی ہو، جبکہ عاشر کے باب میں فقہائے کرام نے، کفار جتنا ٹیکس ہم سے وصول کریں، اتنا وصول کرنے، اور اگر وہ بالکل وصول نہ کریں، تو ہماری طرف سے بھی وصول نہ کرنے کا حکم لگایا ہے، ان چیزوں کے تناظر میں بندہ کا رجحان فیما بینی و بین الله تعالیٰ، اس طرف ہوا کہ ''ذمی'' کا وہ حکم حاصل ہونے کے لیے، جو امن فراہم کرتا ہے، جزیہ کی ادائیگی لازم نہیں، اور اس بناء پر جو اقلیت کے لوگ پاکستان وغیرہ میں مخصوص جزیہ کی ادائیگی کے بغیر آباد ہیں، ان کو امن حاصل ہے، خواہ اس امن کو، عنوان کوئی بھی دیا جائے۔ محمد رضوان۔

صفة عقد الهدنة:

اختلف الفقهاء في صفة عقد الهدنة أهو لازم أم جائز؟ فذهب جمهورهم -المالكية والشافعية والحنابلة -إلى أنه عقد لازم، فإن وقع صحيحا فليس للإمام العاقد ولا للأئمة بعده نقضه، ولزم الوفاء به حتى تنقضي المدة، أو يصدر منهم ما يقتضي الانتقاض من قتال أو غيره لقوله تعالى :(يا أيها الذين آمنوا أوفوا بالعقود ، وقوله عز من قائل :(فأتموا إليهم عهدهم إلى مدتهم فإذا مات الإمام الذي عقد العهد أو عزل فليس لمن بعده نقض العقد؛ لأن الإمام الأول عقدها باجتهاده فلم يجز نقضه باجتهاد غيره، وإن تبين العقد فاسدا باجتهاد الإمام الجديد، كما لا يجوز للقاضي نقض أحكام غيره من القضاة قبله باجتهاده.

ولأنه إن لم يف بالعهود لم يسكن إلى عقوده وقد نحتاج إليها؛ أما إن بان فساد عقد الهدنة بنص أو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فقہائے حنفیہ نے بھی ضرورت ومصلحت کے تحت ''عقدِ موادعة'' کے جائز ہونے کی

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

إجماع فيلغى، ويعلن إليهم بفساد الهدنة ويبلغون مأمنهم، فإن دخل بعضهم دار الإسلام بهذا الصلح كان آمنا؛ لأنه دخل معتقدا بالأمان ويرد إلى دار الحرب، ولا يقر بدار الإسلام؛ لأن الهدنة لم تصح .

وإن شرط الإمام لنفسه فى عقد الهدنة ما ينفى لزومه فقد أجازه الشافعية والقاضى أبو يعلى من الحنابلة ومنعه الحنابلة.

فعند الشافعية يجوز تعليق استدامة الهدنة على مشيئة الإمام ينقضها متى شاء ، فإن علقت بمشيئته يجوز أن تكون غير مقدرة المدة...........

وقال الحنابلة فى المذهب :إن شرط الإمام نقض العهد لنفسه لم يصح العقد؛ لأنه ينافى مقتضى العقد فلم يصح كما لو شرط ذلك فى البيع والنكاح .وكذا إن شرط لمن شاء منهما؛ لأنه يفضى إلى ضد المقصود فلم يصح .

وذهب الحنفية إلى أن عقد الهدنة غير لازم محتمل للنقض، فللإمام نبذه إليهم، فإن رأى الإمام أن فى الموادعة خيرا للمسلمين فوادعهم، ثم نظر فوجد أنها شر على المسلمين نبذ إليهم؛ لأنه ظهر فى الانتهاء ما لو كان موجودا فى الابتداء لمنع عقدها واستدامتها؛ ولأن المصلحة لما تبدلت كان النبذ جهادا، وإبقاء العهد فى هذه الحالة ترك للجهاد صورة ومعنى، وهو أمر غير جائز ولم يقله أحد.

فإن رأى نقضها فلا بد من النبذ تحرزا من الغدر وهو محرم بالعمومات :نحو ما صح عن النبى صلى الله عليه وسلم من حديث عبد الله بن عمرو بن العاص رضى الله عنهما قال :قال النبى صلى الله عليه وسلم :أربع خلال من كن فيه كان منافقا خالصا :من إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا عاهد غدر، وإذا خاصم فجر ، وقال سليم بن عامر :كان بين معاوية رضى الله عنه وبين الروم عهد، وكان يسير فى بلادهم حتى إذا انقضى العهد أغار عليهم .فجاء رجل على دابة أو فرس وهو يقول : الله أكبر، وفاء لا غدر، وإذا هو عمرو بن عبسة رضى الله عنه فسأله معاوية عن ذلك، فقال : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :من كان بينه وبين قوم عهد فلا يحلن عهدا ولا يشدنه حتى يمضى أمده أو ينبذ إليهم على سواء فرجع معاوية بالناس.

ولا بد من اعتبار مدة بلوغ الخبر إلى جميعهم، ويكتفى من ذلك مدة يتمكن رئيسهم بعد علمه بالنبذ من إنفاذ الخبر إلى مملكته؛ لأنه بذلك ينتفى الغدر .فإن كانوا خرجوا من حصونهم أو تفرقوا، أو خربوا حصونهم اتكالا على الأمان فحتى يعودوا كلهم إلى مأمنهم ويعمروا حصونهم مثل ما كانت توقيا من الغدر.

والمراد بالنبذ إعلانهم نقض العهد .ويكون النبذ على الوجه الذى كان الأمان، فإن كان منتشرا يجب أن يكون النبذ كذلك، وإن كان غير منتشر بأن أمنهم مسلم واحد سرا يكتفى بنبذ ذلك الواحد.

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

تصریح کی ہے، اوراس چیز کی صراحت بھی کی ہے کہ ''اهلِ موادعة'' معاملاتِ دنیاوی میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

آثار الهدنة :

لا خلاف بين الفقهاء فى أنه إذا تم عقد الهدنة مستوفيا لشروطه أمن الموادعون على أنفسهم وأموالهم ونسائهم وذراريهم، ووجب على الإمام وعلى من بعده من الأئمة -إذا مات أو عزل- حمايتهم من أذى المسلمين ومن أذى أهل الذمة المقيمين فى دار الإسلام لأنه أمنهم مما هو تحت حكمه وفى قبضته وفاء بالعهد، لقوله تعالى :(يا أيها الذين آمنوا أوفوا بالعقود ، وقوله عز من قائل : (فأتموا إليهم عهدهم إلى مدتهم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۲، ص ۲۱۹ الىٰ ۲۲۱، ملخصاً، مادة "هدنة")

يمنع الإمام المسلمين والذميين من إيذاء أهل دار العهد والتعرض لهم، لأنهم استفادوا الأمان فى أنفسهم، وأموالهم بالموادعة، أما إن أغار عليهم قوم من أهل الحرب، فلا يجب على المسلمين الدفاع عنهم، لأنهم بهذا العهد "الموادعة "ما خرجوا من أن يكونوا أهل حرب، لأنهم لم ينقادوا لحكم الإسلام، فلا يجب على المسلمين نصرتهم .

وهذا العهد أو الموادعة :عقد غير لازم محتمل للنقض، فللإمام أن ينبذ إليهم، لقوله تعالى :(وإما تخافن من قوم خيانة فانبذ إليهم على سواء)

أما إذا وقع على أن تجرى فى دارهم أحكام الإسلام فهو عقد لازم، لا يحتمل النقض منا، لأن العهد الواقع على هذا الوجه عقد ذمة .والدار دار إسلام يجرى فيها حكم الإسلام

.فإن نقضوا الصلح بعد استقراره معهم فقد اختلف فيه.

فذهب الشافعي وأبو يوسف ومحمد إلى أن دارهم تصير دار حرب، وقال أبو حنيفة :إن كان فى دارهم مسلم أو كان بينهم وبين دار الحرب بلد للمسلمين، فتبقى دارهم دار إسلام يجرى على أهلها حكم البغاة، وإن لم يكن بينهم مسلم ولا بين دار الحرب بلد للمسلمين، فتكون دار حرب.

وإذا نقضوا العهد وكان أحد منهم بدارنا يبلغ مأمنه، أى ما يأمنون فيه منا ومن أهل العهد، ثم كانوا حربا لنا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۰، ص ۲۱۹، ۲۲۰، مادة " دار العهد ")

وكذا الجواب فى الموادعة وهو الصلح على ترك القتال مدة بمال أو بغير مال تجوز من الإمام إن رأى المصلحة ثم يخبرهم بالنقض وينقض حتى لا يكون تغريرا.

وما أخذ من المال إن لم يتم المدة يرد إليهم بقدره.

وكذلك الموادعة فى حق المرتدين وأهل البغى جائزة إذا كان فيه مصلحة لأن هذا بمنزلة الأمان وهذا إذا كان الصلح على أن يكونوا على حكم الكفر.

ولو صالحوا على أن يكونوا على أحكام المسلمين فإنهم يصيرون ذمة ولا يجوز لنا نقض ذلك كعقد الذمة(تحفة الفقهاء، للسمرقندى، ج۳، ص۲۹۷، كتاب السير)

وذكر الولوالجى وهذا كله إذا وقع الصلح على أن يكونوا مبقين على أحكام الكفر، فإن وقع الصلح على أن تجرى عليهم أحكام الإسلام فقد صاروا ذمة ولا يسع للمسلمين أن لا يقبلوا ذلك منهم؛ لأنهم لما قبلوا حكم الإسلام صاروا من جملة أهلها(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۵، ص۸۶، كتاب السير)

احکامِ اسلام کا التزام نہیں کرتے، اور وہ اہلِ حرب کی حقیقت سے نہیں نکلتے، البتہ ان سے جنگ بندی وغیرہ کا مخصوص ''امن'' معاہدہ ہوتا ہے۔ [1]

اور حنفیہ نے اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ ضرورت کے وقت میں مسلمانوں کو مرتدین اور اہلِ بغی سے بھی ''موادعة'' جائز ہے۔ [2]

---

[1] اور پہلے گزر چکا ہے کہ موجودہ دور میں اکثر و بیشتر مسلم وغیر مسلم ممالک کے درمیان باہم، اس طرح کا ''عقدِ موادعة'' قائم ہے۔ محمد رضوان۔

[2] لأنهم بهذه المـوادعة لا يلتـزمـون أحكـام الإسـلام، ولا يـخـرجـون من أن يكونوا أهل حـرب(المبسوط،لشمس الأئمة السرخسي،ج١٠،ص٨٨،كتاب السير، باب صلح الملوك والموادعة)

(وأما) صفة عقد المـوادعة، فهو أنه عقد غير لازم محتمل للنقض، فللإمام أن ينبذ إليهم؛ لقوله - سبحانه وتعالى -(وإما تخافن من قوم خيانة فانبذ إليهم على سواء)فإذا وصل النبذ إلى ملكهم، فلا بأس للمسلمين أن يغزوا عليهم؛ لأن الملك يبلغ قومه ظاهرا إلا إذا استيقن المسلمون أن خبر النبذ لم يبلغ قومه، ولم يعلموا به، فلا أحب أن يغزوا عليهم؛ لأن الخبر إذا لم يبلغهم فهم على حكم الأمان الأول، فكان قتالهم منا غدرا وتغريرا، وكذلك إذا كان النبذ من جهتهم بأن أرسلوا إلينا رسولا بالنبذ، وأخبروا الإمام بذلك فلا بأس للمسلمين أن يغزوا عليهم، لما قلنا إلا إذا استيقن المسلمون أن أهل ناحية منهم لم يعلموا بذلك لما بينا.

ولو وادع الإمام على جعل، أخذه منهم، ثم بدا له أن ينقض فلا بأس به؛ لما بينا أنه عقد غير لازم، فكان محتملا للنقض، ولكن يبعث إليهم بحصة ما بقي من المدة من الجعل الذى أخذه؛ لأنهم إنما أعطوه ذلك بمقابلة الأمان فى كل المدة، فإذا فات بعضها لزم الرد بقدر الفائت، هذا إذا وقع الصلح على أن يكونوا مستبقين على أحكام الكفر.

(فأما) إذا وقع الصلح على أنه يجرى عليهم أحكام الإسلام فهو لازم، لا يحتمل النقض؛ لأن الصلح الواقع على هذا الوجه عقد ذمة، فلا يجوز للإمام أن ينبذ إليهم والله -سبحانه وتعالى -أعلم.

(وأما) بيان ما ينقض به عقد الموادعة، فالجملة فيه أن عقد الموادعة (إما) أن كان مطلقا عن الوقت.

(وإما) أن كان موقتا بوقت معلوم فإن كان مطلقا عن الوقت فالذى ينتقض به نوعان :نص، ودلالة فالنص، هو النبذ من الجانبين صريحا.

(وأما) الدلالة، فهى أن يوجد منهم ما يدل على النبذ، نحو أن يخرج قوم من دار الموادعة بإذن الإمام ويقطعوا الطريق فى دار الإسلام؛ لأن إذن الإمام بذلك دلالة النبذ، ولو خرج قوم من غير إذن الإمام، فقطعوا الطريق فى دار الإسلام فإن كانوا جماعة لا منعة لهم، لا يكون ذلك نقضا للعهد؛ لأن قطع الطريق بلا منعة لا يصلح دلالة للنقض، ألا ترى أنه لو نص واحد منهم على النقض

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عہدِ رسالت میں کفار کی اقسام

اس کے بعد عرض ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی مدینہ منورہ، ہجرت فرمانے کے بعد، آپ کے قرب وجوار میں کفار کی مختلف اقسام پائی جاتی تھیں، جس کی ذیل میں کچھ توضیح کی جاتی ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

لا ينتقض؟ كما فى الأمان المؤبد، وهو عقد الذمة.

وإن كانوا جماعة لهم منعة فخرجوا بغير إذن الإمام ولا إذن أهل مملكته،فالملك وأهل مملكته على موادعتهم؛ لانعدام دلالة النقض فى حقهم، ولكن ينتقض العهد فيما بين القطاع، حتى يباح قتلهم واسترقاقهم؛ لوجود دليل النقض منهم، وإن كان موقتا بوقت معلوم، ينتهى العهد بانتهاء الوقت من غير الحاجة إلى النبذ، حتى كان للمسلمين أن يغزوا عليهم؛ لأن العقد المؤقت إلى غاية ينتهى بانتهاء الغاية من غير الحاجة إلى الناقض، ولو كان واحد منهم دخل الإسلام بالموادعة المؤقتة، فمضى الوقت وهو فى دار الإسلام، فهو آمن حتى يرجع إلى مأمنه؛ لأن التعرض له يوهم الغدر والتغرير، فيجب التحرز عنه ما أمكن، والله -تعالى -أعلم.

(وأما) الأمان المؤبد فهو المسمى بعقد الذمة(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج٧،ص ١٠٩ ، ١١٠ ، كتاب السير، فصل فى بيان ما يعترض من الأسباب المحرمة للقتال)

نص الحنفية على جواز موادعة المرتدين إذا غلبوا على دار من دور الإسلام وصارت دارهم دار حرب، وخيف منهم ولم تؤمن غائلتهم لما فيه من مصلحة دفع الشر للحال، ورجاء رجوعهم إلى الإسلام وتوبتهم، ولا يؤخذ منهم على ذلك مال، لأن المال المأخوذ على ترك القتال يكون فى معنى الجزية، ولا تؤخذ الجزية إلا من كافر.

أما إذا لم يستولوا على بلدة ولم يكن لهم كيان فلا يعقد لهم هدنة؛ لأن فى ذلك تقرير المرتدين على الردة .

وقال المالكية :وإن ارتد عن دين الإسلام جماعة بعد تقرر إسلامهم وحاربوا بعد ارتدادهم المسلمين ثم قدرنا عليهم فكالمرتدين من المسلمين الأصليين؛ فيحكم فيهم بحكم المرتد من المسلمين لا بحكم الكفار الناقضين للعهد .

وقال الشافعية والحنابلة :إن المرتدين إذا انحازوا إلى دار ينفردون بها عن المسلمين حتى يصيروا فيها ممتنعين يجب قتالهم على الردة بعد مناظرتهم على الإسلام وإيضاح دلائله، ويجرى على قتالهم بعد الإنذار والإعذار حكم قتال أهل الحرب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٢، ص٢٢٣، مادة "هدنة")

صَالَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُشْرِكِيْنَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ عَلٰى ثَلاثَةِ أَشْيَاءَ: عَلٰى أَنَّ مَنْ أَتَاهُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ رَدَّهُ إِلَيْهِمْ، وَمَنْ أَتَاهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ لَمْ يَرُدُّوْهُ، وَعَلٰى أَنْ يَدْخُلَهَا مِنْ قَابِلٍ وَيُقِيْمَ بِهَا ثَلاثَةَ أَيَّامٍ، وَلا يَدْخُلَهَا إِلَّا بِجُلُبَّانِ السِّلاحِ السَّيْفِ وَالْقَوْسِ وَنَحْوِهٖ (صحيح البخاری، رقم الحديث: ٢٧٠٠، كتاب الصلح، باب الصلح مع المشركين)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے ساتھ حدیبیہ کے دن، تین چیزوں پر مصالحت فرمائی، اس چیز پر کہ مشرکین میں سے جو ان کی طرف آئے گا، اس کو واپس لوٹایا جائے گا، اور اس چیز پر کہ مسلمانوں میں سے جو مشرکین کے پاس جائے گا، اس کو لوٹایا نہیں جائے گا، اور اس چیز پر کہ وہ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اگلے سال مکہ میں داخل ہوں گے اور اس میں تین دن قیام کریں گے، اور وہ ہتھیار یعنی تلوار اور کمان وغیرہ کو اپنے تھیلوں میں رکھ کر ہی داخل ہوں گے (بخاری)

حضرت مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

أنهم اصطلحوا على وضعِ الحربِ عَشْرَ سنين يأمَنُ فيهنَّ الناسُ، وعلى أن بيننا عَيْبَةً مكفوفةً، وأنه لا إسْلالَ ولا إغْلال (سنن أبی داود، رقم الحديث: ٢٧٦٦، كتاب الجهاد، باب فی صلح العدو) [1]

ترجمہ: مسلمانوں نے مشرکین سے دس سال تک جنگ بندی کا معاہدہ کیا تھا، جس میں لوگ ایک دوسرے سے مأمون ہوں گے، اور ہمارے لباس بندھے ہوئے ہوں گے، اور نہ کوئی چوری ہوگی اور نہ کوئی خیانت ہوگی (ابوداود)

بعد میں مشرکین نے اس عہد کو توڑ دیا تھا، جس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے

---

[1] قال شعيب الأرنؤوط: إسناده حسن (حاشية سنن أبی داود)

ساتھ غزوہ فرمایا تھا۔ [1]

مذکورہ اور اس جیسی احادیث و روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک زمانے میں مشرکین سے ''عقدِ موادعة'' فرمایا تھا، اس زمانے میں وہ مشرکین ''اہلِ موادعة'' تھے، مگر عہد ٹوٹنے کے بعد، وہ اصل حربی، یا محارب ہو گئے تھے۔ [2]

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] عن ابن عمر، قال: كانت خزاعة حلفاء لرسول الله صلى الله عليه وسلم، وكانت بنو بكر - رهط من بني كنانة- حلفاء لأبي سفيان، قال: وكانت بينهم موادعة أيام الحديبية فأغارت بنو بكر على خزاعة في تلك المدة، فبعثوا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم يستمدونه، فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم ممدا لهم في شهر رمضان، فصام حتى بلغ قديدا ثم أفطر، وقال: " ليصم الناس في السفر ويفطروا، فمن صام أجزأ عنه صومه، ومن أفطر، وجب عليه القضاء ."ففتح الله مكة (صحيح ابن حبان،رقم الحديث :٥٩٩٦)

قال شعيب الأرنؤوط : إسناده حسن (حاشيةصحيح ابن حبان)

[2] (عن المسور، ومروان رضي الله عنهما: أنهم) أي: أهل مكة (اصطلحوا على وضع الحرب عشر سنين يأمن فيهن الناس) أي: بعضهم من بعض أي: صالحوا مع الرسول على ترك الحرب هذه المدة فلما مضى بعد هذا الصلح ثلاث سنين نقضوا عهدهم بإعانتهم بني بكر على حرب خزاعة حلفاء رسول الله صلى الله عليه وسلم، ومحارب حليف الشخص محارب ذلك الشخص كذا ذكره بعضهم وقال شارح من علمائنا صالحوا هذه المدة، لكن المشركون نقضوه في السنة الرابعة، فغزاهم رسول الله صلى الله عليه وسلم: وقال ابن الهمام: يستدل بنبذ الموادعة التي كانت بينه وبين أهل مكة على أن المعاهدين إذا بدئوا بخيانة نقاتلهم ولم ننبذ إليهم إذا كان باتفاقهم ;لأنهم صاروا ناقضين للعهد فلا حاجة إلى نقضه، وكذا إذا دخل على جماعة منهم لهم منعة وقاتلوا المسلمين علانية يكون نقضا في حقهم خاصة، فيقتلون ويسترقون هم ومن معهم من الذراري إلا أن يكون بإذن ملكهم، فيكون نقضا في حق الكل، ولو لم يكن لهم منعة لم يكن نقضا لا في حقهم ولا في حق غيرهم، وإنما قلنا هذا ;لأنه صلى الله عليه وسلم لم يبدأ أهل مكة، بل هم بدئوا بالغدر قبل مضي المدة فقاتلهم ولم ينبذ إليهم، بل سأل الله أن يعمي عليهم حتى يبغتهم، وهذا هو المذكور لجميع أصحاب السير والمغازي، ومن تلقى القصة ورواها كما في حديث ابن إسحاق، عن الزهري، عن عروة بن الزبير، عن مروان بن الحكم والمسور بن مخرمة قالا: وكانا في صلح رسول الله صلى الله عليه وسلم ودخلت بنو بكر في عقد قريش، فمكثوا في الهدنة نحو السبعة، أو الثمانية عشر شهرا (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ، ج : ٦ ص : ٢٦٢٣ و ٢٦٢٤ ، كتاب الجهاد ، باب الصلح)

حَارَبَتِ النَّضِيرُ، وَقُرَيْظَةُ، فَأَجْلٰى بَنِي النَّضِيرِ، وَأَقَرَّ قُرَيْظَةَ وَمَنَّ عَلَيْهِمْ، حَتّٰى حَارَبَتْ قُرَيْظَةُ، فَقَتَلَ رِجَالَهُمْ، وَقَسَمَ نِسَائَهُمْ وَأَوْلَادَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ، إِلَّا بَعْضَهُمْ لَحِقُوْا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَآمَنَهُمْ وَأَسْلَمُوْا، وَأَجْلٰى يَهُوْدَ الْمَدِيْنَةِ كُلَّهُمْ: بَنِيْ قَيْنُقَاعٍ، وَهُمْ رَهْطُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ، وَيَهُوْدَ بَنِيْ حَارِثَةَ، وَكُلَّ يَهُوْدِ الْمَدِيْنَةِ (صحيح البخاری، رقم الحديث: ۴۰۲۸، كتاب المغازی، باب حديث بنی النضير، ومخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم إليهم فی دية الرجلين، وما أرادوا من الغدر برسول الله صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ: بنی نضیر اور بنی قریظہ نے (مسلمانوں سے مقابلہ کیا) تو (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے) بنی نضیر کو جلا وطن فرما دیا اور بنی قریظہ پر احسان کرکے ان کو رہنے دیا، لیکن انہوں نے دوبارہ مقابلہ کیا، تو (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے) ان کے مَردوں کو قتل کر دیا اور عورتوں اور بچوں اور مال و اسباب کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا، مگر بعض لوگ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل گئے، ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امن فراہم کر دیا، باقی مدینہ کے تمام یہودیوں کو جو بنی قینقاع، یعنی عبداللہ بن سلام کی قوم والے تھے اور بنی حارثہ کے یہودیوں کو جو بھی یہودی مدینہ میں تھے، سب کو (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے، مدینہ منورہ سے باہر) نکال دیا (بخاری)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَجْلَى الْيَهُوْدَ، وَالنَّصَارٰى مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا ظَهَرَ عَلٰى خَيْبَرَ أَرَادَ إِخْرَاجَ الْيَهُوْدِ مِنْهَا، وَكَانَتِ الْأَرْضُ حِيْنَ ظَهَرَ عَلَيْهَا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ، وَأَرَادَ إِخْرَاجَ الْيَهُوْدِ مِنْهَا، فَسَأَلَتِ الْيَهُوْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ لِيُقِرَّهُمْ بِهَا، أَنْ يَكْفُوا عَمَلَهَا، وَلَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :نُقِرُّكُمْ بِهَا عَلٰى ذٰلِكَ مَا شِئْنَا، فَقَرُّوا بِهَا حَتّٰى أَجْلَاهُمْ عُمَرُ إِلٰى تَيْمَاءَ وَأَرِيحَاءَ (صحيح البخاري، رقم الحديث : ٢٣٣٨ ، كتاب المزارعة ، باب إذا قال رب الأرض: أقرك ما أقرك الله، ولم يذكر أجلا معلوما، فهما على تراضيهما)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہود و نصاریٰ کو سرزمین حجاز سے جلا وطن کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جب خیبر پر غالب ہوئے تھے، تو یہودیوں کو وہاں سے نکالنا چاہا تھا، کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سر زمین پر غلبہ ہو گیا تھا، تو وہاں کی زمین اللہ اور اس کے رسول اور تمام مسلمانوں کی ہو گئی تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے، یہودیوں کو نکالنا چاہا تھا، تو یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تھی کہ ان لوگوں کو اس زمین پر قائم رہنے دیا جائے، اور وہ اس زمین پر کام کریں اور وہ مسلمانوں کو پیدا وار کا آدھا حصہ دے دیں گے، تو ان یہودیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ٹھیک ہے، ہم تم کو اس زمین پر قائم رکھیں گے، جب تک ہماری مرضی ہو گی، اس لئے وہ لوگ اس پر قائم رہے، یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنی خلافت میں) یہودیوں کو تیماء اور اریحاء کی طرف جلاوطن کر دیا (بخاری)

ان یہودیوں سے جو کچھ لیا جاتا تھا، وہ بطورِ جزیہ کے نہیں تھا، بلکہ خراج کے طور پر تھا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات تک یہودیوں سے کبھی جزیہ وصول نہیں کیا، اور نہ ہی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے وصول کیا۔ [1]

---

[1] ومما يدل على أن ما شرط من نصف الثمر أو الزرع كان على وجه الخراج أنه لم يرو في شيء من الأخبار أن النبي صلى الله عليه وسلم أخذ منهم الجزية إلى أن مات، ولا أبو بكر ولا عمر، رضي

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ خندق سے لوٹنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم، یہودیوں کے قبیلے بنو قریظہ کی طرف گئے تھے، جو مدینہ منورہ کے قرب وجوار میں رہائش پذیر تھے، اور انہوں نے عہد کو توڑ دیا تھا، اور دوسرے کفار محاربین کے ساتھ شامل ہو گئے تھے، جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قتال فرمایا، اور اللہ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص نصرت کی گئی، اور بعض معجزات کا ظہور ہوا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الله تعالى عنهما، إلى أن أجلاهم، ولو لم يكن ذلك لأخذ منهم الجزية حين نزلت آية الجزية (عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج: ١٢ ص: ١٠٨، كتاب الاجارة، باب إذا استأجر أحد أرضا فمات أحدهما)

قوله: (لما ظهر) أى: غلب. قوله: (لله ولرسوله وللمسلمين)، كذا فى الأصول، وكذا عند ابن السكن عن الفربرى، وفى رواية فضيل بن سليمان التى تأتى: وكانت الأرض لما ظهر عليها لليهود وللرسول وللمسلمين، ووفق المهلب بين الروايتين بأن رواية ابن جريج محمولة على الحال التى آل إليها الأمر بعد الصلح، ورواية فضيل محمولة على الحال التى كانت قبل، وذلك أن خيبر فتح بعضها صلحا وبعضها عنوة، فالذى فتح عنوة كان جميعه لله ولرسوله وللمسلمين، والذى فتح صلحا كان لليهود ثم صار للمسلمين بعقد الصلح. قوله: (ليقرهم) أى: ليسكنهم. قوله: (أن يكفوا بها) أى: بأن يكفوا بها، وكلمة: أن، مصدرية تقديره: لكفاية عمل نخيلاتها ومزارعها والقيام بتعهدها وعمارتها، وفى رواية أحمد عن عبد الرزاق: أن يقرهم بها على أن يكفوا، أى: على كفايتها. قوله: (على ذلك) أى: على ما ذكر من كفاية العمل ونصف الثمر لهم. قوله: (فقروا بها)، بفتح القاف، أى: سكنوا بها أى: بخيبر، وضبطه بعضهم بضم القاف، وله وجه (عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج: ١٢ ص: ١٧٩، كتاب المزارعة، باب إذا قال رب الأرض أقرك ما أقرك الله ولم يذكر أجلا معلوما فهما على تراضيهما)

الجزية مع أهل الذمة والموادعة مع أهل الحرب (فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج٦، ص ٢٥٩، باب الجزية)

[1] عن عائشة رضى الله عنها: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما رجع يوم الخندق ووضع السلاح، واغتسل فأتاه جبريل وقد عصب رأسه الغبار، فقال: وضعت السلاح فوالله ما وضعته، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فأين قال، ها هنا، وأومأ إلى بنى قريظة، قالت: فخرج إليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم (صحيح البخارى، رقم الحديث: ٢٨١٣)

(وعن عائشة قالت: لما رجع رسول الله -صلى الله عليه وسلم -من الخندق ووضع السلاح) أى: عن نفسه (واغتسل) أى: أراد أن يغتسل (أتاه جبريل وهو) أى: النبى -صلى الله عليه وسلم -أو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ اور اس جیسی احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے مختلف قبیلوں سے بھی ’’عقدِ موادعة ‘‘فرمایا تھا، جس کے بعد ان کی طرف سے اس عہد کو توڑا جاتا رہا، اور ان کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حسبِ ضرورت و مصلحت مختلف طرز ہائے عمل کو اختیار فرمایا۔

اہلِ علم حضرات نے عہدِ رسالت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے بعد کفار کی متعدد اقسام کا ذکر کیا ہے۔

چنانچہ علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے ’’صحیح البخاری ‘‘ کی شرح ’’فتح الباری ‘‘میں فرمایا کہ:

’’نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمانے کے بعد (آپ کے قرب وجوار کے) کفار تین قسم کے ہوگئے تھے:

ایک وہ کہ جن کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عہد فرمایا تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں نہیں آئیں گے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کی طرف مائل نہیں ہوں گے، یہ کفار ’’اھلِ موادعة ‘‘ کہلاتے تھے، جن میں یہود کے تین قبیلے شامل تھے، ایک قریظہ، دوسرے نضیر، تیسرے قینقاع۔

اور کفار کی دوسری قسم وہ تھی، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محارب تھے، اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت اختیار کر رکھی تھی، یہ کفار ’’اہلِ قریش‘‘ کہلاتے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

جبریل وهو فی اللفظ أقرب، وفی معنى الحث أنسب (ينفض رأسه من الغبار فقال) أی :جبريل (قد وضعت السلاح والله ما وضعته، اخرج إليهم) . أی :إلى الكفار وأبهمهم (فقال النبی -صلى الله عليه وسلم :-فأين) أی :أين أقصد وإلى من أخرج؟ (فأشار إلى بنی قريظة) ، وهم طائفة من اليهود حول المدينة، وقد نقضوا العهد وساعدوا الأحزاب .(فخرج النبی -صلى الله عليه وسلم -إليهم) .أی :ونصره الله عليهم، وكيفية نصرته وبيان قصته فی كتب السير وبعض التفاسير مبسوطة، وما وقع له فی كل قضية من المعجزات مضبوطة .(متفق عليه)(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج ۹،ص ۳۷۸۶، كتاب الفضائل،باب فی المعجزات،الفصل الأول)

تھے (ان سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے "مـوادعة" کی شکل میں عہد فرمایا تھا، مگر انہوں نے عہد کو توڑ دیا تھا)

اور تیسری قسم، ان لوگوں کی تھی، جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متارکت اختیار کر رکھی تھی، اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کسی مخصوص حالت کے منتظر تھے، جیسا کہ عرب کے دوسرے قبیلے، جن میں بعض لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غالب ہونے کو باطنی طور پر پسند کرتے تھے، جیسا کہ "خزاعۃ" اور بعض لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غالب ہونے کو باطنی طور پر پسند نہیں کرتے تھے، جیسا کہ "بنی بکر" اور بعض لوگ وہ تھے، جو ظاہری طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اور باطنی طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے، اور وہ "منافق" تھے۔

پس سب سے پہلے یہودیوں میں سے "بـنـو قينقاع" قبیلے نے عہد کو توڑا، اور وہ "بدر" کے واقعہ کے بعد ماہِ شوال میں نبی صلی اللہ علیہ سلم کے مقابلے میں آ گئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ منورہ سے باہر نکال دیا تھا۔

پھر "بـنـو نضير" نے "عہد" کو توڑا، جن کا رئیس "حیی بن اخطب" تھا (ان کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منّ و احسان فرما کر جلاوطن فرما دیا تھا)

پھر "قريظه" نے عہد کو توڑا" (جن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قتال فرمایا تھا) [1]

---

[1] وكان الكفار بعد الهجرة مع النبى صلى الله عليه وسلم على ثلاثة أقسام .
قسم وادعهم على أن لا يحاربوه ولا يمالئوا عليه عدوه وهم طوائف اليهود الثلاثة قريظة والنضير وقينقاع.
وقسم حاربوه ونصبوا له العداوة كقريش.
وقسم تاركوه وانتظروا ما يئول إليه أمره كطوائف من العرب.
فمنهم من كان يحب ظهوره فى الباطن كخزاعة وبالعكس كبنى بكر ومنهم من كان معه ظاهرا ومع عدوه باطنا وهم المنافقون.
فكان أول من نقض العهد من اليهود بنو قينقاع فحاربهم فى شوال بعد وقعة بدر فنزلوا على حكمه وأراد قتلهم فاستوهبهم منه عبد الله بن أبى وكانوا حلفاء ه فوهبهم له وأخرجهم من المدينة إلى أذرعات .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے ''صحیح البخاری'' کی شرح ''فتح الباری'' میں ایک مقام پر فرمایا کہ:

وذكر بن إسحاق أن النبى صلى الله عليه وسلم وادع اليهود لما قدم المدينة وامتنعوا من اتباعه فكتب بينهم كتابا وكانوا ثلاث قبائل قينقاع والنضير وقريظة فنقض الثلاثة العهد طائفة بعد طائفة فمن على بنى قينقاع وأجلى بنى النضير واستأصل بنى قريظة (فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج۷، ص۲۷۵، کتاب المناقب، قوله باب كذا)

ترجمہ: اور ابنِ اسحاق نے یہ بات ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد یہودیوں سے ''موادعۃ'' کا معاملہ فرمایا تھا، اور ان کے متبعین سے قتال سے رُک گئے تھے، اور معاہدہ ایک تحریری شکل میں ہوا تھا، اور یہود کے تین قبیلے تھے، ایک قینقاع، دوسرے نضیر، تیسرے قریظہ، پھر تینوں جماعتوں نے ایک ایک کر کے اس معاہدے کو توڑ دیا تھا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوقینقاع پر تو ''من واحسان'' فرمایا، اور بنونضیر کا محاصرہ فرما کر، ان کو ''جلاوطن'' کردیا، اور ''بنوقریظہ'' کا (قتال فرما کر) صفایا کردیا (فتح الباری)

نیز علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے ''صحیح البخاری'' کی شرح ''فتح الباری'' میں ایک اور مقام پر فرمایا کہ:

الأحزاب من قريش وغيرهم لما جاؤوا إلى المدينة وحفر النبى صلى الله عليه وسلم الخندق بلغ المسلمين أن بنى قريظة من

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ثم نقض العهد بنو النضير كما سيأتى وكان رئيسهم حيي بن أخطب.
ثم نقضت قريظة كما سيأتى شرح حالهم بعد غزوة الخندق إن شاء الله تعالى (فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج۷، ص۳۳۰، كتاب المغازى، باب حديث بنى النضير)

الیھود نقضوا العھد الذی کان بینھم وبین المسلمین ووافقوا قریشا علی حرب المسلمین (فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج٦، ص٥٣، کتاب الوصایا، باب فضل الطلیعة)

ترجمہ: ''احزاب'' قریش اور دوسرے کفار کی طرف سے تھا، جب وہ مدینہ منورہ کی طرف آئے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کو کھودا، تو مسلمانوں کو یہ بات پہنچی کہ یہود کے بنو قریظہ قبیلے نے اس عہد کو توڑ دیا ہے، جو اُن کے اور مسلمانوں کے درمیان ہوا تھا، اور انہوں نے مسلمانوں کے مقابلے میں قریش کے ساتھ موافقت کر لی ہے (فتح الباری)

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے ''**صحیح البخاری**'' کی شرح ''**عمدةُ القاری**'' میں بھی یہی بات ذکر فرمائی ہے۔[1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش سے معاہدہ و موادعۃ فرمایا تھا، لیکن بعد میں انہوں نے اس کو توڑ دیا تھا، جس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ تشریف لے جا کر، سن آٹھ ہجری میں مکہ کو فتح فرما لیا تھا۔

اور یہودیوں سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ و موادعۃ فرمایا تھا، لیکن یہود کے قبیلے ''بنو قریظہ'' نے بھی سن پانچ ہجری میں اس کو توڑ دیا تھا، جس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ مقاتلہ فرمایا تھا، اور ان کے مرد لوگوں کو قتل فرما دیا تھا، اور ان کی اولاد اور عورتوں کو قید فرما لیا تھا، جن میں سے بعض افراد، بعد میں غلام و باندی شمار ہوئے، اور ان کے مالوں کو مالِ غنیمت بنا کر حاصل کر لیا تھا، اور یہودیوں کے دوسرے قبیلے ''بنو نضیر'' نے بھی سن چار ہجری میں جب عہد کو توڑ دیا تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ فرما کر ان کو جلا

---

[1] قوله: (یوم الأحزاب)، هو یوم الخندق، والأحزاب کانوا من قریش وغیرهم، وکان بنو قریظة نقضوا العهد الذی کان بینهم وبین المسلمین ووافقوا قریشا علی حرب المسلمین (عمدة القاری شرح صحیح البخاری، ج١٤، ص١٤١، کتاب الوصایا، باب فضل الطلیعة)

وطن فرما دیا تھا، اور ''بنوقینقاع'' کو بھی عہد توڑنے کی وجہ سے جلاوطن فرما دیا تھا۔ [1]

---

[1] انقلاب الذمي أو المعاهد أو المستأمن حربيا:
يصبح الذمي والمعاهد والمستأمن في حكم الحربي باللحاق باختياره بدار الحرب مقيما فيها، أو إذا نقض عهد ذمته فيحل دمه وماله ، ويحاربه الإمام بعد بلوغه مأمنه وجوبا عند الجمهور، وجوازا عند الشافعية.
ولا خلاف في محاربته إذا حارب المسلمين أو أعان أهل الحرب، وللإمام أن يبدئه بالحرب، قال الله تعالى :(وإن نكثوا أيمانهم من بعد عهدهم وطعنوا في دينكم فقاتلوا أئمة الكفر إنهم لا أيمان لهم لعلهم ينتهون) ، وحينما نقضت قريش صلح الحديبية، سار إليهم الرسول صلى الله عليه وسلم عام الفتح سنة ثمان من الهجرة، حتى فتح مكة .وعندما نقض بنو قريظة العهد سنة خمس، قتل النبي صلى الله عليه وسلم رجالهم، وسبى ذراريهم، وأخذ أموالهم، وكذلك بنو النضير لما نقضوا العهد، حاصرهم الرسول صلى الله عليه وسلم سنة أربع، وأجلاهم.
وهناك اتجاهان في أسباب نقض الذمة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٧،ص١٠٥ ،مادة''أهل الحرب'')
نقض الهدنة من قبل الكفار المهادنين إما أن يكون من جميعهم أو من بعضهم، فإن كان النقض من جميعهم انتقض عهدهم جميعا وليس لواحد منهم أمان على نفس أو مال .
وإن كان النقض من بعضهم فإما أن يظهر البعض الآخر الرضا بهذا النقض أو يسكتوا عنه أو يظهروا الكراهة له.
فإن أظهر البعض الآخر الرضا في قول أو فعل فينتقض عهدهم جميعا، الناقضون والراضون به، ويصيرون جميعهم حربا.
وكذا إن سكت البعض الآخر فلم يظهروا رضا بالنقض ولا كراهة له في قول أو فعل انتقض عهد الجميع، ويكون سكوتهم نقضا للعهد.
قال الله تعالى :(واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة ، وكذلك كانت سنة الله تعالى في عاقر ناقة صالح، باشر عقرها أحيمر وهو القداد بن سالف، وأمسك قومه عنه، فأخذ الله جميعهم بذنبه، فقال تعالى :(فكذبوه فعقروها فدمدم عليهم ربهم بذنبهم فسواها ولا يخاف عقباها .
وقد وادع رسول الله صلى الله عليه وسلم يهود بني النضير، وهم بعضهم بقتله، فجعله نقضا منهم لعهده فغزاهم وأجلاهم .
ووادع يهود بني قريظة فأعان بعضهم أبا سفيان بن حرب على حرب رسول الله صلى الله عليه وسلم في الخندق، وقيل: إن الذي أعانه منهم ثلاثة: حيي بن أخطب وأخوه وآخر، فنقض به عهدهم وغزاهم حتى قتل رماتهم وسبى ذراريهم .
وهادن قريشا في الحديبية، وكان بنو بكر في حلف قريش، وخزاعة في حلف رسول الله صلى الله عليه وسلم، فجعله رسول الله صلى الله عليه وسلم نقضا لعهد جميعهم فسار إليهم محاربا، وأخفى عنهم أثره حتى نزل بهم وفتح مكة .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عہدِ رسالت میں پائے جانے والے کفار کے ان طبقات کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حسبِ موقع مختلف طرز ہائے عمل اختیار فرمائے، فقہائے کرام نے اپنے اپنے اجتہاد کی روشنی میں ان سے مختلف قسم کے کفار کے احکام کو اخذ کیا ہے اور ان کے اپنے اپنے اجتہاد کی روشنی میں کچھ اختلاف بھی رونما ہوا۔

اس تمہید کو ذہن میں رکھ کر، آنے والی تفصیل کو ملاحظہ کرنا چاہیے۔

واللہ تعالیٰ أعلم.

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

فدل على أن الممسك يجرى عليه فى نقض العهد حكم المباشر؛ ولأنه لما كان عقد بعضهم للهدنة موجبا لأمان جميعهم وإن أمسكوا، كان نقض بعضهم موجبا لحرب جميعهم إذا أمسكوا.

وإن كان النقض من بعضهم وأظهر البعض الآخر الكراهة للنقض بقول أو فعل انتقض العهد فى حق الناقضين فقط .

ونص الشافعية على أنه لو نقض السوقة العهد ولم يعلم الرئيس والأشراف بذلك، ففى انتقاض العهد فى حق السوقة وجهان: وجه المنع: أنه لا اعتبار بعقدهم فكذا بنقضهم.

ولو نقض الرئيس وامتنع الأتباع وأنكروا، ففى الانتقاض فى حقهم قولان .وجه النقض: أنه لم يبق العقد فى حق المتبوع فكذا التابع.

قال النووى: والصحيح أنهم إن أنكروا بقول أو فعل بأن اعتزلوه أو بعثوا إلى الإمام بأنا مقيمون على العهد لم ينتقض.

وإذا انتقض فى حق بعضهم، فإن تميزوا فذاك، وإلا فلا يبيتهم الإمام ولا يغار عليهم إلا بعد الإنذار، ويبعث إلى الذين لم ينقضوا ليتميزوا أو يسلموهم، فإن لم يفعلوا مع القدرة صاروا ناقضين أيضا.

ومن أخذ منهم واعترف بأنه من الناقضين أو قامت عليه بينة لم يخف حكمه، وإلا فيصدق بيمينه أنه لم ينقض (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۲، ص ۲۲۸ الیٰ ۲۳۰، مادة "هدنة")

(فصل نمبر 1)

سب وشتم سے ''ذمة و عهد'' ٹوٹنے اور قتل کا حکم

جب مسلمانوں کے ملک میں غیر مسلم اقلیت کے لوگ قانونی اجازت کے ساتھ مستقل طور پر رہتے سہتے ہوں، تو وہ ایک معاہدہ کے تحت رہتے ہیں، اس لئے مسلمانوں پر ان کے جان و مال کا تحفظ ضروری ہوتا ہے، اور ایسے لوگوں کو شریعت کی زبان میں ''ذمی'' اور ''معاہد'' کہا جاتا ہے، اور احادیث میں ایسے لوگوں کو ''اہلِ ذمہ'' کا نام دیا گیا ہے۔ [1]

''اہلِ ذمہ'' کے جان و مال کے تحفظ کی اسلام میں بہت تاکید آئی ہے۔

---

[1] ملحوظ رہے کہ اہلِ ذمہ پر جزیہ کے لازم ہونے کو اہلِ علم حضرات نے لازم قرار دیا ہے، لیکن آج کل بہت سے مسلمانوں کے ممالک میں عموماً ذمیوں پر جزیہ لازم نہیں، اور جو مسلمان دارُالحرب، یا دارُالعہد میں آباد ہیں، ان سے بھی کفار کی طرف سے مخصوص ٹیکس نہیں لیا جاتا، اور فقہائے کرام نے اہلِ موادعۃ کو بھی اہلِ ذمہ کا درجہ دیا ہے، اور موادعۃ کی ایک قسم اس کو قرار دیا ہے، جس میں وہ معاملاتِ ظاہری میں احکامِ اسلام کا التزام کریں، حنفیہ نے اس صورت کو ذمہ کا حکم دیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جزیہ کے بغیر بھی فی الجملہ حکماً ذمی کا درجہ حاصل ہوسکتا ہے، واللہ أعلم۔ محمد رضوان۔

أهل الذمة:

التعريف: الذمة فى اللغة: الأمان والعهد، فأهل الذمة أهل العهد، والذمى: هو المعاهد. والمراد بأهل الذمة فى اصطلاح الفقهاء الذميون، والذمى نسبة إلى الذمة، أى العهد من الإمام -أو ممن ينوب عنه- بالأمن على نفسه وماله نظير التزامه الجزية ونفوذ أحكام الإسلام.

وتحصل الذمة لأهل الكتاب ومن فى حكمهم بالعقد أو القرائن أو التبعية، فيقرون على كفرهم فى مقابل الجزية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج،٧، ص ١٢٠، ١٢١، مادة " أهل الذمة ")

وكذا الجواب فى الموادعة وهو الصلح على ترك القتال مدة بمال أو بغير مال تجوز من الإمام إن رأى المصلحة ثم يخبرهم بالنقض وينقض حتى لا يكون تغريرا.

وما أخذ من المال إن لم يتم المدة يرد إليهم بقدره.

وكذلك الموادعة فى حق المرتدين وأهل البغى جائزة إذا كان فيه مصلحة لأن هذا بمنزلة الأمان وهذا إذا كان الصلح على أن يكونوا على حكم الكفر.

ولو صالحوا على أن يكونوا على أحكام المسلمين فإنهم يصيرون ذمة ولا يجوز لنا نقض ذلك كعقد الذمة(تحفة الفقهاء، للسمرقندى، ج٣، ص٢٩٧، كتاب السير)

ذمی اگر نعوذ باللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی میں گستاخی اور سب وشتم کرے، تو یہ بات ظاہر ہے کہ وہ اُس کی وجہ سے کافر نہ ہوگا، کیونکہ وہ پہلے سے کافر ہے۔

اس لیے اس کی سزا فقہ حنفی کے مطابق ارتداد والی سزا نہ ہوگی۔

البتہ کیا ذمی کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی میں گستاخی اور سب وشتم کرنے سے اس کا ذمہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس کے ساتھ ذمہ کی شکل میں قائم معاہدہ ختم ہوجاتا ہے، یا نہیں؟

اس میں فقہاء کے دونوں قول ہیں، حنفیہ کا اصل مذہب یہ ہے کہ ذمہ و معاہدہ ختم نہیں ہوتا۔

ہاں اگر ذمی علانیۃً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی میں گستاخی اور سب وشتم کا ارتکاب کرے، یا وہ ایک سے زیادہ مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی میں گستاخی اور سب وشتم کا ارتکاب کرے، تو فقہ حنفی کے مطابق اس کی تعزیر واجب ہے، اور وہ تعزیر قتل کی صورت میں بھی ہوسکتی ہے، اور اس سے کم درجہ کی بھی۔

پس فقہ حنفی کے مطابق اس طرح کا قتل تعزیراً، یا سیاسۃً ومصلحتاً ہوتا ہے، نہ کہ بطور حد کے۔

اور شافعیہ کے نزدیک اصح قول یہ ہے کہ ذمی کے سب وشتم کرنے کی وجہ سے ذمہ وعہد نہیں ٹوٹتا، جب تک ان کے ساتھ اس کی شرط نہ لگائی گئی ہو۔

البتہ مالکیہ کے نزدیک اس کو حد کے طور پر قتل کیا جاتا ہے۔

اور حنابلہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ اس کا ذمہ ٹوٹ جاتا ہے، لیکن حنابلہ کے نزدیک ذمہ ٹوٹنے اور معاہدہ ختم ہونے کی وجہ سے وہ اسی حالت کی طرف لوٹ آتا ہے، جس حالت پر ذمہ میں داخل ہونے سے پہلے، جنگ کے بعد قید ہونے کی حالت میں تھا، اور امامُ المسلمین کو اس کے متعلق پہلی حالت کے مطابق چار اختیارات حاصل ہوجاتے ہیں، یعنی حسبِ مصلحت، حسبِ موقع وحسبِ ضرورت ''قتل، استرقاق، فداء اور من ''یعنی قتل کرنا، یا غلام بنانا، یا مال، یا مسلمان قیدیوں کے عوض میں رہا کردینا، یا احسان کرکے بغیر کسی معاوضہ کے آزاد کردینا۔

جب کسی وجہ سے ذمہ ٹوٹ جائے، تو شافعیہ بھی مذکورہ بالا چار اختیارات کے قائل ہیں، سوائے اس صورت کے جبکہ قتال ومحاربت کی وجہ سے ذمہ ٹوٹا ہو۔

شافعیہ وحنابلہ، توامامُ المسلمین کو جنگی قیدیوں کے متعلق، مذکورہ چار اختیارات دینے کے قائل ہیں۔

حنفیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ عام حالات میں ''فداء اور من'' جائز نہیں، لیکن اگر مسلمانوں کی اس میں ضرورت ومصلحت ہو، تو پھر حنفیہ کے نزدیک بھی اس کی اجازت ہے۔ [1]

---

[1] وقد بينا أن حكم المن الثابت بقوله تعالى :(فأما منا بعد وإما فداء)
قد انتسخ بقوله تعالى :(فاقتلوا المشركين)
والذى روى أن النبى صلى الله عليه وسلم من على أبى عزة الجمحى يوم بدر.
فقد كان ذلك قبل انتساخ حكم المن.
ألا ترى أنه لما وقع أسيرا يوم أحد وطلب من رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يمن عليه أبى وقال :لا تحدث العرب بأنى خدعت محمدا مرتين.
ثم أمر به فقتل.
وذكر محمد رحمه الله للحديث تأويلا آخر وهو :أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يقاتل عبدة الاوثان من العرب.
وأولئك ما كان يجرى عليهم حكم السبى، وإنما من على بعض الاسراء لانه ليس فيه إبطال حق ثابت للمسلمين فى رقابهم.
ونحن نقول به فى مثلهم من المرتدين وعبدة الاوثان من العرب الذين لا يقبل منهم إلا السيف أو الاسلام، فإنهم إن أسلموا كانوا أحرارا، وإن أبوا قتلوا.
وإن رأى الامام النظر للمسلمين فى المن عليهم على بعض الاسارى فلا بأس بذلك أيضا(شرح السير الكبير، لشمس الائمة السرخسى،ص،١٠٣٠، ١٠٣١،أبواب سهمان الخيل والرجالة فى الغنائم،باب قتل الاسارى والمن عليهم)
(قوله قلنا نسخ إلخ) أى بآية – (فاقتلوا المشركين)من سورة برائة فإنها آخر سورة نزلت فتح .وأما ما روى أنه – عليه الصلاة والسلام – من على أبى عزة الجمحى يوم بدر فقد كان قبل النسخ، ولذا لما أسره يوم أحد قتله .وذكر محمد جوابا آخر وهو أنه كان من مشركى العرب، وهم لا يؤسرون فليس فى المن عليه إبطال حق ثابت للمسلمين، ونحن نقول به فيهم وفى المرتدين وإن رأى الإمام النظر للمسلمين فى المن على بعض الأسارى، فلا بأس به أيضا؛ لأنه – عليه الصلاة والسلام – من على ثمامة بن أثال الحنفى بشرط أن يقطع الميرة عن أهل مكة ففعل ذلك حتى قحطوا شرح السير ملخصا .وقد نقل فى الفتح أن قول مالك وأحمد كقولنا ثم أيد مذهب الشافعى بما مر من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذمہ ٹوٹنے کے بعد حنفیہ کے نزدیک بھی ضرورت و مصلحت کے مطابق قتل، استرقاق، اور فداء ومن کی گنجائش ہے، اس طرح ذمی کا عہد ٹوٹنے کے بعد اس کے متعلق مذکورہ بالا چار اختیارات امامُ المسلمین کو حاصل ہونے کا قول، جمہور کا قول ہوا۔

اور ''مــــن'' سے مراد ہے، کوئی عوض ومعاوضہ لیے بغیر، مفت میں، احسان کے طور پر رہا اور آزاد کر دینا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قصة الجمحى ونحوها وقد علمت جوابه .

(قوله وحرم فداؤهم إلخ) أى إطلاق أسيرهم بأخذ بدل منهم إما مال أو أسير مسلم فالأول لا يجوز فى المشهور، ولا بأس به عند الحاجة على ما فى السير الكبير وقال محمد: لا بأس به لو بحيث لا يرجى منه النسل كالشيخ الفانى كما فى الاختيار، وأما الثانى فلا يجوز عنده ويجوز عندهما والأول الصحيح كما فى الزاد لكن فى المحيط أنه يجوز فى ظاهر الرواية وتمامه فى القهستانى .وذكر الزيلعى أيضا عن السير الكبير: أن الجواز أظهر الروايتين عن أبى حنيفة وذكر فى الفتح أنه قولهما وقول الأئمة الثلاثة وأنه ثبت عن رسول الله – صلى الله عليه وسلم – فى صحيح مسلم وغيره: أنه فدى رجلين من المسلمين برجل من المشركين وفدى بامرأة ناسا من المسلمين كانوا أسروا بمكة.

قلت: وعلى هذا فقول المتون حرم فداؤهم مقيد بالفداء بالمال عند عدم الحاجة أما الفداء بالمال عند الحاجة أو بأسرى المسلمين فهو جائز (رد المحتار على الدر المختار، ج۴،ص ۱۳۹ ،كتاب الجهاد،باب المغنم وقسمته)

[1] وأما المن فقال فى القاموس من عليه منا أنعم واصطنع عنده صنيعة اهـ.

واختلفت العبارات فى المراد به هنا ففى فتح القدير هو أن يطلقهم إلى دار الحرب بغير شىء وفى غاية البيان والنهاية هو الإنعام عليهم بأن يتركهم مجانا بدون إجراء الأحكام عليهم من القتل والاسترقاق أو تركهم ذمة للمسلمين اهـ.

ولا يصح الأول فى كلام المختصر لأنه هو عين قوله وحرم ردهم إلى دار الحرب(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۵،ص ۹۰،كتاب السير،ما يفعله الإمام بالأسرى)

(قوله ولا يصح الأول فى كلام المختصر إلخ) قال فى النهر الظاهر أن مؤدى العبارتين واحد وذلك أن قوله بغير شىء أى بغير قتل ولا استرقاق ولا ذمة، وأن ردهم إلى دارهم هو إرسالهم إليها وهذا كما ترى مغاير لمطلق إطلاقهم بغير شىء فتدبره ثم رأيته فى إيضاح الإصلاح قال المن أن يطلقهم مجانا سواء كان الإطلاق بعد إسلامهم أو قبله أشير إلى ذلك فى التعليل المذكور فى الهداية يريد قوله ولأنه بالأسر ثبت حق الاسترقاق فيه فلا يجوز إسقاطه بغير منفعة ثم قال وقد علم من نفى المن والفداء نفى ردهم إلى دارهم بطريق الدلالة فلا حاجة إلى ذكره اهـ .(منحة الخالق، ج۵،ص ۹۰،كتاب السير،ما يفعله الإمام بالأسرى)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر ذمی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی میں گستاخی اور سب وشتم کرنے کے بعد اسلام قبول کرلے، تو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک اس کی سزا ختم ہوجاتی ہے۔

آگے مختلف نصوص اور فقہی عبارات کی روشنی میں اس موقف کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

''**اهل الذمة، اهل المو ادعة**'' اور ''**مستأمن**'' کی حقیقت، پہلے گزر چکی ہے۔

اور اہلِ موادعۃ، اہلِ ذمہ اور مستامن کو قتل کرنے کی اسلام میں اجازت نہیں، الّا یہ کہ کوئی قابلِ قتل جرم کا ارتکاب کرے، مثلاً کسی کو ناحق قتل کرے، تو قاتل سے قانون کے مطابق قصاص وغیرہ لیا جائے گا۔

اس سلسلہ میں پہلے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَتَلَ قَتِیْلًا مِنْ أَھْلِ الذِّمَّةِ لَمْ یَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِیْحَھَا لَیُوْجَدُ مِنْ مَسِیْرَةِ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

معارفُ القرآن عثمانی میں ہے کہ:

''جب کفار قید ہوکر ہمارے قبضے میں آئیں، تو امامُ المسلمین کو چار چیزوں کا اختیار ہے کہ مناسب سمجھے تو قتل کردے، اور مصلحت مسلمانوں کی سمجھے تو ان کو غلام اور لونڈی بنالے، اور فدیہ لے کر چھوڑنے میں مصلحت ہو تو فدیہ مال کا یا مسلمان قیدیوں کا لے کر چھوڑ دے، یا بغیر کسی معاوضہ کے آزاد کردے'' (معارفُ القرآن، ج: ۸ص: ۲۳، سورہ محمد، مطبوعہ: ادارۃ المعارف کراچی، اپریل ۲۰۰۸ء)

پھر اس بحث کے خلاصہ کے طور پر ہے کہ:

مذکورۃ الصدر تقریر سے واضح ہوگیا کہ جنگی قیدیوں کے قتل اور استرقاق یعنی غلام بنالینے کا جو امامُ المسلمین کو اختیار ہے، اس پر تو تمام امت کا اجماع ہے، اور فدیہ لے کر یا بلا معاوضہ آزاد کرنے میں اگرچہ کچھ اختلافات ہیں، مگر جمہور کے نزدیک یہ دونوں صورتیں بھی جائز ہیں (معارفُ القرآن، ج: ۸ص: ۲۴، سورہ محمد، مطبوعہ: ادارۃ المعارف کراچی، اپریل ۲۰۰۸ء)

أَرْبَعِيْنَ عَامًا (مسند احمد، رقم الحديث ٦٧٤٥، مستدرک حاکم، رقم الحديث ٢٥٨٠) ل

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اہلِ ذمہ میں سے کسی کو قتل کردیا، تو وہ جنت کی خوشبو نہیں پا سکے گا، اور بے شک جنت کی خوشبو چالیس سالوں کی مسافت سے پالی جاتی ہے (مسند احمد، حاکم)

اور صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيْحَهَا تُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ أَرْبَعِيْنَ عَامًا (صحيح البخارى، رقم الحديث ٣١٦٦، كتاب الجزية، باب إثم من قتل معاهدا بغير جرم)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ایسے (غیر مسلم) شخص کو قتل کیا کہ جس سے (قتل وقتال نہ کرنے کا) معاہدہ تھا، تو وہ جنت کی خوشبو نہیں پا سکے گا، اور جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے پالی جاتی ہے (بخاری)

اہلِ ذمہ سے چونکہ معاہدہ ہوتا ہے، اس لئے ان کو بھی شریعت کی زبان میں ''معاھَد'' کہا جاتا ہے، اسی لئے ایک روایت میں ''اہلِ ذمہ'' اور دوسری روایت میں ''معاھَد'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

جبکہ بعض حضرات نے اہلِ عہد واہلِ موادعۃ کو بھی اس میں شامل کیا ہے، اور مستامن سے بھی چونکہ ''معاہدہ'' امن کا ہوتا ہے، اس لیے وہ بھی اس میں داخل ہوگا۔ ۲

ل قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

وقال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه وله شاهد من حديث أبى هريرة صحيح على شرط مسلم.

وقال الذهبى: على شرط البخارى ومسلم.

۲ قوله: (معاهدا)، بكسر الهاء وفتحها وأراد به الذمى لأنه من أهل العهد، أى: الأمان، والعهد حيث وقع هو الميثاق (عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج١٥، ص٨٨، كتاب الجهاد، باب إثم من قتل معاهدا بغير جرم) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی حدیث

ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ قَتَلَ رَجُلًا مِّنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ ــ أَوْ لَمْ يَجِدْ رِيحَ الْجَنَّةِ، مَنْصُورٌ الشَّاكُّ ــ إِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِنْ قَدْرِ سَبْعِينَ عَامًا (مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۱۲۸) [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

قوله :معاهدا ويروى :معاهدة، وهو الظاهر لأن التأنيث باعتبار النفس، والأول باعتبار الشخص، ويجوز فتح الهاء وكسرها والمراد به :من له عهد بالمسلمين سواء كان بعقد جزية أو هدنة من سلطان أو أمان من مسلم(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج۲۴، ص۷۲، كتاب الديات،باب إثم من قتل ذميا بغير جرم)

ولعل السر فى ذلك ما وقع بينهما من زيادة أو اختلاف لفظ فإن لفظ النسائى من طريقه من قتل قتيلا من أهل الذمة لم يجد ريح الجنة فقال من أهل الذمة ولم يقل معاهدا وهو بالمعنى(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج٦، ص۲۷۰، كتاب الجهاد،قوله باب إثم من قتل معاهدا بغير جرم)

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بلفظ من قتل معاهدا له ذمة الله ورسوله ولأبى داود والنسائى من حديث أبى بكرة من قتل معاهدا فى غير كنهه والذمى منسوب إلى الذمة وهى العهد ومنه ذمة المسلمين واحدة(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج۱۲، ص۲۵۹، كتاب الديات،قوله باب إثم من قتل ذميا بغير جرم)

(من قتل معاهدا ") : بكسر الهاء ، من عاهد الإمام على ترك الحرب ذميا أو غيره، وروى بفتحها وهو من عاهده الإمام .قال القاضى :يريد بالمعاهد من كان له مع المسلمين عهد شرعى، سواء كان بعقد جزية أو هدنة من سلطان أو أمان من مسلم(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٦ ص۲۲٦۱، كتاب القصاص)

عن أبى بكرة قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :-من قتل معاهدا) سواء كان عهده مؤقتا أو مؤبدا (فى غير كنهه)، قال فى "المجمع فى شرح هذا اللفظ :كنه الأمر: حقيقته، وقيل :وقته وقدره، وقيل :غايته، أى :من قتله فى غير وقته، أو غاية أمره الذى يجوز فيه قتله(بذل المجهود فى حل سنن أبى داود، ج۹، ص۴۸۳، كتاب الجهاد ،باب: فى الرسل)

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح، رجاله ثقات(حاشية مسند احمد)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اہلِ ذمہ میں سے کسی کو قتل کردیا، تو وہ جنت کی خوشبو نہیں پاسکے گا، اور بے شک جنت کی خوشبو ستر سالوں کی مسافت سے پالی جاتی ہے (مسند احمد)

ممکن ہے کہ چالیس سالوں اور ستر سالوں کی مسافت سے دور رہنے کا یہ فرق، قاتل کے ظلم کی شدت اور خفت کی بناء پر ہو، اور جس نے زیادہ ظالمانہ طریقہ پر قتل کیا ہو، اس کا عذاب اور وبال زیادہ شدید وطویل ہو۔

اس طرح کی شدید وعید ہوتے ہوئے کیا کسی سچے مسلمان کو جرأت ہوسکتی ہے کہ وہ شریعت کا صریح حکم نہ ہوتے ہوئے، ذمی ومعاہد کو قتل کرکے اپنی آخرت وعاقبت کو خراب کرے، چہ جائیکہ اس کی جدوجہد میں لگ کر بے جا سعی کی جائے۔

ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا فِيْ غَيْرِ كُنْهِهٖ حَـرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ (سنن أبی داؤد، رقم الحديث ٢٧٦٠، كتاب الجهاد، باب فى الوفاء للمعاهد وحرمة ذمته) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ایسے (غیر مسلم) شخص کو ناحق قتل کیا کہ جس سے (قتل وقتال نہ کرنے کا) معاہدہ تھا، تو اللہ اس پر جنت کو حرام فرمادے گا (ابوداؤد)

گزشتہ احادیث میں تو جنت کی خوشبو سے دور رہنے کا ذکر تھا، اور مذکورہ حدیث میں جنت کے حرام ہونے کا صاف ذکر ہے۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: اسناده صحيح (حاشية ابی داؤد)

عمرو بن حمق رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عمرو بن حمق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: أَيُّمَا رَجُلٍ أَمِنَ رَجُلًا عَلٰى دَمِهٖ ثُمَّ قَتَلَهٗ، فَأَنَا مِنَ الْقَاتِلِ بَرِءٌ وَاِنْ كَانَ الْمَقْتُوْلُ كَافِرًا (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٥٩٨٢، كتاب الجنايات، ذكر الزجر عن قتل المرء من أمنه على دمه) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس آدمی نے، دوسرے آدمی کو، اس کے خون پر امن دے دیا، پھر اسے قتل کر دیا، تو میں قاتل سے بریٔ ہوں، اگرچہ مقتول کافر ہی کیوں نہ ہو (ابنِ حبان)

اور حضرت عمرو بن حمق رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

مَنْ أَمِنَ رَجُلًا عَلٰى دَمِهٖ، فَقَتَلَهٗ، فَإِنَّهٗ يَحْمِلُ لِوَاءَ غَدْرٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ٢٦٨٨، ابواب الديات، باب من أمن رجلا على دمه فقتله) [2]

ترجمہ: جس نے کسی آدمی کو، اس کے خون پر امن دے دیا، پھر اسے قتل کر دیا، تو قیامت کے دن وہ دھوکے کے جھنڈے کو اٹھائے گا (ابنِ ماجہ)

اور امام حاکم نے حضرت عمرو بن حمق رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِذَا اطْمَأَنَّ الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ ثُمَّ قَتَلَهٗ بَعْدَ مَا اطْمَأَنَّ إِلَيْهِ نُصِبَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِوَاءُ غَدْرٍ (المستدرک على الصحيحين للحاكم، رقم الحديث ٨٠٤٠، كتاب الحدود) [3]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية صحيح ابنِ حبان)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابنِ ماجه)

[3] قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.
وقال الذهبي في التلخيص: صحيح.

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب ایک آدمی دوسرے آدمی سے مطمئن ہو، پھر اس کے مطمئن ہونے کے بعد یہ شخص دوسرے کو قتل کر دے، تو اس کے لیے قیامت کے دن دھوکے کا جھنڈا نصب کیا جائے گا (حاکم)

مذکورہ احادیث کا مصداق، اہلِ ذمہ کے علاوہ مستامن وغیرہ بھی ہے۔

اس طرح کی احادیث کی بناء پر فقہائے کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ اہلِ ذمہ اور معاہدین کو ناحق قتل کرنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے، اور اسی وجہ سے حنفیہ و شافعیہ وغیرہ نے اہلِ ذمہ کے ذمہ ٹوٹنے میں احتیاط سے کام لیا ہے، بالخصوص حنفیہ کا مؤقف اس سلسلہ میں بہت احتیاط پر مبنی ہے۔

اس کے علاوہ اہلِ ذمہ کو ناحق تکلیف وایذاء پہنچانے اور ان پر جانی و مالی ظلم کرنے کی بھی اسلام میں نہ صرف یہ کہ سخت ممانعت ہے، بلکہ اس پر سخت وعیدوں اور سزاؤں کا بھی ذکر آیا ہے۔

ابنِ حزام رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ حِزَامٍ، أَنَّهُ مَرَّ بِأُنَاسٍ مِّنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ، قَدْ أُقِيمُوا فِي الشَّمْسِ بِالشَّامِ، فَقَالَ: مَا هٰؤُلَاءِ؟ قَالُوا: بَقِيَ عَلَيْهِمْ شَيْءٌ مِّنَ الْخَرَاجِ، فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُعَذِّبُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يُعَذِّبُوْنَ النَّاسَ، قَالَ: وَأَمِيرُ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ عُمَيْرُ بْنُ سَعْدٍ عَلٰى فِلَسْطِيْنَ، قَالَ: فَدَخَلَ عَلَيْهِ، فَحَدَّثَهُ فَخَلّٰى سَبِيْلَهُمْ (مسند احمد، رقم الحديث ١٥٣٣٠) [1]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: حضرت ابنِ حزام رضی اللہ عنہ، اہلِ ذمہ کے کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے، جن کو شام (کے علاقہ) میں دھوپ میں کھڑا کیا گیا تھا، حضرت ابنِ حزام نے فرمایا کہ ان کے ساتھ ایسا کیوں کیا جا رہا ہے؟ لوگوں نے جواب میں کہا کہ ان پر کچھ ٹیکس باقی ہے، تو حضرت ابنِ حزام نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ بے شک اللہ عزوجل ان لوگوں کو قیامت کے دن عذاب دے گا، جو لوگوں کو عذاب دیتے ہیں، اور اس زمانہ میں لوگوں کے امیر ''فلسطین'' میں عمیر بن سعد تھے، ابنِ حزام نے ان کو جا کر یہ بات بیان کی، تو انہوں نے اہلِ ذمہ کو چھوڑ دیا (مسند احمد)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، اپنے جذبات وخواہشات کے بجائے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات وارشادات کے پابند تھے، اسی لیے جب ان کے سامنے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم وارشاد سامنے آجاتا تھا، تو اس کی تعمیل کرنے میں ذرا تأمل نہ کیا کرتے تھے، اور ایک آج کل کے عام مسلمانوں کی حالت ہے کہ ان کے سامنے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح احکامات وارشادات پیش کیے جاتے ہیں، لیکن وہ اس کے خلاف اپنے جذبات وخواہشات کے استعمال کو چھوڑنے اور ترک کرنے کے لیے بآسانی آمادہ وتیار نہیں ہوتے، بلکہ بعض تو طرح طرح کی تاویلات کر کے خلاف ورزی کے مرتکب ہوتے ہیں، یہ طرزِ عمل اصلاح طلب ہے۔

متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی حدیث

حضرت صفوان بن سلیم رحمہ اللہ کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ:

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهَدًا، أَوِ انْتَقَصَهُ، أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ، أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ، فَأَنَا

حَجِيْجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (سنن أبی داود، رقم الحديث ۳۰۵۲، كتاب الخراج والفئ والإمارة، باب تعشير أهل الذمة إذا اختلفوا بالتجارات) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے معاہدہ کیے ہوئے (غیر مسلم) شخص پر ظلم کیا، یا اس کی حق تلفی وتحقیر کی، یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالا، یا اس کی خوش دلی کے بغیر اس کی کوئی بھی چیز لی، تو قیامت کے دن میں اس کی طرف سے حجت بنوں گا (اور اس کے حق کے لئے، ظالم کے مقابلے میں کھڑا ہوں گا) (ابوداؤد)

ملاحظہ فرمائیے کہ کیا کسی مسلمان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کھڑے ہونے کی جرأت ہوسکتی ہے۔

کئی احادیث میں یہ مضمون بھی آیا ہے کہ اگر غیر مسلم کو کوئی ایک عام مسلمان بھی امن دے دے، مثلاً اس کو اپنے ہاں ویزا پر بلوائے، تو وہ امن سب مسلمانوں پر لازم ہوجاتا ہے۔

ابواُمامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: يُجِيْرُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ (مسند أحمد، رقم الحديث ۲۲۱۵۵) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر کسی (غیر مسلم) کو پناہ دے سکتا ہے (مسند احمد)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
اسناده حسن (حاشية سنن ابی داؤد)

[2] قال شعيب الارنؤوط:
صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُجِيرُ عَلٰى أُمَّتِي أَدْنَاهُمْ

(مسنداحمد، رقم الحديث ۸۷۸۰) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت پر ایک ادنیٰ درجہ کا مسلمان بھی کسی (غیر مسلم) کو پناہ دے سکتا ہے (اور پھر اس کی حفاظت تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہوگی) (مسند احمد)

علی رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ، يَسْعٰى بِهَا أَدْنَاهُمْ، فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا (صحيح البخاری، رقم الحديث ۷۳۰۰، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب ما يكره من التعمق والتنازع فی العلم، والغلو فی الدين والبدع)

ترجمہ: مسلمانوں کا ذمہ ایک ہے، جس کو مسلمانوں کا ادنیٰ (سے ادنیٰ) شخص بھی اختیار کر سکتا ہے، جس نے کسی مسلمان کا (غیر مسلم کو دیا ہوا) عہد توڑا، تو اُس پر اللہ اور فرشتے اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، نہ تو اس کی فرض عبادت مقبول ہوگی اور نہ نفل (بخاری)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:

صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ يَسْعٰى بِهَا أَدْنَاهُمْ، مَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفٌ، وَلَا عَدْلٌ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۵۶۲۸) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر دھوکہ دینے والے (اور معاہدے کی خلاف ورزی کرنے والے) کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا، مسلمانوں کا ذمہ ایک ہے، جس کے لئے مسلمانوں کا ادنیٰ شخص بھی کوشش کرسکتا ہے، جو شخص کسی مسلمان کا (غیر مسلم کو دیا ہوا) ذمہ وعہد توڑے، تو اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، نہ تو اس کی فرض عبادت مقبول ہوگی اور نہ ہی نفل (طبرانی)

ہر مسلمان کو مذکورہ احادیث پر غور کرنا چاہیے اور غیر مسلم، ذمی، معاہد ومستأمن کی ذمہ داریوں کو سمجھنا چاہیے اور اس سلسلہ میں کوتاہی سے باز آنا چاہیے۔

اگر مسلمانوں کا حکمران کسی غیر مسلم کو امن وذمہ دے دے، تو وہ بدرجۂ اولیٰ اس ملک کے تمام باشندوں پر لازم ہوجاتا ہے۔

اس کے علاوہ احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عہد شکنی کرنے کی وجہ سے باہم قتل وغارت گری اور خانہ جنگی پیدا ہوتی ہے، اور مسلمانوں پر دشمنوں کا غلبہ اور تسلط ہوتا ہے، اور

---

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط وأبو يعلى باختصار، وقد تقدم حديث أبي يعلى في الباب قبله ورجال أبي يعلى ثقات وإسناد الطبراني ضعيف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٩٦٩١، باب ما جاء في الغدر)

مسلمانوں کو معاشی بدحالی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا نَقَضَ قَوْمٌ الْعَهْدَ قَطُّ، إِلَّا كَانَ الْقَتْلُ بَيْنَهُمْ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۲۵۷۷، کتاب الجهاد، مسند البزار، رقم الحدیث ۴۴۶۳) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قوم بھی کبھی عہد کو توڑتی ہے، تو ان کے درمیان قتل وغارت گری پیدا ہو جاتی ہے (حاکم)

ابنِ عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی حدیث

حضرت ابنِ عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَا نَقَضَ قَوْمٌ الْعَهْدَ إِلَّا سُلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوُّهُم (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۱۰۹۹۲، ج ۱۱ ص ۴۵) [2]

---

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه.
وقال الذهبي في التلخيص: على شرط مسلم.
و قال الهيثمي: رواه البزار، ورجاله رجال الصحيح غير رجاء بن محمد وهو ثقة (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۲۱۵۰، باب وجوب إنكار المنكر)
و قال البوصيري: وقال الحاكم :صحيح على شرط مسلم. وهو كما قال. وله شاهد من حديث ابن عمر، رواه ابن ماجه والبزار والبيهقي بإسناد حسن (اتحاف الخيرة المهرة، ج۳، ص ۱، باب مانع الزكاة وعقوبة من كنز)

[2] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير، وفيه إسحاق بن عبد الله بن كيسان المروزي، لينه الحاكم، وبقية رجاله موثقون، وفيهم كلام (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۴۳۴۶، باب فرض الزكاة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: جو قوم بھی عہد شکنی کرتی ہے، تو ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کر دیا جاتا ہے (طبرانی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا لَمْ تَجْتَبُوا دِينَارًا وَّلَا دِرْهَمًا؟ فَقِيلَ لَهُ: وَكَيْفَ تَرٰى ذٰلِكَ كَائِنًا يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ: إِيْ وَالَّذِيْ نَفْسُ أَبِيْ هُرَيْرَةَ بِيَدِهٖ، عَنْ قَوْلِ الصَّادِقِ الْمَصْدُوْقِ، قَالُوْا: عَمَّ ذَاكَ؟ قَالَ: تُنْتَهَكُ ذِمَّةُ اللّٰهِ، وَذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَشُدُّ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ قُلُوْبَ أَهْلِ الذِّمَّةِ، فَيَمْنَعُوْنَ مَا فِيْ أَيْدِيْهِمْ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٣١٨٠، كتاب الجزية، باب بعد باب إثم من عاهد ثم غدر)

ترجمہ: اس وقت تمہارا کیا بنے گا، جب تم کو نہ تو دینار مل سکے گا اور نہ روپیہ پیسہ، عرض کیا گیا کہ اے ابو ہریرہ! تمہیں آئندہ ہونے والی یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟ جس پر انہوں نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضۂ قدرت میں ابو ہریرہ کی جان ہے، میں نے صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے یہ بات معلوم کی ہے، لوگوں نے معلوم کیا کہ ایسا کیوں ہوگا؟ تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ کی بے حرمتی کی جائے گی، تو اس وقت اللہ عز وجل ذمیوں کے دل سخت کر دے گا اور جو کچھ ان کے ہاتھوں میں ہوگا، اس سے مسلمانوں کو باز رکھے گا (بخاری)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وقال المنذرى: رواه الطبرانى فى الكبير وسنده قريب من الحسن وله شواهد (الترغيب و الترهيب، ج ١، ص ٣١٠، كتاب الصدقات الترغيب فى أداء الزكاة وتأكيد وجوبها)

وبالجملة فالحديث بهذه الطرق والشواهد صحيح بلا ريب، وتوقف الحافظ ابن حجر فى ثبوته إنما هو باعتبار الطريق الأولى .والله أعلم (سلسلة الاحاديث الصحيحة، ج ١، ص ٢١٧، تحت رقم الحديث ١٠٧)

آج مسلمانوں کے کئی ممالک میں قتل وغارت گری کا جو بازار گرم ہے، اور مسلمانوں پر غیر مسلموں کا غلبہ اور معاشی بدحالی اور اہلِ ذمہ کے مال سے محرومی کا سامنا ہے، اس کا ایک اہم سبب اس طرح اہلِ ذمہ اور غیر مسلموں سے کئے گئے معاہدات کی پاسداری نہ کرنا بھی ہے۔

محدثین وفقہائے کرام نے فرمایا کہ جس طرح مذکورہ احادیث کا مصداق، ذمی ومعاہد ہے، اسی طرح مستأمن بھی ہے، اور وہ اہلِ حرب بھی جہاں، مسلمان، امن طلب کر کے داخل ہو، اس لیے ویزا حاصل کر کے کسی غیر مسلم ملک میں داخل ہونے کے بعد وہاں کے جائز قوانین کی پابندی شرعاً بھی ضروری ہوجاتی ہے، جس کی طرف بہت سے مسلمانوں کی توجہ ہی نہیں، اور وہ ہر جگہ قانون شکنی کے مرتکب نظر آتے ہیں۔ [1]

---

[1] أهـل الحرب أو الحربيون :هـم غيـر الـمسلمين الذين لم يدخلوا فى عقد الذمة، ولا يتمتعون بأمان المسلمين ولا عهدهم .

الألفاظ ذات الصلة:

أ -أهل الذمة:

أهـل الـذمة هم الكفار الذين أقروا فى دار الإسلام على كفرهم بالتزام الجزية ونفوذ أحكام الإسلام فيهم .

ب -أهل البغى:

أهل البغى أو البغاة :هم فرقة خرجت على إمام المسلمين لمنع حق، أو لخلعه، وهم أهل منعة والبغى :هو الامتناع من طاعة من ثبتت إمامته فى غير معصية بمغالبة، ولو تأولا .

ج -أهل العهد:

هـم الـذيـن صـالحهم إمام المسلمين على إنهاء الحرب مدة معلومة لمصلحة يراها، والمعاهد :من العهد :وهو الصلح المؤقت، ويسمى الهدنة والمهادنة والمعاهدة والمسالمة والموادعة .

د -المستأمنون:

المستأمن فى الأصل :الطالب للأمان، وهو الكافر يدخل دار الإسلام بأمان، أو المسلم إذا دخل دار الكفار بأمان(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷،ص ۱۰۴، ۱۰۵،مادة ”أهل الحرب“)

دماء أهل الحرب وأموالهم:

الحرب -كما هو معروف -حالة عـداء وكفاح مسلح بين فريقين، تقتضى إباحة الدماء والأموال، وهذا يقتضى بحث حالة العدو فى غير حالة العهد، وفى حالة العهد:

أ -فى غير حالة العهد :الـحربى غير المعاهد مهدر الدم والمال، فيجوز قتل المقاتلين؛ لأن كل من يقاتل فإنه يجوز قتله، وتصبح الأموال من عقارات ومنقولات غنيمة للمسلمين، وتصير بلاد العدو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ احادیث میں چونکہ ذمی و معاہد کا عہد توڑنے اور اس کو قتل کرنے اور بے جا تکلیف پہنچانے پر شدید اور مختلف قسم کی وعیدوں کا ذکر آیا ہے، اس لیے فقہائے کرام نے ذمی کے عہد ٹوٹنے کے مسائل میں حتی الامکان، احتیاط کو اختیار فرمایا ہے، بالخصوص حنفیہ و شافعیہ نے اور بالاخص حنفیہ نے اس میں بہت احتیاط سے کام لیا ہے، اور ان کی یہ احتیاط، مذکورہ اور ان جیسی احادیث پر ہی مبنی ہونے کی وجہ سے زیادہ توجہ و اہمیت کی حامل ہے، جیسا کہ آگے مختلف عبارات کے ضمن میں آتا ہے، مگر کم علم لوگوں کو اس پر تعجب ہوتا ہے۔

اب ذمی و معاہد کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے اور اس کی وجہ سے ذمہ و عہد ٹوٹنے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بالغلبة أو الفتح ملكا للمسلمين، ويكون ولى الأمر مخيرا فى الأسرى بين أمور :هى القتل، والاسترقاق، والمن (إطلاق سراح الأسير بلا مقابل) ، والفداء (تبادل الأسرى أو أخذ المال فدية عنهم) ، وفرض الجزية على الرجال القادرين.

فإن قبلوا الجزية وعقد الإمام لهم الذمة، أصبحوا أهل ذمة، ويكون لهم ما للمسلمين من الإنصاف، وعليهم ما عليهم من الانتصاف، قال على رضى الله عنه :إنما بذلوا الجزية لتكون دماؤهم كدمائنا، وأموالهم كأموالنا . (ر :أهل الذمة).

ولا تتحقق هذه الأحكام إلا بمشروعية الجهاد، كما ذكر فى الفتاوى الهندية ، ففيها :يشترط لإباحة الجهاد شرطان:

أحدهما :امتناع العدو عن قبول ما دعى إليه من الدين الحق، وعدم الأمان والعهد بيننا وبينهم.

والثانى :أن يرجو الإمام الشوكة والقوة لأهل الإسلام، باجتهاده أو باجتهاد من يعتد باجتهاده ورأيه .
وإن كان لا يرجو القوة والشوكة للمسلمين فى القتال، فإنه لا يحل له القتال؛ لما فيه من إلقاء النفس فى التهلكة.

ب -فى حالة العهد :العهد من ذمة أو هدنة أو أمان يعصم الدم والمال بالنسبة للحربى، فإن وجد عهد عصم دمه وماله، وإن لم يوجد فهو على الأصل مهدر الدم والمال .وتبحث هنا أمور (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٧،ص١٠٨ ،مادة "أهل الحرب")

العهد يعصم الدماء والأموال، ويوجب الكف عن أعمال القتال، قال بعض فقهاء الحنفية : إذا دخل المسلم دار الحرب تاجرا (بأمان) ، فلا يحل له أن يتعرض لشىء من أموالهم ولا من دمائهم؛ لأنه ضمن ألا يتعرض لهم بالاستئمان، فالتعرض بعد ذلك يكون غدرا والغدر حرام، إلا إذا غدر به ملكهم، فأخذ أمواله أو حبسه، أو فعل ذلك غير الملك بعلم الملك ولم يمنعه؛ لأنهم هم الذين نقضوا العهد، بخلاف الأسير؛ لأنه غير مستأمن، فيباح له التعرض للمال والدم، وإن أطلقوه طوعا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٧،ص١١٠ ،مادة "أهل الحرب")

نہ ٹوٹنے کے متعلق چند عبارات وحوالہ جات ذکر کیے جاتے ہیں، جبکہ دوسرے باب میں بھی کئی عبارات کے ضمن میں ذکر گزر چکا ہے۔

''الموسوعةُ الفقهية الكويتية'' کا حوالہ

''الموسوعةُ الفقهية الكويتية'' میں ہے کہ:

فيرى المالكية والحنابلة أن العقد ينتقض بالامتناع عن أداء الجزية، أو بالاجتماع على قتال المسلمين، أو بالامتناع عن جريان أحكام الإسلام عليهم، أو سب النبى صلى الله عليه وسلم أو قتل مسلم أو الزنا بمسلمة، أو بإلحاق الضرر بالمسلمين، وإطلاع أهل الحرب على عورات المسلمين وغير ذلک، وذلک لأن ارتكاب هذه الأمور يخالف مقتضى عقد الذمة.

ويرى الشافعية أن العقد ينتقض بقتالهم لنا أو امتناعهم من إعطاء الجزية، أو من جريان حكم الإسلام عليهم.

أما لو زنى الذمى بمسلمة أو دل أهل الحرب على عورة للمسلمين، أو فتن مسلما عن دينه، أو طعن فى الإسلام أو القرآن، أو ذكر الرسول صلى الله عليه وسلم بسوء فالأصح عند الشافعية أنه إن شرط انتقاض العهد بها انتقض وإلا فلا ينتقض.

وينتقض عند الحنفية بأحد أمور ثلاثة :وهى أن يسلم الذمى، أو يلحق بدار الحرب، أو يغلب الذميون على موضع فيحاربوننا

(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٥ ص١٦٥،١٦٦، مادة "جزية")

ترجمہ: پس مالکیہ اور حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ عقدِ ذمہ، جزیہ کی ادائیگی سے منع

کرنے، یا مسلمانوں کے قتال کے لیے جمع ہونے یا اپنے اوپر اسلام کے احکام جاری ہونے سے منع کرنے، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے، یا مسلمان کو قتل کرنے، یا مسلم عورت سے زنا کرنے، یا مسلمانوں کو ضرَر لاحق کرنے، اور مسلمانوں کے رازداری کے امور پر اہلِ حرب کو مطلع کرنے وغیرہ سے ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ ان امور کا ارتکاب، عقدِ ذمہ کے مقتضیٰ کے خلاف ہے۔

اور شافعیہ کی رائے یہ ہے کہ عقدِ ذمہ، ان کی طرف سے ہمارے ساتھ قتال کرنے، یا جزیہ دینے سے منع کرنے، یا اپنے اوپر (ظاہری معاملات کے اعتبار سے) اسلام کا حکم جاری کرنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔

لیکن اگر ذمی، مسلمان عورت سے زنا کرے، یا اہلِ حرب کو مسلمانوں کی رازداری پر دلالت کرے، یا مسلمان کے دین میں فتنہ پیدا کرے، یا اسلام یا قرآن کے متعلق طعن وتشنیع کرے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا برائی کے ساتھ ذکر کرے، تو شافعیہ کے نزدیک اصح یہ ہے کہ اگر عہد ٹوٹنے کی شرط لگائی گئی تھی، تو عہد ٹوٹ جائے گا، ورنہ نہیں ٹوٹے گا۔

اور حنفیہ کے نزدیک، عقدِ ذمہ، صرف تین چیزوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ٹوٹتا ہے، یا تو یہ کہ ذمی اسلام لے آئے (تو وہ مسلمانوں کے ساتھ لاحق ہوجاتا ہے) یا دارالحرب کے ساتھ ملحق ہوجائے، یا ذمی کسی جگہ پر غلبہ حاصل کرکے ہمارا مقابلہ کریں (الموسوعة)

''الموسوعةُ الفقهية الكويتية'' کا دوسرا حوالہ

''الموسوعةُ الفقهية الكويتية'' میں ایک مقام پر ہے کہ:

قال المالكية :ينقض عهد الذمة بالتمرد على الأحكام الشرعية،

بـإظهـار عـدم المبالاة بها، وبإكراه حرة مسلمة على الزنى بها إذا زنـى بهـا بـالـفـعـل، وبـغـرورهـا وتـزوجها ووطئها، وبتطلعه على عورات المسلمين، وبسب نبى مجمع على نبوته عندنا بما لم يقر عـلى كفره به . فإن سـب بما أقر على كفره به لم ينتقض عهده، كما إذا قال :عيسى إله مثلا، فإنه لا ينتقض عهده.

وقـال الشافعية :لـو زنـى ذمـى بمسلمة، أو أصابها بنكاح، أو دل أهـل الـحـرب عـلـى عورة المسلمين، أو فتن مسلما عن دينه، أو طـعن فى الإسلام أو القرآن، أو ذكر الرسول صلى الله عليه وسلم بسـوء ، فـالأصـح أنـه إن شرط انتقاض العهد بها انتقض، وإلا فلا ينتقض؛ لمخالفته الشرط فى الأول دون الثانى.

وقـال الحنابلة فى الرواية المشهورة، وهو وجه عند الشافعية :إن فـعـلـوا مـا ذكـر أو شيـئـا مـنـه نقض العهد مطلقا، ولو لم يشترط عليهم؛ لأن ذلک هو مقتضى العقد.

أمـا الـحـنـفية فقد صرحوا بأن الذمى لو سب النبى صلى الله عليه وسـلـم لا يـنـقـض عهـده إذا لم يعلن السب؛ لأن هذا زيادة كفر، والعقد يبقى مع أصل الكفر، فكذا مع الزيادة، وإذا أعلن قتل، ولو امـرأة، ولـو قتل مسلما أو زنى بمسلمة لا ينقض عهده، بل تطبق عـلـيـه عـقـوبة القتل والزنى؛ لأن هذه معاص ارتكبوها، وهى دون الـكـفر فى القبح والحرمة، وبقيت الذمة مع الكفر، فمع المعصية أولى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷،ص۱۳۸، ۱۳۹ ،مادة"أهل الذمة")

ترجمہ: مالکیہ نے فرمایا کہ ذمی کا عہد، احکامِ شرعیہ پر سرکشی اختیار کرنے سے ٹوٹ

جائے گا، جب اس کی طرف سے احکامِ شرعیہ میں لاپرواہی کا اظہار ہو، اور آزاد مسلم عورت سے جبراً زنا کرنے کی وجہ سے بھی ٹوٹ جائے گا، جب وہ اس سے بالفعل زنا کرے، اور مسلمان عورت کو دھوکہ دے کر نکاح کرنے اور اس سے وطی کرنے سے بھی ٹوٹ جائے گا، اور مسلمانوں کی رازداری کی چیزوں پر بتکلف مطلع ہونے سے بھی ٹوٹ جائے گا، اور جس نبی کی نبوت پر اجماع ہو، اس کو سب وشتم کرنے سے بھی ہمارے (یعنی مالکیہ کے) نزدیک ذمہ ٹوٹ جائے گا، جب کہ اس کو اس چیز کے کفر پر برقرار نہ رکھا گیا ہو، لیکن اگر ایسی بات کے ساتھ سب وشتم کرے، جس کے کفر پر اسے برقرار رکھا گیا تھا، تو اس کا عہد نہیں ٹوٹے گا، جیسا کہ مثلاً یہ کہے کہ ''عیسیٰ الٰہ ہے'' تو ایسی صورت میں اس کا عہد نہیں ٹوٹے گا۔

اور شافعیہ نے فرمایا کہ اگر ذمی، مسلمان عورت کے ساتھ زنا کرلے، یا اس سے نکاح کر کے صحبت کرلے، یا اہلِ حرب کو مسلمانوں کی رازداری پر دلالت کردے، یا کسی مسلمان کے دین میں فتنہ پیدا کرے، یا اسلام یا قرآن کے متعلق طعن وتشنیع کرے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا برائی کے ساتھ ذکر (یعنی سب وشتم وغیرہ) کرے، تو اصح یہ ہے کہ اگر ان چیزوں کے ساتھ عہد کے ٹوٹنے کی شرط لگائی گئی تھی، تو عہد ٹوٹ جائے گا، ورنہ عہد نہیں ٹوٹے گا، پہلی صورت میں شرط کی مخالفت پائے جانے کی وجہ سے، اور دوسری صورت میں مخالفت نہ پائے جانے کی وجہ سے۔

اور حنابلہ نے مشہور روایت میں فرمایا، اور یہی شافعیہ کا ایک قول بھی ہے کہ اگر ذمی مذکورہ چیزوں، یا ان میں سے کسی فعل کا ارتکاب کرے، تو مطلقاً عہد ٹوٹ جائے گا، اگرچہ عہد کرتے وقت اس طرح کی کوئی شرط نہ لگائی گئی ہو، کیونکہ عقد کا مقتضیٰ یہی ہے۔

جہاں تک حنفیہ کا تعلق ہے، تو انہوں نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ اگر

ذمی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرے، تو اس کا عہد نہیں ٹوٹے گا، جب تک کہ وہ علانیہ سب وشتم نہ کرے۔ [1]

کیونکہ یہ کفر میں زیادتی ہے، اور ''عقد'' اصل کفر کے ساتھ باقی رہتا ہے، تو اسی طریقہ سے زیادتی کے ساتھ بھی باقی رہے گا، لیکن جب وہ علانیہ سب وشتم کردے، تو اس کو قتل کیا جائے گا، اگرچہ عورت کیوں نہ ہو (مگر حنفیہ کے نزدیک یہ قتل بطورِ تعزیر ہوگا) اور اگر ذمی کسی مسلمان کو قتل کرے، یا مسلمان عورت سے زنا کرلے، تو اس کا عہد نہیں ٹوٹے گا، بلکہ اس پر قتل اور زنا کی سزا کو جاری کیا جائے گا، کیونکہ یہ معاصی اور گناہ ہیں، جن کا اس نے ارتکاب کیا ہے، اور یہ قباحت اور حرام ہونے میں کفر سے کم تر درجہ کی چیزیں ہیں، اور ''ذمہ'' کفر کے ساتھ بھی باقی رہتا ہے، تو معصیت کے ساتھ بدرجہ اولیٰ باقی رہے گا (الموسوعة)

''الموسوعةُ الفقهية الكويتية'' کا تیسرا حوالہ

''الموسوعةُ الفقهية الكويتية'' میں ہی ایک مقام پر ہے کہ:

إذا نقض الذمى العهد فهو بمنزلة المرتد فى جميع أحكامه، ويحكم بموته باللحاق بدار الحرب، لأنه التحق بالأموات، وتبين منه زوجته الذمية التى خلفها فى دار الإسلام، وتقسم تركته، وإذا تاب ورجع تقبل توبته وتعود ذمته، إلا أنه لو غلب عليه المسلمون وأسر يسترق، بخلاف المرتد، وهذا كله عند الحنفية.

وفصل المالكية والشافعية فى حكم ناقض العهد، حسب اختلاف أسباب النقض.

---

[1] علانیہ سب وشتم کرنے کی تفصیل حنفیہ کی عبارات میں آگے آتی ہے کہ حنفیہ کے نزدیک اس صورت میں بھی عہد نہیں ٹوٹتا، البتہ تعزیرِ شدید کا مستحق ہوتا ہے، جو حسبِ مصلحت قتل تک بھی متعدی کی جاسکتی ہے۔ محمد رضوان

فقال المالكية :قتل بسب نبى بما لم يكفر به وجوبا، وبغصب مسلمة على الزنى، أو غرورها بإسلامه فتزوجته، وهو غير مسلم، وأبى الإسلام بعد ذلک، أما المطلع على عورات المسلمين فيرى الإمام فيه رأيه بقتل أو استرقاق .ومن التحق بدار الحرب ثم أسره المسلمون جاز استرقاقه، وإن خرج لظلم لحقه لا يسترق ويرد لجزيته.

وقال الشافعية :من انتقض عهده بقتال يقتل، وإن انتقض عهده بغيره لم يجب إبلاغه مأمنه فى الأظهر، بل يختار الإمام فيه قتلا أو رقا أو منا أو فداء.

أما الحنابلة، فلم يفرقوا بين أسباب النقض فى الرواية المشهورة، وقالوا :خير الإمام فيه بين أربعة أشياء :القتل والاسترقاق والفداء والمن، كالأسير الحربى؛ لأنه كافر قدرنا عليه فى دارنا بغير عهد ولا عقد، فأشبه اللص الحربى، ويحرم قتله بسبب نقض العهد إذا أسلم.

هذا، ولا يبطل أمان ذريتهم ونسائهم بنقض عهدهم عند جمهور الفقهاء (الحنفية والشافعية والحنابلة) لأن النقض إنما وجد من الرجال البالغين دون الذرية، فيجب أن يختص حكمه بهم .ويفهم من كلام المالكية أنه تسترق ذريتهم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٧، ص ١٣٩، مادة"أهل الذمة")

ترجمہ: جب ذمی کا عہد ٹوٹ جائے، تو وہ تمام احکام میں مرتد کے درجہ میں شمار ہوتا ہے، اور دارالحرب میں لاحق ہونے سے، اس کی موت کا حکم لگادیا جاتا ہے،

کیونکہ وہ اموات کے ساتھ لاحق ہو چکا ہے، اور اس کی وہ ذمی عورت اس کے نکاح سے نکل جاتی ہے، جو وہ دارالاسلام میں پیچھے چھوڑ کر گیا ہے، اور اس کا ترکہ تقسیم کر دیا جاتا ہے، لیکن اگر وہ توبہ کر لے، اور رجوع کر لے، تو اس کی توبہ کو قبول کیا جاتا ہے، اور اس کا ذمہ لوٹ آتا ہے، الا یہ کہ اس پر مسلمان غالب آ جائیں، اور اس کو قید کر لیں، تو اس کو غلام بنا لیا جاتا ہے، بخلاف مرتد کے، اور یہ تمام حکم حنفیہ کے نزدیک ہے۔

اور مالکیہ اور شافعیہ نے عہد توڑنے والے کے حکم میں، عہد توڑنے کے اسباب کے مختلف ہونے کے اعتبار سے تفصیل بیان کی ہے۔

چنانچہ مالکیہ نے فرمایا کہ اس نبی کو سب وشتم کرنے کی وجہ سے وجوبی طور پر قتل کیا جائے گا، جس کا اس نے کفر نہیں کیا، اور مسلم عورت کو زنا پر مجبور کرنے کی وجہ سے بھی، یا اس کو اسلام کا دھوکہ دے کر، اس سے نکاح کرنے کی وجہ سے، جبکہ وہ غیر مسلم ہو، اور اس کے بعد اسلام لانے سے انکار کرے، جہاں تک مسلمانوں کی رازداری پر مطلع ہونے کا تعلق ہے، تو امام کی رائے اس کے قتل، یا غلام بنانے میں معتبر ہو گی، اور جو دارالحرب میں لاحق ہو جائے، پھر اس کو مسلمان قید کر لیں، تو اس کو غلام بنانا جائز ہے، اور اگر وہ کسی ظلم کی وجہ سے دارالاسلام سے خارج ہوا، جو اس کو لاحق ہو گیا تھا، تو اس کو غلام نہیں بنایا جائے گا، اور اس کو جزیہ دینے کی طرف لوٹایا جائے گا۔

اور شافعیہ نے فرمایا کہ جس کا عہد، قتال کی وجہ سے ٹوٹ جائے، اس کو قتل کیا جائے گا، اور اگر اس کے علاوہ کسی اور وجہ سے ٹوٹ جائے (جس میں سب وشتم کی وجہ سے اپنی شرائط کے ساتھ عہد کا ٹوٹنا بھی داخل ہے) تو اظہر قول کے مطابق اس کو امن والی جگہ پہنچانا واجب نہیں ہے، بلکہ امام کو اس کے بارے میں قتل کرنے،

یا غلام بنانے ،یا احسان کرکے، چھوڑ دینے ،یا عوض لے کر چھوڑ دینے کا اختیار ہوگا۔[1]

جہاں تک حنابلہ کا تعلق ہے،تو انہوں نے مشہور روایت کے مطابق ذمہ کے ٹوٹنے کے اسباب کے مابین فرق نہیں کیا، اورانہوں نے فرمایا کہ امام کواس کے متعلق چار چیزوں کے مابین اختیار ہوگا، یعنی قتل کرنے اور غلام بنانے اور عوض لے کر چھوڑ دینے ،اور بغیر عوض کے ویسے ہی احسان کرکے، چھوڑ دینے میں اختیار ہوگا، جیسا کہ حربی قیدی کا حکم ہوتا ہے، کیونکہ وہ کافر ہے، ہم اس پر اپنے دیار میں بغیر عہد اور بغیر عقد کے قادر ہوگئے ہیں، تو وہ حربی چور کے مشابہ ہوگیا، اور عہد ٹوٹنے کی وجہ سے، جب وہ اسلام لے آئے ،تو اس کا قتل کرنا حرام ہے۔

یہ حکم خاص اس شخص کے لیے ہے،لیکن ان کی اولاد اوران کی بیویوں کا امان، اس کے عہد توڑنے سے باطل نہیں ہوگا، جمہور فقہاء یعنی حنفیہ اور شافعیہ اور حنابلہ کا یہی قول ہے، کیونکہ عہد کا توڑنا بالغ مَردوں کی طرف سے پایا گیا ہے، نہ کہ اولاد کی طرف سے، لہٰذا ضروری ہوا کہ اس کا حکم بھی انہی کے ساتھ مختص ہو، لیکن مالکیہ کے کلام سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ ان کی اولاد کو غلام و باندی بنایا جائے گا

(الموسوعۃُ الفقھیۃ)

’’الموسوعۃُ الفقھیۃ الکویتیۃ‘‘ کا چوتھا حوالہ

’’الموسوعۃُ الفقھیۃ الکویتیۃ‘‘ میں ہی ایک اور مقام پر ہے کہ:

---

[1] اس سے صاف ظاہر ہوا کہ شافعیہ کے نزدیک قتال کے علاوہ کسی اور وجہ سے عہد ٹوٹنے کی صورت میں ذمہ شکنی کے مرتکب کا قتل متعین نہیں، بلکہ چاروں اختیارات حاصل ہیں، جن میں احسان کرکے چھوڑنا بھی داخل ہے۔

پس شافعیہ کی طرف جو بہر صورت ذمہ ٹوٹنے اور قتل کے متعین ہونے کے قول کی شہرت حاصل ہے، یہ ان کے اصح وراجح قول کے خلاف ہے۔محمد رضوان۔

للعلماء عدة أقوال فی حکم الذمی إذا سب النبی صلی الله علیه وسلم.

فقیل :إنه ینقض أمانه بذلک إن لم یسلم، وقیل غیر ذلک وتفصیله فی مصطلح :(أهل الذمة)

ویقتل وجوبا عند المالکیة بهذا السب إن لم یسلم، فإن أسلم إسلاما غیر فار به من القتل لم یقتل لقوله تعالی(قل للذین کفروا إن ینتهوا یغفر لهم ما قد سلف)

قالوا :وإنما لم یقتل إذا أسلم مع أن المسلم الأصلی یقتل بسببه علیه الصلاة والسلام، ولا تقبل توبته من أجل حق الآدمی، لأنا نعلم باطنه فی بغضه وتنقیصه بقلبه لکنا منعناه من إظهاره، فلم یزدنا ما أظهره إلا مخالفته للأمر، ونقضا للعهد، فإذا رجع إلی الإسلام سقط ما قبله، بخلاف المسلم فإنا ظننا باطنه بخلاف ما بدا منه الآن .

وعند الشافعیة إن اشترط علیهم انتقاض العهد بمثل ذلک، انتقض عهد الساب ویخیر الإمام فیه بین القتل والاسترقاق والمن والفداء إن لم یسأل الذمی تجدید العقد (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۲۴، ص ۱۳۶، ۱۳۷، مادة"سب"، سب الذمی النبی صلی الله علیه وسلم)

ترجمہ: علماء کے ذمی کے حکم میں، جب کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، متعدد اقوال ہیں:

کہا گیا ہے کہ اس کی وجہ سے اس کا امان ٹوٹ جائے گا، اگر وہ اسلام نہ لائے، اس کے علاوہ بھی کہا گیا ہے، جس کی تفصیل ''اہل الذمۃ'' کی اصطلاح میں ہے۔

اور مالکیہ کے نزدیک اس سب وشتم کی وجہ سے، وجوباً قتل کیا جائے گا، اگر اسلام نہ لائے، پھر اگر اسلام لے آئے، اور وہ اسلام لانا، قتل سے راہِ فرار اختیار کرنے کے لیے نہ ہو، تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے کہ:

”قل للذين كفروا إن ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف“

مالکیہ کا کہنا یہ ہے کہ اس کو اسلام لانے کی صورت میں قتل نہیں کیا جائے گا، باوجودیکہ اصلی مسلم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے کی وجہ سے قتل کیا جاتا ہے، اور اس کی توبہ آدمی کے حق کی وجہ سے قبول نہیں کی جاتی، کیونکہ ہم اس کے باطن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بغض اور تنقیص کی وجہ سے، اس ذمی کے قلب کے ذریعہ جان چکے ہیں، لیکن ہم نے اس کو اس کے اظہار سے منع کیا ہے، پس ہم اس پر زیادتی نہیں کریں گے، جو اس نے ظاہر کیا، مگر صرف حکم کی مخالفت اور عہد کو توڑنے کی وجہ سے، پھر جب وہ اسلام کی طرف رجوع کرلے گا، تو اس کے ماقبل کا جرم ساقط ہوجائے گا، بخلاف مسلم کے، کیونکہ ہم یہ گمان کرچکے ہیں کہ اس کا باطن اس کے برخلاف ہے، جو اس سے اب ظاہر ہوا ہے۔

اور شافعیہ کے نزدیک اگر ذمیوں سے اس طرح کی چیز سے عہد ٹوٹنے کی شرط لگائی گئی تھی، تو سب وشتم کرنے والے کا عہد ٹوٹ جائے گا، اور امام کو اس کے متعلق قتل اور استرقاق اور مَن اور فداء کے مابین اختیار حاصل ہوگا، بشرطیکہ وہ ذمی تجدیدِ عقد کا سوال نہ کرے (الموسوعۃ الفقھیۃ)

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے کی وجہ سے حنفیہ کے نزدیک اور شافعیہ کے راجح واصح قول کے مطابق ذمہ وعہد نہیں ٹوٹتا، یہ قول احادیث کی رو سے احتیاط پر مبنی ہے۔

اور مالکیہ وحنابلہ کے نزدیک ذمہ وعہد ٹوٹ جاتا ہے۔

لیکن حنابلہ اور شافعیہ کے نزدیک، جن صورتوں میں عہد ٹوٹ جاتا ہے، تو عہد ٹوٹنے کی صورت میں بھی ان کے نزدیک قتل متعین نہیں، بلکہ ان کے نزدیک امام المسلمین کو چار اختیارات حاصل ہیں۔

پس بعض حضرات کا یہ کہنا کہ ائمہ ثلاثہ غیر حنفیہ ذمی کے عہد ٹوٹنے اور اس کی وجہ سے متعین طور پر وجوبِ قتل کے قائل ہیں، یہ واقعہ کے خلاف ہے۔

امام قرطبی کا حوالہ

علامہ ابنِ عبدالبر قرطبی مالکی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 463ھجری) فرماتے ہیں کہ:

واما الذمی فیقتل إن سب الله أو سب رسوله إلا أن یسلم وقد قیل کل من سب النبی صلی الله علیه وسلم قتل مسلما کان أو ذمیا علی کل حال وکلا القولین عن مالک ذکرهما ابن عبد الحکم وغیره وینبغی أن یشترط علی کل ذمی فی عهده ان لا یشتم النبی علیه السلام علانیة عند أحد من المسلمین فإن فعل قتل لنقضه العهد (الکافی فی فقه أهل المدینة، ج۲، ص ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، کتاب الحدود، باب حکم المرتد ظاهرا وحکم من أسر الکفر)

ترجمہ: جہاں تک ذمی کا تعلق ہے، تو اگر وہ اللہ، یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، تو اسے قتل کیا جائے گا، مگر یہ کہ وہ اسلام لے آئے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو شخص بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، تو اس کو بہر حال قتل کیا جائے گا، خواہ وہ مسلمان ہو، یا ذمی ہو، اور دونوں قول امام مالک سے مروی ہیں، جن کو ابن عبدالحکم وغیرہ نے ذکر کیا ہے، اور مناسب یہ ہے کہ ہر ذمی پر اس کے عہد میں یہ شرط لگائی جائے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی مسلمان کے سامنے

علانیہ سب وشتم نہیں کرے گا، پھر اگر وہ اس فعل کا ارتکاب کرے، تو اس کو عہد ٹوٹنے کی وجہ سے قتل کیا جائے گا (الکافی)

علامہ ابنِ رشد قرطبی کا حوالہ

علامہ ابنِ رشد قرطبی مالکی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 450 ہجری) فرماتے ہیں:

قال الإمام القاضی :هذا کله بین لا إشکال فیه ، إذ لا اختلاف فی أن من سب النبی علیه السلام أو عابه أو نقصه بشیء من الأشیاء یقتل ولا یستتاب مسلماً کان أو کافراً أو ذمیاً إلا أن یبدو الذمی فیسلم قبل أن یقتل من غیر أن یستتاب ، فلا یقتل لقوله تعالی: ”قل للذین کفروا إن ینتهوا یغفر لهم ما قد سلف“ (البیان والتحصیل والشرح والتوجیه والتعلیل لمسائل المستخرجة، ج١٦،ص٣٩٨، کتاب المرتدین والمحاربین)

ترجمہ: امام قاضی نے فرمایا کہ یہ تمام حکم تو واضح ہیں، جس میں کوئی اشکال نہیں، کیونکہ اس میں (مالکیہ کا) کوئی اختلاف نہیں کہ جو شخص بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، یا آپ پر عیب لگائے، یا آپ کی کسی طرح کی تنقیص کرے، تو اس کو قتل کیا جائے گا، اور اس سے توبہ قبول نہیں کی جائے گی، مسلمان ہو، یا کافر ہو، یا ذمی ہو، مگر یہ کہ ذمی یہ فعل ظاہر کرنے کے بعد، قتل کرنے سے پہلے بغیر توبہ طلب کیے اسلام لے آئے، تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے کہ:

”قل للذین کفروا إن ینتهوا یغفر لهم ما قد سلف“

(البیان والتحصیل)

شیخ محمد بن محمد شنقیطی کا حوالہ

شیخ محمد بن محمد سالم شنقیطی نے بھی ''لوامعُ الدرر'' میں مالکیہ کی طرف سے، یہی تفصیل بیان فرمائی ہے کہ ذمی اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح سب وشتم کرے، جس کا وہ پہلے سے عقیدہ نہیں رکھتا تھا، تو اس کو قتل کیا جائے گا، اگر وہ اسلام نہ لائے، اور اگر اسلام لے آئے، مگر قتل سے راہِ فرار اختیار کرنے کے طور پر نہ ہو، تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ [1]

دیگر مالکیہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے سے ذمہ ٹوٹنے کی تصریح کی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مالکیہ کے نزدیک اگر ذمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح سے سب و شتم کرے، جس کا وہ پہلے سے عقیدہ نہ رکھتا تھا، تو اس کا ذمہ ٹوٹ جائے گا اور اس کو قتل کیا جائے گا، اِلَّا یہ کہ وہ اسلام لے آئے، تو اس کا قتل ساقط ہونے نہ ہونے میں مالکیہ کے

---

[1] وقتل إن لم يسلم؛ يعنى أن الذمى إذا سب النبى صلى الله عليه وسلم بما لم يكفر بـه، فإنه يقتل وجوبا إن لم يسلم، وأما إن أسلم إسلاما غير فار به من القتل لم يقتل، لقوله تعالى :(قل للذين كفروا إن ينتهوا) الآية، ولا يقال له :أسلم، والفرق بين الذمى الساب يقتل إن لم يسلم والمسلم الأصلى الساب يقتل ولا تقبل توبته من أجل حق الآدمى، هو أن الذمى منعناه من إظهار ما فى باطنه من تنقيصه صلى الله عليه وسلم مع علمنا به، فلم يزدنا ما أظهره إلا مخالفة للأمر ونقضا للعهد، فإذا أسلم سقط ما قبله، والمسلم ظننا أن باطنه كظاهره بخلاف ما بدا منه الآن، وأما غير السب مما ينقض به العهد فإنه يوجب الرجوع للأصل من التخيير بين الأمور السابقة الخمسة المشار إليها بقوله :كالنظر فى الأسرى بقتل أو من أو فداء أو جزية أو استرقاق، وقيل :لا يسقط إسلام الذمى الساب قتله لأنه حق للنبى صلى الله عليه وسلم، وجب لانتهاك حرمته؛ لأنه إذا لم تقبل توبة المسلم فأولى توبة الكافر، وفى الشفا :لا خلاف عندنا أن الذمى إذا صرح بسب نبينا أو عرض أو استخف بقدره أو وصفه بغير الوجه الذى كفر به أنه يقتل إن لم يسلم، وهذا قول عامة العلماء إلا أبا حنيفة والثورى وأتباعهما من أهل الكوفة، فإنهم قالوا : يؤدب ويعزر .انتهى .ملخصا من كبير الشارح، وشرح عبد الباقى، وحاشية بنانى(لوامع الدرر فى هتك أستار المختصر، ج۵،ص ۵۴۵، الناشر: دار الرضوان، نواكشوط– موريتانيا)

دونوں قول ہیں۔ [1]

”علامہ ابنِ قدامۃ حنبلی“ کا حوالہ

علامہ ابنِ قدامہ حنبلی رحمہ اللہ نے ”المغنی“ میں فرمایا کہ:

”ذمی کے جزیہ کی ادائیگی سے منع کرنے اور جب حاکم کوئی حکم کرے، تو ہمارے احکام ان پر جاری ہونے سے منع کرنے اور مسلمانوں کے خلاف قتال کے لیے جمع ہونے کی وجہ سے ذمی کا عہد ٹوٹ جاتا ہے، اس میں مذہبِ حنابلہ کا کوئی اختلاف نہیں، اور اللہ تعالیٰ، یا اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا برائی سے ذکر کرنے وغیرہ سے عہد ٹوٹنے کے بارے میں حنابلہ کی دو روایتیں ہیں (ایک روایت کے مطابق ذمہ ٹوٹ جاتا ہے اور دوسری روایت کے مطابق ذمہ نہیں ٹوٹتا)

اور ذمیوں میں سے جس کا عہد ٹوٹ جائے، تو امام کو اس میں چار چیزوں کا اختیار رہتا ہے، یعنی قتل کرنے کا، اور غلام و باندی بنانے کا، اور عوض لے کر چھوڑ دینے کا، اور بغیر عوض کے احسان کر کے چھوڑ دینے کا، جیسا کہ حربی قیدی کا معاملہ ہے“۔ [2]

---

[1] العهد ينقض بيننا وبينهم بسببهم للنبى صلى الله عليه وسلم، ويحل لنا دمهم كما يحل لنا دم من بذل لنا الجزية على ذلك(النَّوادر والزِّيادات على مَا فى المدَوَّنة من غيرها من الأُمهاتِ،لعبد الله القيروانى، المالكى،ج ۱۴،ص ۵۲۸،كتاب المرتدين)

[2] وذكر القاضى، والشريف أبو جعفر، أن الشروط قسمان؛ أحدهما ينتقض العهد بمخالفته، وهو أحد عشر شيئا؛ الامتناع من بذل الجزية، وجرى أحكامنا عليهم إذا حكم بها حاكم، والاجتماع على قتال المسلمين، والزنى بمسلمة وإصابتها باسم نكاح، وفتن مسلم عن دينه، وقطع الطريق عليه، وقتله، وإيواء جاسوس المشركين، والمعاونة على المسلمين بدلالة المشركين على عوراتهم أو مكاتبتهم، وذكر الله تعالى أو كتابه أو دينه أو رسوله بسوء ، فالخصلتان الأوليان ينتقض العهد بهما بلا خلاف فى المذهب .وهو مذهب الشافعي.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ ابنِ قدامہ حنبلی رحمہ اللہ نے دوسرے مقام پر بھی ''ذمہ'' اور ''موادعہ'' کے ٹوٹنے پر یہی حکم بیان فرمایا ہے، البتہ دونوں میں تھوڑا بہت فرق بھی بیان کیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وفى معناهما قتالهم للمسلمين منفردين أو مع أهل الحرب؛ لأن إطلاق الأمان يقتضى ذلك، فإذا فعلوه نقضوا الأمان؛ لأنهم إذا قاتلونا، لزمنا قتالهم، وذلك ضد الأمان.

وسائر الخصال فيها روايتان؛ إحداهما، أن العهد ينتقض بها، سواء شرط عليهم ذلك أو لم يشترط .وظاهر مذهب الشافعي قريب من هذا .إلا أن ما لم يشترط عليهم، لا ينتقض العهد بتركه، ما خلا الخصال الثلاث الأولى، فإنه يتعين شرطها، وينتقض العهد بتركها بكل حال.

وقال أبو حنيفة :لا ينتقض العهد إلا بالامتناع من الإمام على وجه لا يتعذر معه أخذ الجزية منهم.

ولنا، مع ما ذكرناه، ما روى أن عمر رفع إليه رجل قد أراد استكراه امرأة مسلمة على الزنا، فقال :ما على هذا صالحناكم .وأمر به فصلب فى بيت المقدس .ولأن فيه ضررا على المسلمين، فأشبه الامتناع من بذل الجزية .وكل موضع قلنا :لا ينتقض عهده .فإنه إن فعل ما فيه حد أقيم عليه حده أو قصاصه، وإن لم يوجب حدا، عزر ويفعل به ما ينكف به أمثاله عن فعله.

فإن أراد أحد منهم فعل ذلك كف عنه، فإن مانع بالقتال نقض عهده.

ومن حكمنا بنقض عهده منهم، خير الإمام فيه بين أربعة أشياء ؛ القتل، والاسترقاق، والفداء ، والمن، كالأسير الحربى؛ لأنه كافر قدرنا عليه فى دارنا بغير عهد ولا عقد، ولا شبهة ذلك، فأشبه اللص الحربى .ويختص ذلك به دون ذريته؛ لأن النقض إنما وجد منه دونهم، فاختص به، كما لو أتى ما يوجب حدا أو تعزيرا(المغنى لابن قدامة، ج۹، ص۳۵۴، كتاب الجزية، مسألة نقض العهد بمخالفة شىء مما صولحوا عليه)

[1] (مسألة أهل الذمة إذا نقضوا العهد)

مسألة؛ قال :ومن كان له مع المسلمين عهد، فنقضوه حوربوا، وقتل رجالهم، ولم تسب ذراريهم، ولم يسترقوا، إلا من ولد بعد نقضه وجملة ذلك أن أهل الذمة إذا نقضوا العهد، أو أخذ رجل الأمان لنفسه وذريته، ثم نقض العهد، فإنه يقتل رجالهم، ولا تسبى ذراريهم الموجودون قبل النقض، لأن العهد شملهم جميعا، ودخلت فيهم الذرية، والنقض إنما وجد من رجالهم، فتختص إباحة الدماء بهم، ومن الممكن أن ينفرد الرجل بالعهد والأمان، دون ذريته وذريته دونه، فجاز أن ينتقض العهد فيه دونهم، والنقض إنما وجد من الرجال البالغين، دون الذرية، فيجب أن يختص حكمه بهم.

قال أحمد :قالت امرأة علقمة لما ارتد :إن كان علقمة ارتد، فأنا لم أرتد .وقال الحسن، فى من نقض العهد :ليس على الذرية شىء .فأما من ولد فيهم بعد نقض العهد، جاز استرقاقه؛ لأنه لم يثبت له أمان بحال .وسواء فيما ذكرنا لحقوا بدار الحرب، أو أقاموا بدار الإسلام .فأما نساؤهم، فمن لحقت منهن بدار الحرب طائعة، أو وافقت زوجها فى نقض العهد، جاز سبيها؛ لأنها بالغة عاقلة نقضت العهد، فأشبهت الرجل، ومن لم تنقض العهد، لم ينتقض عهدها بنقض زوجها.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

''الشرحُ الكبير على متن المقنع'' کا حوالہ

عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن قدامہ مقدسی حنبلی (المتوفیٰ: 682ہجری) فرماتے ہیں کہ:

''جب ذمی کا عہد ٹوٹ جائے، تو امام کو اس کے متعلق حربی قیدی کی طرح کا اختیار حاصل ہوگا، پس اس کے متعلق قتل کرنے اور غلام و باندی بنانے اور عوض لے کر چھوڑ دینے، اور بغیر عوض کے احسان کر کے چھوڑ دینے کا اختیار حاصل ہوگا۔

اور ہمارے بعض اصحاب کا قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے کو، ہر حال میں قتل کیا جائے گا''۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ بعض حنابلہ کا قول تو یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے کی وجہ سے ذمی کو بہر حال قتل کیا جائے گا، لیکن اکثر حنابلہ کا قول ذمہ وعہد ٹوٹنے کے بعد امام کو چار اختیارات حاصل ہونے کا ہے اور ان کے نزدیک بظاہر یہی قول راجح ہے۔

پس حنابلہ کے نزدیک سابِ رسول ذمی کے عہد ٹوٹنے پر قتل کو بہر حال لازم سمجھنا راجح معلوم

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

(فصل أهل الهدنة إذا نقضوا العهد)

فصل :فأما أهل الهدنة إذا نقضوا العهد، حلت دماؤهم وأموالهم، وسبى ذراريهم؛ لأن النبى -صلى الله عليه وسلم -قتل رجال بنى قريظة، وسبى ذراريهم، وأخذ أموالهم، حين نقضوا عهده .ولما هادن قريشا فنقضت عهده، حل له منهم ما كان حرم عليه منهم .ولأن الهدنة عهد مؤقت، ينتهى بانقضاء مدته، فيزول بنقضه وفسخه، كعقد الإجارة، بخلاف عقد الذمة(المغنى لابن قدامة، ج٩،ص٢٩٦، كتاب الجهاد)

[1] (وإذا انتقض عهده خير الإمام فيه كالأسير الحربى) لأن النقض وجد منه دونهم فاختص حكمه به قال شيخنا فى كتاب العمدة إلا أن يذهب بهم إلى دار الحرب وذكر فى كتاب المغنى أنه لا يباح سبى الذرية وإن ذهب بهم إلى دار الحرب وإذا انتقض عهده خير الإمام فيه كالأسير الحربى فيخير فيه بين القتل والاسترقاق والمن والفداء لأن عمر رضى الله عنه صلب الذى أراد استكراه امرأة ولأنه كافر لا أمان له قدرنا عليه فى دارنا بغير عقد ولا عهد ولا شبهة ذلك فأشبه اللص الحربى هذا اختيار القاضى، وقال بعض أصحابنا فيمن سب النبى صلى الله عليه وسلم أنه يقتل بكل حال وذكر أن أحمد نص عليه(الشرح الكبير على متن المقنع، ج١٠، ص٦٣٥، كتاب الجهاد، باب احكام الذمة)

نہیں ہوا، اگرچہ علامہ ابنِ تیمیہ حنبلی رحمہ اللہ نے مختلف طریقوں سے اس کی طرف اپنی کتاب ''الصارمُ المسلول ''میں اپنے رجحان ومیلان کا اظہار فرمایا ہے، لیکن ہر ایک پر دوسرے کے میلان ورجحان کی اتباع لازم نہیں۔

''یحییٰ بن ابی الخیر'' شافعی کا حوالہ

''یحییٰ بن ابی الخیر'' شافعی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 558ہجری) فرماتے ہیں:

اختلف أصحابنا فی وجوب ذكره فی العقد؛ وهو :أن لا يذكروا الله تَعالَى ولا رسوله -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -ولا دينه بما لا يجوز.

فقال أبُو إسحاق :لا يصح عقد الذمة حتى يشترط عليهم ذلك فی العقد، فمتى ذكر فی العقد، فخالفوا ..انتقضت ذمتهم، كما قلنا فی التزام الجزية، والتزام أحكام الإسلام.

وقال أكثر أصحابنا :حكمه حكم الأشياء السبعة، لا يجب ذكره فی العقد .فإن لم يشترط عليهم تركه فی العقد ..لم تنتقض ذمتهم بفعله .وإن شرط عليهم تركه ..فهل تنتقض ذمتهم؟ على القولين أو على الوجهين؛ لأن فی ذلك ضررا على المسلمين، فكان حكمه حكم الأشياء التی فيها ضرر عليهم.

وقال أبُو بكر الفارسی من أصحابنا :من سب رسول الله، صلى الله عليه وسلم ..وجب قتله حدا؛ لا لأنه انتقضت ذمته -ولم يذكر الشيخ أبُو حامد فی "التعليق "غيره -ولـ :أن النَّبِیَّ -صلى الله عليه وسلم -لم يؤمن ابن خطل والقينتين ؛ لأنهم كانوا

یسبونه .ورُوِی :أن رجلا قال لابن عمر :سمعت راهبا یشتم رسول الله -صلی الله علیه وسلم -فقال :(لو سمعته ..لقتلته؛ إنا لم نعطه الأمان علی هذا).

والأول أصح؛ لأن ابن خطل والقینتین كانوا مشركین لا أمان لهم قبل هذا (البیان فی مذهب الإمام الشافعی، ج۱۲، ص۲۸۸، كتاب السیر، باب صفة عقد الذمة، مسألة :ما یشترط علیهم كحرمة كتاب الله ورسوله)

ترجمہ: ہمارے اصحاب کا عقدِ ذمہ میں اس چیز کا ذکر واجب ہونے میں اختلاف ہے کہ اہلِ ذمہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دین کے بارے میں ناجائز ذکر نہیں کریں گے۔

تو اس سلسلہ میں (شافعیہ کے) ابواسحاق نے فرمایا کہ عقدِ ذمہ اس وقت تک صحیح نہیں ہوگا، جب تک عقد میں اس چیز کی شرط نہیں لگائی جائے گی، پھر جب عقدِ ذمہ میں اس چیز کا ذکر کردیا جائے گا، پھر وہ ذمی لوگ اس کی مخالفت کریں گے، تو ان کا ذمہ ٹوٹ جائے گا، جیسا کہ ہم نے جزیہ کے التزام اور احکامِ اسلام کے التزام میں ذکر کیا۔

اور ہمارے (یعنی شافعیہ کے) اکثر اصحاب نے فرمایا کہ اس کا حکم گزشتہ سات چیزوں کا ہی حکم ہے، جن کا عقدِ ذمہ میں، ذکر کرنا واجب نہیں، پس اگر ان پر اس چیز کی شرط نہیں لگائی گئی، تو عقدِ ذمہ میں یہ چیز متروک ہوگی، اور اس فعل کے ارتکاب سے، ان کا ذمہ نہیں ٹوٹے گا (اس قول کو شافعیہ نے اصح اور بعض نے شافعیہ کا اصل مذہب قرار دیا ہے) لیکن اگر اس فعل کے ترک کرنے کی ان پر شرط لگائی گئی، تو پھر کیا ان کا ذمہ ٹوٹ جائے گا، تو اس میں شافعیہ کے دونوں قول، یا دونوں صورتیں پائی جاتی ہیں، کیونکہ اس میں مسلمانوں کا ضرر ہے، پس اس کا حکم

بھی ان چیزوں کا ہی حکم ہو جائے گا، جن میں مسلمانوں کا ضرر ہوتا ہے۔

اور ہمارے (یعنی شافعیہ کے) اصحاب میں سے ابوبکر فارسی کا یہ قول ہے کہ جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، تو اس کو حد کے طور پر قتل کرنا واجب ہے، نہ کہ اس وجہ سے کہ اس کا ذمہ ٹوٹ گیا ہے۔ [1]

اور شیخ ابوحامد نے ''التعلیق'' میں اس کے علاوہ اور کچھ ذکر نہیں کیا، اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ خطل اور گانوں والی عورتوں کو امن فراہم نہیں کیا، کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کیا کرتے تھے، اور مروی ہے کہ ایک آدمی نے ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے ایک راہب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرتے سنا، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اگر میں اس کو سن لیتا، تو میں اس کو قتل کر دیتا، ہم نے اس کو اس چیز پر امن فراہم نہیں کیا۔

لیکن پہلا قول صحیح ہے (کہ ذمہ میں اس چیز کے مشروط نہ ہونے کی صورت میں، اس کا ذمہ نہیں ٹوٹے گا، نہ یہ کہ اس کو حد کے طور پر قتل کیا جائے گا) کیونکہ ابنِ خطل اور گانے والی دونوں عورتیں، مشرک (یعنی محارب) تھیں، جن کو قتل سے امن حاصل نہیں تھا (البیان فی مذہب الامام الشافعی)

ابنِ خطل کے قتل کا سبب آگے فصل میں آتا ہے، جس سے درجِ بالا مؤقف کی تائید ہوتی ہے۔

''منہاجُ الطالبین'' کا حوالہ

امام نووی شافعی رحمہ اللہ (المتوفی: 676 ہجری) فرماتے ہیں:

[1] لیکن ظاہر ہے کہ یہ صرف ابوبکر فارسی کا قول ہے، جس کی تردید، دوسرے باب میں امام سبکی شافعی وغیرہ کے حوالہ سے گزر چکی ہے۔

اور اکثر اصحابِ شافعیہ کا جو قول اوپر ذکر کیا گیا، وہی شافعیہ کا اصح قول بھی ہے، جس سے صاف ظاہر ہے اگر ذمہ میں سب وشتم کرنے سے عہد ٹوٹنا شرط نہ ہو، تو شافعیہ کا اصح قول حنفیہ کے مذہب کے مطابق ہے، جس کی تفصیل آگے بھی باحوالہ آتی ہے، جبکہ اس مسئلہ میں شافعیہ کو حنفیہ کے خلاف سمجھا جانا مشہور ہے، جو کہ ہمیں غلط فہمی پر مبنی معلوم ہوا۔ محمد رضوان۔

ولو زنى ذمى بمسلمة أو أصابها بنكاح أو دل أهل الحرب على عورة للمسلمين أو فتن مسلما عن دينه أو طعن فى الإسلام أو القرآن أو ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم بسوء فالأصح أنه إن شرط انتقاض العهد بها انتقض وإلا فلا.

ومن انتقض عهده بقتال جاز دفعه وقتاله .

أو بغيره لم يجب إبلاغه مأمنه فى الأظهر بل يختار الإمام فيه قتلا ورقا ومنا وفداء فإن أسلم قبل الاختيار امتنع الرق وإذا بطل أمان رجال لم يبطل أمان نسائهم والصبيان فى الأصح وإذا اختار ذمى نبذ العهد واللحاق بدار الحرب بلغ المأمن (منهاج الطالبين وعمدة المفتين فى الفقه، ص ۳۱۴، ۳۱۵، كتاب الجزية)

ترجمہ: اور اگر ذمی، مسلمان عورت سے زنا کرلے، یا اس سے نکاح کر کے، صحبت کرلے، یا اہلِ حرب کو مسلمانوں کی رازداری پر آگاہ کردے، یا مسلمان کے دین میں فتنہ پیدا کرے، یا اسلام یا قرآن میں طعن وتشنیع کرے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا برائی کے ساتھ ذکر کرے، تو اصح یہ ہے کہ اگر اس وجہ سے عہد ٹوٹنے کی شرط لگائی گئی تھی، تو عہد ٹوٹ جائے گا، ورنہ عہد نہیں ٹوٹے گا۔

اور جس کا عہد قتال کے ذریعہ سے ٹوٹ جائے، تو اس کا دفاع کرنا اور اس سے قتال کرنا جائز ہے۔

اور اگر کسی ذمی کا عہد، قتال کے علاوہ، کسی اور چیز سے ٹوٹے، تو اظہر قول کے مطابق اس کو امن والی جگہ پہنچانا واجب نہیں، بلکہ امام کو اس کے متعلق قتل کرنے، اور غلام بنانے اور احسان کے ساتھ بغیر معاوضہ کے چھوڑ دینے، اور معاوضے کے ساتھ چھوڑ دینے کا اختیار ہے، پس اگر وہ امام کے اس اختیار سے پہلے اسلام لے

آئے، تو اس کو غلام بنانا منع ہوجاتا ہے، اور جب مَردوں کی امان باطل ہوجائے، تو ان کی عورتوں اور بچوں کی اصح قول کے مطابق امان باطل نہیں ہوگی، اور جب ذمی عہد توڑنے اور دارالحرب کے ساتھ لاحق ہونے کو اختیار کرلے، تو وہ اپنے امن والی جگہ خود ہی پہنچ گیا (منہاج الطالبین)

''روضۃُ الطالبین'' کا حوالہ

امام نووی رحمہ اللہ نے ''روضۃُ الطالبین'' میں بھی تصریح کی ہے کہ ذمی کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح سب وشتم کرنے کے بارے میں کہ جس کا وہ عقیدہ نہیں رکھتا، شافعیہ کا اصح قول، بلکہ اصل مذہب یہ ہے کہ اس کا عہد نہیں ٹوٹتا، اور فرمایا کہ ابنِ خطل کے قتل سے ابوبکر فارسی کے قول پر یہ استدلال کرنا کہ سابِّ رسول کو بہر حال قتل کیا جائے گا، یہ کمزور استدلال ہے، کیونکہ وہ مشرک ومحارب تھا، جس کو امن حاصل نہیں تھا۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ شافعیہ کے اکثر اصحاب، اس کے قائل ہیں کہ اگر ذمہ میں شرط نہ لگائی گئی

---

[1] وأما ذكر رسول الله -صلى الله عليه وسلم -بالسوء إذا جهروا به، وطعنهم فى الإسلام ونفيهم القرآن، فالمذهب أنه كالزنى بمسلمة ونحوه، وقيل :ينتقض قطعا، كالقتال، وفى محل الخلاف طريقان، أحدهما :أنه فيما إذا ذكر الذمى سواء يعتقده ويتدين به، كتكذيب ونحوه، فأما ما لا يعتقده، ولا يتدين به، بأن طعن فى نسب رسول الله -صلى الله عليه وسلم -، أو نسبه إلى الزنى، فليلتحق بالقتال، وينتقض العهد به قطعا سواء شرط عليه الكف عنه أم لا، وأصحهما :أن الخلاف فيما إذا ذكر ما لا يتدين به، فأما ما يتدين به، فلا ينتقض بإظهاره قطعا، ومن هذا نفيهم القرآن.

واعلم أن ذكرهم الله تعالى كذكرهم رسول الله -صلى الله عليه وسلم -بطريق الأولى، فيجرى فيه الخلاف، صرح به الرويانى وغيره، ولكنهم جعلوا إظهار الشرك، وقولهم ثالث ثلاثة، ومعتقدهم فى المسيح وعزير، كإظهارهم الخمر، فلا ينتقض قطعا، مع أن جميع هذا يتضمن ذكر الله تعالى بالسوء ، ولا يستقيم هذا إلا على الطريق الثانى، وهو أن السوء الذى يتدين به لا ينقض قطعا، ونقل صاحب الشامل وغيره عن أبى بكر الفارسى أنه قال :من شتم منهم النبى -صلى الله عليه وسلم -قتل حدا، لأن النبى -صلى الله عليه وسلم -قتل ابن خطل والقينتين، وزيفوه وقالوا: إنهم كانوا مشركين لا أمان لهم(روضة الطالبين وعمدة المفتين، ج١٠،ص٣٣٠، كتاب عقد الجزية والهدنة،فصل وأما ما يلزمهم: فخمسة أمور)

ہو، تو سب وشتم سے عہد نہیں ٹوٹے گا، شافعیہ کا اصح ومعتمد قول یہی ہے، جس کو امام نووی جیسے مستند ترجمانِ شافعیہ نے، شافعیہ کا مذہب قرار دیا ہے، اور مشروط ہونے کی صورت میں بہت سے حضرات نے عہد ٹوٹنے کو ترجیح دی ہے، لیکن بعض نے مطلقاً عہد نہ ٹوٹنے کو صحیح قرار دیا ہے۔

اور ذمہ ٹوٹنے کی صورت میں بھی شافعیہ کے نزدیک قتل متعین نہیں، بلکہ امامُ المسلمین کو وہ چاروں اختیارات حاصل ہیں، جن کا پہلے ذکر گزرا۔

شافعیہ کی دیگر کتب میں بھی اس کی تصریح کی گئی ہے۔ [1]

---

[1] والثانی :ما لا ینافی فعله عقد الذمة، وهو قسمان:
قسم یعود ضرره إلى المسلمین، وقسم هو إظهار منکر:
أمـا ما یعود ضرره إلى المسلمین :هـو أن یـزنی بمسلمة، أو یصیبها باسم نکاح، أو یفتن مسلماً عن دیـنه، أو یقطع الطریق، أو یؤوی عیناً للکفار، أو ینمی إلیهم أخبار المسلمین، أو یدل علی عوراتهم، أو یـقتل مسلماً، أو یقذفه، أو یمد یده إلى ماله، أو یذکر الله، أو کتابه، أو رسوله أو دینه بسوء ، علی قول أبی إسحاق؛ فإن فعلوا شیئاً منها -نظر :إن لم یکن شرط الإمام علیهم فی العقد الامتناع منها :- لم ینقض بذلک عهدهم.
(وإن شرط :-فعلی قولین):
أحدهما :نعم، ینتقض عهدهم؛ لمخالفة الشرط؛ کما لو امتنعوا عن بذل الجزیة.
والثانی :وهو الأصح :-لا ینتقض عهدهم؛ کما لو أظهروا منکراً من الخمر والخنزیر.
وعلی القولین :یـقـام عـلیهـم موجباتها، فما کان موجباً للحد یقام حده، وما یوجب التعزیر یعزر به؛ لأنه ارتکبه حین کان یجری علیه حکم الإسلام.
ثم بعد إقامة موجبه :إن جعلناه نقضاً للعهد :-یبلغ المأمن فی قول.
وفی قول :یقتل أو یسترق فی الحال.
ومـن أصحابنا من قال :مـن سب رسول الله -صـلـی الله علیه وسلم -یُـقتل حداً(التهذیب فی فقه الإمام الشافعی، ج۷، ص ۵۰۶، کتاب الجزیة)
أو دل أهـل الـحـرب عـلـی عورة للمسلمین أو فتن مسلما عن دینه أو طعن فی الإسلام أو القرآن أو ذکر رسول الله صلی الله علیه وسلم بسوء فالأصح أنه أن شرط علیهم
انتقاض العهد بها انتقض وإلا فلاینتقض ومقابل الأصح ینتقض مطلقا وقیل لا ینتقض مطلقا.
ومـن انتـقض عهده بقتال جاز دفعه بغیره وجاز قتاله أو انتقض بغیره أی القتال لم یجب إبلاغه مأمنه فی الأظهر بل یختار الإمام فیه قتلا وأسرا ورقا ومنا وفداء .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

''شرح مختصر الطحاوی'' کا حوالہ

امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ (المتوفی: 370ہجری) فرماتے ہیں کہ:

فصل :(حکم أهل الذمة فی سب الرسول صلی اللہ علیه وسلم)

قـال أبو جعفر :(ومـن کان من ذلک من أهل الذمة :فـإنه یؤدب ولا یقتل)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومقابل الأظهر یجب ابلاغه المأمن فان أسلم قبل الاختیار امتنع الرق والفداء .
وإذا بـطـل أمـان رجـال لـم یبـطـل أمـان نسـائهـم والـصبیـان فـی الأصـح فلا یجوز سبیهم ومقابلـه یـبـطـل(السـراج الـوهـاج عـلـی متن المنهاج،ص۵۵۳،۵۵۴، کتاب عقد الجزیة للکفار،فصل فی مقدار مال الجزیة)

فـإن ذکـر الـلـه عـز وجـل أو کتـابه أو ذکر رسول الله صلی الله علیه وسلم أو دینه بما لا ینبغی فقد اختـلف أصـحـابـنـا فیـه، فـقـال أبـو إسحاق فی حکمه حکم الثلاثة، الاولی وهی الامتناع من التزام الجزیة والتزام أحکام المسلمین والاجتماع علی قتالهم.
وقـال عـامة أصـحـابـنـا حکمه حکم ما فیه ضرر بالمسلمین، وهی الاشیاء السبعة ان لم یشترط فی العقد الکف عنه لم ینقض العهد.
وان شـرط الـکف عـنه فعلی الوجهین، لان فی ذلک اضرارا بالمسلمین لما یدخل علیهم من العار فألحق بما ذکرناه مما فیه اضرار بالمسلمین .
ومـن أصـحابنا من قال :مـن سـب رسـول الـلـه صـلـی الله علیه وسلم وجب قتله(المجموع شرح المهذب،ج۱۹،ص۴۲۳،۴۲۴،کتاب السیر،باب عقد الذمة)

(ولـو زنی ذمی بمسلمة) ، وألـحق بـه الـلواط بمسلم (أو أصابها بنکاح) أی :بـصـورته مع علمه بإسلامها فیهما (أو دل أهل الحرب علی عورة) أی :خلل (للمسلمین) کضعف (أو فتن مسلما عن دینه) ، أو دعـاه للکفر (أو طعن فی الإسلام، أو القرآن، أو ذکر) جهـرا الله تعالی، أو (رسول الله - صلی الله علیه وسلم -) ، أو القرآن، أو نبیا (بسوء) مما لا یتدینون به، أو قتل مسلما عمداء، أو قذفه (فـالأصـح أنـه إن شرط انتقاض العهد بها انتقض) لـمخالفة الشرط (وإلا) بشرط ذلک، أو شک هل شرط، أو لا علی الأوجه (فلا ینتقض؛ لأنها لا تخل بمقصود العقد، وصحح فی أصل الروضة أن لا نـقـض مـطـلـقـا، وضـعف(تـحـفة الـمـحتـاج فـی شـرح الـمـنـهـاج لابنِ حجـر الهیتمـی، ج۹،ص۳۰۲،کتاب الجزیة،فصل فی جملة من أحکام عقد الذمة)

(أو طعن فی الإسلام أو القرآن أو) سب الله أو (ذکر رسول الله -صلی الله علیه وسلم-) أو غیره

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لأنهم قد أقروا على دينهم، ومن دينهم عبادة غير اللّٰه، وتكذيب الرسول.

ويدل عليه :ما روى "أن اليهود دخلوا على النبى عليه الصلاة والسلام، فقالوا :السام عليک، فقال النبى صلى الله عليه وسلم : وعليكم"، ولم يوجب عليهم قتلاً (شرح مختصر الطحاوى للجصاص، ج٦ ص ١٤٢، كتاب المرتد، مسألة :حكم من سب الرسول صلى الله عليه وسلم أو تنقصه)

ترجمہ: فصل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہلِ ذمہ کے سب وشتم کرنے کا حکم:

امام ابوجعفر نے فرمایا کہ اگر اس طرح کی حرکت کرنے والا، اہلِ ذمہ میں سے ہو، تو اس کی تادیب وتعزیر کی جائے گی، لیکن اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اہلِ ذمہ کو اپنے دین پر برقرار رکھا گیا ہے، اوران کا دین غیرُ اللہ کی عبادت کرنا، اور رسول کی تکذیب کرنا ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

من الأنبياء صلوات الله وسلامه عليهم (بسوء) مما لا يتدينون به وفعلوا ذلک جهرا (فالأصح) فى المسائل المذكورة (أنه إن شرط) عليهم (انتقاض العهد بها انتقض، وإلا فلا) ينتقض لمخالفته الشرط فى الأول دون الثانى وهذا ما فى المحرر، وصححه فى الشرح الصغير، ونقله الزركشى وغيره من نص الشافعى، والثانى ينتقض مطلقا، لما فيه من الضرر، والثالث لا ينتقض مطلقا، ووقع فى أصل الروضة تصحيحه(مغنى المحتاج إلى معرفة معانى ألفاظ المنهاج، ج٦،ص٨٣، ٨٤،كتاب عقد الجزية للكفار،فصل فى أحكام عقد الجزية الزائدة)

(ولو زنى ذمى بمسلمة أو أصابها بنكاح، أو دل أهل الحرب على عورة المسلمين، أو فتن مسلما عن دينه، أو طعن فى الإسلام أو القرآن، أو ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم بسوء ..فالأصح: أنه إن شرط انتقاض العهد بها ..انتقض، وإلا ..فلا) هذا هو القسم الثالث، وهو الذى فيه خلاف: والأصح :أنه إن شرط ..انتقض؛ لأن هذه الأشياء وإن اقتضى العقد المنع منها بتحريمها لا تخل بمقصوده.

والثانى :ينتقض قطعا؛ لما فيه من الضرر.

والثالث :إن شرط ..انتقض، وإلا ..فوجهان(النجم الوهاج فى شرح المنهاج، ج٩، ص ٤٣١، كتاب الجزية)

اوراس کی ایک دلیل وہ روایت بھی ہے کہ یہود نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر یہ کہا ’’السام علیک ‘‘تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ’’وعلیکم ‘‘فرمایا، اوران پر قتل کا حکم نہیں لگایا (شرح مختصر الطحاوی)

امام طحاوی اورامام ابوبکر جصاص رحمہما اللہ کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ عند الحنفیہ اہلِ ذمہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے کی وجہ سے بوجہ حد قتل کا حکم نہیں، البتہ تعزیر وتادیب کا حکم ہے، البتہ یہ تعزیر بعض اوقات، قتل کی شکل میں بھی ہوسکتی ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

’’مختصر القدوری ،الجوهرةُ النيرة‘‘ کاحوالہ

امام ابوحسین احمد بن محمد قدوری حنفی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:428ہجری) فرماتے ہیں:

ومن امتنع من أداء الجزية أو قتل مسلما أو سب النبى عليه الصلاة والسلام أو زنى بمسلمة لم ينقض عهده ولا ينتقض العهد إلا بأن يلحق بدار الحرب أو يغلبوا على موضع فيحاربونا (مختصر للقدوری، ص۲۳۷، کتاب السير)

ترجمہ: اور جو ذمّی شخص جزیہ کے ادا کرنے سے منع کرے، یا مسلمان کو قتل کرے، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرے، یا مسلمان عورت سے زنا کرے، تو اس کا عہد نہیں ٹوٹے گا، اوراس کا عہد دارالحرب میں چلے جانے سے ہی ٹوٹے گا، یا اس صورت میں ٹوٹے گا، جبکہ وہ (اہلِ ذمہ) ہماری کسی جگہ پر غلبہ حاصل کرلیں، پھر وہ ہم سے مقابلہ کریں (قدوری)

علامہ ابوبکر زبیدی حنفی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:800ہجری) ’’مختصر القدوری ‘‘ کی شرح میں فرماتے ہیں:

وأما سب النبی – صلى الله عليه وسلم – فلا يكون نقضا للعهد عندنا؛ لأنه كفر والكفر المقارن له لا يمنعه فالطارء لا يرفعه ولأن سب النبی -صلى الله عليه وسلم -يجرى مجرى سب الله تعالىٰ

(الجوهرة النيرة، ج۲، ص ۲۷٦، كتاب السير)

ترجمہ: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوسب وشتم کرنا، ہمارے نزدیک عہد کے ٹوٹنے کا باعث نہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوسب وشتم کرنا، کفر ہے، اور جو کفر اس کے ساتھ مقارن ہے، جب وہ عہد کے لیے مانع نہیں، تو طاری ہونے والا کفر اس کو رفع نہیں کرے گا، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوسب وشتم کرنے پر اللہ تعالیٰ کوسب و شتم کرنے کے احکام جاری ہوتے ہیں (الجوہرۃ النیرۃ)

’’التجريد للقدوری‘‘ کا حوالہ

امام قدوری حنفی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 428ہجری) ’’التجريد للقدوری‘‘ میں فرماتے ہیں:

قال أصحابنا [رحمهم الله]: إذا عقد الذمة مع الكفار، لم ينتقض شیء مما يأتونه إلا أن يتحيزوا ويتهادنوا بدار الحرب متحيزين بها.

وقال أصحاب الشافعی [رحمهم الله]: إذا امتنعوا من مال الجزية أو جريان أحكام المسلمين عليهم أو امتنع بعضهم وقاتلوا، كان ذلك نقضا لعهدهم وجها واحدا .وسبعة أشياء فيهاو جهان: الزنی بمسلمة، وإصابتها بنكاح، أو يفتن مسلما عن دينه، أو يقطع على المسلمين الطريق، أو يكون جاسوسا لأهل الحرب، أو

يدل على عورات المسلمين، أو يقتل مسلما .قالوا: فإن لم يكن شرط في عهدهم أنهم إذا خالفوا فيها يكون نقضا لعهدهم، فإن شرط كان ذلک نقضا وعليه نص الشافعي .ومن أصحابه من قال: لا يكون ذلک نقضا وإن شرط .

وأما سب النبي – صلى الله عليه وسلم – وسب القرآن، فقال المروزي: يكون نقضا للعهد قولا واحدا .وقال غيره: هو كالسبعة التي قدمناها.

وأما إذا رفعوا أصواتهم بالتوراة والإنجيل وأظهروا ضرب الناقوس والخمور والخنازير وتطاول البنيان على بناء المسلمين وتركوا القمار والزنى، فليس بنقض العهد وإن شرط في العهد أنهم ينقضون.

لنا: ما روى حماد بن سلمة عن عطاء بن السائب [عن أبيه] عن عبد لله بن عمرو أن قوما من اليهود قالوا للنبي – صلى اللّٰه عليه وسلم –: السام عليک .فقال – صلى اللّٰه عليه وسلم –: (السام واللعنة عليكم) .ولم ينقض عهدهم بذلک.

وروى قتادة عن أنس أن يهوديا سلم على رسول اللّٰه – صلى اللّٰه عليه وسلم – فقال: السام عليک .فقال – صلى اللّٰه عليه وسلم –: (أتدرون ما قال؟) قالوا: نعم، ورجع مثل ذلک .فقال – صلى اللّٰه عليه وسلم –: (إذا سلم عليكم أحد من الكفار، فقولوا: وعليكم).

وروى الزهري قال: أخبرني عروة عن عائشة رضي اللّٰه عنها

قالت: دخل عدة من اليهود على النبى – صلى الله عليه وسلم – فقال: السام عليک. ففهمتها، فقلت: عليکم السام واللعنة. فقال – صلى الله عليه وسلم –: (مهلا يا عائشة، فإن الله تعالى يحب الرفق فى الأمر كله). فقلت: يا رسول الله، ألم تسمع؟ فقال – صلى الله عليه وسلم –: (قد قلت: وعليكم).

وهذا سب له – صلى الله عليه وسلم –، ولو كان من مسلم حل دمه، ولم يقتلهم النبى – صلى الله عليه وسلم.

وروى زيد بن أرقم قال: سحر النبى – صلى الله عليه وسلم – رجل من اليهود، فاشتكى أياما، فأتاه جبريل فقال: إن رجلا من اليهود عقد لک عقدا، وجعلها فى بئر كذا وكذا. فأرسل – صلى الله عليه وسلم – فأخرجها من البئر، فكأنما نشط من عقال، فما رأى ذلک الرجل مما صنع فى وجه النبى – صلى الله عليه وسلم – شيئا ولا خبر به. وهذا قصد الإضرار به فى جسده وهو أكثر من السب.

وروى شعبة عن هشام بن زيد عن أنس أن امرأة يهودية أتت النبى – صلى الله عليه وسلم – بشاة مسمومة فأكل منها، فجيء بها فقيل له: ألا تقتلها؟ فقال: (لا).

فإن قيل: ذكر الواقدى أن النبى – صلى الله عليه وسلم – قتل اليهودية.

قلنا: روينا أنه لم يقتلها، وإن ثبت فيجوز أن يكون قتلها؛ لأنه تكرر منها ذلک الفعل، فقتلها للسعى فى الأرض بالفساد.

فإن قيل: النبى – صلى اللّٰه عليه وسلم – لم يقتلها لضعف الإسلام وأن يده تظل عليهم.

قلنا: إن عجز عن قتلها لم يعجز عن بيان وجوب ذلک، فلما لم يبين ذلک دل على أنه يجب؛ لأن أهل الذمة يسبون اللّٰه تعالى ويقولون له ولد، والمجوس يقولون ضد وهو أم بين فلا ينقضون العهد بذلک، فسب النبى – صلى اللّٰه عليه وسلم – مثله.

ولأنه نوع كفر فلا ينقض بذلک العهد كسائر أنواعه، لأنهم لو سبوا النبى – صلى اللّٰه عليه وسلم – فى كنائسهم وبيعهم لم ينقضوا به العهد وما لا ينتقض العهد فى كنائسهم لا ينتقض به فى غيرها كضرب الناقوس وإظهار الخنازير.

ولأن الجزية دين عليهم، والامتناع منها كالامتناع من سائر الديون يؤخذ بغير اختيارهم.

ولأن امتناعهم من جريان أحكام الإسلام عليهم أمر حظر بالأمان، فإذا فعلوا وهم فى أيدينا لم ينتقض العهد كإظهار الخمر والخنزير.

ولأنه عقد قام بيننا وبينهم، فلا يفسخ بقولهم كعقد البيع.

احتجوا: بقوله تعالى: "قاتلوا الذين لا يؤمنون با للّٰه ولا باليوم الآخر" إلى قوله: " وهم صغرون" قالوا: فأمر بترک قتلهم شرط إعطاء الجزية، فإذا امتنعوا وجب القتال لعدم الشرط.

قلنا: القتال سقط بالتزام الإعطاء، وقد التزموا فسقط قتالهم. وليس فى الآية تكرار الإعطاء، فلا يجوز قتالهم إذا امتنعوا بظاهر الآية.

قالوا: روى أن رجلا قال لابن عمر: [إنى سمعت] راهبا سب النبى – صلى الله عليه وسلم – .فقال عبد الله بن عمر: لو كنت سمعته أنا لقتلته، إنا لم نعطهم الأمان على ذلك .قالوا: ولا يعرف له مخالف.

قلنا: رواه حصين بن عبد الرحمن عن رجل عن ابن عمر وهم لا يقولون بالمراسيل.

ولأن هذا القول لا يعلم انتشاره، وتقليد الصحابى فيما روى عن النبى – صلى الله عليه وسلم – خلافه لا يجوز.

قالوا: معنى يحقن دم الكافر، فوجب أن ينتقض بسبهم النبى – صلى الله عليه وسلم –، أصله: الإسلام .ولأن الإيمان آكد فى عقد الذمة، فإذا انتقض بسبهم النبى – صلى الله عليه وسلم –، فالذمة أولى.

قلنا: المعنى فى الإسلام أنه ينتقض باعتقاد الكفر، فلا ينتقض بسب النبى – صلى الله عليه وسلم (التجريد للقدورى، ج۱۲، ص۶۲۶۴ الیٰ ۶۲۶۷، كتاب الجزية،عقد الذمة مع الكفار، رقم المسئلة ۱۵۲۰)

ترجمہ: ہمارے (یعنی حنفیہ کے) اصحاب رحمہم اللہ نے فرمایا کہ جب کفار کے ساتھ، عقدِ ذمہ منعقد ہو جائے، تو وہ کسی چیز سے نہیں ٹوٹے گا، جو وہ کریں، (خواہ سب وشتم ہو، یا کچھ اور) الا یہ کہ وہ مقابلہ پر آ جائیں، اور دارالحرب کے ساتھ لاحق ہو جائیں، ان (اہلِ حرب) کے حمایتی بن کر۔ [1]

---

[1] احناف کا یہ مؤقف جہاں ایک طرف اہلِ ذمہ کے حقوق کی تاکید سے متعلق مختلف احادیث کی رو سے احتیاط پر مبنی ہے، وہاں اس اصول پر بھی مبنی ہے کہ وہ ذمی بننے سے پہلے بھی محارب تھے، لہٰذا جب تک وہ پہلی حالت پر عود نہیں کریں گے، ان کی اہلِ ذمہ کی حالت برقرار رہے گی۔محمد رضوان۔

اور اصحابِ شافعی رحمہم اللہ نے فرمایا کہ جب وہ جزیہ کے مال سے منع کریں، یا اپنے اوپر مسلمانوں کے احکام جاری کرنے سے منع کریں، یا ان کے بعض لوگ منع کریں، اور قتال کریں، تو یہ ان کی طرف سے عہد توڑنے کا باعث ہوگا، اس میں (شافعیہ کا) کوئی اختلاف نہیں، اور مندرجہ ذیل سات چیزوں میں دو قول ہیں:

ایک مسلمان عورت سے زنا کرنا، یا اس سے نکاح کر کے صحبت کرنا، یا مسلمان کے دین میں فتنہ پیدا کرنا، یا مسلمانوں پر ڈاکہ زنی کرنا، یا اہلِ حرب کے لیے جاسوس بننا، یا مسلمانوں کی رازداری پر اہلِ حرب کو آگاہ کرنا، یا مسلمان کو قتل کرنا۔

شافعیہ کے اصحاب نے فرمایا کہ اگر ان کے ساتھ عہد میں ان چیزوں کی شرط نہ ہو، کہ جب وہ ان چیزوں کی مخالفت کریں گے، تو ان کا عہد ٹوٹ جائے گا، اور اگر ان چیزوں کی شرط لگائی گئی ہو، تو امام شافعی نے خود اس کی وضاحت کی ہے کہ عہد ٹوٹ جائے گا، اور امام شافعی کے بعض اصحاب نے فرمایا کہ اگرچہ یہ شرط لگا دی گئی ہو، تب بھی عہد نہیں ٹوٹے گا (یعنی یہ سب شافعیہ کے اقوال ہیں)

جہاں تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر سب وشتم کرنے کا تعلق ہے، تو مروزی نے فرمایا کہ اس سے عہد ٹوٹ جائے گا، ان کا صرف یہی ایک قول ہے، اور مروزی کے علاوہ دیگر حضرات نے فرمایا کہ اس کا حکم، ان سات چیزوں کی طرح ہے، جو ہم نے پہلی ذکر کیں۔ [1]

لیکن جب وہ بلند آواز سے توراۃ اور انجیل پڑھیں، اور ناقوس بجانے، اور شراب پینے، اور خنزیر کھانے کا اظہار کریں، اور مسلمانوں کی عمارتوں سے زیادہ اپنی عمارتیں بلند کریں، اور جوا، اور زنا کا ارتکاب کریں، تو اس سے عہد نہیں ٹوٹے گا، اگرچہ عہد میں یہ شرط لگا دی جائے کہ ان چیزوں سے عہد ٹوٹ جائے گا۔

---

[1] شافعیہ کے اصح قول کے مطابق اگر شرط نہ لگائی گئی ہو، تو عہد نہیں ٹوٹے گا، اور شرط لگائی گئی ہو، تو دو قول ہیں، اگرچہ شافعیہ کے بارے میں مشہور یہی ہے کہ وہ شرط لگائے بغیر بھی عہد ٹوٹنے کے قائل ہیں۔ محمد رضوان۔

ہماری دلیل وہ روایت ہے، جس کو حماد بن سلمہ نے عطاء بن سائب سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے کہ یہود کے کچھ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ''السام علیک'' کہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ''علیکم'' کہا، اوراس کی وجہ سے ان کا عہد نہیں ٹوٹا۔

اور قتادہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ''السام علیک'' کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ اس نے کیا کہا، صحابہ نے فرمایا کہ بے شک، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مثل ہی اس کو جواب دے دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ نے فرمایا کہ جب کفار میں سے کوئی تم کو سلام کرے، تو تم ''وعلیکم'' کہو۔

اور زہری نے عروہ سے، اورنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ چند یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اورانہوں نے ''السام علیک'' کہا، میں اس بات کو سمجھ گئی، تو میں نے یہ کہا کہ ''علیکم السام واللعنة'' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! ایسا مت کہو، بے شک اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں نرمی کو پسند فرماتا ہے، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے نہیں سنا (کہ انہوں نے کیا کہا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ''وعلیکم'' کہہ دیا۔

اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنا ہے، اگر مسلمان کی طرف سے ایسا ہوتا، تو اس کا خون حلال ہوجاتا، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قتل نہیں کیا۔ [1]

اور زید بن ارقم نے روایت کیا ہے کہ یہود کے ایک فرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر

---

[1] اور بظاہر یہ واقعہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں آنے کے بعد اس وقت کا ہے، جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یہودیوں سے ''موادعہ'' کا معاملہ فرمالیا تھا، جبکہ ''موادعہ'' کو اکثر فقہاء ''عقدِ ذمہ'' کا حکم دیتے ہیں، سوائے چند چیزوں میں فرق کے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، اوراس کی مزید تفصیل آگے الگ فصل میں آتی ہے۔ محمد رضوان۔

جادو کردیا، جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم چند دن بیمار رہے، پھر آپ کے پاس جبریلِ امین نے آ کر خبر دی کہ یہود کے ایک فرد نے آپ کو گرہ باندھ کر جادو کیا ہے، اور اس (جادو کی ہوئی چیز) کو فلاں فلاں کنویں میں ڈال دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نمائندے بھیج کر، کنویں سے اس کو نکلوایا، اور آپ ایسے ہو گئے، جیسا کہ بیڑیوں سے آزاد ہوئے ہوں، پس اس جادو کرنے والے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر اپنے طرزِ عمل کی وجہ سے کوئی تغیر نہیں دیکھا، اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خبر دی، اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی ضرر پہنچانے کا قصد تھا، جو سب وشتم سے زیادہ شدید ہے (جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی قتل کا حکم نہ فرمایا، تو سب وشتم کا درجہ تو اس سے کم ہے)

اور شعبہ نے ہشام بن زید سے، انہوں نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی عورت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زہر آلود بکری کا گوشت لے کر آئی، جس کو آپ نے کھالیا، پھر اس عورت کو لایا گیا، اور آپ سے کہا گیا کہ کیا آپ اس کو قتل نہیں کریں گے، تو آپ نے فرمایا کہ نہیں (میں اس کو قتل نہیں کروں گا)

اگر کہا جائے کہ واقدی نے یہ ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودیہ کو قتل کر دیا تھا۔

تو ہم جواب میں کہیں گے کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ اس کو قتل نہیں کیا تھا، اور اگر ثابت بھی ہو جائے، تو یہ بات ممکن ہے کہ اس کو اس لیے قتل کیا ہو کہ اس نے اس فعل کا بار بار ارتکاب کیا ہو، پس اس کو زمین میں فساد کی سعی کی وجہ سے قتل کیا ہو (یا کسی دوسرے کی جان چلی گئی ہو، اور اس کے بدلے میں قتل کیا ہو،

جیسا کہ دوسری روایت میں آتا ہے) [1]

اگر کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو اسلام کے ضعیف ہونے کی وجہ سے قتل نہیں کیا تھا، اگرچہ آپ کو اس کے قتل کرنے کی قدرت تھی۔

تو ہم جواب میں کہیں گے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اس کے قتل کرنے سے عاجز تھے، تو اس کے وجوب کا بیان کرنے سے تو عاجز نہیں تھے، پس جب آپ نے اس کا وجوب بیان نہیں کیا، تو یہ بات معلوم ہوگئی کہ ایسا کرنا واجب نہیں، کیونکہ اہلِ ذمہ اللہ تعالیٰ کو سب وشتم کرتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے، اور مجوس اس کے برعکس کہتے ہیں، جو کہ واضح بنیاد ہے، پس جب اس کی وجہ سے عہد نہیں ٹوٹتا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنا بھی اس کے مثل ہے۔

اور ایک دلیل یہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنا، ایک قسم کا کفر ہے، تو اس سے عہد نہیں ٹوٹے گا، جس طرح کفر کی دوسری انواع سے عہدِ ذمہ نہیں ٹوٹتا، کیونکہ اگر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گرجوں اور عبادت گاہوں میں سب وشتم کریں، تو اس کی وجہ سے (دوسرے حضرات کے نزدیک بھی) عہد نہیں ٹوٹتا، اور جس چیز کو گرجوں میں کرنے سے عہد نہیں ٹوٹتا، تو گرجوں کے علاوہ میں کرنے سے بھی عہد نہیں ٹوٹے گا، جیسا کہ ناقوس کو بجانا، اور خنزیروں کو ظاہر کرنا۔ [2]

---

[1] اور فساد فی الارض کی سعی کا سد باب کرنے کی خاطر قتل کا حکم حنفیہ کے نزدیک بھی مسلم ہے،، جیسا کہ قطاع الطریق وغیرہ کو۔

لیکن اس کا اصل سبب فساد فی الارض کی سعی ہے۔

جیسا کہ دوسرے باب میں تفصیلاً گزرا اور آگے علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ کے کلام میں بھی آتا ہے۔ محمد رضوان۔

[2] امام قدوری کی اس تصریح سے واضح ہوا کہ علانیہ سب وشتم کرنے سے حنفیہ کے نزدیک عہد نہیں ٹوٹتا، البتہ تعزیر کا ہونا اور تعزیر کا قتل تک ترقی کرنا، الگ چیز ہے، اور خفیہ سب وشتم کرنے سے تو کسی کے نزدیک بھی نہیں ٹوٹتا، اگر علانیہ سب وشتم کرنے کو حنفیہ کے نزدیک عہد ٹوٹنے کا سبب قرار دیا جائے تو حنفیہ اور غیر حنفیہ کا مشہور اختلاف کس چیز میں باقی رہ جائے گا۔

لہٰذا جو بعض حضرات نے محض علانیہ سب وشتم کرنے پر عہد کے ٹوٹنے کا حکم حنفیہ کی طرف منسوب کیا ہے، یہ راجح معلوم نہیں ہوتا، جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔ محمد رضوان۔

اور ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جزیہ ان پر دَین ہے، اور دَین کو منع کرنا، تمام دیون کو منع کرنے کی طرح ہے، جو ان کے اختیار کے بغیر بھی لیا جائے گا۔

اور ایک وجہ یہ ہے کہ ان کے اپنے اوپر احکامِ اسلام کو جاری کرنے سے منع کرنا، امان کی وجہ سے امرِ محظور ہے، پس جب وہ اس فعل کا ارتکاب کریں گے، اور وہ ہمارے قابو میں (یعنی دارُالاسلام میں) ہوں، تو عہد نہیں ٹوٹے گا، جیسا کہ شراب اور خنزیر کے اظہار کرنے سے نہیں ٹوٹتا۔

اور ایک وجہ یہ ہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان عقد منعقد ہوگیا ہے، تو ان کے قول سے عقد فسخ نہیں ہوگا، جیسا کہ عقدِ بیع فسخ نہیں ہوتا۔ [1]

شافعیہ وغیرہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے دلیل پکڑی ہے کہ:

"قاتلوا الذين لا يؤمنون بالله ولا باليوم الآخر"

"وهم صاغرون" تک۔

ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قتل کے ترک کا حکم، جزیہ دینے کے ساتھ مشروط فرمایا ہے، پس جب وہ جزیہ دینے سے منع کریں گے، تو شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے قتال واجب ہوجائے گا۔

ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ قتال، جزیہ دینے کے التزام کی وجہ سے ساقط ہوگیا ہے، اور انہوں نے اس کا التزام کر رکھا ہے، تو قتال بھی ساقط ہوجائے گا، اور اس آیت میں تکرارِ اعطاء کا ذکر نہیں، تو اگر وہ جزیہ سے منع کریں، تو ظاہری آیت کی رُو سے ان سے قتال جائز نہیں ہوگا۔

وہ (یعنی سب وشتم سے ذمہ ٹوٹنے کے قائلین) کہتے ہیں کہ مروی ہے کہ ایک

---

[1] اس سے صاف ظاہر ہوا کہ جزیہ کی ادائیگی سے منع کرنے کی بناء پر بھی حنفیہ کے نزدیک عہد نہیں ٹوٹتا، اور اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ عقد، طرفین سے منعقد ہوا ہے، جو معطی کے انکار سے فسخ نہ ہوگا، بلکہ اس کے انکار اور عدمِ ادائیگی کے باوجود، اس کے ذمہ دین ہوکر باقی رہے گا۔ محمد رضوان۔

آدمی نے ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے ایک راہب کو سنا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کر رہا تھا، تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں اس کو سن لیتا، تو میں اس کو قتل کر دیتا، ہم نے ان کو اس چیز پر امن فراہم نہیں کیا۔

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کا اس میں کوئی دوسرا مخالف نہیں پایا جاتا۔

ہم اس کے جواب میں کہیں گے اس کو حصین بن عبدالرحمٰن نے ایک شخص سے، اس نے ابنِ عمر سے اس کو روایت کیا ہے، اور شافعیہ مراسیل کے قائل نہیں ہیں۔ [1]

اور ایک وجہ یہ ہے کہ اس قول کی تشہیر ظاہر نہیں ہوئی، اور صحابی کی اس چیز میں تقلید کرنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے خلاف مروی ہو، جائز نہیں۔ [2]

شافعیہ کہتے ہیں کہ معنوی طور پر کافر کا خون محفوظ ہوتا ہے، تو ضروری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے سے وہ ٹوٹ جائے، جس کی اصل اسلام ہے، اور ایمان، عقدِ ذمہ میں زیادہ تاکیدی حکم ہے، پس جب وہ (مسلمان ہونے کی صورت میں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے سے ٹوٹ جاتا ہے، تو ذمی کا ذمہ بدرجہ اولیٰ ٹوٹ جائے گا۔

ہم کہتے ہیں کہ اسلام معنوی طور پر کفر کے اعتقاد سے ٹوٹتا ہے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے سے عہد نہیں ٹوٹے گا (التجرید للقدوری)

صاحبِ قدوری کو حنفیہ کے مذہب کے ترجمان ہونے میں بڑی اہمیت حاصل ہے، ان کی مذکورہ مفصل عبارت سے اس سلسلہ میں حنفیہ کا مذہب تفصیل سے معلوم ہوگیا۔

---

[1] یعنی یہ صرف حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی اثر ہے، مرفوع حدیث نہیں، اور حصین راوی نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔

نیز اس میں ایک راوی مجہول ہے اور بر سبیلِ تسلیم بھی اس کا امکان ہے کہ ان کے ساتھ اس کی شرط لگائی گئی ہو، جیسا کہ آگے دیگر حنفیہ کے حوالہ سے آتا ہے۔ محمد رضوان۔

[2] نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خلاف مروی ہونے سے مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے بددعا دینے پر عہد ٹوٹنے اور قتل کرنے کا حکم نہیں فرمایا، جو حنفیہ کا مستدل ہے۔ محمد رضوان۔

''شمسُ الائمۃ سرخسی'' کا حوالہ

شمس الائمہ سرخسی (المتوفٰی: 483ہجری) فرماتے ہیں کہ:

فإن أعانت المرأة المقاتلين فلا بأس بقتلها .هكذا نقل عن الحسن، وعن عبد الرحمن بن أبى عمرة، قال :مر رسول اللّٰه - صلى اللّٰه عليه وآله وسلم -على امرأة مقتولة فأنكر قتلها، وقال : من قتلها؟ فقال رجل :أنا يا رسول اللّٰه أردفتها خلفى فأرادت قتلى فقتلتها، فأمر بها رسول اللّٰه -صلى اللّٰه عليه وآله وسلم -، فدفنت .وكذلک إن كانت تعلن شتم رسول اللّٰه -صلى اللّٰه عليه وآله وسلم -، فلا بأس بقتلها، لحديث أبى إسحاق الهمدانى قال :جاء رجل إلى رسول اللّٰه -صلى اللّٰه عليه وآله وسلم -وقال :إنى سمعت امرأة من يهود وهى تشتمک، واللّٰه يا رسول اللّٰه إنها لمحسنة إلى فقتلتها فأهدر النبى -صلى اللّٰه عليه وآله وسلم -، دمها.

واستدل بحديث عمير بن عدى فإنه لما سمع عصماء بنت مروان تؤذى النبى -صلى اللّٰه عليه وآله وسلم -وتعيب الإسلام، وتحرض على قتال رسول اللّٰه -صلى اللّٰه عليه وآله وسلم - وتذكر فى ذلک شعرا، وهو هذا:

باست بنى مالک والنبيت وعوف وباست بنى الخزرج
أطعتم أتاوى من غيركم فلا من مراد ولا مذحج
ترجونه بعد قتل الرءوس كما يرتجى مرق المنضج

ألا أنف يبتغي عزة فيقطع من أمل المرتجى

وذلک بعد ما خرج رسول اللّٰہ -صلى الله عليه وآله وسلم -إلى بدر قال :اللهم إن لک على نذرا إن رددت رسول اللّٰہ -صلى اللّٰہ عليه وآله وسلم -، إلى المدينة لأقتلنها . . .الحديث إلى أن قتلها ليلا (شرح السير الكبير، ص١٤١٧، ١٤١٨، أبواب سهمان الخيل والرجالة في الغنائم، باب من يكره قتله من أهل الحرب من النساء وغيرهم)

ترجمہ: اگر عورت قتال کرنے والوں کی اعانت کرے، تو اس کو قتل کرنے میں حرج نہیں، حضرت حسن سے اسی طرح مروی ہے، اور عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقتولہ عورت کے قریب سے گزرے، تو آپ نے اس کے قتل کو برا سمجھا، اور فرمایا کہ اس کو کس نے قتل کیا؟ ایک آدمی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے اس کو اپنے پیچھے سواری پر سوار کیا تھا، تو اس نے میرے قتل کرنے کا ارادہ کیا، لہٰذا میں نے اسے قتل کر دیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو دفن کرنے کا حکم فرمایا۔ [1]

اور اسی طرح سے اگر کوئی عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علانیہ سب وشتم کرے، تو اس کو قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں، ابواسحاق ہمدانی کی حدیث کی وجہ سے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور اس نے کہا کہ میں نے یہود کی ایک عورت کو سنا کہ وہ آپ کو گالی دے رہی تھی، اور اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! وہ میری محسن تھی، پھر میں نے اس کو قتل کر دیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو ہدر فرما دیا۔

اور اس (عورت کے مذکورہ حالت میں قتل کے جائز ہونے) پر عمیر بن عدی کی

---

[1] یعنی یہ عورت اس وقت قاتل شمار ہوگئی تھی اور اس کے قتل سے بچنے کے لیے اس کو قتل کیا گیا، جس سے اس طرح کے حالات میں عورت کو قتل کرنے کا جائز ہونا معلوم ہوا۔ محمد رضوان۔

حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ انہوں نے جب عصماء بنتِ مروان کے بارے میں سنا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچاتی ہے، اور اسلام پر عیب لگاتی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قتال کرنے پر، لوگوں کو ابھارتی ہے، اور اس کا شعر میں اس طرح ذکر کرتی ہے کہ:

باست بنی مالک والنبیت　　وعوف وباست بنی الخزرج

أطعتم أتاوی من غیر کم　　فلا من مراد ولا مذحج

ترجونه بعد قتل الرء وس　　کما یرتجی مرق المنضج

ألا أنف یبتغی عزة　　فیقطع من أمل المرتجی

اور یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدر کی طرف نکلنے کے بعد کا ہے، تو عمیر بن عدی نے کہا کہ اے اللہ! میں آپ کے لیے یہ نذر مانتا ہوں کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ لوٹ کر گیا، تو میں اس عورت کو ضرور قتل کروں گا، آخر حدیث تک۔

یہاں تک کہ انہوں نے اس عورت کو رات میں قتل کر دیا (شرح السیر الکبیر)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ حنفیہ کے نزدیک علانیہ سب وشتم کرنے کی صورت میں عورت کو قتل کرنا حنفیہ کے نزدیک بھی جائز ہے، خواہ وہ ذمی ہو۔

مگر حنفیہ کے مشہور اور راجح قول کے مطابق، یہ قتل تعزیری وسیاسی ہے، نہ اس وجہ سے کہ اس کی وجہ سے ذمی کا، ذمہ ٹوٹ جاتا ہے، اور ذمہ نہ ٹوٹنے سے قتل کا جائز نہ ہونا لازم نہیں آتا، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

”اللباب“ کا حوالہ

امام ابو محمد علی بن زکریا المنبجی حنفی (المتوفی:656ہجری) فرماتے ہیں:

باب من أظهر سب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم من أهل الذمة عزر ولا ینتقض عهده ولا یقتل:

لما روی عن عائشة رضی اللّٰه عنها أنها قالت إن رهطا من الیهود دخلوا علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقالوا السام علیک فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم علیکم فقالت عائشة فقلت لا بل علیکم السام واللعنة فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یا عائشة إن اللّٰه یحب الرفق فی الأمر کله فقالت ألم تسمع ما قالوا قال قد قلت علیکم.

ومعلوم أنه لو کان من مسلم لصار به مرتدا ولم یقتلهم النبی صلی اللّٰه علیه وسلم بذلک .

وقصة الیهودیة والشاة المسمومة.

ولا خلاف بین المسلمین أن من قصد النبی صلی اللّٰه علیه وسلم بذلک وهو ممن ینتحل الإسلام أنه مرتد مستحق للقتل ولم یجعل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ذلک مبیحا لدمها بما فعلت فکذلک إظهار سب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم مخالف لإظهار سب المسلم.

فَإِنْ قِیْلَ :فقد روی أبو یوسف عن حصین بن عبد اللّٰه عن ابن عمر أن رجلا قال له إنی سمعت راهبا سب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقال لو سمعته لقتلته إنا لم نعطهم العهد علی هذا.

قِیْلَ لَهُ :هو إسناد ضعیف، وجائز أن یکون قد کان شرط علیهم أن لا یظهروا شتم النبی صلی اللّٰه علیه وسلم (اللباب فی الجمع بین

السنة والكتاب، ج۲، ص ۷۶۵، ۷۶۶، كتاب السير، باب من أظهر سب النبی صلی الله عليه وسلم من أهل الذمة)

ترجمہ: یہ باب ہے، اس شخص کا، جو اہلِ ذمہ میں سے کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کا اظہار کرے، تو اس کو تعزیر کی جائے گی، اور اس کا عہد نہیں ٹوٹے گا، جس کی وجہ سے اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ [۱]

کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یہود کا ایک گروہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور اس نے کہا کہ ''السام علیک'' (یعنی آپ تباہ ہوں یا آپ پر لعنت ہو) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نے فرمایا کہ ''علیکم'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا تم ہی پر سام اور لعنت ہو، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! اللہ تمام کاموں میں نرمی کو پسند فرماتا ہے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ کیا آپ نے نہیں سنا کہ انہوں نے کیا کہا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جواب میں ''علیکم'' کہہ دیا۔ [۲]

اور یہ بات معلوم ہے کہ اگر یہ کہنے والا مسلم ہوتا، تو وہ اس کی وجہ سے مرتد ہو جاتا، لیکن ان یہودیوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ سے قتل نہیں کیا۔

اور یہودی عورت اور زہر آلود بکری کے قصے کا واقعہ بھی اس کی دلیل ہے (کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر بھی قتل کا حکم نہ فرمایا، بلکہ کرنے سے منع فرمایا)

---

[۱] اس عبارت سے معلوم ہوا کہ سب وشتم کا محض اظہار کرنا، حنفیہ کے نزدیک عقدِ ذمہ ٹوٹنے کا باعث نہیں، اور اسی وجہ سے قتل کا حکم نہیں، لیکن زجراً لغیرہ قتل کا جواز، اس کے منافی نہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ محمد رضوان۔

[۲] اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہود نے اس قول کا اظہار کیا تھا، اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض دوسرے مؤمنین اور امُّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وعنہم کے سامنے اظہار کیا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ محض سب وشتم کے اظہار سے حنفیہ کے نزدیک عقدِ ذمہ نہیں ٹوٹتا۔

یہود کے اس سب وشتم کو اکثر حنفیہ نے ذمی کا عہد نہ ٹوٹنے میں مستدل بنایا ہے۔ محمد رضوان۔

اور مسلمانوں کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس (زہر دینے کے) طرزِ عمل سے اگر کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کرے، تو وہ اسلام سے خارج ہوجائے گا، مرتد ہوجائے گا، قتل کا مستحق ہوجائے گا، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ سے، اس کے دَم کو مباح قرار نہیں دیا، پس اسی طریقے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کا اظہار کرنا، مسلم کے سب وشتم کے اظہار کرنے کے مخالف ہے۔

اور اگر یہ شبہ کیا جائے کہ ابویوسف نے حصین بن عبداللہ کی سند سے، انہوں نے ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے ان کو کہا کہ میں نے ایک راہب کو سنا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کررہا تھا، تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں اس کو سن لیتا، تو اسے قتل کردیتا، ہم نے ان کو اس چیز پر عہد نہیں دیا۔

اس شبہ کے جواب میں اس کو کہا جائے گا کہ یہ ضعیف سند ہے(کیونکہ اس میں ابنِ عمر سے روایت کرنے والا راوی مجہول ہے) [1]

اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان پر یہ شرط عائد کی گئی ہو کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کا اظہار نہیں کریں گے(اللباب)

یہود اور قریش کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے کی احادیث تو پہلے ذکر کی جاچکی ہیں۔

---

[1] حدثنا وكيع ، عن سفيان ، عن حصين ، عن شيخ ، عن ابن عمر ؛ أنه تغلب على راهب سب النبى صلى الله عليه وسلم بالسيف ، وقال : إنا لم نصالحكم على شتم نبينا صلى الله عليه وسلم (مصنف ابن ابى شيبة، رقم الحديث ٣٢٣٣، باب خنق ساب الرسول صلى الله عليه وسلم)

إسناد مسدد فيه راو لم يسم، وطريق الحارث فيه انقطاع ,لأن حصين بن عبد الرحمن السلمى لم يدرك ابن عمر.

اور یہودی عورت کے زہر آلود بکری کو کھلانے کی حدیث بھی معتبر سند کے ساتھ مروی ہے۔

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ امْرَأَةً يَهُودِيَّةً أَتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ مَسْمُومَةٍ: فَأَكَلَ مِنْهَا، فَجِيْءَ بِهَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَهَا عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَتْ: أَرَدْتُ لِأَقْتُلَكَ، فَقَالَ: مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُسَلِّطَكِ عَلٰى ذٰلِكَ أَوْ قَالَ: عَلَيَّ فَقَالُوْا: أَلَا نَقْتُلُهَا؟ قَالَ: لَا فَمَا زِلْتُ أَعْرِفُهَا فِيْ لَهَوَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (سنن أبی داود، رقم الحدیث ۴۵۰۸، کتاب الدیات، باب فیمن سقی رجلا سما أو أطعمه فمات أیقاد منه) [1]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح. هشام بن زيد: هو ابن أنس بن مالک.
وأخرجه البخاری (2617)، ومسلم (2190) من طريق خالد بن الحارث، بهذا الإسناد.
وهو فی "مسند أحمد (13285) "
قال النووی فی "شرح مسلم": "وأما اللهوات، فبفتح اللام والهاء، جمع لهات بفتح اللام، وهی اللحمة الحمراء المعلقة فی أصل الحنک، قاله الأصمعی، وقيل: اللحمات اللواتی فی سقف أقصى الفم.
وقوله: ما زلت أعرفها، أی: العلامة، كأنه بقی للسم علامة وأثر من سواد أو غيره.
وقولهم: ألا نقتلها، هی بالنون فی أكثر النسخ، وفی بعضها بتاء الخطاب.
وقوله -صلَّى الله عليه وسلم" :-ما كان الله ليسلطک على ذاک، أو قال: علیّ: "فيه بيان عصمته -صلَّى الله عليه وسلم- من الناس كلهم كما قال الله: (والله يعصمک من الناس)، وهی معجزة لرسول الله -صلَّى الله عليه وسلم- فی سلامته من السم المهلک لغيره، وفی إعلام الله تعالى له بأنها مسمومة وكلام عضو ميت له، فقد جاء فی غير مسلم أنه -صلَّى الله عليه وسلم- قال: إن الذراع تخبرنی أنها مسمومة.
وهذه المرأة اليهودية الفاعلة للسم اسمها زينب بنت الحارث أخت مرحب اليهودی.
ثم قال: واختلفت الآثار والعلماء هل قتلها النبی -صلَّى الله عليه وسلم- أم لا، فوقع فی "صحيح مسلم "(وهی رواية المصنف هنا) أنهم قالوا: ألا نقتُلها؟ قال: لا، ومثله عن أبی هريرة وجابر، وعن جابر من رواية أبی سلمة أنه قتلها، وفی رواية ابن عباس أنه -صلَّى الله عليه وسلم- دفعها إلى أولياء بشر بن البراء بن معرور، وكان أكل منها فمات بها فقتلوها، وقال ابن سحنون: أجمع أهلُ الحديث

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: ایک یہودیہ عورت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بکری کا زہریلا گوشت لےکر آئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کھالیا (جب زہر کا معلوم ہوا) تو اس عورت کو پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے اس بارے میں پوچھا؟ تو اس عورت نے جواب میں کہا کہ میں آپ کو قتل کرنا چاہتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تجھے اس کام پر کبھی قدرت عطا نہیں فرمائے گا، یا یہ فرمایا کہ میرے قتل پر اللہ قدرت نہیں دے گا، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم اسے قتل نہ کردیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں، ہمیشہ اس زہر کا اثر آپ کے مسوڑھوں میں دیکھا کرتا تھا (ابوداؤد)

اس کے علاوہ بعض احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے ارادے سے، آنے والے کفار کو پکڑے جانے کے بعد، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کو آزاد کردینے، اور اس پر سورہ فتح کی یہ آیت نازل ہونے کا ذکر ہے:

”وَهُوَ الَّذِىْ كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ“ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أن رسول الله -صلَّى الله عليه وسلم -قتلها .قال القاضى :وجه الجمع بين هذه الروايات والأقاويل أنه لم يقتلها أولاً حين اطلع على سمها، وقيل له :اقتلها، فقال :لا، فلما مات بشر بن البراء من ذلك، سلَّمها لأوليائه فقتلوها قصاصاً، فيصح قولهم :لم يقتُلها، أى :فى الحال، ويصح قولهم :قتلها، أى :بعد ذلك، والله أعلم.

قلنا :نقل الحافظ فى "الفتح 7/ 497 "هذا التوجيه فى الجمع بين الروايات عن البيهقى (وهو فى "الدلائل 4/ 262 ") والسُّهيلى، ثم قال :ويحتمل أن يكون تركها لكونها أسلمت، وإنما أخّر قتلها حتّى مات بشر؛ لأن بموته تحقق وجوب القصاص بشرطه(حاشية سنن ابى داؤد)

[1] عن أنس: أن ثمانين هبطوا على رسول الله صلى الله عليه وسلم وأصحابه من جبل التنعيم عند صلاة الصبح، وهم يريدون أن يقتلوه، فأخذوا أخذا، فأعتقهم رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأنزل الله:(وهو الذى كف أيديهم عنكم وأيديكم عنهم)الآية : هذا حديث حسن صحيح(سنن الترمذى، رقم الحديث ٣٢٦٤)

اور یہ معلوم ہو چکا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کرنا، سب وشتم سے بڑھ کر ہے، جس سے کفر لازم آ جاتا ہے۔

پس اس طرح کے واقعات سے حنفیہ کے اس موقف کی تائید ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے سے ذمہ وعہد نہیں ٹوٹتا۔

''الهداية'' کا حوالہ

حنفیہ کے فقہ کی مشہور کتاب ''الهداية'' میں ہے کہ:

(ومن امتنع من الجزية أو قتل مسلما أو سب النبى -عليه الصلاة والسلام -أو زنى بمسلمة لم ينتقض عهده) لأن الغاية التى ينتهى بها القتال التزام الجزية لا أداؤها والالتزام باق .وقال الشافعى: سب النبى -صلى الله عليه وسلم -يكون نقضا؛ لأنه ينقض إيمانه فكذا ينقض أمانه إذ عقد الذمة خلف عنه.

ولنا أن سب النبى -صلى الله عليه وسلم -كفر منه، والكفر المقارن لا يمنعه فالطارء لا يرفعه (الهداية فى شرح بداية المبتدى، ج٢،ص ٤٠٤، ٤٠٥،كتاب السير،باب الجزية، فصل ولا يجوز إحداث بيعة ولا كنيسة فى دار الإسلام)

ترجمہ: اور جو ذمی شخص جزیہ سے منع کرے، یا مسلمان کو قتل کرے، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرے، یا مسلمان عورت سے زنا کرے، تو اس کا عہد نہیں ٹوٹتا، کیونکہ وہ حد جس پر قتال منتہی ہوتا ہے، التزامِ جزیہ ہے، نہ کہ اس کی ادائیگی، اور التزام باقی ہے، اور امام شافعی نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنا عہد ٹوٹنے کا باعث ہوتا ہے، کیونکہ اس کے ذریعے سے ایمان

ٹوٹ جاتا ہے، پس اسی طریقے سے ذمی کا امن بھی ٹوٹ جائے گا، کیونکہ عقدِ ذمہ اسی کے تابع ہے۔ [1]

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنا، ذمی کی طرف سے کفر ہے، اور کفرِ مقارِن، ذمی کے لیے مانع نہیں، پس طاری ہونے والا کفر، اس کو مرتفع نہیں کرے گا (الھدایة)

''بدائعُ الصنائع'' کا حوالہ

''بدائعُ الصنائع'' میں ہے کہ:

وكذلك لو سب النبى عليه الصلاة والسلام لا ينتقض عهده ؛ لأن هذا زيادة كفر على كفر ، والعهد يبقى مع أصل الكفر فيبقى مع الزيادة (بدائع الصنائع، ج۷ص۱۱۳، كتاب السير،فصل فى بيان حكم الغنائم وما يتصل بها)

ترجمہ: اور اسی طریقے سے اگر ذمی، نبی علیہ الصلاۃ والسلام پر سب وشتم کرے، تو اس کا عہد نہیں ٹوٹتا، کیونکہ یہ کفر پر، کفر کی زیادتی ہے، اور ذمی کا عہد، اصل کفر کے ساتھ باقی رہتا ہے، پس زیادتِ کفر کے ساتھ بھی باقی رہے گا (بدائعُ الصنائع)

''شرحُ النقاية'' کا حوالہ

''شرحُ النقاية'' میں ہے کہ:

ولا ينقض عهدهم بقتل مسلم، بل يقاد إن كان عمدا، وتجب الدية إن كان خطأ، ولا بوطء مسلمة بل يحد، ولا بسب نبى من

[1] امام شافعی کی طرف اسی قول کا منسوب ہونا مشہور ہے، جبکہ ان کے اصح قول کے مطابق، مطلق ذمہ اس سے نہیں ٹوٹتا، مگر جبکہ اس کی شرط ہو، تو پھر شافعیہ کے دو قول ہیں۔ محمد رضوان۔

الأنبياء (شرح النقاية، لعلی بن سلطان محمد القاری الحنفی، ج۵، ص۱۲۵، کتاب الجهاد، فصل فی الجزية)

ترجمہ: ذمیوں کا عہد، مسلمان کو قتل کرنے سے نہیں ٹوٹے گا، بلکہ اگر عمداً ہو، تو اس سے قصاص لیا جائے گا، اور خطاً ہو، تو دیت واجب ہوگی، اور مسلمان عورت سے وطی کرنے سے بھی نہیں ٹوٹے گا، بلکہ اس پر حد لگائی جائے گی، اور نبیوں میں سے کسی نبی کو سب وشتم کرنے سے بھی نہیں ٹوٹے گا (شرحُ النقاية)

’’كنزُ الدقائق‘‘ کا حوالہ

’’كنزُ الدقائق‘‘ میں ہے کہ:

ولا ينتقض عهده بالإباء عن الجزية والزنا بمسلمة وقتل مسلم وسب النبي – صلى الله عليه وسلم – بل باللحاق ثم أو بالغلبة على موضعٍ للحراب وصار كالمرتدّ (كنز الدقائق، ص۳۸۵، كتاب السير، باب العشر والخراج والجزية)

ترجمہ: ذمی کا عہد، جزیہ کا انکار کرنے سے، اور مسلمان عورت سے زنا کرنے سے، اور مسلمان کو قتل کرنے سے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے سے نہیں ٹوٹتا، بلکہ دارالحرب میں لاحق ہونے سے، یا مقابلہ ومقاتلہ کے لیے، کسی جگہ پر غلبہ حاصل کرنے سے ٹوٹتا ہے، اور اس صورت میں وہ مرتد کی طرح ہوجاتا ہے (كنزُ الدقائق)

’’البحرُ الرائق و منحةُ الخالق‘‘ کا حوالہ

علامہ ابنِ نجیم رحمہ اللہ نے بھی ’’البحر الرائق‘‘ میں ’’كنز الدقائق‘‘ کی مذکورہ بالا عبارت کی توضیح وتشریح کی ہے، اور علامہ عینی رحمہ اللہ کے ادائے جزیہ سے منع کرنے پر ذمہ

ٹوٹنے کے قول کو، اوراسی طرح علامہ عینی اور علامہ ابنِ ہمام رحمہما اللہ کے سب وشتم سے ذمہ ٹوٹنے کے قول کو حنفیہ کے مذہب کے خلاف اور مرجوح قرار دیا ہے۔ [1]

علامہ بدرُالدین عینی رحمہ اللہ نے ''کنز الدقائق'' کی شرح میں ایک تو واقعاتِ حسام کی ایک روایت، امتناعِ جزیہ سے عہد ٹوٹنے کی ذکر کی ہے۔

اور دوسرے سبِّ رسول سے ائمہ ثلاثہ غیر حنفیہ کے نزدیک عہد ٹوٹنے کا قول نقل کرکے فرمایا کہ ''واختیاری ھٰذا'' اوراس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ اگر مسلم اس فعل کا ارتکاب کرے، تو وہ کافر ہوجاتا ہے اور حاکم اس کے قتل کا حکم کرے، تو اس کو قتل کیا جاتا ہے، پس جو غیر مسلم، دین کا دشمن ہو، تو اس کو کیسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ [2]

---

[1] (قوله ولا ينتقض عهده بالإباء عن الجزية والزنا بمسلمة وقتل مسلم وسب النبى -صلى الله عليه وسلم -) لأن الغاية التى ينتهى بها القتال التزام الجزية لا أداؤها والالتزام باق فيأخذها الإمام منه جبرا والإباء الامتناع وأما الزنا فيقيم الحد عليه وفى القتل يستوفى القصاص منه وأما السب فكفر والمقارن له لا يمنعه فالطارء لا يرفعه وأشار إلى أنه لا ينتقض إذا نكح مسلمة ولو وقع ذلك فالنكاح باطل ويعزران وكذا الساعى بينهما ولو أسلم بعد ذلك لا يجوز النكاح لوقوعه باطلا كذا فى المعراج من باب نكاح الكافر.

وذكر العينى وفى رواية مذكورة وفى واقعات حسام أن أهل الذمة امتنعوا عن أداء الجزية ينتقض العهد ويقاتلون وهو قول الثلاثة اهـ.

ولا يخفى ضعفها رواية ودراية كما أن قول العينى واختيارى أن يقتل بسب النبى -صلى الله عليه وسلم -لا أصل له فى الرواية وكذا وقع لابن الهمام بحث هنا خالف فيه أهل المذهب وقد أفاد العلامة قاسم فى فتاويه أنه لا يعمل بأبحاث شيخه ابن الهمام المخالفة للمذهب نعم نفس المؤمن تميل إلى قول المخالف فى مسألة السب لكن اتباعنا للمذهب واجب وفى الحاوى القدسى ويؤدب الذمى ويعاقب على سبه دين الإسلام أو النبى أو القرآن اهـ. (البحرالرائق، ج۵، ص۱۲۴، و۱۲۵، كتاب السير،باب العشر والخراج والجزية، فصل فى الجزية)

[2] (ولا ينتقض عهده) أى عهد الذمى أى عقده للجزية (بالإباء) أى بالامتناع (عن) أداء (الجزية) لأن الغاية التى ينتهى بها القتال التزام الجزية، لا أداؤها والالتزام باق، وفى رواية مذكورة فى واقعات حسام: أن أهل الذمة اذا امتنعوا عن أداء الجزية، ينتقض العهد، ويقاتلون، وهو قول الثلاثة أيضا.

(والزّنا) أى ولا بالزنا (بمسلمةٍ) وعند أحمد وابن قاسم المالكى: ينتقض به. (وقتل) أى ولا ينتقض أيضا بقتل (مسلمٍ) خلافا للثلاثة. (وسبّ) أى ولا ينتقض أيضا بسب (النّبىّ – صلّى الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن علامہ عینی رحمہ اللہ کا امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف ذمہ وعہد ٹوٹنے کی نسبت کرنا، ان کے اصح قول کے خلاف ہے۔

اور مسلم وغیر مسلم کے متعلق، خود حنفیہ واضح فرق دلیل کے ساتھ بیان فرما چکے ہیں کہ مومن کا قتل ارتداد کی وجہ سے ہے، جبکہ کافر پہلے سے کافر ہے، اور وہ نبی کی نبوت وعظمت پر عقیدہ نہیں رکھتا، فافترقا ۔

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے ''منحةُ الخالق'' میں ''البحرُ الرائق'' کی مذکورہ عبارت کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا کہ:

> یہ کہنا کہ اس قتل کی روایت میں کوئی اصل نہیں پائی جاتی، یہ فاسد ہے، کیونکہ پے در پے حنفیہ نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اس کی تعزیر وتادیب کی جائے گی، جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا قتل کرنا زجراً لغیرہٖ کے طور پر جائز ہے، کیونکہ تعزیر میں قتل تک ترقی کرنا جائز ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب بھی اصح قول کے مطابق عہد نہ ٹوٹنے کا ہمارے مذہب کی طرح ہے، جیسا کہ ابنِ سبکی نے فرمایا۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

عليه وسلّم –) لأن يهوديا قال لرسول الله صلى الله عليه وسلم : السام عليك فقال أصحابه : نقتله قال : (لا) . رواه البخارى وأحمد ، وقال الشافعي : ينتقض به ، لأنه ينقض الايمان ، فالأمان أولى وبه قال مالك وأحمد رحمهم الله تعالى ، واختيارى هذا ، لأن المسلم اذا سب النبى صلى اللله عليه وسلم ، يكفر حتى لو حكم به الحاكم يقتل به فكيف لو صدر هذا من مجرم عدو للدين ؟ (شرح العينى على كنز الدقائق ، ج : ١ ص : ۴۴٠ ، باب فى بيان أحكام العشر والخراج والجزية وبيان مصارفها ، فصل فى بيان أحكام الجزية)

[1] (قوله كما أن قول العينى واختيارى إلخ) قال الرملى عبارة العينى قال الشافعى ينتقض به لأنه ينقض الإيمان فالأمان أولى وبه قال مالك وأحمد واختيارى هذا فقوله هذا إشارة إلى النقض لا إلى القتل ولا يلزم من عدم النقض عدم القتل وقوله لا أصل له فى الراوية فاسد إذا صرحوا قاطبة بأنه يعزر على ذلك ويؤدب وهو يدل على جواز قتله زجرا لغيره إذ يجوز الترقى فى التعزير إلى القتل إذا عظم موجبه.

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

”ردُّ المحتار“ کا حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے ”ردُ المحتار“ میں علامہ عینی رحمہ اللہ کی طرف سے واقعاتِ حسام کی روایت کے متعلق فرمایا کہ:

اس کا روایت اور درایت کے طور پر ضعیف ہونا مخفی نہیں، کیونکہ متون اور غیر متون میں جو مذہب منصوص ہے، یہ اس مشہور روایت کے خلاف ہے اس لیے روایتاً ضعیف ہے، اور درایتاً یعنی معنیٰ کے اعتبار سے، اس لیے ضعیف ہے کہ جزیہ کا التزام جو قتل کو دفع کرنے والا ہے، وہ باقی ہے، جو کہ ان سے جبراً بھی لیا جائے گا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومذهب الشافعي -رحمه الله -عدم النقض به كمذهبنا على الأصح .
قال ابن السبكى لا ينبغى أن يفهم من عدم الانتقاض أنه لا يقتل فإن ذلک لا يلزم وقد حقق ذلک الوالد -رحمه الله -فى كتابه السيف المسلول على من سب الرسول وصحح أنه يقتل وإن قلنا بعدم انتقاض العهد اهـ.
كلام ابن السبكى فانظر إلى قوله ولا ينبغى أن يفهم من عدم الانتقاض أن لا يقتل وليس فى المذهب ما ينفى قتله خصوصا إذا أظهر ما هو الغاية فى التمرد وعدم الاكتراث والاستخفاف واستعلى على المسلمين على وجه صار مستمرا عليهم فما بحثه فى الفتح فى النقض مسلم مخالفته للمذهب وأما ما بحثه فى القتل فغير مسلم مخالفته للمذهب تأمل اهـ.
قلت وفى شرح المقدسى بعد نقله كلام العينى والفتح ما نصه وهو مما يميل إليه كل مسلم والمتون والشروح خلاف ذلک أقول :ولنا أن نؤدب الذمى تعزيرا شديدا بحيث لو مات كان دمه هدار كما عرف أن من مات فى تعزير أو حد لا شىء فيه اهـ.
(قوله وكذا وقع لابن الهمام بحث إلخ) حيث قال والذى عندى أن سبه -عليه الصلاة والسلام -أو نسبته ما لا ينبغى إلى الله تعالى إن كان مما لا يعتقدونه كنسبة الولد إلى الله تعالى وتقدس عن ذلک أن أظهره يقتل به وينتقض عهده وإن لم يظهر ولكن عثر عليه وهو يكتمه فلا وتمامه فيه .قلت وفى حاشية السيد أبى السعود عن الذخيرة ما يؤيده حيث قال وفى الذخيرة إذا ذكره بسوء يعتقده ويتدين به بأن قال إنه ليس برسول أو قتل اليهود بغير حق أو نسبه إلى الكذب فعند بعض الأئمة لا ينتقض عهده أما إذا ذكره بما لا يعتقده ولا يتدين به كما لو نسبه إلى الزنا أو طعن فى نسبه ينتقض اهـ (منحة الخالق عليالبحر الرائق ج۵،ص ۱۲۴،۱۲۵، كتاب السير،باب العشر والخراج والجزية، فصل فى الجزية)

البتہ واقعاتِ حسام کی روایت کی یہ تاویل ممکن ہے کہ جب ذمیوں کی کوئی جماعت کسی جگہ غلبہ حاصل کر لے اور عصیان اور مقابلہ کا اظہار کرے، تو اس وقت میں ان سے جزیہ لینا قتال کے بغیر ممکن نہیں ہوتا، واقعاتِ حسام کی روایت اسی صورت پر محمول کی جاسکتی ہے۔[1]

مذکورہ تمام عبارات سے معلوم ہوا کہ حنفیہ کے نزدیک ذمی کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کے اظہار سے عقدِ ذمہ نہیں ٹوٹتا۔

حنفیہ کی اس سلسلہ میں متون، شروح اور فتاویٰ کی بہت سی عبارات سے یہی مستفاد ہوتا ہے، جن کو طوالت کے باعث نقل نہیں کیا جارہا، جبکہ کچھ عبارات دوسرے باب کے ضمن میں بھی گزر چکی ہیں۔

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر محققانہ بحث فرمائی ہے، اور اس موضوع پر الگ رسالہ بھی تحریر فرمایا ہے، جس کا پہلے بھی ذکر گزرا، اس لیے علامہ شامی کی چند عبارات ذکر کی جاتی ہیں۔

''ردُّ المحتار'' کا دوسرا حوالہ

''ردُّ المحتار'' میں ہے کہ:

(قوله ويكون التعزير بالقتل) رأيت فى (الصارم المسلول) للحافظ ابن تيمية أن من أصول الحنفية أن ما لا قتل فيه عندهم

---

[1] (قوله ونقل العينى) حيث قال وفى رواية مذكورة فى واقعات حسام أن أهل الذمة إذا امتنعوا عن أداء الجزية ينتقض العهد، ويقاتلون وهو قول الثلاثة .اهـ.

ولا يخفى ضعفها رواية ودراية بحر .قلت :أما وجه الضعف رواية فلأنه خلاف الرواية المشهورة فى المذهب المنصوصة فى المتون وغيرها وأما الدراية أى الضعف من حيث المعنى، فلما علمت من بقاء الالتزام الدافع للقتل فتؤخذ منهم جبرا، ويمكن تأويل ما فى الواقعات، بما إذا كانوا جماعة تغلبوا على موضع هو بلدهم أو غيرهم وأظهروا العصيان والمحاربة، فإنها حينئذ لا يمكن أخذها منهم إلا بالقتال تأمل(رد المحتار، ج٤،ص ٢١٣ ،كتاب الجهاد،باب العشر والخراج والجزية)

مثل القتل بالمثقل والجماع فی غیر القبل إذا تکرر فللإمام أن یقتل فاعله، وکذلک له أن یزید علی الحد المقدر إذا رأی المصلحة فی ذلک، ویحملون ما جاء عن النبی -صلی الله علیه وسلم -وأصحابه من القتل فی مثل هذه الجرائم علی أنه رأی المصلحة فی ذلک ویسمونه القتل سیاسة، وکان حاصله أن له أن یعزر بالقتل فی الجرائم التی تعظمت بالتکرار وشرع القتل فی جنسها، ولهذا أفتی أکثرهم بقتل من أکثر من سب النبی -صلی الله علیه وسلم -من أهل الذمة وإن أسلم بعد أخذه وقالوا یقتل سیاسة .اهـ .وسیأتی تمامه فی فصل الجزیة إن شاء الله تعالی (رد المحتار، ج ۴،ص ۶۲، ۶۳، کتاب الحدود، باب التعزیر)

ترجمہ: اور (حنفیہ کے نزدیک) تعزیر، قتل کی صورت میں بھی ہوتی ہے، میں نے حافظ ابنِ تیمیہ کی ''الصارمُ المسلول'' میں دیکھا کہ حنفیہ کے اصولوں میں سے یہ بھی ہے کہ جس جرم پر ان کے نزدیک قتل نہیں، مثلاً بھاری چیز سے قتل کرنا، اور غیرِ قبل میں جماع کرنا، جب کوئی اس فعل کا بار بار ارتکاب کرے، تو امام کو اس فعل کے مرتکب کو قتل کرنا جائز ہوتا ہے، اور اسی طریقے سے امام کو (اس فعل و جرم کی) مقررہ حد سے زیادہ سزا دینا بھی جائز ہوتا ہے، جبکہ امام اس میں مصلحت دیکھے (یعنی یہ اختیار، امامُ المسلمین کو حاصل ہے) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے (احادیث وآثار میں) اس طرح کے جرائم میں (جن میں سابِّ رسول، یا سابۂ رسول کا قتل بھی داخل ہے) جو قتل کا ذکر وارِد ہوا ہے، اس کو وہ اسی پر محمول کرتے ہیں کہ انہوں نے اس میں مصلحت سمجھی، اور اس کا نام وہ ''سیاسۃً قتل'' رکھتے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ امام کے لیے بڑے جرائم کو بار بار کرنے کی

صورت میں تعزیراً قتل کرنا جائز ہوتا ہے، جبکہ اس کی جنس میں قتل مشروع ہو، اور اسی وجہ سے اکثر حنفیہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کثرت سے سب وشتم کرنے والے ذمی کے قتل کا فتویٰ دیا ہے، اگر چہ وہ پکڑے جانے کے بعد اسلام لے آئے، اورانھوں نے اس کو ''قتلِ سیاسی'' قرار دیا ہے، اوراس کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ جزیہ کی فصل میں آئے گی (ردُّ المحتار)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ حنفیہ کے نزدیک بعض جرائم کے بار بار ارتکاب کرنے پر مقررہ حد سے زیادہ سزا دینا، اور تعزیر کے طور پر قتل کرنا جائز ہے، جس کو انھوں نے ''قتلِ سیاسی'' کا نام دیا ہے۔

اوراسی بناء پر اگر کوئی ذمی بار بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کا ارتکاب کرے تو اس کو اسی '' قتلِ سیاسی'' کی بنیاد پر حنفیہ کے نزدیک قتل کرنا جائز ہے۔

اگر چہ وہ پکڑے جانے کے بعد اسلام لے آئے، اوراس کی وجہ حنفیہ کے نزدیک فساد فی الارض کی سعی ہے، جس کی تفصیل علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ وغیرہ کے حوالے سے دوسرے باب میں گزر چکی ہے اور کچھ کا ذکر آگے آتا ہے۔

مذکورہ عبارت میں تعزیر اور قتلِ سیاسی کا تو ذکر ہے، لیکن اس فعل کی وجہ سے عقدِ ذمہ ٹوٹنے کا ذکر نہیں، لہٰذا اس سے عقدِ ذمہ ٹوٹنا سمجھنا درست نہیں۔

پھراس تعزیر کا بھی امام کو اختیار حاصل ہے، جیسا کہ آگے تفصیلاً آتا ہے۔

''الدُّر المختار'' اور ''ردُّ المحتار'' کا حوالہ

''الدُّر المختار'' میں ہے کہ:

''ذمی، اگر اسلام، یا قرآن، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرے، تو اس کو تعزیر اور سزا دی جائے گی، اور عینی نے فرمایا کہ میرا مختار قول یہ ہے کہ سب وشتم

کرنے پر قتل کیا جائے گا، ابنِ ہمام نے بھی اس کی اتباع کی ہے، اور ابنِ کمال باشا نے فرمایا کہ حق یہ ہے کہ ہمارے نزدیک جب وہ علانیہ سب وشتم کرے، تو اس کو قتل کیا جائے گا، ''سیر الذخیرۃ'' میں اس کی تصریح کی گئی ہے، اور اس پر، اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے، جس میں عورت کو علانیہ سب وشتم کرنے پر قتل کا ذکر ہے، اور عمیر بن عدی کی روایت سے بھی استدلال کیا گیا ہے''۔ [1]

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے ''ردُّ المحتار'' میں ''الدُّر المختار'' کی مذکورہ عبارت کی تشریح کرتے ہوئے جو کچھ فرمایا، وہ ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

(قوله ويؤدب الذمي ويعاقب إلخ) أطلقه فشمل تأديبه وعاقبه بالقتل، إذا اعتاده، وأعلن به كما يأتي، ويدل عليه ما قدمناه آنفا عن حافظ الدين النسفي، وتقدم في باب التعزير أنه يقتل المكابر بالظلم وقطاع الطريق والمكاس وجميع الظلمة وجميع الكبائر، وأنه أفتى الناصحي بقتل كل مؤذ .

ورأيت في كتاب الصارم المسلول لشيخ الإسلام ابن تيمية الحنبلي ما نصه :وأما أبو حنيفة وأصحابه فقالوا :لا ينتقض العهد

---

[1] (ويؤدب الذمي ويعاقب على سبه دين الإسلام أو القرآن أو النبي) - صلى الله عليه وسلم - حاوي وغيره قال العيني :واختياري في السب أن يقتل .اهـ.
وتبعه ابن الهمام .قلت :وبه أفتى شيخنا الخير الرملي وهو قول الشافعي، ثم رأيت في معروضات المفتي أبي السعود، أنه ورد أمر سلطاني بالعمل بقول أئمتنا القائلين بقتله إذا ظهر أنه معتاده وبه أفتى ثم أفتى في بكر اليهودي قال لبشر النصراني نبيكم عيسى ولد زنا بأنه يقتل لسبه للأنبياء - عليهم الصلاة والسلام -اهـ .قلت :ويؤيده أن ابن كمال باشا في أحاديثه الأربعينية في الحديث الرابع والثلاثين :يا عائشة لا تكوني فاحشة ما نصه :والحق أنه يقتل عندنا إذا أعلن بشتمه -عليه الصلاة والسلام -صرح به في سير الذخيرة، حيث قال :واستدل محمد لبيان قتل المرأة إذا أعلنت بشتم الرسول بما روي أن عمر بن عدي لما سمع عصماء بنت مروان تؤذي الرسول فقتلها ليلا مدحه -صلى الله عليه وسلم -على ذلك انتهى فليحفظ (الدرالمختار مع ،ج۴،ص۲۱۶ ،كتاب الجهاد،باب العشر والخراج والجزية)

بـالسب، ولا يقتل الذمى بذلک لكن يعزر على إظهار ذلک كما يـعـزر عـلـى إظهـار الـمـنـكـرات التـى ليـس لهم فعلها من إظهار أصـواتهـم بـكـتـابهـم ونـحو ذلک وحكاه الطحاوى عن الثورى، ومـن أصـولهـم يـعـنـى الـحنفية أن ما لا قتل فيه عندهم مثل القتل بالمثقل، والجماع فى غير القبل إذا تكرر، فللإمام أن يقتل فاعله، وكـذلک لـه أن يـزيـد عـلـى الحد المقدر إذا رأى المصلحة فى ذلک ويـحـمـلـون مـا جاء عن النبى -صـلـى الـلـه عليه وسلم - وأصـحـابه من القتل فى مثل هذه الجرائم، على أنه رأى المصلحة فـى ذلک ويسمونه القتل سياسة .وكـان حاصله :أن له أن يعزر بـالـقـتـل فـى الـجـرائـم التـى تـعظمت بالتكرار، وشرع القتل فى جـنسهـا؛ ولهذا أفتى أكثرهم بقتل من أكثر من سب النبى -صلى الـلـه عليه وسلم -مـن أهل الذمة وإن أسلم بعد أخذه، وقالوا يقتل سياسة، وهذا متوجه على أصولهم .اهـ .

فـقـد أفـاد أنـه يجوز عندنا قتله إذا تكرر منه ذلک وأظهره وقوله وإن أسـلـم بعد أخذه لم أر من صرح به عندنا لكنه نقله عن مذهبنا وهو ثبت فيقبل .

(قـولـه قال العينى إلخ) قـال فى البحر :لا أصـل له فى الرواية اهـ ورده الـخيـر الـرملى، بأنه لا يلزم من عدم النقض عدم القتل، وقد صـرحوا قاطبة بأنه يعزر على ذلک، ويؤدب وهو يدل على جواز قتـلـه زجـرا لـغيـره إذ يجوز الترقى فى التعزير إلى القتل، إذا عظم موجبه ومذهب الشافعى كمذهبنا على الأصح .

قال ابن السبكى :لا ينبغى أن يفهم من عدم الانتقاض أنه لا يقتل، فإن ذلك لا يلزم .اهـ .

وليس فى مذهبنا ما ينفى قتله خصوصا إذا أظهر ما هو الغاية فى التمرد، وعدم الاكتراث والاستخفاف واستعلى على المسلمين على وجه صار متمردا عليهم اهـ .

ونقل المقدسى ما قاله العينى، ثم قال، وهو مما يميل إليه كل مسلم، والمتون، والشروح خلافه.

أقول ولنا أن نؤدب الذمى تعزيرا شديدا بحيث لو مات كان دمه هدرا .اهـ.

قلت :لكن هذا إذا أعلن بالسب وكان مما لا يعتقده كما علمته آنفا.

(قوله وتبعه ابن الهمام) حيث قال والذى عندى أن سبه -عليه الصلاة والسلام -أو نسبة ما لا ينبغى إلى الله تعالى إن كان مما لا يعتقدونه كنسبة الولد إلى الله تعالى وتقدس عن ذلك إذا أظهره يقتل به وينتقض عهده، وإن لم يظهره ولكن عثر عليه، وهو يكتمه فلا وهذا لأنه الغاية فى التمرد والاستخفاف بالإسلام والمسلمين، فلا يكون جاريا على العقد الذى يدفع عنه القتل وهو أن يكون صاغرا ذليلا إلى أن قال :وهذا البحث منا يوجب أنه إذا استعلى على المسلمين على وجه صار متمردا عليهم يحل للإمام قتله أو يرجع إلى الذل والصغار .اهـ .

قال فى البحر :وهو بحث خالف فيه أهل المذهب اهـ.

وقال الخير الرملي إن ما بحثه في النقض مسلم مخالفته للمذهب وأما ما بحثه في القتل فلا اهـ أي لما علمته آنفا من جواز التعزير بالقتل ولما يأتي من جواز قتله إذا أعلن به .

(قوله وبه أفتى شيخنا) أي بالقتل لكن تعزيرا كما قدمناه عنه وينبغي تقييده بما إذا ظهر أنه معتاده كما قيده به في المعروضات أو بما إذا أعلن به كما يأتي بخلاف ما إذا أعثر عليه، وهو يكتمه كما مر عن ابن الهمام.

(قوله وبه أفتى) أي أبو السعود مفتي الروم بل أفتى به أكثر الحنفية إذا أكثر السب، كما قدمناه عن الصارم المسلول، وهو معنى قوله :إذا ظهر أنه معتاده ومثله ما إذا أعلن به كما مر، وهذا معنى قول ابن الهمام إذا أظهره يقتل به، فلم يكن كلامه مخالفا للمذهب، بل صرح به محرر المذهب الإمام محمد كما يأتي .

(قوله بأنه يقتل) لم يقيده بما إذا اعتاده كما قيد به أولا فظاهره أنه يقتل مطلقا وهو موافق لما أفتى به الخير الرملي ولما مر عن العيني والمقدسي، لكن علمت تقييده بالإعلان، أو بما في الصارم المسلول من اشتراط التكرار .

(قوله لسبه للأنبياء) المراد الجنس وإلا فهو قد سب نبيا واحدا .

(قوله ويؤيده) أي يؤيده قتل الكافر الساب ....

(قوله حيث قال إلخ) بيانه أن هذا استدلال من الإمام محمد - رحمه الله تعالى -، على جواز قتل المرأة إذا أعلنت بالشتم فهو مخصوص من عموم النهي عن قتل النساء ، من أهل الحرب كما

ذکره فی السیر الکبیر فیدل علی جواز قتل الذمی المنهی عن قتله بعقد الذمة، إذا أعلن بالشتم أیضا، واستدل لذلک فی شرح السیر الکبیر بعدة أحادیث منها :حدیث أبی إسحاق الهمدانی قال جاء رجل إلی رسول الله -صلی الله علیه وسلم -وقال سمعت امرأة من یهود وهی تشتمک والله یا رسول الله إنها لمحسنة إلی فقتلتها فأهدر النبی -صلی الله علیه وسلم -دمها

(رد المحتار، ج۴،ص ۲۱۴ الیٰ ۲۱۶، ملخصاً، کتاب الجهاد،باب العشر والخراج والجزیة)

ترجمہ: ماتن کا یہ قول کہ ''ذمی کو تادیب کی جائے گی، اور سزا دی جائے گی، الخ'' یہ مطلق ہے، لہٰذا اس کی تادیب اور سزا قتل کو بھی شامل ہے، جب کسی کو اس کی عادت ہو، اور وہ علانیہ اس عمل کو کرے، جیسا کہ آگے آتا ہے، اور اس پر دلالت اس سے بھی ہوتی ہے، جو ہم نے ابھی حافظ الدین نسفی کے حوالے سے ذکر کیا، اور بابُ التعزیر میں گزر چکا کہ بڑے مظالم کا ارتکاب کرنے والوں کو، اور ڈاکوؤں کو، اور ظالمانہ طریقے پر بھتہ خوری کرنے والوں کو اور ظالموں کی جماعت، اور کبائر کے مرتکبین کی جماعت کو قتل کیا جائے گا، اور ''الناصحی'' نے ہر موذی کے قتل کا فتویٰ دیا ہے۔ [1]

اور میں نے شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ حنبلی کی کتاب ''الصارمُ المسلول''میں یہ بات دیکھی کہ امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کا قول یہ ہے کہ سب وشتم کرنے سے عہد نہیں ٹوٹے گا، اور ذمی کو اس کی وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا، لیکن اس کے اظہار کرنے پر تعزیر کی جائے گی، جیسا کہ ان منکرات کے اظہار پر تعزیر کی جاتی

[1] ان سب لوگوں کے قتل کی وجہ فساد فی الارض کی سعی ہے۔ محمد رضوان۔

ہے، جن کی ان کو بلند آواز سے کرنے کی اجازت نہیں، جس میں ذمیوں کا اپنی کتاب کو بلند آواز سے پڑھنا وغیرہ بھی داخل ہے، اور امام طحاوی نے امام ثوری سے اسی کو روایت کیا ہے، اور حنفیہ کے اصولوں میں سے یہ بات ہے کہ ان کے نزدیک، جن چیزوں میں قتل نہیں ہوتا، جیسا کہ بھاری چیز سے قتل کرنا، اور غیرِ قبُل میں جماع کرنا، جب اس فعل کا بار بار ارتکاب کرے، تو امام کو اس فعل کے مرتکب کو قتل کرنا جائز ہوتا ہے، اور اسی طریقے سے امام کو مقررہ حد سے زیادہ سزا دینا بھی جائز ہوتا ہے، جبکہ امام اس میں مصلحت دیکھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے اس طرح کے جرائم میں جو قتل کا ذکر وارِد ہوا ہے، اس کو وہ اسی پر محمول کرتے ہیں کہ انہوں نے اس میں مصلحت سمجھی، اور اس کا نام وہ ''سیاسۃً قتل'' رکھتے ہیں۔ [1]

جس کا حاصل یہ ہے کہ امام کے لیے بڑے جرائم کو بار بار کرنے کی صورت میں تعزیراً قتل کرنا جائز ہوتا ہے، جبکہ اس کی جنس میں قتل مشروع ہو، اور اسی وجہ سے اکثر حنفیہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کثرت سے سب وشتم کرنے والے ذمی کے قتل کا فتویٰ دیا ہے، اگرچہ وہ پکڑے جانے کے بعد اسلام لے آئے، اور انہوں نے اس کو ''قتلِ سیاسی'' قرار دیا ہے، اور یہ ان حنفیہ کے اصولوں پر صادق آتا ہے۔

پس اس (علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے کلام) سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہمارے

---

[1] مذکورہ عبارت میں تصریح ہے کہ مذکورہ افعال کے مرتکب کو قتل کرنا جائز ہے، واجب نہیں اور اس قتل میں امام کی مصلحت کی قید بھی لگی ہوئی ہے، اور کبھی مصلحت قتل نہ کرنے کی بھی ہوسکتی ہے، اسی وجہ سے فقہاء نے مصلحت کے وقت غیر مسلم قیدیوں کے حق میں ''منّ'' اور ''فدا'' کو بھی جائز قرار دیا ہے۔

پس جب اس کا مدار امام کی مصلحت پر ہے، جس کی عالمی سطح پر نظر ہوتی ہے اور اس کو عالمی سطح کے حالات کا مقابلہ کرنا ہوتا ہے، تو عوام کا امام کی مصلحت میں ٹانگ اڑانا اور اسے اپنی رائے کا پابند کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے، جیسا کہ آج کل بعض جذباتی عوام کی عادت ہوگئی ہے۔ محمد رضوان۔

نزدیک اس کو قتل کرنا جائز ہے، جب اس فعل کا بار بار ارتکاب کرے، اور اس کا اظہار کرے، اور رہا علامہ ابنِ تیمیہ کا یہ فرمانا کہ اگرچہ وہ پکڑے جانے کے بعد اسلام لے آئے، تو میں نے اپنے حنفی حضرات سے اس بارے میں تصریح نہیں دیکھی، لیکن انہوں نے ہمارا مذہب نقل کیا ہے، اور وہ مستند شخصیت ہیں، لہٰذا ان کی بات کو قبول کرلیا جائے گا۔ [1]

اور ماتن کا یہ کہنا کہ ''عینی نے فرمایا، الخ'' بحر میں فرمایا کہ اس بات کی روایت میں کوئی اصل نہیں پائی جاتی، لیکن خیر رملی نے اس کی تردید کی ہے، اور فرمایا کہ عہد نہ ٹوٹنے سے قتل نہ ہونے کا حکم لازم نہیں آتا، کیونکہ فقہائے حنفیہ نے پے در پے اس بات کی تصریح کی ہے کہ اس پر تعزیر کی جائے گی، اور تادیب کی جائے گی، جو کہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا قتل کرنا زجراً لغیرہٖ کے طور پر جائز ہے، کیونکہ تعزیر میں قتل تک ترقی کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے، جبکہ اس فعل (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم) کا حکم شدید ہے، اور شافعیہ کا اصح قول بھی ہمارے مذہب کے مطابق ہے۔ [2]

ابنِ سبکی نے فرمایا کہ یہ بات درست نہیں کہ عہد نہ ٹوٹنے سے قتل نہ ہونا سمجھا جائے، کیونکہ اس سے یہ بات لازم نہیں آتی، اھ۔

اور ہمارے (یعنی حنفیہ کے) مذہب میں بھی کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی، جو کہ اس کے قتل کی نفی کرے، خاص طور سے، جبکہ ذمی سب وشتم کا اظہار کرے، جو کہ اس کی سرکشی کی انتہا ہے، اور اس کی اہمیت نہ ہونے اور استخفاف کی انتہا ہے، جس

---

[1] اور قبول کرنا اسی صورت میں ہے، جبکہ اس کو قتل کیے بغیر چھوڑ دینا، زمین میں فساد کی سعی کا باعث ہو، جیسا کہ پہلے گزرا، اور آگے بھی آتا ہے، اور امام کی طرف سے مصلحت کی قید یہاں بھی ملحوظ رہنا ضروری ہے۔ محمد رضوان۔

[2] ''زجراً لغیرہ'' کی قید سے ظاہر ہوا کہ قتل کا سبب نہ تو ''حد'' ہے اور نہ ہی عقدِ ذمہ کا ٹوٹنا ہے، بلکہ سیاست و مصلحت کا متقاضی ہونا ہے، جو امام المسلمین کی رائے پر موقوف ہے۔ محمد رضوان۔

کی وجہ سے اس نے مسلمانوں پر ایسی تعلّی اختیار کی ہے کہ وہ اس کی وجہ سے ان پر سرکشی کرنے والا شمار ہو گیا ہے، اھ۔

اور مقدسی نے بھی وہی بات نقل کی ہے، جو علامہ عینی کا قول ہے، اور پھر فرمایا کہ ہر مسلمان کا دل اسی کی طرف مائل ہوتا ہے، جبکہ (حنفیہ کے) متون اور شروح اس کے خلاف ہیں۔

میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ ہمیں یہ حق حاصل ہے کہ ہم ذمی کو ایسی تعزیرِ شدید کی سزا دیں کہ اگر وہ مرجائے، تو اس کا خون معاف ہوگا۔اھ۔

میں کہتا ہوں کہ یہ حکم اس وقت ہے، جبکہ وہ علانیہ سب وشتم کرے، اور سب وشتم میں ایسی بات کرے، جس کا وہ (یعنی اہلِ ذمہ) عقیدہ نہیں رکھتے، جیسا کہ آپ ابھی جان چکے ہیں۔ [1]

ماتن کا یہ قول کہ ''اسی کی ابنِ ہمام نے اتباع کی ہے'' علامہ ابنِ ہمام نے یہ فرمایا کہ میرے نزدیک نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو سب وشتم کرنا، یا اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی نسبت کرنا، جو اللہ کے شایانِ شان نہیں، اگر وہ اس کا عقیدہ نہیں رکھتے، جیسا کہ **اللّٰہ تعالیٰ وتقدس عن ذالک** کی طرف اولاد کی نسبت کرنا، جب وہ اس کا اظہار کرے، تو اس کو قتل کیا جائے گا، اور اس کا عہد ٹوٹ جائے گا، اور اگر وہ اس کا اظہار نہ کرے، اور اس پر قابو پالیا جائے، اور وہ اس کو چھپاتا ہو، تو پھر اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سرکشی کی انتہا ہے، اور یہ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ استخفاف ہے، پس یہ اس عقد پر جاری نہیں ہوگا، جس سے قتل کو دفع کر دیا جاتا ہے، جو کہ یہ ہے کہ وہ حقیر اور ذلیل ہو کر رہے گا، علامہ ابنِ ہمام نے یہاں تک فرمایا کہ یہ بحث ہماری طرف سے اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ

---

[1] پس اگر کوئی ذمی یہ کہے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر عقیدہ نہیں رکھتا، تو اس کو تعزیر شدید نہیں کی جائے گی، کیونکہ اس کا یہ عقیدہ کافر ہونے کی وجہ سے پہلے ہم قبول کر چکے ہیں۔محمد رضوان۔

جب ذمی، مسلمانوں پر ایسے طریقے سے تعلّی اختیار کرے کہ وہ ان پر سرکشی کرنے والا ہو جائے، تو امام کے لیے اس کو قتل کرنا، یا اس کو ذلت اور تحقیر کی طرف لوٹانا حلال ہو جاتا ہے، اھ۔

''بحر'' میں فرمایا کہ ابنِ ہمام کی یہ بحث اہلِ مذہب کے مخالف ہے، اھ۔

اور خیر رملی نے فرمایا کہ علامہ ابنِ ہمام کی بحث، عہد کے ٹوٹنے میں تو مسلّم ہے کہ یہ مذہب کے مخالف ہے، لیکن جہاں تک ان کے قتل کی بحث کا تعلق ہے، تو وہ مذہب کے مخالف نہیں، اھ۔ یعنی اس وجہ سے کہ جو آپ ابھی جان چکے ہیں کہ تعزیر بالقتل جائز ہے، اور جیسا کہ آگے آتا ہے کہ جب وہ علانیہ سب وشتم کرے، تو اس کا (تعزیر و سیاست کے طور پر) قتل کرنا جائز ہے۔

ماتن کا یہ قول کہ ''اسی کا ہمارے شیخ نے فتویٰ دیا ہے'' یعنی قتل کرنے کا، لیکن تعزیر کے طور پر، جیسا کہ ہم نے ان کے حوالے سے ابھی ذکر کیا، اور اس میں یہ قید لگانا بھی ضروری ہے کہ جب یہ ظاہر ہو جائے کہ یہ اس کی عادت ہے، جس کی ''المعروضات'' میں قید لگائی گئی ہے، یا وہ اس فعل کا علانیہ ارتکاب کرے، جیسا کہ آگے آتا ہے، بخلاف اس کے کہ جب اس پر قابو پا لیا جائے، اور وہ اس کو چھپاتا ہو، تو پھر اس کو (تعزیراً بھی) قتل نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ ابنِ ہمام کے حوالے سے گزرا۔

ماتن کا یہ قول کہ ''اسی کا ابو السعود مفتی روم نے فتویٰ دیا ہے'' بلکہ اکثر حنفیہ نے فتویٰ دیا ہے، جب وہ کثرت سے سب وشتم کرے، جیسا کہ ہم ''الصارمُ المسلول'' کے حوالے سے پہلے ذکر کر چکے ہیں، اور یہی مطلب، ان کے اس قول کا بھی ہے کہ جب وہ اس سب وشتم کو ظاہر کرے، تو اس کو قتل کیا جائے گا، پس اس حیثیت سے علامہ ابنِ ہمام کا کلام، مذہب کے مخالف شمار نہیں

ہوگا، بلکہ اسی کی، مذہب کے محرر امام محمد نے تصریح کی ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ [1]

ماتن کا یہ قول کہ ''اس کو قتل کیا جائے گا'' اس کو اس کی عادت کے ساتھ مقید نہیں کیا، جیسا کہ پہلے مقید کیا تھا، جس کا ظاہر یہ ہے کہ اس کو مطلقاً قتل کیا جائے گا، اور یہ خیر رملی کے فتوے کے موافق ہے، اور عینی اور مقدسی کے مذکورہ قول کے بھی مطابق ہے، لیکن آپ اس کے علانیہ ہونے کے ساتھ مقید ہونے کو جان چکے ہیں، یا ''الصارمُ المسلول'' کے حوالے سے، تکرار کے مشروط ہونے کے ساتھ جان چکے ہیں۔ [2]

ماتن کا یہ قول کہ ''انبیاء کو سب وشتم کرنے کی وجہ سے'' اس سے مراد جنس ہے، یا یہ مراد ہے کہ وہ کسی ایک (قطعی واجماعی) نبی کو سب وشتم کرے۔

ماتن کا یہ قول کہ ''جس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے'' یعنی سب وشتم کرنے والے کافر کی تائید۔......

ماتن کا یہ قول کہ ''حیث قال، الخ'' اس کی توضیح یہ ہے کہ یہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا استدلال ہے، عورت کے قتل کے جائز ہونے پر، جب وہ علانیہ سب وشتم

---

[1] لیکن عہد ٹوٹنے کا قول، مذہب کے مخالف پھر بھی ہوگا، کیونکہ امام محمد سے عہد ٹوٹنے کی تصریح منقول نہیں، بلکہ قتل کا حکم منقول ہے، اور علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ کے حوالہ سے یہ بات گزر چکی ہے اور آگے بھی آتی ہے کہ حنفیہ اس کو قتلِ سیاسی قرار دیتے ہیں، جو امام کی رائے پر موقوف ہے۔

اور قتل کا حکم عہد ٹوٹنے کو مستلزم نہیں، جس طرح عہد کا نہ ٹوٹنا قتل نہ ہونے کو مستلزم نہیں۔

بلکہ قتل کا حکم بھی متعین نہیں، اور حسبِ مصلحت اس سے کم سزا، مثلاً حبس وقید وغیرہ کی بھی جائز ہے۔ محمد رضوان۔

[2] لیکن یہاں حنفیہ کے قواعد کی رو سے دو باتیں الگ الگ ہیں، جن میں التباس کا ہونا غلط فہمی کا باعث ہوسکتا ہے۔

ایک تو یہ کہ تکرار وعادت وغیرہ کی بناء پر غلبہ پالینے کے بعد توبہ قبول نہیں کی جاتی، اور اس کی وجہ فساد فی الارض کی سعی ہے ''کقطاع الطریق''۔

دوسرے عادت نہ ہونے کی صورت میں توبہ مطلقاً قبول کی جاتی ہے، باقی دونوں صورتوں میں قتل سیاسی ہی ہے، اور ساتھ ہی امام المسلمین کی رائے کی طرف مفوض بھی ہے۔ محمد رضوان۔

کرے، پس یہ اہلِ حرب کی عورتوں کے قتل کی عام ممانعت سے مخصوص ہے، جیسا کہ اس کو ''السیر الکبیر'' میں انہوں نے ذکر کیا ہے، جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس ذمی کو قتل کرنے کی عقدِ ذمہ کی وجہ سے ممانعت ہے، اس ذمی کو اس وقت قتل کرنا جائز ہے، جب وہ علانیہ سب وشتم کرے، اور ''السیر الکبیر'' کی شرح میں (شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ کی طرف سے) اس پر چند احادیث سے استدلال کیا گیا ہے، جن میں سے ایک حدیث ابواسحاق ہمدانی کی ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور اس نے کہا کہ میں نے یہود کی ایک عورت کو سنا کہ وہ آپ کو سب وشتم کررہی تھی، اور اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول وہ میرے ساتھ اچھا سلوک کرنے والی تھی، تو میں نے اسے قتل کردیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو معاف فرمادیا (ردُّ المحتار)

اس طرح کی مختلف احادیث وآثار آگے آخری فصل میں آتے ہیں۔

اور علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ بھی تصریح فرماچکے ہیں کہ حنفیہ ان احادیث وآثار کو قتلِ سیاسی پر محمول فرماتے ہیں۔

''ردُّ المحتار'' کا ایک اور حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے ''ردُّ المحتار'' میں ایک مقام پر فرمایا کہ:

نعم قد يقتل الكافر، ولو امرأة إذا أعلن بشتمه -صلى الله عليه وسلم -كما مر فى الفصل السابق (رد المحتار، ج۴،ص ۲۲۱، کتاب الجهاد، باب المرتد)

ترجمہ: البتہ کبھی کافر کو قتل کیا جاتا ہے، اگرچہ عورت ہو، جب وہ علانیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرے (ردُّ المحتار)

حنفیہ کا یہ مؤقف مختلف احادیث وآثار کے مطابق ہے، لیکن حنفیہ کے نزدیک یہ قتل، دراصل تعزیر وسیاست کے طور پر ہے، اورامامُ المسلمین کواس کا اختیار ہے کہ وہ حسبِ مصلحت تعزیر کو قتل تک متعدی کرے، اور چاہے، تو اس سے کم سزا تجویز کرے۔

جس کی وجہ یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک اس کی تعزیر قتل کی شکل میں متعین نہیں، اسی وجہ سے اس کو امامُ المسلمین کی رائے کی طرف مفوض کیا گیا ہے، جس میں عظیم حکمت ہے، کیونکہ مختلف اشخاص اور زمانوں کے اعتبار سے حالات کا تقاضا، مختلف ہوسکتا ہے، جیسا کہ اہلِ عقل سے مخفی نہیں۔

”تنبیہُ الولاۃ والحکام“ کا حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ اپنے رسالہ ”تنبيهُ الولاة والحكام علىٰ احكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام“ میں فرماتے ہیں کہ:

ويدل على ان العلة الكفر لاخصوص السب عندنا ان الساب اذا كان كافرا لايقتل عندنا الا اذا رآه الامام سياسة ولو كان السب هو العلة لقتل به حدا لاسياسة فاحفظ هذا التقرير، فانه ينفعك فيما سيأتى مع مزيد تحرير (كتاب تنبيه الولاة والحكام علىٰ احكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام، صفحه ٣٨، الباب الاول، الفصل الاول، المسئلة الثانية، مطبوعة: دارالآثار، القاهرة، المصر، الطبعة الاولىٰ: 2007ء)

ترجمہ: اور ہمارے نزدیک (قتل کی) اصل علت ”کفر“ کے ہونے، اور خاص سب وشتم کے نہ ہونے پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ جب (سب وشتم کرنے

والا پہلے سے) کافر ہو، تو اس کو ہمارے نزدیک قتل نہیں کیا جاتا، مگر اسی صورت میں جبکہ امام المسلمین اس کی سیاسی طور پر ضرورت سمجھے، اور اگر سب وشتم کرنا ہی اس کے قتل کی علت ہوتا، تو اس (کافر) کو بھی ''حد'' کے طور پر قتل کیا جاتا، سیاست کے طور پر قتل نہ کیا جاتا، پس اس تقریر کو یاد کر لیجیے، کیونکہ یہ آپ کو آنے والی مزید تحریر کے ساتھ نفع بخش ہوگی (کتاب تنبیۃ الولاۃ)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ حنفیہ کے نزدیک ''سابِّ رسول'' کافر کو صرف سیاسی طور پر قتل کیا جاتا ہے، جبکہ امامُ المسلمین، اس میں مصلحت سمجھے، اور اگر اس کے خلاف، کسی دوسرے طریقہ پر تعزیر میں مصلحت سمجھے، تو اس کا بھی اس کو اختیار حاصل ہے، جس پر کسی کی طرف سے امامُ المسلمین کو ملامت کرنا، روا نہیں۔

''تنبیہُ الولاۃ والحکام'' کا دوسرا حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ''**تنبیہُ الولاۃ والحکام علیٰ احکام شاتم خیر الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام**'' میں سابِّ رسول کے ذمی ہونے کے مسئلے سے متعلق ایک مستقل فصل ''**الفصل الثالث فی حكم الساب من اهل الذمة**'' کے عنوان سے قائم کی ہے، ذیل میں اس پوری فصل کی مکمل عبارت کو ذکر کیا جاتا ہے، جس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے متصل ''خاتمہ'' کو بھی نقل کیا جائے گا، اور ساتھ ہی اس پوری عبارت کا اردو زبان میں ترجمہ اور اس کے ذیل میں بعض حواشی کا اضافہ کیا جائے گا۔

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قال الإمام السبكی فی "السيف المسلول": قال أبو سليمان الخطابی: "إذا كان السابُّ ذِميا".

قال مالک: من شتم النبی صلی الله علیه وسلم من الیهود والنصاریٰ قُتل، إلا أن یسلم، وکذا قال أحمد.

وقال الشافعی: یقتل الذمی إذا سب النبی صلی الله علیه وسلم وتبرأ منه الذمة، واحتج فی ذلک بخبر کعبِ بن الأشرف.

وحکی عن أبی حنیفة رحمه الله قال : لا یقتل الذمی بشتم النبی صلی الله علیه وسلم لأن ما هم علیه من الشرکِ أعظم.

وقال القاضی عیاض: أما الذمی إذا صرح بسب، أو عرض، أو استخف بقدره، أو وصفه بغیر الوجه الذی کفر به، فلا خلاف عندنا فی قتله إن لم یُسلم، لأنا لم نعطه الذمة والعهد علیٰ هذا.

وهو قول عامة العلماء إلا أبا حنیفة، والثوری، وأتباعهما من أهل الکوفة، فإنهم قالو: لا یقتل لأن ما هو علیه من الشرک أعظم، ولکن یودَّبُ و یُعزَّر.

وقال السبکی أیضاً ما حاصله: لا أعلم خلافاً بین القائلین بقتلهٖ من المذاهب الثلاثة، المالکیة، والشافعیة، والحنابلة، فی أنهٗ تصح توبتهٗ مع بقائه علی الکفر.

أما إذا أسلم ففی کل من المذاهب الثلاثة خلاف:

أما المالکیة: فعن مالکٍ روایتان مشهورتان فی سقوط القتل عنه بالاسلام.

وإن قالوا: فی المسلم لا یسقط القتل عنه بالإسلام بعد السب، (أی علی الروایة المشهورة عن مالک، خلافاً لروایة الولید عنه)

وأما الحنابلة فکذلک عندهم فی توبة السابِّ ثلاث روایات:

أحدها: تقبل توبتهٗ مطلقاً، أو مسلماً كان، أو كافراً.

الثانية: لا تقبل مطلقاً.

والثالثة: تقبل توبة الذمی بالإسلام، لا توبة المسلم، والمشهور عندهم عدم القبول مطلقا.

وأما الشافعية: فالمشهور عندهم القبول مطلقاً.

وأما استتابته فإن قلنا: لا يسقط القتل عنه بالإسلام، فلا يستتاب.

وإن قلنا يسقط، فقد ذهب بعضُ العلماء أيضاً إلى أنهٗ لا يستتاب، ويكون كالأسير الحربی يقتل قبل الاستتابة، فإن أسلم سقط عنه القتل. وهذا وجه فی مذهب أحمد علی الرواية بسقوط القتل بالأسلام وقريب منه فی مذهب مالك.

وأما أصحاب الشافعی فلم يصرحوا بذلك وقد تقدم عنهم فی المسلم أنه يستتاب، والوجه القطع هنا بأن الاستتابة لا تجب، أما استحبابها فلا يبعد القول به. اهـ.

أقول والمصرح به عندنا فی المتون والشروح: أن الذمی لاينتقض عهده بسب النبی ﷺ وكذا بالاباء عن الجزية والزنا بمسلمة وقتل مسلم.

وذكر شيخ الإسلام العلامة العينی: رواية فی نقض عهده فی الامتناع عن أداء الجزية،ونقل عن الشافعی: انتقاضه بالسب، ثم قال: واختياری هذا، أی ماقاله الشافعی.

وقال العلامة المحقق الشيخ كمال الدين ابن الهمام: " والذمی " ان سبهٗ صلی الله عليه وسلم أو نسبة مالاينبغی الی الله تعالیٰ، إن

كان مما لايعتقدونه كنسبة الولد إلى الله تعالىٰ وتقدس عن ذلك، إذا أظهره يقتل به وينتقض عهده.

وإن لم يظهره ولكن عثر عليه وهو يكتمه فلا، وهذا لأن دفع القتل والقتال عنهم بقبول لجزية الذى هو المراد بالإعطاء، مقيد بكونهم صاغرين أذلاء بالنص.

ولا خلاف أن المراد استمرار ذلك لا عند مجرد القبول، وإظهار ذلك منه ينافى قيد قبول الجزية دافعاً لقتله، لأنه الغاية فى التمرد، وعدم الإلتفات، والاستخفاف بالإسلام، والمسلمين، فلا يكون جارياً على العقد الذى يدفع عنه القتل، وهو أن يكون صاغراً ذليلاً الخ.

ورده فى البحر: بأنه بحث مخالف للمذهب قال وقد أفاده العلامة قاسم فى "فتاواه" أنه لايعمل بابحاث شيخه ابن الهمام المخالفة للمذهب، نعم نفس المؤمن تميل الى مذهب المخالف فى مسئلة السب، لكن اتباعنا للمذهب واجب.

وفى الحاوى القدسى: ويؤدب الذمى ويعاقب على شتمه دين الاسلام، أو النبى ﷺ أو القرآن انتهى كلام البحر. وكذا ماذكره الامام العينى: بأنه لا أصل له فى الرواية.

وأجاب العلامة الشيخ خير الدين الرملى فى "حواشيه على البحر": بانه لايلزم من عدم النقض عدم القتل.

وقوله (لااصل له فى الرواية) فاسد، اذ صرحوا قاطبة بأنه يعزر على ذلك ويؤدب، وهو يدل على جواز قتله زجرًا لغيره، اذ

يجوز الترقى فى التعزير إلى القتل اذا عظم موجبه.

ومذهب الشافعى عدم النقض به كمذهبنا على الأصح.

قال ابن السبكى: لا ينبغى أن يفهم من عدم الانتقاض أنه لا يقتل فإن ذلك لا يلزم، وقد حقق ذلك الوالد فى كتاب "السيف المسلول" وصحح أنهٔ يقتل، وإن قلنا بعدم انتقاض العهد. اهـ ابن السبكى.

فانظر إلى قولهٖ: لا ينبغى أن يفهم من عدم الانتقاض أنه لا يقتل، فإن ذلك لا يلزم، وقد حقق ذلك الوالد فى كتابه "السيف المسلول" وصحح أنهٔ يقتل، وإن وصليه قلنا بعدم انتقاض العهد. انتهىٰ كلام ابن السبكى.

فانظر إلى قوله: (لا ينبغى أن يفهم من عدم الانتقاض أنهٔ لا يقتل) وليس فى المذهب ما ينبغى قتلهٔ خصوصاً إذا ظهر ما هو الغاية فى التمرد، وعدم الاكتراث، والاستخفاف، واستعلى على المسلمين على وجه صار متمرداً عليهم، فما بحثهٔ فى الفتح فى النقض مسلم مخالفته للمذهب، وأما بحثه فى القتل فغير مسلم مخالفته للمذهب تأمل. انتهىٰ كلام الخير الرملى.

وقال شيخ الإسلام الشيخ على المقدسى فى "شرحه على نظم الكنز" بعد نقله كلام العينى والفتح ما نصهٔ: وهو مما يميل إليه كل مسلم، والمتون والشروح خلاف ذلك.

أقول: ولنا أن نؤدب الذمى تعزيراً شديداً، بحيث لو مات كان دمه هدراً، كما عُرف أن من مات فى تعزير وحد، لا شئ فيه انتهٰى.

(والحاصل) أن الذمی یجوز قتلهٔ عندنا، لکن لا حداً بل تعزیراً، فقتله لیس مخالفاً للمذهب.

وأما انه ینتقض عهده فمخالف للمذهب، أی علی ما هو المشهور منه فی المتون والشروح.

وإلا ففی حاشیة السید محمد أبی السعود الأزهری علی شرح منلا سکین قال: ”وفی الذخیرة“ إذا ذکره بسوء یعتقدهٔ ویتدین به بأن قال: أنهٔ لیس برسول، أو أنه قتل الیهود بغیر حق، أو نسبهٔ إلی الکذب، فعند بعض الأئمة لا ینتقض عهده. أما إذا ذکرهٔ بما لا یعتقدهٔ ولا یتدین به، کما لو نسبه إلی الزنا، أو طعن فی نسبه ینتقض. انتهٰی.

وبه یتأید ما بحثه الإمام العینی، والمحقق ابن الهمام من حیث الانتقاض أیضاً، فلیس خارجاً عن المذهب بالکلیة. نعم هو خلاف المشهور.

وقال الشیخ تقی الدین ابن تیمیة فی ”الصارم المسلول“ عند ذکره مذهب الحنفیة فی هذه المسألة ما نصه: وأما أبو حنیفة وأصحابهٔ فقالوا: لا ینتقض العهد بالسب، ولا یقتل الذمی بذلک، لکن یعزر علی إظهار ذلک، کما یعزر علی إظهار المنکرات التی لیس لهم فعلها، کإظهار أصواتهم بکتابهم ونحو ذلک.

وحکاه الطحاوی عن الثوری، ومن أصولهم (یعنی الحنفیة) أن مالا قتل فیه عندهم مثل القتل بالمثقل والجماع فی غیر القُبل إذا

تكرر، فللإمام أن يقتل فاعله، وكذلك له أن يزيد على الحد المقدر إذا رأى المصلحة فى ذلك، ويحملون ما جاء عن النبى صلى الله عليه وسلم، وعن أصحابهٖ من القتل فى مثل هذه الجرائم على أنهٗ رأى المصلحة فى ذلك، ويسمونهٗ القتل سياسة.

وكان حاصلهٗ أن له أن يعزر بالقتل فى الجرائم التى (تعظمت) بالتكرار، وشرع القتل فى جنسها، ولهذا أفتى أكثرهم بقتل (مَن) أكثر من سب النبى صلى الله عليه وسلم من أهل الذمة، وأن أسلم بعد أخذهٗ. وقالوا: يقتل سياسة، وهذا متوجه على أصولهم. انتهىٰ كلام الحافظ بن تيمية.

فانظر كيف نسب القول بقتلهٖ سياسة إلى أكثر الحنفية.

وابن تيمية كان فى عصر السبعمائة - بتقديم السين - فالذين نقل عنهم إن لم يكونوا من المتقدمين أهل الاجتهاد، فهم من أهل الترجيح، أو من يماثلهم.

ولهذا قال فى ”الدر المختار“، قلت: وبه أفتى شيخنا الخير الرملى، وهو قول الشافعى. ثم رأيت فى معروضات المفتى أبو السعود أنهٗ ورد أمر سلطانى بالعمل بقول أئمتنا القائلين بقتلهٖ إذا ظهر أنهٗ معتاده، وبه أفتىٰ.

ثم أفتىٰ فى بكر اليهودى، قال لبشر النصرانى: نبيكم عيسى عليه السلام ولد زنا، بأنه يقتل لسبه للأنبياء عليهم السلام. انتهىٰ.

قلت: ويؤيده أن ابن كمال باشا فى ” أحاديثه الأربعينية“ فى

الحديث الرابع والثلاثين يا عائشة لا تكونى فاحشة، قال مانصه: والحق أنه يقتل عندنا إذا أعلن بشتمه عليه الصلاة والسلام، صرح به فى "سير الذخيرة" حيث قال: واستدل محمد لبيان قتل المرأة إذا أعلنت بشتم الرسول صلى الله عليه وسلم بما روى أن عمر (عمير) بن عدى لما سمع عصماء بنت مروان تؤذى الرسول صلى الله عليه وسلم فقتلها ليلاً، فمدحه صلى الله عليه وسلم على ذلك انتهىٰ.

أما فى "الدر المختار" للشيخ علاء الدين رحمه الله وعصماء هذه ذكر قصتها الإمام السبكى عن الإمام الواقدى وغيره.

وحاصلها: أنها كانت تؤذى النبى صلى الله عليه وسلم وتحرض عليه، وقالت فيه شعراً.

وقال ابن عبد البر فى "الاستيعاب": عمير الخطبى القارى، من بنى خطمة من الأنصار، كان أعمىٰ، وكانت له أخت تشتم النبى صلى الله عليه وسلم فقتلها. الخ.

لايقال كيف قتلت، مع أن النساء لايقتلن للكفر عندنا.

لأنا نقول: انما قتلت لسعيها فى الارض بالفساد، لانها كانت تهجو النبى ﷺ وتؤذيه، وتحرض الكفار عليه.

وقد صرحوا بأن الساحر يقتل، ولوامرأة،ولاشك أن ضرر هذه أشد من الساحر، والزنديق وقاطع الطريق.

فمن أعلن بشتمه ﷺ مثل هذه يقتل.

وبما نقله فى "الدر المختار" عن ابن كمال علم أن مابحثه فى

”فتح القدير“ من قتل الذمى الساب، قول محرر المذهب للإمام محمد بن الحسن.

وقدمنا أنه أفتى به أكثر الحنفية، وإن أسلم بعد أخذه، فلم يكن مخالفاً للمذهب، وإن كان المذهب عندنا أنه لاينتقض عهده، أى لايصير حربياً، بحيث يسترق ويصير ماله فيئاً للمسلمين.

وهو موافق ”للمتون“ والشروح، حيث قالوا: ولاينتقض عهده، ولم يقولوا: ولايقتل .

ولايلزم من عدم نقض عهده عدم قتله، فيقتل عندنا سياسة إذا تكرر منه ذلک وأعلن به وإن أسلم، على مانقله شيخ الاسلام ابن تيمية عن أكثر الحنفية.

فان قلت: (ما الفرق) بينه وبين المسلم، حيث جزمت بأن مذهب أبى حنيفة وأصحابه أن الساب المسلم إذا تاب وأسلم لايقتل؟

قلت: المسلم ظاهر حاله أن السب إنما صدر منه عن غيض وحمق وسبق لسان، لاعن اعتقاد جازم، فإذا تاب وأناب وأسلم قبلنا اسلامه، بخلاف الكافر، فإن ظاهر حاله يدل على اعتقاد مايقول، وأنه أراد الطعن فى الدين، ولذلک قلنا فيما مرّ أن المسلم أيضاً إذا تكرر منه ذلک، وصار معروفاً بهذا الاعتقاد داعياً إليه، يقتل ولاتقبل توبته وإسلامه كالزنديق.

فلافرق بين المسلم والذمى، لأن كلاً منهما إذا تكرر منه ذلک وصار معروفاً به، دل ذلک على أنهٗ يعتقد ما يقول، وعلى خبث باطنه وظاهره وسعيه فى الأرض بالفساد، وأن توبتهٗ إنما كانت

تقية ليدفع بها عن نفسه القتل ويتمكن من أذية رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأمةُ المومنين ويضل من شاء من ضعفة اليقين.

قال فی ”التتارخانية“: وسئل فقهاء سمرقند فی سنة سبع وستين وثلاثمائة عن رجل يُظهر الإسلام، ويصلی، ويصوم، ويظهر التوحيد، والإيمان بمحمد صلى الله عليه وسلم سنين كثيرة، ثم أقر على نفسه بأنی كنت فی هذه السنين الماضية معتقداً مذهب القرامطة، وكنت أدعوا الناس، والآن قد تُبتُ ورجعتُ إلى الإسلام، وهو يظهر الآن ما كان يظهر من قبل من دين الإسلام، إلا أنه يتهم بمذهب القرامطة كما يتهم، وكان سبب إقراره أنهُ عثر عليه وهدد بالقتل حتى أقر بمذهبه؟.

وقال أبو عبدالكريم بن محمد: إن قتل القرامطة فی الجملة واجب، واستيصالهم فرض، لأنهم فی الحقيقة كفار مرتدون، وفسادهم فی دين الإسلام أعظم الفساد، وضررهم أشد الضرر.

وأما الجواب فی مثل هذا الواحد الذی وصف فی السؤال.

فإن بعض مشايخنا قال: يتغفل فيقتل، أی تطلب غفلته فی عرفان مذهبه.

وقال بعضهم: يقتل من غير استغفال، لأن من ظهر منه اعتقاد هذا المذهب ودعا الناس لا يصدق فيما يدعی بعد ذلک من التوبة، ولو أنه قبل من ذلک هدموا الإسلام، وأضلوا المسلمين من غير أن يمكن قتلهم. انتهیٰ وأطال فی ذلک، ونقل عدة فتاویٰ عن أئمتنا وغيرهم بنحو ذلک فراجعه.

والمقصود من نقله بيان عدم قبول توبة من وقفنا على خبث باطنه، وخشية ضرره، وإضلاله، فلا نقبل إسلامه وتوبته، وإن كان يظهر الاسلام.

فكيف بمن كان كافراً خبيث الاعتقاد، وتجاهر بالشتم والإلحاد، ثم لما رأى الحسام، بادر إلى الاسلام، فلا ينبغى لمسلم التوقف فى قتله، وإن تاب لكن بشرط تكرر ذلک منه وتجاهره به، كما علمته مما نقلنا عن الحافظ ابن تيمية من أكثر الحنفية، ومما نقلناه عن المفتى أبى السعود.

فإن قلت: قال ابن المؤيد فى ”فتاواه“: كل من سب النبى صلى الله عليه وسلم أو بغضه، كان مرتداً، وأما ذووا العهود من الكفار، إذا فعلوا ذلک لم يخرجوا من عهودهم، وأمروا أن لا يعودوا، فإن عادوا عزروا، ولم يقتلوا كذا فى ”شرح الطحاوى“. انتهىٰ، فهذا مخالف لما مر من القتل سياسة.

قلت: قد يجاب بحمل هذا على ما إذا عثر عليهم وهم يكتمونه، ولم يتجاهروا به، أو يراد بقتله، ولم يقتلوا، أو حداً لزوماً بل سياسة مفوضة إلى رأى الإمام يفعلها، حيث رأى بها المصلحة.

قال فى ”متن المفتى“ من كتاب الحدود: ولا يجمع بين جلد و رجم، ولا بين جلد و نفى، إلا سياسة.

قال العلائى فى ”شرحه“ بعد قوله: (إلا سياسة) أى مصلحة وتعزيراً، وهذا لا يختص بالزنا، بل يجوز فى كل جناية رأى الإمام المصلحة فى النفى والقتل. كقتل مبدع توهم انتشار بدعته، وإن

لم يحكم بكفره. إلى آخر ما أطال به هناك فراجعه.

وفيه عن "شرح الباقانی" و "البحر" و"النهر" ما نصه: وأعلم أنهم يذكرون فی حكم السياسة أن الإمام يفعلها، ولم يقولوا القاضی. وظاهره أن القاضی ليس له الحكم بالسياسة، ولا العمل بها. انتهٰی.

وعليه فقوله (ولم يقتلوا) أی لم يحكم القاضی بقتلهم، بل هو مفوض لرأی الإمام، كما قلنا. والله تعالٰی أعلم (كتاب تنبيه الولاة والحكام علیٰ احكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام، صفحه ۱۰۴ الی ۱۱۴، الباب الاول، الفصل الثالث، مطبوعة: دارالآثار، القاهرة، المصر، الطبعة الاولیٰ: 2007ء)

ترجمہ: امام سبکی (شافعی) نے "السیفُ المسلول" نے فرمایا کہ ابوسلیمان خطابی نے فرمایا کہ جب سابِّ رسول، ذمی ہو، تو امام مالک نے فرمایا کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے گا، خواہ یہود میں سے ہو، یا نصاریٰ میں سے، تو اس کو قتل کیا جائے گا، الَّا یہ کہ وہ اسلام لے آئے، امام احمد نے بھی اسی طرح فرمایا۔

اور امام شافعی نے فرمایا کہ ذمی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، تو اس کو قتل کیا جائے گا، اور اس کا ذمہ ٹوٹ جائے گا، اور اس کی دلیل کعب بن اشرف کے واقعہ سے پکڑی ہے۔ [1]

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ذمی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم

---

[1] مگر ہم شافعیہ کی متعدد عبارات پہلے اس سلسلہ میں ذکر کر چکے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ شافعیہ کے اصح قول کے مطابق، ذمہ وعہد نہیں ٹوٹتا، جبکہ اس کی شرط نہ لگائی گئی ہو، اور اگر شرط لگائی گئی ہو، تو ذمہ وعہد ٹوٹنے نہ ٹوٹنے کے دونوں قول ہیں، بعض نے عہد وذمہ نہ ٹوٹنے کی تصحیح کی اور بعض نے عہد وذمہ ٹوٹنے کو ترجیح دی۔
لہٰذا علامہ ابنِ سبکی رحمہ اللہ کا مذکورہ قول شافعیہ کے مذہب کی رو سے محلِ نظر ہے۔ محمد رضوان۔

کرنے کی وجہ سے، قتل نہیں کیا جائے گا، کیونکہ ذمی جس چیز میں مبتلا ہیں، یعنی شرک میں، وہ اس (سب وشتم) سے بڑی چیز ہے۔

اور قاضی عیاض (مالکی) نے فرمایا کہ ذمی جب صراحتاً سب وشتم کرے، یا تعریضاً سب وشتم کرے، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ومرتبہ کی تحقیر کرے، یا آپ کو ایسے طریقے پر متصف کرے، جس سے کفر لازم آجاتا ہے، تو ہمارے (یعنی مالکیہ کے) نزدیک اس کے قتل میں اختلاف نہیں، اگر وہ اسلام نہ لائے، کیونکہ ہم نے اس کو ذمہ وعہد اس چیز پر نہیں دیا، اور یہی عام علماء کا قول ہے، لیکن امام ابوحنیفہ اور امام ثوری اور ان دونوں کے اہلِ کوفہ سے تعلق رکھنے والے متبعین کا قول یہ ہے کہ اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، کیونکہ وہ اس سے بڑے شرک میں مبتلا ہے، البتہ اس کو سزا دی جائے گی، اور اس کی تعزیر کی جائے گی۔ [1]

اور امام سبکی نے جو کچھ فرمایا، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مذاہبِ ثلاثہ یعنی مالکیہ اور شافعیہ اور حنابلہ، جو اس کے قتل کے قائلین ہیں، ہمارے علم کے مطابق ان کا اس بارے میں اختلاف نہیں کہ اس کی توبہ صحیح ہے (یعنی صحیح نہیں) کفر پر باقی رہتے ہوئے، لیکن جب وہ اسلام لے آئے، تو تینوں مذاہب میں سے ہر ایک کے مذہب میں اختلاف ہے۔ [2]

---

[1] مگر شافعیہ کا اصح قول بھی حنفیہ کے مطابق ہے کہ اگر عہد وذمہ میں سب وشتم نہ کرنا مشروط نہ ہو، تو شافعیہ کے اصح قول کے مطابق عہد وذمہ نہیں ٹوٹتا اور مشروط ہو، تو اس میں اختلاف ہے، اور جس صورت میں ذمہ وعہد ٹوٹ جاتا ہے، اس میں شافعیہ، بلکہ حنابلہ کے نزدیک قتل متعین نہیں، بلکہ ''فدا'' و''من'' تک بھی جائز ہے، پھر عام علماء کا قول قاضی عیاض کے مطابق قتل کا کیسے ہوا، اور حنفیہ کا موقف تعزیراً قتل کے خلاف نہیں، تو حنفیہ کو قتل کا منکر قرار دینا بھی درست نہ ہوا۔

ہمیں افسوس ہے کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ کا یہ مجمل کلام متاخرین میں بہت مشہور ہوا، اور اس سے بہت سے علماء غلط فہمی کا شکار ہوئے۔ محمد رضوان۔

[2] لیکن اگر شافعیہ کے عہد نہ ٹوٹنے کے اصح قول کو لیا جائے، تو پھر یہ قتل زیادہ سے زیادہ تعزیری ہوسکتا ہے، حنفیہ کے مذہب کے مطابق۔ محمد رضوان۔

جہاں تک مالکیہ کا تعلق ہے، تو امام مالک سے اسلام لانے کے بعد، قتل کے ساقط ہونے میں دو مشہور روایتیں ہیں، اگرچہ انہوں نے مسلم کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ سب وشتم کرنے کے بعد اسلام لانے سے قتل ساقط نہیں ہوگا، یعنی امام مالک کی مشہور روایت کے مطابق، جبکہ ولید کی امام مالک سے روایت اس کے خلاف (توبہ قبول کیے جانے کی) ہے۔

جہاں تک حنابلہ کا تعلق ہے، تو ان کے نزدیک سابِّ رسول کی توبہ کے بارے میں اسی طرح تین روایات ہیں۔

ایک یہ کہ اس کی توبہ مطلقاً قبول کی جائے گی، مسلمان ہو، یا کافر ہو۔

دوسری یہ کہ اس کی توبہ مطلقاً قبول نہیں کی جائے گی۔ [1]

تیسری یہ کہ ذمی کی توبہ اسلام لانے سے قبول کی جائے گی، مسلمان کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، لیکن حنابلہ کے نزدیک مشہور قول مطلقاً توبہ قبول نہ ہونے کا ہے۔

جہاں تک شافعیہ کا تعلق ہے، تو ان کے نزدیک مشہور مطلقاً توبہ کا قبول ہونا ہے۔

جہاں تک توبہ طلب کیے جانے کا تعلق ہے، تو اگر ہم اس قول کو اختیار کریں کہ اسلام لانے سے اس کا قتل ساقط نہیں ہوگا، تو اس سے توبہ کو طلب نہیں کیا جائے گا، اور اگر اس قول کو اختیار کریں کہ قتل ساقط ہو جائے گا، تو بعض علماء اس صورت میں بھی توبہ طلب کیے جانے کے قائل نہیں، کیونکہ وہ حربی قیدی کی طرح ہوتا ہے، جس کو توبہ طلب کیے جانے سے پہلے قتل کیا جاتا ہے، لیکن اگر وہ خود اسلام لے آئے، تو اس سے قتل ساقط ہو جاتا ہے، امام احمد کے مذہب میں اسلام لانے سے قتل ساقط ہونے کی روایت کے مطابق یہ قول ہے، اور اسی کے قریب امام مالک کے مذہب میں بھی ہے۔

---

[1] حنابلہ و دیگر فقہاء کی ''سابِّ رسول'' کے مسلم ہونے کی صورت میں توبہ قبول کیے جانے کی تفصیل دوسرے باب میں گزر چکی ہے۔ محمد رضوان۔

جہاں تک اصحابِ شافعی کا تعلق ہے، تو انہوں نے اس بات کی تصریح نہیں کی، لیکن مسلم کے بارے میں ان کا قول یہ گزر چکا ہے کہ اس سے توبہ کو طلب کیا جائے گا، اور یہاں پر قطعی قول یہ ہے کہ توبہ کا طلب کیا جانا واجب نہیں، لیکن توبہ کے طلب کیے جانے کے مستحب ہونے کا قول بعید نہیں، اھ۔ [1]

میں کہتا ہوں کہ ہمارے (یعنی حنفیہ کے) متون اور شروح میں اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے سے ذمی کا عہد نہیں ٹوٹے گا، اور اسی طریقہ سے جزیہ کے منع کرنے سے بھی عہد نہیں ٹوٹے گا، اور مسلمان عورت سے زنا کرنے سے اور مسلمان کو قتل کرنے سے بھی عہد نہیں ٹوٹے گا۔

لیکن شیخ الاسلام علامہ عینی نے جزیہ کی ادائیگی سے منع کرنے پر عہد کے ٹوٹنے کی ایک روایت کا ذکر کیا ہے، اور امام شافعی سے سب وشتم کرنے کی وجہ سے عہد ٹوٹنے کا قول نقل کیا ہے، پھر انہوں نے فرمایا کہ میرا مختار یہی ہے، جو امام شافعی نے فرمایا۔ [2]

اور علامہ محقق شیخ کمالُ الدین ابنِ ہمام نے فرمایا کہ ذمی شخص اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، یا اللہ تعالیٰ کی طرف نامناسب نسبت کرے، تو اگر وہ اس کا اعتقاد نہ رکھتا ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا، جس سے اللہ پاک ہے، جب وہ اس کا اظہار کرے، تو اس کو قتل کیا جائے گا، اور اس کا عہد ٹوٹ جائے گا۔

---

[1] یہ توبہ طلب کیے جانے کی بحث ہے، ذمہ ٹوٹنے نہ ٹوٹنے کی بحث اس سے جدا ہے، جس پر شافعیہ وحنابلہ وغیرہ کی عبارات کی روشنی میں تصریحات گزر چکی ہیں۔ محمد رضوان۔

[2] لیکن خود شافعیہ کا اصح قول عہد نہ ٹوٹنے کا ہے، جس طرح حنفیہ کا مذہب بھی یہی ہے، تو شافعیہ کا مختار قول عہد نہ ٹوٹنے کا ہوا، نہ کہ عہد ٹوٹنے کا۔

اس لیے علامہ عینی کی مختار رائے بھی محلِّ نظر ہوئی۔ محمد رضوان۔

اور اگر اس کا اظہار نہ کرے، لیکن اس پر قابو پا لیا جائے، اور وہ اس کو چھپاتا ہو، تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان سے قتل وقتال کا دور ہونا، اس جزیے کے قبول کرنے کی وجہ سے ہے، جس سے ادا کرنا مراد ہے، نص کی رُو سے ان کے صاغر اور ذلیل ہونے کے ساتھ مقید ہے۔

اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ مراد اس کا استمرار ہے، نہ کہ محض قبول کرنا، اور اس کی طرف سے اس کا اظہار کرنا، قبولِ جزیہ کی قید کے منافی ہے، جو اس کو قتل سے محفوظ کرنے والا ہے، کیونکہ یہ سرکشی کی انتہاء ہے، اور بے توجہی ہے، اور اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ استخفاف ہے، لہٰذا وہ اس عقد پر باقی نہیں رہے گا، جس کی وجہ سے اس سے قتل دور ہوا تھا، جو کہ اس کا صاغر اور ذلیل ہونا ہے، الخ۔ [1]

لیکن بحر میں اس کی تردید کی ہے کہ یہ مذہب کے مخالف بحث ہے، اور علامہ قاسم نے اپنے فتاویٰ میں یہ بات ذکر کی ہے کہ ابنِ ہمام کی ان ابحاث پر (بحیثیت حنفی ہونے کے) عمل نہیں کیا جائے گا، جو مذہب کے مخالف ہیں، البتہ مومن کا نفس سب وشتم کے مسئلہ میں، مخالف مذہب کی طرف مائل ہوتا ہے، لیکن ہمارے اوپر اپنے مذہب کی اتباع واجب ہے۔

اور ''**الحاوی القدسی**'' میں ہے کہ ذمی کو سزا دی جائے گی، اور تعزیر کی جائے گی، دینِ اسلام پر، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر، یا قرآن پر سب وشتم کرنے کی وجہ سے، ''**البحر**'' کا کلام ختم ہوا، اور اسی طریقہ سے امام عینی نے جو بات ذکر کی ہے، اس کی روایت میں کوئی اصل نہیں ہے۔

---

[1] مگر امام قدوری، جو علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ سے مقدم ہیں، ان کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ جزیہ سے منع کرنا، عقدِ ذمہ کے منافی نہیں، اور آگے علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ کے حوالے سے بھی آتا ہے، اور صاغرون کا مطلب بھی علامہ موصوف کے حوالے سے آگے آتا ہے، جس کے پیشِ نظر علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ کا مذکورہ بالا موقف حنفیہ کے مطابق معلوم نہیں ہوتا، جیسا کہ آگے مذکور ہے۔ محمد رضوان۔

لیکن خیر الدین رملی نے ''البحر'' کے حواشی میں یہ جواب دیا ہے کہ ''عہد نہ ٹوٹنے سے قتل کا نہ ہونا لازم نہیں آتا۔ [1]

اور یہ کہنا کہ روایت میں اس کی اصل نہیں، یہ فاسد ہے، کیونکہ فقہائے حنفیہ نے لگاتار اس بات کی تصریح کی ہے کہ اس کی اس بات پر تعزیر کی جائے گی، اور اس کو سزا دی جائے گی، اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کے قتل کا جواز ''زجراً لغیرہٖ'' کے طور پر ہے، کیونکہ تعزیر میں قتل تک ترقی کرنا جائز ہے، جبکہ اس کا حکم سخت ہے۔ [2]

اور امام شافعی کا مذہب اصح قول کے مطابق ہمارے مذہب کی طرح عہد نہ ٹوٹنے کا ہے۔

ابنِ سبکی نے فرمایا کہ یہ بات درست نہیں کہ عہد نہ ٹوٹنے سے یہ بات سمجھی جائے کہ اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اس سے یہ بات لازم نہیں آتی، والد ماجد نے اپنی کتاب ''السیفُ المسلول'' میں اس بات کو محقق کیا ہے، اور صحیح اس کو قرار دیا ہے کہ اس کو قتل کیا جائے گا، اگرچہ ہم عہد نہ ٹوٹنے کے قول کو اختیار کریں، ابنِ سبکی کا کلام ختم ہوا۔

---

[1] ہمیں علامہ عینی رحمہ اللہ کی بخاری کی شرح ''عمدۃ القاری'' سے سابِّ رسول کے مطلقاً قتل کے جواز کی تصریح دستیاب ہوئی، عہد ٹوٹنے کی تصریح دستیاب نہیں ہوئی، اور قتل کے جواز کے حنفیہ بھی قائل ہیں، نہ کہ وجوب کے، مگر حنفیہ اس کو تعزیر میں داخل مانتے ہیں، جس کی تفویض امام المسلمین کو کرتے ہیں، لہٰذا علامہ عینی کا یہ موقف حنفیہ کے خلاف نہ ہوا، البتہ علامہ عینی رحمہ اللہ نے کنز کی شرح میں ذمہ ٹوٹنے کے قول کو اپنے نزدیک جو مختار قرار دیا ہے، وہ حنفیہ کے اصل اور مشہور مذہب کے خلاف ہے، جیسا کہ پہلے باحوالہ گزرا۔ محمد رضوان۔

وقال السهيلي :في قوله :من لكعب ابن الأشرف، فإنه آذى الله ورسوله؟ جواز قتل من سب النبي صلى الله عليه وسلم، وإن كان ذا عهد، خلافا لأبي حنيفة فإنه لا يرى بقتل الذمي في مثل هذا . قلت :من أين يفهم من الحديث جواز قتل الذمي بالسب؟ أقول :هذا بحثا، ولكن أنا معه في جواز قتل الساب مطلقا (عمدة القاری، ج۱۳، ص ۱۷، باب رهن السلاح)

[2] لیکن جب عہد نہ ٹوٹنے کی بھی پے در پے تصریح ہو، تو عہد ٹوٹنے کا قول تو حنفیہ کے خلاف ہی ہوگا، برخلاف قتلِ تعزیر کے، کہ وہ عہد ٹوٹنے کو مستلزم نہیں۔ محمد رضوان۔

پس آپ ان کے اس قول کو دیکھ لیجیے کہ عہد نہ ٹوٹنے سے قتل نہ کیے جانے کو سمجھنا درست نہیں، کیونکہ اس سے یہ بات لازم نہیں آتی، اور والد ماجد نے اپنی کتاب ’’**السیفُ المسلول** ‘‘میں اس بات کو محقق کیا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اس کو قتل کیا جائے گا، اگرچہ ہم عہد نہ ٹوٹنے کے قول کو اختیار کریں، اس میں ’’وإن‘‘ وصلیہ ہے، ابنِ سبکی کا کلام ختم ہوا۔

پس آپ ابنِ سبکی کے اس قول کو دیکھ لیجیے کہ ’’**لا ینبغی أن یفهم من عدم الانتقاض أنهٔ لا یقتل** ‘‘اور مذہب میں یہ بات نہیں کہ اس کا قتل مناسب نہیں، جب وہ بات ظاہر ہو جائے، جو سرکشی اور بے توجہی اور استخفاف اور مسلمانوں پر اس طرح کی تعلّی کو ظاہر کرے، جس کی وجہ سے وہ مسلمانوں پر سرکش شمار ہوں، پس فتح القدیر میں جو عہد ٹوٹنے کی بحث کی ہے، اس کا مذہب کے مخالف ہونا، مسلّم ہے، لیکن جو قتل کے بارے میں بحث کی ہے، اس کا مذہب کے مخالف ہونا مسلّم نہیں، اس پر غور کر لینا چاہئے، خیر رملی کا کلام ختم ہوا۔ [1]

اور شیخ الاسلام شیخ علی مقدسی نے اپنی شرح ’’**علٰی نظم الکنز** ‘‘میں علامہ عینی اور فتح القدیر کے کلام کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اسی کی طرف ہر مسلمان کا میلان ہوتا ہے، جبکہ (حنفیہ کے) متون اور شروح اس کے خلاف ہیں، میں کہتا ہوں کہ ہمیں یہ حق ہے کہ ہم ذمی کو تعزیرِ شدید کی سزا دیں، یہاں تک کہ اگر وہ مر جائے، تو اس کا خون معاف ہوگا، جیسا کہ یہ بات مشہور ہے کہ جو شخص تعزیر اور حد میں مر جائے، تو اس میں کوئی چیز واجب نہیں، علی مقدسی کا کلام ختم ہوا۔

خلاصہ یہ نکلا کہ ہمارے نزدیک ذمی کو قتل کرنا جائز ہے، لیکن حد کے طور پر نہیں، بلکہ تعزیر کے طور پر، پس اس کا قتل مذہب کے مخالف نہیں ہے، جہاں تک اس

---

[1] خیر رملی کی اس بات سے ہمیں اتفاق ہے۔ محمد رضوان۔

بات کا تعلق ہے کہ اس کا عہد ٹوٹ جائے گا، تو یہ مذہب کے مخالف ہے، یعنی متون اور شروح میں جو مشہور ہے، اس کے مخالف ہے، ورنہ سید محمد ابوسعود ازہری کے حاشیہ میں جو شرح ہے ''منلا مسکین'' کی، اس میں ہے کہ ''الذخیرۃ'' میں فرمایا کہ جب ذمی ایسی برائی کے ساتھ ذکر کرے، جس کا وہ اعتقاد رکھتا ہے، اور اس کے مذہب میں وہ بات پائی جاتی ہے، مثلاً یہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ سلم رسول نہیں ہیں، یا یہ کہے کہ یہود کوانہوں نے ناحق قتل کیا تھا، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے، تو بعض ائمہ کے نزدیک اس کا عہد نہیں ٹوٹتا، لیکن جب ایسی چیز کا ذکر کرے، جس کا وہ اعتقاد نہیں رکھتا، اور نہ اس کے مذہب میں وہ بات پائی جاتی ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف زنا کی نسبت کرے، یا آپ کے نسب میں طعن و تشنیع کرے، تو اس کا عہد ٹوٹ جائے گا، ازہری کی بات ختم ہوئی۔

اور اس سے امام عینی اور محقق ابنِ ہمام کی بحث کی تائید ہوتی ہے کہ عہد بھی ٹوٹ جاتا ہے، لہٰذا یہ قول مذہب سے بالکلیہ خارج نہیں ہوگا، البتہ مشہور مذہب کے خلاف ہوگا۔ [1]

اور شیخ تقی الدین ابنِ تیمیہ نے ''الصارمُ المسلول'' میں اس مسئلہ میں حنفیہ کے مذہب کو ذکر کرتے وقت فرمایا کہ امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کا قول یہ ہے کہ سب وشتم کرنے سے عہد نہیں ٹوٹے گا، اور ذمی کو اس کی وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا، لیکن اس کے اظہار کرنے پر تعزیر کی جائے گی، جیسا کہ ان منکرات کے اظہار کرنے پر تعزیر کی جاتی ہے، جن کا ارتکاب کرنا ان کے لیے جائز نہیں ہوتا،

---

[1] مشہور مذہب کے ساتھ ساتھ، اصل مذہب کے بھی خلاف ہوگا، کیونکہ اصحابِ مذہب سے عہد ٹوٹنے کی روایت کا ''الذخیرۃ'' میں بھی ذکر نہیں، البتہ کوئی دوسرا اس قول کو اختیار کرے، جیسا کہ علامہ عینی اور ابنِ ہمام رحمہما اللہ نے اختیار کیا، تو یہ ان ہی کا قول ہوگا، اس کو اصل حنفیہ کا قول قرار دینا روا نہ ہوگا۔ محمد رضوان۔

مثلاً اپنی کتاب کو بلند آواز سے پڑھنا وغیرہ۔

اور یہی بات امام طحاوی نے امام ثوری سے نقل کی ہے، اور حنفیہ کے اصولوں میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ ان کے نزدیک، جن چیزوں میں قتل نہیں ہوتا، جیسا کہ بھاری چیز سے قتل کرنا، اور غیرِ قبُل میں جماع کرنا، جب اس فعل کا بار بار ارتکاب کرے، تو امام کو اس فعل کے مرتکب کو قتل کرنا جائز ہوتا ہے، اور اسی طریقے سے امام کو مقررہ حد سے زیادہ سزا دینا بھی جائز ہوتا ہے، جبکہ امام اس میں مصلحت دیکھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے اس طرح کے جرائم میں جو قتل کا ذکر وارِد ہوا ہے، اس کو وہ اسی پر محمول کرتے ہیں کہ انہوں نے اس میں مصلحت سمجھی، اور اس کا نام وہ ''سیاسۃً قتل'' رکھتے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ امام کے لیے بڑے جرائم کو بار بار کرنے کی صورت میں تعزیراً قتل کرنا جائز ہوتا ہے، جبکہ اس کی جنس میں قتل مشروع ہو، اور اسی وجہ سے اکثر حنفیہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کثرت سے سب وشتم کرنے والے ذمی کے قتل کا فتویٰ دیا ہے، اگرچہ وہ پکڑے جانے کے بعد اسلام لے آئے، اور اس کو انہوں نے ''قتلِ سیاسی'' قرار دیا ہے، اور یہ حنفیہ کے اصولوں پر صادق آتا ہے، حافظ ابنِ تیمیہ کا کلام ختم ہوا۔

پس آپ دیکھ لیجیے کہ علامہ ابنِ تیمیہ نے قتلِ سیاسی کے قول کو اکثر حنفیہ کی طرف کس طرح منسوب کیا ہے۔

اور ابنِ تیمیہ ساتویں صدی کے زمانے میں ہوئے ہیں، پس جنہوں نے ان سے نقل کیا ہے، وہ اگر متقدمین اہلِ اجتہاد میں سے نہیں تھے، تو اہلِ ترجیح میں سے تھے، یا ان کے مثل تھے۔ [1]

اور اسی وجہ سے ''الدر المختار'' میں فرمایا کہ ہمارے شیخ خیر رملی نے اسی پر فتویٰ

[1] پس جنہوں نے علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی صحیح ترجمانی کی، وہ تو درست ہے، اور جنہوں نے عہد ٹوٹنے کا قول حنفیہ کی طرف منسوب کیا، وہ درست نہیں۔ محمد رضوان۔

دیا ہے، اور یہی امام شافعی کا قول ہے، پھر میں نے مفتی ابوسعود کی معروضات میں دیکھا کہ امرِ سلطانی ہمارے ان ائمہ کے قول پر وارد ہوا ہے، جو اس کے قتل کے قائل ہیں، جب یہ بات ظاہر ہو جائے کہ ایسا کرنا اس کی عادت ہے، اور میں اسی پر فتویٰ دیتا ہوں۔ [1]

پھر بکر یہودی کے بارے میں فتویٰ دیا، جس نے بشر نصرانی سے کہا تھا کہ تمہارا نبی عیسیٰ علیہ السلام، ولدِ زنا ہے کہ اس کو انبیاء علیہم السلام پر سب وشتم کرنے کی وجہ سے قتل کیا جائے گا، ''**الدر المختار**'' کی بات ختم ہوئی۔

اور میں کہتا ہوں کہ اسی کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ابنِ کمال باشا نے ''**احادیثه الاربعینیة**'' میں چونتیسویں حدیث کے ضمن میں کہ اے عائشہ! آپ فحش گوئی کرنے والی نہ بنیں، فرمایا کہ حق یہ ہے کہ ہمارے نزدیک اس کو قتل کیا جائے گا، جب نبی علیہ الصلاۃ والسلام پر علانیہ سب وشتم کرے ''**سیر الذخیرۃ**'' میں اس کی تصریح کی گئی ہے، چنانچہ اس میں فرمایا کہ امام محمد نے عورت کے قتل کرنے کے حکم کے لیے، جبکہ وہ علانیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرے، اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ عمر (عمیر) بن عدی نے جب عصماء بنتِ مروان کے بارے میں سنا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچاتی ہے، تو انہوں نے اس کو رات میں قتل کر دیا، جن کی اس فعل پر رسول

---

[1] اگر عادت کی قید کو احترازی قرار دیا جائے، تو مطلب یہ ہوگا کہ عادت کی وجہ سے وہ اس قتل کا مستحق ہو گیا، جو حنفیہ کے نزدیک بڑے جرائم کے عادی لوگوں کے قتل کے حکم سے متعلق ہے، اور اس کا سبب ''**فساد فی الارض**'' کی سعی ہے، اور اگر اتفاقی قرار دیا جائے، تو مطلب یہ ہوگا کہ علانیہ سب وشتم کرنے پر امام مصلحت سمجھے، تو تعزیراً دوسری سزا بھی جائز ہے، اور قتل بھی۔

اور جو صورت بھی فرض کی جائے، بہر حال حنفیہ کے نزدیک یہ قتل تعزیری ہی کہلائے گا، ذمہ وعہد ٹوٹنا، اس کا اصل سبب نہ ہوگا۔ **واللہ أعلم**۔ محمد رضوان۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدح فرمائی، ابنِ کمال باشا کا کلام ختم ہوا۔ [1]

جہاں تک شیخ علاء الدین رحمہ اللہ کی ''الــدر الــمـخـتــار'' کا تعلق ہے، تو اس ''عصماء'' کے قصے کا امام سبکی نے ذکر کیا ہے، امام واقدی وغیرہ کے حوالے سے۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچاتی تھی، اور آپ کے خلاف بھڑکاتی تھی، اور آپ کے خلاف شعر کہتی تھی۔

اور ابنِ عبدالبر نے ''الاستیعاب'' میں فرمایا کہ اس کا نام ''عـمـیـر خطبی قاری'' ہے، جو انصار کے ''بنی خطمة'' قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں، وہ نابینا تھے، اور ان کی بہن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کیا کرتی تھی، جس کو انہوں نے قتل کردیا، الخ۔ [2]

یہ شبہ نہیں کیا جائے گا کہ اس عورت کو کیسے قتل کیا گیا، باوجودیکہ عورتوں کو کفر کی وجہ سے ہمارے نزدیک قتل نہیں کیا جاتا۔

کیونکہ ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ اس کو زمین میں فساد کی سعی کرنے کی وجہ سے قتل کیا گیا، کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تمسخر کیا کرتی تھی، اور آپ کو ایذاء پہنچاتی تھی، اور کفار کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھڑکایا کرتی تھی۔

اور حنفیہ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ جادوگر کو قتل کیا جائے گا، اگرچہ وہ عورت ہو، اور اس بات میں شک نہیں کہ اس سب وشتم کرنے والے کا ضرر، جادوگر اور زندیق اور ڈاکو سے زیادہ شدید ہے۔

---

[1] مدح فرمانے کی تصریح، ہم نے کسی معتبر روایت میں ملاحظہ نہیں کی، اور جس روایت میں اس کا ذکر ہے، اس کی سند محلِ کلام ہے، جیسا کہ آگے فصل میں آتا ہے۔

لیکن علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ یہ قتل حنفیہ کے نزدیک سیاسی ہے، جس میں امام کی مصلحت پر مدار رکھا گیا ہے، اور حنفیہ نے اس قسم کی روایات وآثار کو اسی قتلِ سیاسی پر محمول کیا ہے، علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی خود اس کی تصریح کی ہے۔ محمد رضوان۔

[2] اس قسم کی روایات وآثار باسند طریقہ پر آگے آخری فصل میں آتے ہیں۔ محمد رضوان۔

پس جس نے اس طرح سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علانیہ سب وشتم کیا، اس کو قتل کیا جائے گا۔ [1]

اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے، جو ''الدرالمختار'' میں ابنِ کمال کے حوالے سے منقول ہے کہ ''فتح القدیر'' کی بحث سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ سب وشتم کرنے والے ذمی کا قتل مذہب کے محرر ''امام محمد بن حسن'' کا قول ہے۔

اور ہم پہلے یہ بات ذکر کر چکے ہیں کہ اسی پر اکثر حنفیہ کا فتویٰ ہے، اگر چہ وہ پکڑے جانے کے بعد اسلام لے آئے، تو یہ مذہب کے مخالف نہیں ہوگا، اگر چہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ اس کا عہد نہیں ٹوٹتا، یعنی وہ اس طرح سے حربی شمار نہیں ہوتا کہ اس کو غلام بنالیا جائے، اور اس کا مال، مسلمانوں کے لیے مالِ غنیمت شمار ہو۔ [2]

اور یہ متون اور شروح کے موافق ہے، جیسا کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ ''اس کا عہد نہیں ٹوٹے گا'' اور یہ نہیں فرمایا کہ ''قتل نہیں کیا جائے گا''

اور اس کا عہد نہ ٹوٹنے سے اس کا قتل نہ ہونا لازم نہیں آتا، پس ہمارے نزدیک اس کو سیاسۃً قتل کیا جائے گا، جبکہ اس کی طرف سے یہ عمل بار بار سرزد ہو، اور وہ اس عمل کا علانیہ ارتکاب کرے، اگر چہ وہ پکڑے جانے کے بعد اسلام لے آئے، جیسا کہ شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ نے اکثر حنفیہ سے نقل کیا ہے۔ [3]

اگر آپ یہ سوال کریں کہ اس کے اور مسلم کے درمیان کیا فرق ہے کہ آپ نے یہ بات تو یقین کے ساتھ فرمائی ہے کہ امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ سب وشتم کرنے والا مسلمان، جب توبہ کرلے، اور اسلام لے آئے، تو اس

---

[1] اور اس کا سبب فساد فی الارض کی سعی ہوگا، اور اگر وہ اس کا عادی ووداعی ہو، تو پھر پکڑے جانے کے بعد اسلام اور توبہ کو بھی قبول نہیں کیا جائے گا، کما مرّ۔ محمد رضوان۔

[2] یا بوقتِ ضرورت اس پر ''منّ'' یا اس کا ''فدا'' جائز ہو۔ محمد رضوان۔

[3] اور پکڑے جانے کے بعد اسلام لانے کا قبول نہ ہونا، بار بار اور علانیہ ارتکاب کرنے کے ساتھ ہی خاص ہے۔ محمد رضوان۔

کو قتل نہیں کیا جائے گا؟

میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ مسلمان کی حالت کا ظاہر یہ ہے کہ سب وشتم، اس کی طرف سے صرف غیظ وغضب اور حماقت اور زبان کی تیزی کی وجہ سے صادِر ہوا ہے، یقینی اعتقاد کی وجہ سے صادر نہیں ہوا، پس جب وہ توبہ کرلے، اور رجوع کرلے اور اسلام لے آئے، تو ہم اس کے اسلام کو قبول کریں گے، بخلاف کافر کے، کیونکہ اس کی حالت کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے، وہ اس کا اعتقاد ہے، اور وہ دین میں طعن کا ارادہ رکھتا ہے، اسی وجہ سے ہم نے مسلمان کے بارے میں بھی کہا، جیسا کہ گزرا کہ جب اس کی طرف سے بار بار یہ عمل سرزَد ہو، اور وہ اس اعتقاد کے ساتھ معروف ومشہور ہو، اس کی طرف دعوت دینے والا ہو، تو اس کو قتل کیا جائے گا، اور اس کی توبہ اور اسلام کو زندیق کی طرح (پکڑے جانے کے بعد) قبول نہیں کیا جائے گا۔

پس مسلم اور ذمی کے درمیان کوئی فرق نہیں، اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک سے جب بار بار یہ عمل سرزَد ہوگا، اور اس کے ساتھ یہ معروف ومشہور ہو جائے گا، تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ وہ اپنے اس قول کا عقیدہ رکھتا ہے، اور اس کا باطن اور ظاہر خبیث ہے، اور وہ زمین میں فساد کی سعی کرتا ہے، اور اس کی توبہ صرف ''اپنے آپ کو بچانے'' کے طور پر ہے، تاکہ وہ اپنے آپ سے قتل کو دور کرسکے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی مومن امت کی اذیت پر قدرت حاصل کرسکے، اور کمزور یقین والوں میں سے جس کو چاہے گمراہ کرسکے۔ [1]

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ قدرت حاصل ہونے اور غلبہ پالینے کے بعد توبہ قبول نہ کیے جانے اور سزا کے ساقط نہ ہونے کا قول، اس مسلم یا غیر مسلم سابِّ رسول کے متعلق ہے، جو اس عمل کا بار بار ارتکاب کرے، اور اس کے ساتھ مشہور ہو، کیونکہ وہ زندیق کا حکم رکھتا ہے، محض ایک مرتبہ علانیہ سب وشتم کرنے والے کو زندیق کا حکم حاصل نہیں، جس کی کافی وافی تفصیل خود، علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ کے حوالہ سے دوسرے باب میں گزر چکی ہے۔ محمد رضوان۔

''التتار خانية ''میں فرمایا کہ فقہائے سمرقند سے تین سو سڑسٹھ (367) ہجری میں اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا، جو اسلام کو ظاہر کرتا ہے، اور نماز پڑھتا ہے، اور روزہ رکھتا ہے، اور توحید کو ظاہر کرتا ہے، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کو بھی مدتِ دراز سے ظاہر کرتا ہے، پھر اس نے اپنے بارے میں یہ اقرار کیا کہ میں اس گزشتہ عرصے میں ''مذہبِ قرامطة '' کا معتقد تھا، اور میں لوگوں کو اس کی دعوت دیتا تھا، اور اب میں توبہ کرتا ہوں، اور اسلام کی طرف رجوع کرتا ہوں، اور وہ اب دینِ اسلام کی چیزیں ظاہر کرتا ہے، مگر وہ اب بھی ''مذہبِ قرامطه '' کے ساتھ پہلے کی طرح متہم ہے، اور اس کے اقرار کا سبب یہ ہے کہ اس پر قابو پالیا گیا ہے، اور وہ قتل سے خوف زدہ ہو گیا ہے، یہاں تک کہ اس مذہب کا اقرار کرلیا ہے؟

ابو عبدالکریم بن محمد نے فرمایا کہ قرامطہ کا قتل فی الجملہ واجب ہے، اور ان کا صفایا فرض ہے، کیونکہ وہ حقیقت میں مرتد کفار ہیں، اور دینِ اسلام میں ان کا فساد، عظیم فساد ہے، اور ان کا ضرر، شدید ضرر ہے۔

جہاں تک اس شخص کا تعلق ہے، جس کا سوال میں ذکر کیا گیا ہے۔

تو ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس کے مذہب کو پہچاننے کے لیے اس کی غفلت کی تحقیق کی جائے گی، پھر اس کو قتل کیا جائے گا۔

اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس کو اس تحقیق کے بغیر قتل کیا جائے گا، اس لیے کہ جس سے اس مذہب کا اعتقاد، اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دینا ظاہر ہو گیا، تو اس کی، اس بارے میں تصدیق نہیں کی جائے گی، جو اس کے بعد وہ توبہ کا دعویٰ کرتا ہے، اور اگر اس کی توبہ کو قبول کرلیا جائے گا، تو اسلام کا منہدم کرنا، اور مسلمانوں کو گمراہ کرنا لازم آئے گا، اور ان کے قتل پر قدرت حاصل نہیں ہوگی،

''التتار خانیة'' کی بات ختم ہوئی، انہوں نے اس پر لمبا کلام کیا ہے، اور ہمارے ائمہ وغیرہ کے اس طرح کے متعدد فتاویٰ کو نقل کیا ہے، جس کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

اور اس کے نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جس کے باطنی خبث اور اس کے ضرر کے خوف اور اس کے گمراہ کرنے پر ہم مطلع ہوجائیں، تو اس کی توبہ کو (مؤاخذہ و قدرت حاصل ہونے کے بعد) قبول نہیں کیا جائے گا، اور ہم اس کے اسلام اور توبہ کو قبول نہیں کریں گے، اگرچہ وہ اسلام کا اظہار کرے۔

تو اس شخص کا کیا حال ہوگا، جو پہلے سے کافر ہے، خبیث اعتقاد رکھتا ہے، سب وشتم اور الحاد کو علانیۃً کرتا ہے، پھر جب وہ تلوار کو دیکھتا ہے، تو اسلام کی طرف دوڑتا ہے، پس مسلمان کے لیے اس کے قتل میں توقف جائز نہیں، اگرچہ وہ توبہ کرلے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اس عمل کا بار بار ارتکاب کرے، اور اس عمل کو علانیہ ظاہر کرے، جیسا کہ آپ حافظ ابنِ تیمیہ کی طرف سے اکثر حنفیہ کی نقل معلوم کرچکے ہیں، اور مفتی ابوالسعود کی جو بات ہم نے نقل کی، اس سے بھی معلوم کرچکے ہیں۔

پھر اگر آپ یہ کہیں کہ ابنِ مؤید نے اپنے ''فتاویٰ'' میں فرمایا کہ جو شخص بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرے، یا آپ سے بغض رکھے، تو وہ مرتد شمار ہوگا، جہاں تک اہلِ عہد کفار کا تعلق ہے، جب وہ اس فعل کا ارتکاب کریں، تو وہ اپنے عہد سے خارج نہیں ہوں گے، اور ان کو یہ حکم دیا جائے گا کہ وہ آئندہ ایسا نہ کریں، پھر اگر وہ آئندہ ایسا کریں، تو ان کو تعزیر کی جائے گی، اور ان کو قتل نہیں کیا جائے گا ''**شرح الطحاوی** ''میں اسی طرح سے ہے، ابنِ مؤید کا کلام ختم ہوا، اور یہ کلام اس کے مخالف ہے، جو ''قتلِ سیاسی'' ہونے کے متعلق گزر چکا ہے۔

میں کہوں گا کہ اس کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ اس کو اس صورت پر محمول کیا جائے،

جب ان پر قابو پالیا جائے، اور وہ اس بات کو چھپاتے ہوں، اور جہراً وعلانیۃً اس کا ارتکاب نہ کرتے ہوں، یا ’’ولم یقتلوا‘‘ سے یہ مراد ہو کہ ان کو حد کے طور پر لازماً قتل نہیں کیا جائے گا، بلکہ سیاسۃً قتل کیا جائے گا، جس میں امام کی رائے کو اختیار حاصل ہوگا کہ وہ اس کو انجام دے، جب وہ اس کی مصلحت سمجھے۔ [1]

’’متن المفتی‘‘ کی ’’کتابُ الحدود‘‘ میں فرمایا کہ کوڑے لگانے اور رجم کرنے کے درمیان جمع نہیں کیا جائے گا، اور کوڑے لگانے اور جلاوطن کرنے کے درمیان بھی جمع نہیں کیا جائے گا، مگر یہ کہ سیاست کے طور پر ہو۔ [2]

علائی نے اپنی شرح میں ’’الا سیاسۃً‘‘ کے قول کے بعد فرمایا کہ ’’یعنی مصلحت اور تعزیر کے طور پر‘‘ اور یہ زنا کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ ہر اس جرم میں جائز ہے، جس میں امام جلاوطن اور قتل کے درمیان مصلحت سمجھے، جیسا کہ اس بدعتی کا قتل، جس کی بدعت کے پھیلنے کا وہم ہو، اگرچہ اس کے کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا ’’علائی‘‘ نے اس موقع پر لمبا کلام کیا ہے، جس کو آخر تک ملاحظہ کرنے کے لیے اس کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

اور علائی کی شرح میں ہی ’’شرح الباقانی‘‘ اور ’’البحر‘‘ اور ’’النھر‘‘ کے حوالے سے یہ بات مذکور ہے کہ یہ بات جان لینی چاہیے کہ فقہائے کرام نے سیاست کے حکم میں یہ بات ذکر کی ہے کہ امام اس کو اختیار کرے گا، اور انہوں نے

---

[1] مطلب اس کا یہ ہے کہ بار بار اس عمل کے ارتکاب پر بھی یہ قتل، قتلِ سیاسی ہی ہے، جیسا کہ علامہ ابنِ تیمیہ کی تصریح گزر چکی ہے، اور اس میں امام کی مصلحت کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔ محمد رضوان۔

وأجاز أبو حنيفة التعزير بالقتل فيما تكرر من الجرائم، إذا كان جنسه يوجب القتل، كما يقتل من تكرر منه اللواط أو القتل بالمثقل . وقال ابن تيمية : وقد يستدل على أن المفسد إذا لم ينقطع شره إلا بقتله فإنه يقتل، لما رواه مسلم فى صحيحه عن عرفجة الأشجعى رضى الله عنه قال :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :من أتاكم وأمركم جميع على رجل واحد يريد أن يشق عصاكم، أو يفرق جماعتكم فاقتلوه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٢، ص ٢٦٣، مادة،تعزير)

[2] یعنی سیاسی تعزیر کے طور پر حنفیہ کے نزدیک ’’حد‘‘ پر اضافہ جائز ہے۔ محمد رضوان۔

قاضی کا لفظ اختیار نہیں کیا، جس کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ قاضی کو اس سیاست کا حکم لگانا جائز نہیں، اور اس پر عمل کرنا بھی جائز نہیں، علائی کی بات ختم ہوئی۔

اور اس بناء جو پیچھے ''ولم یقتلوا'' گزرا، اس کا مطلب یہ ہوگا کہ قاضی ان کے قتل کا حکم نہیں لگائے گا، بلکہ یہ اختیار، امام کی رائے کے سپرد ہوگا، جیسا کہ ہم نے کہا۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم (تنبیہُ الولاۃ)

لیکن اگر امام المسلمین کی طرف سے قاضی، یا جج کو اس کا اختیار دے دیا گیا ہو، تو پھر وہ قاضی امامُ المسلمین کا نائب شمار ہوگا۔

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ کے مذکورہ محققانہ کلام سے اس مسئلہ میں پائے جانے والے کئی شکوک وشبہات کا ازالہ ہو جاتا ہے اور مختلف تعارضات وتضادات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

''تنبیہُ الولاۃ والحکام'' کا تیسرا حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ''تنبیہُ الولاۃ والحکام علیٰ احکام شاتم خیر الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام'' میں مذکورہ بحث کے بعد آگے ''خاتمہ'' کا عنوان قائم کر کے فرمایا کہ:

خاتمة: قال في " الشفا " وحكم من سب سائر انبياء الله تعالىٰ، وملائكته، أو استخف بهم، أو كذبهم فيما أتو به، أو أنكرهم، أو جحدهم، وحكم نبينا عليه السلام على مساق ما قدمناه.

فمن شتم الأنبياء، أو واحدا منهم، أو تنقصه، قتل ولم يستتب، ومن سبهم من أهل الذمة قتل الا أن يسلم.

وقول أبي حنيفة وأصحابه على أصلهم: من كذب بأحد الأنبياء، أو تنقص أحدا منهم، أو برىء منه، فهو مرتد. انتهىٰ ملخصاً.

ثم قال: وهذا (كله) فيمن تكلم فيهم (بما قلناه) على جملة

الملائكة والنبيين ، أو على معين ممن حققنا كونه منهم .

أما من لم يثبت بالأخبار ، أو الاجماع ، كونه منهم كهاروت ، وماروت ، والخضر ، و لقمان ، وذى القرنين ، ومريم ، وآسية ، وخالد بن سنان فليس الحكم فى سابهم كذالك ، ولكن يزجر ، ويؤدب بقدر حال المقول فيه . انتهٰى ملخصاً .

وكذا قال السبكى : سب سائر الأنبياء ، والملائكة ، كسب النبى صلى الله عليه وسلم بلا خلاف . انتهٰى .

وذكر مثله شيخ الاسلام ابن تيمية .

ونصوص أئمتنا من الفروع التى ذكروها فى كتبهم صريحة فى ذالك أيضاً ، اعرضنا عنها خشية التطويل ، ولسهولة مراجعتها لمن أرادها .

وقد أكثر أئمتنا من ذكر الألفاظ ، والأفعال المكفرة ، مما هو سب (أو) استخفاف بنبينا ، أو غيره من الأنبياء ، أو الملائكة عليه وعليهم الصلاة والسلام ، قدمنا بعضها فى أوائل الفصل .

وأعلم أن ما ذكرناه من أبحاث المسألة فى هذا الباب نبذة يسيرة مما تركناه خشية الاطناب ، ولكن فى ذالك كفاية لذوى الألباب ، والله أعلم بالصواب (كتاب تنبيه الولاة والحكام علىٰ احكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام، صفحه ۱۱۵، ۱۱۶، الباب الاول،خاتمة ، مطبوعة: دارالآثار، القاهرة، المصر، الطبعة الاولىٰ:2007ء)

ترجمہ: خاتمہ: ''الشفا'' میں فرمایا کہ اس شخص کا حکم، جواللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو سب وشتم کرے، یا ان کا استخفاف

کرے، یا ان کی لائی ہوئی چیز کی تکذیب کرے، یا ان کا انکار کرے، یا ان کی نفی کرے، اور ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام پر ایسا حکم لگائے، جس کی ہم نے تفصیل ذکر کی۔

پس جو شخص انبیاء پر سب وشتم کرے، یا ان میں سے کسی ایک نبی پر سب وشتم کرے، یا نبی کی تنقیص کرے، تو اس کو قتل کیا جائے گا، اور اس سے توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا، اور جو اہلِ ذمہ میں سے کوئی شخص، ان پر سب وشتم کرے، تو اس کو قتل کیا جائے گا، مگر یہ کہ وہ اسلام لے آئے۔

اور امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کا قول ان کے اصولوں کے مطابق ہے کہ جو شخص نبیوں میں سے کسی نبی کی تکذیب کرے، یا ان میں سے کسی نبی کی تنقیص کرے، یا ان میں سے کسی نبی سے برائت ظاہر کرے، تو وہ مرتد ہے ''الشفا'' کا کلام تلخیص کے ساتھ ختم ہوا۔

پھر فرمایا کہ یہی مکمل حکم اس شخص کے متعلق بھی ہے، جو ان کے متعلق اس طرح کا کلام کرے، جو ہم نے ذکر کیا، تمام فرشتوں اور نبیوں کے متعلق، یا کسی متعین فرشتے، یا نبی کے متعلق، جس کا فرشتہ، یا نبی ہونا ہمیں متحقق ہو چکا ہے۔

لیکن جس کے متعلق احادیث، یا اجماع سے فرشتہ، یا نبی ہونا متحقق نہیں ہوا، جیسا کہ ''**ھاروت**'' اور ''**ماروت**'' اور ''**خضر**'' اور ''**لقمان**'' اور ''**ذوالقرنین**'' اور ''**مریم**'' اور ''**آسیہ**'' اور ''**خالد بن سنان**'' تو ان کو سب وشتم کرنے کا حکم اس طرح کا نہیں (لہٰذا اس سے کفر لازم نہ آئے گا، اور نہ ہی قائلینِ نقض کے نزدیک ذمہ ٹوٹے گا) لیکن اس شخص کو ڈانٹ ڈپٹ کی جائے گی، اور اس کی تادیب کی جائے گی، جس شخصیت کے بارے میں اس نے بات کہی ہے، اس کی حالت کے مطابق ''الشفا'' کا کلام تلخیص کے ساتھ ختم ہوا۔

اور اسی طریقے سے امام سبکی نے فرمایا کہ تمام انبیاء اور فرشتوں کو سب وشتم کرنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے کی طرح ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں، سبکی کا کلام ختم ہوا۔

اور اسی کے مثل شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ نے بھی ذکر کیا ہے۔

اور ہمارے (یعنی حنفیہ کے) ائمہ کے ان فروع کی نصوص بھی، جن کو انہوں نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے، وہ اس سلسلے میں صریح ہیں، جن سے ہم نے طوالت کے خوف اور ان کے مراجع کی سہولت کی وجہ سے اعراض کیا ہے، جو شخص ان کی طرف رجوع کرنا چاہے، وہ رجوع کرسکتا ہے۔

اور ہمارے ائمہ وفقہاء نے باعثِ کفر الفاظ اور افعال کا کثرت کے ساتھ ذکر کیا ہے، خواہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سب وشتم سے تعلق رکھتے ہوں، یا استخفاف سے تعلق رکھتے ہوں، یا دوسرے نبیوں، یا ملائکہ علیہم الصلاۃ والسلام کے سب وشتم، یا استخفاف سے تعلق رکھتے ہوں، جن کا ہم نے فصل کے ابتدائی حصوں میں ذکر کردیا ہے۔

اور یہ بات بھی جان لینی چاہیے کہ ہم نے جو بحث اس باب سے متعلق مسئلے میں ذکر کی ہے، وہ تھوڑا سا حصہ ہے، جس کے بڑے حصے کو ہم نے طوالت کے خوف کی وجہ سے ترک کردیا ہے، لیکن اس میں عقل مندوں کے لیے کفایت کا سامان ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب** (تنبیهُ الولاة)

دیگر فقہائے کرام نے بھی مجمع علیہ ومتفق علیہ نبی، یا فرشتے کے بارے میں سب وشتم کرنے سے کفر لازم آنے کا حکم لگایا ہے۔ [1]

---

[1] من الأنبياء من هم محل اتفاق على نبوتهم، فمن سبهم فكأنما سب نبينا صلى الله عليه وسلم وسابه كافر، فكذا كل نبي مقطوع بنبوته، وعلى ذلك اتفق الفقهاء.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

”اعلاءُ السنن“ کا حوالہ

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے بھی اپنی معرکۃُ الآراء مفصل عربی کتاب ”اعلاءُ السنن“ میں اس مسئلے پر بحث کی ہے۔

چنانچہ علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے پہلے تو ”السیر الکبیر“ کے حوالے سے عورت کے علانیہ سب وشتم کرنے پر قتل کا حکم ذکر کیا ہے، اور عمیر بن عدی کی حدیث کا ذکر کیا ہے، اور پھر علامہ ابنِ عابدین شامی کی ”ردالمحتار“ کے حوالے سے حکم ذکر کیا ہے۔

پھر علامہ ابنِ حزم کے اس قول کی تردید کی ہے، جس میں انہوں نے حنفیہ کی طرف سابُّ اللہ اور سابِّ رسول کے قتل نہ ہونے کی نسبت کی ہے۔

جس کی تردید کرتے ہوئے علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حنفیہ کی طرف قتل نہ ہونے کا حکم منسوب کرنا خلافِ واقعہ ہے، حنفیہ کا اصل قول تو یہ ہے کہ اس کی وجہ سے ذمی کا عہد نہیں ٹوٹے گا، لیکن اس سے قتل نہ ہونے کا حکم لازم نہیں آتا، کیونکہ حنفیہ نے پے در پے اس بات کی تصریح کی ہے کہ اس کی تعزیر اور تادیب کی جائے گی، اور حنفیہ کے نزدیک ”تعزیر“ ضرب اور قتل دونوں کو شامل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وإن كان نبيا غير مقطوع بنبوته، فمن سبه زجر، وأدب ونكل به، لكن لا يقتل(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۲، ص۱۸۵، مادة، ردة)

ذهب الفقهاء إلى تكفير من سب نبيا من الأنبياء ، أو استخف بحقه، أو تنقصه، أو نسب إليه ما لا يجوز عليه، كعدم الصدق والتبليغ، والساب عند الحنفية والشافعية يأخذ حكم المرتد فيستتاب، فإن تاب وإلا قتل، وعند المالكية والحنابلة يقتل حدا .وإن تاب .ولا تقبل توبته.

وسب الملائكة كسب الأنبياء ، وقيده المالكية بالنبى أو الملك المجمع على كونه نبيا أو ملكا، فإن سب من لم يجمع على كونه نبيا أو ملكا كالخضر وهاروت وماروت لم يكفر، وأدبه الحاكم اجتهادا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۳، ص۲۳۱، مادة ”تكفير“تكفير من سب الأنبياء عليهم الصلاة والسلام)

ہے، جو امام کی رائے کے سپرد ہے، جس کا نام حنفیہ کے نزدیک ''قتلِ سیاسی'' رکھا جاتا ہے۔

اور اگر ہم یہ بات بھی تسلیم کرلیں کہ حنفیہ نے یہ کہا ہے کہ اس کی وجہ سے عہد نہیں ٹوٹے گا، اور اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ امام ان کو ویسے ہی کھلا چھوڑ دے گا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کو سب وشتم کرتے رہیں، اور ہمارے دیار میں ہمارے دین پر طعن وتشنیع کرتے رہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی وجہ سے عہد نہیں ٹوٹے گا، اور امام پر لازم ہے کہ اہلِ ذمہ اگر ہمیں اللہ اور اس کے رسول کے بارے میں ایذاء پہنچائیں، اور ہمارے دین میں طعن وتشنیع کریں، تو ان کو عہد ٹوٹنے سے آگاہ کردے۔

اور اہلِ عہد کو عہد ٹوٹنے سے آگاہ کرنے کے بعد قتل کرنے میں زیادہ احتیاط ہے، جبکہ ہم نے پہلے سے ان کے ساتھ عہد ٹوٹنے کی شرط نہ لگائی ہو۔

پھر اس کے بعد علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول اور دینِ اسلام پر سب وشتم کرنے والے کا قتل، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک بھی متعین نہیں ہے، بلکہ اس میں امام کو چار چیزوں کے درمیان اختیار ہے، خواہ وہ قتل کرے، یا غلام وباندی بنائے، یا عوض لے کر چھوڑ دے، یا عوض لیے بغیر ویسے ہی احسان کے طور پر چھوڑ دے، جس کی علامہ ابنِ قدامہ نے ''المغنی'' میں تصریح کی ہے، اور ''رحمۃ الامۃ'' میں بھی اسی کے مثل مذکور ہے، لیکن حنفیہ کے نزدیک تعزیر متعین ہے، پھر اگر اس سے بار بار یہ عمل سرزَد ہو، اور وہ اس کا اظہار کرے، تو اس کو امام سیاسۃً قتل کرے گا، اور اس سلسلے میں جو آثار مروی ہیں، ان کا مصداق بھی یہی سیاسی قتل ہے، چنانچہ ایک نابینا شخص نے اپنی امِ ولد کو بار بار اس عمل کے سرزد ہونے کے بعد ہی قتل کیا، اور جس یہودی عورت کا مسلمان شخص نے

گلا گھونٹا، وہ بھی علانیہ سب وشتم کرتی تھی، اور ان آثار میں عہد کے ٹوٹنے پر دلالت نہیں پائی جاتی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان افراد کے اموال کو مسلمانوں کے لیے مالِ غنیمت قرار نہیں دیا، نیز اہلِ یہود، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اہلِ ذمہ نہیں تھے، بلکہ وہ صرف اصحابِ موادعۃ تھے، جن سے جزیہ وصول نہیں کیا جاتا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کبھی بھی ان یہود پر جزیہ قائم نہیں کیا گیا، جو آپ کے قرب وجوار میں رہتے تھے، خواہ وہ بنوقریظہ ہوں، یا نضیر ہوں، اور جو اس کے خلاف دعویٰ کرے، اس کے ذمہ ثبوت لازم ہے، اور اہلِ موادعۃ اور اہلِ ذمۃ کے درمیان بہت فرق ہے۔ [1]

---

[1] قال محمد فی السیر الکبیر وکذلک ان کانت تعلن بشتم رسول اللہ ﷺ فلابأس بقتلها، لحدیث ابی اسحاق الهمدانی قال: جاء رجل الی رسول اللہ ﷺ وقال انی سمعت امرأة من یهود، وهی تشتمک، واللہ یارسول اللہ! انها لمحسنة الی فقتلتها.

فأهدر النبی ﷺ دمها، واستدل بحدیث عمیر بن عدی (فانه لماسمع عصماء بنت مروان تؤذی النبی ﷺ وتعیب الاسلام وتحرض علی قتال رسول اللہ ﷺ فقتلها لیلا، ثم أصبح وصلی الصبح مع رسول اللہ ﷺ فلمانظر الیه قال: أقتلت ابنة مروان؟ قال: نعم، فهل علی فی ذلک شیء؟ فقال رسول اللہ ﷺ "لاینتطح فیه عنزان" الخ(۲:۱۸۳ و ص ۱۸۴) وقصة قتل عمیر عصماء، ذکرها الحافظ فی الاصابة (۵:۳۴) من طریق الواقدی-وفیه-فکان (رسول اللہ ﷺ) اول من قالها أی هذه الکلمة فسار بها المثل اه. وقد عرف انه ﷺ کان قد عاهد یهود المدینة وما والاها حین قدم المدینة، فدل علی جواز قتل الذمی اذا اعلن بسب الرسول ﷺ- وهو المذهب- قال ابن کمال باشا فی احادیثه الاربعینیة: والحق انه یقتل عندنا اذا اعلن بشتمه علیه الصلاة والسلام.

صرح به فی سیر الذخیرة حیث قال: واستدل محمد لبیان قتل المرأة اذا اعلنت بشتم الرسول بما روی ان عمیر بن عدی لماسمع عصماء بنت مروان تؤذی الرسول فقتلها لیلا مدحه ﷺ علی ذلک انتهی. فلیحفظ کذا فی الدرالمختار مع الشامیة (۳: ۴۳۲).

وبالجملة فلاخلاف بین العلماء فی قتل الذمی او الذمیة اذا اعلن بشتم الرسول، او طعن فی دین الاسلام طعنا ظاهرا او نسب الی اللہ تعالیٰ مالا یعتقده، ولایتدین به وانما الخلاف فی انتقاض العهد به قال الموفق فی المغنی: فالخصلتان الاولیان ینتقض العهد بهما بلاخلاف فی المذهب وهو مذهب الشافعی (وأراد بالخصلتین الامتناع من بذل الجزیة، وجری احکامنا علیهم اذا حکم بها حاکم، والاجتماع علی قتال المسلمین) قال: وفی معناهما قتالهم للمسلمین منفرین او مع اهل الحرب، لان اطلاق الامان یقتضی ذلک، فاذا فعلوه نقضوا الامان لانهم اذا قاتلونا لزمنا قتالهم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اہلِ ذمہ اور اہلِ مواد عۃ کے درمیان فرق، اور اس کے متعلق فقہائے کرام کے اقوال کا ذکر، اسی باب کے شروع میں گزر چکا ہے، جبکہ سابِّ رسول کے قتل کی احادیث و آثار، آگے مستقل فصل میں آتے ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وذلک ضد الامان ۔ الی ان قال ۔ وقال ابو حنيفة لاينتقض العهد الا بالامتناع من الامام على وجه يتعذر معه اخذ الجزية منهم اهل (١٠ : ٢٠٨) وقال الخير الرملي: لايلزم من عدم النقص عدم القتل فقد صرحوا قاطبة بانه يعزر على ذلک ويؤدب ويجوز الترقى فى التعزير الى القتل اذا اعظم موجبه، ومذهب الشافعي كمذهبنا على الاصح قال ابن السبکی: لاينبغى ان يفهم من عدم الانتقاض انه لايقتل، فان ذلک لايلزم اه قال الشامی: لكن هذا اذا اعلن بالسب، وكان مما لايعتقده كماعلمته آنفا اه (٣: ٤٣١)

الرد على ابن حزم:

ومـمـن فهـم مـن عدم الانتقاض عدم القتل محدث الاندلس ۔ العلامة بن حزم الظاهرى ۔ فنسب الى الحنفية القول بعدم قتل من سب الله ورسوله، وجعل يطعنهم ويرميهم بكل سوء، ولم يدر ان الآفة فى ذلک من عنده لامن عندهم وهذا هو اللائق بظاهريته. حيث قال: وقال سفيان وأبوحنيفة وأصحابه: ان سب الذمى الله تعالىٰ او رسوله ﷺ باى شىء سبه، فانه لايقتل لكن ينهى عن ذلک وقال بعضهم: يعزر اه (١١: ٤١٥)

فقوله: "انه لايقتل" كذب عليهم، وانما قالوا: لاينتقض العهد به ولايلزم منه عدم القتل وكذا قوله: وقال بعضهم: "يعزر"خطأ فانهم قدصرحوا قاطبة بانه يعزر على ذلک ويؤدب كما مر، والتعزير عندنا يعم الضرب والقتل جميعاً وهو مفوض الى رأى الامام، يسمى القتل سياسةً وان سلمنا انهم قالوا: لاينتقض العهد بذلک ولايقتل به فليس معناه ان يتركهم الامام وهم يسبون الله والرسول ويطعنون فى ديننا فى دارنا. كما فهمه ابن حزم وغيره من اهل الظاهر من قلة فهمهم، وعدم تدبرهم فى كلام علمائنا، بل معناه: ان العهد لاينتقض بذلک وعلى الامام ان ينبذ اليهم على سواء اذا آذونا فى الله وفى الرسول وطعنوا فى ديننا، فان الجهاد ماض الى يوم القيامة صرح به الشامى نقلاً عن أئمتنا (٣: ٤٣٠)

فأنشدكم الله هل قتل أهل العهد بعد النبذ اليهم أحوط أم بدونه؟ ولايرتاب مؤمن فضلاً عن عالم عاقل فى أن ذلک بعد النبذ اليهم أحوط وأقسط اذا لم نكن شرطنا عليهم ترک العهد، ولكن اهل الظاهر لايفقهون. قال ابن حزم: "واحتج الحنفيون لضلالهم وافكهم لماحدثنا الخ"

قلت: واذا كان ذلک قول سفيان ايضا ۔ كما حكيته ۔ فلم خصصت الحنفية بالضلال والافک. وهل هذا الا كلام المجادلين بالباطل فان المناظرة لاظهار الحق لاتكون هكذا بالسب والشتم، ولكن الظاهرية قد حرموا الادب، وخلعوا ربقة الوقار عن اعناقهم، فلايدرون مايخرج من رؤوسهم، ولايشعرون بما يلفظون من قول، فالى الله المشتكى.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

’’اعلاءُ السنن‘‘ کا دوسرا حوالہ

بعض حضرات نے جزیہ کی ادائیگی سے منع کرنے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے کو قرآن مجید میں مذکور ’’حتی یعطوا الجزیة عن ید وھم صاغرون‘‘ کے خلاف سمجھ کر، حنفیہ پر رَد کیا ہے، اس کے جواب میں علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ ’’اعلاءُ السنن‘‘ میں ہی فرماتے ہیں:

والجواب أن العلماء قد اختلفوا فی معنی الصغار الذی ذکره الله فی قوله: ”حتی یعطوا الجزیة عن ید وھم صاغرون“ فقال بعضھم: إعطاؤھم الجزیة أی قبولھا و إطاعتھم لولاة الإسلام فیما یرجع إلی المعاملات ھو الصغار وقد تکلم الکلام فی ذلک مستوفی ولا یزول ذلک ما داموا تحت ید الإمام ولم یحاربوه أو یلحقوا بدار الحرب.

وھذا إذا لم نشرط علیھم ترک ما فیه عضاضة و نقیصة علی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثم اعلم: ان قتل من سب الله ورسوله ودینه لیس بمتعین عند الشافعی واحمد بل یخیر الامام فیه بین اربعة اشیاء: القتل، والاسترقاق، والفداء، والمن، صرح به الموفق فی ”المغنی“ (١٠ : ٦٠٩) وذکر نحوه فی ”رحمة الأمة“ (ص١٣٥) وعندنا یتعین تعزیره فان تکرر منه او أظھره قتله الامام سیاسةً صرح به ابن کمال باشا نقلاً عن سیر الذخیرة کما مر. وھو مدلول الآثار التی ذکرناھا فی المتن. فان الأعمی لم یقتل ام ولده الابعد ماتکرر منھا کما ھو ظاھر، والیھودیة التی خنقھا رجل من المسلمین کانت تعلن بالسب ولادلالة فی الأثرین علی انتقاض العھد به، فان النبی ﷺ لم یجعل اموال ھؤلاء فیئا للمسلمین. وأیضاً فان الیھود لم یکونوا اھل ذمة وانما کانوا اصحاب موادعة بلاجزیة تؤخذ منھم دفعا لشرھم الی ان امکن الله منھم، لانه لم توضع جزیة قط علی الیھود المجاورین من قریظة والنضیر. ومن ادعی غیر ذلک فعلیه البیان. وشتان بین اھل الموادعة وأھل الذمة. فافھم (اعلاء السنن، جلد ١١، صفحه ٥٢٩٠، تا ٥٢٩٣، ابواب الجزیة، باب یقتل الذمی رجلا کان او امرأة اذا اعلن بسب الله والرسول بمالایدینه وکذا اذا طعن فی دین الاسلام بنحوه، مطبوعة : دارالفکر، بیروت،لبنان، الطبعة الاولیٰ : ١٤٢١ھ، ٢٠٠١ م)

الإسـلام و أهـلـهٗ. وأمـا اذا شـرطـنـا عـليهم تركه وخالفوه ينتقض عهـدهـم بذلک کما هو ظاهر ذکره "الشامی" عن الخير الرملی و غيره من فقهائنا (۳: ۴۲۹)

وتـذكـر ما أسلفناه أن عدم الانتقاض لا يستلزم عدم القتل فللإمام أن يقتلهٗ تعزيراً أو ينبذ إليهم علی سواء.

وأمـا قـولـهٗ تـعالیٰ " وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِـكُـمْ فَـقَـاتِـلُـوا أَئِـمَّـةَ الْـكُفْرِ" الآية. فليس بنازل فی حکم أهل الـجـزية بـل هـو فـی حـق الـمشرکين من أهل العرب أو فی کفار قـريـش ليـس إلا بـدليل قوله تعالیٰ بعده: " أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُمْ بَدَئُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ". والحنفية أول قـائل بما فی هذه الآية و أفضل عامل به فقد قالوا: بأن لا يقبل مـن الـوثـنـیٰ العربی إلا الإسلام أو السيف، ولا يجوز استرقاقهم. ولا ضرب الجزية عليهم.

أمـا إنـهٗ فـی حـق هـؤلاء دون أهـل الذمة فقد صرح به الطبری فی "تفسيره" (۱۰: ۶۲ و ۶۳ و ۶۴)

وحكاه عن أجلة المفسرين من الصحابة والتابعين رضی الله عنهم اجـمـعـيـن، فـليـراجـع، وسنذکر شيئا منه فيما سيأتی. و إن سلمنا عـمـومهٗ لأهل الذمة قلنا أن نقول: إن حکم القتال منوط بمجموع نـكـث الأيـمـان والـطعن فی الدين، فلا دلالة فيه علی کون الطعن وحـدهٗ سببا لـلـنـقـض، بـل نـكـث الأيمان و مخالفة العهد الذی عـاهـدنـاهـم عـليه هو السبب فی إباحة قتالهم، وتأکد بطعنهم فی

الدين ومن ادعىٰ غير ذلک فعليه البيان.

وأيضاً فإن كان معنى الصغار ترک ما فيه عضاضة ونقيصة على الإسلام وأهلهٔ كما قاله ابن حزم ومن وافقهٔ من المالكية لزم أن ينتقض عهده بسب خليفة الإسلام وسلطان المسلمين فإن فى ذلک من إهانة المسلمين وتذليلهم ما لا يخفى، ولا ينتقض العهد بذلک إجماعاً، بل يعزر و يؤدب. ولا عبرة بأهل الظاهر ومنهم ابن حزم حيث حكم بانتقاض العهد بسب مسلم من عرض الناس فإنهم لا يفقهون اللهم إلا أن يكون مشروطا عليهم أن لا يسبوا مسلما، فينتقض العهد بذلک، كما مرّ (اعلاء السنن، جلد ۱۱، صفحه ۵۲۹۵، ۵۲۹۶، ابواب الجزية، باب يقتل الذمى رجلا كان او امرأة اذا اعلن بسب الله والرسول بمالايدينه وكذا اذا طعن فى دين الاسلام بنحوه، مطبوعة: دارالفكر، بيروت، لبنان، الطبعة الاولىٰ: ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۱م)

ترجمہ: اس کا جواب یہ ہے کہ علماء کا ''الصغار'' کے معنیٰ میں اختلاف ہے، جس کو اللہ نے اپنے اس قول میں ذکر فرمایا ہے:

''حتى يعطوا الجزية عن يد وهم صاغرون''

پس بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سے ذمیوں کا جزیہ کا عطا کرنا، یعنی قبول کرنا اور ان کا ولاۃِ اسلام کی ان امور میں اطاعت کرنا مراد ہے، جو معاملات سے متعلق ہیں، اور یہی ''الصغار'' ہے، اور اس کے بارے میں بھرپور کلام ہوا ہے۔

اور یہ ''الصغار'' اس وقت تک زائل نہیں ہوتا، جب تک وہ اہلِ ذمہ امام کے قابو میں (یعنی دارالاسلام میں ہمارے زیرِ حکومت) ہوں، اور وہ محاربت اختیار نہ کریں، یا دارالحرب کے ساتھ لاحق نہ ہوں۔

اور یہ حکم اس وقت ہے، جبکہ ہم (عقدِ ذمہ کے وقت) ان پر اسلام اور اہلِ اسلام کے نقص وعیب جوئی کی شرط نہ لگائیں، لیکن جب ہم اس کو ترک کرنے کی ان پر شرط لگادیں، اور وہ اس کی مخالفت کریں، تو اس (شرط کی مخالفت) کی وجہ سے ان کا عہد ٹوٹ جائے گا، جیسا کہ اس بات سے ظاہر ہوتا ہے، جو علامہ شامی نے ہمارے فقہاء مثلاً خیر رملی وغیرہ کے حوالے سے ذکر کی ہے۔

اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا، اس کی روشنی میں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ عہد کا نہ ٹوٹنا، قتل نہ ہونے کو مستلزم نہیں، پس امام کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اس کو تعزیراً قتل کرے، یا ان کو عہد ٹوٹنے سے آگاہ کردے۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس قول کا تعلق ہے کہ:

”وَإِنْ نَّكَثُوْا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ“

تو یہ آیت اہلِ جزیہ کے حکم کے متعلق نازل نہیں ہوئی، بلکہ یہ آیت اہلِ عرب مشرکین، یا کفارِ قریش کے متعلق نازل ہوئی ہے، جس کی دلیل اس کے بعد خود اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ:

”أَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِإِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ“

اور حنفیہ اس آیت کے حکم کے سب سے پہلے قائل اور اس پر سب سے افضل طریقہ پر عامل ہیں، کیونکہ ان کا قول یہ ہے کہ عربی مشرک سے اسلام، یا تلوار کے علاوہ کوئی چیز قبول نہیں کی جائے گی، اور ان کو غلام بنانا جائز نہیں، اور ان پر جزیہ عائد کرنا بھی جائز نہیں۔

اور اس آیت کے مذکورہ لوگوں کے حق میں ہونے اور اہلِ ذمہ کے حق میں نہ

ہونے کی تصریح، طبری نے بھی اپنی تفسیر میں کی ہے۔

اور اس کو کئی جلیل القدر مفسرین صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت کیا ہے، جس کی طرف رجوع کرلینا چاہئے، اور ہم آگے عنقریب اس کا کچھ ذکر کریں گے، اور اگر ہم اس آیت میں اہلِ ذمہ کو شامل ہونے کے عموم کو تسلیم کرلیں، تو ہم یہ کہیں گے کہ قتال کے حکم کا مدار، قسموں اور طعن فی الدین کے نکث کے مجموعہ پر ہے، پس اس آیت میں تنہا طعن کے ذریعے عہد ٹوٹنے کا سبب ہونے پر دلالت نہیں پائی جاتی، بلکہ قسموں کے ٹوٹنے اور اور اس عہد کی مخالفت پر دلالت پائی جاتی ہے، جو ہم نے ان سے عہد کیا ہو، وہی ان کے قتل کے مباح ہونے کا اصل سبب ہے، جس کو طعن فی الدین کے ساتھ مؤکد کیا گیا ہے، اور جو کوئی اس کے علاوہ کا دعویٰ کرے، تو اس کے ذمے ہے کہ وہ اس کا بیان لے کر آئے۔

اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر ''الصغار'' کا مطلب اس چیز کا ترک کرنا ہو، جس میں اسلام اور مسلمانوں کی طرف نقص اور عیب کا منسوب کرنا لازم آتا ہو، جیسا کہ ابنِ حزم اور مالکیہ میں سے ان کے موافقین کا قول ہے، تو لازم آتا ہے کہ ذمی کا عہد خلیفۃُ الاسلام اور سلطانُ المسلمین کو سب وشتم کرنے سے بھی ٹوٹ جائے، کیونکہ اس میں بھی مسلمانوں کی اہانت اور ان کی تذلیل پائی جاتی ہے، جو کہ مخفی نہیں، لیکن اس کی وجہ سے بالاجماع عہد نہیں ٹوٹتا، بلکہ تعزیر وتادیب کا حکم ہوتا ہے، اور اہلِ ظاہر کا کوئی اعتبار نہیں، جن میں ابنِ حزم بھی داخل ہیں کہ وہ عام مسلمان کو سب وشتم کرنے اور عام لوگوں کی عزتِ نفس کو مجروح کرنے پر بھی عہد ٹوٹنے کا حکم لگاتے ہیں، کیونکہ وہ حقیقت کو نہیں سمجھتے، لیکن اگر اہلِ ذمہ سے یہ شرط لگالی گئی ہو کہ وہ کسی مسلمان کو سب وشتم نہیں کریں گے، تو پھر اس کی وجہ سے عہد ٹوٹ جائے گا، جیسا کہ گزرا (اعلاء السنن)

معلوم ہوا کہ جونفسِ اہانتِ مسلمین کو ذمہ وعہد ٹوٹنے کا سبب سمجھا جاتا ہے، اور اسی کی بناء پر سابِّ رسول کو بھی مسلمانوں کی اہانت کنندہ میں داخل سمجھ کر ذمہ وعہد ٹوٹنے کا حکم لگایا جاتا ہے، اس کو علتِ موثرہ کا درجہ دینے سے اور بھی کئی ایسی چیزوں سے عہد ٹوٹنا لازم آئے گا، جس کا مجتہدین وفقہائے متبعین میں سے کوئی بھی قائل نہیں، اور ''لازم'' درست نہیں، تو ''ملزوم'' بھی درست نہ ہوگا۔

''اعلاءُ السنن'' کا تیسرا حوالہ

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ ''اعلاءُ السنن'' میں ہی فرماتے ہیں:

نعم يجوز لنا أن نشترط عليهم شروطا نمنعهم بها عما فيه عضاضة و نقيصة على الإسلام و أهلهٖ، فإن خالفوا الشرط انتقض العهد، وحل لنا منهم ما يحل من الحربى. وأما بدون الشرط، فلا ينتقض العهد به، بل يعزر و يؤدب و يقتل سياسة لا نقضا للعهد

(اعلاء السنن، جلد ۱۱، صفحہ ۵۲۹۸، ابواب الجزية، باب يقتل الذمى رجلا كان او امرأة اذا اعلن بسب الله والرسول بمالايدينه وكذا اذا طعن فى دين الاسلام بنحوه، مطبوعة : دارالفكر، بيروت،لبنان، الطبعة الاولىٰ : ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۱ م)

ترجمہ: البتہ ہمارے لیے جائز ہے کہ ہم ذمیوں پر اس طرح کی شرائط لگائیں کہ جو ان کو اس چیز سے منع کرے، جس میں اسلام اور مسلمانوں کی اہانت وتنقیص سے ممانعت پائی جاتی ہو، پھر اگر وہ اس شرط کی مخالفت کریں گے، تو عہد ٹوٹ جائے گا، اور ہمارے لیے ان سے متعلق وہ تمام چیزیں حلال ہوجائیں گے، جو حربی کے متعلق حلال ہوتی ہیں، لیکن بغیر شرط لگائے ہوئے اس کی وجہ سے عہد نہیں ٹوٹے گا، بلکہ اس کی تعزیر وتادیب کی جائے گی، اور سیاستاً قتل کیا جائے گا،

عہد ٹوٹنے کی وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا (اعلاء السنن)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر ذمیوں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے کی صورت میں عہد ٹوٹنا مشروط ہو، تو حنفیہ کے نزدیک بھی عہد ٹوٹ جائے گا۔

لیکن اس صورت میں بھی اس کے متعلق حربی والے اختیارات حاصل ہوں گے، یعنی قتل و استرقاق، اور بوقتِ ضرورت، فداء اور من، جیسا کہ پہلے گزرا۔

اور اگر اس طرح کی شرط نہ ہو، تو پھر تعزیر کی جائے گی، جو حسبِ مصلحت ہوگی، اور امامُ المسلمین کو اس میں اختیار حاصل ہوگا، جو قتل تک بھی متجاوز ہوسکتا ہے، یعنی حنفیہ کے نزدیک عہد ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کی صورت میں، قتل متعین نہیں۔

خلاصہ یہ کہ حنفیہ کے نزدیک ذمی کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنا، بذاتِ خود عہد ٹوٹنے کا باعث نہیں، البتہ اہلِ ذمہ سے اس کی وجہ سے عہد ٹوٹنے کا قاعدہ یعنی ''من حیث الشروط'' معاہدہ کیا گیا ہو، تو پھر عہد ٹوٹ جائے گا۔

حنفیہ کے علاوہ شافعیہ کا اصح وراجح قول بھی یہی ہے، لہٰذا اس میں حنفیہ کو منفرد سمجھنا بھی درست نہیں، جس طرح شافعیہ کی طرف مطلقاً عہد وذمہ ٹوٹنے کی نسبت کرنا بھی درست نہیں۔

اور شافعیہ وحنابلہ کی طرف عہد ٹوٹنے کے بعد اور اسی طرح حنفیہ کی طرف قتل کے متعین ہونے، اور قتل کے وجوب کی نسبت کرنا بھی درست نہیں، بلکہ اس میں حسبِ اقوالِ فقہاء، امامُ المسلمین، یا اس کے مجاز نمائندہ کو مختلف اختیارات حاصل ہیں۔

اور اسی وجہ سے اس میں عوام الناس کا امامُ المسلمین، یا اس کے مجاز نمائندہ کو اپنی حسبِ منشاء اختیار کے استعمال کرنے پر جبر کرنا، اور اس سے بڑھ کر اس مقصد کے لیے احتجاج اور خروج، اور توڑ پھوڑ وغیرہ جیسے امور کا ارتکاب کرنا، اور امامُ المسلمین، یا اس کے مجاز نمائندہ پر طرح طرح کے الزامات عائد کرنا بھی درست نہیں۔

ملحوظہ

اس موقع پر یہ ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ آج کل بعض کم علم اور بعض ناپختہ علم مسلمان ، غیر مسلموں کے معبودانِ باطلہ اوران کی مقدس ومعظم سمجھے جانے والی ہستیوں کوسب وشتم کرتے اور برا بھلا کہتے ہیں، جس کی وجہ سے غیر مسلموں کے جذبات بھڑ کتے ہیں، اوران کو مسلمانوں سے عداوت پیدا ہوتی ہے، اوراس کے نتیجے میں پلٹ کر بعض اوقات وہ اللہ تعالیٰ کواور مسلمانوں کی مقدس ہستیوں مثلاً نبیوں وغیرہ کوسب وشتم کرتے اور برا بھلا کہتے ہیں۔

مسلمانوں کا یہ طرزِ عمل ،قرآن وسنت کے مطابق نہیں، بلکہ ایسی صورت میں مسلمانوں کا یہ طرزِ عمل ہی، ایک طرح سے اللہ تعالیٰ اور نبیوں وغیرہ کوسب وشتم کرانے کا باعث ہے۔

اور ایسی صورت میں مسلمانوں کو اپنے مذکورہ طرزِ عمل کی اصلاح کرنا بھی ضروری ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے معبودانِ باطلہ کوسب وشتم کرنے سے اس لئے منع فرمایا کہ ان کی عبادت کرنے والے لوگ ہمارے معبودِ برحق کو پلٹ کر سبّ وشتم کریں گے، جس کا سبب ہم ہی ہوں گے۔

چنانچہ سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلٰى رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورة الأنعام، رقم الآية ۱۰۸)

ترجمہ: اور نہ سب وشتم کروتم، اُن (افراد واشیاء) کو کہ بلاتے ہیں وہ (یعنی مشرکین وکافرین) اللہ کے علاوہ کو، تو وہ سب وشتم کریں گے، اللہ کو، عداوت کے طور پر بغیر علم کے، اسی طریقے سے مزین کردیا ہم نے ، ہر ایک امت کے لیے، ان کے عمل کو، پھر اپنے رب کی طرف ان کا لوٹنا ہوگا، پھر خبردار کردے گا

وہ (رب) اُن کو، ان چیزوں سے، جو وہ عمل کرتے تھے (سورہ انعام)

اوراحادیث سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَّلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قِيْلَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ : يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ، فَيَسُبُّ أَبَاهُ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ (صحيح البخارى، رقم الحديث ۵۹۷۳، كتاب الادب، باب: لا يسب الرجل والديه)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک کبیرہ ترین گناہوں میں سے ایک گناہ یہ ہے کہ کوئی اپنے والدین پر لعنت کرے، عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! کوئی کیسے اپنے والدین پر لعنت کر سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] وفى ذلك دليل على أن المحق عليه أن يكف عن سب السفهاء الذين يتسرعون إلى سبه على وجه المقابلة له لأنه بمنزلة البعث على المعصية(احكام القرآن للجصاص، ج۴ص ۱۷۰، سورة الانعام)

ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله يعنى لا تذكروا الأوثان بما فيها من القبائح فيسبوا الله منصوب على جواب النهى عدوا تجاوزا عن الحق الى الباطل بغير علم اى على جهالة بالله تعالى وبما يجب ان يذكر به وما هو منزه عنه فظاهر الاية وان كان نهيا عن سب الأصنام فحقيقة النهى عن سب الله تعالى لانه سبب لذلك(التفسير المظهرى، ج۳ص ۲۷۶، سورة الانعام)

ومعنى سبهم لله عز وجل إفضاء كلامهم إليه كشتمهم له صلى الله عليه وسلم ولمن يأمره، وقد فسر بغير علم بذلك أى فيسبوا الله تعالى بغير علم أنهم يسبونه وإلا فالقوم كانوا يقرون بالله تعالى وعظمته وأن آلهتهم إنما عبدوها لتكون شفعاء لهم عنده سبحانه فكيف يسبونه؟ ويحتمل أن يراد سبهم له عز اسمه صريحا ولا إشكال بناء على أن الغضب والغيظ قد يحملهم على ذلك ألا ترى أن المسلم قد تحمله شدة غيظه على التكلم بالكفر.

ومما شاهدناه أن بعض جهلة العوام أكثر الرافضة سب الشيخين رضى الله تعالى عنهما عنده فغاظه ذلك جدا فسب عليا كرم الله تعالى وجهه فسئل عن ذلك فقال: ما أردت إلا إغاظتهم ولم أر شيئا يغيظهم مثل ذلك فاستتيب عن هذا الجهل العظيم(تفسير روح المعانى للآلوسى، ج۴ص ۲۳۶، سورة الانعام)

نے فرمایا کہ ایک شخص دوسرے کے والدین کو گالی دے، اور پھر وہ (پلٹ کر) اس کے والد کو گالی دے اور اس کی ماں کو گالی دے (بخاری)

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَرْبَى الرِّبَا أَنْ يَّسْتَطِيْلَ الرَّجُلُ فِيْ شَتَمِ أَخِيْهِ، وَإِنَّ أَكْبَرَ الْكَبَائِرِ أَنْ يَّشْتِمَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ، قَالُوْا : وَكَيْفَ يَشْتِمُهُمَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ : يَشْتِمُ الرَّجُلَ، فَيَشْتِمُهُمَا (المعجم الكبير للطبراني ،رقم الحديث ٨٩٩، ج١٨ ص ٣٥٣) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدترین سود یہ ہے کہ آدمی اپنے (مسلمان) بھائی کو گالی دینے میں زبان درازی کرے، اور کئی کبیرہ گناہوں میں اہم ترین کبیرہ گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! والدین کو کیسے گالی دے گا؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دوسرے آدمی کو گالی دے، پھر وہ (دوسرا آدمی پلٹ کر) اس کے والدین کو گالی دے (تو یہ سبب بننے کی وجہ سے ایک طرح خود سے اپنے والدین کو گالی دینا ہے) (طبرانی)

معلوم ہوا کہ کسی شخص، یا اس کے والدین کو گالی دی جائے، اور وہ پلٹ کر گالی دینے والے کے والدین کو گالی دے، تو یہ دراصل ایک طرح سے خود اپنے والدین کو گالی دینا، اور باعثِ لعنت عمل اور شدید ترین کبیرہ گناہ ہے۔ [2]

---

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني، ورجاله رجال الصحيح غير طاهر بن خالد بن نزار، وهو ثقة وفيه لين (مجمع الزوائد،تحت رقم الحديث ١٣٠١٧ ،باب فيمن تسبب في سب والديه)

[2] (ولعن الله من لعن والده) أي: صريحا، أو تسببا بأن لعن والد أحد فيسب والده، ومنه قوله تعالى: (ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم)فالنهي عن السبب احتراز عن التسبب(مرقاة المفاتيح، ج٦ ص ٢٦٤٧، كتاب الصيد والذبائح)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہمیں افسوس ہے کہ آج کل مسلمانوں کے مقتدا سمجھے جانے والے بہت سے اہلِ علم حضرات بھی قرآن وسنت کی ان مقدس و پاکیزہ تعلیمات پرعمل پیرا نہیں، اور وہ برسرِ منبر اور برسرِ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(وعن عبد الله بن عمرو) أی: ابن العاص – رضی الله عنهما – (قال: قال رسول الله – صلى الله عليه وسلم: من الكبائر) أی: من جملتها أو بعضها (شتم الرجل والديه) أی: سبه إياهما أو أحدهما ولو تسببا (قالوا: يا رسول الله، وهل يشتم) : بكسر عينه ويضم يسب (الرجل والديه) أی: هل يقع ذلک (قال: نعم) أی: يقع حقيقة تارة وهو نادر ومجازا أخرى، وهو كثير لكن ما تعرفونه، ثم بينه بقوله: (يسب أبا الرجل فيسب) أی: الرجل (أباه) أی: أبا من سبه (ويسب) أی: تارة أخرى، وقد يجمع ويسب أيضا (أمه) أی: أم الرجل (فيسب) أی: الرجل (أمه) أی: أم سابه، وفی الجمع بين الشتم والسب تفنن، ففی القاموس: شتمه يشتمه ويشتمه: سبه، وقد يفرق بينهما ويقال: السب أعم، فإنه شامل للعن أيضا بخلاف الشتم، وأصل السب على ما فی القاموس قطعه وطعنه فی السبة أی: الأست وشتمه، والسبة بالضم العار .قيل: وإنما يصير ذلک من الكبائر إذا كان الشتم مما يوجب حدا كما إذا شتمه بالزنا والكفر، وقال له: أبوک زان أو كافر أو نحوهما، فقال فی جوابه: بل أبوک كافر أو زان، أما إذا شتمه بما دون ذلک بأن قال له أبوک أحمق أو جاهل أو نحوهما، فلا يكون من الكبائر .قلت: إذا كان بعض أفراده كبيرة فيصدق عليه أنه من الكبائر.

قال الطيبی: ويمكن أن يقال: إنه من الكبائر مطلقا ;لأن سبب السب سب، فكأنه واجه أباه بقوله أنت أحمق أو جاهل، ولا شک أن هذا من الكبائر، وقد قال تعالى:(فلا تقل لهما أف ولا تنهرهما) ونحوه فی قوله تعالى: (ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم) قلت: السب لا يصح أن يكون كبيرة، لا سيما إذا وجد من غير قصد، ألا ترى أنه من سب رافضيا أو خارجيا، فسب أحدهما بعض الصحابة لا يعد الأول سابا، وكذا إذا كان أحد بعض الكفار فيسبوا الله، فإنه لا يصير كافرا، نعم ما يتوسل به إلى الحرام حرام، لكن بشرط قصده وعلمه .قال النووی: وفيه قطع بتحريم الوسائل والذرائع(مرقاة المفاتيح ، ج٧ص٣٠٨٣، كتاب الآداب، باب البر والصلة)

(قال) – صلى الله عليه وسلم –: (يلعن أبا الرجل فيلعن) أی الرجل (أباه، ويلعن أمه فيلعن) أی الرجل المسبوب (أمه) أی: أم الساب.

والحاصل: أن المراد يلعن الرجل والديه أن يكون سببا وذريعة للعن الوالدين، فكأنه هو لعنهما، كما قال الله تعالى:(ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم)

قال فی "مرقاة الصعود :"قال النووی :فيه تحريم الوسائل والذرائع(بذل المجهود فی حل سنن ابی داؤد، ج١٣ ص٥٣٠، كتاب الأدب، باب فی بر الوالدين)

اعلان اپنی تقریر وتحریر میں اس اصول کی مخالفت کرتے ہوئے، مذاہبِ باطلہ و فاسدہ کے معبودانِ باطلہ، یا مقدس سمجھی جانے والی، ہستیوں، یا چیزوں پر اس انداز میں سب وشتم کرتے ہیں، جس کی وجہ سے ان مذاہب کے متبعین کے جذبات بھڑکتے ہیں، اور وہ اس کے ردِّ عمل میں طیش وجذبات میں آ کر ہمارے معبودِ حق اور پاکیزہ ہستیوں کو برا بھلا کہتے ہیں، اور پھر اس کے ردِّ عمل میں مسلمانوں کے جذبات بھڑکتے ہیں، اور یہی مذکورہ مقتداء عوام کو ان کے خلاف طیش دلاتے ہیں، لیکن اپنے سبب بننے کے طرزِ عمل کی اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

واللہ تعالیٰ أعلم.

(فصل نمبر 2)

سابِّ رسول کے ''حربی'' ہونے کا حکم

حنفیہ کے نزدیک کسی انسان کی ''عـصـمـة'' (یعنی خون کی حفاظت) کی بنیاد، دارالاسلام میں موجود ہونا ہے، پس ان کے نزدیک مسلم، ذمی اور مستامن، یہ سب دارُ الاسلام میں ہی موجود ہونے کی وجہ سے ہی ''معصوم'' شمار ہوتے ہیں، اوراس وجہ سے ان کے قاتل پر حسبِ قاعدہ حدوتعزیروغیرہ کا حکم ہوتا ہے۔

لیکن دارالحرب میں موجود ہونے کی وجہ سے، حربی، یا دارُالحرب میں موجود مسلم، معصوم شمار نہیں ہوتا، اوراسی وجہ سے دارالحرب میں موجود کافر، یا مسلم کے قاتل پر سزا کا حکم جاری نہیں ہوتا۔

اور غیر حنفیہ کے نزدیک ''عـصـمـة'' کی بنیاد، اسلام، یا امان ہے، اوران کے نزدیک مسلم، ذمی، مستامن اور مہادن معصوم شمار ہوتا ہے، یا تو اسلام کی وجہ سے، جبکہ وہ مسلم ہو، اگرچہ دارالحرب میں ہو، یا امان کی وجہ سے، جبکہ وہ غیر مسلم، معاہد ہو، جس میں ذمی ومستأمن بھی داخل ہے۔ [1]

---

[1] وأساس العصمة عند الحنفية :هو الوجود فی دار الإسلام، فیعد المسلم والذمی والمستأمن معصوم الدم بسبب وجوده فی دار الإسلام .أما الحربی أو المسلم فی دار الحرب، فلیس معصوما، ولا عقاب علی قاتله، لکونه فی دار الحرب.

وأما عند الجمهور غیر الحنفیة :فأساس العصمة هو الإسلام أو الأمان .فیعد المسلم والذمی والمستأمن والمهادن معصوما، إما بسبب الإسلام بالنسبة للمسلم ولو کان فی دار الحرب، أو بسبب الأمان بالنسبة لغیر المسلم المعاهد، فلا تباح دماؤهم ولا أموالهم، ویعاقب قاتلهم علی القتل العمد، إلا أنه لا یقتل المسلم بالکافر عندهم کما سیتضح فیما بعد، ویقتل قاتل المسلم ولو کان فی دار الحرب .ویظهر أثر الخلاف بین الرأیین فی قتل المسلم فی دار الحرب(الفقه الإسلامی وأدلتهٔ للزحیلی،ج۷،ص ۵۶۲۲،۵۶۲۳،القسم الخامس :الفقه العام،الباب الثالث : الجنایات وعقوباتها،الفصل الأول،المبحث الثانی،المطلب الأول،الرکن الأول)

اس اصول پر فقہائے کرام نے مختلف مسائل متفرع فرمائے ہیں، جن میں قصاص وغیرہ کے مسائل بھی داخل ہیں۔ ۱؎

۱؎ ب -عصمة القتيل:

اتفق الفقهاء على أن من شرط وجوب القصاص على القاتل أن يكون القتيل معصوم الدم، أو محقون الدم فی حق القاتل.

فإذا كان القتيل مهدر الدم فی حق جميع الناس -كالحربی والمرتد -لم يجب بقتله قصاص مطلقا.

فإذا كان مهدر الدم فی حق بعض الناس دون سائرهم، كالقاتل المستحق للقصاص، فإنه مهدر الدم فی حق أولياء القتيل خاصة، فإن قتله أجنبی قتل به قصاصا؛ لأنه غير مهدر الدم فی حقه، وإن قتله ولی الدم لم يقتص منه؛ لأنه مهدر الدم فی حقه.

إلا أن الحنفية والحنابلة اشترطوا أن يكون المقتول محقون الدم فی حق القاتل على التأبيد كالمسلم، فإن كانت عصمته مؤقتة كالمستأمن لم يقتل به قاتله؛ لأن المستأمن مصون الدم فی حال أمانه فقط، وهو مهدر الدم فی الأصل، لأنه حربی، فلا قصاص فی قتله، إلا أن يكون قاتله مستأمنا أيضا عند الحنفية، فيقتل به للمساواة لا استحسانا، وقيل :لا يقتل على الاستحسان ، وروی عن أبی يوسف القصاص فی قتل المسلم المستأمن؛ لقيام العصمة وقت القتل.

وذهب المالكية والشافعية إلى أنه لا يشترط فی العصمة التأبيد، وعلى ذلک يقتل قاتل المستأمن، لقوله تعالى :(وإن أحد من المشركين استجارک فأجره) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۳،ص ۲۶۲،۲۶۳،مادة "قصاص")

ج -المكافأة بين القاتل والقتيل:

ذهب جمهور الفقهاء إلى أن من شروط وجوب القصاص فی القتل المكافأة بين القاتل والقتيل فی أوصاف اعتبروها، فلا يقتل الأعلى بالأدنى، ولكن يقتل الأدنى بالأعلى وبالمساوی.

وخالف الحنفية، وقالوا :لا يشترط فی القصاص فی النفس المساواة بين القاتل والقتيل، إلا أنه لا يقتل عندهم المسلم ولا الذمی بالحربی، لا لعدم المساواة بل لعدم العصمة

إلا أن الجمهور اختلفوا فی الأوصاف التی اعتبروها للمكافأة.

فذهب المالكية والحنابلة إلى اشتراط المساواة بين القاتل والقتيل فی الإسلام والحرية .أو أن يكون القتيل أزيد من القاتل فی ذلک، فإذا كان القاتل أزيد من القتيل فيهما فلا قصاص، فإن كان كل منهما أنقص من الآخر فی أحدهما، كان نقص الكفر أكثر من نقص الرق عند المالكية، وعلى ذلک فلا يقتل مسلم ولو عبدا بكافر ولو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پس اس بنا پر حنفیہ کے نزدیک کسی پر حد یا تعزیر جاری کرنے کے لیے دارُ الاسلام ضروری ہے،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حرا، ولا حر برقيق إلا أن يكون المقتول زائد إسلام، فيقتل حر كتابى برقيق مسلم كما سيأتى ترجيحا لجانب الإسلام على الحرية.

وعند الحنابلة لا يقتل الكافر الحر بالعبد المسلم؛ لأن الحر لا يقتل بالعبد مطلقا عندهم، كما لا يقتل العبد المسلم بالحر الكافر؛ لأن المسلم لا يقتل بالكافر مطلقا، فإذا قتل من نصفه حر عبدا لم يقتل به، وإذا قتل حر من نصفه عبد لم يقتل به أيضا لعدم المكافأة.

ويقتل العبد القن بالمكاتب، ويقتل المكاتب به، ويقتل كل واحد منهما بالمدبر وأم الولد -والعكس -لأن الكل عبيد.

ويقتل العبد بالعبد مطلقا .

واختلف المالكية فى الوقت الذى تعتبر فيه المساواة فى القتل الموجب للقود، قال الدسوقى :لا بد فى القود من المكافأة فى الحالات الثلاث :حالة الرمى وحالة الإصابة وحالة الموت، ومتى فقد التكافؤ فى واحد منها سقط القصاص، وبين هنا أنه فى الخطأ والعمد الذى فيه مال إذا زالت المكافأة بين السبب والمسبب، أو عدمت قبل السبب وحدثت بعده وقبل المسبب ووجبت الدية، كان المعتبر فى ضمانها وقت المسبب، وهو وقت الإصابة فى الجرح ووقت التلف فى الموت، ولا يراعى فيه وقت السبب وهو الرمى على قول ابن القاسم، ورجع إليه سحنون خلافا لأشهب .

إلا أن المالكية استثنوا من اشتراط المساواة فى الإسلام والحرية هنا القتل غيلة، وقالوا بوجوب القصاص فيه من غير هذين الشرطين، قال الدردير :إلا الغيلة -بكسر الغين المعجمة، وهى القتل لأخذ المال -فلا يشترط فيه الشروط المتقدمة، بل يقتل الحر بالعبد والمسلم بالكافر

أما الحنابلة فوقت المساواة المشترط عندهم هو وقت القتل، قال ابن قدامة :فإن قتل كافر كافرا ثم أسلم القاتل . . .فقال أصحابنا :يقتص منه . . .لأن القصاص عقوبة فكان الاعتبار فيها بحال وجوبها دون حال استيفائها كالحدود، ويحتمل أن لا يقتل به، وهو قول الأوزاعى.

ويستوى عند الحنابلة القتل غيلة وغيره،قال ابن قدامة :وقتل الغيلة وغيره سواء فى القصاص والعفو، وذلك للولى دون السلطان .

وذهب الشافعية إلى اشتراط المساواة بين القاتل والقتيل فى الإسلام والأمان والحرية والأصلية والسيادة، فلا يقتل مسلم ولو زانيا محصنا بذمى لخبر :لا يقتل مسلم بكافر. ولأنه لا يقاد المسلم بالكافر فيما دون النفس بالإجماع، ففى النفس أولى . . .ويقتل ذمى به أى المسلم لشرفه عليه، ويقتل أيضا بذمى وإن اختلفت ملتهما، ومعاهد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دارُالکفر ودارُالحرب میں رہنے والے پر امامُ المسلمین کے ذمہ حدو تعزیر جاری کرنے کا حکم عائد نہیں ہوتا، کیونکہ وہاں امامُ المسلمین کو قدرت حاصل نہیں ہوتی۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومستأمن ومجوسى وعكسه؛ لأن الكفر كله ملة واحدة من حيث إن النسخ شمل الجميع.

والأظهر :قتل مرتد بذمى ومستأمن ومعاهد سواء عاد المرتد إلى الإسلام أم لا؛ لاستوائهما فى الكفر، بل المرتد أسوأ حالا من الذمى لأنه مهدر الدم .والثانى :لا يقتل به لبقاء علقة الإسلام فى المرتد، والأظهر أيضا :قتل مرتد بمرتد لتساويهما، كما لو قتل ذمى ذميا، والثانى :لا؛ لأن المقتول مباح الدم، لا ذمى بمرتد فى الأظهر، والثانى يقتل به أيضا،

ويقتل المرتد بالزانى المسلم المحصن كما يقتل بالذمى، ولا يقتل زان محصن به لاختصاصه بفضيلة الإسلام، ولخبر :لا يقتل مسلم بكافر، ولا يقتل حر بمن فيه رق وإن قل، لقوله تعالى :(الحر بالحر والعبد بالعبد) وسواء فى ذلک المكاتب والمدبر وأم الولد وعبده وعبد غيره.

ويقتل قن ومدبر ومكاتب وأم ولد بعضهم ببعض ولو كان المقتول لكافر والقاتل لمسلم للتساوى فى الملک، واستثنى المكاتب إذا قتل عبده لا يقتل به كما لا يقتل الحر بعبده.

ومن بعضه حر لو قتل مثله أى مبعضا، سواء ازدادت حرية القاتل على حرية المقتول أم لا، لا قصاص، وقيل :إن لم تزد حرية القاتل وجب القصاص، سواء أتساويا أم كانت حرية المقتول أكثر، أما إن كانت حرية القاتل أكثر فلا قصاص قطعا؛ لانتفاء المساواة.

والفضيلة فى شخص لا تجبر النقص فيه، فلا قصاص واقع بين عبد مسلم وحر ذمى؛ لأن المسلم لا يقتل بالذمى، والحر لا يقتل بالعبد، ولا تجبر فضيلة كل منهما نقيصته.وسيأتى الكلام فى وصفى الأصلية والسيادة.

والشافعية يعتبرون المساواة المشروطة فى القصاص فى النفس وقت القتل، وهو وقت انعقاد سبب القصاص، وعلى ذلک لو أسلم الذمى، الذى قتل كافرا مكافئا له لم يسقط القصاص لتكافئهما حالة الجناية؛ لأن الاعتبار فى العقوبات بحال الجناية، ولا نظر لما يحدث بعدها، ولذلک لو جرح ذمى أو نحوه ذميا أو نحوه وأسلم الجارح، ثم مات المجروح بسراية تلک الجراحة لا يسقط القصاص فى النفس فى الأصح، للتكافؤ حالة الجرح(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۳، ص ۲۶۳ الىٰ ۲۶۶، مادة "قصاص")

۱؎ (قوله :فى دار الإسلام) أخرج دار الحرب لانقطاع الولاية (ردالمحتار ، ج۳ص ۴۸۴، كتاب الطلاق، باب اللعان)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ مالکیہ اورشافعیہ، دارُالحرب میں مخصوص شرائط کے ساتھ حَد قائم کرنے کا حکم عائد کرتے ہیں۔

اورحنابلہ بھی دارالحرب میں موجود شخص پر جرم ثابت ہونے کے بعدحَد جاری کرنے کے قائل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(فصل) : وأما الذى يرجع إلى المقطوع فيه ، وهو المكان فنوعان :أحدهما :أن يكون قطع الطريق فى دار الإسلام ، فإن كان فى دار الحرب لا يجب الحد ؛ لأن المتولى لإقامة الحد هو الإمام ، وليس له ولاية فى دار الحرب فلا يقدر على الإقامة فالسبب حين وجوده لم ينعقد سببا للوجوب ؛ لعدم الولاية فلا يستوفيه فى دار الإسلام ؛ ولهذا لا يستوفى سائر الحدود فى دار الإسلام إذا وجد أسبابها فى دار الحرب كذا هذا(بدائع الصنائع، ج۷ ا ص ۹۲، كتاب قطع الطريق، فصل فى ما يرجع الى المقطوع فيه)

(فصل) . وأما الأحكام التى تختلف باختلاف الدارين فأنواع ، منها أن المسلم إذا زنا فى دار الحرب ، أو سرق ، أو شرب الخمر ، أو قذف مسلما لا يؤخذ بشىء من ذلك ؛ لأن الإمام لا يقدر على إقامة الحدود فى دار الحرب ؛ لعدم الولاية .

ولو فعل شيئا من ذلك ثم رجع إلى دار الإسلام لا يقام عليه الحد أيضا ؛ لأن الفعل لم يقع موجبا أصلا ، ولو فعل فى دار الإسلام ثم هرب إلى دار الحرب يؤخذ به ؛ لأن الفعل وقع موجبا للإقامة ، فلا يسقط بالهرب إلى دار الحرب (بدائع الصنائع، ج۷ص ۱۳۱ ، كتاب السير، فصل فى بيان الاحكام التى تختلف باختلاف الدارين)

نعم بقى أنه لا بد من كونه فى دار الإسلام حتى لو زنى فى دار الحرب لا حد عليه كما سيأتى وهذا الشرط أومأ إليه المصنف بقوله ومكانه (البحرالرائق شرح كنزالدقائق، ج۵ص ۴، كتاب الحدود، باب حد الزنا)

قال رحمه الله تعالى :وقد بينا فى المبسوط - :أن المسلم إذا ارتكب شيئا من الأسباب الموجبة للعقوبة فى دار الحرب فإنه لا يكون به مستوجبا للعقوبة ، لانعدام المستوفى فإنه لم يكن تحت ولاية الإمام حين باشر ذلك ، ولو ارتكب ذلك فى العسكر فليس لأمير السرية أن يقيم عليه الحد أيضا ؛ لأنه لم يفوض إليه إقامة الحدود ، وإنما فوض إليه تدبير الحرب إلا أن يكون الخليفة غزا بنفسه ، أو أمير العراق ، فحينئذ له أن يقيم الحد فى عسكره ، كما يقيم فى دار الإسلام ، واستدل على أنه لا يقام الحد فى دار الحرب بحديث عمر بن الخطاب رضى الله عنه -فإنه كتب إلى عماله ألا يجلدن أمير الجيش ولا سرية أحدا حتى يخرج إلى الدرب قافلا ، لئلا يلحقه حمية الشيطان فيلتحق بالكفار .

-وهكذا نقل عن أبى الدرداء رضى الله تعالى عنه ، أنه كان ينهى أن تقام الحدود على المسلمين فى أرض العدو مخافة أن تلحقهم الحمية فيلحقوا بالكفار ، فإن تابوا تاب الله عليهم ، وإلا كان الله تعالى من ورائهم -

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہیں، لیکن اس وقت ہی، جب وہ مجرم دارُالاسلام میں داخل ہو۔ [1]

اس لیے دارُالحرب میں اگر کوئی مسلمان نعوذ باللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی و بے ادبی کر بیٹھے، تو حنفیہ کے نزدیک دارُالحرب میں ہونے کی وجہ سے اس پر مرتد ہونے کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثم ذكر عن عطية بن قيس الكلابى أن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال :(إذا هرب الرجل ، وقد قتل أو زنى أو سرق ، إلى العدو ثم أخذ أمانا على نفسه ، فإنه يقام عليه ما فر منه وإذا قتل فى أرض العدو أو زنى أو سرق ثم أخذ أمانا لم يقم عليه شىء مما أحدث فى أرض العدو) فهو الأصل لعلمائنا -رحمهم الله تعالى -فى اعتبار المواضع التى يرتكب فيها السبب الموجب للحد وقد بينا فى المبسوط أن المستأمن فى دارنا إذا ارتكب شيئا من الأسباب الموجبة للعقوبة فإنه لا يقام عليه إلا ما فيه حق العباد من قصاص ، أو حد قذف ، وقول أبى يوسف رحمه الله فى ذلك معروف أنه يقام ذلك كله عليه إلا حد الخمر كما فى حق أهل الذمة والله أعلم (شرح السيرالكبير للسرخسى، ص ١٨٥١ ، ١٨٥٢ ،أبواب سهمان الخيل والرجالة فى الغنائم، باب الحدود فى دار الحرب)

[1] اختلف الفقهاء فى إقامة الحد على من زنى من المسلمين أو سرق، أو قذف مسلما، أو شرب خمرا فى دار الحرب.

فقال المالكية والشافعية :يجب على الإمام إقامة الحد عليه، لأن إقامة الحدود فرض كالصلاة، والصوم، والزكاة، ولا تسقط دار الحرب عنه شيئا من ذلك.

إذا قتل مسلم مسلما فى دار الحرب يستوفى منه القصاص، ويكون الحكم كما لو كانوا فى دار الإسلام .

وذهب الحنفية إلى أنه لا يقام عليه الحد، ولو بعد رجوعه إلى دار الإسلام لقول النبى صلى الله عليه وسلم :(لا تقام الحدود فى دار الحرب) . وقوله :من زنى أو سرق فى دار الحرب وأصاب بها حدا ثم هرب فخرج إلينا فإنه لا يقام عليه الحد والله أعلم به ولأن الإمام لا يقدر على إقامة الحدود فى دار الحرب لعدم الولاية، ولا يقام عليه بعد الرجوع إلى دار الإسلام، لأن الفعل لم يقع موجبا أصلا، وكذلك إذا قتل مسلما فيها لا يؤخذ بالقصاص وإن كان القتل عمدا لتعذر الاستيفاء ، ولأن كونه فى دار الحرب أورث شبهة فى الوجوب، والقصاص لا يجب مع الشبهة، ويضمن الدية وتكون فى ماله لا على العاقلة، لأن الدية تجب على القاتل ابتداء ، ثم العاقلة تتحمل عنه لما بينهم من التناصر، ولا تناصر عند اختلاف الدار .

وقال الحنابلة أيضا :تجب الحدود والقصاص، ولكنها لا تقام فى دار الحرب، وتقام عليه بعد رجوعه من دار الحرب .واستدلوا بما رواه سعيد فى سننه، أن عمر رضى الله عنه كتب إلى الناس لا يجلدن أمير جيش ولا سرية رجلا من المسلمين حدا وهو غاز حتى يقطع الدرب قافلا لئلا يلحقه حمية الشيطان، فيلحق،بالكفار(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٠ص ٢٠٩ و ٢١٠، مادة "دار الحرب")

وجہ سے ''قتل کی حد'' واجب نہیں ہوگی۔

البتہ غیر حنفیہ کے نزدیک، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے والے مسلمان پر امامُ المسلمین کے ذمہ، حد کا حکم ہوگا، لیکن حنابلہ کے نزدیک اسی وقت ''حد'' کا حکم ہوگا، جب وہ دارُالاسلام میں داخل ہو۔

اور اگر دارُالحرب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے والا غیر مسلم ہو، تو جو حضرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے کی وجہ سے ذمہ ٹوٹنے کے قائل ہیں، ان کے نزدیک بھی ظاہر ہے کہ اس کا ذمہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ وہ پہلے سے ذمی ومعاہد نہیں، اس لیے ذمہ وعہد ٹوٹنے کی وجہ سے اس کے قتل کا حکم نہیں ہوگا، اور اگر کوئی ذمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے کے بعد دارُالحرب میں داخل ہوگیا، تو وہ بھی ''حربی'' کا حکم اختیار کرلیتا ہے۔

اور اہلِ حرب کفار، جن سے کوئی معاہدہ نہ ہو، ان سے بشرطِ استطاعت جہاد کا حکم ہوتا ہے، اور اس حیثیت سے وہ خود ہی مباحُ الدم ہوتے ہیں۔

لیکن یہ بات پہلے ذکر کی جاچکی ہے کہ اگر کوئی مسلمان، دارُالحرب میں مستأمن ہونے کی حیثیت سے، یعنی امن طلب کرکے داخل ہو، تو مخصوص معاہدے کی وجہ سے، وہ فی نفسہٖ مباحُ الدم نہیں ہوتا، اسی طرح غیر مسلم مستأمن بھی دارُالاسلام میں داخل ہونے کی وجہ سے فی نفسہٖ مباحُ الدم نہیں رہتا۔ [1]

---

[1] العهد يعصم الدماء والأموال، ويوجب الكف عن أعمال القتال، قال بعض فقهاء الحنفية : إذا دخل المسلم دار الحرب تاجرا (بأمان) ، فلا يحل له أن يتعرض لشىء من أموالهم ولا من دمائهم؛ لأنه ضمن ألا يتعرض لهم بالاستئمان، فالتعرض بعد ذلک يكون غدرا والغدر حرام، إلا إذا غدر به ملكهم، فأخذ أمواله أو حبسه، أو فعل ذلک غير الملک بعلم الملک ولم يمنعه؛ لأنهم هم الذين نقضوا العهد، بخلاف الأسير؛ لأنه غير مستأمن، فيباح له التعرض للمال والدم، وإن أطلقوه طوعا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٧، ص ١١٠، مادة ''أهل الحرب'')

يصير الحربى مستأمنا بالحصول على أمان من كل مسلم بالغ عاقل عند الجمهور، أو حتى من مميز عند آخرين(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٧، ص ١٠٦، مادة ''أهل الحرب'')

إذا دخل المسلم دار الحرب بأمان أو بأسر، وائتمنوه على نفس أو مال لم يحل له خيانتهم فى شىء

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بہرحال کسی حربی کافر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں علانیۃً یا بار بار گستاخی کے ارتکاب کی صورت میں جمہور فقہائے کرام کے نزدیک اس پر مسلمانوں کے ذمہ قتل وغیرہ کی صورت میں ''حد'' جاری کرنے کا حکم نہیں، البتہ اہلِ حرب سے بشرطِ استطاعت جہاد کا حکم ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لأنهم أعطوه الأمان مشروطا بتركه خيانتهم، وأمنه إياهم من نفسه، وإن لم يكن ذلك فى اللفظ، فهو معلوم فى المعنى، فلم يحل له خيانتهم، لأنه غدر، ولا يصلح الغدر فى الإسلام، فإن سرق منهم شيئا أو غصب، وجب رده إلى أربابه، فإن جاء أربابه إلى دار الإسلام بأمان رده إليهم، وإلا بعث به إليهم، لأنه أخذه على وجه محرم فلزمه رده، كما لو أخذ مال مسلم .

وإذا أسلم الحربى فى دار الحرب حقن دمه، وأحرز ماله وأولاده الصغار من السبى، فإذا قتله مسلم عمدا اقتص منه عند الشافعي، وإن قتله خطأ فعليه الدية والكفارة عند الشافعي وأبى يوسف لعموم الأدلة فى عصمة دم المسلم وماله أينما كان وحيث وجد.

وقال الحنفية :إذا قتله مسلم عمدا فى دار الحرب، أو خطأ فلا شىء عليه إلا الكفارة فى الخطأ، واستدلوا بقوله تعالى :(فإن كان من قوم عدو لكم وهو مؤمن فتحرير رقبة مؤمنة) ولم يذكر الدية.

وينظر مصطلح :(قتل عمد).

أما أولاده الصغار فأحرار مسلمون تبعا له أما ماله فما كان بيده من منقول فهو له.

وكذلك ما كان بيد مسلم وديعة، أو بيد ذمى فهو له، لأن يد المودع كيد المالك فكان معصوما.

أما العقار من ماله فإن ظهر المسلمون على دار الحرب فهى غنيمة، لأنها بقعة من دار الحرب فجاز اغتنامها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٠ص ٢١٤و٢١٥، مادة "دار الحرب")

استئمان المسلم:

إذا دخل المسلم دار الكفار بأمان صار مستأمنا كما نص عليه جمهور الفقهاء ويترتب على استئمانه أحكام على النحو التالى:

أ -حرمة خيانة الكفار والغدر بهم

نص جمهور الفقهاء على أنه تحرم على المسلم الذى دخل دار الكفار بأمان خيانتهم، فلا يحل له أن يتعرض لشىء من أموالهم ودمائهم وفروجهم، لقوله صلى الله عليه وسلم :المسلمون على شروطهم ، ولأنه بالاستئمان ضمن لهم أن لا يتعرض بهم، وإنما أعطوه الأمان بشرط عدم خيانتهم، وإن لم يكن ذلك مذكورا فى اللفظ، فهو معلوم فى المعنى، ولا يصلح فى ديننا الغدر.

واستثنى الحنفية حالة ما إذا غدر بالمسلم ملكهم، فأخذ أمواله أو حبسه، أو فعل غير الملك ذلك بعلمه ولم يمنعه، لأنهم هم الذين نقضوا العهد .

فإن خان المسلم المستأمن الكفار، أو سرق منهم، أو اقترض منهم شيئا، فنص الشافعية والحنابلة على أنه يجب عليه رد ما أخذ إلى أربابه، فإن جاء أربابه إلى دار الإسلام بأمان أو إيمان رده عليهم، وإلا بعث به إليهم لأنه أخذه على وجه حرم عليه أخذه فلزمه رد ما أخذ، كما لو أخذه من مال مسلم، ولأنه ليس له التعرض لهم إذا دخل بأمان.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تاہم بہت سے فقہاء کے نزدیک مسلمان، اگر ذمی یا حربی کو قتل کردے، تو مسلمان سے قصاص نہیں لیا جائے گا، لیکن بعض صورتوں میں تعزیر کا حکم ہوتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الحنفية :إذا دخل المسلم دار الحرب بأمان وأخرج إلينا شيئا ملكه ملكا حراما، لأنه ملكه بالغدر، فيتصدق به وجوبا، ولو لم يخرجه رده عليهم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۷،ص ۱۸۹، مادة "مستأمن")

[1] دماء أهل الحرب وأموالهم:

الحرب -كما هو معروف -حالة عداء وكفاح مسلح بين فريقين، تقتضى إباحة الدماء والأموال، وهذا يقتضى بحث حالة العدو فى غير حالة العهد، وفى حالة العهد:

أ -فى غير حالة العهد :الحربى غير المعاهد مهدر الدم والمال، فيجوز قتل المقاتلين؛ لأن كل من يقاتل فإنه يجوز قتله، وتصبح الأموال من عقارات ومنقولات غنيمة للمسلمين، وتصير بلاد العدو بالغلبة أو الفتح ملكا للمسلمين، ويكون ولى الأمر مخيرا فى الأسرى بين أمور :هى القتل، والاسترقاق، والمن (إطلاق سراح الأسير بلا مقابل) ، والفداء (تبادل الأسرى أو أخذ المال فدية عنهم) ، وفرض الجزية على الرجال القادرين.

فإن قبلوا الجزية وعقد الإمام لهم الذمة، أصبحوا أهل ذمة، ويكون لهم ما للمسلمين من الإنصاف، وعليهم ما عليهم من الانتصاف، قال على رضى الله عنه :إنما بذلوا الجزية لتكون دماؤهم كدمائنا، وأموالهم كأموالنا . (ر :أهل الذمة).

ولا تتحقق هذه الأحكام إلا بمشروعية الجهاد، كما ذكر فى الفتاوى الهندية ، ففيها :يشترط لإباحة الجهاد شرطان:

أحدهما :امتناع العدو عن قبول ما دعى إليه من الدين الحق، وعدم الأمان والعهد بيننا وبينهم.

والثانى :أن يرجو الإمام الشوكة والقوة لأهل الإسلام، باجتهاده أو باجتهاد من يعتد باجتهاده ورأيه . وإن كان لا يرجو القوة والشوكة للمسلمين فى القتال، فإنه لا يحل له القتال؛ لما فيه من إلقاء النفس فى التهلكة.

ب -فى حالة العهد :العهد من ذمة أو هدنة أو أمان يعصم الدم والمال بالنسبة للحربى، فإن وجد عهد عصم دمه وماله، وإن لم يوجد فهو على الأصل مهدر الدم والمال .وتبحث هنا أمور:(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷،ص۱۰۸ ،مادة "أهل الحرب")

[1] جمهور الفقهاء على أنه لا يقتص من المسلم والذمى بقتل الحربى، ولو كان مستأمنا، كما لا دية عليهما بقتل الحربى غير المستأمن؛ بسبب وجود الشبهة فى إباحة دم الحربى، ولكونه مباح الدم فى الأصل .وشرط القصاص ووجوب الدية :كون المقتول معصوم الدم أو محقون الدم، أى يحرم الاعتداء على حياته، بل لا تجب الكفارة عند القائلين بلزومها فى حالة قتل مباح الدم - كالحربى -قتلا عمدا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷،ص۱۰۸، ۱۰۹ ،مادة "أهل الحرب")

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر اہلِ حرب کفار سے جہاد وقتال کی استطاعتِ شرعیہ نہ ہو، اور حربی کافر کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کا فعل صادر ہو، تو کوئی ایسی سنجیدہ تدبیر بروئے کار لائی جاسکتی ہے، جس سے کافروں کو اس طرح کے فعل سے باز رکھنے کی کوشش کی جائے، بشرطیکہ شرعی حدود کے اندر ہو۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ آج کل جو کسی حربی کافر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے پر مسلمان حکمرانوں کو اس چیز کا مکلّف قرار دیا جاتا ہے کہ وہ اس پر حَد وتعزیر نافذ و جاری کریں، اور اس پر بڑی ہنگامہ آرائی کی جاتی ہے، تو جمہور فقہائے کرام کے نزدیک یہ طریقہ درست نہیں، کیونکہ یہ بات معلوم ہوچکی کہ حربی کافر کے اس فعل کی وجہ سے نہ وہ مرتد ہوتا، اور نہ اس کا ذمہ ٹوٹتا۔

اور اگر کوئی مسلمان وہاں اس فعل کا ارتکاب کرے، تو حنفیہ وغیرہ کے نزدیک اس پر ''حد''

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

أما إذا قتل مسلم ذميا أو ذمية عمدا، فقد قال الشافعية والحنابلة :لا قصاص على المسلم؛ لقوله صلى الله عليه وسلم :لا يقتل مسلم بكافر ، وعند الحنفية يقتص من المسلم للذمي، وهذا قول المالكية أيضا إذا قتله المسلم غيلة (خديعة) أو لأجل المال، وتفصيله في مصطلح (قصاص).

ب -لا فرق بين المسلم والذمي في وجوب الدية في القتل الخطأ وشبه العمد وشبه الخطأ على عاقلة القاتل، سواء أكان القتيل مسلما أم من أهل الذمة.

وفي مقدار دية الذمي المقتول، ومن يشترك في تحملها من عاقلة الذمي القاتل تفصيل وخلاف ينظر في مصطلح :(دية) (وعاقلة).

ولا تجب الكفارة على الذمي عند الحنفية والمالكية؛ لما فيها من معنى القربة، والكافر ليس من أهلها، ويجب عند الشافعية والحنابلة لأنها حق مالي يستوي فيه المسلم والذمي، لا إن كانت صياما (ر : كفارة).

ج -لا يقتص من المسلم للذمي في جرائم الاعتداء فيما دون النفس، من الجرح وقطع الأعضاء ، إذا وقعت بين المسلمين وأهل الذمة عند الشافعية والحنابلة، ويقتص من الذمي للمسلم، وقال الحنفية بالقصاص بينهم مطلقا إذا توفرت الشروط، ومنع المالكية القصاص فيما دون النفس بين المسلمين وبين أهل الذمة مطلقا، بحجة عدم المماثلة.

ولا خلاف في تطبيق القصاص إذا كانت الجروح فيما بين أهل الذمة وتوفرت الشروط .(ر: قصاص)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷،ص ۱۳۶ ،۱۳۷،مادة ''أهل الذمة'')

جاری کرنے کا حکم نہیں ہوتا، کیونکہ مسلم حکمرانوں کو دارُالحرب ودارُالکفر میں حدود وتعزیرات کا اختیار حاصل نہیں ہوتا، اور حنابلہ کے نزدیک بھی صرف اس صورت میں ہی حد کا حکم ہوگا، جبکہ وہ دارُالاسلام میں داخل ہو۔

اور سابِّ رسول کی توبہ کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

البتہ اہلِ حرب کافر کی طرف سے اس طرح کے علانیہ گستاخی کے ارتکاب کے سدِّ باب کی مسلمانوں کو سنجیدہ کوشش کرنی چاہئے۔

لیکن حربی کافر پر حد جاری کرنے کا مسلم حکمرانوں کو مکلّف سمجھنا، اور اس سے بڑھ کر اس کے لیے غیر سنجیدہ طریقہائے کار اختیار کرنا، اور اپنے ہی ملک میں توڑ پھوڑ اور جلاؤ گھیراؤ وغیرہ، جیسی ہنگامہ آرائیاں اختیار کر کے اپنے ہی ملک وملت کو نقصان پہنچانا، اور اپنے آپ کو کمزور کرنا، کسی طرح بھی جائز، بلکہ عقل مندی پر مبنی نہیں۔

مسلمانوں کو اپنے اس قسم کے طرز ہائے عمل کی شرعی اصولوں اور فقہی قواعد اور فقہائے مجتہدین کی تصریحات، اور معتبر حوالہ جات کی روشنی میں اصلاح کرنی چاہیے۔

واللہ تعالیٰ أعلم.

(فصل نمبر 3)

سابِّ رسول کو غیر حاکم کے قتل و تعزیر کرنے کا حکم

دارُ الاسلام میں حدود و قصاص اور تعزیرات پر عمل درآمد کا اصل استحقاق امامُ المسلمین، یا اس کے نائب کو حاصل ہے، جس کو اس کی طرف سے اختیار دیا گیا ہو۔ [1]

اسی لیے مسلمانوں کے ملک میں جو مسلمان یا ذمی نعوذ باللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو، اُس پر مقررہ حد یا تعزیر جاری کرنے کا حکم و حق حاکم کو حاصل ہے، عامی شخص پر یہ حکم عائد نہیں، اور غیر حاکم کے لیے بغیر اِذنِ حاکم کے اس کو قتل کرنے کا اقدام کرنا مکروہ ہے، تاہم اگر کوئی مباحُ الدم شخص کے قتل کا اقدام کرے، تو اُس کو قصاصاً قتل نہیں کیا جائے گا، جبکہ مجرم و مقتول کا مباحُ الدم ہونا، اصول و قواعد کے مطابق ثابت ہو چکا ہو۔

لیکن اس طرح حاکم کی اجازت کے بغیر حَد، یا تعزیر پر خود سے اقدام کرنے والے کو قانون کے مطابق تعزیر کی جائے گی۔ [2]

---

[1] يجب على ولى الأمر إنفاذ الحدود، ولا يملك ولى الأمر ولا غيره إسقاطها بعد ثبوتها لديه، والذى يتولى استيفاء ها هو ولى الأمر أو من ينيبه، فإن استوفاها غيره دون إذنه يعزر لافتياته عليه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴،ص ۱۴۶ مادة "استيفاء")

[2] اتفق الفقهاء على أنه إذا ارتد مسلم فقد أهدر دمه، لكن قتله للإمام أو نائبه، ومن قتله من المسلمين عزر فقط؛ لأنه افتات على حق الإمام؛ لأن إقامة الحد له .

وأما إذا قتله ذمى، فذهب الجمهور (الحنفية والمالكية والحنابلة والشافعية فى الأظهر) إلى أنه لا يقتص من الذمى.

وذهب الشافعية فى القول الآخر إلى أنه يقتص من الذمى(الموسوعة الفقهية الكويتية ، ج ۲۲ ص ۱۹۰ ، ماده"ردة")

الافتيات :الاستبداد بالرأى، والسبق بفعل شىء دون استئذان من يجب استئذانه، أو من هو أحق منه بالأمر فيه، والتعدى على حق من هو أولى منه.

واستعمله الفقهاء بهذا المعنى. ....

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی طرح ذمی وغیرہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے کی وجہ سے تعزیراً قتل کرنے،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الافتيات فى إقامة الحدود:

يتفق الفقهاء على أن الذى يقيم الحد هو الإمام أو نائبه، سواء كان الحد حقا لله تعالى كحد الزنى، أو لآدمى كحد القذف، لأنه يفتقر إلى الاجتهاد، ولا يؤمن فيه الحيف، فوجب أن يفوض إلى الإمام، ولأن النبى صلى الله عليه وسلم كان يقيم الحدود فى حياته، وكذا خلفاؤه من بعده.

ويقوم نائب الإمام فيه مقامه.

لكن إذا افتات المستحق أو غيره فأقام الحد بدون إذن الإمام، فإن الأئمة متفقون على أن المرتد لو قتله أحد بدون إذن الإمام فإنه يعتد بهذا القتل، ولا ضمان على القاتل، لأنه محل غير معصوم، وعلى من فعل ذلك التعزير، لإساءته وافتياته على الإمام.

وكذلك غير الردة، فلا ضمان على من أقام حدا على من ليس له إقامته عليه فيما حده الإتلاف كقتل زان محصن، أو قطع يد سارق توجه عليه القطع، لأن هذه حدود لا بد أن تقام، لكنه يؤدب لافتياته على الإمام .

وأما بالنسبة للجلد فى القذف، وفى زنا البكر ففيه خلاف وتفصيل(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٥،ص ٢٨٠، ٢٨١،مادة "افتيات")

اتفق الفقهاء على أن الردة من المسلم تهدر دمه؛ لقول النبى صلى الله عليه وسلم :لا يحل دم امرء مسلم يشهد أن لا إله إلا الله وأنى رسول الله إلا بإحدى ثلاث :النفس بالنفس، والثيب الزانى، والمفارق لدينه التارك للجماعة، ولقوله صلى الله عليه وسلم :من بدل دينه فاقتلوه .

ويقتله الإمام أو نائبه؛ لأنه قتل مستحق لله تعالى، فكان للإمام ولمن أذن له الإمام، فإذا قتله غير الإمام أو نائبه بغير إذن الإمام فلا قصاص على القاتل ولا دية عليه إذا كان مسلما، لكنه يعزر، لافتياته على حق الإمام .

قال الشافعية :إن قاتل المرتد -ضد المسلمين -جاز أن يقتله كل من قدر عليه كالكافر الحربى، وحين أذن فلا تعزير على قاتل(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج ٤٢،ص ١٩٧،مادة "هدر")

ولا يقتل المرتد إلا الإمام أو نائبه، فإن قتله أحد بلا إذنهما، أساء وعزر، ولكن لا ضمان بقتله ولو كان القتل قبل استتابته، أو كان مميزاً، إلا أن يلحق بدار الحرب فلكل أحد قتله وأخذ مامعه(الفقه الإسلامى وأدلتهٔ للزحيلى ،ج٧،ص ٥٥٨٢، القسم الخامس، الباب الاول، الفصل السادس: حد الردة وأحكام المرتدين)

(قوله :فإن قتله قاتل قبل عرض الإسلام عليه) أو قطع عضوا منه (كره ذلك، ولا شىء على القاتل) والقاطع (لأن الكفر مبيح) وكل جناية على المرتد هدر (ومعنى الكراهة هنا ترك المستحب) فهى كراهة تنزيه، وعند من يقول بوجوب العرض كراهة تحريم .وفى شرح الطحاوى :إذا فعل ذلك :أى القتل أو القطع بغير إذن الإمام أدب(فتح القدير، ج٦،ص ٧١،كتاب السير،باب أحكام المرتدين)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یا دوسری سزا جاری کرنے کا جو حکم ہے، وہ بھی حنفیہ اور بعض دوسرے فقہاء کے نزدیک امامُ المسلمین کو حاصل ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولا يقتل إلا أن يأبى أن يسلم قال أبو الحسن الكرخي، وهذا قول أصحابنا جميعا أن المرتد يستتاب أبدا كذا في غاية البيان.

فإن قتله قاتل قبل عرض الإسلام عليه، أو قطع عضوا منه كره ذلك كراهة تنزيه هكذا في فتح القدير فلا ضمان عليه لكنه إذا فعل بغير إذن الإمام أدب على ما صنع كذا في غاية البيان(الفتاوى الهندية، ج ٢، ص ٢٥٤، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين)

[1] استيفاء التعزيرات:

التعزيرات التي ترجع إلى حق الله تعالى، اختلف الفقهاء فيها، فقال مالك :وجب التعزير لحق الله كالحدود، إلا أن يغلب على ظن الإمام أن غير الضرب مصلحة من الملامة والكلام.

وذهب الحنفية والحنابلة إلى أنه إذا كان منصوصا من الشارع على التعزير وجب، وإلا فللإمام إقامته أو العفو عنه، حسب المصلحة وحصول الانزجار به أو بدونه، وقال الشافعية :هو غير واجب على الإمام، إن شاء أقامه وإن شاء تركه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٤، ص ١٤٨، ١٤٩، مادة "استيفاء")

ذهب المالكية والشافعية والحنابلة، وهو الراجح عن الحنفية :أن التعزير عقوبة مفوضة إلى رأي الحاكم، وهذا التفويض في التعزير من أهم أوجه الخلاف بينه وبين الحد الذي هو عقوبة مقدرة من الشارع .وعلى الحاكم في تقدير عقوبة التعزير مراعاة حال الجريمة والمجرم .أما مراعاة حال الجريمة فللفقهاء فيه نصوص كثيرة، منه قول الأسروشني :ينبغي أن ينظر القاضي إلى سببه، فإن كان من جنس ما يجب به الحد ولم يجب لمانع وعارض، يبلغ التعزير أقصى غاياته .وإن كان من جنس ما لا يجب الحد لا يبلغ أقصى غاياته، ولكنه مفوض إلى رأي الإمام " . وأما مراعاة حال المجرم فيقول الزيلعي :إنه في تقدير التعزير ينظر إلى أحوال الجانين، فإن من الناس من ينزجر باليسير .ومنهم من لا ينزجر إلا بالكثير .يقول ابن عابدين :إن التعزير يختلف باختلاف الأشخاص، فلا معنى لتقديره مع حصول المقصود بدونه، فيكون مفوضا إلى رأي القاضي، يقيمه بقدر ما يرى المصلحة فيه .

ويقول السندي :إن أدنى التعزير على ما يجتهد الإمام في الجاني، بقدر ما يعلم أنه ينزجر به؛ لأن المقصود من التعزير الزجر، والناس تختلف أحوالهم في الانزجار، فمنهم من يحصل له الزجر بأقل الضربات، ويتغير بذلك .ومنهم من لا يحصل له الزجر بالكثير من الضرب .ونقل عن أبي يوسف : إن التعزير يختلف على قدر احتمال المضروب.

وقد منع بعض الحنفية تفويض التعزير، وقالوا بعدم تفويض ذلك للقاضي، لاختلاف حال القضاة، وهذا هو الذي قال به الطرسوسي في شرح منظومة الكنز .وقد أيدوا هذا الرأي بأن المراد من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور آج کل کسی ملک میں جو عدالتوں کے ججوں وغیرہ کو آئینی وقانونی طور پر حدود وتعزیرات

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تفويض التعزير إلى رأى القاضى ليس معناه التفويض لرأيه مطلقا، بل المقصود القاضى المجتهد .
وقد ذكر السندى :أن عدم التفويض هو الرأى الضعيف عند الحنفية.
وقال أبو بكر الطرسوسى فى أخبار الخلفاء المتقدمين :إنهم كانوا يراعون قدر الجانى وقدر الجناية، فمن الجانين من يضرب، ومنهم من يحبس، ومنهم من يقام واقفا على قدميه فى المحافل، ومنهم من ينتزع عمامته، ومنهم من يحل حزامه.
ونص المالكية :على أن التعزير يختلف من حيث المقادير، والأجناس، والصفات، باختلاف الجرائم، من حيث كبرها، وصغرها، وبحسب حال المجرم نفسه، وبحسب حال القائل والمقول فيه والقول، وهو موكول إلى اجتهاد الإمام.
قال القرافى :إن التعزير يختلف باختلاف الأزمنة والأمكنة، وتطبيقا لذلك قال ابن فرحون :رب تعزير فى بلد يكون إكراما فى بلد آخر، كقطع الطيلسان ليس تعزيرا فى الشام بل إكرام ، وكشف الرأس عند الأندلسيين ليس هوانا مع أنه فى مصر والعراق هوان .وقال :إنه يلاحظ فى ذلك أيضا نفس الشخص، فإن فى الشام مثلا من كانت عادته الطيلسان وألفه -من المالكية وغيرهم -يعتبر قطعه تعزيرا لهم .فما ذكر ظاهر منه :أن الأمر لم يقتصر على اختلاف التعزير باختلاف الزمان والمكان والأشخاص، مع كون الفعل محلا لذلك، بل إن هذا الاختلاف قد يجعل الفعل نفسه غير معاقب عليه، بل قد يكون مكرمة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٢،ص ٢٦١ الىٰ ٢٦٣، مادة"تعزير")
الهلاك من التأديب المعتاد:
اختلف الفقهاء أيضا فى حكم الهلاك من التأديب المعتاد:
فاتفق الأئمة الثلاثة :أبو حنيفة، ومالك، وأحمد على أن الإمام لا يضمن الهلاك من التأديب المعتاد؛ لأن الإمام مأمور بالحد والتعزير، وفعل المأمور لا يتقيد بسلامة العاقبة
واختلفوا فى تضمين الزوج والولى، إذا حصل التلف من تأديبهما ولم يتجاوزا القدر المشروع.
فذهب مالك وأحمد إلى أنه لا ضمان على الزوج والولى من التلف الذى ينشأ من التأديب المعتاد.
وعند الحنفية يضمن الزوج إذا أفضى تأديبه المعتاد إلى الموت؛ لأن تأديب الزوجة إذا تعين سبيلا لمنع نشوزها مشروط بأن يكون غير مبرح، فإذا ترتب عليه الموت تبين أنه قد جاوز الفعل المأذون فيه، فيجب عليه الضمان.، ولأنه غير واجب، فشرط فيه سلامة العاقبة.
واختلف أبو حنيفة وصاحباه فى تضمين الأب والجد والوصى ونحوهم :فذهب أبو حنيفة إلى أنه يضمن الجميع إذا ترتب على تأديبهم التلف؛ لأن الولى مأذون له بالتأديب لا بالإتلاف، فإذا أدى إلى التلف تبين أنه جاوز الحد، ولأن التأديب قد يحصل بغير الضرب كالزجر وفرك الأذن، وخلاصة رأى أبى حنيفة:
أن الواجب لا يتقيد بسلامة العاقبة، والمباح يتقيد بها، ومن المباح ضرب الأب أو الأم ولدهما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں، وہ اختیارات بھی امامُ المسلمین ہی کی طرف سے کہلاتے ہیں۔ [1]

حدود وقصاص اور تعزیرات کو نافذ کرنے کا جو حق امامُ المسلمین یا اس کے نائب کو دیا گیا ہے،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تأديبا، ومثلهما الوصى، فإذا أفضى إلى الموت وجب الضمان، وإن كان الضرب للتعليم فلا ضمان؛ لأنه واجب، والواجب لا يتقيد بسلامة العاقبة .

وذهب الصاحبان إلى أنه لا ضمان عليهم؛لأن التأديب منهم فعل مأذون فيه لإصلاح الصغير، كضرب المعلم، بل أولى منه؛ لأن المعلم يستمد ولاية التأديب من الولى، والموت نتج من فعل مأذون فيه، والمتولد من فعل مأذون لا يعد اعتداء ، فلا ضمان عليهم.

ونقل عن بعض الحنفية أن الإمام رجع إلى قول الصاحبين .

وذهب الشافعية إلى وجوب الضمان فى التأديب وإن لم يتجاوز القدر المعتاد فى مثله، فإن كان مما يقتل غالبا ففيه القصاص على غير الأصل (الأب والجد) وإلا فدية شبه العمد على العاقلة؛ لأنه فعل مشروط بسلامة العاقبة، إذ المقصود التأديب لا الهلاك، فإذا حصل به هلاك تبين أنه جاوز القدر المشروع فيه، ولا فرق عندهم بين الإمام وغيره ممن أوتوا سلطة التأديب، كالزوج والولى(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٠، ص٢٥، ٢٦،مادة "تأديب")

[1] أجمع فقهاء المذاهب على أن للإمام أن يستخلف غيره على إقامة الحدود، لأنه لا يقدر على استيفاء الجميع بنفسه، لأن أسباب وجوبها توجد فى أقطار دار الإسلام، ولا يمكنه الذهاب إليها، وفى الإحضار إلى مكان الإمام حرج عظيم، فلو لم يجز الاستخلاف لتعطلت الحدود وهذا لا يجوز، ولهذا كان عليه الصلاة والسلام يجعل إلى أمرائه تنفيذ الأحكام، وإقامة الحدود.

والاستخلاف نوعان :تنصيص، وتولية.

أما التنصيص :فهو أن ينص على إقامة الحدود، فيجوز للنائب إقامتها بلا شك.

والتولية على نوعين :خاصة، وعامة.

فالعامة :هى أن يولى الإمام رجلا ولاية عامة، مثل إمارة إقليم أو بلد عظيم، فيملك المولى إقامة الحدود وإن لم ينص عليها، لأنه لما قلده إمارة ذلك البلد فقد فوض إليه القيام بمصالح المسلمين، وإقامة الحدود من أعظم مصالحهم، فيملكها .

والخاصة :هى أن يولى رجلا ولاية خاصة، مثل جباية الخراج ونحو ذلك، فلا يملك إقامة الحدود، لأن هذه التولية لم تتناول إقامة الحدود، ولو استعمل أميرا على الجيش الكبير، فإن كان أمير مصر أو مدينة فغزا بجنده، فإنه يملك إقامة الحدود فى معسكره، لأنه كان يملك الإقامة فى بلده، فإذا خرج بأهله أو ببعضهم ملك عليهم ما كان يملك فيهم قبل الخروج، وأما من أخرجه أمير البلد غازيا فمن كان يملك إقامة الحدود عليهم قبل خروجه وبعده لم يفوض إليه الإقامة، فلا يملك الإقامة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤،ص١٥٦ ،مادة "استيفاء")

اس میں بہت سی حکمتیں و مصلحتیں ہیں، مثلاً یہ کہ ان امور کو نافذ کرنے کے لیے طاقت وقوت کی ضرورت ہے، جو عادتاً حکومت کے پاس ہی ہوتی ہے، اور عوامُ الناس کی طرف سے اس طرح کے اقدامات سے مختلف قسم کے فتنے وفسادات لازم آتے ہیں، اور بعض اوقات آپس میں قتل وقتال اور خون ریزی کی بھی نوبت آجاتی ہے۔

اس کے علاوہ کسی الزام کے ثابت ہونے اور کسی ملزم کو مجرم قرار دینے کے لیے مختلف طرح کے ثبوت، دعویٰ، شہادت اور حلف ویمین وغیرہ کے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، جس کا اصل استحقاق امامُ المسلمین، یا اس کے مجاز نمائندوں، یعنی قاضی وجج وغیرہ کو حاصل ہوتا ہے، اور اس کے بغیر اصل مجرم کی شناخت وتحقیق مشکل ہوتی ہے، اور ذاتی ونجی اختلافات، یا محض جذبات کی خاطر قتل وقتال کی صورتوں کو ہوا ملتی ہے۔

نیز تعزیر کی مختلف صورتوں کو حسبِ مصلحت وحکمت اختیار کرنا امامُ المسلمین، یا اس کے نائب کی رائے کی طرف مفوّض ہے۔

عوام الناس کو اس کی خود سے تجویز کا حق نہیں۔

پس آج کل جو بہت سے عوام اور بعض اہلِ علم حضرات خود سے اس طرح کے اقدامات کو اپنا حق سمجھتے ہیں، اور اس پر دوسروں کو ابھارتے ہیں، اور اشتعال دلاتے ہیں، یا امامُ المسلمین یا اس کے مجاز نمائندہ کے شریعت کی طرف سے حاصل شدہ اختیارات پر برہمی اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں، اور اس کو اپنی رائے کا مکلّف قرار دینے کی جدوجہد اور اس پر تشدد کرتے ہیں، یہ تمام اقدامات شریعت وفقہ کی روشنی میں نامناسب ہیں، جن کی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ جس شخص کا ارتداد وغیرہ کی وجہ سے مباحُ الدم ہونا ثابت ہوجائے، اس کو غیر حاکم کی طرف سے قتل کرنے کے مکروہ ہونے کا جو حکم بیان کیا گیا، وہ عام حالات میں ہے، اور یہ شرط ہے کہ اس پر مفاسد مرتب نہ ہوں، اور اگر اس پر مفاسد مرتب

ہوں، تو پھر حسبِ مفاسد، اس کی کراہت کے حکم میں شدت پیدا ہوسکتی ہے، جو حرام تک بھی متجاوز ہوسکتی ہے۔

چنانچہ آج کل جو بعض عوام اس طرح کے اقدامات، چھپ کر کرتے ہیں، اور قانونی طور پر اس مقتول کا واجب القتل وغیرہ ہونا ثابت نہیں ہوتا، اور ایسی صورت میں پھر سینکڑوں غیر متعلقہ افراد واشخاص کو، شبہ والزام میں گرفتار کر کے طرح طرح سے مسائل کھڑے ہوتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ ان مفاسد کے ہوتے ہوئے، مذکورہ طرزِ عمل کو صرف مکروہ تنزیہی کے حکم تک، محدود نہیں رکھا جاسکتا، جس پر اصحابِ علم واہلِ افتاء کو نہایت توجہ واہمیت کے ساتھ سنجیدہ طریقہ پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ [1]

اور جب عام حالات میں فقہائے کرام نے غیر حاکم کے مباحُ الدم شخص کے قتل پر اقدام کی، اور غیر حاکم کے اس طرح تعزیر کے مکروہ ہونے کی تصریح کردی ہو، تو اس مکروہ عمل کے مرتکب کو عوامُ الناس اور بعض علماء کی طرف سے حوصلہ افزائی کرنا، اور اس کو مجاہد وغیرہ کے مختلف القابات وخطابات سے نوازنا، کیسے درست قرار پاسکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ اصلاحِ اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

واللہ تعالیٰ أعلم.

---

[1] وفی مراقی الفلاح: المکروہ: ما کان النھی فیہ بظنی.، وھو قسمان: مکروہ تنزیھا وھو ما کان إلی الحل أقرب، ومکروہ تحریما وھو ما کان إلی الحرام أقرب، فالفعل إن تضمن ترک واجب فمکروہ تحریما، وإن تضمن ترک سنۃ فمکروہ تنزیھا، لکن تتفاوت کراھتہ فی الشدۃ والقرب من التحریم بحسب تأکد السنۃ(الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، ج۱۰ ص۲۰۷، مادۃ ” تحریم“)

إبطال العمل منھی ودرء المفسدۃ مقدم علی جلب المصلحۃ (ردالمحتار، ج۲ ص۵۷، کتاب الصلاۃ، باب ادار الفریضۃ)

(فصل نمبر 4)

کافر کے نبی علیہ وسلم صلی اللہ پر سب وشتم کرنے کی احادیث وآثار

بعض احادیث وآثار میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے اور اس پر مختلف قسم کے ردِّ عمل کا ذکر ملتا ہے، جس سے فقہائے کرام نے اپنے اپنے طریقہ پر استدلال کیا ہے۔

اور حنفیہ کو چونکہ ایک عرصہ سے اس مسئلہ میں مطعون کیا جاتا ہے، اور ان کو احادیث وآثار کا مخالف سمجھا جاتا ہے، اس لیے ذیل میں اس طرح کی چند احادیث وآثار کا ذکر کیا جاتا ہے، جن کے ضمن میں حنفیہ کے مستدلات پر بھی ان شاء اللہ تعالیٰ کسی قدر روشنی ڈالی جائے گی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قریش کے سب وشتم کرنے کی احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَلاَ تَعْجَبُوْنَ کَیْفَ یَصْرِفُ اللّٰہُ عَنِّیْ شَتْمَ قُرَیْشٍ وَلَعْنَھُمْ، یَشْتِمُوْنَ مُذَمَّمًا، وَیَلْعَنُوْنَ مُذَمَّمًا وَأَنَا مُحَمَّدٌ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۳۵۳۳، کتاب المناقب، باب ما جاء فی أسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہوتے کہ اللہ نے مجھ سے قریش کے سب وشتم کرنے اور ان کے لعنت کرنے کو کیسے دور فرمادیا، وہ ''مُذَمَّم'' کو سب وشتم کرتے ہیں، اور'' مُذَمَّم ''پر لعنت کرتے ہیں، اور میں محمد ہوں (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی ایک روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عِبَادَ اللّٰهِ انْظُرُوْا كَيْفَ يَصْرِفُ اللّٰهُ عَنِّيْ شَتْمَهُمْ وَلَعْنَهُمْ ، يَعْنِيْ قُرَيْشًا، قَالُوْا: كَيْفَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: يَشْتِمُوْنَ مُذَمَّمًا، وَيَلْعَنُوْنَ مُذَمَّمًا، وَأَنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحيح ابن حبان ، رقم الحديث : ٦٥٠٣، كتاب التاريخ، باب المعجزات، ذكر ما كان يدفع الله جل وعلا عن صفيه صلى الله عليه وسلم مكيدة المشركين إياه من الشتم واللعن وما أشبههما) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ کے بندو! تم دیکھو کہ اللہ نے مجھ سے قریش کے سب وشتم اور لعنت کرنے کو کیسے پھیر دیا، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ کیسے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ''مُذَمَّم'' پر سب وشتم کرتے ہیں، اور'' مُذَمَّم'' پر لعنت کرتے ہیں، اور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں (ابنِ حبان)

''مُذَمَّم'' اس کو کہتے ہیں جو قابلِ مذمت ہو، اور واقعہ یہ ہے کہ قابلِ مذمت اور قابلِ لعنت وہی ہوتا ہے، جو درحقیقت، قابلِ مذمت وقابلِ لعنت ہو، لہٰذا قریش کے سب وشتم اور لعنت کرنے کا مستحق بھی وہی شخص ہوگا، جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ''محمدؐ'' ہے، اور ''محمدؐ'' قابلِ تعریف ومستحقِ تعریف کو کہا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسم بامسمّٰی بنایا ہے، لہٰذا قریش کے سب وشتم اور لعنت کرنے کا مصداق ''اللہ'' نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو نہیں بنایا۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ قریش، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد وبغض کی وجہ سے آپ کو محمد کہنے کی بجائے ''مُذَمَّم'' کہا کرتے تھے، لہٰذا اللہ نے خود ان کی زبان سے مذمت ولعنت کا مستحق اسی نام کے شخص کو قرار دے دیا، اور ظاہر ہے کہ یہ نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں، پس

---

[1] قال شعيب الأرنؤوط : حديث صحيح، إسناده على شرط مسلم(حاشية صحيح ابنِ حبان)

اس طرح اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے سبّ وشتم سے محفوظ فرمالیا۔ [1]

اور ہمیں پہلا مطلب زیادہ راجح معلوم ہوا، اور مذکورہ واقعہ سے معلوم ہوا کہ قریش نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کیا کرتے تھے، خواہ اصل ''محمد'' نام لے کر، یا ''مُذَمَّم'' نام رکھ کر، لیکن اس کے جواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو ان کو قتل فرمایا اور نہ قتل کرنے کا حکم فرمایا، جس سے حنفیہ کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنا کفر ہے، اور جو

---

[1] انظروا كيف يصرف الله عنى شتم قريش ولعنهم إنما يشتمون مذمما ويلعنون مذمما وأنا محمد قال الشيخ عز الدين بن عبد السلام إن قيل كيف يستقيم ذلك وهم ما كانوا يشتمون الاسم بل المسمى والمسمى واحد فالجواب أن المراد كفى اسمى الذى هو محمد أن يشتم بالسب (حاشية السيوطى على سنن النسائى ، ج : ٦ ص : ١٥٩ ، كتاب الطلاق)

(وعن أبى هريرة رضى الله عنه، قال: قال رسول الله – صلى الله عليه وسلم: " ألا تعجبون كيف يصرف الله عنى شتم قريش ولعنهم ") . أى: ذمهم، والاستفهام للتقرير ثم بين وجه الصرف مستأنفا بقوله: ("يشتمون ") : بكسر التاء أى: يسبون ("مذمما، ويلعنون مذمما، وأنا محمد ") أى: لا مذمم، والمعنى أن ما ذكروه أوصاف المذمم، وأنا بحمد الله محمد، وقيل: كانوا يسمونه بمذمم، والمعنى أن ما ذكروه أوصاف المذمم، وأنا بحمد الله محمد .قال التوربشتي: يريد بذلك تعريضهم إياه بمذمم مكان محمد، وكانت العوراء بنت حرب زوجة أبى لهب تقول:
مذمما قلينا ...ودينه أبينا
وأمره عصينا (مرقاة المفاتيح ، ج : ٩ ص : ٣٦٩٧ ، كتاب الفضائل ، باب أسماء النبى صلى الله عليه وسلم وصفاته)

فى هذا الحديث من الفقه :أن الله سبحانه صرف عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -شر قريش عن اسمه -صلى الله عليه وسلم -، فكانوا يقصدون بشتمهم مذمما، واسم رسول الله -صلى الله عليه وسلم -محمد، وإنما أراد الله سبحانه تنزيه اسمه من أن يعلق به أذى مشرك، على أن إثم المشركين وأوزارهم على ما هى عليه من الثقل، فيضاعف الحوب فى سوء القصد، وإنما نزه الله نبيه فقط(الإفصاح عن معانى الصحاح لابنِ هبيرة الذهلى، ج٧ص ٣٤٩،بقية مسند ابى هريرة رضى الله عنه،الحديث السادس والخمسون)

قال أبو عبدالله: حدثنا على بن عبد الله قال: حدثنا سفيان ,عن أبى الزناد, عن الأعرج ,عن أبى هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ألا تعجبون كيف يصرف الله/عنى شتم قريش ولعنهم يشتمون مُذمَّماً وأنا محمد."

فيه من الفقه: أن الحدَّ لا يجب فى كناية القذف وهو قول أكثر أهل العلم وأوجبه مالك فى الكنايات , كما أوجبه فى الصريح(أعلام الحديث شرح صحيح البخارى، لابى سليمان حمد بن محمد الخطابى ، ج٣ص ١٥٨٩ ، كتاب المناقب، باب ما جاء فى أسماء رسول الله عليه وسلم)

پہلے سے کافر ہے، اس کی وجہ سے اس کے کفر میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

وہ الگ بات ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے ساتھ بعد میں جہاد وقتال فرمایا، لیکن اس جہاد وقتال کا اصل سبب بھی کفر ہی تھا، اور جب تک مشرکینِ مکہ سے ''مصالحۃ وموادعۃ'' کا عقد باقی رہا، اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قتال بھی نہ فرمایا۔

اب اس واقعہ کو ''مصالحۃ وموادعۃ'' کے زمانے پر محمول کیا جائے، یا اس کے علاوہ پر، بہرحال اس سے حنفیہ کے ہی موقف کی تائید ہوتی ہے۔

یہود کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بددعا دینے کی احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ اليَهُودَ أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: السَّامُ عَلَيْكَ، قَالَ: وَعَلَيْكُمْ فَقَالَتْ عَائِشَةُ: اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ، وَلَعَنَكُمُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْكُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَهْلًا يَا عَائِشَةُ، عَلَيْكِ بِالرِّفْقِ، وَإِيَّاكِ وَالعُنْفَ، أَوِ الفُحْشَ قَالَتْ: أَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوا؟ قَالَ: أَوَلَمْ تَسْمَعِيْ مَا قُلْتُ، رَدَدْتُ عَلَيْهِمْ، فَيُسْتَجَابُ لِيْ فِيْهِمْ، وَلاَ يُسْتَجَابُ لَهُمْ فِيَّ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٦٤٠١، كتاب الدعوات، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم: يستجاب لنا فى اليهود، ولا يستجاب لهم فينا)

ترجمہ: یہودی لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر یہ کہا کہ ''السَّامُ علیک'' (یعنی تم پر ہلاکت وموت واقع ہو) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ''اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ وَلَعَنَكُمُ اللّٰهُ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْكُم'' (تم ہی پر ہلاکت اور موت ہو، اللہ تم پر لعنت کرے اور اپنا غضب نازل کرے) تو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ چھوڑو بھی، نرمی اختیار کرو، بدخلقی اور فحش گوئی سے پرہیز کرو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ کیا آپ نے نہیں سنا، جو ان لوگوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا کیا تم نے نہیں سنا، جو میں نے جواب دیا، میں نے ان پر وہی لوٹا دیا، میری بات تو ان کے حق میں مقبول ہوجائے گی، لیکن ان کی بات میرے حق میں قبول نہ ہوگی

(بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

بَيْنَا أَنَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ اسْتَأْذَنَ رَجُلٌ مِنَ الْيَهُوْدِ، فَأَذِنَ لَهُ، فَقَالَ: السَّامُ عَلَيْكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَعَلَيْكَ قَالَتْ: فَهَمَمْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ، قَالَتْ: ثُمَّ دَخَلَ الثَّانِيَةَ، فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَعَلَيْكَ قَالَتْ: ثُمَّ دَخَلَ الثَّالِثَةَ، فَقَالَ: السَّامُ عَلَيْكَ قَالَتْ: فَقُلْتُ: بَلِ السَّامُ عَلَيْكُمْ وَغَضَبُ اللّٰهِ إِخْوَانَ الْقِرَدَةِ وَالْخَنَازِيْرِ، أَتُحَيُّوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا لَمْ يُحَيِّهِ بِهِ اللّٰهُ؟ قَالَتْ: فَنَظَرَ إِلَيَّ، فَقَالَ: مَهْ، إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ وَلَا التَّفَحُّشَ، قَالُوْا قَوْلًا، فَرَدَدْنَاهُ عَلَيْهِمْ، فَلَمْ يَضُرَّنَا شَيْءٌ، وَلَزِمَهُمْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، إِنَّهُمْ لَا يَحْسُدُوْنَا عَلٰى شَيْءٍ كَمَا يَحْسُدُوْنَا عَلٰى يَوْمِ الْجُمُعَةِ الَّتِيْ هَدَانَا اللّٰهُ لَهَا وَضَلُّوْا عَنْهَا، وَعَلَى الْقِبْلَةِ الَّتِيْ هَدَانَا اللّٰهُ لَهَا وَضَلُّوْا عَنْهَا، وَعَلٰى قَوْلِنَا خَلْفَ الْإِمَامِ: آمِينَ (مسند احمد، رقم الحديث: ٢٥٠٢٩) [1]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، على بن عاصم: وهو الواسطى، وإن كان ضعيفاً، قد توبع، ومحمد بن الأشعث بن قيس: روى عنه جمع، وذكره ابن حبان فى "الثقات" وبقية رجاله ثقات (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: ایک مرتبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک یہودی آدمی نے اندر آنے کی اجازت چاہی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دے دی، اس نے آ کر ''السامُ علیک'' کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ''وعلیک'' کہہ دیا، میں نے کچھ بولنا چاہا، لیکن میں رک گئی، پھر وہ دوبارہ داخل ہوا اور اسی طرح (السامُ علیک) کہا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وعلیک کہا، پھر وہ تیسری مرتبہ داخل ہوا اور کہا السامُ علیک، میں نے کہہ دیا کہ اے بندروں اور خنزیروں کے بھائی! تم پر ہی موت اور اللہ کا غضب نازل ہو، کیا تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس انداز میں آداب کرتے ہو، جس میں اللہ نے انہیں مخاطب نہیں کیا، اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھ کر فرمایا رک جاؤ، اللہ تعالیٰ فحش کلامی اور بیہودہ گوئی کو پسند نہیں فرماتا، انہوں نے ایک بات کہی، ہم نے انہیں اس کا جواب دے دیا، اب ہمیں تو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکے گی، البتہ ان کے ساتھ قیامت تک کے لئے یہ چیز لازم ہو جائے گی، یہ لوگ ہماری کسی چیز پر اتنا حسد نہیں کرتے، جتنا جمعہ کے دن پر حسد کرتے ہیں، جس کی ہدایت اللہ نے ہمیں دی ہے اور یہ لوگ اس سے گمراہ رہے، اور اس قبلہ پر بھی جس کی اللہ نے ہمیں ہدایت دی اور یہ اس سے گمراہ رہے، اسی طرح یہ لوگ ہم سے امام کے پیچھے آمین کہنے پر حسد کرتے ہیں (مسند احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی ایک روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

أَتَـى النَّبِـيَّ صَـلَّـى اللّٰـهُ عَـلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسٌ مِنَ الْيَهُوْدِ فَقَالُوْا: السَّامُ عَـلَيْكَ يَـا أَبَـا الْـقَاسِمِ، فَقَالَ: وَعَلَيْكُمْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ: عَلَيْكُمُ السَّـامُ وَالـذَّامُ، فَـقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَائِشَةُ لَا تَـكُـوْنِـيْ فَحَّاشَةً، قَالَتْ فَقُلْتُ: يَـا رَسُـوْلَ الـلّٰهِ أَمَا سَمِعْتَ مَا قَالُوْا؟

السَّامُ عَلَيْکَ قَالَ : أَلَيْسَ قَدْ رَدَدْتُ عَلَيْهِمُ الَّذِیْ قَالُوْا؟ قُلْتُ : وَعَلَيْكُمْ .

قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ يَعْنِیْ فِیْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ:إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ، وَلَا التَّفَحُّشَ وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ فِیْ حَدِيْثِهٖ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ (وَإِذَا جَائُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ) حَتّٰى فَرَغَ (مسند احمد، رقم الحديث : ۲۵۹۲۴) [1]

ترجمہ: ایک مرتبہ کچھ یہودیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر میں آنے کی اجازت چاہی اور ''السامُ علیک'' کہا (جس کا مطلب یہ ہے کہ تم پر موت طاری ہو) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''و علیکم'' یہ سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم پر ہی موت اور لعنت طاری ہو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! اتنی کھلی بات کرنے والی نہ بنو، میں نے عرض کیا کہ کیا آپ نے سنا نہیں کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے انہیں جواب دے دیا ہے، ''و علیکم'' (یعنی تم پر ہی موت طاری ہو)

ابنِ نمیر راوی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث میں یہ بھی روایت کیا ہے کہ بے شک اللہ عزوجل فحش گوئی کرنے اور کرانے کو پسند نہیں فرماتا، پھر یہ آیت نازل ہوئی:

''وَإِذَا جَاءُ وْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ''

(مسند احمد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَرَّ يَهُوْدِیٌّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: السَّامُ عَلَيْكَ،

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَعَلَيْكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَدْرُوْنَ مَا يَقُوْلُ؟ قَالَ: السَّامُ عَلَيْكَ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَلاَ نَقْتُلُهُ؟ قَالَ: لَا، إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ، فَقُوْلُوْا: وَعَلَيْكُمْ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٦٩٢٦، باب إذا عرض الذمى وغيره بسب النبى صلى الله عليه وسلم ولم يصرح، نحو قوله: السام عليك)

ترجمہ: ایک یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا اور کہا کہ ’’السامُ علیک‘‘ (یعنی تم پر موت ہو) آپ نے فرمایا کہ ’’وعلیک‘‘ (یعنی تم ہی پر ہو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو، یہ جو کہتا ہے؟ اس نے ’’السامُ علیک‘‘ کہا، لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہم اس کو قتل نہ کر دیں، آپ نے فرمایا کہ نہیں (پھر فرمایا) کہ جب تمہیں اہلِ کتاب سلام کریں، تو تم ’’وعلیکم‘‘ کہو (بخاری)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَلَّمَ نَاسٌ مِنْ يَهُوْدَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا: السَّامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ، فَقَالَ: وَعَلَيْكُمْ فَقَالَتْ عَائِشَةُ: وَغَضِبَتْ أَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوْا؟ قَالَ: بَلٰى، قَدْ سَمِعْتُ فَرَدَدْتُ عَلَيْهِمْ وَإِنَّا نُجَابُ عَلَيْهِمْ وَلَا يُجَابُوْنَ عَلَيْنَا (مسلم، رقم الحديث ٢١٦٦ "١٢" كتاب السلام، باب النهى عن ابتداء أهل الكتاب بالسلام وكيف يرد عليهم)

ترجمہ: یہودیوں میں سے کچھ لوگوں نے رسول اللہ کو سلام کیا کہا ’’السَّامُ عَلَيْكَ‘‘ اے ابوالقاسم! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’وَعَلَيْكُم‘‘ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے غصہ میں آ کر عرض کیا کہ کیا آپ نے نہیں سنا کہ انہوں نے کیا کہا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیوں نہیں، بلکہ میں نے

سنا، پھر ان کو جواب دے دیا، اور ہماری بددعا ان کے خلاف مقبول ہوگی، اور ان کی بددعا ہمارے خلاف قبول نہ کی جائے گی (مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ يَهُـوْدِيًّا سَلَّمَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ السَّامُ عَلَيْكَ قَالَ: رُدُّوْهُ عَلَيَّ قَالَ: أَقُلْتَ: السَّامُ عَلَيْكَ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَقُوْلُوْا: وَعَلَيْكَ (مسند احمد، رقم الحديث ١٢٤٢٧) [1]

ترجمہ: ایک یہودی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے ہوئے ''السامُ علیک'' کہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اسے میرے پاس بلا کر لاؤ، اور اس سے پوچھا کہ کیا تم نے ''السامُ علیک'' کہا تھا؟ اس نے اقرار کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے) فرمایا کہ جب تمہیں کوئی اہلِ کتاب سلام کرے، تو صرف ''وعلیک'' کہا کرو (مسند احمد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ يَهُـوْدِيًّا مَـرَّ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: السَّامُ عَلَيْكَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَعَلَيْكَ، أَتَدْرُوْنَ مَا قَالَ؟ قَالَ: السَّامُ عَلَيْكُمْ، فَقَالُوْا: أَلَا نَقْتُلُهُ فَقَالَ: لَا، وَلٰكِنْ إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ فَقُوْلُوْا: وَعَلَيْكُمْ (مسند احمد، رقم الحديث ١٣٢٨٤) [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: ایک مرتبہ ایک یہودی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا، اور اس نے ''السَّامُ علیک'' کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''وعلیک'' پھر صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ اس نے کیا کہا ہے؟ یہ کہہ رہا ہے ''السَّامُ علیک'' یہ سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم کہنے لگے کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہم اس کی گردن نہ اڑا دیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، البتہ جب اہلِ کتاب تمہیں سلام کیا کریں، تو تم صرف ''وعلیکم'' کہا کرو (مسند احمد)

مذکورہ احادیث وروایات میں یہودیوں کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں استخفاف وتحقیر، اور گستاخی و بے ادبی کرنے کا ذکر ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے میں داخل ہے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پران کو قتل کرنے کا حکم نہیں فرمایا، بلکہ قتل کرنے سے منع بھی فرمایا۔

اور یہ بات واضح ہے کہ یہود کی طرف سے یہ واقعہ اس زمانے کا ہے، جب یہود سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم عقدِ موادعہ فرما چکے تھے، کیونکہ ایسی حالت میں ہی سلام وکلام کے مواقع عموماً پیش آتے ہیں۔ [1]

جن سے حنفیہ اور راجح قول کے مطابق شافعیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ کافر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور سب وشتم کرنے سے اس کو قتل کرنے کا تو حکم نہیں ہوتا، کیونکہ وہ ذمی ہو، یا معاہد ہو، یا اصل حربی ہو، بہر حال وہ پہلے سے کافر ہے، اور اس کا یہ فعل بھی کفر

---

[1] واذاتقرر ذلک فلم یکن قول الیهود السام علیک جفاء محضا، بل کان مشتملا علی الاستخفاف به والتحقیر واللعن ولذا أجابتهم عائشة بقولها: علیکم السام ولعنکم الله وغضب علیکم'' و أیضاً فإن السأم کما یطلق علی الموت یطلق علی الهوان والذلة، کالذام وبهذا ورد تفسیره عن قتادة موقوفاً مرفوعاً (اعلاء السنن، جلد ۱۱، صفحه ۵۲۹۹، ابواب الجزیة، باب یقتل الذمی رجلا کان او امرأة اذا اعلن بسب الله والرسول بمالایدینه وکذا اذا طعن فی دین الاسلام بنحوه، مطبوعة : دارالفکر، بیروت، لبنان، الطبعة الاولیٰ: ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۱م)

ہے، البتہ تعزیراً قتل جائز ہے، واجب نہیں، اور وہ ’’قتلِ سیاسی‘‘ ہے، جو امامُ المسلمین کو مفوّض ہے۔ [1]

---

[1] باب إذا عرض الذمى وغيره بسب النبى صلى الله عليه وسلم ولم يصرح نحو قوله :السام عليك:

أى :هذا باب فيما عرض بتشديد الراء من التعريض وهو خلاف التصريح، وهو نوع من الكناية . قوله :وغيره أى :وغير الذمى نحو المعاهد ومن يظهر الإسلام قوله :بسب النبى أى :بتنقيصه، ولكن لم يصرح بل بالتعريض نحو قوله :السام بفتح السين المهملة وتخفيف الميم وهو الموت قوله :عليك هكذا بالإفراد فى رواية الكشميهنى، وفى رواية غيره :عليكم، فقيل :ليس فيه تعريض السب .وأجيب بأنه لم يرد به التعريض المصطلح عليه وهو أن يستعمل لفظا فى حقيقته يلوح به إلى معنى آخر يقصده، والظاهر أن البخارى اختار فى هذا مذهب الكوفيين فإن عندهم أن من سب النبى أو عابه فإن كان ذميا عزر ولا يقتل وهو قول الثورى، وقال أبو حنيفة، رضى الله تعالى عنه :إن كان مسلما صار مرتدا بذلك، وإن كان ذميا لا ينتقض عهده، وقال الطحاوى :وقول اليهودى لرسول الله السام عليك، لو كان مثل هذا الدعاء من مسلم لصار به مرتدا يقتل، ولم يقتل الشارع القائل به من اليهود لأن ما هم عليه من الشرك أعظم من سبه .

فإن قلت :من أين يعلم أن البخارى اختار فى هذا مذهب الكوفيين ولم يصرح بالجواب فى الترجمة؟ .

قلت :عدم تصريحه يدل على ذلك إذ لو اختار غيره لصرح به، ويؤيده أن حديث الباب لا يدل على قتل من يسبه من أهل الذمة فإنه لم يقتله .فإن قلت :إنما لم يقتله لمصلحة التأليف أو لعدم قيام البينة بالتصريح .قلت :لم يقتلهم بما هو أعظم منه وهو الشرك كما ذكرناه على أن قوله :السام عليك، الدعاء بالموت والموت لا بد منه(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج۲۴، ص ۸۲، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم،باب إذا عرض الذمى وغيره بسب النبى صلى الله عليه وسلمولم يصرح نحو قوله: السام عليك)

قوله :السام عليك هكذا عليك بالإفراد، ولم يختلف أحد أن لفظ :عليك، بالإفراد فى حديث أنس، وكذا فى رواية الكشميهنى فى حديث عائشة، رضى الله تعالى عنها .وهذا الحديث الذى يليه، وفى رواية غيره :عليكم، وكذا الخلاف فى حديث ابن عمر الذى بعده .قوله :ألا نقتله؟ كلمة ألا للتحضيض .قوله :قال :لا أى :قال رسول الله لا تقتلوه.

وفيه :حجة ظاهرة للكوفيين منهم أبو حنيفة، رضى الله تعالى عنه .فإن قلت :الواو فى :وعليك، تقتضى التشريك .قلت :معناه :وعليك ما تستحق من اللعنة والعذاب، أو ثمة مقدر أى :وأنا أقول :وعليك، أو الموت مشترك أى :نحن وأنتم كلنا نموت، قاله الكرمانى(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج۲۴،ص ۸۳، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب إذا عرض الذمى وغيره بسب النبى صلى الله عليه وسلمولم يصرح نحو قوله: السام عليك)

''شاتمُ النبی'' عورت کے قتل کی روایات

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ أَعْمٰى كَانَتْ لَهُ أُمُّ وَلَدٍ تَشْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَقَعُ فِيهِ، فَيَنْهَاهَا، فَلَا تَنْتَهِي، وَيَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ، قَالَ: فَلَمَّا كَانَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ، جَعَلَتْ تَقَعُ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَشْتُمُهُ، فَأَخَذَ الْمِغْوَلَ فَوَضَعَهُ فِي بَطْنِهَا، وَاتَّكَأَ عَلَيْهَا فَقَتَلَهَا، فَوَقَعَ بَيْنَ رِجْلَيْهَا طِفْلٌ، فَلَطَّخَتْ مَا هُنَاكَ بِالدَّمِ، فَلَمَّا أَصْبَحَ ذُكِرَ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَمَعَ النَّاسَ فَقَالَ: أَنْشُدُ اللّٰهَ رَجُلًا فَعَلَ مَا فَعَلَ لِي عَلَيْهِ حَقٌّ إِلَّا قَامَ، فَقَامَ الْأَعْمٰى يَتَخَطَّى النَّاسَ وَهُوَ يَتَزَلْزَلُ حَتّٰى قَعَدَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَنَا صَاحِبُهَا، كَانَتْ تَشْتُمُكَ، وَتَقَعُ فِيكَ، فَأَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي، وَأَزْجُرُهَا، فَلَا تَنْزَجِرُ، وَلِي مِنْهَا ابْنَانِ مِثْلُ اللُّؤْلُؤَتَيْنِ، وَكَانَتْ بِي رَفِيقَةً، فَلَمَّا كَانَ الْبَارِحَةَ جَعَلَتْ تَشْتُمُكَ، وَتَقَعُ فِيكَ، فَأَخَذْتُ الْمِغْوَلَ فَوَضَعْتُهُ فِي بَطْنِهَا، وَاتَّكَأْتُ عَلَيْهَا حَتّٰى قَتَلْتُهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا اشْهَدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ

(سنن أبی داود، رقم الحديث ۴۳۶۱، كتاب الحدود، باب الحكم فيمن سب النبی صلی الله عليه وسلم) [1]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:

إسناده قوی من أجل عثمان الشحام، فهو صدوق لا بأس به وباقی رجاله ثقات .

إسرائيل: هو ابن يونس بن أبی إسحاق الشيعی.

وأخرجه بنحوه النسائی فی "الكبرى (3519) "من طريق عباد بن موسى الخُتلی، بهذا الإسناد .حدَّثنا عثمانُ بنُ أبی شيبةَ وعبدُ الله بن الجرَّاح، عن جريرٍ، عن مُغيرةَ، عن الشعبیِّ (حاشية سنن ابی داؤد)

ترجمہ: ایک نابینا (مسلمان) کی ام ولد (یعنی وہ باندی جس نے آقا سے بچہ جنا ہو) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا کرتی تھی، اور آپ کی برائی میں مشغول رہتی تھی، وہ نابینا (مسلمان) اس کو منع کرتا تھا، لیکن وہ باز نہ آتی تھی، اور وہ اس کو ڈانٹتا تھا، لیکن وہ اس کی ڈانٹ نہیں سنتی تھی۔

ایک رات جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمسخر اور سب وشتم میں مشغول تھی، تو اس کے نابینا آقا نے خنجر لیا اور اس کے پیٹ پر رکھ دیا اور اس پر زور لگا دیا، اور اسے قتل کر دیا، اس عورت کی ٹانگوں کے درمیان بچہ پڑا ہوا تھا، وہ وہاں پر خون سے لتھڑ گیا، صبح کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا، تو آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ میں اس شخص کو جس نے اپنے اوپر میرا حق رکھتے ہوئے یہ فعل کیا ہے، اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ وہ کھڑا ہو جائے، تو وہ نابینا کھڑا ہو گیا، اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتا لرزتا کانپتا ہوا آیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا، اور کہا کہ اے رسول اللہ! میں اس عورت کا آقا ہوں، وہ آپ کو برا بھلا کہتی تھی، اور آپ کی برائی میں پڑی رہا کرتی تھی، میں اسے منع بھی کرتا تھا، لیکن وہ باز نہ آتی تھی، اور میں اسے ڈانٹتا تھا، لیکن وہ میری بات کو نہیں سنتی تھی (یعنی اس پر میری ڈانٹ کا کوئی اثر نہ ہوتا تھا) اور اس سے میرے دو موتیوں جیسے خوبصورت بیٹے ہیں، اور وہ میری بڑی اچھی ساتھی تھی، پس جب کل رات وہ آپ کو سب وشتم کرنے لگی، اور آپ کی برائی میں مشغول ہوگئی، تو میں نے خنجر لے کر اس کے پیٹ پر رکھا اور اس کو دبا دیا، یہاں تک کہ میں نے اسے قتل کر دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خبردار ہو جاؤ، اس کا خون ہدر ہے (یعنی اس قاتل سے قصاص نہیں لیا جائے گا) (سنن ابی داؤد)

مذکورہ حدیث میں صراحت ہے کہ وہ عورت اس نابینا شخص کی باندی تھی، اور وہ اپنے آقا کے

سامنے علانیہ، اور بار بار سب وشتم کیا کرتی تھی، اور بار بار منع کرنے کے باوجود اس سے باز نہیں آتی تھی۔

اور سنن نسائی کی روایت میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ:

”وَكَانَتْ تُكْثِرُ الْوَقِيْعَةَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَسُبُّهُ، فَيَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ، وَيَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِيْ“

”یعنی وہ کثرت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برائی کیا کرتی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کیا کرتی تھی، اور اس کا آقا اس کو ڈانٹتا تھا، مگر وہ ڈانٹ کا اثر نہیں لیتی تھیں، اور اس کا آقا اسے منع کرتا تھا، مگر وہ باز نہیں آتی تھی“۔ [1]

اس واقعہ کو امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

---

[1] عن عثمان الشحام قال: كنت أقود رجلا أعمى فانتهيت إلى عكرمة، فأنشأ يحدثنا قال: حدثني ابن عباس، أن أعمى كان على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وكانت له أم ولد، وكان له منها ابنان، وكانت تكثر الوقيعة برسول الله صلى الله عليه وسلم وتسبه، فيزجرها فلا تنزجر، وينهاها فلا تنتهى، فلما كان ذات ليلة ذكرت النبى صلى الله عليه وسلم فوقعت فيه، فلم أصبر أن قمت إلى المغول، فوضعته فى بطنها، فاتكأت عليه فقتلتها، فأصبحت قتيلا، فذكر ذلک للنبى صلى الله عليه وسلم، فجمع الناس وقال: أنشد الله رجلا لى عليه حق، فعل ما فعل إلا قام فأقبل الأعمى يتدلدل فقال: يا رسول الله، أنا صاحبها كانت أم ولدى، وكانت بى لطيفة رفيقة، ولى منها ابنان مثل اللؤلؤتين، ولكنها كانت تكثر الوقيعة فيک وتشتمک، فأنهاها فلا تنتهى، وأزجرها فلا تنزجر، فلما كانت البارحة ذكرتک فوقعت فيک، فقمت إلى المغول فوضعته فى بطنها، فاتكأت عليها حتى قتلتها، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا اشهدوا أن دمها هدر (سنن النسائى، رقم الحديث ۴۰۷۰)

[2] عن عكرمة، عن عبد الله بن عباس رضى الله عنهما قال: كانت أم ولد لرجل كان له منها ابنان مثل اللؤلؤتين، وكانت تشتم النبى صلى الله عليه وسلم فينهاها ولا تنتهى ويزجرها ولا تنزجر، فلما كان ذات ليلة ذكرت النبى صلى الله عليه وسلم فما صبر أن قام إلى مغول فوضعها فى بطنها ثم اتكأ عليها حتى أنفذها، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أشهد أن دمها هدر (المستدرک على الصحيحين، رقم الحديث ۸۰۴۴)
قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد على شرط مسلم ولم يخرجاه.
و قال الذهبى فى التلخيص: صحيح.

اور اس واقعہ کو ''ابنِ زنجویه'' اور ''قاسم بن سلّام '' نے بھی ''کتاب الأموال ''میں روایت کیا ہے۔ [1]

نیز اس واقعہ کو دارقطنی نے بھی روایت کیا ہے، جس کے بعد امام دارقطنی نے فرمایا کہ:

''فِيهِ سُنَّةٌ فِي الْأَصْلِ فِي إِشْهَادِ الْحَاكِمِ عَلَى نَفْسِهِ بِإِنْفَاذِ الْقَضَاءِ''

''اس واقعہ میں اس اصول کی سنت پائی جاتی ہے کہ حاکم قضاء کو نافذ کرنے کے لیے، اپنے اوپر گواہی قائم کرلے''۔ [2]

---

[1] قال أبو عبيد :أنا ابن أبی عدی، أنا عثمان الشحام، عن عكرمة، أن رجلا، كانت له أم ولد، وكانت تكثر الوقوع فی رسول الله صلى الله عليه وسلم والشتم له، وينهاها فلا تنتهی فقتلها فرفع ذلک إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فأهدر دمها(الأموال لابن زنجويه، رقم الرواية ۷۰۱، كتاب افتتاح الأرضين صلحا وسننها وأحكامها وهی من الفیء ولا تكون غنيمة،باب: أهل الصلح والعهد ينكثون من يستحل دمائهم؟)

حدثنا ابن أبی عدی، حدثنا عثمان الشحام، عن عكرمة، أن رجلا كانت له أم ولد، وكانت تكثر الوقوع فی رسول الله صلى الله عليه وسلم والشتم له فينهاها فلا تنتهی، فقتلها، فرفع ذلک إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فأهدر دمها(كتاب الأموال،لابی عُبيد القاسم بن سلاّم، رقم الرواية ۴۸۲، كتاب افتتاح الأرضين صلحا وأحكامها، وسننها، وهی من الفیء ولا تكون غنيمة، باب أهل الصلح والعهد ينكثون، متى تستحل دماؤهم؟)

[2] حدثنا أبو القاسم عبد الله بن محمد بن منيع قرائة عليه , نا أبو جعفر محمد بن أبی سمينة , نا عبيد الله بن موسى , نا إسرائيل , عن عثمان الشحام , عن عكرمة , عن ابن عباس , قال: كان رجل له امرأة ولدت منه ولدين , قال: فكانت تؤذی رسول الله صلى الله عليه وسلم فينهاها فلا تنتهی ويزجرها فلا تنزجر , قال: فذكرته ذات يوم فقام إليها بمعول فوضعه فی بطنها ثم اتكأ عليها حتى أنفذه , فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا اشهدوا أن دمها هدر.

نا عمر بن أحمد الدربی , نا ابن كرامة , نا عبيد الله بن موسى , بإسناده مثله

نا محمد بن يحيى بن مرداس , نا أبو داود , نا عباد بن موسى , نا إسماعيل بن جعفر , نا إسرائيل , عن عثمان الشحام , عن عكرمة , عن ابن عباس , بهذا وقال: فلما كان البارحة جعلت تشتمک وتقع فيک فقتلتها , فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا اشهدوا أن دمها هدر .قال الدارقطنی: فيه سنة فی الأصل فی إشهاد الحاكم على نفسه بإنفاذ القضاء(سنن الدارقطنی، رقم الحديث ۴۵۰۳ الیٰ ۴۵۰۵، كتاب فی الأقضية والأحكام وغير ذلک،باب فی المرأة تقتل إذا ارتدت)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت حاکم ہونے کے، لوگوں کو گواہ بنا کر اس کے قتل کے جواز کا فیصلہ فرمایا تھا۔

مذکورہ حدیث میں ایک تو یہ صراحت ہے کہ وہ عورت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علانیہ اور بار بار سب وشتم کیا کرتی تھی، اور آقا کے منع کرنے اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے کے باوجود، اس فعلِ قبیح سے باز نہیں آتی تھی۔

نیز مذکورہ روایات میں یہ بھی تصریح ہے کہ وہ عورت اس شخص کی باندی تھی، اور پہلے گزر چکا ہے کہ یہودیوں کے قبیلے ''بنوقریظہ'' سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ ومُوادعہ کا معاملہ فرمایا تھا، لیکن انہوں نے اس کو توڑ دیا تھا، جس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ مقاتلہ فرمایا تھا، اوران کے مردلوگوں کو قتل فرمادیا تھا، اوران کی اولاد اور عورتوں کو قید فرما لیا تھا، اوران کے مالوں کو مالِ غنیمت بنا کر حاصل کرلیا تھا۔

ظاہر ہے کہ مذکورہ عورت کا تعلق یہود کے اسی قبیلے سے ہوگا۔

اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ یہود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی وقت بھی ذمی شمار نہیں کیے گئے، جبکہ باندی کا حکم ''ذمی'' سے مختلف ہے۔

اور اگر اس عورت کا مسلمان ہوجانا تسلیم کیا جائے، تو مسلمان اس فعل کی وجہ سے ویسے ہی مرتد اور مباحُ الدم ہوجاتا ہے۔

لہٰذا اس واقعہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے سے ذمی کے عہد ٹوٹنے پر دلالت نہیں پائی جاتی۔ [1]

اور باندی کے ذمے اپنے آقا کی اطاعت واجب ہے، بالخصوص جبکہ وہ اطاعت، اللہ کے

---

[1] وأما أمر سلمان فكان بالمدينة وكان مملوكا لرجل من بني قريظة، وهم ممتنعون لا يجرى عليهم حكم رسول الله -صلى الله عليه وسلم -بل هم في حصونهم مالكون لأنفسهم، وكان إسلام سلمان -رضى الله عنه -بلا خلاف قبل الخندق، وهو أول مشاهده، وهلاک بنی قریظة وقتلهم، وحصارهم، بعد الخندق بلا خلاف من أحد(المحلى بالآثار،لا بن حزم الأندلسي الظاهري، ج۵،ص ۳۸۰، كتاب الجهاد،مسألة كل عبد أو أمة كانا لكافرين أسلما في دار الحرب)

حکم کے مطابق ہو۔ [1]

اور اس کی خلاف ورزی پر، آقا کو تعزیر و تادیب کا حق بھی حاصل ہے۔ [2]

اور علانیہ اور بار بار سب وشتم کرنے پر، ذمی تک کو بھی قتل کرنا حنفیہ کے نزدیک جائز ہے، وہ الگ بات ہے کہ یہ قتل ذمہ ٹوٹنے کا باعث نہیں ہوتا، بلکہ تعزیراً ہوتا ہے۔

البتہ اس تعزیر کا حق، چونکہ بنیادی طور پر امام المسلمین، یا اس کے نائب کو حاصل ہوتا ہے، اور اس کی اجازت کے بغیر اس پر اقدام کراہت سے خالی نہیں، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر مؤاخذہ کا حق حاصل تھا، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو معاف فرمادیا۔

ویسے بھی فقہائے کرام نے آزاد شخص اور بالخصوص آقا کے اپنے رقیق کو قتل کرنے پر قصاص کا حکم نہیں لگایا۔ [3]

---

[1] للسيد رجلا كان أو امرأة على مماليكه الذكور والإناث حقوق يجب على الرقيق مراعاتها، منها:

أولا :طاعته للسيد فی كل ما يأمره به أو ينهاه عنه، ولا يتقيد وجوب الطاعة بقيد إلا ما ورد التقييد به شرعا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٣، ص١٩، مادة "رق")

[2] للسيد حق تأديب عبده ومعاقبته على ترک ما أوجبه الله عليه، أو فعل ما حرمه الله تعالى، أو مخالفة السيد، أو إساءة الأدب، أو غير ذلک باللوم أو الضرب، كما يؤدب ولده وزوجته الناشز.

واختلفوا فی إقامة السيد الحد والقصاص على عبده . وسيأتی بيان ذلک إن شاء الله.

ومن جملة العقوبة التی يملكها السيد أن يضربه على ترک الصلاة إذا كان مميزا وبلغ عشر سنين، وذلک لتمرينه عليها حتى يألفها ويعتادها لحديث :واضربوهم عليها وهم أبناء عشر . قال الحجاوی والبهوتی :وللسيد أن يزيد فی ضرب الرقيق، تأديبا على ضرب الولد والزوجة، لقول النبی صلى الله عليه وسلم :لا تضرب ظعينتک كضرب أميتک وقوله :لا يجلد أحدكم امرأته جلد العبد ثم يجامعها فی آخر اليوم .

وللسيد أن يقيد عبده إذا خاف عليه الإباق(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٣، ص٢٣، مادة "رق")

[3] اتفق الفقهاء على أن العبد إذا قتل سيده قتل به، أما السيد إذا قتل عبدا أو أمة مملوكين له، فإنه لا يقتل بهما، لقوله صلى الله عليه وسلم :لا يقتل حر بعبده .

ومثل المملوک هنا من له فيه شبهة ملک، أو كان يملک جزءا منه، فإنه لا قصاص؛

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بلکہ اگر مسلمان، ذمی کو قتل کردے، تب بھی اس پر قصاص کا حکم نہیں لگایا۔
لہٰذا یہ حدیث، حنفیہ بلکہ شافعیہ کے اصل موقف کے خلاف نہیں، بلکہ اس کے مطابق ہے۔
یہی وجہ ہے کہ حنفیہ نے اس قتل کو ''تعزیر'' پر محمول کیا ہے، اور اس کو انہوں نے ''قتلِ سیاسی'' کا عنوان دیا ہے، جیسا کہ پہلے بار بار حوالہ گزرا۔
جبکہ غیر حنفی وغیر شافعی فقہاء نے اس قتل کو ''ذمہ'' یا ''عہد'' ٹوٹنے پر محمول کیا ہے۔ [1]
حضرت شعبی، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ يَهُوْدِيَّةً كَانَتْ تَشْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقَعُ فِيْهِ،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لأنه لا يمكن استيفاء بعض القصاص دون بعض؛ لأنه غير متجزء.
كما لا يقتل المولى بمدبره، وأم ولده، ومكاتبه؛ لأنهم مماليكه حقيقة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٣، ص٢٦٧، ٢٦٨، مادة "قصاص")
ويشترط التكافؤ بين القاتل والمقتول، لخبر :لا يقتل مسلم بكافر وعلى هذا إذا قتل مسلم ذميا، أو الحر غير حر، ولم يأخذ مالا، لم يقتل قصاصا، ويغرم دية الذمي، وقيمة الرقيق(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٧، ص١٦٢، مادة "حرابة")
كما لا يقتل المولى بمدبره، وأم ولده، ومكاتبه؛ لأنهم مماليكه حقيقة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٣، ص٢٦٧، ٢٦٨، مادة "قصاص")
ويشترط التكافؤ بين القاتل والمقتول، لخبر :لا يقتل مسلم بكافر وعلى هذا إذا قتل مسلم ذميا، أو الحر غير حر، ولم يأخذ مالا، لم يقتل قصاصا، ويغرم دية الذمي، وقيمة الرقيق(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٧، ص١٦٢، مادة "حرابة")

[1] وهذا القتل محمول على السياسة.
قال فى "رد المحتار : قوله" :ويكون التعزير بالقتل "، رأيت فى "الصارم المسلول "للحافظ ابن تيمية :أن من أصول الحنفية أن ما لا قتل فيه عندهم مثل القتل بالمثقل، والجماع فى غير القبل إذا تكرر، فللإمام أن يقتل فاعله، وكذلك له أن يزيد على الحد المقدر إذا رأى المصلحة فى ذلك، ويحملون ما جاء عن النبى -صلى الله عليه وسلم -وأصحابه من القتل فى مثل هذه الجرائم على أنه رأى المصلحة فى ذلك، ويسمونه القتل سياسة، وكان حاصله :أن له أن يعزر بالقتل فى الجرائم التى تعظمت بالتكرار، وشرع القتل فى جنسها ,ولذا أفتى أكثرهم بقتل من أكثر من سب النبى -صلى الله عليه وسلم -من أهل الذمة، وإن أسلم بعد أخذه، وقالوا :يقتل سياسة (بذل المجهود، ج١٢، ص ٤٢٧، كتاب الحدود، باب الحكم فيمن سب النبى صلى الله عليه وسلم)

فَخَنَقَهَا رَجُلٌ حَتّٰى مَاتَتْ، فَأَبْطَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَمَهَا (سنن أبي داود، رقم الحديث ٤٣٦٢، كتاب الحدود، باب الحكم فيمن سب النبي صلى الله عليه وسلم) [1]

ترجمہ: ایک یہودی عورت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کیا کرتی تھی، اور آپ کی شان میں گستاخی کیا کرتی تھی، تو اس کا ایک آدمی نے گلا گھونٹ دیا، یہاں تک کہ وہ مرگئی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو باطل قرار دے دیا (ابوداؤد)

حضرت شعبی سے ہی مرسلاً روایت ہے کہ:

كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ أَعْمٰى ، فَكَانَ يَأْوِيْ إِلَى امْرَأَةٍ يَهُوْدِيَّةٍ ، فَكَانَتْ تُطْعِمُهُ ، وَتَسْقِيْهِ ، وَتُحْسِنُ إِلَيْهِ ، وَكَانَتْ لَا تَزَالُ تُؤْذِيْهِ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ مِنْهَا لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِيْ ، قَامَ فَخَنَقَهَا حَتّٰى قَتَلَهَا ، فَرُفِعَ ذٰلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَنَشَدَ النَّاسَ فِيْ أَمْرِهَا ، فَقَامَ الرَّجُلُ ، فَأَخْبَرَ أَنَّهَا كَانَتْ تُؤْذِيْهِ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَتَسُبُّهُ وَتَقَعُ فِيْهِ ، فَقَتَلَهَا لِذٰلِكَ ، فَأَبْطَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَمَهَا (مصنف ابن ابي شيبة، رقم الحديث ٣٧٤٣٢، كتاب الرد على أبي حنيفة، باب خنق ساب الرسول صلى الله عليه وسلم)

---

[1] قال شعيب الارنوؤط:
حسن لغيره، وهذا إسناد رجاله ثقات، لكن قال المنذري في "اختصار السنن 6/ 200: ذكر بعضهم أن الشعبي سمع من علي بن أبي طالب، وقال غيره: إنه رآه.
والشعبي: هو عامر بن شَرَاحيل، ومُغيرة: هو ابن مِقْسَم، وجرير: هو ابن عبد الحميد.
وأخرجه البيهقي 7/ 60 و 9/ 200، والضياء المقدسي في المختارة (547) "من طريق أبي داود، بهذا الإسناد (حاشية سنن ابى داؤد)

ترجمہ: مسلمانوں میں ایک شخص نابینا تھا، تو وہ ایک یہودی عورت کی طرف آتا تھا، جو اِن کو کھلاتی پلاتی تھی، اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرتی تھی، لیکن وہ برابر اس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں (سب وشتم کرکے) ایذاء پہنچایا کرتی تھی، پس جب ایک رات اس شخص نے اس عورت کی ان باتوں کو سنا، تو کھڑے ہوکر اس کا گلا گھونٹ دیا، یہاں تک کہ اسے قتل کردیا، اس واقعہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی، اور لوگوں نے اس قتل کو برا سمجھا، تو ایک آدمی نے کھڑے ہوکر کہا کہ وہ عورت اس شخص کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں، ایذاء پہنچایا کرتی تھی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کیا کرتی تھی، اور آپ کی برائی کیا کرتی تھی، اس وجہ سے اس شخص نے اس عورت کو قتل کردیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو باطل قرار دے دیا (ابن ابی شیبہ)

حضرت شعبی کی اس روایت میں اس شخص کے نابینا ہونے کی صراحت ہے، اور عورت کے یہودیہ ہونے کی بھی صراحت ہے، جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی، اس سے پہلی روایت بھی، حضرت شعبی سے ہی مروی ہے۔

اس لیے اس بات کا امکان پایا جاتا ہے کہ یہ روایت اس سے پہلے واقعہ سے ہی متعلق ہو، جس میں نابینا شخص کی امِّ ولد کا ذکر تھا، اور روایت بالمعنیٰ کے طور پر اس کو ذکر کردیا گیا ہو، اس صورت میں اس واقعہ میں بھی، اس سے پہلے والے واقعہ کی تقریر جاری ہوگی۔

اور اگر اس واقعہ کو جداگانہ قرار دیا جائے، تو مذکورہ حدیث میں بھی ایک تو یہ صراحت ہے کہ وہ عورت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علانیہ اور بار بار سب وشتم کیا کرتی تھی۔

اور مذکورہ حدیث میں دوسری صراحت یہ پائی جاتی ہے کہ وہ عورت یہودیہ تھی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہودی ''اہلِ ذمۃ'' نہیں تھے، بلکہ ایک زمانے میں اہلِ موادعہ تھے، جس کے بعد ان کے مختلف فرقے ہوگئے تھے۔

لہٰذا اس واقعہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے سے ذمی کے عہد ٹوٹنے پر دلالت نہیں پائی جاتی۔

اور ذمی کے عہد ٹوٹے بغیر تعزیراً وسیاستاً قتل کرنے کے جواز کے حنفیہ بھی قائل ہیں، البتہ اس تعزیر کا حق، چونکہ امام المسلمین، یا اس کے نائب کو حاصل ہوتا ہے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر مؤاخذہ کا حق حاصل تھا، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو معاف فرما دیا۔

لہٰذا یہ حدیث بھی حنفیہ کے اصل موقف کے خلاف نہیں، بلکہ اس کے مطابق ہے، اور حنفیہ کے نزدیک یہ قتل تعزیر پر محمول ہے، جیسا کہ گزرا۔ [1]

عروہ بن محمد سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّجُلٍ، مِنْ بُلْقِيْنَ، أَنَّ امْرَأَةً سَبَّتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَتَلَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (السنن الكبرىٰ للبيهقى، رقم الحديث ١٦٩٤٨، كتاب المرتد، باب قتل من ارتد عن الإسلام إذا ثبت عليه رجلا كان أو امرأة، الأموال لابن زنجويه، رقم الحديث ٥٤٥)

ترجمہ: بلقین کے ایک شخص نے بیان کیا کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کیا، تو اس کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا (بیہقی، ابنِ زنجویہ)

---

[1] وأما أبو حنيفة وأصحابه فقالوا :لا ينتقض العهد بالسب ولا يقتل الذمى بذلك لكن يعزر على إظهار ذلك كما يعزر على إظهار المنكرات التى ليس لهم فعلها من إظهار أصواتهم بكتابهم ونحو ذلك وحكاه الطحاوى عن الثورى ومن أصولهم أن ما لا قتل فيه عندهم مثل القتل بالمثقل والجماع فى غير القبل إذا تكرر فللإمام أن يقتل فاعله وكذلك له أن يزيد على الحد المقدر إذا رأى المصلحة فى ذلك ويحملون ما جاء عن النبى صلى الله عليه وسلم وأصحابه من القتل فى مثل هذه الجرائم على أنه رأى المصلحة فى ذلك ويسمونه القتل سياسة وكان حاصله أن له أن يعزر بالقتل فى الجرائم التى تغلظت بالتكرار وشرع القتل فى جنسها(الصارم المسلول على شاتم الرسول،لابن تيمية الحنبلى،ص١٠،١١،المسألة الأولى، المسألة الأولى: أن من سب النبى صلى الله عليه وسلم من مسلم أو كافر فإنه يجب قتله)

اس روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول مذکور نہیں، اور عورت کے مسلم، یا غیر مسلم وغیرہ ہونے کا بھی ذکر نہیں، اور عہد وذمہ ٹوٹنے وغیرہ کا بھی ذکر نہیں۔

اور ابونعیم اصبہانی اور عبدالرزاق نے بلقین کے ایک شخص سے اس طرح روایت کیا ہے کہ:

''ایک عورت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کیا کرتی تھی، تو آپ نے یہ فرمایا کہ میرے دشمن سے کون مقابلہ کرے گا، تو حضرت خالد بن ولید نکلے، اور انہوں نے اس عورت کو قتل کر دیا''۔ [1]

لیکن ایک تو اس روایت میں ''بلقین'' کے شخص کا نام مذکور نہیں، اور وہ راوی مجہول ہے، جس کی وجہ سے اس میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے، اور عروہ بن محمد کی خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ثابت نہیں، نہ ہی یہ معلوم کہ بلقین کا وہ شخص، صحابی ہے، یا غیر صحابی؟

دوسرے مذکورہ واقعہ میں اس عورت کے متعلق تصریح نہیں کہ وہ مومن تھی، یا غیر مومن؟

اگر اس کو مومن تسلیم کیا جائے، تو اس کا قتل ''ارتداد'' کی وجہ سے شمار ہوگا، اور غیر مومن قرار دیا جائے، تو اس کا قتل حنفیہ کے نزدیک تعزیراً شمار ہوگا، جس کو حنفیہ نے ''قتلِ سیاسی'' قرار دیا ہے، اور اگر اس عورت کو حربی شمار کیا جائے گا، تو بھی کوئی اشکال نہیں۔

چونکہ اس روایت میں صرف قتل کا ذکر ہے، ذمہ ٹوٹنے کا ذکر نہیں، لہٰذا اس روایت سے بھی

---

[1] حدثنا أحمد بن محمد بن يوسف، ثنا عبد الله بن محمد البغوی، ثنا زهير بن محمد، ثنا عبد الرزاق، عن معمر، عن سماک بن الفضل، عن عروة بن محمد، عن رجل، من بلقين، قال : كانت امرأة تسب النبی صلى الله عليه وسلم، فقال " :من يكفينی عدوتی، فخرج خالد بن الوليد فقتلها "(معرفة الصحابة،لابی نعیم الأصبهانی،رقم الحديث ۷۲۷۹)

عبد الرزاق عن معمر عن سماک بن الفضل قال أخبرنی عروة بن محمد عن رجل عن أو قال ألفين أن امرأة كانت تسب النبی صلى الله عليه و سلم فقال النبی صلى الله عليه و سلم من يكفينی عدوی فخرج إليها خالد بن الوليد فقتلها (مصنف عبد الرزاق،رقم الحديث،۹۷۰۵،باب من سب النبی صلى الله عليه و سلم كيف يصنع به وعقوبة من كذب على النبی صلى الله عليه وسلم)

ذمہ ٹوٹنے پر، استدلال تام نہیں۔ [1]

بلکہ اس کو "تعزیری وسیاسی" قتل قرار دینے کی صورت میں یہ روایت، خود حنفیہ کی مستدل شمار ہوگی، نہ کہ ان کے خلاف۔

عمیر بن امیہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ كَانَتْ لَهُ أُخْتٌ وَكَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آذَتْهُ فِيهِ وشَتَمَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مُشْرِكَةً، فَاشْتَمَلَ لَهَا يَوْمًا عَلَى السَّيْفِ، ثُمَّ أَتَاهَا فَوَضَعَهُ عَلَيْهَا فقتلَهَا، فَقَامَ بَنُوهَا فَصَاحُوا وَقَالُوا: قَدْ عَلِمْنَا مَنْ قَتَلَهَا أَفَتُقْتَلُ أُمُّنَا؟ وهَؤُلَاءِ قَوْمٌ لَهُمْ آبَاءٌ وَأُمَّهَاتٌ مُشْرِكُونَ، فَلَمَّا خَافَ عُمَيْرٌ أَنْ يَّقْتُلُوا غَيْرَ قَاتِلِهَا ذَهَبَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ: أَقَتَلْتَ أُخْتَكَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَلِمَ؟ قَالَ: إِنَّهَا كَانَتْ تُؤْذِينِيْ فِيكَ، فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى بَنِيهَا فَسَأَلَهُمْ؟ فَسَمُّوا غَيْرَ قَاتِلِهَا، فَأَخْبَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِ وأَهْدَرَ دَمَهَا قَالُوا: سَمْعًا وَطَاعَةً (المعجم الکبیر، للطبرانی، رقم الحدیث ۱۲۴، ج۱۷ ص ۶۴)

ترجمہ: ان کی ایک بہن تھی، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لاتے تھے، تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچاتی تھی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرتی تھی، اور وہ مشرکہ تھی، پس ایک دن عمیر بن امیہ نے تلوار سنبھالی، اور اس کو قتل

---

[1] و فیہ أنہ لیس بنص فی الذمی فیجوز أن یکون حربیاً کما یشعر بہ قولہ "من یکفینی عدواً لی" وأیضاً فالأثر أخرجہٗ أبو عبید فی "الأموال" من طریق معمر بسندہ بلفظ: "أن امرأۃ سبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فقتلھا خالد بن الولید" ولیس فہ أن خالداً قتلھا بأمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حیاتہ أو بعدہ باجتھادہ (اعلاء السنن، جلد ۱۱، صفحہ ۵۲۹۶، ۵۲۹۷، ابو اب الجزیۃ، بـاب یـقتل الـذمی رجلا کان او امرأۃ اذا اعلن بسب اللہ والرسول بمالایدینہ وکذا اذا طعن فی دین الاسلام بنحوہ، مطبوعۃ: دارالفکر، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولیٰ: ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۱ م)

کردیا، اس عورت کے بچے جاگ گئے، اور انہوں نے چیخ وپکار شروع کردی، اور وہ کہنے لگے کہ ہم جانتے ہیں کہ اس کو کس نے قتل کیا، کیا اب ہماری مائیں قتل کی جائیں گی؟ اور ان لوگوں کے آباء اور امہات مشرک تھے، پس جب عمیر بن امیہ کو خوف ہوا کہ وہ اس کے بدلے میں قاتل کے علاوہ کسی اور کو قتل کردیں گے، تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور اس کی خبر دی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کی اولاد کی طرف کسی کو بھیجا، اور ان سے اس بارے میں سوال کیا؟ اس عورت کی اولاد نے قاتل کے علاوہ کسی اور کا نام لیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس کے قاتل کے بارے میں خبر دے دی، اور اس کا خون مباح قرار دے دیا، تو اس عورت کی اولاد نے کہا کہ ہم نے آپ کی بات کو مان لیا، اور اس کی اطاعت کی (طبرانی)

عمیر بن امیہ کی اس روایت کو ابونعیم نے ''**معرفةُ الصحابة**'' میں بھی روایت کیا ہے۔ [1]

اور ابنِ ابی عاصم نے ''**الآحاد والمثانی**'' میں بھی روایت کیا ہے۔ [2]

---

[1] حدثنا سليمان بن أحمد، ثنا أحمد بن عمرو الخلال، ثنا ابن كاسب، ثنا عبد الله بن يزيد المقرء، ثنا سعيد بن أبى أيوب، أن يزيد بن أبى حبيب، حدثه أن السلم بن يزيد، ويزيد بن إسحاق حدثاه عن عمير بن أمية، أنه كانت له أخت، فكان إذا خرج إلى النبى صلى الله عليه وسلم آذته فيه وشتمت النبى صلى الله عليه وسلم، وكانت مشركة، فاشتمل لها يوما على السيف، ثم أتاها فوضعه عليها فقتلها، فقام بنوها وصاحوا وقالوا: قد علمنا من قتلها، أفيقتل أمنا وهؤلاء قوم لهم آباء، وأمهات مشركون ؟ فلما خاف عمير أن يقتلوا غير قاتلها ذهب إلى النبى صلى الله عليه وسلم فأخبره، فقال " :أقتلت أختك ؟ "، قال :نعم، قال " :ولم ؟ "، قال :إنها كانت تؤذينى فيك، فأرسل النبى صلى الله عليه وسلم إلى بنيها فسألهم، فسموا غير قاتلها، فأخبرهم النبى صلى الله عليه وسلم به، وأهدر دمها، قالوا :سمعا وطاعة(معرفة الصحابة،لابى نعيم الأصبهانى،رقم الحديث ٥٢٨٠)

[2] حدثنا يعقوب بن حميد، نا عبد الله بن يزيد، عن سعيد بن أبى أيوب، أن يزيد بن أبى حبيب، حدثه أن السلم بن يزيد، ويزيد بن إسحاق حدثاه عن عمير بن أمية، رضى الله عنه أنه كانت له أخت فكان إذا خرج إلى النبى صلى الله عليه وسلم آذته فيه،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ ہیثمی نے فرمایا کہ اس کو طبرانی نے دو تابعین سے روایت کیا ہے، جن میں سے ایک تابعی ثقہ ہیں، اور اس روایت کے باقی رجال ثقات ہیں۔ [1]

مذکورہ روایت میں تصریح ہے کہ وہ عورت ''مشرکہ'' تھی۔

ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ نے ''معرفة الصحابة'' میں ''عمیر بن عدی'' کے بارے میں فرمایا کہ یہ بنی خطمہ کے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے، اور انہوں نے بنو امیہ بن زید کے قبیلہ کی عورت ''عصماء بنتِ مروان'' کو قتل کیا تھا، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچاتی تھی، اور اسلام پر عیب لگاتی تھی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتی اور ابھارتی تھی۔ [2]

اور علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے ''الاصابة'' میں ابنِ اسحاق سے روایت کیا ہے کہ ''عمیر بن عدی'' ''بنی خطمة'' کے قبیلے سے تعلق رکھتے تھے، اور یہ اس قبیلے میں سب سے پہلے اسلام لائے تھے، اور انہوں نے ''عصماء بنتِ مروان'' کو قتل کیا تھا، جو اسلام اور اہلِ اسلام کو عیب لگاتی تھی۔

علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے واقدی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ ''عصماء'' مسلمانوں کے خلاف

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وشتمت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکانت مشرکة فاشتمل لها یوما علی السیف ثم أتاها فوضعه علیها فقتلها فقام بنوها فصاحوا، وقالوا :قد علمنا من قتلها، أفتقتل أمنا وها هنا قوم لهم آباء وأمهات مشرکون فلما خاف عمیر رضی اللہ عنه أن یقتلوا بها غیر قاتلها فذهب إلی النبی صلی اللہ علیه وسلم فأخبره فقال :قتلت أختک؟ قال :نعم، قال :ولم؟ "قال :لما کانت تؤذینی فیک، فأرسل النبی صلی اللہ علیه وسلم إلی بنیها فسألهم، فسموا غیر قاتلها فأخبرهم النبی صلی اللہ علیه وسلم به وأهدر دمها فقالوا : سمعا وطاعة "(الآحاد والمثانی،لابن أبی عاصم،رقم الحدیث۲۱۶۷)

[1] رواہ الطبرانی عن تابعیین أحدهما ثقة، وبقیة رجاله ثقات(مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث۱۰۵۷۰ ،باب فی من سب نبیا أو غیره)

[2] عمیر القارء وهو عمیر بن عدی بن خرشة بن أمیة بن عامر بن خطمة، أمه أمامة بنت الواهب بن عبد اللہ من بنی حوار، وکان عمیر ضریرا، وهو الذی سماه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم البصیر، وکان یزوره فی بنی واقف، وکان من الذین کسروا أصنام بنی خطمة، وقتل عمیر عصماء بنت مروان من بنی أمیة بن زید، کانت تؤذی النبی صلی اللہ علیه وسلم وتعیب الإسلام، وتحرض علیه، والذی منع عمیرا من شهوده بدرا وأحدا والخندق ضرارته، قدیم الإسلام، صحیح النیة، نسبه محمد بن عمرو الواقدی(معرفة الصحابة،لابی نعیم، ج۴،ص۲۰۹۶،من اسمه عمیر)

لوگوں کو بھڑکاتی تھی، اور مسلمانوں کو ایذاء پہنچاتی تھی۔ [1]

اور ابنِ اثیر رحمہ اللہ نے ''اسد الغابة'' میں فرمایا کہ ابنِ کلبی نے عمیر بن خرشہ کی طرف اس واقعہ کی نسبت کی ہے، اور کہا کہ انہوں نے اس یہودی عورت کو قتل کیا تھا، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تمسخر کیا کرتی تھی۔ [2]

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے بنی خطمہ، یا بنی حطمہ کی ایک عورت کے بارے میں مروی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتی تھی، جس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی، اور آپ کو اس پر شدید غصہ آیا، اور آپ نے اس کو قتل کرنے کا اعلان کیا، جس پر ایک آدمی نے اس کو جا کر قتل کر دیا۔ [3]

---

[1] عمير بن عدى بن خرشة بن أمية بن عامر بن خطمة.
كان أبوه عدى شاعرا، وأخوه الحارث بن عدى قتل بأحد، وهو الأنصارى ثم الخطمى.
ذكره ابن السكن فى الصحابة، وقال :هو البصير الذى كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يزوره فى بنى واقف، ولم يشهد بدرا لضرارته.
وقال ابن إسحاق :كان أول من أسلم من بنى خطمة، وهو الذى قتل عصماء بنت مروان، وهى من بنى أمية بن زيد كانت تعيب الإسلام وأهله، فقتلها عمير بن عدى، ومن يومئذ عز الإسلام وأهله بالمدينة.
قال الواقدى، بسند له :كانت عصماء تحرض على المسلمين وتؤذيهم، فلما قتلها عمير قال النبى صلى الله عليه وسلم :لا ينتطح فيها عنزان ، فكان أول من قالها فسار بها المثل، وكان ذلك لخمس بقين من رمضان من السنة الثانية.
وأخرجه ابن السكن من طريق الواقدى، عن عبد الله بن الحارث بن فضيل، عن أبيه.
وكذلك أبو أحمد العسكرى فى الأمثال(الإصابة فى تمييز الصحابة،لابن حجر العسقلانى،ج۴،ص۴۹۸، ۴۹۹، رقم الترجمة ۶۰۵۸،ذكر من اسمه عمير، بالتصغير)

[2] أخرجه أبو نعيم وأبو موسى، وقد أخرج أبو عمر هذا ولم ينسبه، وإنما قال :عمير الخطمى، وذكر هذه القصة .وقد نسبه ابن الكلبى فقال :عمير بن خرشة بن أمية بن عامر بن خطمة الخطمى القارى، قتل اليهودية التى هجت النبى صلى الله عليه وسلم(أسد الغابة،لابن الأثير، ج۳،ص۷۸۳،باب العين والميم، تحت ترجمة ''عمير بن أمية'' رقم الترجمة ۴۰۵۱)

[3] أخبرنا على قال ثنا جعفر , قال: ثنا محمد بن إبراهيم بن العلاء الشامى , ثنا محمد بن الحجاج اللخمى أبو إبراهيم الواسطى , عن مجالد بن سعيد , عن الشعبى , عن ابن عباس , رضى الله عنهما قال: هجت امرأة من بنى خطمة النبى صلى الله عليه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن ابنِ عدی اور ابنِ جوزی نے اس روایت کو ''محمد بن حجاج'' کی وجہ سے منگھڑت قرار دیا ہے۔ [1]

علامہ محمد بن طاہر مقدسی (المتوفی: 507ہجری) نے بھی اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وسلم هجاء لها , قال: فبلغ ذلک النبی صلی الله علیه وسلم فاشتد علیه ذلک , وقال: " من لی بها؟ "فقال رجل من قومها: أنا یا رسول الله .وکانت تمارة تبیع التمر قال: فأتاها فقال لها: عندک تمر؟ فقالت: نعم .فأرته تمرا , فقال: أردت أجود من هذا .قال: فدخلت لتریه قال: ودخل خلفها فنظر یمینا وشمالا فلم یر إلا خوانا فعلا به رأسها حتی دمغها به قال: ثم أتی النبی صلی الله علیه وسلم فقال: یا رسول الله کفیتها , فقال النبی صلی الله علیه وسلم: " أما إنه لا ینتطح فیها عنزان "فأرسلها مثلا(الفوائد المنتقاة عن الشیوخ العوالی للحربی،رقم الحدیث ۵۰)

[1] نا محمد بن عبد الملک قال نا إسماعیل بن مسعدة قال نا حمزة قال أخبرنا ابن عدی قال نا جعفر بن أحمد بن الجرجرائی قال نا محمد بن الحجاج اللخمی عن مجالد عن الشعبی عن ابن عباس قال هجت امرأة من بنی حطمة النبی صلی الله علیه وسلم کانت تبیع التمر قال فأتاها فقال هل عندک تمر فقالت نعم فأرته تمرا فقال أردت أجود من هذا قال فدخلت لتریه.

فدخل خلفها فنظر یمینا وشمالا فلم یر إلا خونا قال فعلا به رأسها حتی دمغها به ثم أتی النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله صلی الله علیه وسلم قد کفیتکها قال فقال النبی صلی الله علیه وسلم ":أما أنه لا ینتطح فیها عنزان ."قال فأرسلها مثلا.

قال ابن عدی :هذا مما یتهم محمد بن الحجاج بوضعه(العلل المتناهیة فی الأحادیث الواهیة لابن الجوزی، ج ۱ ص ۱۷۵، رقم الروایة ۲۷۹،کتاب الفضائل والمثالب،باب أمره بقتل امرأة هجته)

[2] حدیث :هجت امرأة من بنی خطمة النبی بهجاء له .فبلغ ذلک النبی واشتد علیه ذلک ، فقال ' :من لی بها '؟ فقال رجل من قومها :أنا یا رسول الله !وکانت تمارة تبیع التمر ، قال :فأتاها ، فقال لها :عندک تمر ؟ فقالت :نعم ، فأرته تمرة ، فقال :أرادت أجود من هذا ، قال :فدخلت لتریه ، قال :ودخل خلفها ؛ فنظر یمینا وشمالا ؛ فلم یر إلا خوانا ، قال :فعلا به رأسها حتی دفعها به ، قم أتی النبی (فقال :یا رسول الله !قد کفیتکها .قال :فقال النبی :أما إنه لا ینتطح فیه عنزان ، قال :فأرسلها مثلا .رواه محمد بن الحجاج اللخمی الواسطی :عن مجالد ، عن الشعبی عن أبن عباس .وهذا لم بروه عن مجالد غیر محمد هذا .وهذا مما یتهم به محمد أنه وضعه (ذخیرة الحفاظ،لمحمد بن طاهر المقدسی، ج۵،ص۲۵۷۷، تحت رقم الروایة ۵۹۹۰،باب الهاء)

اور ناصر الدین البانی نے بھی اس روایت کو موضوع اور گھڑی ہوئی قرار دیا ہے۔ [1]

بہر حال اگر مذکورہ واقعہ میں، اس مقتولہ عورت کو یہودیہ تسلیم کیا جائے، تو یہود کے بارے میں پہلے گزر چکا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ذمی شمار نہیں کیے گئے، اور اگر اس عورت کا مشرکہ ہونا تسلیم کیا جائے، تو مشرکین عہد توڑنے کی وجہ سے محارب شمار ہو گئے تھے، اور اہلِ ذمہ میں وہ بھی داخل نہیں تھے، لہٰذا مذکورہ واقعہ سے بھی ذمہ وعہد ٹوٹنے پر استدلال کا

---

[1] (لا ينتطح فيها عنزان). موضوع.

أخرجه القضاعى فى "مسند الشهاب "(2/46/856) ، وكذا ابن عدى (6/2156) ، ومن طريقه ابن الجوزى فى "العلل "(1/175) ، وابن عساكر فى "تاريخ دمشق "(- 14/768المدينة) من طريق محمد بن إبراهيم بن العلاء الشامى : حدثنا محمد بن الحجاج اللخمى أبو إبراهيم الواسطى عن مجالد بن سعيد ،عن الشعبى عن ابن عباس قال : هجت امرأة من بنى خطمة النبى صلى الله عليه وسلم بهجاء لها، قال :فبلغ ذلک النبى صلى الله عليه وسلم، فاشتد عليه ذلک، وقال :من لى بها؛ ، فقال رجل من قومها :أنا يا رسول الله !وكانت تمارة؛ تبيع التمر، قال :فأتاها، فقال لها :عندک تمر؛ فقالت : نعم .فأرته تمرا، فقال أردت أجود من هذا .قال :فدخلت لتريه .قال :فدخل خلفها ونظر يمينا وشمالا، فلم ير إلا خوانا، فعلا به رأسها حتى دمغها به، قال : ثم أتى النبى صلى الله عليه وسلم فقال :يا رسول الله !قد كفيتكها .قال :فقال النبى صلى الله عليه وسلم: إنه لا ينتطح فيها عنزان ، فأرسلها مثلا.

وقال ابن عدى -وتبعه ابن الجوزى :-

"هذا مما يتهم بوضعه محمد بن الحجاج ."

قلت :وهو كذاب خبيث؛ كما قال ابن معين، وهو واضع حديث الهريسة، وقد تقدم (690) ، وقبله حديث آخر له موضوع.

والراوى عنه محمد بن إبراهيم الشامى؛ كذاب أيضا؛ كما تقدم بيانه فى الحديث الذى قبله؛ ولكنه قد توبع :أخرجه الخطيب فى "التاريخ"(13/99) من طريق مسلم بن عيسى -جار أبى مسلم المستملى :-حدثنا محمد بن الحجاج اللخمى ...به.

ذكره فى ترجمة ابن عيسى هذا، ولم يزد فيها على أن ساق له هذا الحديث، فهومجهول العين . والله أعلم.

والحديث؛ علقه ابن سعد فى "الطبقات"(28 - 2/27) بأتم مما هنا، والظاهر أنه مما تلقاه عن شيخه الواقدى، وقد وصله القضاعى (2/48/858) من طريقه بسند آخر نحوه .لكن الواقدى متهم بالكذب؛ فلا يعتد به.

وأورد منه الشيخ العجلونى فى "كشف الخفاء "(2/375/3137) حديث الترجمة فقط من رواية ابن عدى، وسكت عنه؛ فأساء !(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيء فى الأمة، رقم الرواية ٦٠١٣)

ہونا تام معلوم نہیں ہوا۔

اور غیر مسلم کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علانیہ اور بار بار سب وشتم کرنے پر تعزیراً قتل کیا جانا، حنفیہ کے موقف کے خلاف نہیں، بلکہ موافق ہے، اور یہ روایات، دراصل حنفیہ کا مستدل ہیں، جس کی مذکورہ روایات میں تصریح پائی جاتی ہے۔

''شاتمُ النبی'' کو زبیر رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے کی روایت

عبدالرزاق نے ابنِ جریج سے، اور انہوں نے ایک شخص سے، اور انہوں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام، حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ:

''ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے میرے دشمن سے کون کفایت کرے گا، تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں! پس حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے مقابلہ کیا، اور اس کو قتل کر ڈالا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقتول کا سامان، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو عنایت فرما دیا''۔ [1]

مذکورہ روایت میں عکرمہ سے روایت کرنے والے راوی کا نام مذکور نہیں، نیز اس واقعہ کو عکرمہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست روایت کیا ہے، اور درمیان میں صحابی کا واسطہ مذکور نہیں، اور اس روایت میں مقتول کے متعلق بھی کچھ مذکور نہیں کہ وہ کون تھا، جبکہ بعض دوسری روایات میں اس کا ذکر آیا ہے، اور دوسری روایات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے کا بھی ذکر نہیں۔

---

[1] عبد الرزاق عن بن جريج عن رجل عن عكرمة مولى بن عباس أن النبي صلى الله عليه و سلم سبه رجل فقال من يكفيني عدوي فقال الزبير انا فبارزه فقتله الزبير فأعطاه النبي صلى الله عليه و سلم سلبه(مصنف عبد الرزاق،رقم الحديث ۹۷۰۴،باب من سب النبي صلى الله عليه و سلم كيف يصنع به وعقوبة من كذب على النبي صلى الله عليه وسلم)

چنانچہ ابنِ ابی شیبہ نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت زبیر نے ایک شخص کا مقابلہ کیا، اور اس کو قتل کردیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول کا سامان، زبیر رضی اللہ عنہ کو فراہم کیا۔ [1]
ابونعیم اصبہانی نے عکرمہ سے، انہوں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کیا ہے کہ:

''مشرکین میں سے ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے دشمن سے کون مقابلہ کرے گا، تو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول! میں مقابلہ کروں گا، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے مقابلہ کیا، اور اس کو قتل کردیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقتول کا سامان حضرت زبیر کو عطا کردیا۔

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد ابونعیم اصبہانی نے فرمایا کہ ''یہ حدیث ابراہیم بن ادھم کی سند سے غریب ہے، جس کو ہم نے صرف اسی سند سے لکھا ہے''۔ [2]

اور امام طحاوی نے، حضرت عکرمہ سے، اور انہوں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مشرکین میں سے ایک شخص، مسلمانوں کے مقابلے کے لیے نمودار ہوا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اس کے مقابلے کا حکم دیا، آپ نے اس کا

---

[1] حدثنا وكيع، قال :حدثنا سفيان، عن عبد الكريم، عن عكرمة ؛ أن الزبير بارز رجلا فقتله، قال :فنفله النبی صلى الله عليه وسلم سلبه(مُصنف ابن أبی شيبة، رقم الحديث ۳۳۷۶۴)

[2] حدثنا محمد بن المظفر ,ثنا أبو بشر أحمد بن محمد بن عمرو المصيصى المروزى ,ثنا أحمد بن إسماعيل بن عبد الله البكرى الشيخ الصالح، ثنا أبى ,عن شيبان بن أبى شيبان المطوعى المروزى، قال :سمعت إبراهيم بن أدهم ,بمكة يحدث عن مقاتل بن حيان ,عن عكرمة، عن ابن عباس ,أن رجلا ,من المشركين شتم النبى صلى الله عليه وسلم ,فقال النبى صلى الله عليه وسلم :من يكفينى عدوى فقال الزبير بن العوام :أنا يا رسول الله فبارزه فقتله فأعطاه النبى صلى الله عليه وسلم سلبه "غريب من حديث إبراهيم لم نكتبه إلا من هذا الوجه(حلية الأولياء وطبقات الأصفياء ،لابى نعيم الأصبهانى ، ج۸ص۴۵، تحت ترجمة :إبراهيم بن أدهم)

مقابلہ کرکے اس کو قتل کردیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقتول کا سامان، حضرت زبیر کو عطا کردیا۔ [1]

اور ضیاء الدین مقدسی نے اس واقعہ کے یومِ بدر کے موقع پر ہونے کو روایت کیا ہے۔ [2]

اور ابنِ ابی شیبہ کی ایک روایت میں اس واقعہ کے یومِ خندق کے موقع پر ہونے کا ذکر ہے۔ [3]

مذکورہ روایات میں مقتول کے مشرک ہونے کا ذکر ہے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے کا ذکر نہیں، اور کسی روایت میں یومِ بدر کے موقع، اور کسی روایت میں یومِ خندق کے موقع کا ذکر ہے۔

---

[1] حدثنا الحسن بن عبد الله بن منصور ,قال :ثنا الهيثم بن جميل ,عن شريک , عن عبد الكريم ,عن عكرمة ,عن ابن عباس قال :انتدب رجل من المشركين فأمر النبي صلى الله عليه وسلم الزبير فخرج إليه فقتله ,فجعل له النبي صلى الله عليه وسلم سلبه(شرح معانی الآثار، رقم الحديث ۵۱۸۷)

[2] أخبرنا أبو الفتوح يوسف بن المبارک بن كامل الخفاف، ببغداد، أن أبا سعيد أحمد بن محمد ابن أبى سعد البغدادى أخبرهم، قراء ة عليه، أنبا أبو المظفر محمود بن جعفر الكوسج، وأبو القاسم عبد الرحمن ابن أبى عبد الله بن منده، قالا :أنبا أبو على الحسن بن على بن أحمد بن سليمان البغدادى، ثنا عبد الله بن محمد بن عبد الكريم، ثنا الحسين بن عبد الله بن منصور الأنطاكى، ثنا الهيثم بن جميل، ثنا شريک، عن عبد الكريم بن مالک الجزرى، عن عكرمة، عن ابن عباس، أن رجلا من المشركين دعا إلى المبارزة يوم بدر، فقال النبى، صلى الله عليه وسلم :اخرج إليه يا زبير فخرج إليه الزبير، فبارزه فقتله، فنفله النبى، صلى الله عليه وسلم، سلبه(الأحاديث المختارة أو المستخرج من الأحاديث المختارة مما لم يخرجه البخارى ومسلم فى صحيحيهما للمقدسى، ج۱۲ ص۱۴۰، ۱۴۱، تحت رقم الحديث ۱۶۵، تحت ترجمة :عبد الكريم بن مالک الجزرى عن عكرمة)

[3] حدثنا وكيع ، عن سفيان ، عن عبد الكريم ، عن عكرمة ، قال : لما كان يوم الخندق قام رجل من المشركين ، فقال : من يبارز ؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : قم يا زبير ، فقالت صفية : يا رسول الله ، واحدى ، فقال : قم يا زبير ، فقام الزبير ، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : أيهما علا صاحبه قتله ، فعلاه الزبير فقتله ، ثم جاء بسلبه ، فنفله النبى صلى الله عليه وسلم إياه(مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ۳۷۹۷۸)

اور عبدالرزاق نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ بنوقریظہ کا ایک شخص مقابلے کے لیے کھڑا ہوا، اور اس نے کہا کہ میرا کون مقابلہ کرے گا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے زبیر! کھڑے ہو جاؤ، تو زبیر رضی اللہ عنہ اس پر غالب آئے، اور اس کو قتل کر دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول کا سامان، زبیر رضی اللہ عنہ کو فراہم کر دیا۔ [1]

لیکن بنوقریظہ، یہود کا قبیلہ تھا، جس سے معلوم ہوا کہ مقتول شخص، یہودی تھا۔

امام بیہقی نے بھی مقتول کے یہودی ہونے کی روایت نقل کی ہے۔ [2]

''سنن سعید بن منصور'' میں بھی مقتول کے یہودی ہونے اور اس واقعہ کے خیبر کے دن وجود پذیر ہونے کا ذکر ہے۔ [3]

---

[1] عن الثوری، عن عبد الكريم، عن عكرمة قال :قام رجل من بنی قريظة فقال :من يبارز؟ فقال النبی صلی الله عليه وسلم :قم يا زبير فقالت صفية :أوحيدی يا رسول الله ؟ فقال النبی صلی الله عليه وسلم :أيهما علا صاحبه قتله؟ فعلاه الزبير فقتله، فنفله رسول الله صلی الله عليه وسلم سلبه(مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ۹۴۷۰)

[2] وروينا عن الزبير، أنه قتل يهوديا يوم قريظة فنفله النبی صلی الله عليه وسلم سلبه(السنن الصغير للبيهقی، رقم الحديث ۲۷۹۸)

أخبرنا أبو بكر محمد بن إبراهيم الأصبهانی، أخبرنا أبو نصر العراقی، حدثنا سفيان بن محمد، حدثنا علی بن الحسن، حدثنا عبد الله بن الوليد، حدثنا سفيان، عن عبد الكريم، عن عكرمة قال :قال يهودی يوم قريظة :من يبارز؟ فقال رسول الله -صلی الله عليه وسلم " :-قم يا زبير ."فقالت صفية :يا رسول الله، واحدی .فقال رسول الله -صلی الله عليه وسلم " :-أيهما علا صاحبه قتله."

فعلاه الزبير فقتله فنفله النبی -صلی الله عليه وسلم -سلبه.

هذا مرسل، وقد روی موصولا بذكر ابن عباس فيه(السنن الكبير،للبيهقی ، رقم الحديث ۱۲۹۰۳ ،كتاب قسم الفیء والغنيمة،جماع ابواب الانفال،باب: السلب للقاتل)

[3] حدثنا سعيد قال: نا شريك، عن عبد الكريم الجزری، عن عكرمة، أن يهوديا قال يوم خيبر: هل مبارز، فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم: ابرز له يا زبير فقالت صفية: واحدی يا رسول الله قال: نعم،فبرز له فقتله فأعطاه رسول الله صلی الله عليه وسلم سلبه(سنن سعيد بن منصور، رقم الحديث ۲۶۹۴، كتاب الجهاد، باب النفل والسلب فی الغزو والجهاد)

نیز ابنِ زنجویہ نے بھی مقتول کے یومِ قریظہ کے موقع پر ہونے کی روایت ذکر کی ہے۔ [1]

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس واقعہ کے متن اور سند میں اضطراب پایا جاتا ہے۔

اور جو بھی صورت تسلیم کی جائے، یہ بات واضح ہے کہ مقتول شخص، نہ تو سب وشتم سے پہلے اہلِ ذمہ میں سے تھا، اور نہ ہی اہلِ موادعۃ میں سے تھا، بلکہ بعض روایات کے مطابق غزوۂ بدر، اور بعض روایات کے مطابق غزوۂ احزاب وخندق، وغیرہ کے موقع پر، جس طرح عام مشرکین وکفار کے ساتھ ''محارِب'' ہونے کی بناپر، مقاتلہ ہوا، اسی طرح اس کے ساتھ بھی ''محارِب'' ہونے کی بناپر، مقاتلہ ہوا، جب وہ مقابلے کے لیے برآمد ہوا، تو اس کو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے قتل کیا، لہٰذا اس واقعہ میں سب وشتم کے نتیجے میں ذمہ وعہد ٹوٹنے پر دلالت نہیں پائی جاتی۔ [2]

---

[1] أنا أبو نعيم، ثنا سفيان، عن عبد الكريم، عن عكرمة، قال :قام رجل يوم قريظة فقال :من يبارز؟ فقال النبى صلى الله عليه وسلم :قم يا زبير فقالت صفية :واحدى يا رسول الله قال :وأيهما علا صاحبه قتله فعلاه الزبير فقتله، فنفله النبى صلى الله عليه وسلم سلبه (الأموال لابن زنجويه، رقم الحديث ١١٥٥ ،كتاب الخمس وأحكامه وسننه،باب: نفل السلب وهو الذى لا خمس فيه)

[2] قال أبو عمر أما قول رسول الله يوم حنين من قتل قتيلا فله سلبه فمحفوظ من رواية الثقات غير مختلف فيه وأما قوله ذلک يوم بدر وأحد فأكثر ما يوجد ذلک فى رواية أهل المغازى وقد روى من حديث أهل السير وغيرهم أن سعد بن أبى وقاص قتل يوم بدر سعيد بن العاصى وأخذ سيفه فنفله رسول الله إياه حتى نزلت سورة الأنفال وأن الزبير بن العوام بارز يومئذ رجلا فقتله فنفله رسول الله سلبه وأن ابن مسعود نفله رسول الله يومئذ سيف أبى جهل.
أخبرنا عبد الله بن محمد قال حدثنا محمد بن بكر قال حدثنا أبو داود قال حدثنا موسى بن إسماعيل قال حدثنا حماد عن إسحاق بن عبد الله بن أبى طلحة عن أنس بن مالک قال قال رسول الله يومئذ يعنى يوم حنين من قتل كافرا فله سلبه فقتل أبو طلحة يومئذ عشرين رجلا وأخذ أسلابهم ولقى أبو طلحة أم سليم ومعها خنجر فقال يا أم سليم ما هذا معک قالت أردت والله إن دنا منى بعضهم أن أبعج به بطنه فأخبر بذلک أبو طلحة رسول الله.
حدثنا عبد الوارث بن سفيان قال حدثنا قاسم بن أصبغ قال حدثنا أحمد بن زهير قال حدثنا سعيد بن سليمان قال حدثنا يوسف بن الماجشون قال حدثنى صالح بن إبراهيم بن عبد الرحمن بن عوف عن أبيه عن جده عبد الرحمن بن عوف أن النبى قضى أن السلب للقاتل.
قال أبو عمر حديث عبد الرحمن بن عوف هذا أصله يوم بدر(التمهيد لما فى الموطأ من المعانى والأسانيد،لابن عبد البر القرطبى، ج٢٣،ص ٢٥٢، ٢٥٣،باب الياء ،حديث ثامن وعشرون ليحيى بن سعيد يحيى عن عمرو بن كثير)

جیسا کہ غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کو قتل کیا، اور قتل کرنے سے پہلے انہوں نے یہ کہا کہ:

''أُخْبِرْتُ أَنَّهُ يَسُبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ، لَئِنْ رَأَيْتُهُ لا يُفَارِقُ سَوَادِىْ سَوَادَهُ حَتّٰى يَمُوْتَ الْأَعْجَلُ مِنَّا''

'' مجھے یہ خبر ملی ہے کہ ابوجہل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرتا ہے، قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ میرا نیزہ، اس کے نیزے سے اس وقت جدا نہیں ہوگا، جب تک کہ ہم میں سے جلدی مرنے والا فوت نہ ہوجائے'' (بخاری)۔ [1]

اور یہ بات ظاہر ہے کہ مذکورہ واقعہ میں ابوجہل کے قتل کا اصل سبب، دوسرے کفار کی طرح، اس کا ''کافر، محارِب'' ہونا تھا، نہ یہ کہ ابوجہل سب وشتم کرنے سے پہلے اہلِ ذمہ، یا اہلِ معاہد میں سے تھا، اور سب وشتم کرنے کی وجہ سے اس کا ذمہ ٹوٹ گیا تھا، اور وہ واجب القتل ہوگیا تھا، البتہ اس کے کفر کی یہ شدت، مسلمانوں کے لیے زیادہ غضب وغلظ اور اس کے قتل پر تحریض کا باعث تھی۔

---

[1] حدثنا مسدد، حدثنا يوسف بن الماجشون، عن صالح بن إبراهيم بن عبد الرحمن بن عوف، عن أبيه، عن جده، قال بينا أنا واقف فى الصف يوم بدر، فنظرت عن يمينى وعن شمالى، فإذا أنا بغلامين من الأنصار – حديثة أسنانهما، تمنيت أن أكون بين أضلع منهما – فغمزنى أحدهما فقال: يا عم هل تعرف أبا جهل؟ قلت: نعم، ما حاجتك إليه يا ابن أخى؟ قال: أخبرت أنه يسب رسول الله صلى الله عليه وسلم، والذى نفسى بيده، لئن رأيته لا يفارق سوادى سواده حتى يموت الأعجل منا، فتعجبت لذلك، فغمزنى الآخر، فقال لى مثلها، فلم أنشب أن نظرت إلى أبى جهل يجول فى الناس، قلت: ألا إن هذا صاحبكما الذى سألتمانى، فابتدراه بسيفيهما، فضرباه حتى قتلاه، ثم انصرفا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأخبراه فقال: أيكما قتله؟، قال كل واحد منهما: أنا قتلته، فقال: هل مسحتما سيفيكما؟، قالا: لا، فنظر فى السيفين، فقال: كلاكما قتله، سلبه لمعاذ بن عمرو بن الجموح، وكانا معاذ ابن عفراء، ومعاذ بن عمرو بن الجموح، "(صحيح البخارى، رقم الحديث ٣١٤١)

بہرحال مذکورہ روایات سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ذمی کے سب وشتم کرنے کی وجہ سے ذمہ ٹوٹ جانے اور اس کی وجہ سے واجبُ القتل ہو جانے کا ثبوت نہیں ہوتا۔

رہا قتلِ محض کا معاملہ، تو اس کے جواب کے حنفیہ بھی منکر نہیں، اور وہ اس کو ''قتلِ تعزیری وسیاسی'' قرار دیتے ہیں، اور اس کا اختیار امامُ المسلمین کو تفویض کرتے ہیں، جب وہ اس میں مصلحت سمجھے، اختیار کرلے۔

ایوب بن یحییٰ کی روایت

''عبدالرزاق'' نے ''ایوب بن یحییٰ'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ مقامِ عدن کی طرف گئے، تو ان کے پاس ایک نصرانی کا قضیہ لایا گیا، جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کیا تھا، جس پر انہوں نے مشورہ کیا، تو ان کو عبدالرحمٰن بن یزید صنعانی نے یہ مشورہ دیا کہ وہ اس کو قتل کردیں، چنانچہ انہوں نے اس کو قتل کردیا۔ [1]

مذکورہ روایت میں مقتول کے نصرانی ہونے کا تو ذکر ہے، لیکن ذمی، یا محارب وغیرہ ہونے کا ذکر نہیں، اور نہ ہی ذمہ ٹوٹنے کا ذکر ہے، البتہ صرف قتل کا ذکر ہے، اور قتل کا جائز ومشروع ہونا، حنفیہ کے اصل مذہب کے خلاف نہیں، خواہ وہ تعزیراً ہی کیوں نہ ہو، اس حیثیت سے یہ روایت، حنفیہ کے خلاف تو کیا ہوتی، خود ان کا مستدل شمار ہوتی ہے۔

''غرفة بن حارث'' کی روایت

امام طبرانی نے کعب بن علقمہ سے روایت کیا ہے کہ:

---

[1] عبد الرزاق قال وأخبرنی أبی أن أيوب بن يحيى خرج إلى عدن فرفع إليه رجل من النصارى سب النبی صلى الله عليه و سلم فاستشار فيه فأشار عليه عبد الرحمن بن يزيد الصنعانی أن يقتله فقتله .
وروى لـه فی ذلک حديثا قال وكان قد لقی عمر وسمع منه علما كثيرا قال فكتب فی ذلک أيوب إلى عبد الملک أو إلى الوليد بن عبد الملک فكتب يحسن ذلک(مصنف عبد الرزاق،رقم الحديث ٩٧٠٦ ،باب من سب النبی صلى الله عليه و سلم كيف يصنع به وعقوبة من كذب على النبی صلى الله عليه وسلم)

أَنَّ غَـرُفَةَ بْنَ الْحَارِثِ – وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ وَقَاتَلَ مَعَ عِكْرِمَةَ بْنِ أَبِىْ جَهْـلٍ بِـالْيَـمَـنِ فِـى الـرِّدَّةِ – أَنَّهُ مَرَّ نَصْرَانِيٌّ مِنْ أَهْلِ مِصْرَ يُقَالُ لَهُ الْـمَـنْـدَقُـوْنُ، فَـدَعَاهُ إِلَى الْإِسْلَامِ، فَذَكَرَ النَّصْرَانِيُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَـلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنَاوَلَهُ، فَرَفَعَ ذٰلِكَ إِلٰى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَـقَالَ: قَدْ أَعْطَيْنَاهُ الْعَهْدَ، فَقَالَ غَرْفَةُ: مَعَاذَ اللّٰهِ أَنْ نَكُوْنَ أَعْطَيْنَاهُمُ الْـعُهُـوْدَ وَالْـمَوَاثِيْقَ عَلٰى أَنْ يُؤْذُوْنَا فِى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، إِنَّمَا أَعْطَيْنَاهُمْ عَلٰى أَنْ نَخلِّ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ كَنَائِسِهِمْ، يَقُوْلُوْنَ فِيْهَا مَا بَدَا لَهُمْ، وَأَنْ لَّا نُحَمِّلَهُمْ مَا لَا طَاقَةَ لَهُمْ بِهٖ، وَأَنْ نُقَاتِلَ مِنْ وَرَائِهِمْ، وَأَنْ يُخَلّٰى بَيْنَهُمْ وَبَيْـنَ أَحْـكَـامِهِـمْ إِلَّا أَنْ يَـأْتُـوْا فَـنَحْكُمَ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ ، فَقَالَ عَـمْـرُو بْنُ الْعَاصِ: صَدَقْتَ (المعجم الكبير للطبراني ،رقم الحديث ٦٥٤، ج١٨ ص ٢٦١)

ترجمہ: غرفہ بن حارث، جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل تھی، اور انہوں نے عکرمہ بن ابی جہل کے ساتھ یمن میں ارتداد کے مسئلے پر قتال کیا تھا، وہ ایک نصرانی کے پاس سے گزرے، جس کو اسلام کی دعوت دی، اس نصرانی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا، انہوں نے اس قضیہ کو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا، تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے اس شخص کو عہد دیا ہے، تو حضرت غرفہ نے کہا کہ **معاذ اللّٰہ!** ہم نے ان کو عہد و میثاق اس بات پر دیا ہو کہ وہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول کے متعلق ایذاء پہنچائیں، ہم نے تو ان کو صرف اس بات پر عہد دیا ہے کہ ہم اُن کے اور ان کے عبادت خانوں کے درمیان حائل نہیں ہوں گے، جن میں وہ اپنی جو بات چاہیں، کہیں گے، اور ہم ان پر، ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالیں گے، اور ہم ان کے علاوہ دوسروں

سے قتال کریں گے، اور مسلمانوں اور ان کے احکام کے درمیان حائل نہیں ہوں گے، لیکن اگر وہ اس چیز میں خلل ڈالیں گے، تو ہم ان کے درمیان، اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کریں گے، تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ نے سچ کہا (طبرانی)

علامہ ہیثمی نے فرمایا کہ اس روایت میں ”عبداللہ بن صالح“ راوی کی بعض حضرات کی طرف سے توثیق کی گئی ہے، اور بعض حضرات نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے، اور اس روایت کے باقی رجال ثقہ ہیں۔ [1]

مذکورہ روایت اولاً تو مرفوع حدیث نہیں، دوسرے اس میں صراحتاً ذمی ہونے کا ذکر نہیں، بلکہ اس میں جس طرح ذمی ہونے کا احتمال ہے، اسی طرح اہلِ موادعہ میں سے ہونے کا بھی احتمال ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان سے سب وشتم نہ کرنے کی شرط لگائی گئی ہو۔

تیسرے اس روایت میں قتل کی تصریح نہیں۔

چوتھے اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے کی وجہ سے عہد کا ٹوٹنا، معروف نہیں تھا، ورنہ تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو اس میں تامل نہ ہوتا۔

لہٰذا یہ روایت حنفیہ کے اصل مذہب کے صراحتاً خلاف نہیں۔ [2]

---

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط، وفيه عبد الله بن صالح كاتب الليث، وقد وثق وفيه ضعف، وبقية رجاله ثقات(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٠٥٦٩ ،باب في من سب نبيا أو غيره)

[2] قوله: "عن عرفة بن الحارث إلخ"، قلت: فيه دليل على أن انتقاض العهد بسب النبي صلى اللّٰه عليه وسلم لم يكن معروفاً بين الصحابة، إذا لم يشترط عليهم تركهٗ. ألا ترىٰ عمرو بن العاص يقول حين رفع إليه ذلك: قد أعطيناهم العهد، فكان عندهٗ أن السب كفر منه، والكفر المقارن لا يمنعهٗ، فالطارئ لايرفعه، وهٰذا هو ما قاله الحنفيون بعينه فرده عرفة بن الحارث، وقال: معاذ اللّٰه أن نكون أعطيناهم العهود والمواثيق على أن يؤذونا في اللّٰه ورسولهٖ إنما أعطيناهم على أن نخلي بينهم وبين كنائسهم، يقولون فيها: مابداهم. فوافقه عمرو بن العاص على ذلك و قال: صدقت (اعلاء السنن، جلد ١١، صفحه ٥٣٠١،٥٣٠٢، ابواب الجزية، باب يقتل الذمي رجلا كان او امرأة اذا اعلن بسب الله والرسول بمالايدينه وكذا اذا طعن في دين الاسلام بنحوه، مطبوعة : دارالفكر، بيروت،لبنان، الطبعة الاولىٰ : ١٤٢١هـ، ٢٠٠١م)

کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ

بعض مالکیہ نے کعب بن اشرف یہودی کے قتل کے واقعہ سے بھی، ذمّی کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرنے پر، ذمہ وعہد ٹوٹنے اوراس کی وجہ سے، واجب القتل ہونے پر استدلال کیا ہے، اور یہ استدلال، بعض متاخرینِ حنفیہ میں بھی خاصا مشہور ہے، جس کو حنفیہ کے موقف کے صریح خلاف سمجھا جاتا ہے۔

کیونکہ احادیث میں یہ ذکر آیا ہے کہ کعب بن اشرف یہودی، اللہ اوراس کے رسول کو ایذاء پہنچاتا تھا۔

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ؟ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ، فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: ائْذَنْ لِّي، فَلْأَقُلْ، قَالَ: قُلْ، فَأَتَاهُ، فَقَالَ لَهُ: وَذَكَرَ مَا بَيْنَهُمَا، وَقَالَ: إِنَّ هٰذَا الرَّجُلَ قَدْ أَرَادَ صَدَقَةً، وَقَدْ عَنَّانَا، فَلَمَّا سَمِعَهُ قَالَ: وَأَيْضًا وَاللّٰهِ، لَتَمَلُّنَّهُ، قَالَ: إِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاهُ الْآنَ، وَنَكْرَهُ أَنْ نَدَعَهُ حَتّٰى نَنْظُرَ إِلٰى أَيِّ شَيْءٍ يَصِيْرُ أَمْرُهُ، قَالَ: وَقَدْ أَرَدْتُ أَنْ تُسْلِفَنِيْ سَلَفًا، قَالَ: فَمَا تَرْهَنُنِيْ؟ قَالَ: مَا تُرِيْدُ؟ قَالَ: تَرْهَنُنِيْ نِسَائَكُمْ، قَالَ: أَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ، أَنَرْهَنُكَ نِسَائَنَا؟ قَالَ لَهُ: تَرْهَنُوْنِيْ أَوْلَادَكُمْ، قَالَ: يُسَبُّ ابْنُ أَحَدِنَا، فَيُقَالُ: رُهِنَ فِيْ وَسْقَيْنِ مِنْ تَمْرٍ، وَلٰكِنْ نَرْهَنُكَ اللَّأْمَةَ – يَعْنِي السِّلَاحَ –، قَالَ: فَنَعَمْ، وَوَاعَدَهُ أَنْ يَأْتِيَهُ بِالْحَارِثِ، وَأَبِيْ عَبْسِ بْنِ جَبْرٍ، وَعَبَّادِ بْنِ بِشْرٍ، قَالَ: فَجَائُوْا فَدَعَوْهُ لَيْلًا فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ، قَالَ سُفْيَانُ: قَالَ غَيْرُ

عَمْرٍو: قَـالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ: إِنِّـيْ لَأَسْـمَعُ صَوْتًا كَأَنَّهُ صَوْتُ دَمٍ، قَالَ: إِنَّـمَـا هٰـذَا مُـحَـمَّـدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، وَرَضِيْعُهُ، وَأَبُوْ نَائِلَةَ، إِنَّ الْكَرِيْمَ لَوْ دُعِـيَ إِلٰى طَعْنَةٍ لَيْلًا لَأَجَابَ، قَالَ مُحَمَّدٌ: إِنِّيْ إِذَا جَاءَ، فَسَوْفَ أَمُدُّ يَـدِيْ إِلٰـى رَأْسِهٖ، فَإِذَا اسْتَمْكَنْتُ مِنْهُ فَدُوْنَكُمْ، قَالَ: فَلَمَّا نَزَلَ نَزَلَ وَهُـوَ مُتَـوَشِّحٌ، فَقَالُوْا: نَـجِـدُ مِنْكَ رِيْحَ الطِّيْبِ، قَالَ: نَـعَمْ تَحْتِيْ فُلَانَةُ هِـيَ أَعْطَرُ نِسَاءِ الْعَرَبِ، قَالَ: فَتَأْذَنُ لِيْ أَنْ أَشُمَّ مِنْهُ، قَالَ: نَعَمْ فَشُمَّ، فَتَنَاوَلَ فَشَمَّ، ثُمَّ قَالَ: أَتَأْذَنُ لِيْ أَنْ أَعُوْدَ، قَالَ: فَاسْتَمْكَنَ مِنْ رَأْسِـهٖ، ثُـمَّ قَالَ: دُوْنَـكُـمْ، قَالَ: فَـقَتَلُوْهُ (صحيح مسلم، رقم الحديث ١٨٠١ "١١٩" كتاب الجهاد والسير، باب قتل كعب بن الأشرف طاغوت اليهود)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچائی ہے، محمد بن مسلمہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کروں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، انہوں نے عرض کیا آپ مجھے اجازت دیں کہ میں (مصلحتاً) اسے جو کہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہہ لو، وہ اس (کعب بن اشرف) کے پاس آئے، اور اس سے اپنے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک تعلق بیان کیا اور کہا کہ یہ آدمی ہم سے صدقہ وصول کرتا ہے اور ہمیں مشقت میں ڈال رکھا ہے، جب کعب نے سنا، تو اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! ابھی اور لوگ بھی اس سے تنگ ہوں گے، ابنِ مسلمہ نے کہا کہ اب تو ہم ان کی اتباع کر چکے ہیں، اور ہم انہیں اس کے معاملہ کا انجام دیکھے بغیر چھوڑنا پسند نہیں کرتے، مزید کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ تو مجھے کچھ دے دے، کعب نے کہا کہ تم میرے پاس رہن کیا چیز رکھو گے، ابنِ مسلمہ نے کہا کہ جو تم چاہو گے، کعب نے کہا

تم اپنی عورتیں میرے پاس رہن رکھ دو، ابنِ مسلمہ نے کہا کہ تو تو عرب کا خوبصورت آدمی ہے، کیا ہم تیرے پاس اپنی عورتیں رہن رکھیں، کعب نے کہا، اچھا تم اپنی اولاد گروی رکھ دو، ابنِ مسلمہ نے کہا کہ ہمارے بیٹوں کو گالی دی جائے گی، تو کہا جائے گا وہ دو وسق کھجور کے بدلے گروی رکھا گیا ہے، البتہ ہم اسلحہ تیرے پاس گروی رکھ سکتے ہیں، اس نے کہا ٹھیک ہے، ابنِ مسلمہ نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ اس کے پاس حارث ابی عبس بن جبر اور عباد بن بشر کو لے آئے گا، پس یہ لوگ اس کے پاس گئے، اور رات کے وقت اسے بلایا، وہ ان کی طرف آنے لگا، تو اسے اس کی بیوی نے کہا کہ میں آواز سنتی ہوں، گویا کہ وہ خون کی آواز ہے، کعب نے کہا کہ یہ محمد بن مسلمہ اور اس کا رضاعی بھائی اور ابونائلہ ہے، اور معزز آدمی کو اگر رات کے وقت بھی نیزہ بازی کی طرف بلایا جائے، تو اسے بھی قبول کر لیتا ہے، محمد بن مسلمہ نے اپنے ساتھیوں سے کہہ دیا کہ جب وہ آئے گا، میں اس کے سر کی طرف اپنے ہاتھ کو بڑھاؤں گا، جب میں اسے قبضہ میں لے لوں، تو تم حملہ کر دینا، پس جب وہ نیچے اترا، اس نے چادر اوڑھی ہوئی تھی، ان حضرات نے کہا ہم آپ سے خوشبو کی مہک محسوس کر رہے ہیں، اس نے کہا ہاں، میری بیوی فلاں ہے، جو عرب کی عورتوں میں سب سے زیادہ خوشبو کو پسند کرنے والی ہے، ابنِ مسلمہ نے کہا کیا تو مجھے خوشبو سونگھنے کی اجازت دے گا، اس نے کہا سونگھو، پھر دوبارہ کہا، کیا تو مجھے دوبارہ سونگھنے کی اجازت دے گا، اس مرتبہ انہوں نے اس کے سر کو قابو میں لیا، اور کہا کہ حملہ کر دو، پس انہوں نے اسے قتل کر دیا (مسلم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا قَدِمَ كَعْبُ بْنُ الْأَشْرَفِ مَكَّةَ أَتَوْهُ، فَقَالُوا: نَحْنُ أَهْلُ السِّقَايَةِ وَالسِّدَانَةِ، وَأَنْتَ سَيِّدُ أَهْلِ يَثْرِبَ، فَنَحْنُ خَيْرٌ أَمْ هٰذَا الصُّنَيْبِيرُ

الْـمُنبَتِرُ مِنْ قَوْمِهٖ، يَزْعُمُ أَنَّهُ خَيْرٌ مِنَّا، فَقَالَ: أَنْتُمْ خَيْرٌ مِنْهُ، فَنزَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ) وَنَزَلَتْ (أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ أُوْتُوْا نَصِيْبًا مِنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰؤُلَاءِ أَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا سَبِيْلًا) (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ٦٥٧٢، كتاب التاريخ، باب كتب النبى صلى الله عليه وسلم) [1]

ترجمہ: جب کعب بن اشرف مکہ میں آیا، تو مشرکین نے اس کے پاس آ کر کہا کہ ہم اہلِ سقایہ اور اہلِ سدانہ (یعنی پانی پلانے والے اور متبرک مقامات کی نگرانی کرنے والے) ہیں، اور تم اہلِ یثرب کے سردار ہو، تو ہم بہتر ہیں، یا یہ بے اولاد اور اپنی قوم میں ابتر بہتر ہے؟ جو یہ سمجھتا ہے کہ وہ ہم سے بہتر ہے، تو کعب بن اشرف نے کہا کہ تم اس سے بہتر ہو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر (سورہ کوثر کی) یہ آیت نازل ہوئی کہ:

”إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ

اور (سورہ نساء کی) یہ آیت نازل ہوئی کہ:

”أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ أُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰؤُلَاءِ أَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا سَبِيْلًا“ (ابن حبان)

لیکن مذکورہ روایت سے حنفیہ کے خلاف، استدلال راجح نہیں، کیونکہ محققین کے نزدیک کعب بن اشرف کو صرف، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے کی وجہ سے قتل نہیں کیا گیا تھا، بلکہ اس نے عہد توڑا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقابلہ کی اعانت کی تھی، اور نبی صلی اللہ

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الصحيح (حاشية صحيح ابنِ حبان)

علیہ وسلم کی ہجو کی تھی، جس کی وجہ سے وہ محارب تھا۔

اسی وجہ سے متعدد مالکی محققین اور دیگر فقہائے کرام ومحدثینِ عظام نے مالکیہ کی طرف سے مذکورہ استدلال کو زیادہ مستند ومعتبر شمار نہیں کیا۔

چنانچہ علامہ خطابی مالکی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:388ہجری) فرماتے ہیں کہ:

وكان كعب بن الأشرف ممن خلع الأمان ونقض العهد (معالم السنن للخطابی، ج۲ص۳۳۷، کتاب الجهاد،ومن باب العدو يؤتى على غرة)

ترجمہ: اور ''کعب بن اشرف'' ان لوگوں میں سے تھا، جس نے ''امان'' سے علیٰحدگی اختیار کرلی تھی، اور ''عہد'' کو توڑ دیا تھا (معالم السنن)

اور علامہ ابنِ عبدالبر قرطبی مالکی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:463ہجری) فرماتے ہیں کہ:

رأى مالك رحمه الله قتل الذمی إذا سب رسول الله صلى الله عليه وسلم وآذاه ومن لم ير من العلماء قتل الذمی بذلك يقول إن ابن أبی الحقيق وكعب بن الأشرف كانا حربا ولم يكن لهما ذمة (التمهيد لما فی المؤطا، ج۱۱ص۱۷، تابع لحرف الميم، الحديث الواحد والاربعون)

ترجمہ: امام مالک رحمہ اللہ نے، ذمی کو، جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرے، اور ایذاء پہنچائے، قتل کرنے کی رائے اختیار کی ہے، اور جو علماء اس سب وشتم کی وجہ سے ''ذمی'' کے قتل کے قائل نہیں، ان کا کہنا یہ ہے کہ ''ابنِ ابی الحقیق'' اور ''کعب بن اشرف'' دونوں (قتل کے وقت) حربی تھے، اور ان کو ''ذمہ'' حاصل نہیں تھا (التمہید)

اور ابوعبداللہ محمد بن علی مارزی مالکی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:536ہجری) نے ''صحیح مسلم'' کی شرح ''المعلم بفوائد مسلم'' میں فرمایا کہ:

إنـمـا قتل كعب على هذه الصفة لأنه نقض عهد النبى – صلى الله عليه وسلم – وهجاه وسبه وعاهده أن لا يعين عليه أحدا وجائه مع أهـل الـحرب معينا عليه .وقـد أشـكـل قتله على هذه الصفة على بـعضهم ولم يعرف هذا الوجه والجواب ما قلناه (الـمعلم بفوائد مسلم، ج۳ص ۱۴۱، كتاب الجهاد والسير، باب قتل كعب بن الأشرف طاغوت اليهود)

ترجمہ: ''کعب بن اشرف'' کا قتل، اس طور پر، صرف اس لیے کیا گیا کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد توڑ دیا تھا، اور اس نے آپ کا تمسخر کیا تھا، اور آپ پر سب وشتم کیا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کسی کی اعانت نہیں کرے گا، لیکن وہ اہلِ حرب کے ساتھ ان کا معاون بن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف آ گیا تھا، اور اس طور پر ''کعب بن اشرف'' کا قتل ہونا، بعض لوگوں پر مشتبہ ہوگیا، اور انہوں نے اس کو نہیں سمجھا، جس کا جواب وہی ہے، جو ہم نے بیان کیا (المعلم)

علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے بھی صحیح بخاری کی شرح ''فتح الباری'' میں اس کی تصریح کی ہے، اور مالکیہ وغیرہ کے مذکورہ استدلال کو کمزور قرار دیا ہے۔ [1]

اور علامہ عینی رحمہ اللہ نے بھی صحیح بخاری کی شرح ''عمدۃُ القاری'' میں اس استدلال کے کمزور

---

[1] أى جواز قتل الحربى سرا وبين هذه الترجمة وبين الترجمة الماضية وهى قتل المشرك النـائم عموم وخصوص وجهى وذكر هنا طرفا من حديث جابر فى قصة قتل كعب بن الأشرف وقد تـقـدم التنبيـه عليه فى الباب الذى قبله وإنما فتكوا به لأنه نقض العهد وأعان على حرب النبى صلى الـلـه عـلـيـه وسـلـم وهـجـاه ولـم يـقـع لأحد ممن توجه إليه تأمين له بالتصريح وإنما أوهموه ذلك وآنسـوه حتى تمكنوا من قتله(فتح البارى ،لابن حجر العسقلانى، ج٦، ص ١٦٠، كتاب الجهاد، قوله باب الفتك بأهل الحرب)

قـال السهيـلى فى قصة كعب بن الأشرف قتل المعاهد إذا سب الشارع خلافا لأبى حنيفة قلت وفيه نـظر وصنيع المصنف فى الجهاد يعطى أن كعبا كان محاربا حيث ترجم لهذا الحديث الفتك بأهل الحرب وترجم له أيضا الكذب فى الحرب(فتح البارى ،لابن حجر العسقلانى، ج٧، ص ٣٤٠، كتاب المغازى، قوله باب قتل كعب بن الأشرف)

ہونے کی تصریح کی ہے۔ ؎

اور صاحبِ ''التفسیر المظھری'' نے فرمایا کہ:

وقال ابو حنيفة لا يقتل المعاهد بسب رسول الله صلى الله عليه وسلم لان سبه كفر والكفر لا ينافى العهد وعند ابى حنيفة انما قتل ابن الأشرف لانه نقض العهد وذهب الى مكة لتحريض المشركين على قتال رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان عاهده ان لا يعين عليه أحدا وقد اعانهم (التفسير المظهرى، لمحمد ثناء الله، القسم الاول من الجزء الثانى، ص ۲، سورة آل عمران)

ترجمہ: معاہد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، سب وشتم کرنے کی وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اس کا سب وشتم کرنا کفر ہے، اور کفر، عہد کے منافی نہیں، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کعب بن اشرف کو اس لیے قتل کیا گیا تھا کہ اس نے عہد کو توڑ دیا تھا، اور مکہ کی طرف چلا گیا تھا، تاکہ مشرکین کو رسول اللہ صلی اللہ

؎ فإن قلت :قتل النبى كعب بن الأشرف فإنه قال :من لكعب بن الأشرف فإنه يؤذى الله ورسوله؟ ووجه إليه من قتله غيلة، وقتل أبا رافع قال البزار :كان يؤذى رسول الله ويعين عليه .

وفى حديث آخر :أن رجلا كان يسبه فقال :من يكفينى عدوى؟ فقال خالد :أنا فبعثه إليه فقتله .قال ابن حزم :وهو حديث صحيح مسند رواه عن النبى رجل من بلقين وقال ابن المدينى وهو اسمه وبه يعرف :وذكر عبد الرزاق أنه سبه رجل فقال :من يكفينى عدوى؟ فقال الزبير :أنا، فقتله .قلت :الجواب فى هذا كله أنه لم يقتلهم بمجرد سبهم وإنما كانوا عونا عليه ويجمعون من يحاربونه، ويؤيده ما رواه البزار عن ابن عباس أن عقبة بن أبى معيط نادى :يا معاشر قريش؟ ما لى أقتل من بينكم صبرا؟ فقال له بكفرك وافترائك على رسول الله، صلى الله تعالى عليه وآله وسلم، على أن هؤلاء كلهم لم يكونوا من أهل الذمة، بل كانوا مشركين يحاربون الله ورسوله (عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج ۲۴، ص ۸۲، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب إذا عرض الذمى وغيره بسب النبى صلى الله عليه وسلمولم يصرح نحو قوله: السام عليك)

علیہ وسلم سے قتال پر ابھارے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف، کسی کی اعانت نہیں کرے گا، پھر اس نے مشرکین نے کی اعانت کی (التفسیر المظھری)

علاوہ ازیں کعب بن اشرف کے بارے میں یہ واضح ہے کہ وہ یہودیوں کے قبیلے سے تعلق رکھتا تھا، اور پہلے گزر چکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہودی اہلِ ذمہ شمار نہیں کیے گئے، لہٰذا اس وجہ سے بھی، اس واقعہ سے ذمہ ٹوٹنے پر استدلال کرنا، راجح نہیں۔ [1]

ابنِ خطل کے قتل کا واقعہ

بعض مالکیہ نے ''ابنِ خطل'' کے قتل کے واقعہ سے بھی، ذمّی کے گستاخی کرنے پر، ذمہ وعہد ٹوٹنے اور اس کی وجہ سے، واجبُ القتل ہونے پر استدلال کیا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتحِ مکہ کے موقع پر، اس کو قتل کرنے کا حکم فرمایا تھا۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] (باب قتل كعب بن الأشرف) اليهودى، وكان فى ربيع الأول من السنة الثالثة كما عند ابن سعد وسقط لفظ باب لأبى ذر فتاليه رفع كما لا يخفى (ارشاد السارى، ج٦، ص ٢٨٣، كتاب المغازى، باب قتل كعب بن الأشرف)

(باب قتل أبى رافع عبد الله بن أبى الحقيق) بضم الحاء المهملة وفتح القاف الأولى مصغرا اليهودى (ويقال) اسمه (سلام بن أبى الحقيق) بتشديد اللام (كان بخيبر، ويقال): كان (فى حصن له بأرض الحجاز، وقال الزهرى) محمد بن مسلم بن شهاب مما وصله يعقوب بن سفيان فى تاريخه عن حجاج بن أبى منيع عن جده عنه (هو) أى قتل أبى رافع (بعد) قتل (كعب بن الأشرف) قال ابن سعد: فى رمضان سنة ست وقيل غير ذلك (ارشاد السارى، ج٦، ص ٢٨٥، كتاب المغازى، باب قتل أبى رافع عبد الله بن أبى الحقيق)

(وكان كعب بن الأشرف) اليهودى من بنى قينقاع (يهجو النبى – صلى الله عليه وسلم –) فى شعره (ويحرض عليه) أى يغرى على رسول الله – صلى الله عليه وسلم – (كفار قريش) للقتال (بذل المجهود، ج١٠، ص ٢٠٥، كتاب الخراج، باب: كيف كان إخراج اليهود من المدينة؟)

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ وَعَلٰى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ، فَلَمَّا وَضَعَهُ قِيْلَ: هٰذَا ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ؟ فَقَالَ: اقْتُلُوْهُ فَقُتِلَ (صحيح ابن حبان، ٣٧١٩، كتاب الحج، باب فضل مكة) ؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے، اور آپ کے سر پر اس

؎ قال شعيب الارنوؤط:
إسناده صحيح على شرطهما .رجاله ثقات رجال الشيخين غير الحجبى –واسمه عبد الله بن عثمان– فمن رجال البخارى، وأبو الوليد: هو الطيالسى.
وأخرجه مالک فى الموطأ 1/423 فى الحج: باب جامع الحج.
وأخرجه البخارى 5808 فى اللباس: باب المغفر، عن أبى الوليد الطيالسى، وأبو داود 2685 فى الجهاد: باب قتل الأسير ولا يعرض عليه الإسلام، عن القعنبى، كلاهما عن مالک، بهذا الإسناد.
وأخرجه ابن أبى شيبة 14/492، والدارمى 74-2/73،
والحميدى 1212، أحمد 3/109 و 164 و 186 و 231 و 132 و 233 و 240، والبخارى 1846 فى جزاء الصيد: باب دخول الحرم ومكة بغير إحرام، و 3044 فى الجهاد: باب قتل الأسير وقتل الصبر، و 4286 فى المغازى: باب أين ركز النبى صلى الله عليه وسلم الراية يوم الفتح، ومسلم 1357 فى الحج: باب جواز دخول مكة بغير إحرام، وفى السير من "الكبرى "كما فى التحفة 1/389، وابن ماجه 2805 فى الجهاد: باب السلاح، وأبو الشيخ فى "اخلاق النبى 143 "، والبيهقى 7/59 و 8/205، والبغوى 2006 من طرق عن مالک، به.
والمِغْفَر: زرد من الدرع يلبس تحت القلنسوة، أوهو حَلَقٌ يتقنع بها المتسلح.
قال البغوى فى شرح السنة 7/305: فيه دليل على أنه لا يلزمه الإحرام لدخول مكة، واختلفوا فيه، فذهب قوم إلى أنه لا يلزمه الإحرام لدخولها، وهو قول ابن عمر، وإليه ذهب مالک والشافعى فى أحد قوليه كالمكى يخرج من الحرم، ثم يدخل، لا يلزمه الإحرام .وذهب قوم إلى أنه يلومه الإحرام وقال قوم: يجب على غير الحطابين، وقيل: يجب على من داره وراء الميقات، وهو قول أصحاب الرأى.
وفى أمره بقتل ابن خطل دليل على أن الحرم لا يَعصِم من إقامة عقوبة وجبت على إنسان، ولا يوجب تأخيرها، وذلک أن ابن خطل كان بعثه رسول الله صلى الله عليه وسلم فى وجه مع رجل من الأنصار، وأمّر الأنصارى عليه، فلما كان ببعض الطريق، وثب على الأنصارى فقتله، وذهب بماله، فأمر النبى صلى الله عليه وسلم بقتله لخيانته.
قلت: ذكر ابن إسحاق أن ابن أخطل ارتد بعد قتل الأنصارى، ولحق بمكة، واتخذ قينتين تُغنيان له بهجاء النبى صلى الله عليه وسلم (حاشية صحيح ابنِ حبان)

وقت ڈھال تھی، پس جب آپ نے اس کو رکھا، تو آپ سے کہا گیا کہ یہ ابنِ خطل ہے، جو کعبہ کے پردے کے ساتھ لٹکا ہوا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو قتل کر دو (ابنِ حبان)

لیکن اس واقعہ سے بھی مالکیہ وغیرہ کی طرف سے، مذکورہ استدلال راجح نہیں، کیونکہ ''ابنِ خطل'' اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا تھا، اور اس نے خیانت کا ارتکاب کیا تھا، اور ایک انصاری کو قتل کیا تھا، اور اس کا مال لوٹ لیا تھا، اور اسی کے ساتھ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو بھی کیا کرتا تھا۔

خود محققینِ مالکیہ نے بھی اس استدلال کو کمزور قرار دیا ہے، اور دیگر حضرات نے بھی اس استدلال سے اختلاف کیا ہے۔

چنانچہ علامہ ابنِ عبدالبر قرطبی مالکی نے ''الاستذکار'' میں فرمایا کہ:

''ہمارے بعض اصحاب (یعنی مالکیہ) نے فرمایا کہ یہ (ابنِ خطل کا قتل) ذمی کے قتل کی بنیاد ہے، جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرے۔

لیکن یہ بات غلط ہے، کیونکہ ابنِ خطل ''حربی'' تھا، دارالحرب میں تھا، کیونکہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امان میں داخل نہیں فرمایا تھا، بلکہ اس کو اور اس کی قوم کو اس کے ساتھ مستثنیٰ فرما دیا تھا۔

اور ابنِ خطل کے قتل کا ایک سبب یہ تھا کہ اس نے مسلمان خادم کو قتل کر دیا تھا، اور وہ خود اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا تھا، پس یہ مسلمان کے قتل کا قصاص تھا۔

اور اسی کے مثل ''مقیس بن صبابہ'' کا قصہ بھی ہے، جس نے مسلمان کو اس سے دیت لینے کے باوجود قتل کر دیا تھا'' ۔ [1]

---

[1] وروی شبابة بن سوار عن مالک عن الزهری عن أنس قال دخل رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم قال من رأی منکم بن خطل فلیقتله.

《بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں》

قاضی محمد بن عبداللہ اشبیلی مالکی (المتوفیٰ:543ہجری) نے بھی "المسالک فی شرح

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وزعم أصحابنا أن هذا أصل فی قتل الذمی إذا سب النبی علیه السلام وهذا غلط لأن بن خطل كان حربیا فی دار الحرب لم یدخله رسول الله صلی الله علیه وسلم فی أمان أهل مكة بل استثناه من ذلک الأمان.

ومعلوم أنهم كانوا كلهم أو أكثرهم علی سب النبی علیه السلام ولم یجعل لابن خطل أمانا لأن أمره علیه السلام بقتل بن خطل خرج من الأمان لأهل مكة مخرجا واحدا فی وقت واحد.

بذلک وردت الآثار وهو معروف عند أهل السیر.

والوجه فی قتل بن خطل أن الله تعالی أمر بقتل المشركین حیث وجدوا وقال (فإما تثقفنهم فی الحرب فشرد بهم من خلفهم)وجعل لهم مع ذلک إذا قدر علیهم المن إن شاء وإن شاء الفداء ولیس هذا موضع ذكر وجوه ذلک ولما كان لرسول الله صلی الله علیه وسلم فی حكم الله ذلک صنع ما أذن الله له فیه.

وكان سبب قتله والله أعلم ما حدثناه عبد الوارث بن سفیان قراء ة منی علیه قال حدثنا قاسم بن أصبغ قال حدثنا عبید بن عبد الواحد قال حدثنا أحمد بن محمد بن أیوب قال حدثنا إبراهیم بن سعد عن بن إسحاق قال وأما قتل عبد الله بن خطل فقتله سعید بن حریث المخزومی وأبو برزة الأسلمی اشتركا فی دمه وهو رجل من بنی تیم بن غالب قال وإنما أمر رسول الله صلی الله علیه وسلم بقتله لأنه بعثه مصدقا وكان مسلما وبعث معه رجلا من الأنصار وكان معه مولی له یخدمه وكان مسلما فنزل بن خطل منزلا وأمر المولی أن یذبح له شاة ویصنع له طعاما فنام واستیقظ ولم یصنع له شیئا فعدا علیه فقتله ثم ارتد مشركا.

قال أبو عمر فهذا القتل قود من مسلم.

ومثل هذا قصة مقیس بن صبابة قتل مسلما بعد أخذ الدیة وهو أیضا مما هدر رسول الله صلی الله علیه وسلم دمه فی حین دخوله مكة .

كذا حدثنا سعید بن نصر قال حدثنی قاسم قال حدثنی بن وضاح قال حدثنی أبو بكر بن أبی شیبة قال حدثنا أحمد بن المفضل قال حدثنی أسباط بن نصر قال زعم السدی عن مصعب بن سعد عن أبیه قال لما كان فتح یوم مكة أمن رسول الله أهل مكة إلا أربعة نفر وامرأتین وقال اقتلوهم وإن وجدتموهم متعلقین بأستار الكعبة عكرمة بن أبی جهل وعبد الله بن خطل ومقیس بن صبابة وعبد الله بن سعد بن أبی سرح فأما عبد الله بن خطل فأدرک وهو متعلق بأستار الكعبة فاستبق إلیه سعید بن حریث وعمار بن یاسر فسبق سعید عمارا وكان أشد الرجلین فقتله وذكر تمام الخبر فی التمهید(الاستذكار لابن عبدالبر القرطبی، ج۴،ص۴۰۳،۴۰۴،کتاب الحج والمناسک،باب جامع الحج)

موطأ مالک‘‘ میں یہی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ ۱؎

اورامام نووی رحمہ اللہ نے ’’صحیح مسلم‘‘ کی شرح میں فرمایا کہ:

قال العلماء إنما قتله لأنه كان قد ارتد عن الاسلام وقتل مسلما كان يخدمه وكان يهجو النبى صلى الله عليه وسلم ويسبه وكانت له قينتان تغنيان بهجاء النبى صلى الله عليه وسلم والمسلمين

(شرح النووى على مسلم، ج۹، ص ۱۳۱ و ۱۳۲، كتاب الحج، باب جواز دخول مكة بغير إحرام)

ترجمہ: علماء نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ خطل کو اس لیے قتل کر دیا تھا

۱؎ واختلف فى اسم ابن خطل هذا؟
فقيل :هلال بن خطل .وقيل :عبد العزى بن خطل.وقيل :عبد الله.
وزعم بعض أصحابنا أن هذا أصل فى قتل الذمى إذا سب النبى -صلى الله عليه وسلم.
وهذا غلط؛ لأن ابن خطل كان حربيا فى دار حرب، ولم يدخله رسول الله -صلى الله عليه وسلم - فى أمانه لأهل مكة، بل استثناه -وقومه معه -من ذلك الأمان ، ومعلوم أنهم كانوا كلهم أو أكثرهم لا ينصرفون عن سب رسول الله -صلى الله عليه وسلم -.ولم يجعل لابن خطل أمانا؛ لأن أمره - صلى الله عليه وسلم -خرج مع الأمان لأهل مكة مخرجا واحدا فى وقت واحد، ووردت بذلك الآثار، وهو معروف عن أهل السير.
والوجه فى قتل ابن خطل :هو أن الله أمر بقتل المشركين حيث وجدوا، فقال عز من قائل :(فإما تثقفنهم فى الحرب ...) الآية .
وأما الآن فنبسط الكلام فى ذلك:
قال :وكان سبب قتله ما ذكرناه عن ابن إسحاق ، قال:وأما قتل عبد الله بن خطل، فقتله سعيد بن حريث المخزومى وأبو برزة الأسلمى اشتركا فى دمه .وهو رجل من بنى تيم بن غالب .قال :وإنما أمر رسول الله -صلى الله عليه وسلم -بقتله؛ لأنه بعثه مصدقا وكان مسلما، وبعث معه رجلا من الأنصار، وكان معه مولى يخدمه وكان مسلما، فنزل ابن خطل منزلا، وأمر المولى أن يذبح له شاة ويصنع له طعاما، فنام واستيقظ ولم يصنع له شيئا، فعدا عليه فقتله، ثم ارتد مشركا ، فهذا قود من مسلم.
ومثل هذه قصة مقيس بن صبابة، قتل مسلما بعد أخذه الدية منه، وهو أيضا مقن هدر رسول الله - صلى الله عليه وسلم -دمه فى حين دخوله مكة ، كذلك ذكر ابن أبى شيبة وابن إسحاق
(المسالِك فى شرح مُوَطَّأ مالك، ج۴،ص ۴۷۲، ۴۷۳، كتاب الحج والمناسك،جامع الحج)

کہ وہ مرتد ہو گیا تھا، اور اس نے اپنے مسلمان خادم کو قتل کر دیا تھا، اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو اور سب وشتم کیا کرتا تھا، اور اس کی دو گانے والی عورتیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کا تمسخر کیا کرتی تھیں (شرح النووی)

اور علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے ''فتح الباری'' میں فرمایا کہ:

''ابنِ خطل کے قتل سے، سابِّ رسول کے قتل پر استدلال کرنا، کمزور بات ہے، کیونکہ ابنِ خطل کے قتل کے دوسرے اسباب تھے۔

چنانچہ وہ پہلے اسلام لے آیا تھا، پھر اس نے انصار کے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا، اور پھر وہ مرتد ہو گیا تھا''۔ [1]

اور علامہ عینی نے بھی صحیح بخاری کی شرح ''عمدةُ القاری'' میں فرمایا کہ:

''ابنِ خطل کا قتل، اس کے ارتداد کی وجہ سے تھا، وہ اسلام لانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتا تھا، اور وہ امان میں بھی داخل نہیں تھا، اور وہ قتلِ مسلم کا بھی مرتکب ہوا تھا''۔ [2]

---

[1] واستدل به على جواز قتل الذى إذا سب رسول الله صلى الله عليه وسلم وفيه نظر كما قاله بن عبد البر لأن بن خطل كان حربيا ولم يدخله رسول الله صلى الله عليه وسلم فى أمانه لأهل مكة بل استثناه مع من استثنى وخرج أمره بقتله مع أمانه لغيره مخرجا واحدا فلا دلالة فيه لما ذكره انتهى ويمكن أن يتمسك به فى جواز قتل من فعل ذلك بغير استتابة من غير تقييد بكونه ذميا لكن بن خطل عمل بموجبات القتل فلم يتحتم أن سبب قتله السب(فتح البارى شرح صحيح البخارى،لابن حجر العسقلانى، ج۴،ص ۶۲، كتاب جزاء الصيد،قوله باب دخول الحرم ومكة بغير إحرام)

وإنما أمر بقتل بن خطل لأنه كان مسلما فبعثه رسول الله صلى الله عليه وسلم مصدقا وبعث معه رجلا من الأنصار وكان معه مولى يخدمه وكان مسلما فنزل منزلا فأمر المولى أن يذبح تيسا ويصنع له طعاما فنام واستيقظ ولم يصنع له شيئا فعدا عليه فقتله ثم ارتد مشركا وكانت له قينتان تغنيان بهجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم(فتح البارى ،لابن حجر العسقلانى، ج۴،ص ۶۱،قوله باب دخول الحرم ومكة بغير إحرام)

[2] واحتج بعضهم لمذهبهما بقصة ابن خطل .وأجيب عنها بأوجه .أحدها :أنه ارتد وقتل مسلما وكان يهجو النبى، عليه الصلاة والسلام .الثانى :أنه لم يدخل فى الأمان فإنه استثناه وأمر بقتله وإن وجد معلقا باستار الكعبة .الثالث :أنه كان ممن قاتل،وأجاب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی طریقہ سے علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

’’ابنِ خطل اور ربیعہ بن امیہ اور مقیس بن صبابہ جیسے لوگ، صحابۂ کرام کی فہرست میں داخل نہیں، کیونکہ یہ لوگ مرتد ہوگئے تھے‘‘۔ [1]

اور علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کی شرح ’’**ارشاد الساری**‘‘ میں فرمایا کہ:

’’قاضی عیاض اور بعض دوسرے مالکیہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے کی وجہ سے، قتل کا حکم ہونے، اور توبہ کے قبول نہ کیے جانے پر، ابنِ خطل کے واقعہ سے استدلال کیا ہے۔

لیکن اس واقعہ سے مذکورہ استدلال پر بالکل بھی دلالت نہیں پائی جاتی، کیونکہ اس کے قتل کے متعدد اسباب تھے، جن میں اس کا مرتد ہونا، اورقتلِ مسلم کا سبب

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بعضهم بأنه إنما قتل فى تلك الساعة التى أبيحت له، وهو غريب، فإن ساعة الدخول حين استولى عليها وأذعن أهلها، وقتل ابن خطل بعد ذلك، وبعد قوله :(من دخل المسجد فهو آمن) ، وقد دخل لكنه استثناه مع جماعة غيره(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج۲، ص ۱۴۴، كتاب العلم،باب ليبلغ العلم الشاهد الغائب)

وإنما أمر بقتل ابن خطل لأنه كان مسلما، فبعثه رسول الله صلى الله عليه وسلم مصدقا وبعث معه رجلا من الأنصار وكان معه مولى يخدمه وكان مسلما، فنزل منزلا فأمر المولى أن يذبح تيسا ويصنع له طعاما ونام، واستيقظ ولم يصنع له شيئا، فعدا عليه فقتله ثم ارتد مشركا، وكانت له قينتان تغنيان بهجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم .وقال أبو عمر :لأنه كان أسلم وبعثه رسول الله صلى الله عليه وسلم مصدقا وبعث معه رجلا من الأنصار وأمر عليهم الأنصارى، فلما كان ببعض الطريق وثب على الأنصارى فقتله وذهب بماله(عمدة القارى شرح صحيح البخارى،ج۱۰،ص۲۰۸،كتاب جزاء الصيد،باب دخول الحرم ومكة بغير إحرام)

[1] والعبارة السالمة من الاعتراض أن يقال :الصحابى من لقى النبى صلى الله عليه وسلم، ثم مات على الإسلام، ليخرج من ارتد ومات كافرا :كابن خطل وربيعة بن أمية ومقيس بن صبابة ونحوهم(عمدة القارى شرح صحيح البخارى،ج۱۶،ص۱۶۹،كتاب بدء الخلق،باب فى فضائل أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم)

بھی داخل ہے''۔ [1]

اورعلامہ طیبی نے''مشكاةُ المصابيح'' کی شرح میں فرمایا کہ:

''اہلِ علم نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ خطل کے قتل کا حکم، اس لیے فرمایا تھا کہ وہ اسلام سے مرتد ہو گیا تھا، اوراس نے اپنے مسلمان خادم کو قتل کیا تھا،

---

[1] (اقتلوه) فقتله أبو برزة وشاركه فيه سعيد بن حريث، وقيل القاتل له سعيد بن ذؤيب، وقيل الزبير بن العوام وكان قتله بين المقام وزمزم.

واستدل به القاضى عياض فى الشفاء وغيره من المالكية على قتل من آذى النبى -صلى الله عليه وسلم -أو تنقصه ولا تقبل له توبة لأن ابن خطل كان يقول الشعر يهجو به النبى -صلى الله عليه وسلم -ويأمر جاريتيه أن تغنيا به.

ولا دلالة فى ذلك أصلا لأنه إنما قتل ولم يستتب للكفر والزيادة فيه بالأذى مع ما اجتمع فيه من موجبات القتل ولأنه اتخذ الأذى ديدنا فلم يتحتم أن سبب قتله الذم فلا يقاس عليه من فرط منه فرطة وقلنا بكفره بها وتاب ورجع إلى الإسلام فالفرق واضح.

وفى كتابى المواهب اللدنية بالمنح المحمدية مزيد بحث لذلك وإنما أمر عليه الصلاة والسلام بقتل ابن خطل لأنه كان مسلما، فبعثه رسول الله -صلى الله عليه وسلم -مصدقا وبعث معه رجلا من الأنصار وكان معه مولى يخدمه وكان مسلما فنزل منزلا فأمر المولى أن يذبح تيسا ويصنع له طعاما ونام، فاستيقظ ولم يصنع له شيئا فعدا عليه فقتله ثم ارتد مشركا، وكانت له قينتان تغنيان بهجاء رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فكان ممن أهدر دمه يوم الفتح.

قال الخطابى :قتله بما جناه فى الإسلام .وقال ابن عبد البر :قودا من دم المسلم الذى قتله ثم ارتد (إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى،للقسطلانى،ج٣،ص٣١٧،كتاب جزاء الصيد،باب دخول الحرم ومكة بغير إحرام .ودخل ابن عمر)

(اقتلوه) لأنه ارتد عن الإسلام وقتل مسلما كان يخدمه وكان يهجو النبى -صلى الله عليه وسلم -وله قينتان تغنيان بهجاء المسلمين فابتدره سعيد بن حريث أو أبو برزة أو الزبير بن العوام أو سعد بن ذؤيب أو تعاونوا كلهم على قتله، وهذا مخصص لقوله عليه الصلاة والسلام "من دخل المسجد فهو آمن "وفيه جواز إقامة الحد والقصاص بمكة خلافا لأبى حنيفة، وتأول الحديث بأنه قتل ابن خطل فى الساعة التى أبيحت له.

وأجاب أصحابنا :بأنها إنما أبيحت ساعة الدخول حتى استولى عليها، وإنما قتل ابن خطل بعد ذلك لأنه وقع بعد نزع المغفر(إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى، للقسطلانى، ج٥،ص١٦٣،كتاب الجهاد والسير،باب قتل الأسير، وقتل الصبر)

اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو اور سب وشتم کیا کرتا تھا، اور اس کی دو گانے والی عورتیں، مسلمانوں کی ہجو کیا کرتی تھیں''۔ [1]

فلہٰذا ابنِ خطل کے قتل کے واقعہ سے اہلِ ذمہ کے عہد ٹوٹنے پر استدلال کوئی مضبوط استدلال نہیں۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے کی وجہ سے ''ذمہ'' ٹوٹنے پر کسی معتبر حدیث میں دلالت نہیں پائی جاتی، لہٰذا بادی النظر میں جو بعض واقعات سے ذمی کا عہد ٹوٹنے پر استدلال کیا جاتا ہے، اور ان واقعات کو حنفیہ کے اصل مذہب کے خلاف قرار دیا جاتا ہے، اور اس کو بعض اہلِ علم حضرات میں خاصی شہرت حاصل ہے، تحقیق کرنے سے یہ استدلال راجح ثابت نہیں ہوسکا، اور غالبًا یہی وجہ ہے کہ حنفیہ کے اصل مذہب کے ساتھ ساتھ، امام شافعی رحمہ اللہ کا راجح قول بھی یہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے سے ''ذمہ'' نہیں ٹوٹتا۔

البتہ چونکہ ''موادعۃ'' کا معاملہ غیر حنفیہ کے نزدیک لازم ہوجاتا ہے، اور ''موادعۃ'' میں پائی جانے والی شرائط کی خلاف ورزی پر وہ ٹوٹ جاتا ہے، اس لیے بعض حضرات نے ''اہلِ موادعۃ'' پر بھی ''اہلِ ذمۃ'' کا اطلاق کردیا ہے، مگر ظاہر ہے کہ حنفیہ کے نزدیک ''موادعۃ'' کا معاملہ دوسرے فقہائے کرام کی طرح لازم نہیں ہوتا، اور اگر امامُ المسلمین، مصلحت سمجھے، تو ''اہلِ موادعۃ'' سے قتال کرنا جائز ہوتا ہے، مگر یہ کہ ''عقدِ موادعۃ'' احکامِ اسلام کے جریان پر منعقد ہوا ہو۔

اس صورت میں اگر ''اہلِ موادعۃ'' میں سے کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر علانیہ اور عادت

---

[1] قالوا :إنما أمر بقتله؛ لأنه كان قد ارتد عن الإسلام وقتل مسلما كان يخدمه، وكان يهجو النبى صلى الله عليه وسلم ويسبه، وكان له قينتان تغنيان بهجاء المسلمين(شرح الطيبى على مشكاة المصابيح، ج٦،ص ٢٠٤٤، كتاب المناسک،باب حرم مكة حرسها الله تعالى)

کے طور پر، سب وشتم کرے، تو حنفیہ کے نزدیک اس کو حسبِ مصلحت قتل کرنا جائز ہے، خواہ اس کو تعزیری قتل قرار دیا جائے، یا ایک طرح سے ''محارب'' کا قتل کرنا قرار دیا جائے۔

جہاں تک شافعیہ وحنابلہ کا تعلق ہے، تو ان کے نزدیک اگر ''موادعۃ'' کو ''ذمۃ'' کی طرح لازم قرار دیا جائے، اور دوسرے کی طرف سے ''موادعۃ'' کا توڑنا لازم آئے، تو ان کے نزدیک بھی اس صورت میں قتل متعین نہیں، بلکہ ''قتل'' یا ''استرقاق'' یا ''من'' اور ''فداء'' چاروں چیزوں میں اختیار حاصل ہے۔

پس جب شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک بھی مذکورہ صورت میں قتل متعین نہیں، تو حنفیہ کو مذکورہ صورت میں قتل کا منکِر قرار دینا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ جب کہ وہ تعزیراً وسیاسۃً قتل کے منکر بھی نہیں، بشرطیکہ علانیہ، یا بار بار سب وشتم کا صدور ہو، جو فساد فی الارض کی سعی میں داخل ہے، اور اس کے قتل کا سبب ''قطاعُ الطریق'' وغیرہ کی طرح یہی ''فساد فی الارض'' کی سعی ہے، نہ کہ ''حدِ ارتداد''، جس کی تفصیل اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم.

خاتمہ

اس مضمون میں شروع سے اب تک جو بحث وگفتگو کی گئی، اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ سابِ رسول کافر ہے، اگر پہلے سے مسلم تھا، تو وہ اس فعل کی وجہ سے کافر ومرتد ہو جاتا ہے۔

اور اگر وہ توبہ وتجدیدِ ایمان کر لے، تو اس کی آخرت کے اعتبار سے دائمی عذاب سے بچنے کے لیے توبہ قبول ہونے میں تو کسی کا قابلِ ذکر اختلاف نہیں۔

جہاں تک دنیاوی توبہ کا تعلق ہے، تو حنفیہ وشافعیہ کے نزدیک اس کی دنیا کے اعتبار سے بھی توبہ قبول کر لی جاتی ہے اور اس کے قتل کا حکم ساقط ہو جاتا ہے، اور حنفیہ کے نزدیک چونکہ مرتدہ عورت کو قتل نہیں کیا جاتا، اس لیے اگر مسلم عورت سے یہ فعل سرزَد ہو، تو اس کو قتل کرنے کے بجائے قید وحبس میں رکھا جاتا ہے، تاآنکہ وہ توبہ وتجدیدِ ایمان کر لے۔

لیکن اگر اس فعل کا کوئی بار بار ارتکاب کرے اور اس سے بڑھ کر اس کی طرف لوگوں کو دعوت بھی دے، تو پھر اگر وہ قابو پالینے اور پکڑے جانے کے بعد توبہ کرے، تو حنفیہ کے راجح قول کے مطابق اس کی اس صورت میں توبہ قبول نہیں کی جاتی، اور اس کو قتل کرنا ہی فساد فی الارض کی سعی سے حفاظت کا ذریعہ ہوتا ہے، خواہ عورت ہی کیوں نہ ہو۔

اور سابِ رسول کے متعلق، جو کسی بھی حال میں توبہ قبول نہ ہونے اور اس کے واجبُ القتل ہونے کی حنفیہ کی طرف نسبت کی جاتی ہے، یہ نسبت دلائل کی رو سے راجح ثابت نہ ہو سکی۔

البتہ مالکیہ وحنابلہ کا راجح قول یہ ہے کہ سابِ رسول، مسلم، خواہ عورت کیوں نہ ہو، اس کی دنیاوی احکام کے اعتبار سے توبہ قبول نہیں کی جاتی اور اس کو بہر حال قتل کیا جاتا ہے۔

ہمیں دلائلِ شرعیہ وفقہیہ کی رو سے اس سلسلہ میں حنفیہ وشافعیہ کا قول راجح معلوم ہوا۔

جہاں تک ذمی ومعاہد کے سابِ رسول ہونے کا تعلق ہے، تو حنفیہ وشافعیہ کے راجح قول کے مطابق، اس کا ذمہ وعہد نہیں ٹوٹتا اور وہ اس کی وجہ سے واجبُ القتل نہیں ہوتا، البتہ تعزیر کا مستحق ہوتا ہے اور امامُ المسلمین، یا اس کے مجاز نمائندہ کو اس کی تعزیر، قتل کی صورت میں کرنے کا بھی اختیار ہے، جس طرح اس سے کم درجہ کی بھی حسبِ مصلحت تعزیر کا اس کو اختیار ہے۔

البتہ اگر پہلے سے اس فعل کے ارتکاب پر ذمہ وعہد ٹوٹنے کی شرط لگا لی گئی ہو، تو پھر حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک بھی ذمہ وعہد ٹوٹنے کی گنجائش پائی جاتی ہے۔

لیکن مالکیہ وحنابلہ کا مشہور قول یہ ہے کہ اس کو بہر حال قتل کیا جاتا ہے، مالکیہ کے نزدیک تو حد یا زندقہ کی بناء پر اور حنابلہ کے نزدیک ذمہ وعہد ٹوٹنے کی بناء پر۔

پھر اگر کسی وجہ سے ذمی کا ذمہ وعہد ٹوٹ جائے، تو جمہور یعنی حنابلہ وشافعیہ وحنفیہ کے نزدیک اس کے قتل کا وجوب متعین نہیں، بلکہ امامُ المسلمین کو اس میں حسبِ مصلحت مختلف اختیارات حاصل ہوتے ہیں، جن میں ''فدا'' اور ''من'' کا اختیار بھی حاصل ہے۔

لیکن اگر وہ ذمی ومعاہد، ذمہ ٹوٹنے کے بعد اسلام قبول کر لے، تو اکثر فقہائے کرام، اس کے قتل وتعزیر کی سزا کے ساقط ہونے کے قائل ہیں۔

جہاں تک اصلی حربی کا تعلق ہے، جس سے نہ تو معاہدہ ہو، نہ وہ مستأمن ہو، تو وہ ویسے ہی مباحُ الدم ہوتا ہے، اور اس سے حسبِ قدرت جہاد وقتال کا حکم ہوتا ہے۔

لیکن امامُ المسلمین کو دارُ الحرب ودارُ الکفر میں حدود وتعزیرات کے نفاذ کا اختیار نہیں ہوتا، اس لیے حنفیہ وغیرہ کے نزدیک دارُ الحرب کی حدود میں حدود وتعزیرات کا امامُ المسلمین مکلّف نہیں، البتہ اہلِ دارُ الحرب کی طرف سے اس طرح کے اقدامات کے سدِّ باب پر مسلمانوں کو اجتماعی طور پر سنجیدہ طریقہ سے کوششیں کرنا چاہئے۔

اور جن صورتوں میں حد، یا تعزیر کے طور پر قتل، یا دوسری سزا کے نفاذ کا تعلق ہے، تو اس کا اصل استحقاق، امامُ المسلمین، یا اس کے مجاز نمائندہ کو حاصل ہے، اور اس میں عوام الناس کی دخل اندازی ناپسندیدہ عمل اور مختلف فسادات کا باعث ہے۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبُحَانَہٗ وَتعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلُمُہٗ اَتَمُّ وَاَحُکَمُ.

محمد رضوان

09/ ذوالقعدہ/1440ھ 13/ جولائی/2019ء بروز ہفتہ

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

علمی و تحقیقی رسائل

کفارِ قریش نے بہت سے گالیوں
بھرے اشعار لکھے، جن میں حضور اکرم ﷺ کی
توہین کرنے کی کوشش کی گئی تھی، مگر وہ اشعار ہم تک نہیں پہنچے۔
کیوں؟ کیونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے وہ اشعار نہ ہی یاد کیے، اور نہ ہی
آپس میں شیئر کیے، اس طرح سے وہ سارے اشعار فنا ہو گئے۔ آج کل یہ
دیکھنے میں آ رہا ہے کہ گستاخانہ مواد کو دنیا میں کفار سے زیادہ مسلمان پھیلا رہے
ہیں۔ اور وہ یوں کہ: کفار ایک گستاخانہ خاکہ، یا تصویر بناتے ہیں، پھر اس کے
اوپر لکھ دیتے ہیں کہ ”لکھنے، یا بنانے والے پر لعنت بھیج کر آگے شیئر کریں“ اب
کفار کا کام ختم اور مسلمانوں کا شروع ہو جاتا ہے، اس کے بعد مسلمان لعنت بھیجنے
کے چکر میں ایسے شروع ہوتے ہیں کہ پوری دنیا تک یہ گستاخانہ مواد پہنچ جاتا
ہے۔ حل: کوئی بھی گستاخانہ خاکہ، یا تصویر، یا فلم کا ٹکڑا، یا کوئی ایسی چیز
آپ تک پہنچے، تو آپ خود اپنے ایمان کی حفاظت کرتے ہوئے صحابۂ
کرام رضی اللہ عنہم کے نقشِ قدم پر چلیں، بغیر دیکھے، بغیر کسی کو شیئر
کیے، فوراً اسے ڈیلیٹ کر دیں۔

(صفحہ نمبر 231)